از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنووط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیر ابن کثیر

جلد: 4



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ



ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ



فہرس

تفسیر سورۃ الکہف

تفسیر سورہ مریم

تفسیر سورہ طٰہٰ

تفسیر پارہ 17 سورہ انبیاء

تفسیر سورۃ الحج

تفسیر پارہ 18 سورہ مومنون

تفسیر سورہ نور

تفسیر سورۃ الفرقان

تفسیر پارہ 19

تفسیر سورۃ الشعراء

تفسیر سورۃ النمل

تفسیر پارہ 20

تفسیر سورۃ قصص

تفسیر سورہ بنی اسرائیل

سورۂ بنی اسرائیل کی فضیلت: صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف، اور سورۂ مریم سب سے پہلے، سب سے بہتر اور بڑی فضیلت والی ہیں۔ (۱) مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزے کبھی تو اس طرح پے در پے لگا تار رکھتے چلے جاتے کہ ہم اپنے دل میں کہتے شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ پورا مہینہ روزوں ہی میں گزار دیں گے اور کبھی کبھی بالکل ہی نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم سمجھ لیتے کہ شاید آپ اس مہینے میں روزے رکھیں گے ہی نہیں۔ اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر پڑھا کرتے تھے۔ (۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①

بڑے مہربان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والے معبود برحق کے نام سے شروع

پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ یقیناً اللہ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے ○

واقعہ معراج: اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی عزت وعظمت اور اپنی پاکیزگی وقدرت بیان فرماتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس جیسی قدرت کسی میں نہیں۔ وہی عبادت کے لائق اور صرف وہی ساری مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی رات کے ایک حصے میں مکہ مکرمہ کی مسجد سے بیت المقدس کی مسجد تک لے گیا۔ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مرکز رہا۔ اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام وہیں آپ کے پاس جمع کئے گئے اور آپ نے وہیں ان سب کی امامت کی۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ امام اعظم اور رئیس مقدم آپ ہی ہیں۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین اس مسجد کے اردگرد ہم نے برکت دے رکھی ہے۔ پھل، کھیت، باغات وغیرہ سے۔ یہ اس لئے کہ ہمارا ارادہ اپنے اس محترم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زبردست نشانیاں دکھانے کا تھا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب سورة بنی اسرائیل (۴۷۰۸)، (۴۹۹۴)]

(۲) [صحیح: مسند احمد (۶/۶۸) ترمذی: کتاب فضائل القرآن: باب قراءة سورة بنی اسرائیل والزمر قبل النوم (۲۹۲۰)، (۳۴۰۵) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۷۱۲) صحیح ابن خزیمة (۱۱۶۳) المروزی فی قیام اللیل (ص: ۱۵۳) مستدرک حاکم (۲/۴۳۴) المزی فی تهذیب الکمال (۲۷/۴۱۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

بندوں' مومنوں' کافروں' یقین رکھنے والوں اور انکار کرنے والوں سب کی باتیں سننے والا ہے اور سب کو دیکھ رہا ہے۔ ہر ایک کو وہی دے گا' جس کا وہ مستحق ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

معراج کی بابت بہت سی حدیثیں ہیں جو اب بیان ہو رہی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج والی رات جب کہ کعبۃ اللہ شریف سے آپ کو بلوایا گیا' آپ کے پاس تین فرشتے آئے' اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کی جائے۔ اس وقت آپ بیت اللہ شریف میں سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک جو سب سے آگے تھا اس نے پوچھا کہ یہ ان سب میں سے کون ہیں؟ درمیان والے نے جواب دیا کہ یہ ان سب میں بہتر ہیں۔ تو سب سے اخیر والے نے کہا۔ پھر ان کو لے چلو۔ بس اس رات تو اتنا ہی ہوا۔ پھر آپ نے انہیں نہ دیکھا۔ دوسری رات پھر یہ تینوں آئے۔ اس وقت بھی آپ سو رہے تھے۔ لیکن آپ کا سونا اس طرح کا تھا کہ آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگ رہا تھا۔ تمام انبیاء کی نیند اسی طرح کی ہوتی ہے۔ اس رات انہوں نے آپ سے کوئی بات نہ کی۔ آپ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لٹا دیا۔ اور آپ کا سینہ گردن تک خود جبرائیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے چاک کیا۔ اور سینے اور پیٹ کی تمام چیزیں نکال کر اپنے ہاتھ سے زمزم کے پانی سے دھوئیں۔ جب خوب پاک ہو چکا تو آپ کے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک بڑا پیالہ تھا جو حکمت و ایمان سے پر تھا۔ اس سے آپ کے سینے کو اور گلے کی رگوں کو پر کر دیا۔ پھر سینے کو سی دیا گیا۔ پھر آپ کو آسمان کی طرف لے چڑھے۔ وہاں کے دروازوں میں سے ایک دروازے کو کھٹکھٹایا۔ فرشتوں نے پوچھا کہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جبرائیل۔ پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا میرے ساتھ محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا۔ کیا آپ کو بلوایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ "ہاں"۔ سب بہت خوش ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے آپ کو لے گئے۔ آسمانی فرشتے بھی کچھ نہیں جانتے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کیا کچھ کرنا چاہتا ہے۔ جب تک کہ انہیں معلوم نہ کرایا جائے۔ آپ نے آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام کو پایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے تعارف کرایا کہ' یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے۔ آپ نے سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا' مرحبا کہا اور فرمایا "آپ میرے بہت ہی اچھے بیٹے ہیں"۔ وہاں دو نہریں جاری دیکھ کر آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ "یہ نہریں کیا ہیں"؟ آپ نے جواب دیا کہ "نیل اور فرات کا عنصر"۔ پھر آپ کو آسمان میں لے چلے۔ آپ نے ایک اور نہر دیکھی' جس پر لولو اور موتیوں کے بالا خانے تھے' جس کی مٹی خالص مشک تھی۔ پوچھا یہ کونسی نہر ہے؟ جواب ملا کہ یہ نہر کوثر ہے۔ جسے آپ کے پروردگار نے آپ کے لئے خاص طور پر مقرر کر رکھی ہے۔ پھر آپ کو تیسرے آسمان پر لے گئے۔ وہاں کے فرشتوں سے بھی وہی سوال جواب وغیرہ ہوئے' جو آسمان اول اور دوسرے آسمان پر ہوئے تھے۔ پھر ان کو چوتھے آسمان پر چڑھایا گیا۔ ان فرشتون نے بھی اسی طرح پوچھا اور جواب پایا وغیرہ۔ پھر پانچویں آسمان پر چڑھائے گئے۔ وہاں بھی وہی کہا سنا گیا' پھر چھٹے پر پھر ساتویں آسمان پر گئے' وہاں بھی یہی بات چیت ہوئی۔ ہر آسمان پر وہاں کے نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں جن کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے جن میں سے مجھے یہ یاد ہیں کہ دوسرے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام چوتھے آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام پانچویں والے کا نام مجھے یاد

نہیں، چھٹے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔ علیه و علی سائر الانبیاء صلوات اللّٰه و سلامه۔ جب آپ یہاں سے بھی اونچے چلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''اے اللہ میرا خیال تھا کہ مجھ سے بلند تو کسی کو نہ کرے گا'' اب آپ اس بلندی پر پہنچے جس کا علم اللہ ہی کو ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ آپ سے بہت ہی نزدیک ہوا۔ بقدر دو کمان کے بلکہ اس سے کم فاصلے پر۔ پھر اللہ کی طرف سے آپ کی جانب وحی کی گئی۔ جس میں آپ کی امت پر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ جب آپ وہاں سے اترے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو روکا اور پوچھا کہ کیا حکم ملا؟ فرمایا ''دن رات میں پچاس نمازوں کا''۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''یہ آپ کی امت کی طاقت سے باہر ہے۔ آپ واپس جایئے اور کمی کی طلب کیجئے''۔ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ گویا آپ ان سے مشورہ لے رہے ہیں۔ ان کا بھی اشارہ پایا کہ ''اگر آپ کی مرضی ہو تو کیا حرج ہے'' آپ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف گئے اور اپنی جگہ ٹھہر کر دعا کی کہ ''اے اللہ ہمیں تخفیف عطا ہو۔ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی''۔ پس اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ پھر آپ واپس لوٹے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو پھر روکا اور یہ سن کر فرمایا۔ ''جاؤ اور کم کراؤ۔ آپ پھر گئے کم ہوئیں یہاں تک کہ آخر پانچ رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی فرمایا کہ ''دیکھو میں بھی بنی اسرائیل میں اپنی عمر گزار کر آیا ہوں۔ انہیں اس سے بھی کم حکم تھا لیکن پھر بھی وہ بے طاقت ثابت ہوئے اور اسے چھوڑ بیٹھے۔ آپ کی امت تو ان سے بھی ضعیف ہے، جسم کے اعتبار سے بھی اور دل، بدن، آنکھ، کان کے اعتبار سے بھی۔ آپ پھر جایئے اور اللہ سے تخفیف طلب کیجئے''۔ آپ نے پھر حسب عادت حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کو پھر اوپر لے گئے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ میری امت کے جسم، دل، کان آنکھیں اور دن کمزور ہیں۔ ہم سے اور بھی تخفیف کر۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ آپ نے جواب دیا ((لبيك و سعديك))۔ سن میری باتیں بدلتی نہیں جو میں نے اب مقرر کیا ہے یہی میں ام الکتاب میں لکھ چکا ہوں یہ پانچ ہیں پڑھنے کے اعتبار سے اور پچاس ہیں ثواب کے اعتبار سے۔ جب آپ واپس آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، کہو سوال منظور ہوا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں کمی ہوگئی یعنی پانچ کا ثواب پچاس کامل گیا ہر نیکی کا ثواب دس گناہ عطا فرمایا جانے کا وعدہ ہوگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر کہا میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں، انہوں نے اس سے بھی ہلکے احکام کو ترک کر دیا تھا، آپ پھر جایئے اور پروردگار سے کمی طلب کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ اے کلیم اللہ میں گیا، آیا، اب تو مجھے کچھ شرم سی محسوس ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر تشریف لیجایئے۔ بسم اللہ کیجئے۔ اب جب آپ جاگے تو آپ مسجد الحرام میں ہی تھے۔ [1] صحیح بخاری میں یہ حدیث کتاب التوحید میں بھی ہے اور صفة النبی ﷺ میں بھی ہے۔ یہی روایت شریک بن عبداللہ بن ابونمر سے مروی ہے لیکن انہوں نے اضطراب کر دیا

---

[1] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب التوحيد : باب ما جآء فی قوله عزو جل و كلم الله موسیٰ تكليما (۷۵۱۷)] اس روایت کے کچھ الفاظ صرف شریک بن عبداللہ راوی کے بھی بیان کردہ ہیں۔ دیکھئے: فتح البارى (۳۸۰۳۱۳) زاد المعاد (۴۲/۳) فتح القدير (۴۸۸/۱۳)]

ہے بوجہ اپنی کمزوری حافظہ کے بالکل ٹھیک ضبط نہیں رکھا۔ ان احادیث کے آخر میں اس کا بیان آئے گا۔ انشاء اللہ۔ بعض اسے واقعہ خواب بیان کرتے ہیں شاید اس جملے کی بنا پر جو اس کے آخر میں وارد ہے۔ واللہ اعلم۔

حافظ ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کے اس جملے کو جس میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قریب ہوا اور اتر آیا بس بقدر دو کمان ہو گیا۔ بلکہ نزدیک۔ شریک نامی راوی کی وہ زیادتی بتاتے ہیں جس میں وہ منفرد ہیں۔ اسی لئے بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ نے اس رات اللہ عزوجل کو دیکھا۔ لیکن حضرت عائشہ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ان آیتوں کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا۔ یہی زیادہ صحیح ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ کا فرمان بالکل حق ہے اور روایت میں ہے کہ جب آپ سے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ وہ نور ہے۔ میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ اور روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا ہے۔ (۱) یہ جو سورۂ والنجم میں ہے ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾ (۲) یعنی پھر وہ نزدیک ہوا اور اتر آیا۔ اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جیسے کہ ان تینوں بزرگ صحابیوں رضی اللہ عنہم کا بیان ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تو کوئی اس آیت کی اس تفسیر میں ان کا مخالف نظر نہیں آتا۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے پاس براق لایا گیا جو گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا، جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دور رکھتا تھا، جتنی دور اس کی نگاہ پہنچے۔ میں اس پر سوار ہوا وہ مجھے لے چلا، میں بیت المقدس پہنچا اور اسی کنڈے میں اسے باندھ دیا، جہاں انبیاء علیہم السلام باندھا کرتے تھے، پھر میں نے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی۔ جب وہاں سے نکلا تو جبرائیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن میں شراب لائے اور ایک میں دودھ۔ میں نے دودھ کو پسند کر لیا، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا تم فطرت تک پہنچ گئے۔ پھر اوپر والی حدیث کی طرح آسمان اول پر پہنچنا، اس کا کھلوانا، فرشتوں کا دریافت کرنا، جواب پانا، ہر آسمان پر اسی طرح ہونا، بیان ہے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جنہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر کی۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہونے کا ذکر ہے، جو دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی بھائی تھے۔ ان دونوں نے بھی آپ کو مرحبا کہا اور دعائے خیر دی، پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا ہے، آپ نے بھی مرحبا کہا، پھر چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جن کی بابت فرمان الٰہی ہے ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ (۳) ہم نے اسے اونچی جگہ اٹھا لیا ہے۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں مگر جو آج گئے ان کی

---

(۱) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب فی قولہ نور انی اراہ وفی قولہ رائت نورا (۱۷۸)]

(۲) [سورۃ النجم: آیت ۸]

(۳) [سورہ مریم: آیت ۵۷]

باری پھر قیامت تک نہیں آنے کی۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے اور جس کے پھل مٹکے جیسے۔ اسے امر رب نے ڈھک رکھا تھا۔ اس خوبی کا کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ پھر وحی ہونے کا اور پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے واپس جا جا کر کمی کرا کرا کر پانچ تک پہنچنے کا بیان ہے اس میں ہر بار کے سوال پر پانچ کی کمی کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آخر میں آپ سے فرمایا گیا جو نیکی کا ارادہ کرے گو وہ عمل میں نہ آئے تاہم اسے ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر کر لے تو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور گناہ کے صرف ارادے سے گناہ نہیں لکھا جاتا اور کر لینے سے ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔ [1] (مسلم) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس رات کو اسراء بیت اللہ سے بیت المقدس تک ہوا اسی رات معراج بھی ہوئی اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ براق کی لگام بھی تھی اور زین بھی تھی۔ جب وہ سواری کے وقت کسمسایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کیا کر رہا ہے؟ واللہ! تجھ پر آپ ﷺ سے پہلے آپ سے زیادہ بزرگ شخص کوئی سوار نہیں ہوا۔ پس براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔ [2] آپ فرماتے ہیں جب مجھے میرے رب عزوجل کی طرف چڑھایا گیا تو میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے، جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ اور چھیل رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت وآبرو کے درپے رہتے تھے۔ [3]

ابوداؤد میں ہے کہ معراج والی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا تو میں نے انہیں وہاں نماز میں کھڑا پایا۔ [4] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے مسجد اقصیٰ کے نشانات پوچھے آپ نے بتانے شروع کئے ہی تھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، آپ بجا ارشاد فرما رہے ہیں اور سچے ہیں۔ میری گواہی ہے کہ آپ رسول ہیں۔ [5] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ رکھا تھا۔ مسند بزار میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں سویا ہوا تھا کہ حضرت

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الاسراء برسول الله الی السموات وفرض الصلوات (۱۶۲) مسند احمد (۱٤۸/۳)]

[2] [صحیح الاسناد : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة بنی اسرآئیل (۳۱۳۱) صحیح ابن حبان (٤٦) دلائل النبوة للبیهقی (۳٦۲/۲) مسند احمد (۱٦٤/۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الادب : باب فی الغیبة (٤۸۷۸) مسند احمد (۲۲٤/۳) ابن ابی الدنیا فی کتاب الصمت (۵۷۷)] حافظ عراقیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تخریج الاحیاء (۱۷۳٤)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، السلسلة الصحیحه (۵۳۳)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : صحیح مسلم: کتاب الفضائل : باب من فضائل موسیٰ (۲۳۷۵) مسند احمد (۱۲۰/۳) نسائی (۲۱۵/۳)]

[5] [صحیح : مسند ابویعلی (۱۳۲۹)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

جبرائیل علیہ السلام آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ دیا۔ پس میں کھڑا ہو کر ایک درخت میں بیٹھ گیا جس میں پرندوں کے مکان جیسے تھے ایک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بیٹھ گئے وہ درخت پھول گیا اور اونچا ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا۔ میں تو اپنی چادر ٹھیک کر رہا تھا' لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سخت تواضع اور فروتنی کے عالم میں ہیں' تو میں جان گیا کہ اللہ کی معرفت کے علم میں یہ مجھ سے افضل ہیں' آسمان کا ایک دروازہ میرے لئے کھولا گیا۔ میں نے ایک زبردست عظیم الشان نور دیکھا' جو حجاب میں تھا اور اس کے اس طرف یاقوت اور موتی تھے' پھر میری جانب بہت کچھ وحی کی گئی۔ [1] دلائل بیہقی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ کی پیٹھ کو انگلی سے اشارہ کیا' آپ ان کے ساتھ ایک درخت کی جانب چلے جس میں پرندوں کے گھونسلے جیسے تھے الخ' اس میں یہ بھی ہے کہ جب ہماری طرف نور اترا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تو بیہوش ہو کر گر پڑے الخ' پھر میری جانب وحی کی گئی کہ نبی اور بادشاہ بننا چاہتے ہو؟ یا نبی اور بندہ بننا چاہتے ہو اور جنتی؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسی طرح تواضع سے گرے ہوئے مجھے اشارے سے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو' تو میں نے جواب دیا کہ اے اللہ! میں نبی اور بندہ بننا منظور کرتا ہوں۔ [2] اگر یہ روایت صحیح ہو جائے تو ممکن ہے کہ یہ واقعہ معراج کے سوا اور ہو کیونکہ اس میں نہ بیت المقدس کا ذکر ہے نہ آسمان پر چڑھنے کا۔ الخ واللہ اعلم

بزار کی ایک روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب العزت کو دیکھا لیکن یہ روایت غریب ہے۔ [3] ابن جریر میں ہے کہ براق نے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کی بات سنی اور پھر وہ آپ کو سوار کرا کر لے چلا تو آپ نے راستے کے ایک کنارے پر ایک بڑھیا کو دیکھا پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ چلے چلئے۔ پھر آپ نے چلتے چلتے دیکھا کہ کوئی راستے سے یکسو ہے اور آپ کو بلا رہی ہے پھر آپ آگے بڑھے تو دیکھا کہ اللہ کی ایک مخلوق ہے اور با آواز بلند کہہ رہی ہے ﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلُ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا آخِرُ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَاشِرُ﴾ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا جواب دیجئے' آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ پھر دوبارہ ایسا ہی ہوا' پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا' یہاں تک کہ آپ بیت المقدس پہنچے۔ وہاں آپ کے سامنے پانی' شراب' اور دودھ پیش کیا گیا' آپ نے دودھ لے لیا' جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ نے راز فطرت پالیا۔ اگر آپ پانی کا برتن لے کر پی لیتے

---

[1] [بزار فی کشف الاستار (۱/۴۷) ابن خزیمة فی التوحید (۲/۵۲۰) طبرانی اوسط (۶/۴۲۱۴) ابو نعیم فی الحلیة (۲/۳۱۶) بیهقی فی دلائل النبوة (۲/۳۶۸) وفی شعب الایمان (۱۵۵) ابن سعد فی الطبقات (۱/۱۳۵) السیوطی فی الخصائص الکبری (۱/۱۵۷)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اسے بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱/۸۰)]

[2] [ضعیف ومرسل :تخریج الاحادیث والآثار الواقعة (۲/۳۶۵) جامع الاحادیث القدسیة (۸۵۹) مجمع الزوائد (۱۸۲۵۲)] امام زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے۔ [تخریج الاحادیث والآثار الواقعة] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (۲۰۴۴)]

[3] [ضعیف :اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن عثمان راوی ضعیف ہے۔]

تو امت غرق ہو جاتی اور اگر آپ شراب پی لیتے تو امت بہک جاتی۔ پھر آپ کیلئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے زمانے کے تمام انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کرائی اور اس رات نماز سب نے آپ کی اقتدا میں پڑھی۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا راستے کے کنارے جس بڑھیا کو آپ نے دیکھا تو وہ گویا یہ دکھایا گیا کہ دنیا کی عمر اب صرف اتنی ہی باقی ہے جیسے اس بڑھیا کی عمر۔ اور جس کی آواز پر آپ توجہ کرنے والے تھے وہ دشمن اللہ ابلیس تھا اور جن کی سلام کی آوازیں آپ نے سنیں وہ ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ [1] اس میں بھی بعض الفاظ میں غرابت و نکارت ہے۔ واللہ اعلم

اور روایت میں ہے کہ جب میں براق پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں چلا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ یہیں اتر کر نماز ادا کیجئے جب میں نماز پڑھ چکا تو فرمایا۔ ”جانتے ہو کہ یہ کونسی جگہ ہے“؟ یہ طیبہ (یعنی مدینہ) ہے یہی ہجرت گاہ ہے۔ پھر ایک اور جگہ مجھ سے نماز پڑھوائی اور فرمایا ”یہ طور سینا ہے' جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا“۔ پھر ایک اور جگہ نماز پڑھوا کر فرمایا ”یہ بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے“۔ پھر میں بیت المقدس پہنچا وہاں تمام انبیاء علیہم السلام جمع ہوئے' جبرائیل علیہ السلام نے مجھے امام بنایا۔ میں نے ان کی امامت کی' پھر مجھے آسمان کی طرف چڑھالے گئے پھر آپ کا ایک ایک آسمان پر پہنچنا' وہاں پیغمبروں سے ملنا مذکور ہے۔ فرماتے ہیں جب میں سدرۃ المنتہی تک پہنچا تو مجھے ایک نورانی ابر نے ڈھک لیا میں اسی وقت سجدے میں گر پڑا' پھر آپ پر پچاس نمازوں کا فرض ہونا اور کم ہونا وغیرہ بیان ہے۔ آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں ہے کہ میری امت پر تو صرف دو نمازیں مقرر ہوئی تھیں لیکن وہ انہیں بھی نہ بجالائے۔ آپ پھر پانچ سے بھی کمی چاہنے کے لئے گئے تو فرمایا گیا میں نے تو آسمان و زمین کی پیدائش والے دن ہی تجھ پر اور تیری امت پر یہ پانچ نمازیں مقرر کر دی تھیں۔ یہ پڑھنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں۔ پس تو اور تیری امت اس کی حفاظت کرنا آپ فرماتے ہیں اب مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ کا یہی آخری حکم ہے۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے پھر واپس لوٹنے کا مشورہ دیا لیکن چونکہ میں معلوم کر چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حتمی حکم ہے' اس لئے میں پھر اللہ کے پاس نہ گیا۔ [2] ابن ابی حاتم میں بھی معراج کے واقعہ کی مطول حدیث ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب آپ بیت المقدس کی مسجد کے پاس اس دروازے پر پہنچے جسے باب محمد کہا جاتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) وہیں ایک پتھر تھا جسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی انگلی لگائی تو اس میں سوراخ ہو گیا' وہیں آپ نے براق کو باندھا اور مسجد پر چڑھ گئے۔ بیچوں بیچ پہنچ جانے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ آرزو کی ہے کہ وہ آپ کو حوریں دکھائے؟ آپ نے فرمایا ہاں' کہا آیئے ”وہ یہ ہیں' سلام کیجئے“ وہ صخرہ کے بائیں جانب بیٹھی ہوئی تھیں' میں نے

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۰۲۰) بیہقی (۳۶۲/۲) الدر المنثور للسیوطی (۲۶۲/٤)] اس کی سند بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں یعقوب بن عبدالرحمٰن اور عبدالرحمٰن بن ہاشم راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : نسائی : کتاب الصلاۃ : باب فرض الصلاۃ (٤٥١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح نسائی] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

وہاں پہنچ کرانہیں سلام کیا' سب نے میرے سلام کا جواب دیا' میں نے پوچھاتم سب کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم نیک سیرت' خوبصورت' حوریں ہیں ہم بیویاں ہیں اللہ کے ان پرہیزگار بندوں کی جو نیک کار ہیں' جو گناہوں کے میل کچیل سے دور ہوں' جو پاک کر کے ہمارے پاس لائے جائیں پھر نہ نکالے جائیں گے ہمارے پاس ہی رہیں گے' کبھی جدا نہ ہوں گے ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی نہ مریں گے۔ میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ وہیں لوگ جمع ہونے شروع ہوگئے اور ذرا سی دیر میں بہت سے آدمی جمع ہوگئے۔ موذن نے اذان کہی تکبیر ہوئی اور ہم سب کھڑے ہو گئے۔ منتظر تھے کہ امامت کون کرائے گا؟ جو جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی جب فارغ ہوا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا جانتے بھی ہو کن کو آپ نے نماز پڑھائی؟ میں نے کہا نہیں فرمایا آپ کے پیچھے آپ کے یہ سب مقتدی اللہ کے پیغمبر تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ مبعوث فرما چکا ہے پھر میرا ہاتھ تھام کر آسمان کی طرف لے چلے۔ پھر بیان ہے کہ آسمان کے دروازے کھلوائے۔ فرشتوں نے سوال کیا۔ جواب پا کر دراوزے کھولے وغیرہ۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا ''میرے بیٹے اور نیک نبی کو مرحبا ہو''۔ اس میں چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ذکر بھی ہے۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملنے اور ان کے بھی وہی فرمانے کا ذکر ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ پھر مجھے وہاں سے بھی اونچا لے گئے۔ میں نے ایک نہر دیکھی' جس میں لؤلؤ' یاقوت اور زبرجد کے جام تھے اور بہترین' خوش رنگ' سبز پرند' تھے۔ میں نے کہا یہ تو نہایت ہی نفیس پرند ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ہاں ''ان کے کھانے والے ان سے بھی اچھے ہیں'' پھر فرمایا معلوم بھی ہے یہ کون سی نہر ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا ''وہ کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرما رکھی ہے اس میں سونے چاندی کے آبخورے تھے جو یاقوت و زمرد سے جڑاؤ تھے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا' میں نے ایک سونے کا پیالہ لے کر پانی بھر کر پیا تو وہ شہد سے بھی زیادہ میٹھا تھا اور مشک سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔ جب میں اس سے بھی اوپر پہنچا تو ایک نہایت ہی خوش رنگ بادل نے مجھے آ گھیرا جس میں مختلف رنگ تھے' جبرائیل علیہ السلام نے تو مجھے چھوڑ دیا اور میں اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑا۔ پھر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا بیان ہے۔ پھر واپس ہوئے' حضرت ابرہیم علیہ السلام نے تو کچھ نہ فرمایا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو سمجھا بجھا کر واپس طلب تخفیف کیلئے بھیجا' الغرض اسی طرح بار بار آنا' بادل میں ڈھک جانا' دعا کرنا' تخفیف ہونا' حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتے ہوئے آنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بیان کرنا یہاں تک کہ پانچ نمازوں کا رہ جانا بیان ہے وغیرہ۔ آپ فرماتے ہیں پھر مجھے جبرائیل علیہ السلام لے کر نیچے اترے میں نے ان سے پوچھا کہ جس آسمان پر میں پہنچا وہاں کے فرشتوں نے خوشی ظاہر کی ہنس ہنس کر مسکراتے ہوئے مجھ سے ملے بجز ایک فرشتے کے کہ اس نے میرے سلام کا جواب تو دیا مجھے مرحبا بھی کہا لیکن مسکرائے نہیں یہ کون ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ وہ مالک ہیں۔ جہنم کے داروغہ ہیں' اپنے پیدا ہونے سے لے کر آج تک وہ ہنسے ہی نہیں اور قیامت تک ہنسیں گے بھی نہیں کیونکہ ان کی خوشی کا یہی ایک بڑا موقعہ تھا۔ واپسی میں قریشیوں کے ایک قافلے کو دیکھا جو غلہ لادے جا رہا تھا اس میں ایک اونٹ تھا جس پر ایک سفید اور ایک سیاہ بورا تھا' آپ اس کے قریب سے گزرے تو وہ

چمک گیا اور مڑ گیا اور گر پڑا اور لنگڑا ہو گیا اس طرح آپ ﷺ اپنی جگہ پہنچا دیئے گئے۔ صبح ہوتے ہی آپ نے اپنی اس معراج کا ذکر لوگوں سے کیا۔ مشرکوں نے جب یہ سنا تو وہ سیدھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے لو تمہارے پیغمبر صاحب تو کہتے ہیں کہ وہ آج کی ایک ہی رات میں مہینہ بھر کے فاصلے کے مقام تک ہو آئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر فی الواقع آپ نے یہ فرمایا ہو تو آپ سچے ہیں' ہم تو اس سے بھی بڑی بات میں آپ کو سچا جانتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ کو آن کی آن میں آسمان سے خبریں پہنچتی ہیں۔ مشرکوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ کی سچائی کی کوئی علامت بھی آپ پیش کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے راستے میں فلاں فلاں جگہ قریش کا قافلہ دیکھا۔ ان کا ایک اونٹ جس پر سفید و سیاہ رنگ کے دو بورے ہیں' وہ ہمیں دیکھ کر بھڑکا' گھوما اور چکر کھا کر گر پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی جب وہ قافلہ آیا لوگوں نے ان سے جا کر پوچھا کہ راستے میں کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی؟ انہوں نے کہا ہاں ہوئی۔ فلاں اونٹ فلاں جگہ اس طرح گرا وغیرہ۔ کہتے ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اسی تصدیق کی وجہ سے انہیں صدیق کہا گیا ہے۔ پھر آپ سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے ان کے حلیے تو بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں موسیٰ تو گندم گوں رنگ کے ہیں' جیسے ازدعمان کے آدمی ہوتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام درمیانہ قد کے کچھ سرخی مائل رنگ کے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان کے لبوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ (۱) اس سیاق میں بھی عجائب و غرائب ہیں۔ مسند احمد میں ہے' حطیم میں سویا ہوا تھا' اور روایت میں ہے حجر میں سویا ہوا تھا کہ آنیوالا آیا۔ ایک نے درمیان والے سے کہا اور وہ میرے پاس آیا اور یہاں سے یہاں تک چاک کر ڈالا یعنی گلے کے پاس سے ناف تک۔ پھر مندرجہ بالا احادیث کے مطابق بیان ہے اس میں ہے کہ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میں نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو۔ جب میں وہاں سے آگے بڑھ گیا تو آپ رو دیئے۔ پوچھا کیسے روئے؟ جواب دیا کہ اس لئے کہ جو بچہ میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا' اس کی امت بہ نسبت میری امت کے جنت میں تعداد میں زیادہ ہو جائے گی۔ اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس چار نہریں دیکھیں دو ظاہر اور دو باطن میں۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا' آپ نے مجھے بتلایا کہ باطنی تو جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری نیل و فرات ہیں' پھر میری جانب بیت المعمور بلند کیا گیا۔ پھر میرے پاس شراب کا' دودھ کا اور شہد کا برتن آیا۔ میں نے دودھ کا برتن لے لیا۔ فرمایا ''یہ فطرت ہے جس پر تو ہے اور تیری امت''۔ اس میں ہے کہ جب پانچ نمازیں ہی رہ گئیں اور پھر بھی کلیم اللہ نے واپسی کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے رب سے سوال کرتے کرتے شرما گیا۔ اب میں راضی ہوں تسلیم کر لیتا ہوں۔ (۲)

اور روایت میں ہے کہ میرے گھر کی چھت کھول دی گئی میں اس وقت مکہ میں تھا الخ۔ اس میں ہے کہ جب

---

(۱) [ضعیف : اس کی سند میں خالد بن یزید راوی ضعیف ہے۔]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائکۃ صلوات اللہ علیہم (۳۲۰۷) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الاسراء برسول اللہ (۱٦٤) مسند احمد (٤/۲۰۸)]

جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آسمان دنیا پر چڑھا تو میں دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں' جن کے دائیں بائیں بڑی بڑی جماعت ہے وہ داہنی جانب دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں اور ہنسنے لگتے ہیں اور جب بائیں جانب نگاہ اٹھتی ہے تو رو دیتے ہیں۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اور ان کے دائیں بائیں کون ہیں؟ فرمایا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی اولاد ہے' دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے جہنمی ہیں' انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انہیں دیکھ کر رنجیدہ۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات ہوئی۔ اس میں ہے کہ ساتویں آسمان سے میں اور اونچا پہنچایا گیا کہ مستوی میں پہنچ کر میں نے قلموں کے لکھنے کی آوازیں سنیں۔ اس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے میں طلب تخفیف کیلئے گیا تو اللہ نے آدھی معاف فرمادیں۔ پھر گیا' پھر آدھی ہوئیں' پھر گیا تو پانچ مقرر ہوئیں۔ اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے ہو کر میں جنت پہنچایا گیا۔ جہاں سچے موتیوں کے خیمے تھے اور جہاں کی مٹی مشک خالص تھی۔ (۱) یہ پوری حدیث صحیح بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے اور ذکر بنی اسرائیل میں بھی ہے اور بیان حج میں اور احادیث انبیاء میں بھی ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم کتاب الایمان میں بھی وارد فرمائی ہے۔

مسند احمد میں عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو کم از کم ایک بات تو ضرور پوچھ لیتا آپ نے دریافت فرمایا کیا بات؟ کہا یہی کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو میں نے آپ سے پوچھا تھا آپ نے جواب دیا کہ میں نے اسے نور دیکھا۔ میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ (۲) اور روایت میں ہے کہ وہ نور ہے' میں اسے کہاں سے دیکھ سکتا ہوں؟ (۳) ایک روایت میں ہے میں نے نور دیکھا۔ (۴)

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے معراج کا واقعہ لوگوں سے ذکر کیا اور قریش نے مجھے جھٹلایا' میں اس وقت حطیم میں کھڑا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نگاہوں کے سامنے لا دیا اور اسے بالکل ظاہر کر دیا۔ اب جو نشانیاں وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں دیکھتا جاتا تھا اور بتاتا جاتا تھا۔ (۵) بیہقی میں ہے کہ

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلاة : باب کیف فرضت الصلاة فی الاسراء (۳۴۹)، (۳۳۴۲) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الاسراء برسول الله (۱۶۳)]

(۲) [صحیح : مسند احمد (۱۴۷/۵) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب فی قوله علیه السلام نور أنی رآه وفی قوله رأیت نورا (۲۹۱، ۲۹۲) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة النجم (۳۲۷۸)]

(۳) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب فی قوله نور انی اراه (۱۷۸) مسند احمد (۱۷۱/۵)]

(۴) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب فی قوله نور انی اراه (۱۷۸)]

(۵) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار : باب حدیث الاسراء (۳۸۸۶)، (۴۷۱۰) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال (۱۷۰) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة بنی اسرائیل (۳۱۳۳) مسند احمد (۳۷۷/۳)]

بیت المقدس میں آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔اس میں ہے کہ جب واپس آ کر لوگوں میں یہ قصہ بیان فرمایا تو بہت سے لوگ فتنے میں پڑ گئے' جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ کفار قریش کی جماعت اسی وقت دوڑی بھاگی' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور کہنے لگے لو اور سنو آج تو تمہارے ساتھی ایک عجیب خبر سنا رہے ہیں' کہتے ہیں ایک ہی رات میں وہ بیت المقدس سے ہو کر بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ فرماتے ہیں تو سچ ہے۔ واقعی ہو آئے ہیں انہوں نے کہا یعنی تم اسے بھی مانتے ہو کہ رات کو جائے اور صبح ملک شام سے واپس مکہ پہنچ جائے؟ آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ بڑی بات کو میں اس سے بہت پہلے سے مانتا چلا آیا ہوں۔ یعنی میں مانتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں اور وہ ان تمام میں سچے ہیں۔ اسی وقت آپ کا لقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوا۔ (۱)

مسند احمد میں ہے حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' اس وقت آپ معراج کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے' دونوں صاحب اندر نہیں گئے' میں نے یہ سنتے ہی کہا' غلط ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے بلکہ اس رات آپ نے وہاں نماز بھی پڑھی' آپ نے فرمایا تیرا کیا نام ہے' میں تجھے جانتا ہوں لیکن نام یاد نہیں پڑتا۔ میں نے کہا زر بن حبیش ہے فرمایا تم نے یہ بات کیسے معلوم کر لی؟ میں نے کہا یہ تو قرآن کی خبر ہے' آپ نے فرمایا جس نے قرآن سے بات کہی اس نے نجات پائی۔ پڑھئے وہ کونسی آیت ہے تو میں نے ﴿سُبۡحَانَ الَّذِیۡ﴾ کی یہ آیت پڑھی آپ نے فرمایا اس میں کس لفظ کے معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز ادا کی؟ ورنہ آپ نے اس رات وہاں نماز نہیں پڑھی اور اگر پڑھ لیتے تو تم پر اسی طرح کی نماز لکھ دی جاتی۔ جس طرح بیت اللہ کی ہے واللہ! وہ دونوں براق پر ہی رہے یہاں تک کہ آسمان کے دروازے ان کیلئے کھل گئے' پس جنت دوزخ دیکھ لی اور آخرت کے وعدے کی اور تمام چیزیں بھی۔ پھر ویسے ہی لوٹ آئے پھر آپ خوب ہنسے اور فرمانے لگے مزہ تو یہ ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں آپ نے براق باندھا کہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ حالانکہ عالم الغیوب والشہادۃ اللہ عالم نے اسے آپ کیلئے مسخر کیا تھا۔ میں نے پوچھا کیوں جناب براق کیا ہے؟ کہا ایک جانور ہے سفید رنگ لمبے قد کا جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دور رکھتا ہے' جتنی دور نگاہ کام کرے۔ (۲) لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے محض انکار سے وہ روایتیں جن میں بیت المقدس کی نماز کا ثبوت ہے وہ مقدم ہیں۔ (واللہ اعلم)

---

(۱) [ضعیف : دلائل النبوة للبيهقي (۳۵۹/۲)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [حسن : مسند احمد (۳۸۷/۵) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة بنی اسرائیل (۳۱٤۷) صحیح ابن حبان (٤۵) دلائل النبوة للبيهقي (۳٦٤/۲) عبد الرزاق فی التفسیر (۳۷۲/۲) مستدرك حاکم (۳۵۹/۲) ابو نعیم فی الدلائل کما فی الدر المنثور للسیوطي (۲۷٦/٤)] امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن غریب کہتے ہیں اور شیخ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی (۲۵۰۳)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

حافظ ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب دلائل النبوۃ میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے آپ سے معراج کے ذکر کی درخواست کی تو آپ نے پہلے تو یہی آیت ﴿ سُبْحَانَ الَّذِیْ ﴾ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ میں عشاء کے بعد مسجد میں سویا ہوا تھا' جو ایک آنے والے نے آ کر مجھے جگایا میں اٹھ بیٹھا لیکن کوئی نظر نہ پڑا' ہاں کچھ جانور سا نظر آیا' میں نے غور سے اسے دیکھا اور برابر دیکھتا ہوا مسجد کے باہر چلا گیا تو مجھے ایک عجیب جانور نظر پڑا ہمارے جانوروں میں سے تو اس کے کچھ مشابہ خچر ہے۔ ہلتے ہوئے اور اوپر اٹھے ہوئے کانوں والا تھا۔ اس کا نام براق ہے۔ مجھ سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام بھی اسی پر سوار ہوتے رہے' میں اس پر سوار ہو کر چلا ہی تھا کہ میری دائیں جانب سے کسی نے آواز دی محمد ﷺ میری طرف دیکھ میں تجھ سے کچھ پوچھوں گا۔ لیکن نہ میں نے جواب دیا نہ ٹھہرا۔ پھر جو ذرا اور آگے بڑھا تو بائیں طرف سے آواز آئی لیکن میں وہاں بھی نہ ٹھہرا نہ دیکھا نہ جواب دیا۔ پھر کچھ آگے گیا کہ ایک عورت دنیا بھر کی زینت کئے ہوئے بانہیں کھولے کھڑی ہوئی ہے' اس نے مجھے اسی طرح آواز دی کہ میں کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں لیکن نہ میں نے اس کی طرف التفات کیا' نہ ٹھہرا۔ پھر آپ کا بیت المقدس پہنچنا' دودھ کا برتن لینا اور جبرائیل علیہ السلام کے فرمان سے خوش ہو کر دو دفعہ تکبیر کہنا ہے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا۔ آپ کے چہرہ پر تفکر کیسے ہے؟ میں نے وہ دونوں واقعے راستے کے بیان کئے تو آپ نے فرمایا پہلا شخص تو یہود تھا اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت یہود ہو جاتی۔ دوسر النصرانیوں کا دعوت دینے والا تھا وہاں اگر آپ ٹھہرتے اور اس سے باتیں کرتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی۔ اور وہ عورت جو تھی وہ دنیا تھی اگر اسے جواب دیتے یا ٹھہرتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دے کر گمراہ ہو جاتی۔ پھر میں اور جبرائیل بیت المقدس میں گئے ہم دونوں نے دو دو رکعتیں ادا کیں پھر ہمارے سامنے معراج لائی گئی جس سے بنی آدم کی روحیں چڑھتی ہیں دنیا نے ایسی اچھی چیز کبھی نہیں دیکھی تو تم نہیں دیکھتے کہ مرنے والے کی آنکھیں آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہیں یہ اسی سیڑھی کو دیکھتے ہوئے تعجب کے ساتھ۔ ہم دونوں اوپر چڑھ گئے میں نے اسماعیل نامی فرشتے سے ملاقات کی جو آسمان دنیا کا سردار ہے جس کے ہاتھ تلے ستر ہزار فرشتے ہیں' جن میں سے ہر ایک فرشتے کے اس کے لشکری فرشتوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ فرمان الٰہی ہے تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا' پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرائیل' پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ بتلایا کہ محمد ہیں (ﷺ) کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں' وہاں میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا' اس ہیئت میں جس میں وہ اس دن تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا۔ ان کی اصلی صورت پر۔ ان کے سامنے ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں۔ نیک لوگوں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں پاک روح ہے اور جسم بھی پاک ہے' اسے علیین میں لے جاؤ اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔ خبیث روح ہے جسم بھی خبیث ہے۔ اسے سجین میں لے جاؤ۔ کچھ ہی چلا ہوں گا جو میں نے دیکھا کہ خوان لگے ہوئے ہیں جن پر نہایت نفیس گوشت بھنا ہوا ہے اور دوسری جانب اور خوان لگے ہوئے ہیں جن پر بدبودار سڑا بھسا گوشت رکھا ہوا ہے کچھ

لوگ ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس بھی نہیں آتے اور اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرائیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا کہ آپ کی امت کے وہ لوگ جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی رغبت کرتے تھے۔ پھر میں کچھ اور چلا تو اور لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ اونٹ کی طرح کے ہیں' ان کے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے انہیں اس گوشت کے لقمے دے رہے ہیں جو ان کے دوسرے راستے سے واپس نکل جاتا ہے وہ چیخ رہے ہیں اور اللہ کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرائیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھایا کرتے تھے جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ ضرور بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ میں جائیں گے۔ میں کچھ دور اور چلا دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل ادھر لٹکی ہوئی ہیں اور ہائے ہائے کر رہی ہیں۔ میرے پوچھنے پر جواب ملا کہ یہ آپ کی امت کی زناکار عورتیں ہیں۔ میں کچھ دور اور گیا تو دیکھا کچھ لوگوں کے پیٹ بڑے بڑے گھروں جیسے ہیں جب وہ اٹھنا چاہتے ہیں گر گر پڑتے ہیں اور بار بار کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ قیامت قائم نہ ہو فرعونی جانوروں سے وہ روندے جاتے ہیں اور اللہ کے سامنے آہ وزاری کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے' سود خوار ان لوگوں کی طرح ہی کھڑے ہوں گے' جنہیں شیطان نے باؤلا بنا رکھا ہو۔ میں کچھ دور اور چلا تو دیکھا کچھ لوگ ہیں' جن کے پہلو سے گوشت کاٹ کاٹ کر فرشتے انہی کو کھلا رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں جس طرح اپنے بھائی کا گوشت اپنی زندگی میں کھاتا رہا اب بھی کھا۔ میں نے پوچھا جبرائیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ آپ کی امت کے عیب جو اور آوازہ کش لوگ ہیں۔ پھر ہم دوسرے آسمان پر چڑھے تو میں نے وہاں ایک نہایت ہی حسین شخص کو دیکھا جو اور حسین لوگوں پر وہی فضیلت رکھتا ہے جو فضیلت چاند کو ستاروں پر ہے' میں نے پوچھا جبرائیل علیہ السلام یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ آپ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا جس کا جواب انہوں نے دیا۔ پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف چڑھے۔ اسے کھلوایا وہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ آدمی تھے' میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے جواب دیا' پھر میں چوتھے آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مکان پر اٹھا لیا ہے' میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا' پھر پانچویں آسمان کی طرف چڑھا' وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے' جن کی آدھی داڑھی سفید تھی اور آدھی سیاہ اور بہت لمبی داڑھی تھی' قریب قریب ناف تک۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سوال کیا انہوں نے بتایا کہ یہ اپنی قوم کے ہر دلعزیز حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں ان کے ساتھ ان کی قوم کی جماعت ہے' انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیا' پھر میں چھٹے آسمان کی طرف چڑھا' وہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' آپ کا گندم گوں رنگ تھا بال بہت تھے' اگر دو کرتے بھی پہن لیں تو بال ان سے گزر جائیں آپ فرمانے لگے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اللہ کے پاس ان سے بڑے مرتبے کا ہوں' حالانکہ یہ مجھ سے بڑے مرتبے کے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام سے دریافت

کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں' آپ کے پاس بھی آپ کی قوم کے لوگ تھے۔ آپ نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں میں نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کو اپنی پیٹھ بیت المعمور سے ٹکائے ہوئے بیٹھا دیکھا۔ آپ بہت ہی بہتر آدمی ہیں۔ دریافت پر مجھے آپ کا نام بھی معلوم ہوا۔ میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا۔ میں نے اپنی امت کو نصفا نصف دیکھا۔ نصف کے تو سفید بگلے جیسے کپڑے تھے اور نصف کے سیاہ کپڑے تھے۔ میں بیت المعمور میں گیا۔ میرے ساتھ ہی سفید کپڑے والے سب گئے اور دوسرے جن کے خاکی کپڑے تھے وہ سب روک دیئے گئے ہیں وہ بھی خیر پر۔ پھر ہم سب نے وہاں نماز ادا کی اور وہاں سے باہر آئے۔ اس بیت المعمور میں ہر دن ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں لیکن جو ایک دن پڑھ گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی پھر میں سدرۃ المنتہیٰ کی جانب بلند کیا گیا' جس کا ہر ایک پتہ اتنا بڑا تھا کہ میری ساری امت کو ڈھانک لے۔ اس میں سے ایک نہر جاری تھی جس کا نام سلسبیل ہے۔ پھر اس میں سے دو چشمے پھوٹے ہیں۔ ایک نہر کوثر دوسرا نہر رحمت۔ میں نے اس میں غسل کیا۔ میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے۔ پھر میں جنت کی طرف چڑھایا گیا جس میں ایک حور دیکھی اس سے پوچھا تو کس کی ہے؟ اس نے کہا' حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی۔ وہاں میں نے نہ بگڑنے والے پانی کی اور مزہ متغیر نہ ہونے والے دودھ کی اور بے نشہ لذیذ شراب اور صاف ستھرے شہد کی نہریں دیکھیں۔ اس کے انار بڑے بڑے ڈولوں کے برابر تھے۔ اس کے پرند تمہارے ان بختی اونٹوں جیسے تھے بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنی نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا۔ پھر میرے سامنے جہنم پیش کی گئی' جہاں غضب الٰہی' عذاب الٰہی' ناراضگی الٰہی تھی' اس میں اگر پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو وہ اسے بھی کھا جائے پھر میرے سامنے سے وہ بند کر دی گئی۔ میں پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا گیا اور مجھے ڈھانپ لیا گیا پس میرے اور اس کے درمیان صرف بقدر دو کمان کے فاصلہ رہ گیا بلکہ اور قریب اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر ایک پتے پتے پر فرشتہ آ گیا اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور فرمایا کہ تیرے لئے ہر نیکی کے عوض دس ہیں تو جب کسی نیکی کا ارادہ کرے گا گو بجا نہ لائے تاہم نیکی لکھ لی جائے گی اور جب بجا بھی لائے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور برائی کے محض ارادے پر تغیر کئے ہوئے کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر کر لی تو صرف ایک ہی برائی شمار ہوگی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے اور آپ کے مشورے سے جانے اور کمی ہونے کا ذکر جیسے کہ بیان گزر چکا آخر جب پانچ رہ گئیں تو فرشتے نے ندا کی کہ میرا فریضہ پورا ہو گیا۔ میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کر دی اور انہیں ہر نیکی کے بدلے اسی جیسی دس نیکیاں دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپسی پر اب کی مرتبہ بھی مجھے پھر واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن میں نے کہا اب تو جاتے ہوئے مجھے کچھ شرم سی محسوس ہوتی ہے۔ پھر آپ نے صبح کو مکے میں ان عجائبات کا ذکر کیا کہ میں اس شب بیت المقدس پہنچا' آسمانوں پر چڑھایا گیا اور یہ یہ دیکھا۔ اس پر ابو جہل بن ہشام کہنے لگے لو تعجب کی بات سنو۔ اونٹوں کو مارتے پیٹتے ہم تو بیت المقدس مہینہ بھر میں پہنچیں اور مہینہ ہی

واپسی میں لگ جائے۔ یہ کہتے ہیں دو ماہ کی مسافت ایک ہی رات میں طے کر آئے۔ آپ نے فرمایا سنو جاتے وقت میں نے تمہارے قافلے کو فلاں جگہ دیکھا اور آتے وقت مجھے وہ عقبہ میں ملا۔ سنو اس میں فلاں فلاں شخص ہے' فلان فلاں اس رنگ کے اونٹ پر ہے اور اس کے پاس یہ یہ اسباب ہے۔ ابو جہل نے کہا خبریں تو دے رہا ہے دیکھئے کیسی نکلیں؟ اس پر ان میں سے ایک شخص نے کہا میں بیت المقدس کا حال تم سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ اس کی عمارت کا حال اس کی شکل وصورت پہاڑ سے اس کی نزدیکی وغیرہ۔ پس رسول اللہ ﷺ سے حجاب دور کر دیئے گئے اور جیسے ہم گھر میں بیٹھے گھر کی چیزوں کو دیکھتے ہیں اسی طرح آپ کے سامنے بیت المقدس کر دیا گیا۔ آپ فرمانے لگے اس کی ہیئت اس طرح کی ہے' وہ پہاڑ سے اس قدر نزدیک ہے وغیرہ۔ اس نے کہا بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر اس نے کفار کے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا محمد (ﷺ) اپنی بات میں سچے ہیں یا کچھ ایسے ہی کلمات کہے۔ (۱)

یہ روایت اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے ہم نے باوجود اس کی غربت اور نکارت اور ضعف کے اسے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس میں اور احادیث کے بہت سے شواہد ہیں اور اس لئے کہ بیہقی میں ہے یزید بن ابی حکیم کہتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا پوچھا کہ حضور ﷺ آپ کی امت میں ایک شخص ہیں جنہیں سفیان ثوری کہا جاتا ہے اس میں کوئی حرج تو نہیں؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں میں نے پھر اور راویوں کے نام بیان کر کے پوچھا کہ وہ آپ کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کو ایک رات معراج ہوئی آپ نے آسمان میں دیکھا' الخ'۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے کہا حضور ﷺ آپ کی امت کے لوگ آپ کی طرف معراج والے واقعے میں بہت سی عجیب وغریب باتیں بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ باتیں قصہ کہنے والوں کی ہیں۔ (۲)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ اپنے معراج کی کیفیت تو بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا سنو میں نے اپنے اصحاب کو مکہ میں عشاء کی نماز دیر سے پڑھائی پھر جبرائیل علیہ السلام میرے پاس سفید رنگ کا ایک جانور لائے گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا اور مجھ سے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جایئے اس نے کچھ سختی کی تو آپ نے اس کا کان مروڑا اور مجھے اس پر سوار کر دیا۔ اس میں مدینے میں نماز پڑھنے کا پھر مدینے میں اس درخت کے پاس نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھہرے تھے۔ پھر بیت اللحم میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے تھے پھر بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا' وہاں سخت پیاس لگنے کا اور دودھ اور شہد کے برتن آنے کا اور پیٹ بھر کر دودھ پینے کا ذکر ہے فرماتے ہیں۔ وہیں ایک شیخ تکیہ

---

(۱) [ضعیف جدا : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۰۲۳) دلائل النبوۃ للبیہقی (۳۹۰/۲)] شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعیفة (٥٤٠٩)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں عمارہ بن جوین راوی ضعیف ہے۔]

(۲) [باطل و لا اصل له : دلائل النبوۃ للبیہقی (٤٠٥/٢)]

لگائے بیٹھے تھے جنہوں نے کہا یہ فطرت تک پہنچ گئے اور راہ یافتہ ہوئے۔ پھر ہم ایک وادی پر آئے جہاں جہنم کو میں نے دیکھا جو سخت دہکتے ہوئے انگارے کی طرح تھی پھر لوٹتے ہوئے فلاں جگہ قریش کا قافلہ ہمیں ملا جو اپنے کسی گم شدہ اونٹ کی تلاش میں تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا بعض لوگوں نے میری آواز بھی پہچان لی اور آپس میں کہنے لگے یہ آواز تو بالکل محمد کی ہے (ﷺ) پھر صبح سے پہلے میں اپنے اصحاب کے پاس مکہ شریف پہنچ گیا۔ میرے پاس ابوبکر آئے (رضی اللہ عنہ) یارسول اللہ ﷺ آپ رات کو کہاں تھے؟ جہاں جہاں خیال پہنچا۔ میں نے سب جگہ تلاش کیا ہے لیکن آپ نہ ملے۔ میں نے کہا میں تو رات بیت المقدس ہو آیا کہا' وہ تو یہاں سے مہینہ بھر کے فاصلے پر ہے اچھا وہاں کے کچھ نشانات بیان فرمایئے اسی وقت وہ میرے سامنے کر دیا گیا۔ گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ اب جو بھی مجھ سے سوال ہوتا میں دیکھ کر جواب دے دیتا۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ لیکن کفار باتیں بنانے لگے کہ ابن ابی کبشہ کو دیکھو کہتا پھرتا ہے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس ہو آیا۔ آپ نے فرمایا سنو میں تمہیں ایک نشان بتاؤں' تمہارے قافلے کو میں نے فلاں مقام پر دیکھا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جسے فلاں شخص لے آیا۔ اب وہ اتنے فاصلے پر ہیں ایک منزل ان کی فلاں جگہ ہوگی' دوسری فلاں جگہ اور وہ فلاں دن یہاں پہنچیں گے۔ ان کے قافلے میں سب سے پہلے گندمی رنگ کا اونٹ ہے' جس پر سیاہ جھول پڑی ہوئی ہے اور دو سیاہ بوریاں اسباب کی دونوں طرف لدی ہوئی ہیں۔ جب وہ دن آیا جو دن اس کے قافلے کے واپس پہنچنے کا حضور ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ دوپہر کو لوگ دوڑے بھاگے شہر کے باہر گئے کہ دیکھیں یہ سب باتیں سچ ہیں؟ تو دیکھا کہ قافلہ آ رہا ہے اور واقعی وہی اونٹ آگے ہے۔ [1] یہی روایت اور کتابوں میں بہت مطول بھی مروی ہے اور اس میں بہت باتیں منکر بھی ہیں۔ مثلاً بیت اللحم میں آپ کا نماز ادا کرنا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنا وغیرہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب آپ معراج والی رات جنت میں تشریف لے گئے تو ایک طرف سے پیروں کی چاپ کی آواز آئی آپ نے پوچھا جبرائیل یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ موذن ہیں۔ آپ نے واپس آ کر فرمایا بلال تو نجات پا چکے۔ میں نے اس اس طرح دیکھا۔ اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بوقت ملاقات فرمایا۔ نبی امی کو مرحبا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے لمبے قد کے کانوں تک یا کانوں سے قدرے اونچے بال والے تھے۔ اس میں ہے کہ ہر نبی نے آپ کو پہلے سلام کیا۔ جہنم کے ملاحظہ کے وقت آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مردار کھا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی غیبت گو تھے) وہیں آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو خود آگ جیسا سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں ٹیڑھی ترچھی تھیں پوچھا یہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہی ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا۔ [2]

---

[1] [حسن : بیهقی فی دلائل النبوة (۲/۳۵۵) طبرانی کبیر (۷۱۴۲) مجمع الزوائد (۱/۷۳)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۱/۲۵۷) مجمع الزوائد (۹/۳۰۰)] اس کی سند میں قابوس راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

مسند احمد میں ہے کہ جب آپ کو بیت المقدس پہنچا کر وہاں سے واپس لا کر ایک ہی رات میں مکہ شریف پہنچا دیا گیا اور آپ نے یہ خبر لوگوں کو سنائی ۔ بیت المقدس کے نشان بتائے ان کے قافلے کی خبر دی تو بعض لوگ یہ کہہ کر ہم ایسی باتوں میں انہیں سچا نہیں مان سکتے' اسلام سے پھر گئے ۔ پھر یہ سب ابو جہل کے ہمراہ قتل کیے گئے ۔ ابو جہل کہنے لگا کہ یہ ہمیں شجرۃ الزقوم سے ڈرا رہا ہے' لاؤ کھجور اور مکھن لاؤ تمرق کر لو یعنی ملا کر کھا لو اور آپ نے اس رات دجال کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا اور آنکھوں کا دیکھنا نہ کہ خواب میں دیکھنا ۔ حضرت عیسیٰ' حضرت موسیٰ' حضرت ابراہیم علیہم السلام کو بھی دیکھا ۔ دجال کی شبیہ آپ نے بیان فرمائی وہ بھدا' خبیث' چندھا ہے اور اس کی ایک آنکھ ایسی قائم ہے جیسے تارا اور بال ایسے ہیں جیسے کسی درخت کی گھنی شاخیں ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصف آپ نے اس طرح بیان فرمایا کہ وہ سفید رنگ' گھنگھریالے بالوں والے درمیان قد کے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے مضبوط اور قوی آدمی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بالکل ہو بہو مجھ جیسے تھے ۔ [1] الخ ۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مالک کو بھی جو جہنم کے داروغہ ہیں دیکھا ۔ ان نشانیوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں ۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے چچازاد بھائی نے آیت قرآن ﴿فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ﴾ [2] پڑھی جس کی تفسیر حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس طرح کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے ہونے میں تو شک نہ کر ۔ ہم نے اسے یعنی موسیٰ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے بھیجا تھا ۔ یہ روایت صحیح مسلم شریف میں بھی ہے ۔ [3] اور سند سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شب معراج ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ اور مست خوشبو کی مہک آنے لگی ۔ میں نے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ جواب ملا کہ فرعون کی لڑکی کی مشاطہ اور اس کی اولاد کے محل کی ۔ فرعون کی شہزادی کو کنگھی کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اتفاقاً کنگھی گر پڑی تو اس کی زبان سے بے ساختہ بسم اللہ نکل گیا اس پر شہزادی نے اس سے کہا اللہ تو میرے باپ ہی ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ اللہ وہ ہے جو مجھے اور تجھے اور خود فرعون کو روزیاں دیتا ہے ۔ اس نے کہا اچھا تو کیا تو میرے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے ۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں ہاں میرا تیرا اور تیرے باپ سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ اس نے اپنے باپ سے کہلوایا وہ سخت غضبناک ہوا اور اسی وقت اسے بر سر دربار بلوا بھیجا اور کہا کیا تو میرے سوا اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے ۔ فرعون نے اسی وقت حکم دیا کہ تانبے کی جو گائے بنی ہوئی ہے' اسے خوب تپایا جائے اور جب وہ بالکل آگ جیسی ہو جائے تو اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈال دیا جائے آخر میں خود اسے بھی اسی طرح ڈال دیا جائے ۔ چنانچہ وہ گرم کی گئی جب

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱/۳۷۴) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۲۸۳)]

[2] [سورۃ السجدہ: آیت ۲۳]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول تعالی وھل اتک حدیث موسی (۳۳۹۶) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الاسراء برسول اللہ (۱۶۵) دلائل النبوۃ للبیہقی (۲/۳۸۶)]

آگ جیسی ہوگئی تو حکم دیا کہ اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈالنا شروع کرو۔ اس نے کہا بادشاہ ایک درخواست میری منظور کر وہ یہ کہ میری اور میرے ان بچوں کی ہڈیاں ایک ہی جگہ ڈال دینا۔ اس نے کہا کہ اچھا تیرے کچھ حقوق ہمارے ذمہ ہیں۔ اس لئے یہ منظور ہے جب وہ اور سب بچے اس میں ڈال دیئے گئے اور سب جل کر راکھ ہو گئے تو سب سے چھوٹے کی باری آئی جو ماں کی چھاتی سے لگا ہوا دودھ پی رہا تھا۔ فرعون کے سپاہیوں نے اسے جب گھسیٹا تو اس نیک بندی کے آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو اسی وقت زبان دے دی اور اس نے با آواز بلند کہا اماں جان! افسوس نہ کرو اماں جان ذرا پس وپیش نہ کرو۔ حق پر جان دینا سب سے بڑی نیکی ہے چنانچہ انہیں صبر آ گیا اسے بھی اس میں ڈال دیا اور آخر میں ان بچوں کی ماں کو بھی۔ یہ خوشبو کی مہکیں اسی کے جنتی محل سے آ رہی ہیں۔ آپ نے اس واقعہ کے ساتھ ہی بیان فرمایا کہ چار چھوٹے بچوں نے گہوارے ہی میں بات چیت کی ایک تو یہی بچہ۔ اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی شہادت دی تھی۔ اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت جریج ولی اللہ کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور حضرت عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ [1] اس روایت کی سند بے عیب ہے۔

اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات کی صبح مجھے یقین تھا کہ جب یہ میں ذکر لوگوں سے کروں گا، تو وہ مجھے جھٹلائیں گے چنانچہ آپ غمگین ہو کر بیٹھ گئے۔ اسی وقت آپ کے پاس سے دشمن رب ابوجہل گزرا اور پاس بیٹھ کر بطور مذاق کہنے لگا کہئے کوئی نئی بات ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ اس نے کہا کیا؟ آپ نے فرمایا رات کو مجھے سیر کرائی گئی اس نے پوچھا کہاں تک پہنچے؟ فرمایا بیت المقدس تک کہا اور صبح کو پھر آپ یہاں موجود بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اب اس موذی کے دل میں خیال آیا کہ اس وقت انہیں جھٹلانا اچھا نہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے مجمع میں پھر یہ بات نہ کہیں۔ اس لئے اس نے کہا کیوں صاحب اگر میں ان سب لوگوں کو جمع کر لوں تو سب کے سامنے بھی آپ یہی کہیں گے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ سچی باتیں چھپانے کی نہیں ہوتیں۔ اسی وقت اس نے ہانک لگائی کہ اے بنی کعب بن لوی کی اولاد والو آؤ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے پاس آ کر بیٹھ گئے تو اس ملعون نے کہا کہ اب اپنی قوم کے ان لوگوں کے سامنے وہ بات بیان کرو۔ جو مجھ سے کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا ہاں سنو مجھے اس رات سیر کرائی گئی۔ سب نے پوچھا کہاں تک گئے؟ آپ نے فرمایا بیت المقدس تک۔ لوگوں نے کہا اچھا اور پھر صبح کو ہم میں موجود ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اب تو کسی نے تالیاں پیٹنی شروع کر دیں کوئی تعجب کے ساتھ اپنا ہاتھ اپنے ماتھے پر رکھ کر بیٹھ رہا اور سخت حیرت کے ساتھ انہوں نے بالاتفاق آپ کو جھوٹا سمجھا پھر کچھ دیر کے بعد کہنے لگے اچھا تم وہاں کی کیفیت اور جو نشانات ہم پوچھیں بتا سکتے ہو؟ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس ہو آئے تھے اور وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے آپ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ وہ پوچھنے لگے آپ بتلانے لگے۔ فرماتے ہیں بعض ایسے باریک سوال انہوں نے کئے کہ ذرا مجھے گھبراہٹ سی ہونے لگی اسی وقت مسجد

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء (۳۴۳۶) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة (۲۵۵۰) بیهقی فی السنن الکبری (۲/۲۸۹) مسند احمد (۱/۳۱۰) صحیح ابن حبان (۲۹۰۴)]

میرے سامنے کردی گئی اب میں دیکھتا جاتا تھا اور بتاتا جاتا تھا۔ بس یوں سمجھو کہ عقیل کے گھر کے پاس ہی مسجد تھی یا عقال کے گھر کے پاس۔ یہ اس لئے کہ بعض اوصاف مجھے مسجد کے یاد نہیں رہے تھے آپ کے ان نشانات کے بتلانے کے بعد سب کہنے لگے حضور ﷺ نے اوصاف تو صاف صاف اور ٹھیک ٹھیک بتائے۔ اللہ کی قسم ایک میں بھی غلطی نہیں کی۔ یہ حدیث نسائی میں بھی موجود ہے۔ ① بیہقی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ جب حضور ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے جو چیز چڑھے وہ یہیں پہنچتی ہے پھر یہاں سے اٹھائی جاتی ہے اور جو اترے وہ یہیں تک اترتی ہے پھر یہاں سے لے لی جاتی ہے۔ اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں چھا رہی تھیں۔ حضور ﷺ کو پانچ وقت کی نمازیں سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں دی گئیں اور یہ کہ آپ کی امت میں سے جو شرک نہ کرے گا اس کے کبیرہ گناہ بھی بخش دیئے جائیں گے۔ مسلم وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے۔ ②

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے معراج کی مطول حدیث بھی مروی ہے جس میں غرابت ہے۔ حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور جزء میں اسے وارد کیا ہے۔ حضرت ابوظبیان کہتے ہیں ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما بھی تھے تو حضرت محمد بن سعد نے ابوعبیدہ سے کہا تم نے معراج کی بابت جو کچھ سنا ہو سناؤ انہوں نے کہا نہیں' آپ ہی سنایئے جو آپ نے اپنے والد صاحب رضی اللہ عنہ سے سنا ہو۔ پس آپ نے روایت بیان کرنی شروع کی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب براق اونچائی پر چڑھتا اس کے ہاتھ پاؤں برابر ہو جاتے۔ اس طرح جب نیچے کی طرف اترتا تب بھی برابر ہی رہتے جس سے سوار کو تکلیف نہ ہو۔ ہم ایک صاحب کے پاس سے گزرے جو طویل قامت سیدھے بالوں والے گندمی رنگ کے تھے ایسے ہی جیسے ازدشنوہ قبیلے کے ہوتے ہیں۔ وہ با آواز بلند کہہ رہے تھے کہ تم نے اس کا اکرام کیا اور اسے فضیلت عطا فرمائی۔ ہم نے انہیں سلام کیا' انہوں نے جواب دیا پوچھا کہ جبرائیل یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ احمد ہیں (ﷺ) انہوں نے فرمایا' نبی امی عربی کو مرحبا ہو' جس نے اپنے رب کی رسالت پہنچائی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔ پھر ہم لوٹے میں نے پوچھا جبرائیل علیہ السلام یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ موسیٰ بن عمران ہیں علیہ السلام میں نے کہا اور یہ ایسے لفظوں سے باتیں کس سے کر رہے تھے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے آپ کے بارے میں۔ میں نے کہا اللہ سے اور اس آواز سے؟ فرمایا اللہ کو ان کی تیزی معلوم ہے۔ پھر ہم ایک درخت کے پاس سے نکلے' جس کے پھل چراغوں جیسے تھے۔ اس کے نیچے ایک بزرگ شیخ بیٹھے ہوئے تھے' جن کے پاس

---

① [حسن : مسند احمد (۱/۳۰۹) بیهقی (۲/۳٦۳) مجمع الزوائد (۱/٦٤)نسائی فی السنن الکبری (۱۱۲۸۵) طبرانی اوسط (۲٤٦۸)] امام ہیثمیؒ نے احمد کے راویوں کو صحیح کے راوی کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

② [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب فی ذکر سدرة المنتهی (۱۷۳) دلائل النبوة للبیهقی (۲/۳۷۲-۳۷۳)]

بہت سے چھوٹے بچے تھے حضرت جبرائیل نے مجھ سے فرمایا چلو اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سلام کرو۔ ہم نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا جواب پایا جبرائیل علیہ السلام سے آپ نے میری نسبت پوچھا' انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کے لڑکے احمد ہیں' تو آپ نے فرمایا مرحبا ہو نبی امی کو جس نے اپنے رب کی پیغمبری پوری کی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔ میرے خوش نصیب بیٹے آج رات آپ کی ملاقات اپنے پروردگار سے ہونے والی ہے۔ آپ کی امت سب سے آخری امت ہے اور سب سے کمزور بھی ہے۔ خیال رکھنا ایسے ہی کام ہوں جو ان پر آسان رہیں۔ پھر ہم مسجد اقصیٰ پہنچے میں نے اتر کر براق کو اسی حلقے میں باندھا جس میں اور انبیاء علیہم السلام باندھا کرتے تھے پھر مسجد میں گیا میں نے نبیوں کو پہچانا کوئی نماز میں کھڑا ہے کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں پھر میرے پاس شہد کا اور دودھ کا برتن لایا گیا میں نے دودھ کا برتن لے کر پی لیا۔ جبرائیل نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم تو فطرت کو پہنچ گیا پھر نماز کی تکبیر ہوئی اور میں نے ان سب کو نماز پڑھوائی پھر ہم واپس لوٹ آئے۔ اس کی سند غریب ہے۔ اس میں بھی غرائب ہیں مثلاً انبیاء علیہم السلام کا آپ کی شناخت کا سوال پھر آپ کا ان کے پاس سے جانے کے بعد ان کی معرفت کا سوال وغیرہ۔ حالانکہ صحیح احادیث میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہی آپ بتلایا کرتے تھے کہ یہ فلاں نبی ہیں تاکہ سلام پہچان کے بعد ہو۔ پھر اس میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہوئی۔ حالانکہ صحیح روایتوں میں ہے کہ ان سے ملاقات آسمانوں پر ہوئی۔ پھر آپ دوبارہ اترتے ہوئے واپسی پر بیت المقدس کی مسجد میں آئے۔ وہ سب بھی آپ کے ساتھ تھے اور یہاں آپ نے انہیں نماز پڑھوائی۔ پھر براق پر سوار ہو کر مکہ شریف واپس آئے۔ واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ میں شب معراج ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملا۔ وہاں قیامت کے قائم ہونے کے خاص وقت کی بابت مذاکرہ ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لاعلمی ظاہر کی تو کہا حضرت موسیٰ سے پوچھو۔ انہوں نے بھی بے خبری ظاہر کی پھر طے ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رکھو' آپ نے فرمایا اس کے صحیح وقت کا علم تو بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں' ہاں یہ تو مجھ سے فرمایا گیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے' اس وقت میرے ساتھ دو چھڑیاں ہوں گی' وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح گھلنے لگے گا' آخر میری وجہ سے اللہ اسے ہلاک کر دے گا۔ پھر تو درخت پتھر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان دیکھ یہاں میرے نیچے ایک کافر چھپا ہوا ہے آ اور اسے قتل کر پس اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کرے گا۔ لوگ ٹھنڈے دلوں اپنے شہروں اور وطنوں میں لوٹ جائیں گے اسی زمانے میں یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے کودتے پھاندتے آئیں گے۔ جو چیز پائیں گے غارت کر دیں گے' جو پانی دیکھیں گے پی جائیں گے' آخر لوگ تنگ آ کر مجھ سے شکایت کریں گے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ اللہ ان سب کو ایک ساتھ ہی ہلاک کر دے گا لیکن زمین پر ان لاشوں کی تعفن کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو جائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا' جو ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔ مجھے یہ خوب معلوم ہے کہ اس کے بعد ہی فوراً قیامت آ جائے گی جیسے پورے دن کی حمل والی ہو کہ نہ جانے صبح فارغ

ہو جائے یا رات ہی کو۔ [1] اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جس رات مسجد حرام سے بیت المقدس کی مسجد تک پہنچایا گیا اس رات آپ زم زم اور مقام ابراہیم کے درمیان تھے جو جبرائیل علیہ السلام دائیں اور میکائیل علیہ السلام بائیں سے آپ کو اڑا لے گئے یہاں تک کہ آپ آسمان کی بلندیوں تک پہنچے لوٹتے ہوئے آپ نے ان کی تسبیحیں بھی مع اور تسبیحوں کے سنیں۔ یہ روایت اسی سورت کی آیت ﴿تُسَبِّحُ لَـــهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ﴾ [2] الخ' کی تفسیر میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مسند احمد میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جابیہ میں تھے بیت المقدس کی فتح کا ذکر ہوا آپ نے حضرت کعب سے پوچھا تمہارے خیال میں وہاں کس جگہ نماز پڑھنی چاہئے۔ انہوں نے فرمایا مجھ سے پوچھتے ہو تو میں تو کہوں گا کہ صخرہ کے پیچھے نماز پڑھئے تاکہ بیت المقدس آپ کے سامنے رہے آپ نے فرمایا تم نے وہی یہودیت کی مشابہت کی۔ میں تو اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے پس آپ نے آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف نماز ادا کی۔ بعد از ادائے نماز آپ نے صخرہ کے آس پاس سے تمام کوڑا اسمیٹا اور اپنی چادر میں باندھ کر باہر پھینکنا شروع کیا اور اوروں نے بھی آپ کا ہاتھ بٹایا۔ [3]

پس آپ نے نہ تو صخرہ کی ایسی تعظیم کی جیسے یہود کرتے تھے کہ نماز بھی اسی کے پیچھے پڑھتے تھے بلکہ اسی کو قبلہ بنا رکھا تھا۔ چونکہ حضرت کعب رحمہ اللہ بھی اسلام سے پہلے یہودی تھے اسی لئے آپ نے ایسی رائے پیش کی تھی جسے خلیفۃ المسلمین نے ٹھکرا دیا اور نہ آپ نے نصرانیوں کی طرح صخرہ کی اہانت کی کہ انہوں نے تو اسے کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنا رکھا تھا۔ آپ نے خود اس کے آس پاس سے کوڑا اٹھا کر پھینکا یہ بالکل اس حدیث کے مشابہ ہے جس میں ہے کہ نہ تو قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز ادا کرو۔ [4] ایک طویل روایت معراج کی بابت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے غرب والی بھی ہے' اس میں ہے کہ جبرائیل اور میکائیل آپ کے پاس آئے جبرائیل علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام سے کہا کہ میرے پاس زم زم کے پانی کا طشت بھر لاؤ کہ میں ان کے دل کو پاک کروں اور ان کے سینے کو کھول دوں۔ پھر آپ کا پیٹ چاک کیا اور اسے تین بار دھویا اور تینوں مرتبہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے لائے ہوئے پانی کے طشت سے اسے دھویا اور آپ کے سینے کو کھول دیا سب غل و غش دور کر دیا اور علم و حلم ایمان و یقین سے اسے پر کیا اسلام اس میں بھر دیا اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت لگا دی۔ اور ایک گھوڑے پر بٹھا کر آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام لے چلے دیکھا کہ ایک قوم ہے ادھر کھیتی کاٹتی ہے ادھر بڑھ جاتی ہے۔ حضرت

---

[1] [ضعیف :مسند احمد (۱/۳۷۵) ابن ماجه : كتاب الفتن : باب فتنة الدجال وخروج عيسى ابن مريم وخروج يأجوج ومأجوج (۴۰۸۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ اور شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابن ماجه ، الموسوعة الحديثية (۳۵۵۶)] جبکہ حافظ زبیر علی زئی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [سورة بنی اسرائیل: آیت ۴۴]

[3] [ضعیف :مسند احمد (۱/۳۸)] اس کی سند میں عیسیٰ بن سنان راوی ضعیف ہے۔]

[4] [صحیح :صحیح مسلم : كتاب الجنائز : باب النهى عن الجلوس على القبر و الصلاة عليه (۹۷۲) مسند احمد (۴/۱۳۵) ترمذی : كتاب الجنائز (۱۰۵۰)]

جبرائیل علیہ السلام سے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ اللہ کی راہ کے مجاہد ہیں جن کی نیکیاں سات سات سو تک بڑھتی ہیں جو خرچ کریں اس کا بدلہ پاتے ہیں اللہ تعالیٰ بہترین رزاق ہے۔ پھر آپ کا گزر اس قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے ہر بار ٹھیک ہو جاتے پھر کچلے جاتے دم بھر کی انہیں مہلت نہ ملتی تھی میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ فرض نمازوں کے وقت ان کے سر بھاری ہو جایا کرتے تھے۔ پھر کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ ان کے آگے پیچھے دھجیاں لٹک رہی ہیں اور اونٹ اور جانوروں کی طرح کانٹوں دار جہنمی درخت چر چگ رہے اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے ہیں میں نے کہا یہ کیسے لوگ ہیں؟ فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دینے والے۔ اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے ایک ہنڈیا میں تو صرف ستھرا گوشت ہے دوسری میں خبیث سڑا بھسا گندا گوشت ہے یہ اس اچھے گوشت سے تو روک دیئے گئے ہیں اور اس بدبودار بدمزہ سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں میں نے سوال کیا یہ کس گناہ کے مرتکب ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گزارتے تھے۔ اور وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال خاوندوں کو چھوڑ کر اوروں کے ہاں رات گزارتی تھیں۔ پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے کہ ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ آپ کے ان امتیوں کی مثال ہے جو راستے روک کر بیٹھ جاتے ہیں۔

پھر اس آیت کو پڑھا ﴿وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ﴾ [1] الخ، یعنی ہر ہر راستے پر لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور راہ حق سے روکنے کے لئے نہ بیٹھا کرو۔ الخ، پھر دیکھا کہ ایک شخص بہت بڑا ڈھیر جمع کئے ہوئے ہے جسے اٹھا نہیں سکتا پھر بھی اور بڑھا رہا ہے۔ پوچھا جبرائیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے اوپر لوگوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ وہ ہرگز ادا نہیں کر سکتا تاہم وہ حقوق بڑھا رہا ہے اور امانتیں لے رہا ہے۔ پھر آپ نے ایک جماعت کو دیکھا جن کی زبان اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں ادھر کٹے ادھر درست ہو گئے، پھر کٹ گئے، یہی حال برابر جاری ہے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا یہ فتنے کے واعظ اور خطیب ہیں۔ پھر دیکھا کہ ایک چھوٹے سے پتھر کے سوراخ میں سے ایک بڑا بیل نکل رہا ہے پھر وہ لوٹنا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا۔ پوچھا جبرائیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو کوئی بڑا بول بولتا تھا پھر اس پر نادم تو ہوتا تھا لیکن لوٹا نہیں سکتا تھا۔ پھر ایک وادی میں پہنچے وہاں نہایت نفیس خوش گوار ٹھنڈی اور دل خوش کن معطر خوشبودار راحت و سکون کی مبارک صدائیں سن کر آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ جنت کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ یا اللہ مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر۔ میرے بالاخانے، موتی، مونگے، سونا، چاندی، جام، کٹورے اور پانی، دودھ، شراب وغیرہ وغیرہ نعمتیں بہت زیادہ ہو گئیں۔ اسے اللہ کی طرف سے جواب ملا کہ ہر ایک مسلمان مومن مرد و عورت جو مجھے اور میرے رسولوں کو مانتا ہو نیک عمل کرتا ہو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو میرے برابر

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۸۶]

کسی کو نہ سمجھتا ہو وہ سب تجھ میں داخل ہوں گے۔ سن! جس کے دل میں میرا ڈر ہے وہ خوف سے محفوظ ہے۔ جو مجھ سے سوال کرتا ہے وہ محروم نہیں رہتا۔ جو مجھے قرض دیتا ہے میں اسے بدلہ دیتا ہوں' جو مجھ پر توکل کرتا ہے میں اسے کفایت کرتا ہوں' میں سچا معبود ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ میرے وعدے خلاف نہیں ہوتے مومن نجات یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ بابرکت ہے جو سب سے بہتر خالق ہے۔ یہ سن کر کہا بس میں خوش ہوگئی۔ پھر آپ ایک دوسری وادی میں پہنچے جہاں نہایت بری اور بھیانک مکروہ آوازیں آ رہی تھیں اور سخت بدبو تھی آپ نے اس کی بابت بھی جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے بتلایا کہ یہ جہنم کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ اے اللہ مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے وہ دے میرے طوق و زنجیر' میرے شعلے اور گرمائی' میرا تھور اور لہو پیپ میرے عذابوں اور سزا کے سامان بہت وافر ہو گئے ہیں میرا گہراؤ بہت زیادہ ہے میری آگ بہت تیز ہے مجھے وہ دے جس کا وعدہ مجھ سے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مشرک و کافر خبیث' منکر بے ایمان مرد و عورت تیرے لئے ہے یہ سن کر جہنم نے اپنی رضامندی ظاہر کی آپ پھر چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے اتر کر صخرہ میں اپنے گھوڑے کو باندھا اندر جا کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی فراغت کے بعد انہوں نے پوچھا کہ جبرائیل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ انہوں نے کہا آپ کی طرف بھیجا گیا؟ فرمایا ہاں' سب نے مرحبا کہا بہترین بھائی اور بہت ہی اچھے خلیفہ ہیں اور بہت اچھائی اور عزت سے آئے ہیں۔ پھر آپ کی ملاقات نبیوں کی روحوں سے ہوئی سب نے اپنے پروردگار کی ثنا بیان کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھے بہت بڑا ملک دیا اور میری امت کو ایسی فرمانبردار بنایا کہ ان کی اقتدا کی جاتی ہے' اسی نے مجھے آگ سے بچالیا اور اسے میرے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بنا دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ ہی کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھ سے کلام کیا میرے دشمنوں کو' آل فرعون کو ہلاک کیا' بنی اسرائیل کو میرے ہاتھوں نجات دی میری امت میں ایسی جماعت رکھی جو حق کی ہادی اور حق کے ساتھ عدل کرنے والی تھی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کرنی شروع کی کہ الحمد للہ اللہ نے مجھے عظیم الشان ملک دیا مجھے زبور کا علم دیا میرے لئے لوہا نرم کر دیا پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور پرندوں کو بھی جو میرے اللہ کی تسبیح کرتے تھے مجھے حکمت اور زور کلام عطا فرمایا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ثنا خوانی شروع کی کہ الحمد للہ اللہ نے ہواؤں کو میری تابع کر دیا اور شیاطین کو بھی کہ وہ میرے فرمان کے ماتحت بڑے بڑے محلات اور نقشے اور برتن وغیرہ بناتے تھے۔ اس نے مجھے جانوروں کی گفتگو کے سمجھنے کا علم فرمایا۔ ہر چیز میں مجھے فضیلت دی' انسانوں کے' جنوں کے' پرندوں کے لشکر میرے ماتحت کر دیئے اور اپنے بہت سے مومن بندوں پر مجھے فضیلت دی جو میرے بعد کسی کے لائق نہیں اور وہ بھی ایسی جس میں پاکیزگی ہی پاکیزگی تھی اور کوئی حساب نہ تھا۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف بیان کرنی شروع کی اس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا اور میری مثال حضرت آدم علیہ السلام کی سی کی۔ جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا تھا کہ ہو جا اور وہ ہو گئے تھے اس نے مجھے کتاب و حکمت تورات وانجیل سکھائی میں مٹی کا پرند بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ بحکم الٰہی زندہ پرند بن جاتا۔ میں بچپن کے اندھوں کو

اور جذامیوں کو بحکم الٰہی اچھا کر دیتا تھا مردے اللہ کی اجازت سے زندہ ہو جاتے تھے مجھے اس نے اٹھا لیا مجھے پاک صاف کر دیا مجھے اور میری والدہ کو شیطان سے بچا لیا ہم پر شیطان کا کچھ دخل نہ تھا۔ اب جناب رسول آخر الزماں ﷺ نے فرمایا تم سب نے اللہ کی تعریفیں بیان کر لیں اب میں کرتا ہوں۔ اللہ ہی کے لئے حمد وثنا ہے جس نے مجھے رحمت للعالمین بنا کر اپنی تمام مخلوق کے لئے ڈرانے اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا مجھ پر قرآن کریم نازل فرمایا۔ جس میں ہر چیز کا بیان ہے میری امت کو تمام اور امتوں سے افضل بنایا جو کہ اوروں کی بھلائی کے لئے بنائی گئی ہے۔ اسے بہترین امت بنایا ہے انہی کو اول کی آخر کی امت بنایا۔ میرا سینہ کھول دیا میرے بوجھ دور کر دیئے میرا ذکر بلند کر دیا مجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا انہی وجوہ سے آنحضرت ﷺ تم سب سے افضل ہیں۔ امام ابو جعفر رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شروع کرنے والے آپ ہیں یعنی روز قیامت شفاعت آپ ہی سے شروع ہوگی' پھر آپ کے سامنے تین ڈھکے ہوئے برتن پیش کئے گئے۔ پانی کے برتن سے آپ نے تھوڑا سا پی کر واپس کر دیا پھر دودھ کا برتن لے کر آپ نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ پھر شراب کا برتن لایا گیا تو آپ نے اس کے پینے سے انکار کر دیا کہ میں شکم سیر ہو چکا ہوں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کی امت پر حرام کر دی جانے والی ہے' اور اگر آپ اسے پی لیتے تو آپ کی امت میں سے آپ کے تابعدار بہت ہی کم ہوتے۔ پھر آپ کو آسمان کی طرف چڑھایا گیا دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا محمد ہیں (ﷺ) پوچھا گیا کیا آپ کی طرف بھیج دیا گیا؟ فرمایا ہاں انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس بھائی اور خلیفہ کو خوش رکھے یہ بڑے اچھے نہایت عمدہ خلیفہ ہیں اسی وقت دراوزہ کھول دیا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص ہیں پوری پیدائش کے عام لوگوں کی طرح ان کی پیدائش میں کوئی نقصان نہیں ان کے دائیں ایک دروازہ ہے جہاں سے خوشبو کی لپٹیں آرہی ہیں اور بائیں جانب ایک دروازہ ہے جہاں سے خبیث ہوا آرہی ہے داہنی طرف کے دروازے کو دیکھ کر ہنس دیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف کے دروازے کو دیکھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں میں نے کہا جبرائیل یہ شیخ پوری پیدائش والے کون ہیں؟ جن کی خلقت میں کچھ بھی نہیں گھٹا۔ اور یہ دونوں دروازے کیسے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں دائیں جانب جنت کا دروازہ ہے اپنی جنتی اولاد کو دیکھ کر خوش ہو کر ہنس دیتے ہیں اور بائیں جانب جہنم کا دروازہ ہے آپ اپنی دوزخی اولاد کو دیکھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں۔ پھر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے اسی طرح کے سوال جواب کے بعد دروازہ کھلا وہاں آپ نے دو جوانوں کو دیکھا دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام ہیں یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں۔ پھر اسی طرح تیسرے آسمان پر پہنچے وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو پایا جنہیں حسن میں اور لوگوں پر وہی فضیلت دی تھی جو چاند کو باقی ستاروں پر۔ پھر چوتھے آسمان پر اسی طرح پہنچے وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مکان پر چڑھا لیا ہے پھر آپ پانچویں آسمان پر بھی انہی سوالات وجوابات کے بعد پہنچے دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کے آس پاس کچھ لوگ ہیں جو ان سے

باتیں کر رہیں ہیں پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم میں ہر دل عزیز تھے اور یہ لوگ بنی اسرائیل ہیں۔ پھر اسی طرح چھٹے آسمان پر پہنچے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا آپ کے ان سے بھی آگے نکل جانے پر وہ رودیئے' دریافت کرنے پر سبب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میری نسبت یہ سمجھتے تھے کہ تمام اولاد آدم میں اللہ کے پاس سب سے زیادہ بزرگ میں ہوں لیکن یہ ہیں میرے خلیفہ جو دنیا میں ہیں اور میں آخرت میں ہوں خیر صرف یہی ہوتے تو بھی چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن ہر نبی کے ساتھ اس کی امت ہے۔ پھر آپ اسی طرح ساتویں آسمان پر پہنچے وہاں ایک صاحب کو دیکھا جن کی داڑھی میں کچھ سفید بال تھے وہ جنت کے دروازے پر ایک کرسی لگائے بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی ہیں بعض کے چہرے تو روشن ہیں اور بعض کے چہروں پر کچھ کم چمک ہے بلکہ رنگ میں کچھ اور بھی ہے یہ لوگ اٹھے اور نہر میں غوطہ لگایا جس سے رنگ تو قدرے نکھر گیا پھر دوسری نہر میں نہائے کچھ اور نکھر گئے پھر تیسری میں غسل کیا بالکل روشن سفید چہرے ہوگئے۔ آکر دوسروں کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے اور انہی جیسے ہوگئے۔ آپ کے سوال پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں روئے زمین پر سفید بال سب سے پہلے ان ہی کے نکلے یہ سفید منہ والے وہ ایماندار لوگ ہیں جو برائیوں سے بالکل بچے رہے۔ اور جن کے چہروں کے رنگ میں کچھ کدورت تھی یہ وہ لوگ ہیں جن سے نیکیوں کے ساتھ کچھ بدیاں بھی سرزد ہوگئی تھیں ان کی توبہ پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوگیا۔ اول نہر اللہ کی رحمت ہے' دوسری نعمت ہے' تیسری شراب طہور کی نہر ہے جو جنتیوں کی خاص شراب ہے۔ پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ ہی کی سنتوں پر جو پابندی کرے وہ یہاں تک پہنچایا جاتا ہے اس کی جڑ سے پاکیزہ پانی کی صاف ستھرے دودھ کی لذیذ بےنشہ شراب کی اور صاف شہد کی نہریں جاری تھیں اس درخت کے ساتھ سائے میں کوئی سوار اگر ستر سال بھی چلا جائے تاہم اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا۔ اس کا ایک ایک پتہ اتنا بڑا ہے کہ ایک ایک امت کو ڈھانپ لے۔ اللہ عزوجل کے نور نے اسے چاروں طرف سے ڈھک رکھا تھا اور پرند کی شکل کے فرشتوں نے اسے چھپا لیا تھا جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں وہاں تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ جل وشانہ نے آپ سے باتیں کیں فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو؟ آپ نے گزارش کی کہ اے اللہ تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور انہیں بڑا ملک دیا' موسیٰ سے تو نے باتیں کیں' داؤد علیہ السلام کو عظیم الشان سلطنت دی اور ان کے لئے لوہا نرم کر دیا' سلیمان علیہ السلام کو تو نے بادشاہت دی' جنات انسان شیاطین ہوائیں ان کے تابع فرمان کیں اور وہ بادشاہت دی جو کسی کے لائق ان کے سوا نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو تو نے تورات وانجیل سکھائی اپنے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنیوالا اور مردوں کو جلانے والا بنایا انہیں اور ان کی والدہ کو شیطان رجیم سے بچایا کہ اسے ان پر کوئی دخل نہ تھا میری نسبت فرمان ہو۔ رب العالمین عزوجل نے فرمایا تو میرا خلیل ہے توراۃ میں میں نے تجھے خلیل الرحمٰن کا لقب دیا ہے تجھے تمام لوگوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے' تیرا سینہ کھول دیا ہے' تیرا بوجھ اتار دیا ہے' تیرا ذکر بلند کر دیا ہے جہاں میرا ذکر آئے وہاں تیرا ذکر بھی ہوتا ہے اور تیری امت کو میں نے سب امتوں سے بہتر بنایا ہے۔ جو لوگوں کے لئے ظہور میں لائی گئی ہے۔ تیری امت

کو بہترین امت بنایا ہے' تیری امت کو اولین اور آخرین بنایا ہے۔ ان کا خطبہ جائز نہیں جب تک وہ تیرے بندے اور رسول ہونے کی شہادت نہ دے لیں۔ میں نے تیری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جن کے دل میں الکتاب ہے۔ تجھے از روئے پیدائش سب سے اول کیا اور از روئے بعثت کے سب سے آخر کیا اور از روئے فیصلہ کے بھی سب سے اول کیا تجھے میں نے سات ایسی آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں تجھے میں نے اپنے عرش تلے سے سورۂ بقرہ کے خاتمے کی آیتیں دیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں میں نے تجھے کوثر عطا فرمائی اور میں نے تجھے اسلام کے آٹھ حصے دیئے۔ اسلام' ہجرت' جہاد' نماز' صدقہ' رمضان کے روزے' نیکی کا حکم' برائی سے روک اور میں نے تجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ پس آپ فرمانے لگے مجھے میرے رب نے چھ باتوں کی فضیلت مرحمت فرمائی کلام کی ابتدا اور اس کی انتہا دی۔ جامع باتیں دیں۔ تمام لوگوں کی طرف خوشخبری دینے والا اور آگاہ کرنیوالا بنا کر بھیجا۔ میرے دشمن مجھ سے مہینہ بھر کی راہ پر ہوں وہیں سے اس کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا۔ میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوئیں میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی۔ پھر آپ پر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بہ مشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تخفیف طلب کرنے کا اور آخر میں پانچ رہ جانے کا ذکر ہے۔ ایسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے پس پانچ رہیں اور ثواب پچاس کا جس سے آپ بہت ہی خوش ہوئے۔ جاتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت تھے اور آتے وقت نہایت نرم اور سب سے بہتر۔ [1] اور کتاب کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسی آیت ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ﴾ کی تفسیر میں آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا یہ بھی واضح رہے کہ اس لمبی حدیث کا ایک راوی ابوجعفر رازی بظاہر حافظہ کے کچھ ایسے اچھے نہیں معلوم ہوتے اس کے بعد الفاظ میں سخت غرابت اور بہت زیادہ نکارت ہے۔ انہیں ضعیف بھی کہا گیا ہے اور صرف انہی کی روایت والی حدیث قابل توجہ ہے۔

ایک اور بات یہ ہے کہ خواب والی حدیث کا کچھ حصہ بھی اس میں آ گیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سی احادیث کا مجموعہ ہو یا خواب یا معراج کے سوا کے واقعہ کی اس میں روایت ہو۔ واللہ اعلم۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حلیہ بیان کرنا وغیرہ مروی ہے۔ [2] صحیح مسلم کی حدیث میں حطیم میں آپ سے بیت المقدس کے سوالات کئے جانے اور پھر اس کے ظاہر ہو جانے کا واقعہ بھی ہے' اس میں بھی ان تینوں نبیوں سے ملاقات کرنے کا اور ان کا حلیہ بیان کرنا وغیرہ بھی مروی ہے اور یہ بھی کہ آپ نے انہیں نماز میں کھڑا پایا۔ آپ نے مالک خازن جہنم کو بھی دیکھا اور انہوں نے ہی ابتداءً

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۰۲۱) بیهقی فی دلائل النبوة (۳۹۷/۲)] اس کی سند میں ابوجعفر راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله تعالى واذكر فى الكتاب مريم (۳۴۳۷) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب الاسراء برسول الله (۱۶۸) ترمذی : کتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة بنى اسرائيل (۳۱۳۰) مسند احمد (۲۸۲/۲)]

آپ سے سلام کیا۔ [1] بیہقی وغیرہ میں کئی ایک صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی کے مکان پر سوئے ہوئے تھے آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے وہیں سے آپ کو معراج ہوئی۔ [2] پھر امام حاکم نے بہت لمبی حدیث بیان فرمائی ہے جس میں درجوں کا اور فرشتوں وغیرہ کا ذکر ہے اللہ کی قدرت سے تو کوئی چیز بعید نہیں بشرطیکہ وہ روایت صحیح ثابت ہو جائے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اس روایت کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ مکے شریف سے بیت المقدس تک جانے اور معراج کے بارے میں اس حدیث میں پوری کفایت ہے لیکن اس روایت کو بہت ائمہ حدیث نے مرسل بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سنئے۔ بیہقی میں ہے کہ جب صبح کے وقت لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا ذکر کیا تو بہت سے لوگ مرتد ہو گئے جو اس سے پہلے با ایمان اور تصدیق کرنے والے تھے، پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا جانا اور آپ کا سچا ماننا اور صدیق لقب پانا مروی ہے۔ [3] خود حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میرے ہی مکان سے کرائی گئی ہے اس رات آپ نماز عشا کے بعد میرے مکان پر ہی آرام فرما رہے تھے۔ آپ بھی سو گئے اور ہم سب بھی۔ صبح سے کچھ ہی پہلے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا۔ پھر آپ کے ساتھ ہی ہم نے نماز ادا کی تو آپ نے فرمایا اے ام ہانی رضی اللہ عنہا میں نے تمہارے ساتھ ہی عشاء کی نماز ادا کی اور اب صبح کی نماز میں بھی تمہارے ساتھ ہوں اس درمیان میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بیت المقدس پہنچایا اور میں نے وہاں نماز بھی پڑھی۔ [4] ایک راوی کلبی متروک ہے اور بالکل ساقط ہے لیکن اسے ابو یعلی نے اور سند سے خوب تفصیل سے روایت کیا ہے۔ [5] طبرانی میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میرے ہاں سوئے ہوئے تھے میں نے رات کو آپ کی ہر چند تلاش کی لیکن نہ پایا ڈر تھا کہ کہیں قریشیوں نے کوئی دھوکا نہ کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ تھام کر مجھے لے چلے دروازے پر ایک جانور تھا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا مجھے اس پر سوار کیا پھر مجھے بیت المقدس پہنچایا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا کہ وہ اخلاق میں اور صورت شکل میں بالکل میرے مشابہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دکھایا لمبے قد کے سیدھے بالوں کے ایسے تھے جیسے ازدشنوہ کے قبیلے کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دکھایا درمیانہ قد سفید سرخی مائل رنگ بالکل ایسے جیسے عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ دجال کو دکھایا ایک آنکھ اس کی

---

[1] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب ذكر المسيح ابن مريم والمسيح الدجال (١٧٢)]

[2] [ضعيف ومنقطع : بيهقى (٢/٤٠٤)]

[3] [ضعيف : مستدرك حاكم (٣/٦٢) بيهقى فى دلائل النبوة (٢/٣٦٠)] اس کی سند میں محمد بن کثیر صنعانی راوی کو امام بخاریؒ نے سخت کمزور کہا ہے۔ امام نسائیؒ اسے غیر قوی کثیر الخطا کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [ضعيف : المطالب العالية (٤٢٨٧)] اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی اور ابو صالح باذان راوی ضعیف ہے۔]

[5] [ایضا]

بالکل مٹی ہوئی تھی۔ ایسا تھا جیسے قطن بن عبدالعزی۔ یہ فرما کر فرمایا کہ اچھا اب میں جاتا ہوں جو کچھ دیکھا ہے وہ قریش سے بیان کرتا ہوں۔ میں نے آپ کا دامن تھام لیا اور عرض کیا اللہ آپ اپنی قوم میں اس خواب کو بیان نہ کریں وہ آپ کو جھٹلائیں گے آپ کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور اگر بس چلا تو آپ کی بے ادبی کریں گے۔ لیکن آپ نے جھٹکا مار کر اپنا دامن میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور سیدھے قریش کے مجمع میں پہنچ کر ساری باتیں بیان فرما دیں۔ جبیر بن مطعم کہنے لگا بس حضرت آج ہمیں معلوم ہو گیا اگر آپ سچے ہوتے تو ایسی بات ہم میں بیٹھ کر نہ کہتے۔ ایک شخص نے کہا کیوں حضرت؟ راستے میں ہمارا فلاں قافلہ بھی ملا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں اور ان کا ایک اونٹ کھو گیا تھا جس کی وہ تلاش کر رہے تھے۔ کسی نے کہا اور فلاں قبیلے والوں کے اونٹ بھی راستے میں ملے تھے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی ملے تھے فلاں جگہ تھے ان میں ایک سرخ رنگ اونٹنی تھی جس کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا ان کے پاس ایک بڑے پیالے میں پانی تھا۔ جسے میں نے بھی پیا۔ انہوں نے کہا اچھا ان کے اونٹوں کی گنتی بتاؤ ان میں چرواہے کون کون تھے یہ بھی بتاؤ؟ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے قافلہ آپ کے سامنے کر دیا آپ نے ساری گنتی بھی بتا دی اور چرواہوں کے نام بھی بتا دیئے ایک چرواہا ان میں ابن ابی قحافہ تھا اور یہ بھی فرما دیا کہ کل صبح کو وہ ثنیہ پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ اسی وقت اکثر لوگ بطور آزمائش ثنیہ جا پہنچے دیکھا کہ واقعی قافلہ آ گیا ہے ان سے پوچھا کہ تمہارا اونٹ گم ہو گیا تھا؟ انہوں نے کہا درست ہے گم ہو گیا تھا۔ دوسرے قافلوں والوں سے پوچھا تمہاری کسی سرخ اونٹنی کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ پوچھا کیا تمہارے پاس بڑا پیالہ پانی کا بھی تھا۔ ابوبکر نے کہا ہاں اللہ کی قسم اسے تو میں نے خود رکھا تھا اور ان میں سے نہ کسی نے اسے پیا نہ وہ پانی گرایا گیا۔ بے شک محمد ﷺ سچے ہیں۔ یہ آپ پر ایمان لائے اور اس دن سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔ [1]

فصل: ان تمام احادیث کی واقفیت کے بعد جن میں صحیح بھی ہیں حسن بھی ہیں ضعیف بھی ہیں۔ کم از کم اتنا تو ضرور معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کا مکے شریف سے بیت المقدس جانا ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے۔ گو راویوں کی عبارتیں اس باب میں مختلف الفاظ سے ہیں۔ گو ان میں کمی بیشی بھی ہے یہ کوئی بات نہیں اور سوائے انبیاء علیہم السلام کے خطا سے پاک ہے کون؟ بعض لوگوں نے ہر ایسی روایت کو ایک الگ واقعہ کہا ہے اور اس کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا لیکن یہ لوگ بہت دور نکل گئے اور بالکل انوکھی بات کہی اور نہ جانے کی جگہ چلے گئے اور پھر بھی مطلب حاصل نہ ہوا۔ متاخرین میں سے بعض نے ایک اور ہی توجیہ پیش کی ہے اور اس پر انہیں بڑا ناز ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ تو آپ کو مکے سے صرف بیت المقدس تک کی سیر ہوئی ایک مرتبہ مکے سے آسمانوں پر چڑھائے گئے اور ایک مرتبہ مکے سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں تک۔ لیکن یہ قول بھی بعید از

---

[1] [ضعیف طبرانی کبیر (٢٤/٤٣٢) مجمع الزوائد (١/٨٠) الدر المنثور للسیوطی (٤/٢٧٤)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عبدالاعلی بن ابی مساور راوی متروک الحدیث ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس کی بھی یہی رائے ہے۔]

قیاس اور بالکل غریب ہے۔ سلف میں سے تو اس کا کوئی قائل نہیں اگر ایسا ہوتا تو خود آنحضرت ﷺ خود ہی اسے کھول کر بیان فرما دیتے اور راوی آپ سے اس کے بار بار ہونے کی روایت بیان کرتے۔ بقول حضرت زہری معراج کا یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے۔ عروہ بھی یہی کہتے ہیں۔ سدی کہتے ہیں سولہ ماہ پہلے کا ہے۔ لہٰذا حق بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جاگتے میں نہ کہ خواب میں مکہ شریف سے بیت المقدس تک کی اسرا کرائی گئی اس وقت آپ براق پر سوار تھے۔ مسجد قدس کے دروازے پر آپ نے براق کو باندھا وہاں جا کر اس کے قبلہ رخ تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر معراج لائے گئے جو درجوں والی ہے اور بطور سیڑھی کے ہے اس سے آپ آسمان دنیا پر چڑھائے گئے پھر ساتوں آسمانوں پر پہنچائے گئے ہر آسمان کے مقربین الٰہی سے ملاقاتیں ہوئیں انبیاء علیہم السلام سے ان کے منازل و درجات کے مطابق سلام علیک ہوئی چھٹے آسمان میں کلیم اللہ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر خلیل اللہ علیہ السلام سے ملے پھر ان سے بھی آگے بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ آپ مستوی میں پہنچے جہاں قضاوقدر کی قلموں کی آوازیں آپ نے سنیں۔ سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا جس پر عظمت ربی چھا رہی تھی۔ سونے کی ٹڈیاں اور طرح طرح کے رنگ وہاں نظر آ رہے تھے فرشتے چاروں طرف سے اسے گھیرے ہوئے تھے۔ وہیں پر آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا جن کے چھ سو پر تھے۔ وہیں آپ نے رف رف سبز رنگ کا دیکھا۔ جس نے آسمان کے کناروں کو ڈھک رکھا تھا۔ بیت المعمور کی زیارت کی جو خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کی زمینی کعبے کے ٹھیک اوپر آسمانوں پر ہے، یہی آسمانی کعبہ ہے۔ خلیل اللہ علیہ السلام اس سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت ربانی کے لئے جاتے ہیں مگر جو آج گئے پھر ان کی باری قیامت تک نہیں آتی۔ آپ نے جنت دوزخ دیکھی۔ یہیں اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم نے پچاس نمازیں فرض کر کے پھر تخفیف کر دی۔ اور پانچ رکھیں جو خاص اس کی رحمت تھی۔ اس سے نماز کی بزرگی اور فضیلت بھی صاف طور پر ظاہر ہے پھر آپ واپس بیت المقدس کی طرف اترے اور آپ کے ساتھ ہی تمام انبیاء علیہم السلام بھی اترے وہاں آپ نے ان سب کو نماز پڑھائی کہ نماز کا وقت ہو گیا ممکن ہے وہ اس دن کی صبح کی نماز ہو۔ ہاں بعض حضرات کا قول ہے کہ امامت انبیاء آپ نے آسمانوں میں کی۔ لیکن صحیح روایت سے بظاہر یہ واقعہ بیت المقدس کا معلوم ہوتا ہے۔ گو بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جاتے ہوئے آپ نے نماز پڑھائی لیکن ظاہر یہ ہے کہ آپ نے واپسی میں امامت کرائی۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے تو آپ ہر ایک کی بابت حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھتے کہ یہ کون ہیں۔ اگر بیت المقدس میں ہی ان کی امامت آپ نے کرائی ہوتی تو اب چنداں اس سوال کی ضرورت نہیں رہتی دوسرے یہ کہ سب سے پہلے اور سب سے بڑی غرض تو بلندی پر جناب باری تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا تھا تو بظاہر یہی بات سب پر مقدم تھی۔ جب یہ ہو چکا اور آپ کی امت پر اس رات میں جو فریضہ نماز مقرر ہونا تھا وہ بھی ہو چکا، اب آپ کو اپنے بھائیوں کے ساتھ جمع ہونے کا موقعہ ملا اور ان سب کے سامنے آپ کی بزرگی اور فضیلت ظاہر کرنے کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اشارے سے آپ نے

امام بن کر انہیں نماز پڑھائی۔ پھر بیت المقدس سے بذریعہ براق آپ واپس رات کے اندھیرے اور صبح کے کچھ ہی اجالے کے وقت مکہ شریف پہنچ گئے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

اب یہ جو مروی ہے کہ آپ کے سامنے دودھ اور شہد یا دودھ اور شراب یا دودھ اور پانی پیش کیا گیا یا چاروں ہی۔ اس کی بابت روایتوں میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ بیت المقدس کا ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ آسمانوں کا ہو لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی جگہ یہ چیز آپ کے سامنے پیش ہوئی ہو اس لئے کہ جیسے کسی آنے والے کے سامنے بطور مہمانی کے کچھ چیز رکھی جاتی ہے اسی طرح یہ تھا۔ واللہ اعلم

پھر اس میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ معراج آپ کے جسم وروح سمیت کرائی گئی؟ یا صرف روحانی طور پر؟ اکثر علماء تو یہی فرماتے ہیں کہ جسم وروح سمیت آپ کو معراج ہوئی اور ہوئی بھی جاگتے میں نہ کہ بطور خواب کے۔ ہاں اس کا انکار نہیں کہ حضور ﷺ کو پہلے خواب میں یہی چیزیں دکھائی گئی ہوں۔ آپ خواب میں جو چیز ملاحظہ فرماتے اسے اسی طرح پھر واقعہ میں جاگتے ہوئے بھی ملاحظہ فرما لیتے۔ اس کی بڑی دلیل ایک تو یہ ہے کہ اس واقعہ کے بیان فرمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزگی بیان فرمائی ہے۔ اس اسلوب بیان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بعد کی بات کوئی بڑی اہم ہے۔ اگر یہ واقعہ خواب کا مانا جائے تو خواب میں ایسی باتیں دیکھ لینا اتنا اہم نہیں کہ اس کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ پہلے بطور احسان اور بطور اظہار قدرت اپنی تسبیح بیان کرے۔ پھر اگر یہ واقعہ خواب کا ہی تھا تو کفار اس طرح جلدی سے آپ کی تکذیب نہ کرتے ایک شخص اپنا خواب اور خواب میں دیکھی ہوئی عجائب چیزیں بیان کر رہا ہے یا کرے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ بھڑ بھڑا کر آ جائیں اور سنتے ہی سختی سے انکار کرنے لگیں۔ پھر جو لوگ کہ اس سے پہلے آپ پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کی رسالت کو قبول کر چکے تھے کیا وجہ ہے کہ وہ واقعہ معراج کو سن کر اسلام سے پھر جاتے ہیں؟ اس سے بھی ظاہر ہے کہ آپ نے خواب کا قصہ بیان نہیں فرمایا تھا پھر قرآن کے لفظ ﴿بِعَبْدِهٖ﴾ پر غور کیجئے۔ عبد کا اطلاق روح اور جسم دونوں کے مجموعے پر آتا ہے۔ پھر ﴿اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا﴾ کا فرمان اس چیز کو اور صاف کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں لے گیا۔ اس دیکھنے کو لوگوں کی آزمائش کا سبب آیت ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ [1] میں فرمایا گیا ہے۔ اگر یہ خواب ہی تھا تو اس میں لوگوں کو ایسی بڑی کون سی آزمائش تھی جسے مستقل طور پر بیان فرمایا تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آنکھوں کا دیکھنا تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دکھایا گیا (بخاری) [2] خود قرآن فرماتا ہے ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى﴾ [3] نہ تو نگاہ بہکی نہ بھٹکی۔ ظاہر ہے کہ بصر یعنی نگاہ انسان کی ذات کا ایک وصف ہے نہ کہ صرف روح کا۔ پھر براق کی سواری کا لایا جانا اور اس سفید چمکیلے جانور پر

---

[1] [سورة بنی اسرائيل: آیت ٦٠]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب التفسير : باب وما جعلنا الرؤيا التی اريناك (٤٧١٦)]

[3] [سورة النجم: آیت ١٧]

سوار کرا کر آپ کو لے جانا بھی اسی کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جاگتے کا اور جسمانی ہے ورنہ صرف روح کے لئے سواری کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم۔ اور لوگ کہتے ہیں یہ معراج صرف روحانی تھی نہ کہ جسمانی۔

چنانچہ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا یہ قول مروی ہے [1] کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جسم غائب نہیں ہوا تھا بلکہ روحانی معراج تھی۔ [2] اس قول کا انکار نہیں کیا گیا کیونکہ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا﴾ الخ آیت اتری ہے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی نسبت خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے خواب میں تیرا ذبح کرنا دیکھا ہے اب تو سوچ لے کیا دیکھتا ہے؟ پھر یہی حال رہا پس ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی جاگتے میں بھی آتی ہے اور خواب میں بھی۔ حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس میں سے کون سی سچی بات تھی؟ آپ گئے اور آپ نے بہت سی باتیں دیکھیں جس حال میں بھی آپ تھے سوتے یا جاگتے سب حق اور سچ ہے۔ یہ تو تھا محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کا قول۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی بہت کچھ تردید کی ہے اور ہر طرح اسے رد کیا ہے اور اسے خلاف ظاہر قرار دیا ہے کہ الفاظ قرآنی کے سراسر خلاف یہ قول ہے پھر اس کے خلاف بہت سی دلیلیں پیش کی ہیں جن میں سے چند ہم نے بھی اوپر بیان کر دی ہیں۔ واللہ اعلم

فائدہ: ایک نہایت عمدہ اور بہت زبردست فائدہ اس بیان میں اس روایت سے ہوتا ہے جو حافظ ابونعیم اصبہانی کتاب دلائل النبوۃ میں لائے ہیں کہ جب دحیہ بن خلیفہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کے پاس بطور قاصد کے اپنے نامہ مبارک کے ساتھ بھیجا۔ یہ گئے، پہنچے اور عرب تاجروں کو جو ملک شام میں تھے ہرقل نے جمع کیا ان میں ابو سفیان صخر بن حرب تھا اور اس کے ساتھی مکے کے دوسرے کافر بھی تھے پھر اس نے ان سے بہت سے سوالات کئے جو بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں۔ [3] ابوسفیان کی اول سے آخر تک یہی کوشش رہی کہ کسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی اور حقارت اس کے سامنے کرے تاکہ بادشاہ کے دل کا میلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ ہو وہ خود کہتا ہے کہ میں صرف اس خوف سے غلط باتیں کرنے اور تہمتیں دھرنے سے باز رہا کہ کہیں میرا کوئی جھوٹ اس پر کھل نہ جائے پھر تو یہ میری بات کو جھٹلا دے گا اور بڑی ندامت ہوگی۔ اسی وقت دل میں خیال آ گیا اور میں نے کہا بادشاہ سلامت سنئے میں ایک واقعہ بیان کروں جس سے آپ پر یہ بات کھل جائے گی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے جھوٹے آدمی ہیں سنئے ایک دن وہ کہنے لگا کہ اس رات وہ مکے سے چلا اور آپ کی اس مسجد میں یعنی بیت المقدس کی مسجد قدس میں آیا اور پھر واپس صبح سے پہلے مکہ پہنچ گیا۔ میری یہ بات سنتے ہی بیت المقدس کا لاٹ پادری جو بادشاہ روم کی اس مجلس میں اس کے پاس بڑی عزت سے بیٹھا تھا فوراً ہی بول اٹھا کہ یہ بالکل سچ ہے مجھے اس رات کا علم ہے۔

---

[1] [ضعیف ومنقطع: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۰۳۲)]

[2] [ضعیف وباطل: تفسیر ابن جریر الطبرای (۲۲۰۳۳)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۷) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب کتب النبی الی هرقل (۱۷۷۳)]

قیصر نے تعجب خیز نظر سے اس کی طرف دیکھا اور ادب سے پوچھا جناب کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا سنئے میری عادت تھی اور یہ کام میں نے اپنے متعلق کر رکھا تھا کہ جب تک مسجد شریف کے تمام دروازے اپنے ہاتھ سے بند نہ کرلوں سوتا نہ تھا۔ اس رات میں دروازے بند کرنے کو کھڑا ہوا سب دروازے اچھی طرح بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہوسکا۔ میں نے ہر چند زور لگایا لیکن کواڑ اپنی جگہ سے سرکا بھی نہیں میں نے اسی وقت اپنے آدمیوں کو آواز دی وہ آئے ہم سب نے مل کر طاقت لگائی لیکن سب کے سب ناکام رہے۔ بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا ہم کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے سرکانا چاہتے ہیں لیکن اس کا پہیہ تک ہلا بھی تو نہیں ہلا۔ میں نے بڑھئی بلوائے انہوں نے دیکھا بہت ترکیبیں کیں، کوششیں کیں لیکن وہ بھی ہار گئے اور کہنے لگے صبح پر رکھئے چنانچہ وہ دروازہ اس شب یونہی رہا دونوں کواڑ بالکل کھلے رہے۔ صبح ہی جب میں اس دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو چٹان پتھر کی تھی اس میں ایک سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رات کو کسی نے کوئی جانور باندھا ہے اس کے اثر اور نشان موجود تھے۔ میں سمجھ گیا اور میں نے اسی وقت اپنی جماعت سے کہا کہ آج کی رات ہماری یہ مسجد کسی نبی کے لئے کھلی رکھی گئی اور اس نے یہاں ضرور نماز ادا کی ہے۔[۱] یہ حدیث بہت لمبی ہے۔

فائدہ: حضرت ابوالخطاب عمر بن وحیہ اپنی کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معراج کی حدیث وارد کر کے اس کے متعلق نہایت عمدہ کلام کر کے پھر فرماتے ہیں معراج کی حدیث متواتر ہے۔ حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ذر، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوسعید، حضرت ابن عباس، حضرت شداد بن اوس، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبدالرحمٰن بن قرظ، حضرت ابوحبہ، حضرت ابولیلیٰ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر، حضرت حذیفہ، حضرت بریدہ، حضرت ابوایوب، حضرت ابوامامہ، حضرت سمرہ بن جندب، حضرت ابوالحمراء، حضرت صہیب رومی، حضرت ام ہانی، حضرت عائشہ اور حضرت اسماء وغیرہ سے مروی ہے رضی اللہ عنہم

ان میں سے بعض نے تو اسے مطول بیان کیا ہے اور بعض نے مختصر۔ گو ان میں سے بعض روایتیں سنداً صحیح نہیں لیکن بالجملہ صحت کے ساتھ واقعہ معراج ثابت ہے اور مسلمان اجماعی طور پر اس کے قائل ہیں ہاں بیشک زندیق اور ملحد لوگ اس کے منکر ہیں وہ اللہ کے نورانی چراغ کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ پوری روشنی کے ساتھ چمکتا ہوا ہی رہے گا گو کافروں کو برا لگے۔[۲]

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنا دیا کہ تم میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بنانا ○ اے ان

---

[۱] [ضعیف : اس کی سند میں واقدی راوی ضعیف ہے۔]

[۲] [سورۃ الصف: آیت ۸]

لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ چڑھا لیا تھا' وہ تو ہمارا بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا○

معراج کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا ذکر: آنحضرت ﷺ کے معراج کے واقعہ کے بیان کے بعد اپنے پیغمبر کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرماتا ہے قرآن کریم میں عموماً یہ دونوں بیان ایک ساتھ آئے ہیں اسی طرح تورات اور قرآن کا بیان بھی ملا جلا ہوتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کا نام تورات ہے۔ وہ کتاب بنی اسرائیل کے لئے ہادی تھی انہیں حکم ہوا تھا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو ولی اور مددگار اور معبود نہ سمجھیں ہر ایک نبی اللہ کی توحید لے کر آتا رہا ہے۔ پھر انہیں کہا جاتا ہے کہ اے ان بزرگوں کی اولاد جنہیں ہم نے اپنے اس احسان سے نوازا تھا کہ طوفان نوح کی عالمگیر ہلاکت سے انہیں بچا لیا اور اپنے پیارے نبی حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر چڑھا لیا تھا۔ تمہیں اپنے بڑوں کی طرح ہماری شکر گزاری کرنی چاہئے دیکھو میں نے تمہاری طرف اپنے آخری رسول اللہ حضرت محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چونکہ کھاتے پیتے اور پہنتے غرض ہر وقت اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے رہتے تھے اس لئے آپ کو شکر گزار بندہ کہا گیا۔ مسند احمد وغیرہ میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے بہت ہی خوش ہوتا ہے جو نوالہ کھائے تو اللہ کا شکر بجا لائے اور پانی کا گھونٹ پئے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔ (۱) یہ بھی مروی ہے کہ آپ ہر حال میں اللہ کا شکر کرتے رہتے۔ شفاعت والی لمبی حدیث جو بخاری وغیرہ میں ہے اس میں ہے کہ جب لوگ طلب شفاعت کیلئے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ زمین والوں کی طرف آپ ہی پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے۔ آپ اپنے رب سے ہماری شفارش کیجئے (۲) الخ۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ④ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ⑤ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ⑥ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ⑦ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ⑧

وقف لازم

---

(۱) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب استحباب حمد الله تعالى بعد الاكل والشرب (۲۷۳٤) مسند احمد (۳/۱۱۷)]

(۲) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول الله عزو جل ولقد ارسلنا نوحا الى قومه (۳۳٤۰) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ادنى اهل الجنة منزلة فيها (۱۹٤) ترمذی: کتاب صفة القیامة: باب ما جآء فی الشفاعة (۲٤۳٤) مسند احمد (۲/٤۳۵)]

ہم نے بنو اسرائیل کے لئے ان کی کتاب میں صاف صاف فیصلہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں دوبار فساد برپا کرو گے اور تم بڑی زبردست زیادتیاں کرنے لگو گے ○ ان دونوں وعدوں میں سے پہلے کے آتے ہی ہم تمہارے مقابلے پر اپنے ان بندوں کو اٹھا کھڑا کریں گے جو بڑے ہی لڑاکا ہوں گے۔ پس وہ تمہارے گھروں کے اندر تک پھیل پڑیں گے اللہ کا یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا ○ پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ پھیریں گے اور مال و اولاد سے مدد فرمائیں گے اور تمہیں بڑے جتھے والا کر دیں گے ○ اگر تم نے اچھے کام کئے تو خود اپنے ہی فائدے کے لئے اچھے کام کرو گے اور اگر تم نے برائیاں کیں تو بھی اپنے ہی لئے۔ پھر دوسرا وعدہ آئے گا تو وہ تمہارے منہ بگاڑ دیں گے اور پہلی دفعہ کی طرح پھر اسی مسجد میں گھس جائیں گے اور جس جس چیز پر قابو پائیں گے توڑ پھوڑ کر جڑ سے اکھاڑ دیں گے ○ تمہارا رب تو اس بات پر ہے کہ تم پر رحم کرے ہاں اگر تم پھر بھی وہی کرنے لگے تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے ہم نے منکروں کا قید خانہ جہنم کو بنا رکھا ہے ○

جو کتاب بنی اسرائیل پر اتری تھی اس میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی سے خبر دے دی تھی کہ وہ زمین پر دو مرتبہ سرکشی کریں گے اور سخت فساد برپا کریں گے پس یہاں پر ﴿قَضَيْنَآ﴾ کے معنی مقرر کر دینا اور پہلے ہی سے خبر دے دینا کے ہیں۔ جیسے آیت ﴿وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ﴾ [1] میں یہی معنی ہیں۔ پس ان کے پہلے فساد کے وقت ہم نے اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کو ان پر مسلط کیا جو بڑے ہی لڑنے والے سخت جان اور ساز و سامان سے پورے لیس تھے وہ ان پر چھا گئے ان کے شہر چھین لئے لوٹ مار کر کے ان کے گھروں تک کو خالی کر کے بے خوف و خطر واپس چلے گئے اللہ کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا کہتے ہیں کہ یہ جالوت کا لشکر تھا۔ پھر اللہ نے بنی اسرائیل کی مدد کی اور یہ حضرت طالوت کی بادشاہت میں پھر لڑے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ موصل کے بادشاہ سنجاریب اور اس کے لشکر نے ان پر فوج کشی کی تھی۔ بعض کہتے ہیں بابل کا بادشاہ بخت نصر چڑھ آیا تھا۔ ابن ابی حاتم نے یہاں ایک عجیب و غریب قصہ بیان نقل کیا ہے کہ کس طرح اس شخص نے بتدریج ترقی کی تھی۔ اولاً یہ ایک فقیر تھا پڑا رہتا تھا اور بھیک مانگ کر گزارہ کرتا تھا پھر تو بیت المقدس تک اس نے فتح کر لیا اور وہاں بنی اسرائیل کو بے دریغ قتل کیا۔ ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں ایک مطول مرفوع حدیث بیان کی ہے جو محض موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے میں کسی کو ذرا سا بھی شک نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ باوجود اس قدر وافر علم کے حضرت امام صاحب نے یہ حدیث وارد کر دی۔

ہمارے استاد حافظ علامہ ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔ اور کتاب کے حاشیہ پر لکھ بھی دیا ہے۔ اس باب میں بنی اسرائیل کی روایتیں بھی بہت سی ہیں لیکن ہم انہیں وارد کر کے بے فائدہ اپنی کتاب کو طول دینا نہیں چاہتے کیونکہ ان میں سے بعض موضوع ہیں اور بعض گو ایسی نہ ہوں لیکن بحمد للہ ہمیں ان روایتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ کتاب اللہ ہمیں اور تمام کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی حدیثوں نے ہمیں ان چیزوں کا محتاج نہیں رکھا۔

---

[1] [سورة الحجر: آيت ٦٦]

مطلب صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی سرکشی کے وقت اللہ نے ان کے دشمن ان پر مسلط کر دیئے جنہوں نے خوب مزہ چکھایا' بری طرح درگت بنائی ان کے بال بچوں کو تہہ تیغ کیا انہیں اس قدر ذلیل کیا کہ ان کے گھروں تک میں گھس کر ان کا ستیاناس کیا اور ان کی سرکشی کی پوری سزا دی۔ انہوں نے بھی ظلم و زیادتی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی عوام تو عوام انہوں نے تو نبیوں کے گلے کاٹے تھے' علماء کو سر بازار قتل کیا تھا۔ بخت نصر ملک شام پر غالب آیا' بیت المقدس کو ویران کر دیا وہاں کے باشندوں کو قتل کیا پھر دمشق پہنچا یہاں دیکھا ایک سخت پتھر پر خون جوش مار رہا ہے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تو اسے باپ دادوں سے اسی طرح دیکھا ہے یہ خون برابر ابلتا رہتا ہے ٹھہرتا نہیں اس نے وہیں پر قتل عام شروع کر دیا ستر ہزار مسلمان وغیرہ اس کے ہاتھوں یہاں پہ قتل ہوئے پس وہ خون ٹھہر گیا۔ اس نے علماء اور حفاظ کو اور تمام شریف اور ذی عزت لوگوں کو بیدردی سے قتل کیا ان میں کوئی بھی حافظ تورات نہ بچا۔ پھر قید کرنا شروع کیا ان قیدیوں میں نبی زادے بھی تھے۔ غرض ایک لرزہ خیز ہنگامہ ہوا لیکن چونکہ صحیح روایتوں سے بھی تفصیلات نہیں ملتیں اس لئے ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے نیکی کرنے والا دراصل اپنے لئے ہی بھلا کرتا ہے اور برائی کرنے والا حقیقت میں اپنا ہی برا کرتا ہے۔ جیسے ارشاد ہے۔ ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ [1] جو شخص نیک کام کرے وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو برے کرے اس کا بوجھ بھی اسی پر ہے۔ پھر جب دوسرا وعدہ آیا اور پھر بنی اسرائیل نے اللہ کی نافرمانیوں پر کھلے عام کمر کس لی اور بے باکی اور بے حیائی کے ساتھ ظلم کرنے شروع کر دیئے تو پھر ان کے دشمن چڑھ دوڑے کہ ان کی شکلیں بگاڑ دیں اور بیت المقدس کی مسجد جس طرح پہلے انہوں نے اپنے قبضے میں کر لی تھی اب پھر دوبارہ کر لی اور جہاں تک بن پڑے ہر چیز کا ستیاناس کر دیں چنانچہ یہ بھی ہو کر رہا۔ تمہارا رب تو ہے ہی رحم و کرم کرنے والا اور اس سے ناامیدی نازیبا ہے' بہت ممکن ہے کہ پھر سے دشمنوں کو پست کر دو یہاں یہ یاد رہے کہ ادھر تم نے سر اٹھایا ادھر ہم نے تمہارا سر کچلا۔ ادھر تم نے فساد مچایا ادھر ہم نے تمہیں برباد کیا۔ یہ تو ہوئی دنیوی سزا۔ ابھی آخرت کی زبردست اور غیر قانونی سزا باقی ہے۔ جہنم کافروں کا قید خانہ ہے جہاں سے نہ وہ نکل سکیں نہ چھوٹ سکیں نہ بھاگ سکیں۔ ہمیشہ کیلئے ان کا اوڑھنا بچھونا یہی ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں پھر بھی انہوں نے سر اٹھایا اور بالکل فرمان الٰہی کو چھوڑا اور مسلمانوں سے ٹکرا گئے تو اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کو ان پر غالب کیا اور انہیں ذلیل ہو کر جزیہ دینا پڑا۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾

ع-۱

---

[1] [سورۃ فصلت: آیت ٤٦]

یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کیلئے بہت بڑا اجر ہے ○ اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○

قرآن کریم رہبر و رہنما: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی پاک کتاب کی تعریف میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن بہترین راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔ ایماندار جو ایمان کے مطابق فرمان نبوی پر عمل بھی کریں انہیں یہ بشارتیں سناتا ہے کہ ان کے لئے اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ انہیں بے شمار ثواب ملے گا۔ اور جو ایمان سے خالی ہیں انہیں یہ قرآن قیامت کے دن کے دردناک عذابوں کی خبر دیتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ [1] انہیں المناک عذابوں کی خبر پہنچا دے۔

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ⑪

انسان برائی کی دعائیں مانگنے لگتا ہے بالکل اس کی اپنی بھلائی کی دعا کی طرح، انسان ہے ہی بڑا جلد باز ○

خود اپنے لیے برائی کی دعا: یعنی انسان کبھی کبھی دل گیر اور ناامید ہو کر اپنی سخت غلطی سے خود اپنے لئے برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے۔ کبھی اپنے مال واولاد کے لئے بددعا کرنے لگتا ہے کبھی موت کی، کبھی ہلاکت، کبھی بربادی اور لعنت کی۔ لیکن اس کا اللہ اس پر خود اس سے بھی زیادہ مہربان ہے ادھر وہ دعا کرے ادھر وہ قبول فرما لے تو ابھی ہلاک ہو جائے۔ حدیث میں بھی ہے کہ اپنی جان ومال کے لئے دعا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت میں کوئی ایسا بد کلمہ زبان سے نکل جائے۔ [2] اس کی وجہ صرف انسان کی اضطرابی حالت اور اس کی جلد بازی ہے۔ یہ ہے ہی جلد باز۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس موقعہ پر حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابھی پیروں تلے روح نہیں پہنچی تھی کہ آپ نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا روح سر کی طرف سے آ رہی تھی ناک تک پہنچی تو چھینک آئی آپ نے کہا الحمد للہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يَرْحَمُكَ رَبُّكَ يَا آدَمُ﴾ اے آدم! تجھ پر تیرا رب رحم کرے جب آنکھوں تک پہنچی تو آنکھ کھول کر دیکھنے لگے۔ جب اور نیچے کے اعضا میں پہنچی تو خوشی سے اپنے آپ کو دیکھنے لگے ابھی پیروں تک نہیں پہنچی جو چلنے کا ارادہ کیا لیکن نہ چل سکے تو دعا کرنے لگے کہ اے اللہ رات سے پہلے روح آ جائے۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ⑫

---

[1] [سورۃ الانشقاق: آیت ۲٤]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب حدیث جابر الطویل وقصة ابی الیسر (۳۰۰۹)]

ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کے نشان بنائے ہیں رات کی نشانی کو تو ہم نے بے نور کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو منور دکھانیوالی بنائی ہے۔ تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور اس لئے بھی کہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو اور ہر ہر چیز کو ہم نے خوب تفصیل سے بیان فرما دیا ہے ○

دن اور رات کے مقاصد و فوائد: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے دو کا یہاں بیان فرماتا ہے کہ دن رات اس نے الگ الگ طرح کے بنائے۔ رات آرام کے لئے دن تلاش معاش کے لئے۔ کہ اس میں کام کاج کرو صنعت و حرفت کرو سیر و سفر کرو۔ رات دن کے اختلاف سے دنوں کی مہینوں کی برسوں کی گنتی معلوم کر سکو تا کہ لین دین میں معاملات میں قرض میں مدت میں عبادت کے کاموں میں سہولت اور پہچان ہو جائے۔ اگر ایک ہی وقت رہتا تو بڑی مشکل ہو جاتی سچ ہے اگر اللہ چاہتا تو ہمیشہ ہی رات رکھتا کوئی اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ دن کر دے اور اگر وہ ہمیشہ دن ہی دن رکھتا تو کس کی مجال تھی کہ رات لائے؟ یہ نشانات قدرت سننے دیکھنے کے قابل ہیں۔ یہ اسی کی رحمت ہے کہ رات سکون کیلئے بنائی اور دن تلاش معاش کیلئے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا تار آنے والے بنایا تا کہ شکر و نصیحت کا ارادہ رکھنے والے کامیاب ہو سکیں۔ اسی کے ہاتھ رات دن کا اختلاف ہے وہ رات کا پردہ دن پر اور دن کا نقاب رات پر چڑھا دیتا ہے۔ سورج چاند اسی کی ماتحتی میں ہے ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر چل پھر رہا ہے وہ اللہ غالب اور غفار ہے۔ صبح کا چاک کرنے والا ہے اسی نے رات کو سکون والی بنایا ہے اور سورج چاند کو مقرر کیا ہے یہ اللہ عزیز و حلیم کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ رات اپنے اندھیرے سے چاند کے ظاہر ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور دن روشنی سے اور سورج کے چڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ سورج چاند دونوں ہی روشن اور منور ہیں لیکن ان میں بھی پورا تفاوت رکھا کہ ہر ایک پہچان لیا جا سکے۔ سورج کو بہت روشن اور چاند کو نورانی اسی نے بنایا ہے منزلیں اسی نے مقرر کی ہیں تا کہ حساب اور سال معلوم رہیں اللہ کی یہ پیدائش حق ہے۔ الخ۔

قرآن میں ہے لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دے کہ وہ لوگوں کیلئے اوقات ہیں اور حج کیلئے بھی۔ [1] الخ، رات کا اندھیرا ہٹ جاتا ہے دن کا اجالا آ جاتا ہے۔ سورج دن کی علامت ہے چاند رات کا نشان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو کچھ سیاہی والا پیدا کیا ہے پس رات کی نشانی چاند کو بہ نسبت سورج کے ماند کر دیا ہے اس میں ایک طرح کا دھبہ رکھ دیا ہے۔ ابن الکواء نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ چاند میں یہ جھائیں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ ہم نے رات کے نشان یعنی چاند میں سیاہ دھند لکا ڈال دیا اور دن کا نشان خوب روشن ہے یہ چاند سے منور اور چاند سے بہت بڑا ہے دن رات کو دو نشانیاں مقرر کر دی ہیں پیدائش ہی ان کی اسی طرح کی ہے۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝۱۳ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝۱۴

---

[1] [البقرہ: ۱۸۹]

ہم نے ہر انسان کی برائی بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے روبرو کھلا ہوا پائے گا ○ لے خود ہی اپنی کتاب آپ ہی پڑھ لے آج تو تو آپ ہی اپنا خود حساب لینے کو کافی ہے ○

روز قیامت اعمال نامہ پیش ہونا: اوپر کی آیتوں میں زمانے کا ذکر کیا جس میں انسان کے اعمال ہوتے ہیں اب یہاں فرمایا ہے کہ اس کا جو عمل ہوتا ہے بھلا ہو یا برا وہ اسی پر چپک جاتا ہے بدلہ ملے گا۔ نیکی کا نیک۔ بدی کا بد۔ خواہ کتنی ہی کم مقدار میں کیوں نہ ہو؟ جیسے فرمان ہے ذرہ برابر کی خیر اور اتنی ہی شر ہر شخص قیامت کے دن دیکھ لے گا۔ [1] اور جیسے فرمان ہے دائیں اور بائیں جانب وہ بیٹھے ہوئے ہیں جو بات منہ سے نکلے وہ اسی وقت لکھ لیتے ہیں۔ [2] اور جگہ ہے ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ﴾ [3] الخ، تم پر نگہبان ہیں جو بزرگ ہیں اور لکھنے والے ہیں۔ تمہارے ہر ہر فعل سے باخبر ہیں۔ اور آیت میں ہے تمہیں صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ [4] اور جگہ ہے ہر برائی کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ [5] مقصود یہ ہے کہ ابن آدم کے چھوٹے بڑے ظاہر و باطن نیک و بد اعمال صبح شام دن رات برابر لکھے جا رہے ہیں۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں البتہ ہر انسان کی شامت عمل اس کی گردن میں ہے۔ ابن لہیعہ فرماتے ہیں یہاں تک کہ شگون لینا بھی [6] لیکن اس حدیث کی یہ تفسیر غریب ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کے اعمال کے مجموعے کی کتاب قیامت کے دن اس کے دائیں ہاتھ میں دی جائے گی یا بائیں میں۔ نیکوں کے دائیں ہاتھ میں اور بروں کے بائیں ہاتھ میں کھلی ہوئی ہوگی کہ وہ بھی پڑھ لے اور دوسرے بھی دیکھ لیں اس کے تمام عمر کے کل عمل اس میں لکھے ہوئے ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ [7] الخ، اس دن انسان اپنے تمام اگلے پچھلے اعمال سے باخبر کر دیا جائے گا انسان تو اپنے معاملے میں خود ہی حجت ہے گو وہ اپنی بے گناہی کے کتنے ہی بہانے پیش کر دے۔ اس وقت اس سے فرمایا جائے گا کہ تو خوب جانتا ہے کہ تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اس میں وہی لکھا گیا ہے جو تو نے کیا ہے اس وقت چونکہ بھولی بسری چیزیں بھی یاد آ جائیں گی۔ اس لئے درحقیقت کوئی عذر پیش کرنے کی گنجائش نہ رہے گی پھر سامنے کتاب ہے جو پڑھ رہا ہے خواہ وہ دنیا میں ان پڑھ ہی تھا لیکن آج ہر شخص اسے پڑھ لے گا۔ گردن کا ذکر خاص طریقے پر اس لئے کیا کہ وہ ایک مخصوص حصہ ہے اس میں جو چیز لٹکا دی گئی ہو چپک گئی ضروری ہوگئی شاعروں نے بھی اس خیال کو ظاہر کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے بیماری کا متعدی ہونا کوئی چیز نہیں، فال کوئی چیز نہیں، ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار ہے [8] اور روایت میں

---

[1] [الزلزال :۷،۸] [2] [ق: ۱۷،۱۸]

[3] [الانفطار: ۱۰-۱۴] [4] [التحریم: ۷]

[5] [النسآء: ۱۲۳]

[6] [صحیح: مسند احمد (۳/۳۶۰)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلۃ الصحیحۃ (۱۹۰۷) صحیح الجامع الصغیر (۳۹۰۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو حسن کہتے ہیں۔]

[7] [سورۃ القیامۃ: آیت ۱۳-۱۵] [8] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۱۳۱)]

ہے کہ ہر انسان کا شگون اس کے گلے کا ہار ہے۔ (۱) آپ کا فرمان ہے کہ ہر دن کے عمل پر مہر لگ جاتی ہے جب مومن بیمار پڑتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ تو نے فلاں کو تو روک لیا ہے اللہ جل جلالہ فرماتا ہے اس کے جو عمل تھے وہ برابر لکھتے جاؤ یہاں تک کہ میں اسے تندرست کر دوں یا فوت کر دوں۔ (۲)

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں طائر سے مراد عمل ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے ابن آدم تیرے دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں صحیفے کھلے رکھے ہیں داہنی جانب والا نیکیاں اور بائیں طرف والا بدیاں لکھ رہا ہے اب تجھے اختیار ہے نیکی کر یا بدی، کم کر یا زیادہ، تیری موت پر یہ دفتر لپیٹ دیئے جائیں گے اور تیری قبر میں تیری گردن میں لٹکا دیئے جائیں گے قیامت کے دن کھلے ہوئے تیرے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور تجھ سے کہا جائے گا لے اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور تو ہی حساب اور انصاف کر لے۔ اللہ کی قسم وہ بڑا ہی عادل ہے جو تیرا معاملہ تیرے ہی سپرد کر رہا ہے۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ⑮

جو راہ راست حاصل کر لے وہ خود اپنے ہی بھلے کے لئے راہ یافتہ ہوتا ہے، اور جو بھٹک جائے اس کا بوجھ بار اسی کے اوپر ہے، کوئی بوجھ والا کسی اور کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادے گا۔ ہماری عادت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں ○

اچھائی اور برائی اپنی ذات کے لیے ہی: جس نے راہ راست اختیار کی، حق کی اتباع کی، نبوت کی مانی اس کے اپنے حق میں اچھائی ہے۔ اور جو حق سے ہٹا صحیح راہ سے پھرا اس کا وبال اسی پر ہے کوئی کسی کے گناہ میں پکڑا نہ جائے گا ہر ایک کا عمل اسی کے ساتھ ہے۔ کوئی نہ ہوگا جو دوسرے کا بوجھ ہٹائے اور جگہ قرآن میں ہے ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ (۳) اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (۴) یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ یہ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں انہوں نے بہکا رکھا تھا۔ لہٰذا ان دونوں مضمونوں میں کوئی نفی کا پہلو نہ سمجھ جائے اس لئے کہ گمراہ کرنے والوں پر ان کے گمراہ کرنے کا بوجھ ہے نہ کہ ان کے بوجھ ہلکے کئے جائیں گے اور ان پر لاد دیے جائیں گے ہمارا عادل اللہ ایسا نہیں کرتا۔ پھر اپنی ایک اور رحمت کا بیان فرماتا ہے کہ وہ رسول ﷺ کے پہنچنے سے پہلے کسی امت کو عذاب نہیں کرتا۔ چنانچہ سورہ

---

(۱) [ضعیف : مسند احمد (۳/۳۴۳)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح : مسند احمد (۴/۱۴۶) طبرانی کبیر (۱۷/۲۸۴) ابن ابی الدنیا فی المرض والکفارات (۲/۱۵۸) بغوی فی شرح السنة (۱۴۲۸)] امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۳۱۷) السلسلة الصحيحة (۲۱۹۳)]

(۳) [العنکبوت : ۱۳] (۴) [النحل: ۲۵]

تبارک میں ہے کہ دوزخیوں سے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے؟ وہ جواب دیں گے بے شک آئے تھے لیکن ہم نے انہیں سچا نہ مانا انہیں جھٹلایا اور صاف کہہ دیا کہ تم تو یونہی بہک رہے ہو' سرے سے یہ بات ہی انہونی ہے کہ اللہ کسی پر کچھ اتارے۔ [۱] اسی طرح جب یہ لوگ جہنم کی طرف کشاں کشاں پہنچائے جا رہے ہوں گے' اس وقت بھی داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے؟ جو تمہارے رب کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں یقیناً آئے لیکن کلمہ عذاب کافروں پر ٹھیک اترا [۲] اور آیت میں ہے کہ کفار جہنم میں پڑے چیخ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہمیں اس سے نکال تو ہم اپنے قدیم کرتوت چھوڑ کر اب نیک اعمال کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تمہیں اتنی لمبی عمر نہیں دی تھی تم اگر نصیحت حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے اور میں نے تم میں اپنے رسول بھی بھیجے تھے جنہوں نے خوب آگاہ کر دیا تھا اب تو عذاب برداشت کرو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ [۳] الغرض اور بھی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجے کسی کو جہنم میں نہیں بھیجتا۔

صحیح بخاری میں آیت ﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [۴] کی تفسیر میں ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں جنت دوزخ کا کلام ہے۔ پھر ہے کہ جنت کے بارے میں اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور وہ جہنم کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا جو اس میں ڈال دی جائے گی جہنم کہتی رہے گی کہ کیا ابھی اور زیادہ ہے؟ [۵] اس کے بابت علما کی ایک جماعت نے بہت کچھ کلام کیا ہے دراصل یہ جنت کے بارے میں ہے اس لئے کہ وہ دار فضل ہے اور جہنم دار عدل ہے اس میں بغیر عذر توڑے بغیر حجت ظاہر کئے کوئی داخل نہیں کیا جائیگا۔ اس لئے حفاظ حدیث کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ راوی کو اس میں الٹا یاد رہ گیا اور اس کی دلیل بخاری مسلم کی وہ روایت ہے جس میں اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ دوزخ پر نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا اس وقت وہ کہے گی بس بس اور اس وقت بھر جائے گی اور چاروں طرف سے سمٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ ہاں جنت کیلئے ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا۔ [۶] باقی رہا یہ مسئلہ کہ کافروں کے جو نابالغ چھوٹے بچے بچپن میں مر جاتے ہیں اور جو دیوانے لوگ ہیں اور نیم بہرے اور جو ایسے زمانے میں گزر گئے ہیں جس وقت زمین پر کوئی رسول یا دین کی صحیح تعلیم نہیں ہوتی اور انہیں دعوت اسلام نہیں پہنچتی اور جو بالکل بڈھے حواس باختہ ہوں ان کیلئے کیا حکم ہے؟ اس بارے میں شروع سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ ان کے بارے میں جو حدیثیں ہیں وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں پھر ائمہ کا کلام بھی مختصر ذکر کروں گا' اللہ تعالیٰ مدد کرے۔

---

[۱] [الملك: ۸'۹] [۲] [الزمر: ۷۱]

[۳] [فاطر:۳۷] [۴] [الاعراف: ۵٦]

[۵] [صحیح :صحیح بخاری : كتاب التوحيد : باب ما جآء فی قول الله تعالى ان رحمت الله قريب من المحسنين (۷٤٤۹)]

[٦] [صحیح :صحيح بخاری : كتاب التفسير : باب سورة ق (٤٨٥٠)]

پہلی حدیث: مسند احمد میں ہے چار قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے ایک تو بالکل بہرا آدمی جو کچھ بھی نہیں سنتا اور دوسرا بالکل احمق پاگل آدمی جو کچھ بھی نہیں جانتا' تیسرا بالکل بڈھا پھوس آدمی جس کے حواس درست نہیں' چوتھے وہ لوگ ہیں جو ایسے زمانوں میں گزرے ہیں جن میں کوئی پیغمبر یا اس کی تعلیم موجود نہ تھی۔ بہرا تو کہے گا اسلام آیا لیکن میرے کان میں کوئی آواز نہیں پہنچی' دیوانہ کہے گا کہ اسلام آیا لیکن میری حالت تو یہ تھی کہ بچے بھی مجھ پر مینگنیاں پھینک رہے تھے اور بالکل بڈھے بے حواس آدمی کہیں گے کہ اسلام آیا لیکن میرے ہوش وحواس ہی درست نہ تھے جو میں سمجھ سکتا رسولوں کے زمانوں کا اور ان کی تعلیم کو موجود نہ پانے والوں کا قول ہوگا کہ نہ رسول آئے نہ میں نے حق پایا پھر میں کیسے عمل کرتا؟ اللہ تعالیٰ ان کی طرف پیغام بھیجے گا کہ اچھا جاؤ جہنم میں کود جاؤ اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر وہ فرماں برداری کرلیں اور جہنم میں کود پڑیں تو جہنم کی آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی والی ہوجائے گی۔ [1] اور روایت میں ہے کہ جو کود پڑیں گے ان پر تو سلامتی اور ٹھنڈک ہوجائے گی اور جو رکیں گے انہیں حکم عدولی کے باعث گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ [2] ابن جریر میں اس حدیث کے بیان کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اگر تم چاہو تو اس کی تصدیق میں کلام اللہ کی آیت ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ﴾ الخ' پڑھ لو۔ [3]

دوسری حدیث: ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ابوحمزہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ گنہگار نہیں جو دوزخ میں عذاب کئے جائیں اور نیکوکار بھی نہیں جو جنت میں بدلہ دیئے جائیں۔ [4]

تیسری حدیث: ابویعلی میں ہے کہ ان چاروں کے عذر سن کر جناب باری فرمائے گا کہ اوروں کے پاس تو میں اپنے رسول بھیجتا تھا لیکن تم سے میں آپ کہتا ہوں کہ جاؤ اس جہنم میں چلے جاؤ جہنم میں سے بھی فرمان باری سے ایک گردن اونچی ہوگی اس فرمان کو سنتے ہی وہ لوگ جو نیک طبع ہیں فوراً دوڑ کر اس میں کود پڑیں گے اور جو بدباطن

---

[1] [**حسن**: مسند احمد (٤/٢٤) طبرانی کبیر (٨٤١) صحیح ابن حبان (٧٣٥٧) وفی الموارد (١٨٢٧) ابو نعیم فی معرفة الصحابة (٩٠٠) بیھقی فی الاعتقاد (ص: ١٦٩) مسند بزار (٢١٧٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٦٣٠١)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (١٤٣٤)]

[2] [**صحیح**: طبرانی کبیر (٨٤١) مسند احمد (٤/٢٤) ابو نعیم فی اخبار اصفھان (٢/٢٥٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق علی السنة لابن ابی عاصم (٤٠٤)]

[3] [**صحیح بالشواھد**: تفسیر ابن جریر الطبری (١٥/٥٤) الدر المنثور للسیوطی (٤/٣٠٥)]

[4] [**ضعیف**: مسند طیالسی (٢١١١) مسند ابو یعلی (٤٠٩٠) ابن عبد البر فی التمھید (١٨/١١٨) ابو نعیم فی الحلیة (٦/٣٠٨)] اس کی سند میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔[فتح الباری (٣/٢٤٦)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ہیں وہ کہیں گے اللہ پاک ہم اسی سے بچنے کے لئے تو یہ عذر معذرت کر رہے تھے اللہ فرمائے گا جب تم خود میری نہیں مانتے تو میرے رسولوں کی کیا مانتے اب تمہارے لئے فیصلہ یہی ہے کہ تم جہنمی ہو اور ان فرمانبرداروں سے کہا جائے گا کہ تم بے شک جنتی ہو تم نے اطاعت کر لی۔ ①

چوتھی حدیث: مسند حافظ ابو یعلی موصلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی اولاد کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہے۔ پھر مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہے' تو کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ انہوں نے کوئی عمل تو نہیں کیا آپ نے فرمایا ہاں لیکن اللہ انہیں بخوبی جانتا ہے۔ ②

پانچویں حدیث: حافظ ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزار رحمہ اللہ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اہل جاہلیت اپنے بوجھ اپنی کمروں پر لادے ہوئے آئیں گے اور اللہ کے سامنے عذر کریں گے کہ نہ ہمارے پاس تیرے رسول پہنچے نہ ہمیں تیرا کوئی حکم پہنچا اگر ایسا ہوتا تو ہم جی کھول کر مان لیتے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب اگر حکم کروں تو مان لوگے؟ وہ کہیں گے ہاں ہاں بیشک بلا چون و چراں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا اچھا جاؤ جہنم کے پاس جا کر اس میں داخل ہو جاؤ یہ چلیں گے یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اب جو اس کا جوش اور اس کی آواز اور اس کے عذاب دیکھیں گے تو واپس آ جائیں گے اور کہیں گے اے اللہ ہمیں اس سے تو بچا لے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو تو اقرار کر چکے ہو کہ میری فرمانبرداری کرو گے پھر یہ نافرمانی کیوں؟ وہ کہیں گے اچھا اب سے مان لیں گے اور کر گزریں گے چنانچہ ان سے مضبوط عہد و پیمان لئے جائیں گے' پھر یہی حکم ہوگا یہ جائیں گے اور پھر خوفزدہ ہو کر واپس لوٹیں گے اور کہیں گے اے اللہ ہم تو ڈر گئے ہم سے تو اس فرمان پر کاربند نہیں ہوا جاتا۔ اب جناب باری فرمائے گا نافرمانی کر چکے اب جاؤ ذلت کے ساتھ جہنمی بن جاؤ۔ آپ فرماتے ہیں اگر پہلی مرتبہ ہی یہ بحکم الٰہی اس میں کود جاتے تو آتش دوزخ ان پر سرد پڑ جاتی اور ان کا ایک رواں بھی نہ جلاتی۔ ③ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کا متن معروف نہیں ایوب سے صرف عباد ہی روایت کرتے ہیں اور عباد سے صرف ریحان بن سعید ہی روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابن حبان نے ثقہ بتلایا ہے۔ یحیٰی بن معین اور نسائی کہتے ہیں ان میں کوئی ڈر خوف کی بات نہیں۔ ابوداؤد نے ان سے روایت نہیں کی۔ ابوحاتم کہتے ہیں یہ شیخ ہیں ان میں کوئی حرج نہیں۔ ان کی حدیثیں لکھائی جاتی ہیں اور ان سے دلیل نہیں لی جاتی۔

---

① [**ضعیف** : مسند ابو یعلی (٤٢٢٤) مسند بزار (٢١٧٧) ابن عبد البر فی التمهید (١٢٨/١٨) مجمع الزوائد (٢١٩/٧)] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

② [**ضعیف** : مسند ابو یعلی کما فی اتحاف الخیرة (١٠٢٩٠)]

③ [**ضعیف** : مسند بزار (٣٤٣٣) مجمع الزوائد (٣٥٠/١٠) مستدرك حاکم (٤٤٩/٤) ابن مبارك فی الزهد (١٣٢٣)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ بزار کی دونوں سندیں ضعیف ہیں۔]

چھٹی حدیث: امام محمد بن یحییٰ ذھلی رحمہ اللہ روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خالی زمانے والے اور مجنون اور بچے اللہ کے سامنے آئیں گے ایک کہے گا میرے پاس تیری کتاب پہنچی ہی نہیں مجنون کہے گا میں بھلائی برائی کی تمیز ہی نہیں رکھتا۔ بچہ کہے گا میں نے سمجھ بوجھ کا بلوغت کا زمانہ پایا ہی نہیں۔ اسی وقت ان کے سامنے آگ شعلے مارنے لگے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے ہٹا دو تو جو لوگ آئندہ نیکی کرنے والے تھے وہ تو اطاعت گزار ہو جائیں گے اور جو اس عذر کے ہٹ جانے کے بعد بھی نافرمانی کرنے والے تھے وہ رک جائیں گے تو اللہ فرمائے گا جب تم میری ہی براہ راست نہیں مانتے تو میرے پیغمبروں کی کیا مانتے؟ [1]

ساتویں حدیث: انہی تین شخصوں کے بارے میں اوپر والی حدیث کی طرح اس میں یہ بھی ہے کہ جب یہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس میں سے ایسے شعلے بلند ہوں گے کہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ تو ساری دنیا کو جلا کر بھسم کر دیں گے دوڑتے ہوئے واپس لوٹ آئیں گے پھر دوبارہ یہی ہوگا اللہ عزوجل فرمائے گا۔ تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تمہارے اعمال کی مجھے خبر تھی میں نے علم ہوتے ہوئے تمہیں پیدا کیا تھا اسی علم کے مطابق تم ہو۔ اے جہنم انہیں دبوچ لے چنانچہ اسی وقت آگ انہیں لقمہ بنا لے گی۔ [2]

آٹھویں حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ان کے اپنے قول سمیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ بخاری و مسلم میں آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی' نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں''۔ جیسے کہ بکری کے صحیح سالم بچے کے کان کاٹ دیا کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ اگر وہ بچپن میں ہی مر جائے تو؟ آپ نے فرمایا اللہ کو ان کے اعمال کی صحیح اور پوری خبر تھی۔ [3] مسند کی حدیث میں ہے کہ مسلمان بچوں کی کفالت جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد ہے۔ [4] صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحد یکسو مخلص بنایا ہے۔ [5] ایک روایت

---

[1] [**ضعیف** : مسند بزار (۲۱۷۶) بغوی فی حدیث ابن الجعد (۲۱۲۶) مجمع الزوائد (۲۱۹/۸)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [**ضعیف جدا** : طبرانی کبیر (۸۳/۲۰) مجمع الزوائد (۲۱۹/۷) مسند شامیین (۲۲۰۵) ابن عدی فی الکامل (۱۷۷۰/۵)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عمرو بن واقد راوی متروک ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔]

[3] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب القدر : باب الله اعلم بما کانوا عاملین (٦٥٩٩) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة (٢٦٥٨)]

[4] [**حسن** : مسند احمد (٣٢٦/٢) ابن حبان فی صحیحه (٧٤٤٦) وفی الموارد (١٨٢٦) مستدرك حاکم (٣٧٠/٢)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[السلسلة الصحیحة (٦٠٣)]

[5] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار (٢٨٦٥) مسند احمد (٢٦٦/٤) صحیح ابن حبان (٦٥٣)]

میں اس کے ساتھ ہی مسلمان کا لفظ بھی ہے۔

نویں حدیث: حافظ ابوبکر برقانی اپنی کتاب المستخرج علی البخاری میں روایت لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے لوگوں نے با آواز بلند دریافت کیا کہ مشرکوں کے بچے بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں مشرکوں کے بچے بھی۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ مشرکوں کے بچے اہل جنت کے خادم بنائے جائیں گے۔ (١)

دسویں حدیث: مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ جنت میں کون کون جائیں گے؟ آپ نے فرمایا نبی اور شہید اور بچے اور زندہ درگور کئے ہوئے بچے۔ (٢) علماء میں سے بعض کا مسلک تو یہ ہے کہ ان کے بارے میں ہم توقف کرتے ہیں، خاموش ہیں، ان کی دلیل بھی گزر چکی۔ بعض کہتے ہیں یہ جنتی ہیں ان کی دلیل معراج والی وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری شریف میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے اس خواب میں ایک شیخ کو ایک جنتی درخت تلے دیکھا، جن کے پاس بہت سے بچے تھے۔ سوال پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے پاس یہ بچے مسلمانوں کی اور مشرکوں کی اولاد ہیں، لوگوں نے کہا مشرکوں کی اولاد بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں مشرکین کی اولاد بھی۔ (٣) بعض علماء فرماتے ہیں یہ دوزخی ہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں ان کا امتحان قیامت کے میدانوں میں ہو جائے گا۔ اطاعت گزار جنت میں جائیں گے، اللہ اپنے سابق علم کا اظہار کر کے پھر انہیں جنت میں پہنچائے گا اور بعض بوجہ اپنی نافرمانی کے جو اس امتحان کے وقت ان سے سرزد ہو گی اور اللہ تعالیٰ اپنا پہلا علم آشکارا کر دے گا۔ اس وقت انہیں جہنم کا حکم ہو گا۔ اس مذہب سے تمام احادیث اور مختلف دلیلیں جمع ہو جاتی ہے اور پہلے کی حدیثیں جو ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں اس معنی کی کئی ایک ہیں۔ شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رحمہ اللہ نے یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا نقل فرمایا ہے اور اسی کی تائید امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الاعتقاد میں کی ہے۔ اور بھی بہت سے محققین علماء اور پرکھ والے حافظوں نے یہی فرمایا ہے۔ شیخ ابو عمر بن عبدالبر رحمہ اللہ عزی نے امتحان کی بعض روایتیں بیان کر کے لکھا ہے، اس بارے کی حدیثیں قوی نہیں ہیں اور ان سے حجت ثابت نہیں ہوتی اور اہل علم ان کا انکار کرتے ہیں اس لئے کہ آخرت دار جزا ہے، دار عمل نہیں اور نہ دار امتحان ہے۔ اور جہنم میں جانے کا حکم بھی تو انسانی طاقت سے باہر کا حکم ہے اور اللہ کی یہ عادت نہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ کے اس قول کا جواب بھی سن لیجئے، اس بارے

---

(١) [ضعیف: مسند بزار (٢١٧٢) طبرانی کبیر (٦٩٩٣) طبرانی اوسط (٢٠٤٥) التاریخ الکبیر للبخاری (٤٠٥/٦)] اس کی سند میں عباد بن منصور راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (٢٢٢/٧)]

(٢) [صحیح: مسند احمد (٤٠٩/٥) ابو داؤد: کتاب الجهاد: باب فی فضل الشهادة (٢٥٢١) بیهقی فی السنن الکبری: کتاب السیر: باب فضل الشهادة فی سبیل الله (١٦٣/٩) ابن سعد فی الطبقات (٥٨/٧) ابن عبد البر فی التمهید (١١٦/١٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

(٣) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التعبیر: باب تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح (٧٠٤٧) صحیح مسلم (٢٣)، (٢٢٧٥) ترمذی (٢٢٩٤) مسند احمد (٥/٨-٩)]

جو حدیثیں ہیں، ان میں سے بعض تو بالکل صحیح ہیں۔ جیسے کہ ائمہ علماء نے تصریح کی ہے۔ بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف بھی ہیں لیکن وہ بوجہ صحیح اور احسن احادیث کے قوی ہو جاتی ہیں۔ اور جب یہ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حدیثیں حجت ودلیل کے قابل ہو گئیں۔

اب رہا امام صاحب کا یہ فرمان کہ آخرت دار عمل اور دار امتحان نہیں وہ دار جزا ہے۔ یہ بے شک صحیح ہے لیکن اس سے اس کی نفی کیسے ہوگئی کہ قیامت کے مختلف میدانوں کی پیشیوں میں جنت دوزخ میں داخلے سے پہلے کوئی حکم احکام نہ دیئے جائیں گے۔ شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے تو مذہب اہلسنت والجماعت کے عقائد میں بچوں کے امتحان کو داخل کیا ہے۔ مزید برآں آیت قرآن ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ [1] اس کی کھلی دلیل ہے کہ منافق ومومن کی تمیز کیلئے پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کا حکم ہوگا۔ صحاح کی احادیث میں ہے کہ مومن تو سجدہ کرلیں گے اور منافق الٹے منہ پیٹھ کے بل گر پڑیں گے۔ [2] بخاری ومسلم میں اس شخص کا قصہ بھی ہے جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا کہ وہ اللہ سے وعدے وعید کرے گا سوا اس سوال کے اور کوئی سوال نہ کرے گا اس کے پورا ہونے کے بعد وہ اپنے قول قرار سے پھر جائے گا اور ایک اور سوال کر بیٹھے گا وغیرہ۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ابن آدم تو بڑا ہی عہد شکن ہے اچھا جا، جنت میں چلا جا۔ [3] پھر امام صاحب کا یہ فرمانا کہ انہیں ان کی طاقت سے خارج بات کا یعنی جہنم میں کود پڑنے کا حکم کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ یہ بھی حدیث میں کوئی روک پیدا نہیں کرسکتا۔ خود امام صاحب اور تمام مسلمان مانتے ہیں کہ پل صراط پر سے گزرنے کا حکم سب کو ہوگا جو جہنم کی پیٹھ پر ہوگا اور تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا۔ مومن اس پر سے اپنی نیکیوں کے اندازے سے گزر جائیں گے۔ بعض مثل بجلی کے، بعض مثل ہوا کے، بعض مثل گھوڑوں کے بعض مثل اونٹوں کے، بعض مثل بھاگنے والوں کے، بعض مثل پیدل چلنے والوں کے، بعض گھٹنوں کے بل سرک سرک کر، بعض کٹ کٹ کر، جہنم میں پڑیں گے۔ پس جب یہ چیز وہاں ہے تو انہیں جہنم میں کود پڑنے کا حکم تو اس سے کوئی بڑا نہیں بلکہ یہ اس سے بڑا اور بھاری ہے۔ اور سنئے حدیث میں ہے کہ دجال کے ساتھ آگ اور باغ ہوگا۔ شارع علیہ السلام نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جسے آگ دیکھ رہے ہیں اس میں سے پئیں وہ ان کیلئے ٹھنڈک اور سلامتی کی چیز ہے۔ پس یہ اس واقعہ کی صاف نظیر ہے۔ اور لیجئے بنو اسرائیل نے جب گوسالہ پرستی کی اس کی سزا میں اللہ نے حکم دیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں ایک ابر نے آکر انہیں ڈھانپ لیا اب جو تلوار چلی تو صبح ہی صبح ابر پھٹنے سے پہلے ان میں سے ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے تھے۔ بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا۔ کیا یہ

---

[1] [سورة القلم: آيت ٤٢]

[2] [صحيح : صحيح بخارى : كتاب التفسير : باب يوم يكشف عن ساق (٤٩١٩) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب معرفة طريق الرؤية (١٨٣) مسند احمد (١٦/٣)]

[3] [صحيح : صحيح بخارى : كتاب الاذان : باب فضل السجود (٨٠٦) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب معرفة طريق الرؤية (١٨٢)]

حکم اس حکم سے کم تھا؟ کیا اس کا عمل نفس پر گراں نہیں؟ پھر اس کی نسبت بھی کہہ دینا چاہیۓ تھا کہ اللہ کسی نفس کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

ان تمام بحثوں کے صاف ہونے کے بعد اب سنئے۔ مشرکین کے بچپن میں مرے ہوئے بچوں کی بابت بھی بہت سے اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سب جنتی ہیں' ان کی دلیل وہی معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مشرکوں اور مسلمانوں کے بچوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا ہے اور دلیل ان کی مسند کی وہ روایت ہے جو پہلے گزر چکی کہ آپ نے فرمایا بچے جنت میں ہیں۔ ہاں امتحان ہونے کی جو حدیثیں گزریں وہ ان میں سے مخصوص ہیں۔ پس جن کی نسبت رب العالمین کو معلوم ہے کہ وہ مطیع اور فرمانبردار ہیں ان کی روحیں عالم برزخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہیں اور مسلمانوں کے بچوں کی روحیں بھی۔ اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ قبول کرنے والی نہیں' ان کا امر اللہ کے سپرد ہے وہ قیامت کے دن جہنمی ہوں گے۔ جیسے کہ احادیث امتحان سے ظاہر ہے۔ امام اشعری رحمہ اللہ نے اسے اہل سنت سے نقل کیا ہے اب کوئی تو کہتا ہے کہ یہ مستقل طور پر جنتی ہیں کوئی کہتا ہے یہ اہل جنت کے خادم ہیں۔ گو ایسی حدیث ابوداؤد طیالسی میں ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ واللہ اعلم

دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکوں کے بچے بھی اپنے باپ دادوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے جیسے کہ مسند وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپ دادوں کے تابعدار ہیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا بھی کہ باوجود بے عمل ہونے کے؟ آپ نے فرمایا وہ کیا عمل کرنے والے تھے' اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔ [1] ابوداؤد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی اولاد کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں۔ میں نے کہا مشرکوں کی اولاد؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں۔ میں نے کہا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا ہو؟ آپ نے فرمایا وہ کیا کرتے یہ اللہ کے علم میں ہے۔ [2] مسند کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں ان کا رونا پیٹنا اور چیخنا چلانا بھی تجھے سنا دوں۔ [3] امام احمد رحمہ اللہ کے صاجزادے روایت لائے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان دو بچوں کی نسبت سوال کیا جو جاہلیت کے زمانے میں فوت ہوئے تھے آپ نے فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہیں جب آپ نے دیکھا کہ یہ بات انہیں بہت بھاری پڑی ہے تو آپ نے فرمایا اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تم خود ان سے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٦/٨٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٤٥٤٥)]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب السنة : باب فی ذراري المشرکین (٤٧١٢)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود (٣٩٤٣)]

[3] [ضعیف : مسند احمد (٦/٢٠٨) مسند طیالسی (١٥٧٦) ابن عبد البر فی التمهید (١٢٢/١٨) مجمع الزوائد (٢٢٠/٧)] اس کی سند میں یحییٰ بن متوکل کو اہل علم ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٥٧٤٣)]

بے ساختہ ہو جاتیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اچھا جو بچہ آپ سے ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا سنو مومن اور ان کی اولاد جنتی ہیں اور مشرک اور ان کی اولاد جہنمی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ [1] جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کی اتباع ایمان کے ساتھ کی۔ ہم ان کی اولاد انہی کے ساتھ ملا دیں گے [2] یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں محمد بن عثمان راوی مجہول الحال ہیں اور ان کے شیخ زاذان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ واللہ اعلم۔ [3] ابوداؤد میں حدیث ہے زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کردہ شدہ دوزخی ہیں۔ ابوداؤد میں یہ سند حسن مروی ہے حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے بھائی کو لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور ﷺ ہماری ماں جاہلیت کے زمانے میں مرگئی ہے' وہ صلہ رحمی کرنے والی اور مہمان نواز تھیں' ہماری ایک نابالغ بہن انہوں نے زندہ دفن کر دی تھی۔ آپ نے فرمایا ایسا کرنے والی اور جس کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے دونوں دوزخی ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو پالے اور اسے قبول کرلے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کرنا چاہئے کوئی فیصلہ کن بات یکطرفہ نہ کہنی چاہئے۔ ان کا اعتماد آپ کے اس فرمان پر ہے کہ ان کے اعمال کا صحیح اور پورا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بخاری میں ہے کہ مشرکوں کی اولاد کے بارے میں جب آپ سے سوال ہوا تو آپ نے انہی لفظوں میں جواب دیا تھا۔ [4] بعض بزرگ کہتے ہیں کہ یہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ اس قول کا بھی نتیجہ یہی ہے کہ یہ جنتی ہیں اس لئے کہ اعراف کوئی رہنے سہنے کی جگہ نہیں یہاں والے بالآخر جنت میں ہی جائیں گے۔ جیسے کہ سورہ اعراف کی تفسیر میں ہم اس کی تفسیر کر آئے ہیں' واللہ اعلم

یہ تو تھا اختلاف مشرکوں کی اولاد کے بارے میں لیکن مومنوں کی نابالغ اولاد کے بارے میں تو علما کا بلا اختلاف یہی قول ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ جیسے کہ حضرت احمد رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی لوگوں میں مشہور بھی ہے اور ان شاء اللہ عزوجل ہمیں بھی یہی امید ہے۔ لیکن بعض علماء سے منقول ہے کہ وہ ان کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور

---

[1] [سورة الطور: آیت ۲۱]

[2] [ضعیف :عبداللہ بن احمد فی زوائد المسند (۱/۱۳۵) ابن ابی عاصم فی السنة (۲۱۳) مجمع الزوائد (۱۱۹٤۰)] اس روایت کو شیخ البانیؒ نے ضعیف کہا ہے۔[ظلال الجنة] اس کی سند میں محمد بن عثمان راوی مجہول ہے۔]

[3] [صحیح :ابو داؤد: کتاب السنة : باب فی ذراري المشركين (٤٧١٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود (۳۹٤۸)]

[4] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب ما قیل فی اولاد المشرکین (۱۳۸۳) و کتاب القدر : باب الله اعلم بما كانوا عاملين (٦٥٩٧) صحیح مسلم : كتاب القدر : باب معنى كل مولود يولد على الفطرة وحكم موت اطفال الكفار واطفال المسلمين (٢٦٥٨) نسائی : کتاب الجنائز : باب اولاد المشرکین (۱۹۵۲) ابوداؤد : كتاب السنة في ذراري المشركين (٤٧١١)]

کہتے ہیں کہ سب بچے اللہ کی مرضی اور اس کی چاہت کے ماتحت ہیں۔ اہل فقہ اور اہلحدیث کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے۔ موطا امام مالک کی ابواب القدر کی احادیث میں بھی کچھ اسی جیسا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کا کوئی فیصلہ اس میں نہیں۔ لیکن بعض متاخرین کا قول ہے کہ مسلمان بچے تو جنتی ہیں اور مشرکوں کے بچے مشیت الٰہی کے ماتحت ہیں۔ ابن عبدالبر نے اس بات کو اسی وضاحت سے بیان کیا ہے لیکن یہ قول غریب ہے۔ کتاب التذکرہ میں امام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس بارے میں ان بزرگوں نے ایک حدیث یہ بھی وارد کی ہے کہ انصاریوں کے ایک بچے کے جنازے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس بچے کو مرحبا ہو یہ تو جنت کی چڑیا ہے نہ برائی کا کوئی کام کیا نہ اس زمانے کو پہنچا تو آپ نے فرمایا اس کے سوا کچھ اور بھی اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)؟ سنو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت اور جنتیوں کو مقرر کر دیا ہے حالانکہ وہ ابھی اپنے باپ کی پیٹھ میں تھے۔ اسی طرح اس نے جہنم کو پیدا کیا ہے اور اس میں جلنے والے پیدا کیے ہیں حالانکہ وہ ابھی اپنے باپ کی پیٹھ میں ہیں۔ [1] مسلم اور سنن کی یہ حدیث ہے۔

چونکہ یہ مسئلہ صحیح دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتا اور لوگ اپنی بے علمی کے باعث بغیر ثبوت شارع کے اس میں کلام کرنے لگے ہیں۔ اس لئے علماء کی ایک جماعت نے اس میں کلام کرنا ہی ناپسند رکھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق اور محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب یہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تو منبر پر خطبے میں فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس امت کا کام ٹھیک ٹھاک رہے گا جب تک کہ یہ بچوں کے بارے اور تقدیر کے بارے میں کچھ کلام نہ کریں گے (ابن حبان) [2] امام ابن حبان کہتے ہیں مراد اس سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں کلام نہ کرنا ہے۔ اور کتابوں میں یہ روایت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اپنے قول سے موقوفاً مروی ہے۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿١٦﴾

جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوش حال لوگوں کو کوئی حکم دیتے ہیں، وہ اس بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اسے تہہ وبالا کر دیتے ہیں ○

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة (۲٦٦۲) نسائی : کتاب الجنائز (۱۹٤۹) ابن ماجه : مقدمه (۸۲) ابو داؤد (٤۷۱۳)]

[2] [صحیح : صحیح ابن حبان (٦۷۲٤) مستدرك حاکم (۱/۳۳) طبرانی کبیر (۱۲۷٦٤) وفی الاوسط (٤۰۸٦) مسند بزار (۲۱۸۰)] امام حاکم رحمہ اللہ اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بزار کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۷/۲۰۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۱۵۱۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔]

عذاب برے اعمال کا نتیجہ: مشہور قراءت تو ﴿اَمَرْنَا﴾ ہے۔اس امر سے مراد تقدیری امر ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَتَاهَا اَمْرُنَا﴾ [1] یعنی وہاں ہمارا مقرر کردہ امر آ جاتا ہے' رات کو یا دن کو۔ یاد رہے کہ اللہ برائیوں کا حکم نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ فحش کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے مستحق عذاب ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی معنی کیئے گئے ہیں کہ ہم انہیں اپنی اطاعت کے احکام کرتے ہیں وہ برائیوں میں لگ جاتے ہیں پھر ہمارا سزا کا قول ان پر راست آ جاتا ہے۔ جن کی قراءت ﴿امرنا﴾ ہے وہ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہاں کے سردار ہم بدکاروں کو بنا دیتے ہیں وہ وہاں اللہ کی نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ عذاب الٰہی انہیں اس بستی سمیت تہس نہس کر دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا﴾ [2] الخ' ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم رکھے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی ہم ان کے دشمن بڑھا دیتے ہیں وہاں سرکشوں کی زیادتی کر دیتے ہیں۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے بہترین مال جانور ہے اور جو زیادہ بچے دینے والا ہو یا راستہ ہے جو کھجور کے درختوں سے گرا ہوا ہو۔ [3] بعض کہتے ہیں یہ تناسب ہے جیسے کہ آپ کا قول ہے گناہ والیاں نہ کہ اجر پانے والیاں۔ [4]

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

ہم نے نوح کے بعد بھی بہت سی قومیں ہلاک کر دیں' تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار اور خوب دیکھنے بھالنے والا ہے ○

قریش کو تنبیہ: اے قریشیو! ہوش سنبھالو میرے اس بزرگ رسول ﷺ کی تکذیب کر کے بے خوف نہ ہو جاؤ تم اپنے سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کو دیکھو کہ رسولوں کی تکذیب نے ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نوح سے پہلے کے حضرت آدم علیہ السلام تک کے لوگ اسلام پر تھے۔ پس تم اے قریشیو! کچھ ان سے زیادہ ساز و سامان اور گنتی اور طاقت والے نہیں ہو۔ اس کے باوجود تم اشرف الرسل خاتم الانبیاء ﷺ کو جھٹلا رہے ہو پس تم عذاب اور سزا کے زیادہ لائق ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اپنے کسی بندے کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں خیر و شر سب اس پر ظاہر ہے' کھلا چھپا سب وہ جانتا ہے ہر عمل کو خود دیکھ رہا ہے۔

---

[1] [سورة یونس: آیت ۲٤]

[2] [سورة الانعام: آیت ۱۲۳]

[3] [ضعیف :مسند احمد (۳/٤٦٨) طبرانی کبیر (٦٤٧٠) التاریخ الکبیر للبخاری (٤٣٨/١) مجمع الزوائد (٢٥٨/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٥٨٤٥)]

[4] [ضعیف :ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب ما جآء فی اتباع النسآء الجنائز (١٥٧٨) بیهقی فی السنن الکبری (٧٧/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه]

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

جس کا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا کا ہو اسے ہم یہاں جس قدر جس کے لئے چاہیں، سردست دیتے ہیں بالآخر اس کے لئے ہم جہنم مقرر کر دیتے ہیں، جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہوگا ○ اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لئے ہونی چاہیے وہ کرتا بھی ہو اور ہو بھی وہ باایمان پس یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ کے ہاں پوری قدردانی کی جائے گی ○

دنیا کا طالب آخرت میں خالی ہاتھ: کچھ ضروری نہیں کہ طالب دنیا کی ہر ایک چاہت پوری ہی ہو، جس کا جو ارادہ اللہ پورا کرنا چاہے کر دے لیکن ہاں ایسے لوگ آخرت میں خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ یہ تو وہاں جہنم کے گڑھے میں گرے ہوئے ہوں گے نہایت برے حالوں میں ذلت خواری میں ہوں گے۔ کیونکہ یہاں انہوں نے بھی یہی کیا تھا، فانی کو باقی پر دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تھی اس لئے وہاں رحمت الٰہی سے دور ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہ ہو، یہ اس کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہ ہو اسے وہی جمع کرتا رہتا ہے، جس کے پاس اپنی گرہ کی عقل بالکل نہ ہو۔ [1] ہاں جو صحیح طریقے سے طالب دار آخرت ہو جائے اور آخرت میں کام آنے والی نیکیاں سنت کے مطابق کرتا رہے اور اس کے دل میں بھی ایمان، تصدیق اور یقین ہو عذاب، ثواب کے وعدے صحیح جانتا ہو، اللہ و رسول کو مانتا ہو، ان کی کوشش قدر دانی سے دیکھی جائے گی نیک بدلہ ملے گا۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

ہر ایک کو ہم بہم پہنچائے جاتے ہیں! انہیں بھی اور انہیں بھی تیرے پروردگار کے انعامات میں سے۔ تیرے پروردگار کی بخشش رکی ہوئی نہیں ہے ○ دیکھ لے کہ ان میں ایک کو ایک پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے؟ اور آخرت تو درجوں کی تمیز میں اور بھی بڑھ کر ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے ○

دنیا میں سب کو ملتا ہے: یعنی ان دونوں قسم کے لوگوں کو ایک وہ جن کا مطلب صرف دنیا ہے دوسرے وہ جو طالب آخرت ہیں دونوں قسم کے لوگوں کو ہم بڑھاتے رہتے ہیں جس میں بھی وہ ہیں، یہ تیرے رب کی عطا ہے، وہ ایسا متصرف اور حاکم ہے جو کبھی ظلم نہیں کرتا۔ مستحق سعادت کو سعادت اور مستحق شقاوت کو شقاوت دے دیتا ہے۔ اس

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۶/۷۱) بیهقی فی شعب الایمان (۱۰۶۳۸) مجمع الزوائد (۲۹۱/۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (۱۹۳۳)]

کے احکام کوئی رد نہیں کر سکتا' اس کے رد کئے ہوئے کو کوئی دے نہیں سکتا اس کے ارادوں کو کوئی ڈال نہیں سکتا۔ تیرے رب کی نعمتیں عام ہیں' نہ کسی کے روکے رکیں' نہ کسی کے ہٹائے ہٹیں' وہ نہ کم ہوتی ہیں نہ گھٹتی ہیں۔

دیکھ لو کہ دنیا میں ہم نے انسانوں کے کیسے مختلف درجے رکھے ہیں ان میں امیر بھی ہیں' فقیر بھی ہیں' درمیانہ حالت میں بھی ہیں' اچھے بھی ہیں' برے بھی ہیں اور درمیانہ درجے کے بھی۔ کوئی بچپن میں مرتا ہے' کوئی بوڑھا بڑا ہو کر' کوئی اس کے درمیان۔ آخرت درجوں کے اعتبار سے دنیا سے بھی بڑھی ہوئی ہے کچھ تو طوق و زنجیر پہنچے ہوئے جہنم کے گڑھوں میں ہوں گے' کچھ جنت کے درجوں میں ہوں گے' بلند و بالا خانوں میں نعمت و راحت' سرور و خوشی میں' پھر خود جنتیوں میں بھی درجوں کا تفاوت ہوگا ایک ایک درجے میں زمین و آسمان کا سا تفاوت ہوگا۔ جنت میں ایسے ایک سو درجے ہیں۔ بلند درجوں والے علیین کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم کسی چمکتے ستارے کو آسمان کی اونچائی پر دیکھتے ہو۔ [1] پس آخرت درجوں اور فضیلتوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہے' طبرانی میں ہے جو بندہ دنیا میں جو درجہ چڑھنا چاہے گا اور اپنی خواہش میں کامیاب ہو جائے گا وہ آخرت کا درجہ گھٹا دے گا جو اس سے بہت بڑا ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ [2]

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع ۲ ۲/۲

اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخرش تو برے حالوں' بے کس ہو کر بیٹھ رہے ○

فاقے سے بچنے کے لیے شرک سے بچنے کی تلقین: یہ خطاب ہر ایک مکلّف سے ہے۔ آپ کی تمام امت کو حق تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اللہ کی مدد ہٹ جائے گی۔ جس کی عبادت کرو گے اسی کے سپرد کر دیئے جاؤ گے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں وہ واحد لاشریک ہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جسے فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اسے بند کروانا چاہے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو اللہ سے اس کی بابت دعا کرے اللہ اس کے پاس تونگری بھیج دے گا یا تو جلدی یا دیر سے۔ [3] یہ حدیث ابوداؤد طیالسی میں ہے۔ ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ما جآء فی صفة الجنة و انها مخلوقة (۳۲۵۶) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف (۲۸۳۱)]

[2] [ضعیف : طبرانی کبیر (۶۱۰۱) ابو نعیم فی الحلیة (۲۰۴/۴) مجمع الزوائد (۱۱۱۲۴)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابوصباح عبدالغفور راوی متروک ہے۔]

[3] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الزکاة : باب فی الاستعاف (۱۶۴۵) ترمذی : کتاب الزهد : باب ما جآء فی الهم فی الدنیا (۲۳۲۶) مسند احمد (۴۰۷/۱) مسند ابو یعلی (۵۳۱۸) مستدرك حاکم (۴۰۸/۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾

تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرنا' اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے ہوں تک نہ کہنا نہ ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا○ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر ایسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے○

حقوق والدین کا تذکرہ: یہاں ﴿قَضٰی﴾ معنی میں حکم فرمانے کے ہے تاکیدی حکم الٰہی جو کبھی ٹلنے والا نہیں یہی ہے کہ عبادت اللہ ہی کی ہو اور والدین کی اطاعت میں ہمیشہ فرق نہ آئے۔ ابی بن کعب' ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ کی قراءت میں ﴿قَضٰی﴾ کے بدل ﴿وَصّٰی﴾ ہے۔ یہ دونوں حکم ایک ساتھ جیسے یہاں ہیں ایسے ہی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَنِ اشْكُرْلِيْ وَلِوَالِدَيْكَ﴾ [1] کوئی بری بات زبان سے نکالنا یہاں تک کہ ان کے سامنے ہوں بھی نہ کرنا' نہ کوئی ایسا کام کرنا جو انہیں برا معلوم ہو' اپنا ہاتھ ان کی طرف بے ادبی سے نہ بڑھانا' بلکہ ادب' عزت اور احترام کے ساتھ ان سے بات چیت کرنا' نرمی اور تہذیب سے گفتگو کرنا' ان کی رضامندی کے کام کرنا' دکھ نہ دینا' ستانا نہیں' ان کے سامنے تواضع' عاجزی' فروتنی اور خاکساری سے رہنا ان کے لئے بڑھاپے میں ان کے انتقال کے بعد دعائیں کرتے رہنا۔ خصوصاً یہ دعا کہ اے اللہ ان پر رحم کر جیسے رحم سے انہوں نے میرے بچپن کے زمانے میں میری پرورش کی۔ ہاں ایمانداروں کو کافروں کے لئے دعا کرنا منع ہوگئی ہے گو وہ باپ ہی کیوں نہ ہوں؟ ماں باپ سے سلوک واحسان کے احکام کی حدیثیں بہت سی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین دفعہ آمین کہی' جب آپ سے وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا اے نبی ﷺ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو' جس کے پاس تیرا ذکر ہوا اور اس نے تجھ پر درود بھی نہ پڑھا ہو۔ کہئے آمین چنانچہ میں نے آمین کہی۔ پھر فرمایا اس شخص کی ناک بھی اللہ تعالیٰ خاک آلود کرے جس کی زندگی میں ماہ رمضان آیا اور چلا بھی گیا اور اس کی بخشش نہ ہوئی۔ آمین کہئے چنانچہ میں نے اس پر بھی آمین کہی۔ پھر فرمایا اللہ اسے بھی برباد کرے۔ جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو پالیا اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ پہنچ سکا کہئے آمین میں نے کہا آمین۔ [2] مسند احمد کی حدیث میں ہے جس نے کسی مسلمان ماں باپ

---

[1] [سورۃ لقمان: آیت ١٤]

[2] [صحیح :ترمذی : کتاب الدعوات : باب قول رسول اللہ رغم انف رجل (٣٥٤٥) الادب المفرد للبخاری (٦٤٦) صحیح ابن حبان (٩٠٧) مجمع الزوائد (١٦٦/١٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الادب المفرد (٥٠٠) المشکاۃ (٩٢٧)]

کے یتیم بچہ کو پالا اور کھلایا پلایا یہاں تک کہ وہ بے نیاز ہو گیا اس کے لئے یقیناً جنت واجب ہے اور جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ اسے جہنم سے آزاد کرے گا اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم سے آزاد ہو گا۔ (۱) اس حدیث کی ایک سند میں ہے جس نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پالیا پھر بھی دوزخ میں گیا اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے۔ (۲)

مسند احمد کی ایک روایت میں یہ چیزیں ایک ساتھ بیان ہوئی ہیں یعنی گردن آزاد کرنا' خدمت والدین اور پرورش یتیم۔ (۳) ایک روایت میں ماں باپ کی نسبت یہ بھی ہے کہ اللہ اسے دور کرے اور اسے برباد کرے الخ' (۴) ایک روایت میں تین مرتبہ اس کے لئے یہ بددعا ہے۔ (۵) ایک روایت میں حضور ﷺ کا نام سن کر درود نہ پڑھنے والے اور ماہ رمضان میں بخشش الٰہی سے محروم رہ جانے والے اور ماں باپ کی خدمت اور رضامندی سے جنت میں نہ پہنچنے والے کے لئے خود حضور ﷺ کا یہ بددعا کرنا منقول ہے۔ (۶) ایک انصاری نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میں اپنے ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ میں کوئی سلوک کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں چار سلوک (۱) ان کے جنازے کی نماز (۲) ان کے لئے دعا و استغفار (۳) ان کے وعدوں کو پورا کرنا۔ (۴) ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو صرف ان کی وجہ سے ہو۔ یہ ہے وہ سلوک جو ان کے موت کے بعد بھی تو ان کے ساتھ کر سکتا ہے (۷) (ابوداؤد' ابن ماجہ)

ایک شخص نے آکر حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں جہاد کے ارادے سے آپ کی خدمت میں خوشخبری لے کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں فرمایا اسی کی خدمت میں لگا رہ۔ جنت اسی

---

(۱) [صحیح بالشواهد: مسند احمد (۲۹/۵)]

(۲) [حسن بالشواهد: مسنداحمد (۲۹/۵)]

(۳) [صحیح لغیره: مسند احمد (۳۴۴/۴) طبرانی کبیر (۶۷۰) مجمع الزوائد (۱۳۹/۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۹۰۲۵)]

(۴) [صحیح لغیره: مسند احمد (۳۴۴/۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۹۰۳۰)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

(۵) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب رغم من ادرك ابو يه او احدهما عند الكبر (۲۵۵۱)]

(۶) [صحیح: ترمذی: کتاب الدعوات: باب قول رسول الله رغم انف رجل (۳۵۴۵) مسند احمد (۲۵۴/۲) مستدرك حاكم (۵۴۹/۱) صحيح ابن حبان (۹۰۸)] شیخ البانیؒ نے سے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی، المشكاة (۹۲۷)]

(۷) [ضعیف: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی برالوالدین (۵۱۴۲) ابن ماجه: كتاب الادب: باب صل من كان ابوك يصل (۳۶۶۴) الادب المفرد للبخاری (۳۵) وفی التاریخ الکبیر (۲۸۶/۶) مسند احمد (۴۹۸/۳) صحيح ابن حبان (۴۱۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود] اس کی سند میں علی بن عبید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

کے پیروں کے پاس ہے۔ دوبارہ سہ بارہ میں نے مختلف مواقع پر یہی بات دہرائی اور یہی جواب حضور ﷺ نے بھی دہرایا (نسائی' ابن ماجہ وغیرہ) [1] فرماتے ہیں اللہ تمہیں تمہارے باپوں کی نسبت وصیت فرماتا ہے اللہ تمہیں تمہاری ماؤں کی نسبت وصیت فرماتا ہے۔ پچھلے جملے کو تین بار فرما کر فرمایا اللہ تمہیں تمہارے قرابت داروں کی بابت وصیت کرتا ہے' سب سے زیادہ نزدیک والا پھر اس کے پاس والا (ابن ماجہ' مسند احمد وغیرہ) [2] فرماتے ہیں دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اپنے ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے اور اپنی بہن سے اور بھائی سے پھر جو اس کے بعد ہو اسی طرح درجہ بدرجہ۔ [3] (مسند احمد) بزار کی مسند میں ضعیف سند سے مروی ہے کہ ایک صاحب اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے طواف کر رہے تھے' حضور ﷺ سے دریافت کرنے لگے کہ اب تو میں نے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا ایک شمہ بھی نہیں۔ [4] واللہ اعلم

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝۲۵

جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے' اگر تم نیک ہو تو وہ تو رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے ○

رجوع کرنے والوں کی بخشش: اس سے مراد وہ لوگ ہیں' جن سے جلدی میں اپنے ماں باپ کے ساتھ کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے جسے وہ اپنے نزدیک عیب کی اور گناہ کی بات نہیں سمجھتے چونکہ ان کی نیت بخیر ہوتی ہے' اس لئے اللہ ان پر رحمت کرتا ہے جو ماں باپ کا فرمانبردار ہو اس کی خطائیں اللہ کے ہاں معاف ہیں۔ کہتے ہیں کہ ﴿اَوَّابِیْنَ﴾ وہ لوگ ہیں جو مغرب عشاء کے درمیان نوافل پڑھیں۔ بعض کہتے ہیں جو ضحیٰ کی نماز ادا کرتے رہیں جو ہر گناہ کے بعد توبہ کر لیا کریں۔ جو جلدی سے بھلائی کی طرف لوٹ آیا کریں۔ تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے خلوص دل سے استغفار کر لیا کریں۔ عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں جو برابر ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ دعا پڑھ لیا کریں۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا اَصَبْتُ فِیْ مَجْلِسِیْ هٰذَا﴾ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اولیٰ قول یہ ہے کہ جو گناہ سے توبہ کر لیا کریں۔ معصیت سے طاعت کی طرف آ جایا کریں۔ اللہ کی ناپسندیدگی کے کاموں کو ترک کر کے اس کی رضامندی اور پسندیدگی کے کام کرنے لگیں۔ یہی قول بہت ٹھیک ہے کیونکہ لفظ اواب مشتق ہے

---

[1] [صحیح : نسائی : کتاب الجھاد : باب الرخصة فی التخلف لمن له والدة (۳۱۰۶) ابن ماجه : کتاب الجھاد : باب الرجل یغزو وله ابوان (۲۷۸۱) مستدرك حاکم (۱۰۴/۲) مسند احمد (۴۲۹/۳)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه ، ارواء الغلیل (۱۱۹۹)]

[2] [حسن : ابن ماجه : کتاب الادب : باب برالوالدین (۳۶۶۱) الادب المفرد للبخاری (۶۰) مستدرك حاکم (۱۵۱/۴) مسند احمد (۱۳۱/۴)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

[3] [صحیح :مسند احمد (۶۴/۴) مجمع الزوائد (۹۸/۳)] امام ہیثمی ؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔]

[4] [ضعیف : طبرانی صغیر (۲۵۵) بزار (۱۷۷۷) مجمع الزوائد (۱۳۷/۸)] اس کی سند میں حسن بن ابی جعفر راوی ضعیف ہے۔]

اوب سے اوراس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں جیسے عرب کہتے ہیں ''اب فلان'' اور جیسے قرآن میں ہے ﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ﴾ [1] ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ جب سفر سے لوٹتے تو فرماتے ﴿آئِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ﴾ لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادتیں کرنے والے اپنے رب کی ہی تعریفیں کرنے والے۔ [2]

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾

رشتے داروں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو○ بے جا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں' اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے○ اور اگر تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے' اپنے رب کی اس رحمت کی جستجو میں جس کی تو امید رکھتا ہے تو بھی تجھے چاہئے کہ عمدگی اور نرمی سے انہیں سمجھا دے○

قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید: ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کا حکم دے کر اب قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ حدیث میں ہے اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے پھر جو زیادہ قریب ہو اور جو زیادہ قریب ہو' [3] اور حدیث میں ہے جو اپنے رزق کی اور اپنی عمر کی ترقی چاہتا ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔ [4] بزار میں ہے اس آیت کے اترتے ہی رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ [5] اس حدیث کی سند صحیح نہیں۔ اور واقعہ بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ یہ آیت مکی ہے اور اس وقت تک باغ فدک حضور ﷺ کے قبضے میں نہ تھا۔ ۷ھ میں خیبر فتح ہوا تب باغ فدک آپ کے قبضے میں آیا پس یہ واقعہ اس پر پورا نہیں اترتا۔ مساکین اور مسافرین کی پوری تفسیر سورۂ براءت میں گزر چکی ہے یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں خرچ کا حکم کر کے پھر اسراف سے منع فرماتا ہے نہ تو انسان کو بخیل ہونا چاہئے نہ مسرف بلکہ

---

[1] [سورة الغاشية: آیت ۲۵]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب العمرة : باب ما يقول اذاء رجع من الحج او العمرة أو الغزو (۱۷۹۷) و کتاب الدعوات : باب الدعاء اذا اراد سفرا اور رجع (۶۳۸۵) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب ما يقول اذا رجع من سفر الحج وغيره (۱۳۴۴) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی التكبير على كل شرف فی المسير (۲۷۷۰) مسند احمد (۶۳/۲)]

[3] [**صحیح**: مسند احمد (۶۴/۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية]

[4] [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب الادب : باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم (۵۹۸۶) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها (۲۵۵۷) مسند احمد (۲۲۹/۳)]

[5] [**ضعیف**: مسند ابو يعلى (۱۰۷۵) بزار (۱۴۷۶) مجمع الزوائد (۱۱۱۲۵)] اس کی سند میں عطیہ عوفی، ابو یحییٰ تیمی اور حمید بن حماد راوی ضعیف ہے۔]

درمیانہ درجہ رکھے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا﴾ [1] الخ، یعنی ایماندار اپنے خرچ میں نہ تو حد سے گزرتے ہیں نہ بالکل ہاتھ روک لیتے ہیں۔

خرچ کا حکم کر کے پھر اسراف کی برائی بیان فرماتا ہے کہ ایسے لوگ شیطان جیسے ہیں۔ تبذیر کہتے ہیں غیر حق میں خرچ کرنے کو۔ اپنا کل مال بھی اگر راہ اللہ دے دے تو یہ تبذیر و اسراف نہیں اور غیر حق میں تھوڑا سا بھی دے تو مبذر ہے۔ بنو تمیم کے ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں مالدار آدمی ہوں اور اہل و عیال کنبے قبیلے والا ہوں مجھے بتائیں کہ میں کیا روش اختیار کروں؟ آپ نے فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ الگ کر اس سے تو پاک ہو جائے گا۔ اپنے رشتے داروں سے سلوک کر سائل کا حق پہنچاتا رہ اور پڑوسی اور مسکین کا بھی۔ اس نے کہا حضور ﷺ اور تھوڑے الفاظ میں پوری بات سمجھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا قرابت داروں' مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کر اور بے جا خرچ نہ کر۔ اس نے کہا ﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ﴾ اچھا حضور ﷺ جب میں آپ کے قاصد کو زکوٰۃ ادا کر دوں تو اللہ و رسول کے نزدیک میں بری ہو گیا؟ آپ نے فرمایا ہاں جب تو نے میرے قاصد کو دے دیا تو تو بری ہو گیا اور تیرے لئے جو اجر ثابت ہو گیا۔ اب جو اسے بدل ڈالے اس کا گناہ اس کے ذمے ہے۔ [2] یہاں فرمان ہے کہ اسراف اور بیوقوفی اور اللہ کی اطاعت کے ترک اور نافرمانی کے ارتکاب کی وجہ سے مسرف لوگ شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں۔ شیطان میں یہی بد خصلت ہے کہ وہ رب کی نعمتوں کا شکر' اس کی اطاعت کا تارک' اسی کی نافرمانی اور مخالفت کا عامل ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان قرابت داروں' مسکینوں' مسافروں میں سے کوئی کبھی تجھ سے سوال کر بیٹھے اور اس وقت تیرے ہاتھ تلے کچھ نہ ہو اور اس وجہ سے تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے تو بھی جواب نرم دے کہ بھائی جب اللہ ہمیں دے گا ان شاء اللہ ہم آپ کے حق نہ بھولیں گے وغیرہ۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾
اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾ ع

اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دیا کر کہ پھر ملامت کیا ہوا اور پچھتاتا ہوا بیٹھ جائے ○ یقیناً تیرا رب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی' یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے ○

میانہ روی میں ہی خیر: حکم ہو رہا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی میانہ روش رکھو نہ بخیل بنو نہ مسرف۔ ہاتھ گردن سے نہ باندھ لو یعنی بخیل نہ بنو کہ کسی کو نہ دو۔ یہودیوں نے بھی اسی محاورے کو استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ کے ہاتھ

---

[1] [سورۃ الفرقان : آیت ٦٧]

[2] [صحیح : مسند احمد (١٣٦/٣) طبرانی اوسط (٨٧٩٧) مستدرک حاکم (٣٦١/٢) مجمع الزوائد (٦٣/٣)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٢٣٩٤)]

بندھے ہوئے ہیں۔ (۱) ان پر اللہ کی لعنتیں نازل ہوں کہ یہ اللہ کو بخیل کی طرف منسوب کرتے تھے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کریم ووہاب پاک اور بہت دور ہے۔ پس بخل سے منع کر کے پھر اسراف سے روکتا ہے کہ اتنا کھل نہ کھولو کہ اپنی طاقت سے زیادہ دے ڈالو پھر ان دونوں حکموں کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بخیلی سے تو ملامتی بن جاؤ گے ہر ایک کی انگلی اٹھے گی کہ یہ بڑا بخیل ہے ہر ایک دور ہو جائے گا کہ یہ محض بے فیض آدمی ہے۔ جیسے زہیر نے اپنے معلقہ میں کہا ہے

وَمَنْ كَانَ ذَا مَالٍ فَيَبْنَحِلُ بِمَالِهٖ عَلٰى قَوْمِهٖ يُسْتَغْنَ عَنْهُ وَيُذْمَمَ

یعنی مالدار ہو کر بخیلی کرے لوگ اس سے بے نیاز ہو کر اس کی برائی کرتے ہیں۔ پس بخیلی کی وجہ سے انسان برا بن جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے ہر ایک اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور جو حد سے زیادہ خرچ کر گزرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے ہاتھ میں کچھ نہیں رہتا۔ ضعیف اور عاجز ہو جاتا ہے جیسے کوئی جانور چلتے چلتے تھک جائے اور راستے میں اڑ جائے لفظ ((حَسِيْرٌ)) سورۂ تبارک میں بھی آیا ہے۔ (۲) پس یہ بطور لف ونشر کے ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے بخیل اور سخی کی مثال ان دو شخصوں جیسی ہے جن پر دو لوہے کے جبے ہوں' سینے سے گلے تک' سخی تو جوں جوں خرچ کرتا ہے اس کی کڑیاں ڈھیلی ہو جاتی ہیں اور اس کے ہاتھ کھلتے جاتے ہیں اور وہ جبہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی پوریوں تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے اثر کو مٹاتا ہے اور بخیل جب کبھی خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے جبے کی کڑیاں اور سمٹ جاتی ہیں وہ ہر چند اسے وسیع کرنا چاہتا ہے لیکن اس میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ (۳) بخاری ومسلم میں ہے کہ آپ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے فرمایا اللہ کی راہ میں خرچ کرتی رہ جمع نہ رکھا کر' ورنہ اللہ بھی روک لے گا بند باندھ کر روک نہ لیا کر ورنہ پھر اللہ بھی رزق کا منہ بند کر لے گا۔ (۴) ایک اور روایت میں ہے شمار کر کے نہ رکھا کر ورنہ اللہ تعالیٰ بھی گنتی کر کے روک لے گا۔ (۵) صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو اللہ کی راہ میں خرچ کیا کر' اللہ تعالیٰ تجھے دیتا رہے گا۔ (۶) بخاری ومسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر صبح دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ایک دعا کرتا ہے اے اللہ سخی کو بدلہ دے اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ بخیل کا مال تلف کر۔ (۷) مسلم شریف میں ہے صدقے خیرات سے کسی کا مال نہیں گھٹتا اور ہر سخاوت

---

(۱) [سورة المائدة: آیت ٦٤] (۲) [سورة الملك: آیت ٤]

(۳) [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الزكاة: باب مثل البخيل والمتصدق (١٤٤٣) صحيح مسلم: كتاب الزكاة: باب مثل المنفق والبخيل (١٠٢١)]

(۴) [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الزكاة: باب التحريض على الصدقة والشفاعة فيها (١٤٣٣)]

(۵) [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الهبه: باب هبة المرأة لغير زوجها (٢٥٩١) صحيح مسلم: كتاب الزكاة: باب الحث على الانفاق وكراهة الاحصاء (١٠٢٩) مسند احمد (٦/٣٤٥)]

(۶) [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الزكاة: باب الحث على النفقة (٩٩٣)]

(۷) [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الزكاة: باب قول الله تعالى فاما من اعطىٰ واتقىٰ وصدق بالحسنىٰ (١٤٤٢) صحيح مسلم: كتاب الزكاة: باب فى المنفق والممسك (١٠١٠)]

کرنے والے کو اللہ ذی عزت کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم کی وجہ سے دوسروں سے عاجزانہ برتاؤ کرے اللہ اسے بلند درجے کا کر دیتا ہے۔ [1]

ایک اور حدیث میں ہے طمع سے بچو اس نے تم سے اگلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ طمع کا پہلا حکم یہ ہوتا ہے کہ بخیلی کرو انہوں نے بخیلی کی پھر اس نے انہیں صلہ رحمی توڑنے کو کہا انہوں نے یہ بھی کیا پھر فسق و فجور کا حکم دیا یہ اس پر بھی کاربند ہوئے۔ [2] بیہقی میں ہے جب انسان خیرات کرتا ہے ستر شیطانوں کے جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں۔ [3] مسند کی حدیث میں ہے درمیانہ خرچ رکھنے والا کبھی فقیر نہیں ہوتا۔ [4]

پھر فرماتا ہے کہ رزق دینے والا' کشادگی کرنے والا' تنگی میں ڈالنے والا' اپنی مخلوق میں اپنی حسب منشا ہیر پھیر کرنے والا' جسے چاہے غنی اور جسے چاہے فقیر کرنے والا' اللہ ہی ہے۔ ہر بات میں اس کی حکمت ہے' وہی اپنی حکمتوں کا علیم ہے' وہ خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ مستحق امارت کون ہے اور مستحق فقیری کون ہے؟ حدیث قدسی میں ہے میرے بعض بندے وہ ہیں کہ فقیری ہی کے قابل ہیں اگر میں انہیں امیر بنا دوں تو ان کا دین تباہ ہو جائے اور میرے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو امیری کے لائق ہیں اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو ان کا دین بگڑ جائے۔ [5] ہاں یہ یاد رہے کہ بعض لوگوں کے حق میں امیری اللہ کی طرف سے ڈھیل کے طور پر ہوتی ہے اور بعض کے لئے فقیری بطور عذاب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں سے بچائے۔ (آمین)

---

[1] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب استحباب العفو والتواضع (۲۵۸۸) ترمذی : کتاب البر والصلة: باب ماجاء فی التواضع (۲۰۲۹) مسند احمد (۲/۲۳۵)]

[2] [صحیح :ابو داؤد : کتاب الزکاة : باب فی الشح (۱۶۹۸) صحیح ابن حبان (۵۱۷۶) بیهقی فی السنن الکبری (۱۰/۲۴۳) مسند احمد (۲/۱۹۵) مستدرك حاکم (۱/۱۱)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح :مسند احمد (۵/۳۵۰) صحیح ابن خزیمة (۲۴۵۷) بیهقی فی السنن الکبری (۴/۱۸۷) مستدرك حاکم (۱/۴۱۷) طبرانی اوسط (۱۰۳۴)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[السلسلة الصحیحة (۱۲۶۸)]

[4] [ضعیف :مسند احمد (۱/۴۴۷) بیهقی فی شعیب الایمان (۶۵۶۹) طبرانی کبیر (۱۰۱۱۸) ابن ابی شیبة (۱۳۰۱/۴) مجمع الزوائد (۱۰/۲۵۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۴۲۶۹)] اس کی سند میں ابراہیم ہجری راوی ضعیف ہے۔[مزید دیکھئے: أسنی المطالب (ص : ۲۴۸) المغنی عن حمل الاسفار (۲/۸۹۶) المقاصد الحسنة (ص : ۱۳۳) تخریج احادیث الاحیاء (۳۲۵۶) ذخیرة الحفاظ (۴۸۳۵) کشف الخفاء (۱/۱۵۸) الضعیفة (۴۴۵۹) ضعیف الجامع (۵۱۰۱)]

[5] [ضعیف :تفسیر بغوی (۱۸۷۷)] اس کی سند میں حسن بن یحییٰ اور صدقہ بن عبداللہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔ امام ہیثمیؒ نے اس کی سند میں ایک جماعت کو مجہول کہا ہے۔[مجمع الزوائد (۱۰/۲۷۰)]

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾

مفلسی کے خوف سے اپنی اولادوں کو نہ مار ڈالا کرو، ان کو اور تم کو ہم ہی روزیاں دیتے ہیں یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے ○

افلاس کے ڈر سے اولاد کے قتل کی حرمت: دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہ نسبت ان کے ماں باپ کے بھی زیادہ مہربان ہے۔ ایک طرف ماں باپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنا مال اپنے بچوں کو بطور ورثے کے دو اور دوسری جانب فرماتا ہے کہ انہیں مار نہ ڈالا کرو۔ جاہلیت کے لوگ نہ تو لڑکیوں کو ورثہ دیتے تھے نہ ان کا زندہ رکھنا پسند کرتے تھے بلکہ دختر کشی ان کی قوم کا ایک عام رواج تھا۔ قرآن اس بدانجام رواج کی تردید کرتا ہے کہ یہ خیال کس قدر بودا ہے کہ انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ کسی کی روزی کسی کے ذمہ نہیں سب کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سورۂ انعام میں فرمایا ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ﴾ [1] فقیری اور تنگ دستی کے خوف سے اپنی اولاد کی جان نہ لیا کرو۔ تمہیں اور انہیں روزیاں دینے والے ہم ہیں۔ ان کا قتل جرم عظیم اور گناہ کبیرہ ہے۔ خطا کی دوسری قراءت خطا ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیں گے۔ میں نے کہا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی پڑوسن سے زنا کاری کرے۔ [2]

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿٣٢﴾

خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے ○

کبیرہ گناہوں کے قریب بھی نہ جاؤ: زنا کاری اور اس کے اردگرد کی تمام سیاہ کاریوں سے قرآن روک رہا ہے زنا کو شریعت نے کبیرہ اور بہت سخت گناہ بتایا ہے وہ بدترین طریقہ اور نہایت بری راہ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک نوجوان نے زنا کاری کی اجازت چاہی لوگ اس پر جھک پڑے کہ چپ رہ کیا کر رہا ہے کیا کہہ رہا ہے۔ آپ نے اسے اپنے قریب بلا کر فرمایا بیٹھ جا جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کیا تو اس کام کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ پر اللہ فدا کرے ہر گز نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر سوچ لے کہ کوئی اور کیسے پسند کرے گا؟ آپ نے فرمایا اچھا تو اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے اسی طرح تاکید سے انکار کیا۔ آپ

---

[1] [سورة الانعام: آيت ١٥١]

[2] [صحيح: صحيح بخارى: كتاب التوحيد: باب قول الله تعالى فلا تجعلوا لله اندادا (٧٥٢٠) صحيح مسلم: كتاب الايمان: بيان كون اشرك اقبح الذنوب (٨٦)]

نے فرمایا ٹھیک اسی طرح کوئی بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لئے پسند نہیں کرتا اچھا اپنی بہن کے لئے اسے تو پسند کرے گا؟ اس نے اسی طرح انکار کیا آپ نے فرمایا اسی طرح دوسرے بھی اپنی بہنوں کے لئے اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ بتا تو چاہے گا کہ کوئی تیری پھوپھی سے ایسا کرے؟ اس نے سختی سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا اسی طرح کوئی اور بھی اسے اپنی پھوپھی کے لئے نہ چاہے گا اچھا اپنی خالہ کے لئے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں فرمایا اسی طرح اور سب لوگ بھی۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر دعا کی الٰہی اس کے گناہ بخش اس کے دل کو پاک کر اسے عصمت والا بنا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ یہ تو جوان کسی کی طرف نظر بھی نہ اٹھاتا۔ ① ابن ابی الدنیا میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں شرک کے بعد کوئی گناہ زنا کاری سے بڑھ کر نہیں کہ آدمی اپنا نطفہ کسی ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں۔ ②

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴿٣٣﴾

اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارثوں کو غلبہ اور طاقت دے رکھی ہے پس اسے چاہئے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد کیا گیا ہے○

ناحق قتل حرام: بغیر حق شرعی کے کسی کو قتل کرنا حرام ہے۔ بخاری مسلم میں ہے جو مسلمان اللہ کے واحد ہونے کی اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہو اس کا قتل تین باتوں کے سوا حلال نہیں۔ یا تو اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا شادی شدہ ہو اور پھر زنا کیا ہو یا دین کو چھوڑ کر جماعت کو چھوڑ دیا ہو۔ ③ سنن میں ہے ساری دنیا کا فنا ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مومن کے قتل سے زیادہ آسان ہے۔ ④ اگر کوئی شخص ناحق دوسرے کے ہاتھوں قتل کیا گیا ہے تو

---

① [صحیح: مسند احمد (۲۵۷/۵) مجمع الزوائد (۱۲۹/۱)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

② [اسنادہ مرسل ضعیف: الدر المنثور للسیوطی (۳۲۵/٤) ابن الجوزی فی ذم الهوی (ص : ۱۹۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (۱۵۸۰)] اس کی سند میں بقیہ راوی مدلس ہے اور وہ عن سے بیان کر رہا ہے ، اسی طرح ابو بکر بن ابی مریم بھی ضعیف ہے۔]

③ [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الدیات : باب قول الله تعالى ان النفس بالنفس (۶۸۷۸) صحیح مسلم : کتاب القسامة : باب ما يباح به دم المسلم (۱۶۷۶) ابن ماجه : کتاب الحدود : باب لا يحل دم امرئ مسلم الا فی ثلاث (۲۵۳٤) ترمذی : کتاب الدیات : باب ما جاء لا يحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث (۱٤۰۲) ابو داؤد : کتاب الحدود : باب الحكم فيمن ارتد (٤۳۵۲) نسائی : کتاب التحريم : باب ذكر ما يحل به دم المسلم (٤۰۲۱)]

④ [صحیح: ترمذی : کتاب الدیات : باب ماجاء فی تشدید قتل المؤمن (۱۳۹۵) نسائی : کتاب التحريم : باب تعظيم الدم (۳۹۹۲) وفى السنن الكبرى (۳٤٤۸) بیهقی فی السنن الكبرى (۲۲/۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

اس کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے قاتل پر غالب کر دیا ہے۔ اسے قصاص لینے اور دیت لینے اور بالکل معاف کر دینے میں سے ایک کا اختیار ہے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کے عموم سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت پر استدلال کیا ہے کہ وہ بادشاہ بن جائیں گے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی مظلومی کے ساتھ شہید کئے گئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طلب کرتے تھے کہ ان سے قصاص لیں اس لئے کہ یہ بھی اموی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اموی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں ذرا ڈھیل کر رہے تھے۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مطالبہ یہ تھا کہ ملک شام ان کے سپرد کر دیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تاوقتیکہ آپ قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو نہ دیں میں ملک شام کو آپ کی زیر حکومت نہ کروں گا چنانچہ آپ نے مع کل اہل شام کے بیعت سے انکار کر دیا۔ اس جھگڑے نے طول پکڑا اور حضرت معاویہ شام کے حکمران بن گئے۔ معجم طبرانی میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کی گفتگو میں ایک دفعہ فرمایا کہ آج میں تمہیں ایک بات سناتا ہوں نہ تو وہ ایسی پوشیدہ ہے، نہ ایسی علانیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا، اس وقت میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ یکسوئی اختیار کر لیں، واللہ! اگر آپ کسی پتھر میں بھی چھپے ہوئے ہوں گے تو نکال لئے جائیں گے لیکن انہوں نے میری نہ مانی۔ اب ایک اور سنو اللہ کی قسم معاویہ رضی اللہ عنہ تم پر بادشاہ ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے، جو مظلوم مار ڈالا جائے، ہم اس کے وارثوں کو غلبہ اور طاقت دیتے ہیں۔ پھر انہیں قتل کے بدلے قتل میں حد سے نہ گزرنا چاہئے الخ۔ سنو یہ قریشی تو تمہیں فارس و روم کے طریقوں پر آمادہ کر دیں گے اور سنو تم پر نصاریٰ اور یہود اور مجوسی کھڑے ہو جائیں گے اس وقت جس نے معروف کو تھام لیا اس نے نجات پالی اور جس نے چھوڑ دیا اور افسوس کہ تم چھوڑنے والوں میں سے ہی ہو تو مثل ایک زمانے والوں کے ہو گئے وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہو گئے۔ [1] اب فرمایا ولی کو قتل کے بدلے میں حد سے نہ گزر جانا چاہئے کہ وہ قتل کے ساتھ مثلہ کرے۔ کان، ناک، کاٹے یا قاتل کے سوا اور سے بدلہ لے۔ ولی مقتول شریعت، غلبے اور مقدرت کے لحاظ سے ہر طرح مدد کیا گیا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾

یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ بجز اس طریقے کے جو بہت ہی بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے اور وعدے پورے کیا کرو، کیونکہ قول و قرار کی باز پرس ہونے والی ہے○ اور جب ناپنے لگو تو بھرپور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو

---

[1] [طبرانی کبیر (۳۲۰/۱۰)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ راویوں کو میں نہیں جانتا۔ [مجمع الزوائد (۲۳۹/۷)]

سے تولا کرو، یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے ○

بری نیت سے مال یتیم کے قریب بھی نہ جاؤ: یتیم کے مال میں بدنیتی سے ہیر پھیر نہ کرو، ان کے مال ان کی بلوغت سے پہلے صاف کر ڈالنے کے ناپاک ارادوں سے بچو۔ جس کی پرورش میں یہ یتیم بچے ہوں اگر وہ خود مالدار ہے تب تو اسے ان یتیموں کے مال سے بالکل الگ رہنا چاہئے اور اگر فقیر محتاج ہے تو خیر بقدر معروف کھالے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے حضور ﷺ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں تو تجھے بہت کمزور دیکھ رہا ہوں اور تیرے لئے وہی پسند فرماتا ہوں، جو خود اپنے لئے چاہتا ہوں۔ خبردار کبھی دو شخصوں کا والی نہ بننا اور نہ کبھی یتیم کے مال کا متولی بننا۔ [1] پھر فرماتا ہے وعدہ وفائی کیا کرو جو وعدے وعید، جو لین دین ہو جائے اس کی پاسبانی کرو اس کی بابت قیامت کے دن جواب دہی ہوگی۔

ناپ پیمانہ پورا پورا بھر کر دیا کرو لوگوں کو ان کی چیز گھٹا کر نہ دو۔ ﴿قِسْطَاس﴾ کی دوسری قراءت ﴿قُسْطَاس﴾ بھی ہے پھر حکم ہوتا ہے بغیر پاسنگ کی صحیح وزن بتانے والی سیدھی ترازو سے بغیر ڈنڈی مارے تولا کرو، دونوں جہاں میں تم سب کے لئے یہی بہتری ہے دنیا میں بھی یہ تمہارے لین دین کی رونق ہے اور آخرت میں بھی یہ تمہارے چھٹکارے کی دلیل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اے تاجرو! تمہیں ان دو چیزوں کو سونپا گیا ہے جن کی وجہ سے تم سے پہلے کے لوگ برباد ہو گئے یعنی ناپ تول۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں جو شخص کسی حرام پر قدرت رکھتے ہوئے صرف خوف اللہ سے اسے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں اسے اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔ [2]

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۶

جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ، کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے ○

تحقیق کے بغیر بات نہ کرنا: یعنی جس بات کا علم نہ ہو اس میں زبان نہ ہلاؤ۔ بغیر علم کے کسی کی عیب جوئی اور بہتان بازی نہ کرو۔ جھوٹی شہادتیں نہ دیتے پھرو۔ بن دیکھے نہ کہہ دیا کرو کہ میں نے دیکھا، نہ بے سنے سننا بیان کرو، نہ بے علمی پر اپنا جاننا بیان کرو۔ کیونکہ ان تمام باتوں کی جواب دہی اللہ کے پاس ہوگی۔ غرض وہم و خیال اور گمان کے طور پر کچھ کہنا منع ہو رہا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ﴾ [3] الخ، کہ زیادہ گمان سے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ (۱۸۲۶) نسائی: کتاب الوصایا: باب النھی عن الولایۃ علی مال الیتیم (۳۶۹۷) ابوداؤد: کتاب الوصایا: باب ما جآء فی الدخول فی الوصایا (۲۸۶۸)]

[2] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۳۰۶)]

[3] [سورۃ الحجرات: آیت ۱۲]

بچو، بعض گمان گناہ ہیں۔

حدیث میں ہے گمان سے بچو، گمان بدترین جھوٹی بات ہے۔ [1] ابوداؤد کی حدیث میں ہے انسان کا یہ تکیہ کلام بہت ہی برا ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ [2] اور حدیث میں ہے بدترین بہتان یہ ہے کہ انسان جھوٹ موٹ کوئی خواب گھڑ لے [3] اور صحیح حدیث میں ہے جو شخص ایسا خواب ازخود گھڑ لے قیامت کے دن اسے یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ دو جو کے درمیان گرہ لگائے اور یہ اس سے ہرگز نہیں ہونا۔ [4] قیامت کے دن آنکھ، کان، دل سب سے باز پرس ہوگی سب کو جواب دہی کرنی ہوگی۔ یہاں ﴿تِلْكَ﴾ کی جگہ ﴿أُولَـٰئِكَ﴾ کا استعمال ہے۔ عرب میں یہ استعمال برابر جاری ہے یہاں تک کہ شاعروں کے شعروں میں بھی۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿٣٧﴾
كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿٣٨﴾

زمین میں اکڑ کر نہ چلا کر، نہ تو تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔ ان سب کاموں کی برائی تیرے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے ○

تکبر کا کوئی فائدہ نہیں: اکڑ کر، اترا کر، تکبر کے ساتھ چلنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو منع فرماتا ہے یہ عادت سرکش اور مغرور لوگوں کی ہے۔ پھر اسے نیچا دکھانے کے لئے فرماتا ہے کہ کتنے ہی بلند سر ہو کر چلو لیکن پہاڑوں کی بلندی سے پست ہی رہو گے اور گو کیسے ہی کھٹ پٹ کرتے ہوئے پاؤں مار مار کر چلو لیکن زمین کو پھاڑنے سے رہے۔ بلکہ ایسے لوگوں کا حال برعکس ہوتا ہے کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص چادر جوڑے میں اتراتا ہوا چلا جا رہا تھا جو وہیں زمین میں دھنسا دیا گیا جو آج تک دھنستا ہوا چلا جا رہا ہے۔ [5] قرآن میں قارون کا قصہ موجود ہے کہ وہ مع اپنے محلات کے زمین دوز کر دیا گیا۔

ہاں تواضع، نرمی، فروتنی اور عاجزی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگ اسے جلیل القدر سمجھتے ہیں تکبر کرنے والا اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں وہ ذلیل وخوار ہوتا

---

[1] [صحیح صحیح بخاری : کتاب الادب : باب یا یھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن (٦٠٦٦) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الظن والتجسس (٢٥٦٣) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الظن (٤٩١٧) مسند احمد (٢/٤٦٥)]

[2] [صحیح ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی قول الرجل زعموا (٤٩٧٢) مسند احمد (٥/٤٠١) الادب المفرد (٧٦٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود ، السلسلة الصحیحه (٨٦٦)]

[3] [صحیح صحیح بخاری : کتاب التعبیر : باب من کذب فی حلمه (٧٠٤٣)]

[4] [صحیح صحیح بخاری : کتاب التعبیر : باب من کذب فی حلمه (٧٠٤٢)]

[5] [صحیح صحیح بخاری : کتاب اللباس : باب من جر ثوبه من الخیلاء (٥٧٨٩) صحیح مسلم : کتاب اللباس : باب تحریم التبختر فی المشی (٢٠٨٨) مسند احمد (٢/٣١٥)]

ہے یہاں تک کہ وہ اسے کتوں اور سوروں سے بھی زیادہ حقیر جانتے ہیں۔ [1] امام ابوبکر بن ابی الدنیا رحمہ اللہ اپنی کتاب الخمول والتواضع میں لائے ہیں کہ ابن الاہیم دربار منصور میں جا رہے تھے ریشمی جبہ پہنے ہوئے تھا اور پنڈلیوں کے اوپر سے اسے دہرا سلوایا ہوا تھا کہ نیچے سے قبا بھی دکھائی دیتی رہے اور اکڑتا اینڈتا جا رہا تھا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر فرمایا افوہ نک چڑھا' بل کھایا' رخساروں پھولا' اپنے ڈنٹر بازو دیکھتا' اپنے آپ کو تولتا' سمتوں کے ذکر وشکر کو بھولا' رب کے احکام کو چھوڑے ہوئے' اللہ کے حق کو توڑتا' دیوانوں کی چال چلتا' عضو عضو میں کسی کی دی ہوئی نعمت رکھتا' شیطانوں کی لعنت کا مارا ہوا دیکھو جا رہا ہے۔ ابن الاہیم نے سن لیا اور اسی وقت لوٹ آیا اور عذر معذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے کیا معذرت کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اور اسے ترک کر۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا ﴿وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً﴾ الخ۔ [2] عابد بختری رحمہ اللہ نے آل علی میں سے ایک شخص کو اکڑتے ہوئے چلتا دیکھ کر فرمایا اے شخص جس نے تجھے یہ اکرام دیا ہے اس کی روش ایسی نہ تھی۔ اس نے اسی وقت توبہ کر لی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ایسے شخص کو دیکھ کر فرمایا جو اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا کہ شیطان کے یہی بھائی ہوتے ہیں۔ حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگو! اکڑ اکڑ کر چلنا چھوڑ و اس لئے کہ انسان کے ہاتھ بھی اس کے باقی جسم میں سے ہیں۔

ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ جب میری امت غرور اور نظیر کی چال چلنے لگے گی اور فارسیوں اور رومیوں کو اپنی خدمت میں لگائے گی تو اللہ تعالیٰ ایک کو ایک پر مسلط کر دے گا۔ [3]

سیئہ کی دوسری قرات سیئہ ہے تو معنی یہ ہوئے کہ جن جن کاموں سے ہم نے تمہیں روکا ہے یہ سب کام نہایت برے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہیں۔ یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو سے لے کر اکڑ کر نہ چلو تک کے تمام کام۔ اور سیئہ کی قرات پر مطلب یہ ہے کہ ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ﴾ سے یہاں تک جو حکم احکام اور جو ممانعت اور روک بیان ہوئی اس میں جن برے کاموں کا ذکر ہے وہ سب اللہ کے نزدیک مکروہ کام ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہی توجیہ بیان فرمائی ہے۔

---

[1] [ضعیف جدا : اس روایت کا ابتدائی حصہ شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم (٢٦٥٩)] اور بقیہ حصہ ضعیف ہے۔ اس میں سعید بن سلام عطار راوی کذاب ہے۔ [مجمع الزوائد (١٣٦٧)]

[2] [بن ابی الدنیا فی التواضع و الخمول (٢٣٧)]

[3] [صحیح : طبرانی اوسط (١٣٢) بیهقی فی دلائل النبوة (٥٢٥/٦) ابن ابی الدنیا (٢٤٩) ترمذی : کتاب الفتن : باب متی یسلط شرار امتی علی ضیارها (٢٢٦١) العقیلی فی الضعفاء (١٦٢/٤) ابن عدی فی الکامل (٢٣٣٥/٦) بغوی فی شرح السنة (٤٢٠٠) ابن حبان فی صحیحه (٦٧١٦)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ [مجمع الزوائد (٢٤٠/١٠)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحة (٩٥٦)]

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

یہ بھی من جملہ اس وحی کے ہے جو تیری جانب تیرے رب نے حکمت سے اتاری ہے' تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنانا کہ ملامت خوردہ اور راندہ درگاہ ہو کر دوزخ میں ڈال دیا جائے ○

ذلیل و مذموم خصلتیں: یہ احکام ہم نے دیئے ہیں۔ سب بہترین اوصاف ہیں اور جن باتوں سے ہم نے روکا ہے وہ بڑی ذلیل خصلتیں ہیں ہم یہ سب باتیں تیری طرف بذریعہ وحی کے نازل فرما رہے ہیں کہ تو لوگوں کو حکم دے اور منع کرے۔ دیکھ میرے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہرانا ورنہ وہ وقت آئے گا کہ خود اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے گا اور اللہ کی طرف سے بھی ملامت ہوگی بلکہ تمام اور مخلوق کی طرف سے بھی۔ اور تو ہر بھلائی سے دور کر دیا جائے گا۔ اس آیت میں بواسطہ رسول اللہ ﷺ آپ کی امت سے خطاب ہے کیونکہ حضور ﷺ تو معصوم ہیں۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع

کیا بیٹوں کے لئے تو اللہ نے تمہیں چھانٹ لیا اور خود اپنے لئے فرشتوں کو لڑکیاں بنالیں؟ بے شک تم بہت بڑا بول بول رہے ہو ○

بیٹے مشرکوں کے اور بیٹیاں اللہ کی: ملعون مشرکوں کی تردید ہو رہی ہے کہ یہ تم نے خوب تقسیم کی ہے کہ بیٹے تمہارے اور بیٹیاں اللہ کی۔ جو تمہیں ناپسند جن سے تم جلو کڑھو۔ بلکہ زندہ درگور کر دو انہیں اللہ کے لئے ثابت کرو۔ اور آیتوں میں بھی ان کا یہ کمینہ پن بیان ہوا ہے کہ یہ کہتے ہیں رب رحمان کی اولاد ہے حقیقتاً ان کا یہ قول نہایت ہی برا ہے بہت ممکن ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے' زمین شق ہو جائے' پہاڑ چورا چورا ہو جائیں کہ یہ اللہ رحمٰن کی اولاد ٹھہرا رہے ہیں حالانکہ اللہ کو یہ کسی طرح لائق ہی نہیں۔ زمین و آسمان کی کل مخلوق اس کی غلام ہے۔ سب اس کے شمار میں ہیں اور گنتی میں اور ایک ایک اس کے سامنے قیامت کے دن تنہا پیش ہونے والا ہے۔[1]

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾

ہم نے تو اس قرآن میں ہر ہر طرح بیان فرما دیا کہ لوگ سمجھ جائیں' لیکن اس پر بھی انہیں تو نفرت ہی بڑھتی رہتی ہے ○

قرآن میں ہر چیز کی کھول کھول کر وضاحت: اس پاک کتاب میں ہم نے تمام مثالیں کھول کھول کر بیان فرما دی ہیں۔ وعدے وعید صاف طور پر مذکور ہیں تا کہ لوگ برائیوں سے اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچیں۔ لیکن تاہم ظالم لوگ تو حق سے نفرت رکھنے اور اس سے دور بھاگنے میں ہی بڑھ رہے ہیں۔

---

[1] [سورۃ مریم: آیت ۸۸-۹۵]

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾
سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾

کہہ دے کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسے کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو ضرور اب تک تو مالک عرش کی جانب راہ ڈھونڈ نکالتے ○ جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے وہ پاک ہے اور بالاتر بہت دور اور بہت بلند ہے ○

اللہ کا کوئی شریک نہیں: جو مشرک اللہ کے ساتھ اوروں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور انہیں شریک الٰہی مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہی کی وجہ سے ہم قرب الٰہی حاصل کر سکتے ہیں ان سے کہو کہ اگر تمہارا یہ گمان فاسد کچھ بھی جان رکھتا ہوتا اور اللہ کے ساتھ واقعی کوئی ایسے معبود ہوتے کہ وہ جسے چاہیں قرب الٰہی دلوا دیں اور جس کی جو چاہیں سفارش کر دیں تو خود وہ معبود ہی اس کی عبادت کرتے اس کا قرب ڈھونڈتے پس تمہیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہئے' نہ اس کے سوا دوسرے کی عبادت' نہ دوسرے معبود کی کوئی ضرورت کہ اللہ میں اور تم میں وہ واسطہ بنے۔ اللہ کو یہ واسطے ناپسند اور مکروہ معلوم ہوتے ہیں اور ان سے وہ انکار کرتا ہے۔ اپنے تمام نبیوں رسولوں کی زبان سے اس سے منع فرماتا ہے۔

اس کی ذات ظالموں کے بیان کردہ اس وصف سے بالکل پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ان آلودگیوں سے ہمارا مولا پاک ہے' وہ واحد اور صمد ہے' وہ ماں باپ اور اولاد سے پاک ہے' اس کی جنس کا کوئی نہیں۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَىْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ
وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہیں' سب اسی کی تسبیح کر رہے ہیں' ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے' وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے ○

ہر چیز اللہ کی تسبیح میں: ساتوں آسمان و زمین اور ان میں بسنے والی کل مخلوق اس کی قدوسیت' تسبیح' تنزیہ' تعظیم' جلالت' بزرگی' بڑائی' پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے اور مشرکین جو نکمے اور باطل اوصاف ذات حق کے لئے مانتے ہیں' ان سے یہ تمام مخلوق براءت اظہار کرتی ہے اور اس کی الوہیت اور ربوبیت میں اسے واحد لاشریک مانتی ہے۔ ہر ہستی اللہ کی توحید کی زندہ شہادت ہے۔ ان نالائق لوگوں کے اقوال سے مخلوق تکلیف میں ہے۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے' زمین دھنس جائے' پہاڑ ٹوٹ جائیں' طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے جبرائیل و میکائیل علیہما السلام مسجد اقصیٰ تک شب معراج میں لے گئے۔ جبرائیل آپ کے دائیں تھے اور میکائیل بائیں تھے۔ آپ کو ساتوں آسمان تک اڑا لے گئے وہاں سے آپ لوٹے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بلند آسمانوں میں بہت سی تسبیحات کے ساتھ یہ تسبیح سنی کہ ﴿سَبَّحَتِ السَّمٰوٰتُ الْعُلٰى مِنْ ذِى الْمَهَابَةِ

مُشْفِقَاتِ لِذِی الْعُلُوِّ بِمَا عَلَا سُبْحَانَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی ﴿١﴾ مخلوق میں سے ہر ایک چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے۔ لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں۔ حیوانات' نباتات' جمادات سب اس کے تسبیح خواں ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھاتے میں کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے تھے۔ ﴿٢﴾ ابوذر والی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں' میں نے خود سنا کہ وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح بیان کر رہی تھیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بھی۔ ﴿٣﴾ یہ حدیث صحیح میں اور مسندوں میں مشہور ہے۔ کچھ لوگوں کو حضور ﷺ نے اپنی اونٹنیوں اور جانوروں پر سوار کھڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ سواری سلامتی کے ساتھ لو اور پھر اچھائی کے ساتھ چھوڑ دیا کرو راستوں اور بازاروں میں اپنی سواریوں کو لوگوں سے باتیں کرنے کی کرسیاں نہ بنالیا کرو۔ سنو بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی اور ان سے بھی بہتر افضل ہوتی ہیں۔ ﴿٤﴾ (مسند احمد) سنن نسائی میں ہے کہ حضور ﷺ نے مینڈک کے مار ڈالنے کو منع فرمایا اس کا بولنا تسبیح الٰہی ہے۔ ﴿٥﴾ اور اور حدیث میں ہے کہ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کا کلمہ اخلاص کہنے کے بعد ہی کسی کی نیکی قابل قبول ہوتی ہے۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کلمہ شکر ہے اس کا نہ کہنے والا اللہ کا ناشکرا ہے۔ ﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ زمین وآسمان کی فضا بھر دیتا ہے' ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ﴾ کا کلمہ مخلوق کی تسبیح ہے۔ اللہ نے کسی مخلوق کو تسبیح اور نماز کے اقرار سے باقی نہیں چھوڑا۔ جب کوئی ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ پڑھتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہوا اور مجھے سونپا۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی طیالسی جبہ پہنے ہوئے جس میں ریشمی کف اور ریشمی گھنڈیاں تھیں۔ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس شخص کا ارادہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ چرواہوں کے لڑکوں کو اونچا کرے اور سرداروں کے لڑکوں کو ذلیل کرے۔ آپ کو غصہ آ گیا اور اس کا دامن گھسیٹتے ہوئے فرمایا کہ تجھے میں جانوروں کا لباس پہنے ہوئے تو نہیں دیکھتا؟ پھر حضور ﷺ واپس چلے آئے اور بیٹھ کر فرمانے لگے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بچوں کو بلا کر فرمایا میں تمہیں بطور وصیت کے دو حکم دیتا ہوں اور دو

﴿١﴾ [اسنادہ ضعیف : طبرانی کما فی مجمع الزوائد (۲۴۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

﴿٢﴾ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب علامات النبوة فی الاسلام (۳۵۷۹) ترمذی : کتاب المناقب : باب فی ذکر التسبیح الطعام و نبع الماء للوضوء (۳۶۳۳)]

﴿٣﴾ [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (٦٤/٦) مسند بزار (۲٤۱۳) طبرانی اوسط (۱۲٦٥) مجمع الزوائد (۱٤۱۰۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعض راویوں میں ضعف ہے۔]

﴿٤﴾ [ضعیف : مسند احمد (٤٤٠/٣) طبرانی کبیر (٤٣٢) دارمی (۲٦۷۱) ابن حبان فی صحیحه (٥٦١٩) بیهقی فی السنن الکبری (٢٥٥/٥)] اس کی سند میں رشدین بن سعد اور ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

﴿٥﴾ [ضعیف : طبرانی اوسط (۳۷۲۸) ابن عدی فی الکامل (۲۳۸٤/٦) مجمع الزوائد (٤١/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (٤٧٨٨)] اس کی سند میں عبدالمہیمن بن عباس ضعیف ہے۔]

ممانعت ایک تو میں تمہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے منع کرتا ہوں دوسرے تکبر سے روکتا ہوں اور پہلا حکم تو تمہیں یہ کرتا ہوں کہ ﴿لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ کہتے رہو اس لئے کہ اگر آسمان اور زمین اور ان میں تمام چیزیں ترازو کے پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے میں صرف یہی کلمہ ہو تو بھی وزنی رہے گا سوا گر تمام آسمان و زمین ایک حلقہ بنا دیئے جائیں اور ان پر اس کو رکھ دیا جائے تو وہ انہیں پاش پاش کر دے' دوسرا حکم میرا ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ﴾ پڑھنے کا ہے اور یہ ہر چیز کی نماز ہے اسی وجہ سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے۔ [1] ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کو کیا حکم دیا فرمایا کہ پیارے بچے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ﴾ کہا کرو' یہ کل مخلوق کی تسبیح ہے اور اسی سے مخلوق کو روزی دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر چیز اس کی تسبیح و حمد بیان کرتی ہے اس کی سند بوجہ ربذی راوی کے ضعیف ہے۔ [2] عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ستون' درخت' دروازوں کی چولیں' ان کی کھلنے اور بند ہونے کی آواز' پانی کی کھڑ کھڑاہٹ یہ سب تسبیح الٰہی ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہر چیز حمد و ثنا کے بیان میں مشغول ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں طعام بھی تسبیح خوانی کرتا ہے سورۂ حج کی آیت بھی اس کی شہادت دیتی ہے۔ اور مفسرین کہتے ہیں کہ ہر ذی روح چیز تسبیح خوان ہے' جیسے حیوانات' نباتات۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رحمہ اللہ کے پاس خوان آیا تو ابو یزید رقاشی نے کہا کہ اے ابو سعید کیا خوان بھی تسبیح گو ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک تر لکڑی کی صورت میں تھا تسبیح گو تھا جب کٹ کر سوکھ گیا تسبیح جاتی رہی۔ اس قول کی تائید میں اس حدیث سے بھی مدد لی جا سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرتے ہیں انہیں عذاب کیا جا رہا ہے اور کسی بری چیز میں نہیں ایک تو پیشاب کے وقت پردے کا خیال نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا' پھر آپ نے تر ٹہنی لے کر اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیئے اور فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں' ان کے عذاب میں تخفیف رہے۔ [3] (بخاری مسلم) اس سے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی تسبیح پڑھتی رہیں گی خشک ہو جائیں گی تسبیح بند ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ حلیم و غفور ہے اپنے گنہگاروں کو سزا کرنے میں جلدی نہیں کرتا' تاخیر کرتا ہے' ڈھیل دیتا ہے' پھر بھی اگر کفر و فسق پر اڑا رہے تو اچانک عذاب مسلط کر دیتا ہے۔

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۲/ ۱۶۹۔۲۲۵) طحاوی فی شرح معانی الآثار (۴/ ۲۴۵) الادب المفرد للبخاری (۵۴۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۷۱۰۱)]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۳۲۵)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الوضوء: باب ما جآء فی غسل البول (۲۱۸)، (۱۳۶۱)، (۶۰۵۲) صحیح مسلم: کتاب الطهارة: باب الدلیل علی نجاسة البول (۲۹۲) ابوداؤد: کتاب الطهارة: باب الاستبراء من البول (۲۰) نسائی: کتاب الطهارة: باب التنزه عن البول (۳۱) ابن ماجه: کتاب الطهارة: باب التشديد في البول (۳۴۷) ترمذی: کتاب الطهارة: باب ما جآء فی التشدید فی البول (۷۰) مسند احمد (۱/ ۲۲۵)]

بخاری و مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے' پھر جب مواخذہ کرتا ہے تو نہیں چھوڑتا۔ دیکھو قرآن میں ہے کہ جب تیرا رب کسی بستی کے لوگوں کو ان کے مظالم پر پکڑتا ہے تو پھر ایسی ہی پکڑ ہوتی ہے [1] الخ' اور آیت میں ہے کہ بہت سی ظالم بستیوں کو ہم نے مہلت دی پھر آخر پکڑ لیا۔ اور آیت میں ہے ﴿وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ [2] الخ' ہاں جو گناہوں سے رک جائے' ان سے ہٹ جائے' توبہ کرے تو اللہ بھی اس پر رحم اور مہربانی کرتا ہے۔ جیسے آیت میں ہے جو شخص برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر استغفار کرے تو اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا۔ [3] سورۂ فاطر کے آخر کی آیتوں میں بھی یہی بیان ہے۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿٤٥﴾
وَّجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي
الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿٤٦﴾

توجب قرآن پڑھتا ہے' ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے' ایک پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں ○ اور ان کے دلوں پر ہم پردے ڈال دیتے ہیں کہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ' اور جب تو صرف اللہ ہی کا ذکر اس کی توحید کے ساتھ اس قرآن میں کرتا ہے تو وہ روگردانی کرتے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں ○

تلاوتِ قرآن کے وقت کفار کے دلوں پر پردے: فرماتا ہے کہ قرآن کی تلاوت کے وقت ان کے دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں' کوئی اثر ان کے دلوں تک نہیں پہنچتا۔ وہ حجاب انہیں چھپا لیتا ہے۔ یہاں مستور ساتر کے معنی میں ہے جیسے میمون مشئوم معنی میں یامن اور شائم کے ہیں۔ وہ پردے گو بظاہر نظر نہ آئیں لیکن ہدایت میں اور ان میں وہ حد فاصل ہو جاتے ہیں۔ مسند ابو یعلی موصلی میں ہے کہ سورۂ ﴿تَبَّتْ يَدَا﴾ کے اترنے پر عورت ام جمیل شور مچاتی دھاری دھار پتھر ہاتھ میں لئے یہ کہتی ہوئی آئی کہ اس مذموم کو ہم نہیں ماننے والے' ہمیں ان کا دین ناپسند ہے' ہم اس کے فرمان کے مخالف ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے' کہنے لگے' حضور ﷺ یہ آ رہی ہے اور آپ کو دیکھ لے گی۔ آپ نے فرمایا بے فکر رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی آپ نے اس سے بچنے کے لئے تلاوت قرآن شروع کر دی۔ یہی آیت تلاوت فرمائی وہ آئی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگی کہ میں نے سنا ہے۔ تمہارے نبی ﷺ نے میری ہجو کی ہے' آپ نے فرمایا' نہیں' رب کعبہ کی قسم تیری کوئی ہجو حضور ﷺ نے نہیں کی' وہ یہ کہتی ہوئی لوٹی کہ تمام قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب و کذلك اخذ ربك اذا اخذ القری (٤٦٨٦) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الظلم (٢٥٨٣) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب العقوبات (٤٠١٨) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة هود (٣١١٠)]

[2] [سورة الحج: آیت ٤٨]

[3] [سورة النسآء: آیت ١١٠]

کی لڑکی ہوں۔[1] ﴿اَكِنَّةً﴾ کنان کی جمع ہے اس پردے نے ان کے دلوں کو ڈھک رکھا ہے جس سے یہ قرآن سمجھ نہیں سکتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے جس سے وہ قران اس طرح سن نہیں سکتے کہ انہیں فائدہ پہنچے۔اور جب تو قرآن میں اللہ کی وحدانیت کا ذکر پڑھتا ہے تو یہ بے طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔نفور جمع ہے نافر کی جیسے قاعد کی جمع قعود آتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ مصدر بغیر فعل ہو۔واللہ اعلم

جیسے اور آیت میں ہے کہ اللہ واحد کے ذکر سے بے ایمانوں کے دل اچاٹ ہو جاتے ہیں۔[2] مسلمانوں کا ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ﴾ کہنا مشرکوں پر بہت گراں گزرتا تھا ابلیس اور اس کا لشکر اس سے بہت چڑتا تھا۔اس کے دبانے کی پوری کوشش کرتا تھا لیکن اللہ کا ارادہ ان کے برخلاف اسے بلند کرنے اور عزت دینے اور پھیلانے کا تھا۔یہی وہ کلمہ ہے کہ اس کا قائل فلاح پاتا ہے اس کا عامل مدد دیا جاتا ہے دیکھ لو اس جزیرے کے حالات تمہارے سامنے ہیں کہ یہاں سے وہاں تک یہ پاک کلمہ پھیل گیا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد شیطانوں کا بھاگنا ہے گو بات یہ ٹھیک ہے۔اللہ کے ذکر سے اذان سے تلاوت قرآن سے شیطان بھاگتا ہے لیکن اس آیت کی یہ تفسیر کرنا غرابت سے خالی نہیں۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾

اسے سننے کے وقت ان کی نیتوں سے ہم خوب آگاہ ہیں جب یہ تیری طرف کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی اور جب یہ مشورہ کرتے ہیں تب بھی جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم تو اس کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے○ دیکھ تو سہی کہ تیری کیا کیا مثالیں بیان کرتے پھرتے ہیں اور بہک رہے ہیں اب تو راہ پانا ان کے بس میں نہیں رہا○

ائمہ کفر کے پروگراموں کی اطلاع نبی ﷺ تک: سرداران کفر جو آپس میں باتیں بناتے تھے وہ آنحضرت ﷺ کو پہنچائی جارہی ہیں کہ آپ تو تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں یہ چپکے چپکے کہا کرتے ہیں کہ اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ یہ تو ایک انسان ہے جو کھانے پینے کا محتاج ہے۔گو یہ لفظ اسی معنی میں شعر میں بھی ہے اور امام ابن جریر نے اسی کو ٹھیک بھی بتلایا ہے لیکن یہ غور طلب ہے۔ان کا ارادہ اس موقع پر اس کہنے سے یہ تھا کہ خود یہ جادو میں مبتلا ہے کوئی ہے جو اسے اس موقع پر کچھ پڑھا جاتا ہے۔کافر لوگ طرح طرح کے وہم آپ کی نسبت ظاہر کرتے تھے کوئی کہتا آپ شاعر ہیں کوئی کہتا کاہن ہیں کوئی مجنون بتلاتا کوئی جادوگر وغیرہ۔اس

[1] [حسن : مسند حمیدی (۳۲۳) مستدرك حاكم (۳۶۱/۲) بیهقی فی دلائل النبوة (۱۹۵/۲) مسند ابو یعلی (۲۵) صحیح ابن حبان (۶۵۱۱) مسند بزار (۲۲۹۴) ابو نعیم فی دلائل النبوة (۱۴۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔حافظ ابن حجرؒ اس کی سند کو حسن کہتے ہی۔[فتح الباری (۷۳۸/۸)]

[2] [سورة الزمر: آیت ۴۵]

لئے فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسے بہک رہے ہیں کہ حق کی جانب آ ہی نہیں سکتے۔

سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ ابوسفیان بن حرب' ابوجہل بن ہشام' اخنس بن شریق رات کے وقت اپنے اپنے گھروں سے کلام اللہ شریف حضور ﷺ کی زبانی سننے کے لئے نکلے آپ اپنے گھر میں رات کو نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ لوگ آ کر چپ چاپ چھپ کر ادھر ادھر بیٹھ گئے ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی' رات کو سنتے رہے فجر ہوتے وقت یہاں سے چلے' اتفاقاً راستے میں سب کی آپس میں ملاقات ہوگئی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے اب سے یہ حرکت نہ کرنا ورنہ اور لوگ تو بالکل اسی کے ہو جائیں گے۔ لیکن رات کو پھر یہ تینوں آ گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر قرآن سننے میں رات گزاری۔ صبح واپس چلے راستے میں مل گئے' پھر سے کل کی باتیں دہرائیں اور آج پختہ ارادہ کیا کہ اب سے ایسا کام کوئی نہ کرے گا۔ تیسری رات پھر یہی ہوا اب کے انہوں نے کہا آؤ عہد کر لیں کہ اب نہیں آئیں گے چنانچہ قول واقرار کر کے جدا ہوئے صبح اخنس اپنی لاٹھی سنبھالے ابوسفیان کے گھر پہنچا اور کہنے لگا ابوحنظلہ مجھے بتاؤ تمہاری اپنی رائے آنحضرت ﷺ کی بابت کیا ہے؟ ابوثعلبہ جو آیتیں قرآن کی میں نے سنی ہیں' ان میں سے بہت سی آیتوں کا مطلب میں جان گیا' لیکن بہت سی آیتوں کی مراد مجھے معلوم نہیں ہوئی۔ اخنس نے کہا واللہ! میرا بھی یہی حال ہے۔ یہاں سے ہو کر اخنس ابوجہل کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سنئے۔ شرافت وسرداری کے بارے میں ہمارا بنو عبد مناف سے مدت کا جھگڑا چلا آتا ہے انہوں نے کھلایا تو ہم نے بھی کھلانا شروع کر دیا۔ انہوں نے سواریاں دیں تو ہم نے بھی انہیں سواریوں کے جانور دیئے۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ سلوک کئے اور ان انعامات میں ہم نے بھی ان سے پیچھے رہنا پسند نہ کیا۔ اب جب کہ تمام باتوں میں وہ اور ہم برابر رہے اس دوڑ میں جب وہ بازی لے جا نہ سکے تو جھٹ سے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم میں نبوت ہے' ہم میں ایک شخص ہے جس کے پاس آسمانی وحی آتی ہے' اب بتاؤ اس کو ہم کیسے مان لیں؟ واللہ! نہ اس پر ہم ایمان لائیں گے نہ کبھی اسے سچا کہیں گے اسی وقت اخنس اسے چھوڑ کر چل دیا۔ [1]

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿٥١﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٥٢﴾

کہنے لگے کیا ہم جب ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش میں پھر دوبارہ اٹھا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے؟○ جواب دے کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا○ یا کوئی اور ایسی خلقت جو تمہارے دلوں میں بہت ہی سخت معلوم ہو اب یہ پوچھیں گے

[1] [سیرۃ ابن ہشام (۳۲۸/۱) بیہقی فی دلائل النبوۃ (۲۰۶/۲)]

کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے؟ تو جواب دے کہ وہی اللہ جس نے تمہیں اول بار پیدا کیا' اس پر وہ اپنے سر ہلا ہلا کر تجھ سے دریافت کریں گے کہ اچھا یہ ہے کب؟ تو جواب دے کہ کیا عجب کہ وہ قریب ہی آن لگی ہو؟○ جس دن وہ تمہیں بلائے گا تم اس کی تعریف کرتے ہوئے تعمیل ارشاد کرو گے اور گمان کرنے لگو گے کہ تمہارا رہنا بہت ہی تھوڑا ہوا○

موت کے بعد دوبارہ پیدائش: کافر جو قیامت کے قائل نہ تھے اور مرنے کے بعد کے جینے کو محال جانتے تھے وہ بطور انکار پوچھا کرتے تھے کہ کیا ہم جب ہڈی اور مٹی ہو جائیں گے' غبار بن جائیں گے' کچھ نہ رہیں گے بالکل مٹ جائیں گے۔ پھر بھی نئی پیدائش سے پیدا ہوں گے؟ سورۂ نازعات میں ان منکروں کا قول بیان ہوا ہے کہ کیا ہم مرنے کے بعد الٹے پاؤں زندگی میں لوٹائے جائیں گے؟ اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ ہماری ہڈیاں سڑ گئی ہوں؟ بھئی یہ تو بڑے ہی خسارے کی بات ہے۔ [۱] سورۂ یاسین میں ہے کہ یہ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے بیٹھ گیا اور ہماری پیدائش کو فراموش کر گیا۔ [۲] الخ پس انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ ہڈیاں تو کیا تم خواہ پتھر بن جاؤ' خواہ لوہا بن جاؤ۔ خواہ اس سے بھی زیادہ سخت بن جاؤ مثلاً پہاڑ یا زمین یا آسمان بلکہ تم خود موت ہی کیوں نہ بن جاؤ اللہ پر تمہارا جلانا مشکل نہیں جو چاہو ہو جاؤ دوبارہ اٹھو گے ضرور۔ حدیث میں ہے کہ بھیڑیے کی صورت میں موت کو قیامت کے دن جنت دوزخ کے درمیان لایا جائے گا اور دونوں سے کہا جائے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں پھر اسے وہیں ذبح کر دیا جائے گا اور منادی ہو جائے گی کہ اے جنتیو! اب دوام ہے موت نہیں اے جہنمیو! اب ہمیشہ قیام ہے موت نہیں۔ [۳] یہاں فرمان ہے کہ یہ پوچھتے ہیں کہ اچھا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں یا پتھر اور لوہا ہو جائیں گے یا جو ہم چاہیں اور جو بڑی سے بڑی سخت چیز ہو وہی ہم ہو جائیں تو یہ بتلاؤ کہ کس کے اختیار میں ہے کہ اب ہمیں پھر سے اس زندگی کی طرف لوٹا دے؟ ان کے اس سوال اور بے جا اعتراض کے جواب میں تو انہیں سمجھا کہ تمہیں لوٹانے والا تمہارا سچا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے جب کہ تم کچھ نہ تھے۔ پھر اس پر دوسری بار کی پیدائش کیا گراں ہے؟ بلکہ بہت آسان ہے تم خواہ کچھ بھی بن جاؤ۔ یہ جواب چونکہ لاجواب ہے حیران تو ہو جائیں گے لیکن پھر بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے' بدعقیدگی نہ چھوڑیں گے اور بطور مذاق سر ہلاتے ہوئے کہیں گے کہ اچھا یہ ہوگا کب؟ سچے ہو تو وقت کا تعین کر دو۔ بے ایمانوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ جلدی مچاتے رہتے ہیں۔ ہاں ہے تو وہ وقت قریب ہی' تم اس کے لئے انتظار کر لو' غفلت نہ برتو۔ اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھا کرو۔ اللہ کی ایک آواز کے ساتھ ہی تم زمین سے نکل کھڑے ہوؤ گے ایک آنکھ جھپکانے کی دیر بھی تو نہ لگے گی۔ اللہ کے فرمان کے ساتھ ہی تم سے میدان محشر پر ہو جائے گا۔ قبروں سے اٹھ کر اللہ کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے احکام کی بجا آوری میں کھڑے ہو جاؤ گے۔ حمد کے لائق وہی ہے تم اس کے حکم سے اور ارادے سے باہر نہیں ہو۔

---

[۱] [سورۃ النازعات : آیت ۱۰۔۱۲] [۲] [سورۃ یٰسین : آیت ۷۸]

[۳] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله عزوجل وانذرهم يوم الحسرة (۴۷۳۰) صحيح مسلم : كتاب الجنة : باب النار يدخلها الجبارون (۲۸۴۹)]

حدیث میں ہے کہ ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہنے والوں پر ان کی قبر میں کوئی وحشت نہیں ہوگی۔ گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ قبروں سے اٹھ رہے ہیں اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ کہیں گے کہ اللہ کی حمد ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ سورۂ فاطر کی تفسیر میں یہ بیان آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ۔

اس وقت تمہارا یقین ہوگا کہ تم بہت ہی کم مدت دنیا میں رہے گویا صبح یا شام کوئی کہے گا دس دن کوئی کہے گا ایک دن کوئی سمجھے گا ایک ساعت ہی۔ سوال پر یہی کہیں گے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہی۔ اور اس پر قسمیں کھائیں گے۔ اسی طرح دنیا میں بھی اپنے جھوٹ پر قسمیں کھاتے رہے تھے۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝

میرے بندوں سے کہہ دے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں' کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا رہتا ہے' بیشک شیطان انسانوں کا کھلا دشمن ہے ○

مسلمان آپس میں بہترین گفتگو کریں: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ مومن بندوں سے فرما دیں کہ وہ اچھے الفاظ' بہتر فقروں اور تہذیب سے کلام کرتے رہیں' ورنہ شیطان ان کے آپس میں سر پھٹول اور برائی ڈلوا دے گا' لڑائی جھگڑے شروع ہو جائیں گے۔ وہ انسان کا دشمن ہے گھات میں لگا رہتا ہے' اسی لئے حدیث میں مسلمان بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی حرام ہے کہ کہیں شیطان اسے لگا نہ دے اور یہ جہنمی بن جائے۔ [1] ملاحظہ ہو مسند احمد۔ حضور ﷺ نے لوگوں کے ایک مجمع میں فرمایا کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کوئی کسی پر ظلم و ستم نہ کرے کوئی کسی کو بے عزت نہ کرے پھر آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقوی یہاں ہے جو دو شخص آپس میں دینی دوست ہوں پھر ان میں جدائی ہو جائے اسے ان میں سے جو بیان کرے وہ بیان کرنے والا برا ہے وہ بدتر ہے وہ نہایت شریر ہے [2] (مسند)

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الفتن : باب قول النبی من حمل علینا السلاح فلیس منا (۷۰۷۲) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم (۲۶۱۷) مسند احمد (۳۱۷/۲)]

[2] [حسن : مسند احمد (۷۱/۵) مسند ابو یعلی (۶۲۲۸)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (۶۳۷)]

تمہارا رب تم سے بہ نسبت تمہارے بھی بہت زیادہ جاننے والا ہے' وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کر دے چاہے تمہیں سزا دے۔ ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار ٹھہرا کر نہیں بھیجا○ آسمان و زمین میں جو بھی ہیں تیرا رب سب کو بخوبی جانتا ہے' ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دے رکھی ہے۔ داؤد کو زبور ہم نے ہی عطا فرمائی ہے○

رب کو تمہاری ساری خبر ہے: تمہارا رب تم سے بخوبی واقف ہے وہ ہدایت کے مستحق لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔ وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے' اپنی اطاعت کی توفیق دیتا ہے اور اپنی جانب جھکا لیتا ہے۔ اسی طرح جسے چاہے بداعمالی پر پکڑ لیتا ہے اور سزا دیتا ہے۔ ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار نہیں بنایا تیرا کام صرف ہوشیار کر دینا ہے تیری ماننے والے جنتی ہوں گے اور نہ ماننے والے دوزخی بنیں گے۔ زمین و آسمان کے تمام انسان جنات فرشتوں کا اسے علم ہے' ہر ایک کے مراتب کا اسے علم ہے' ایک کو ایک پر فضیلت ہے' نبیوں میں بھی درجے ہیں' کوئی کلیم اللہ ہے' کوئی بلند درجہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبیوں میں فضیلتیں قائم نہ کیا کرو' [1] اس سے مطلب صرف تعصب اور نفس پرستی سے اپنے طور پر فضیلت قائم کرنا ہے نہ یہ کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ فضیلت سے بھی انکار۔ جو فضیلت جس نبی کی از روئے دلیل ثابت ہو جائے گی اس کا ماننا واجب ہے۔

مانی ہوئی بات ہے کہ تمام انبیاء سے رسول افضل ہیں اور رسولوں میں پانچ اولوالعزم رسول سب سے افضل ہیں جن کا نام سورۂ احزاب کی آیت میں ہے یعنی محمد' نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ علیہم السلام سورۂ شوریٰ کی آیت ﴿شَرَعَ لَكُمْ﴾ [2] الخ' میں بھی ان پانچوں کے نام موجود ہیں۔ جس طرح یہ سب چیزیں ساری امت مانتی ہے' اسی طرح بغیر اختلاف کے یہ بھی ثابت ہے کہ ان میں بھی سب سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا کہ مشہور ہے ہم نے اس کے دلائل دوسری جگہ تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ واللہ الموفق۔ پھر فرماتا ہے ہم نے داؤد پیغمبر علیہ السلام کو زبور دی۔ یہ بھی ان کی فضیلت اور شرف کی دلیل ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ جانور پر زین کسی جائے اتنی سی دیر میں آپ قرآن پڑھ لیا کرتے تھے۔ [3]

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝٥٦
أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ
رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝٥٧

کہہ دے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں نہ بدل سکتے

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله تعالی وان یونس لمن المرسلین (٣٤١٤) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب من فضائل موسی (٢٣٧٣)]

[2] [سورة الشوری : آیت ١٣]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله تعالی واتینا داؤد زبورا (٣٤١٧)]

ہیں ○ جنہیں یہ لوگ پکارتے رہتے ہیں خود وہ اپنے رب کی نزدیکی کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے' وہ خود اس کی رحمت کی امیدواری میں لگے رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف زدہ ہو رہے ہیں' بات بھی یہی ہے کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے ○

اللہ کے علاوہ کسی کو پکارنے میں فائدہ نہیں: اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے کہئے کہ تم انہیں خوب پکار کر دیکھ لو کہ آیا وہ تمہارے کچھ بھی کام آ سکتے ہیں؟ نہ ان کے بس کی یہ بات ہے کہ مشکل کشائی کر دیں۔ نہ یہ بات کہ اسے کسی اور پر ٹال دیں وہ محض بے بس ہیں' قادر اور طاقت والا صرف اللہ واحد ہی ہے۔ مخلوق کا خالق اور سب کا حکمران وہی ہے۔ یہ مشرک کہا کرتے تھے کہ ہم فرشتوں' مسیح اور عزیر کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے معبود تو خود اللہ کی نزدیکی کی جستجو میں ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جن جنات کی یہ مشرکین پرستش کرتے تھے وہ خود مسلمان ہو گئے تھے لیکن یہ اب تک اپنے کفر پر جمے ہوئے ہیں'[1] اس لئے انہیں خبردار کیا گیا کہ تمہارے معبود اللہ کی طرف جھک گئے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ جن فرشتوں کی ایک قسم سے تھے۔ حضرت عیسیٰ' حضرت مریم' حضرت عزیر علیہم السلام' سورج' چاند' فرشتے سب قرب الٰہی کی تلاش میں ہیں۔ ابن جریر فرماتے ہیں ٹھیک مطلب یہ ہے کہ جن جنوں کو یہ پوجتے تھے آیت میں وہی مراد ہیں کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا زمانہ تو گزر چکا تھا اور فرشتے پہلے ہی عابد الٰہی تھے تو مراد یہاں بھی جنات ہیں۔ وسیلہ کے معنی قربت و نزدیکی کے ہیں جیسے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ یہ سب بزرگ اسی دھن میں ہیں کہ کون اللہ سے زیادہ نزدیکی حاصل کر لے؟ وہ اللہ کی رحمت کے خواہاں اور اس کے عذاب سے ترساں ہیں۔ حقیقت میں بغیر ان دونوں باتوں کے عبادت نامکمل ہے۔ خوف گناہوں سے روکتا ہے اور امید اطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ درحقیقت اس کے عذاب ڈرنے کے لائق ہیں۔ اللہ ہمیں بچائے۔

وَإِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُورًا ﴿۵۸﴾

جتنی بھی بستیاں ہیں' ہم قیامت کے دن سے پہلے پہلے یا تو انہیں ہلاک کر دینے والے ہیں یا سخت تر سزا دینے والے ہیں۔ یہ تو کتاب میں لکھا جا چکا ہے ○

وہ نوشتہ جو لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے وہ حکم جو جاری کر دیا گیا ہے اس کا بیان اس آیت میں ہے گنہگاروں کی بستیاں یقیناً ویران کر دی جائیں گی یا ان کے گناہوں کی وجہ سے تباہی کے قریب ہو جائیں گی اس میں ہماری جانب سے کوئی ظلم نہ ہوگا بلکہ انکے اپنے کرتوت کا خمیازہ ہوگا' ان کے اعمال کا وبال ہوگا' رب کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے سرکشی کرنے کا پھل ہوگا۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب التفسیر : باب قل ادعوا الذین زعمتم من دونه (٤٧١٤) صحیح مسلم : کتاب التفسیر : باب فی قوله تعالی اولئك الذین عون یتبغغون الی ربهم الوسیلة (٣٠٣٠)]

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۵۹

ہمیں نشانات کے نازل کرنے سے روک صرف اسی کی ہے کہ اگلے لوگ انہیں جھٹلا چکے ہیں۔ہم نے ثمودیوں کو بطور نشان کے اونٹنی دی لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا' ہم تو لوگوں کو صرف دھمکانے کے لئے ہی نشانات بھیجتے ہیں○

پہاڑ سونے کا بنا دیجئے: حضور ﷺ کے زمانے کے کافروں نے آپ سے کہا کہ حضرت آپ کے پہلے کے انبیاء میں سے بعض کے تابع ہوا تھی' بعض مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے' وغیرہ۔اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آپ پر ایمان لائیں تو اس صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیجئے' ہم آپ کی سچائی کے قائل ہو جائیں گے۔آپ پر وحی آئی کہ اگر آپ کی بھی یہی خواہش ہو تو میں اس پہاڑ کو ابھی سونے کا بنا دیتا ہوں۔لیکن یہ خیال رہے کہ اور پھر بھی یہ ایمان نہ لائے تو اب انہیں مہلت نہ ملے گی' فی الفور عذاب آ جائے گا اور تباہ کر دیئے جائیں گے۔اور اگر آپ کو انہیں تاخیر دینے اور سوچنے کا موقع دینا منظور ہے تو میں ایسا کروں۔آپ نے فرمایا اے اللہ میں انہیں باقی رکھنے میں ہی خوش ہوں۔[1] مسند میں اتنا اور بھی ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ باقی کی اور پہاڑیاں یہاں سے کھسک جائیں تا کہ ہم یہاں کھیتی باڑی کر سکیں۔الخ' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

اور روایت میں ہے کہ آپ نے دعا مانگی' جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو صبح کو ہی یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے گا لیکن اگر پھر بھی ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا تو اسے وہ سزا ہوگی جو اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی ہو اور اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں ان پر توبہ اور رحمت کے دروازے کھلے چھوڑ دوں۔آپ نے دوسری شق اختیار کی۔[3] مسند ابو یعلی میں ہے کہ آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ﴾[4] الخ جب اتری تو تعمیل ارشاد کے لئے جبل ابی قبیس پر چڑھ گئے اور فرمانے لگے اے بنی عبد مناف میں تمہیں ڈرانے والا ہوں۔قریش یہ آواز سنتے ہی جمع ہو گئے پھر کہنے لگے سنئے آپ نبوت کے مدعی ہیں۔سلیمان نبی علیہ السلام کے تابع ہوا تھی' موسیٰ نبی علیہ السلام کے تابع دریا ہو گیا تھا' عیسیٰ نبی علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔تو بھی نبی ہے اللہ سے کہہ کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹوا کر زمین قابل زراعت بنا دے تا کہ ہم کھیتی

---

[1] [مرسل : تفسير ابن جرير الطبرى (۲۲٤۰۰)]

[2] [صحيح : مسند احمد (۲۵۸/۱) نسائى فى السنن الكبرى (۱۱۲۹۰) تفسير ابن جرير الطبرى (۲۲۹۸) مستدرك حاكم (۳۶۲/۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۳۳۳)]

[3] [صحيح : مسند احمد (۲٤۲/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۱۶۶)]

[4] [سورة الشعراء: آيت ۲۱٤]

باڑی کریں۔ یہ نہیں تو ہمارے مردوں کی زندگی کی دعا اللہ سے کر کہ ہم اور وہ مل کر بیٹھیں اور ان سے باتیں کریں۔ یہ بھی نہیں تو اس پہاڑ کو سونے کا بنوادے کہ ہم جاڑے اور گرمیوں کے سفر سے نجات پائیں اسی وقت آپ پر وحی اترنی شروع ہوگئی اس کے خاتمے پر آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم نے جو کچھ مجھ سے طلب کیا تھا مجھے اس کے ہو جانے میں اور اس بات میں کہ دروازہ رحمت میں چلے جاؤ' اختیار کر دیا گیا کہ ایمان اسلام کے بعد تم رحمت الٰہی سمیٹ لو یا تم یہ نشانات دیکھ لو لیکن پھر نہ مانو تو گمراہ ہو جاؤ اور رحمت کے دروازے تم پر بند ہو جائیں تو میں تو ڈر گیا اور میں نے در رحمت کا کھلا ہونا ہی پسند کیا۔ کیونکہ دوسری صورت میں تمہارے ایمان نہ لانے پر تم پر وہ عذاب اترتے جو تم سے پہلے کسی پر نہ اترے ہوں اس پر یہ آیتیں اتریں۔ اور آیت ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ﴾ [1] الخ' نازل ہوئی۔ [2]

یعنی آیتوں کو بھیجنے اور منہ مانگے معجزوں کے دکھانے سے ہم عاجز تو نہیں بلکہ یہ ہم پر بہت آسان ہے جو تیری قوم چاہتی ہے' ہم انہیں دکھا دیتے ہیں لیکن اس صورت میں ان کے نہ ماننے پر ہمارے عذاب نہ رکتے۔ اگلوں کو دیکھ لو کہ اسی میں برباد ہوئے۔ چنانچہ سورۂ مائدہ میں ہے کہ میں تم پر دستر خوان اتار رہا ہوں لیکن اس کے بعد جو کفر کرے گا اسے ایسی سزا دی جائے گی جو اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی ہو۔ ثمودیوں کو دیکھو کہ انہوں نے ایک خاص پتھر سے اونٹنی کا نکلنا طلب کیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی دعا پر وہ نکلی لیکن وہ نہ مانے بلکہ اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں' رسول کو جھٹلاتے رہے' جس پر انہیں تین دن کی مہلت ملی اور آخر وہ غارت کر دیئے گئے۔ ان کی یہ اونٹنی بھی اللہ کی وحدانیت کی ایک نشانی تھی اور اس کے رسول کی صداقت کی علامت تھی' لیکن ان لوگوں نے پھر بھی کفر کیا' اس کا پانی بند کیا' بالآخر اسے قتل کر دیا' جس کی پاداش میں اول سے لے کر آخر تک سب مار ڈالے گئے اور اللہ غالب کی پکڑ میں آ گئے' آیتیں صرف دھمکانے کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ عبرت و نصیحت حاصل کر لیں۔

مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفے میں زلزلہ آیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اس کی جانب جھکو' تمہیں فوراً اس کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ شریف میں کئی بار جھٹکے محسوس ہوئے تو آپ نے فرمایا واللہ! تم نے ضرور کوئی نئی بات کی ہے' دیکھو اگر اب ایسا ہوا تو میں تمہیں سخت سزائیں کروں گا۔ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا سورج چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان میں کسی کی موت و حیات سے گرہن نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو خوفزدہ کر دیتا ہے' جب تم یہ دیکھو تو ذکر اللہ دعا اور استغفار کی طرف جھک پڑو۔ اے امت محمد واللہ! اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں کہ اس کے لونڈی غلام زنا کاری کریں۔ اے امت محمد یہ! واللہ جو میں جانتا ہوں' اگر

---

[1] [سورة الرعد: آیت ۳۱]

[2] [ضعیف : مسند ابو یعلی (۶۷۹) مجمع الزوائد (۸۸/۷)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عبدالجبار ایلی اور عبداللہ بن عطاء دونوں راویوں کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔]

تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے ۔ [1]

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا ﴿۶۰﴾

یاد کر جب کہ ہم نے تجھ سے فرما دیا کہ تیرے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے' جو نمائش ہم نے تجھے دکھائی تھی وہ لوگوں کیلئے صاف آزمائش ہی تھی اور اسی طرح وہ درخت بھی جس سے قرآن میں اظہار نفرت کیا گیا ہے' ہم انہیں ڈرا رہے ہیں لیکن یہ انہیں اور بڑی سرکشی میں بڑھا رہا ہے ○

معراج کا مقصد: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تبلیغ دین کی رغبت دلا رہا ہے اور آپ کے بچاؤ کی ذمہ داری لے رہا ہے کہ سب لوگ اسی کی قدرت تلے ہیں' وہ سب پر غالب ہے' سب اس کے ماتحت ہیں' وہ ان سب سے تجھے بچاتا رہے گا جو ہم نے تجھے دکھایا وہ لوگوں کیلئے ایک صریح آزمائش ہے۔ یہ دکھانا معراج والی رات تھا' جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا۔ نفرتی درخت سے مراد زقوم کا درخت ہے۔ [2] بہت سے تابعین اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ دکھانا آنکھ کا دکھانا' مشاہدہ تھا جو شب معراج میں کرایا تھا۔ معراج کی حدیثیں بہت پوری تفصیل کے ساتھ اس سورت کے شروع میں بیان ہو چکی ہیں۔

یہ بھی گزر چکا ہے کہ معراج کے واقعہ کو سن کے بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور حق سے پھر گئے کیونکہ ان کی عقل میں یہ نہ آیا تو اپنی جہالت سے اسے جھوٹا جانا اور دین کو چھوڑ بیٹھے۔ ان کے خلاف کامل ایمان والے اپنے یقین میں اور بڑھ گئے اور ان کے ایمان اور مضبوط ہو گئے۔ ثابت قدمی اور استقلال میں زیادہ ہو گئے۔ پس اس واقعہ کو لوگوں کی آزمائش اور ان سے امتحان کا ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کر دیا۔ حضور ﷺ نے جب خبر دی اور قرآن میں آیت اتری کہ دوزخیوں کو زقوم کا درخت کھلایا جائے گا اور آپ نے اسے دیکھا بھی ہے تو کافروں نے اسے سچ نہ مانا اور ابو جہل ملعون مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا لاؤ کھجور اور مکھن لاؤ اور اس کا زقوم کرو یعنی دونوں کو ملا دو اور خوب شوق سے کھاؤ بس یہی زقوم ہے' پھر اس خوراک سے گھبرانے کے کیا معنی؟ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد بنو امیہ ہیں لیکن یہ قول بالکل ضعیف اور غریب ہے۔ پہلے قول کے قائل وہ تمام مفسر ہیں جو اس آیت کو معراج کے بارے میں مانتے ہیں۔ جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما' مسروق' ابو مالک' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ سہل بن سعید کہتے ہیں حضور ﷺ نے فلاں قبیلے والوں کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح ناچتے ہوئے دیکھا اور آپ کو اس سے بہت رنج ہوا پھر انتقال تک آپ پوری ہنسی سے ہنستے ہوئے نہیں دکھائی دیئے اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ [3] (ابن جریر) لیکن یہ سند بالکل ضعیف ہے۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الکسوف : باب الصدقة فی الکسوف (۱۰۴۴) صحیح مسلم : کتاب الکسوف : باب صلاة الکسوف (۹۰۱)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب وما ء جعلنا الرؤ یا التی (۴۷۱۶)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۴۳۳)]

محمد بن حسن بن زبالہ متروک ہے اوران کے استاد بالکل ضعیف ہیں۔ خود امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ قول یہی ہے کہ مراد اس سے شب معراج ہے اور شجرۃ الزقوم ہے کیونکہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے۔ ہم کافروں کو اپنے عذابوں وغیرہ سے ڈرا رہے ہیں لیکن وہ اپنی ضد، تکبر، ہٹ دھرمی اور بے ایمانی میں اور بڑھ رہے ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا، وہ کہنے لگا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ ○ اچھا دیکھ لے اسے تو نے مجھ پر بزرگی تو دی ہے لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو، بجز بہت تھوڑے لوگوں کے اپنے بس میں کرلوں گا ○

ابلیس اور اس کی اولاد تمہاری دشمن: ابلیس کی قدیمی عداوت سے انسان کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ وہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا کھلا دشمن تھا اس کی اولاد برابر اسی طرح تمہاری دشمن ہے، سجدے کا حکم سن کر سب فرشتوں نے تو سر جھکا دیا لیکن اس نے تکبر جتایا، اسے حقیر سمجھا اور صاف انکار کر دیا کہ ناممکن ہے کہ میرا سر کسی مٹی سے بنے ہوئے کے سامنے جھکے، میں اس سے کہیں افضل ہوں، میں آگ ہوں یہ خاک ہے۔ [1] پھر اس کی ڈھٹائی دیکھئے کہ اللہ جل وعلا کے دربار میں گستاخانہ لہجے سے کہتا ہے کہ اچھا اگر تو نے مجھ پر فضیلت دی تو کیا ہوا میں بھی اس کی اولاد کو برباد کر کے ہی چھوڑوں گا، سب کو اپنا تابعدار بنالوں گا اور بہکاؤں گا، بس تھوڑے سے میرے پھندے سے چھوٹ جائیں گے باقی سب کو غارت کردوں گا۔

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاۗؤُكُمْ جَزَاۗءً مَّوْفُوْرًا ۝ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝

ارشاد ہوا کہ جا ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو جائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے جو پورا پورا بدلہ ہے ○ ان میں سے جسے بھی تو اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا اور ان کے مال اور اولاد میں ان سے اپنا بھی ساجھا لگا اور انہیں دل بہلاوے دیا کر، ان سے شیطان کے جتنے بھی وعدے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب دھوکا ہے ○ میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں، تیرا رب کارسازی کرنے والا ہے ○

اللہ کے مخلص بندوں پر شیطان کا زور نہیں: ابلیس نے اللہ سے مہلت چاہی، اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی اور ارشاد

---

[1] [سورۃ ص: آیت ۷۶]

ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے' تیری اور تیرے تابعداروں کی برائیوں کا بدلہ جہنم ہے' جو پوری سزا ہے۔ اپنی آواز سے جسے تو بہکا سکے بہکا لے یعنی گانے اور تماشوں سے انہیں بہکاتا پھر۔ جو بھی اللہ کی نافرمانی کی طرف بلانے والی صدا ہو وہ شیطانی آواز ہے۔ اسی طرح تو اپنے پیادے اور سوار لے کر جس پر تجھ سے حملہ ہو سکے' حملہ کر لے۔ رجل جمع ہے راجل کی جیسے رکب جمع ہے راکب کی اور صحب جمع ہے صاحب کی۔ مطلب یہ ہے کہ جس قدر تجھ سے ہو سکے ان پر اپنا تسلط اور اقتدار جما۔ یہ امر قدری ہے نہ کہ حکم۔ شیطانوں کی یہی خصلت ہے کہ وہ بندگان رب کو بھڑکاتے اور بہکاتے رہتے ہیں۔ انہیں گناہوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کی معصیت میں جو سواری پر ہو اور پیدل ہو' وہ شیطانی لشکر میں ہے' ایسے جن بھی ہیں اور انسان بھی ہیں' جو اس کے مطیع ہیں۔ جب کسی پر آوازیں اٹھائی جائیں تو عرب کہتے ہیں ((اَجْلَبَ فُلَانٌ عَلٰی فُلَانٍ)) آپ کا یہ فرمان کہ گھوڑ دوڑ میں جلب نہیں' وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ جلبہ کا اشتقاق بھی اسی سے ہے یعنی آوازوں کا بلند ہونا۔

ان کے مال اور اولاد میں بھی تو شریک رہ۔ یعنی اللہ کی نافرمانیوں میں ان کا مال خرچ کرا' سود خوری ان سے کرا۔ برائی سے مال جمع کریں اور حرام کاریوں میں خرچ کریں۔ حلال جانوروں کو اپنی خواہش سے حرام قرار دیں۔ وغیرہ۔ اولاد میں شرکت یہ ہے مثلاً زنا کاری جس سے اولاد ہو۔ جو اولاد بچپن میں بوجہ بیوقوفی ان کے ماں باپ نے زندہ درگور کر دی ہو یا مار ڈالی ہو یا اسے یہودی' نصرانی' مجوسی وغیرہ بنا دیا ہو۔ اولادوں کے نام عبدالحارث' عبد شمس' اور عبد فلاں رکھا ہو۔ غرض کسی صورت میں بھی شیطان کو اس میں داخل کیا ہو یا اس کو ساتھ کیا ہو' یہی شیطان کی شرکت ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو ایک طرف موحد پیدا کیا پھر شیطان نے آ کر انہیں بہکا دیا اور حلال چیزیں حرام کر دیں۔ (۲)

بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے یہ پڑھ لے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا﴾ یعنی یا اللہ تو ہمیں شیطان سے بچا اور اسے بھی جو تو ہمیں عطا فرمائے۔ تو اگر اس میں کوئی بچہ اللہ کی طرف سے ٹھہر جائے گا تو اسے ہرگز ہرگز کبھی بھی شیطان کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ (۳) پھر فرماتا ہے کہ جا تو انہیں دھوکے کے جھوٹے وعدے دیا کر' چنانچہ قیامت

---

(۱) [صحیح : ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی الجلب علی الخیل فی السباق (۲۵۸۱) نسائی : کتاب النکاح : باب الشغار (۳۳۳۷) ابن ماجه : کتب الفتن : باب النهی عن النهبة (۳۹۳۷) ترمذی : کتاب النکاح : باب ما جآء فی النهی عن نکاح الشغار (۱۱۲۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا (۲۸۶۵)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الوضوء : باب التسمیة علی کل حال (۱۴۱)، (۶۳۸۸)، (۵۱۶۵)، صحیح مسلم : کتاب النکاح : باب ما یستحب ان یقوله عند الجماع (۱۴۳۴) ابو داؤد : کتاب النکاح : باب فی جامع النکاح (۲۱۶۱) ترمذی : کتاب النکاح : باب ما جآء فی مایقول اذا دخل علی اهله (۱۰۹۲) ابن ماجه : کتاب النکاح : باب ما یقول الرجل اذا دخلت علیه اهله (۱۹۱۹) مسند احمد (۱/۲۱۷)]

کے دن یہ خود کہے گا کہ اللہ کے وعدے تو سچے تھے اور میرے وعدے سب غلط تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ میرے مومن بندے میری حفاظت میں ہیں' میں انہیں شیطان رجیم سے بچاتا رہوں گا۔ اللہ کی وکالت' اس کی حفاظت' اس کی نصرت' اس کی تائید بندوں کو کافی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن اپنے شیطان پر اس طرح قابو پالیتا ہے جیسے وہ شخص جو کسی جانور کو لگام چڑھائے ہوئے ہو۔ [1]

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٦٦﴾

تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو' بے شک وہ تمہارے اوپر بہت ہی مہربان ہے۔

سمندری سفر کی سہولت کے لیے کشتیاں: اللہ تعالیٰ اپنا احسان بتاتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی آسانی اور سہولت کے لئے اور ان کی تجارت وسفر کے لئے دریاؤں میں کشتیاں چلادی ہیں' اس کے فضل وکرم' لطف ورحم کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ تم دور دراز ملکوں میں جاسکتے ہو اور خاص فضل یعنی اپنی روزیاں حاصل کر سکتے ہو۔

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾

سمندر میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں پکارتے تھے سب کو گم کر جاتے ہیں صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو' انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ○

خطرہ ٹلتے ہی غیر اللہ کی طرف رخ: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ بندے مصیبت کے وقت تو خلوص کے ساتھ پروردگار کی طرف جھکتے ہیں اور اس سے دلی دعائیں کرنے لگتے ہیں اور جہاں وہ مصیبت اللہ تعالیٰ نے ٹال دی تو یہ آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ فتح مکہ کے وقت جب کہ ابو جہل کا لڑکا عکرمہ رضی اللہ عنہ حبشہ جانے کے ارادے سے بھاگا اور کشتی میں بیٹھ کر چلا اتفاقاً کشتی طوفان میں پھنس گئی' باد مخالف کے جھونکے اسے پتے کی طرح ہلانے لگے' اس وقت کشتی میں جتنے کفار تھے' سب ایک دوسرے سے کہنے لگے اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی کچھ کام نہیں آئے گا' اسی کو پکارو۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کے دل میں اسی وقت خیال آیا کہ جب تری میں صرف وہی کام کرسکتا ہے تو ظاہر ہے کہ خشکی میں بھی وہی کام آسکتا ہے۔ یا اللہ میں نذر مانتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس آفت سے بچالیا تو میں سیدھا جاکر محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا اور یقیناً وہ مجھ پر مہربانی اور رحم وکرم فرمائیں گے چنانچہ سمندر سے پار ہوتے ہی وہ سیدھے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا پھر تو اسلام کے پہلوان ثابت ہوئے۔ پس فرماتا ہے کہ سمندر کی اس مصیبت کے وقت تو اللہ کے سوا سب کو بھول جاتے ہو

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲/ ۳۸۰)] شیخ شعیب ارناؤوط، شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

لیکن پھر اس کے ہٹتے ہی اللہ کی توحید ہٹا دیتے ہو اور دوسروں سے التجائیں کرنے لگتے ہو۔ انسان ہے ہی ایسا ناشکرا کہ نعمتوں کو بھلا بیٹھتا ہے بلکہ منکر ہو جاتا ہے ہاں جسے اللہ بچا لے اور توفیق خیر دے۔

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ وَکِیۡلًا ﴿۶۸﴾

تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کے کسی کنارے میں دھنسا دے یا تم پر پتھراؤ کی آندھی بھیج دے پھر تم اپنے لئے کسی نگہبان کو نہ پا سکو ○

اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ڈراوا: رب العالمین لوگوں کو ڈرا رہا ہے کہ جو تری میں تمہیں ڈبو سکتا تھا' وہ خشکی میں دھنسانے کی بھی قدرت رکھتا ہے پھر وہاں تو صرف اسی کو پکارنا اور یہاں اس کے ساتھ اوروں کو شریک کرنا یہ کس قدر نا انصافی ہے؟ وہ تو تم پر پتھروں کی بارش بھی برسا کر ہلاک کر سکتا ہے جیسے لوطیوں پر ہوئی تھی۔ جس کا بیان خود قرآن میں کئی جگہ ہے۔ سورۂ تبارک میں فرمایا کہ کیا تمہیں اس اللہ کا ڈر نہیں جو آسمانوں میں ہے کہ کہیں وہ تمہیں زمین میں نہ دھنسا دے کہ یکایک زمین جنبش کرنے لگے۔ کیا تمہیں آسمانوں والے اللہ کا خوف نہیں کہ کہیں وہ تم پر پتھر نہ برسا دے پھر جان لو کہ ڈرانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ اس وقت تم نہ اپنا مددگار پاؤ گے' نہ دستگیر' نہ وکیل' نہ کارساز' نہ نگہبان' نہ پاسبان۔

اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ یُّعِیۡدَکُمۡ فِیۡهِ تَارَۃً اُخۡرٰی فَیُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ فَیُغۡرِقَکُمۡ بِمَا کَفَرۡتُمۡ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ عَلَیۡنَا بِهٖ تَبِیۡعًا ﴿۶۹﴾

کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پھر دوبارہ دریا کے سفر میں لے آئے اور تم پر تیز و تند ہواؤں کے جھونکے بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تمہیں ڈبو دے پھر تم اپنے لئے ہم پر اس کا دعویٰ کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے ○

ارشاد ہو رہا ہے کہ اے منکرو! سمندر میں تم میری توحید کے قائل ہوئے باہر آ کر پھر انکار کر گئے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر تم دوبارہ دریائی سفر کرو اور باد تند کے تھپیڑے تمہاری کشتی کو ڈگمگا دیں اور آخر ڈبو دیں اور تمہیں تمہارے کفر کا مزہ آ جائے پھر تو کوئی مددگار کھڑا نہ ہو نہ کوئی ایسا مل سکے کہ ہم سے تمہارا بدلہ لے۔ ہمارا پیچھا کوئی نہیں کر سکتا' کس کی مجال کہ ہمارے فعل پر انگلی اٹھائے۔

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا ﴿۷۰﴾ ع

یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور

[1] [سورۃ الملک: آیت ۱۶-۱۷]

اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی ○

بنی آدم کی تکریم: سب سے اچھی پیدائش انسان کی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾ [1] ہم نے انسان کو بہترین مسافت پر پیدا کیا ہے۔ وہ اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو کر صحیح چال چلتا ہے' اپنے ہاتھوں سے تمیز کے ساتھ اپنی غذا کھاتا ہے اور حیوانات ہاتھ پاؤں سے چلتے ہیں منہ سے چارہ چگتے ہیں۔ پھر اسے سمجھ بوجھ دی ہے جس سے نفع نقصان بھلائی برائی سوچتا ہے۔ دینی و دنیوی فائدہ معلوم کر لیتا ہے اس کی سواری کے لئے خشکی میں جانور چوپائے گھوڑے خچر اونٹ وغیرہ۔ اور تری کیلئے کشتیاں بنانی سکھا دیں۔ اسے بہترین' خوشگوار اور خوش ذائقہ کھانے پینے کی چیزیں دیں۔ کھیتیاں ہیں' پھل ہیں گوشت ہیں' دودھ ہیں اور بہترین بہت سی ذائقے دار لذیذ مزیدار چیزیں۔ پھر عمدہ مکانات رہنے کو' اچھے خوشنما لباس پہننے کو' قسم قسم کے رنگ برنگ کے۔ یہاں کی چیزیں وہاں اور وہاں کی چیزیں یہاں لے جانے لے آنے کے اسباب کے لئے مہیا کر دیئے اور مخلوق میں سے عموماً ہر ایک پر اسے برتری بخشی۔

اس آیہ کریمہ سے اس امر پر استدلال کیا گیا ہے کہ انسان فرشتوں سے افضل ہے۔ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے کہا اے اللہ تو نے اولاد آدم کو دنیا دے رکھی ہے کہ وہ کھاتے پیتے ہیں اور موج مزے کر رہے ہیں تو تو اس کے بدلے ہمیں آخرت میں ہی عطا فرما کیونکہ ہم اس دنیا سے محروم ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم اس کی نیک اولاد کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اس کے برابر ہرگز نہ کروں گا جسے میں نے کلمہ کن سے پیدا کیا ہے۔ یہ روایت مرسل ہے۔ لیکن اور سند سے متصل بھی مروی ہے۔ [2] ابن عساکر میں ہے کہ فرشتوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہمیں بھی تو نے پیدا کیا اور بنو آدم کا خالق بھی تو ہی ہے اور انہیں تو کھانا پانی دے رہا ہے' کپڑے لتے وہ پہنتے ہیں' نکاح' شادیاں وہ کرتے ہیں' سواریاں ان کیلئے ہیں' راحت و آرام انہیں حاصل ہے' ان میں سے کسی کے حصے دار ہم نہیں۔ خیر یہ اگر دنیا میں ان کیلئے ہیں تو یہ چیزیں آخرت میں تو ہمارے لئے کر دے۔ اس کے جواب میں جناب باری نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور اپنی روح جس میں میں نے پھونکی ہے اسے میں اس جیسا نہ کروں گا جسے میں نے کہہ دیا کہ ہو جا وہ ہو گیا۔ [3] طبرانی میں ہے کہ قیامت کے دن ابن آدم سے زیادہ بزرگ اللہ کے ہاں کوئی نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ فرشتے بھی نہیں؟ فرمایا فرشتے بھی نہیں وہ مجبور ہیں جیسے سورج چاند۔ [4] یہ روایت بہت ہی غریب ہے۔

---

[1] [سورة التين: آيت ٤]

[2] [التفسير لعبد الرزاق (٣٨٢/٢) تفسير ابن جرير الطبرى (١٢٦/١٥) الدر المنثور للسيوطى (٣٥٠/٤)]

[3] [ضعیف: طبرانی اوسط (٦١٧٣) مجمع الزوائد (٨٧/١)] اس کی سند میں ابراہیم بن عبداللہ راوی کذاب ہے۔]

[4] [ضعیف: بیهقی فی شعب الایمان (١٥٣) خطیب بغدادی فی تاریخہ (٤٥/٤)] اس کی سند میں عبیداللہ بن تمام ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (٢٦٦)]

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾

جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا سمیت بلائیں گے، پھر جن کا بھی عمل نامہ دائیں ہاتھ دے دیا گیا وہ تو شوق سے اپنا نامہ اعمال پڑھنے لگیں گے اور ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کئے جائیں گے ○ اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا، وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بہت ہی بھٹکا ہوا رہے گا ○

روز قیامت ہر امت اپنے نبی کے ساتھ: امام سے مراد یہاں نبی ہیں ہر امت قیامت کے دن اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ بلائی جائے گی جیسے اس آیت میں ہے ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ﴾ [1] الخ، ہر امت کا رسول ہے، پھر جب ان کے رسول آئیں گے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ حساب کیا جائے گا۔

بعض سلف کا قول ہے کہ اس میں اہل حدیث کی بہت بڑی بزرگی ہے، اس لئے کہ ان کے امام آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد یہاں امام سے کتاب اللہ ہے جو ان کی شریعت کے بارے میں اتری تھی۔ ابن جریر اس تفسیر کو بہت پسند فرماتے ہیں اور اسی کو مختار کہتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد اس سے ان کی کتابیں ہیں۔ ممکن ہے کتاب سے مراد یا تو احکام کی کتاب اللہ ہو یا نامہ اعمال۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سے مراد عمل نامہ لیتے ہیں۔ ابوالعالیہ، حسن، ضحاک رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ترجیح والا قول ہے جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ﴾ [2] ہر چیز کا ہم نے ظاہر کتاب میں احاطہ کر لیا ہے۔

اور آیت میں ہے ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ﴾ [3] الخ، کتاب یعنی نامہ اعمال درمیان میں رکھ دیا جائے گا اس وقت تو دیکھے گا کہ گنہگار لوگ اس کی تحریر سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے۔ الخ، اور آیت میں ہے ہر امت کو تو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا۔ ہر امت اپنے نامہ اعمال کی جانب بلائی جا رہی ہوگی۔ آج تمہیں تمہارے نامہ اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہے ہماری کتاب جو تم پر حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گی جو کچھ تم کرتے رہے ہم برابر لکھتے رہتے تھے۔ یہ یاد رہے کہ یہ تفسیر پہلی تفسیر کے خلاف نہیں ایک طرف نامہ اعمال ہاتھ میں ہوگا دوسری جانب خود نبی سامنے موجود ہوگا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ﴾ [4] زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا۔ اور نبیوں اور گواہوں کو موجود کر دیا جائے گا۔ اور آیت میں ہے ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ [5] یعنی کیا کیفیت ہوگی اس وقت جب کہ ہر امت کو ہم گواہ لائیں گے اور تجھے تیری اس امت پر گواہ کر کے لائیں گے۔ لیکن مراد یہاں امام سے نامہ اعمال ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا ہے جن کے دائیں

---

[1] [یونس: ٤٧] [2] [یٰسین: ١٢] [3] [الکہف: ٤٩]
[4] [الزمر: ٦٩] [5] [النسآء: ٤١]

ہاتھ میں دے دیا گیا وہ تو اپنی نیکیاں فرحت و سرور، خوشی اور واجب سے پڑھنے لگیں گے بلکہ دوسروں کو دکھاتے اور پڑھواتے پھریں گے۔ اسی کا مزید بیان سورۂ الحاقہ میں ہے۔ فتیل سے مراد لمبا دھاگہ ہے جو کھجور کی گٹھلی کے بیچ میں ہوتا ہے بزار میں ہے نبی ﷺ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بلوا کر اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس کا جسم بڑھ جائے گا' چہرہ چمکنے لگے گا' سر پر چمکتے ہوئے ہیروں کا تاج رکھ دیا جائے گا' یہ اپنے گروہ کی طرف بڑھے گا اسے اس حال میں آتا دیکھ کر وہ سب آرزو کرنے لگیں گے' کہ اے اللہ ہمیں بھی یہ عطا فرما اور ہمیں اس میں برکت دے وہ آتے ہی کہے گا کہ خوش ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک کو یہی ملنا ہے۔

لیکن کافر کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا' اس کا جسم بڑھ جائے گا' اسے دیکھ کر اس کے ساتھی کہنے لگیں گے' اس سے اللہ کی پناہ یا اس کی برائی سے اللہ کی پناہ۔ اے اللہ اسے ہمارے پاس نہ لا۔ وہیں وہ آ جائے گا یہ کہیں گے اللہ اسے رسوا کر' یہ جواب دے گا' اللہ تمہیں غارت کرے' تم میں سے ہر شخص کیلئے یہی اللہ کی مار ہے۔ [1] اس دنیا میں جس نے اللہ کی آیتوں سے' اس کی کتاب سے' اس کی راہ ہدایت سے چشم پوشی کی وہ آخرت میں سچ مچ رسوا ہوگا اور دنیا سے بھی زیادہ راہ بھولا ہوا ہوگا۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿٧٤﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾

یہ لوگ تو تجھے اس وحی سے جو ہم نے تجھ پر اتاری ہے' بہکا دینا چاہ رہے تھے کہ تو اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ گھڑا لے۔ تب تو تجھے یہ لوگ اپنا ولی دوست بنا لیتے ○ اگر ہم خود تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ تو ان کی طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتا ○ پھر تو ہم بھی تجھے دوہرا عذاب تو دنیا کا کرتے اور دوہرا ہی موت کا بھی پھر تو تو اپنے لئے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار بھی نہ پاتا ○

مکار و فجار کی چالاکیوں سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے رسول کو بچاتا رہا آپ کو معصوم اور ثابت قدم ہی رکھا خود ہی آپ کا ولی و ناصر رہا اپنی ہی حفاظت اور صیانت میں ہمیشہ آپ کو رکھا آپ کی تائید اور نصرت برابر کرتا رہا آپ کے دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کر دیا آپ کے مخالفین کے بلند بانگ ارادوں کو پست کر دیا مشرق سے مغرب تک آپ کا کلمہ پھیلا دیا اسی کا بیان ان دونوں آیتوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر قیامت تک بے شمار درود و سلام بھیجتا رہے۔ آمین۔

[1] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة بنی اسرائیل (۳۱۳۶) صحیح ابن حبان (۷۳۴۹) مستدرك حاكم (۲/۲۴۲) ابو نعیم فی الحلیة (۱۵/۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ راوی مجہول ہے۔ تاہم حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿٧٧﴾ ع

یہ تو تیرے قدم اس سرزمین سے اکھاڑنے ہی لگے تھے کہ تجھے اس سے نکال دیں۔ پھر تو یہ بھی تیرے بعد بہت ہی کم ٹھہرنا پاتے ○ جیسا دستور ان کا جو تجھ سے پہلے رسول ہم نے بھیجے۔ تو ہمارے دستور میں کبھی ردوبدل نہ پائے گا ○

یہود کی وطنی عصبیت: کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ آپ کو ملک شام چلا جانا چاہئے وہی نبیوں کا وطن ہے اس شہر مدینہ کو چھوڑ دینا چاہئے اس پر یہ آیت اتری۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ آیت مکی ہے اور مدینے میں آپ کی رہائش بعد میں ہوئی ہے۔ کہتے ہیں تبوک کے بارے میں یہ آیت اتری ہے یہودیوں کے کہنے سے کہ شام جو نبیوں کی اور محشر کی زمین ہے آپ کو وہیں رہنا چاہئے' اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو وہاں چلے جائیے' آپ نے انہیں ایک حد تک سچا سمجھا غزوہ تبوک سے آپ کی نیت یہی تھی۔ لیکن تبوک پہنچتے ہی سورۂ بنی اسرائیل کی آیتیں اتریں' اس کے بعد سورت ختم کردی گئی تھی ﴿وَاِنْ كَادُوْا﴾ سے ﴿تَحْوِيْلًا﴾ تک۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینے کی واپسی کا حکم دیا اور فرمایا وہیں آپ کی موت زیست اور وہیں سے دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہونا ہے۔ [1] لیکن اس کی سند بھی غور طلب ہے اور صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بھی ٹھیک نہیں تبوک کا غزوہ یہود کے کہنے سے نہ تھا بلکہ اللہ کا فرمان موجود ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ﴾ [2] جو کفار تمہارے اردگرد ہیں ان سے جہاد کرو۔ اور آیت میں ہے کہ جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اللہ رسول کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے اور حق کو قبول نہیں کرتے ایسے اہل کتاب سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا منظور کرلیں۔ [3] اور اس غزوے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے جو اصحاب رضی اللہ عنہم جنگ موتہ میں شہید کردیئے گئے تھے ان کا بدلہ لیا جائے' واللہ اعلم۔ اور اگر مندرجہ بالا واقعہ صحیح ہوجائے تو اسی پر وہ حدیث محمول کی جائے گی' جس میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں مکہ مدینہ اور شام میں قرآن نازل ہوا ہے۔ ولید تو اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شام سے مراد بیت المقدس ہے [4] لیکن شام سے مراد تبوک کیوں نہ لیا جائے جو بالکل صاف اور بہت درست ہے۔ واللہ اعلم

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کافروں کا وہ ارادہ ہے جو انہوں نے مکے سے جلاوطن کرنے کے بارے میں کیا تھا چنانچہ یہی ہوا بھی کہ جب انہوں نے آپ کو نکالا۔ پھر یہ بھی وہاں زیادہ مدت نہ گزار سکے' اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی آپ کو غالب کیا۔ ڈیڑھ سال ہی گزرا تھا کہ بدر کی لڑائی بغیر کسی تیاری اور اطلاع کے اچانک ہوگئی اور وہیں کافروں کا اور کفر کا دھڑ ٹوٹ گیا' ان کے شریف و رئیس تہہ تیغ ہوئے' ان کی شان و شوکت خاک میں مل گئی' ان کے

---

[1] [بیھقی فی دلائل النبوۃ (٥/٢٥٤) الدر المنثور للسیوطی (٤/٣٥٣)]

[2] [سورۃ التوبہ: آیت ١٢٣] [3] [سورۃ التوبہ: آیت ٦٩]

[4] [**ضعیف**: طبرانی کبیر (٧٧١٨) مجمع الزوائد (١١٦٢٠)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عفیر بن معدان راوی ضعیف ہے۔]

سردار قید میں آ گئے۔ پس فرمایا کہ یہی عادت پہلے سے جاری ہے۔ سابقہ رسولوں کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ کفار نے جب انہیں تنگ کیا اور دیس نکالا دیا پھر وہ بھی بچ نہ سکے، عذاب اللہ نے انہیں غارت اور بے نشان کر دیا۔ ہاں چونکہ ہمارے پیغمبر ﷺ رسول رحمت تھے، اس لئے کوئی آسمانی عام عذاب ان کافروں پر نہ آیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ﴾ [1] یعنی تیری موجودگی میں اللہ انہیں عذاب نہ کرے گا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ
مَشْهُوْدًا ۝۷۸ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۤ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا
مَّحْمُوْدًا ۝۷۹

نماز کو قائم رکھ آفتاب کے ڈھلنے سے لیکر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی، یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہوا ہے ○ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کر۔ یہ زیادتی تیرے لئے ہے عنقریب تیرا رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا ○

اوقاتِ نماز کا بیان: نمازوں کو وقتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہو رہا ہے دلوک سے مراد غروب ہے یا زوال ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ زوال کے قول کو پسند فرماتے ہیں اور اکثر مفسرین کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی اور آپ کے ساتھ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی جنہیں آپ نے چاہا دعوت کی، کھانا کھا کر سورج ڈھل جانے کے بعد آپ میرے ہاں سے چلے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، چلو یہی وقت دلوک شمس کا ہے۔ [2] پس پانچوں نمازوں کا وقت اس آیت میں بیان ہے۔ غسق سے مراد اندھیرا ہے جو کہتے ہیں کہ دلوک سے مراد غروب ہے، ان کے نزدیک ظہر عصر مغرب عشاء کا بیان تو اس میں ہے اور فجر کا بیان ﴿ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ﴾ میں ہے۔ حدیث سے بہ تواتر اقوال وافعال آنحضرت ﷺ سے پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت ہیں اور مسلمان بحمد للہ اب تک اس پر ہیں، ہر پچھلے زمانے کے لوگ اگلے زمانے والوں سے برابر لیتے چلے آتے ہیں۔ جیسے کہ ان مسائل کے بیان کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے۔ الحمد اللہ۔ صبح کی تلاوت قرآن پر دن اور رات کے فرشتے آتے ہیں۔ [3] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ تنہا شخص کی نماز پر جماعت کی نماز پچیس درجے زیادہ

---

[1] [سورة الانفال: آيت ٣٣]

[2] [ضعيف : تفسير ابن جرير الطبرى (٢٢٥٨٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے۔]

[3] [صحيح : ترمذى : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة بنى اسرائيل (٣١٣٥) نسائى فى السنن الكبرى : كتاب التفسير : باب قوله تعالى ان قرآن الفجر كان مشهودا (١١٢٩٣) ابن ماجه : كتاب الصلاة : باب وقت صلاة الفجر (٦٧٠) مسند احمد (٤٧٤/٢)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذى]

فضیلت رکھتی ہے۔ صبح کی نماز کے وقت دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اسے بیان فرما کر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم قرآن کی اس آیت کو پڑھ لو ﴿وَقُرْآنَ الْفَجْرِ﴾ الخ۔ [1]

بخاری و مسلم میں ہے کہ رات کے اور دن کے فرشتے تم میں برابر پے در پے آتے رہتے ہیں، صبح کی اور عصر کی نماز کے وقت ان کا اجتماع ہو جاتا ہے جن فرشتوں نے رات گزاری وہ جب چڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے باوجودیکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کے پاس پہنچے تو انہیں نماز میں پایا اور واپس آئے تو نماز میں چھوڑ کر آئے۔ [2] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ چوکیدار فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر یہ چڑھ جاتے ہیں اور ٹھہر جاتے ہیں۔ ابن جریر میں ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نزول فرمانے اور اس ارشاد فرمانے کا ذکر ہے کہ کوئی ہے؟ جو مجھ سے استغفار کرے اور میں اسے بخشوں۔ کوئی ہے؟ کہ مجھ سے سوال کرے اور میں اسے دوں۔ کوئی ہے؟ جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا کو قبول کروں۔ یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے پس اس وقت پر اللہ تعالیٰ موجود ہوتا ہے اور رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ [3]

پھر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد کی نماز کا حکم فرماتا ہے، فرضوں کا حکم تو ہے ہی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کونسی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا رات کی نماز۔ [4] تہجد کہتے ہیں نیند کے بعد کی نماز کو۔ لغت میں مفسرین کی تفسیروں میں اور حدیث میں یہ موجود ہے آپ کی عادت بھی یہی تھی کہ سو کر اٹھتے پھر تہجد پڑھتے۔ جیسے کہ اپنی جگہ بیان موجود ہے۔ ہاں حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو نماز عشا کے بعد ہو۔ ممکن ہے کہ اس سے بھی مراد سو جانے کے بعد ہو۔ پھر فرمایا یہ زیادتی تیرے لئے ہے۔ بعض تو کہتے ہیں، تہجد کی نمازوں کے برخلاف صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی۔

بعض کہتے ہیں یہ خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف تھے اور امتیوں کی اس نماز کی وجہ سے ان کے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اس حکم کی بجا آوری پر ہم تجھے اس جگہ کھڑا کریں گے کہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب فضل صلاۃ الفجر فی جماعۃ (٦٤٨) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب فضل صلاۃ الجماعۃ (٦٤٩)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مواقیت الصلاۃ: باب فضل صلاۃ العصر (٥٥٥) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب فضل صلاتی الصبح والعصر (٦٣٢)]

[3] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٢٥٩٠)] اس میں ابن محمد انصاری راوی ضعیف ہے۔ امام بخاریؒ، امام نسائیؒ اور امام ابو حاتمؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ [دیکھئے: المیزان (٢٩٨٨)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب فضل صوم المحرم (١١٦٣) نسائی: کتاب قیام اللیل: باب فضل صلاۃ اللیل (١٦١٥) ابو داؤد: کتاب الصیام: باب فی صوم المحرم (٢٤٢٩) ابن ماجه: کتاب الصیام: باب صیام الشهر الحرم (١٧٤٢) مسند احمد (٢/٣٠٣)]

جہاں کھڑا ہونے پر تمام مخلوق آپ کی تعریف کرے گی اور خالق اکبر بھی۔ کہتے ہیں کہ مقام محمود پر قیامت کے دن آپ اپنی امت کی شفاعت کے لئے جائیں گے تا کہ اس دن کی گھبراہٹ سے آپ انہیں راحت دیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ ایک ہی میدان میں جمع کئے جائیں گے پکارنے والا اپنی آواز انہیں سنائے گا، آنکھیں کھل جائیں گی، ننگے پاؤں ننگے بدن ہوں گے، جیسے کہ پیدا کئے گئے تھے سب کھڑے ہوں گے کوئی بھی بغیر اجازت الٰہی بات نہ کر سکے گا، آواز آئے گی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہیں گے لبیک وسعدیک۔ اے اللہ تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے۔ برائی تیری جانب سے نہیں۔ راہ یافتہ وہی ہے جسے تو ہدایت بخشے، تیرا غلام تیرے سامنے موجود ہے، وہ تیری ہی مدد سے قائم ہے، وہ تیری ہی جانب جھکنے والا ہے۔ تیری پکڑ سے سوائے تیرے دربار کے اور کوئی جائے پناہ نہیں تو برکتوں اور بلندیوں والا ہے اے رب البیت تو پاک ہے۔

مقام محمود: یہ ہے مقام محمود جس کا ذکر اللہ عزوجل نے اس آیت میں کیا ہے۔ پس یہ مقام مقام شفاعت ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے آپ زمین سے باہر آئیں گے۔ اور سب سے پہلے شفاعت آپ ہی کریں گے۔ اہل علم کہتے ہیں کہ یہی مقام محمود ہے۔ جس کا وعدہ اللہ کریم نے اپنے رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا ہے۔ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی بزرگیاں ایسی ملیں گی جن میں کوئی آپ کی برابری کا نہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی کی زمین شق ہوگی اور آپ سواری پر سوار محشر کی طرف جائیں گے، آپ کا ایک جھنڈا ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سب کے سب اس کے نیچے ہوں گے آپ کو حوض کوثر ملے گا، جس پر سب سے زیادہ لوگ وارد ہوں گے۔ بہت بڑی شفاعت آپ کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے فیصلوں کے لئے آئے گا۔ اور یہ اس کے بعد ہوگی کہ لوگ حضرت آدم اور حضرت نوح حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس ہو آئیں اور سب انکار کر دیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور آپ اس کے لئے تیار ہوں گے جیسے کہ اس کی حدیثیں آ رہی ہیں۔ ان شاء اللہ۔

آپ ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کی بابت حکم ہو چکا ہوگا انہیں جہنم کی طرف لے جائیں۔ پھر آپ کی شفاعت سے واپس لوٹا دیئے جائیں گے، سب سے پہلے آپ ہی کی امت کے فیصلے کئے جائیں گے۔ آپ ہی اپنی امت سمیت سب سے پہلے پل صراط سے پار ہوں گے، آپ ہی جنت میں لے جانے کے سفارشی ہوں گے۔ جیسے کہ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تمام مومن آپ ہی کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ اور آپ کی امت اور امتوں سے پہلے جائے گی۔ آپ کی شفاعت سے کم درجے کے جنتی اعلیٰ اور بلند درجے پائیں گے۔ آپ ہی صاحب وسیلہ ہیں جو جنت کی سب سے اعلیٰ منزل ہے جو آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ملے گی۔ یہ صحیح ہے کہ بحکم الٰہی گنہگاروں کی شفاعت فرشتے بھی کریں گے، نبی بھی کریں گے، مومن بھی کریں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت جس قدر لوگوں کے بارے میں ہوگی ان کی گنتی کا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو علم نہیں اس میں کوئی آپ کے مثل اور برابر نہیں۔ کتاب السیرت کے آخر میں باب الخصائص میں میں نے اسے خوب تفصیل سے

بیان کیا ہے۔ والحمدللہ۔

اب مقام محمود کے بارے کی حدیثیں سنیے۔ اللہ ہماری مدد کرے۔ بخاری میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لوگ قیامت کے دن گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی اے فلاں ہماری شفاعت کیجئے' اے فلاں ہماری شفاعت کیجئے یہاں تک کہ شفاعت کی انتہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگی۔ پس یہی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔ [1] ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سورج بہت نزدیک ہوگا یہاں تک کہ پسینہ آدھے کانوں تک پہنچے گا' اسی حالت میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے' وہ صاف انکار کردیں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے آپ یہی جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں گے آپ مخلوق کی شفاعت کے لئے چلیں گے یہاں تک کہ جنت کے دروازے کا کنڈا تھام لیں پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر پہنچائے گا۔ [2]

بخاری کی اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اہل محشر سب کے سب اس وقت آپ کی تعریفیں کریں گے۔ [3] بخاری میں ہے جو شخص اذان سن کر ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ﴾ الخ' پڑھ لے اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہے۔ [4]

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور ان کا سفارشی ہوؤں گا میں یہ کچھ بطور فخر کے نہیں کہتا۔ [5] اسے ترمذی بھی لائے ہیں۔ اور حسن صحیح کہا ہے۔ ابن ماجہ میں بھی یہ ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں قرآن کو سات قراءتوں پر پڑھنے کا بیان ہے اس کے آخر میں ہے کہ میں نے کہا اے اللہ میری امت کو بخش' الٰہی میری امت کو بخش' تیسری دعا میں نے اس دن کیلئے اٹھا رکھی ہے' جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت کرے گی' یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔ [6]

مسند احمد میں ہے کہ مومن قیامت کے دن جمع ہوں گے پھر ان کے دل میں خیال ڈالا جائے گا کہ ہم کسی سے کہیں کہ وہ ہماری سفارش کر کے ہمیں اس جگہ سے آرام دے' پس سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا (٤٧١٨)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٢٦٣٧)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاة : باب من سأل الناس تکثرا (١٤٧٥)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب الدعاء عند النداء (٦١٤) ابن ماجه : کتاب الاذان والسنة فیها (٧٢٢) ترمذی : کتاب الصلاة (٢١١) نسائی : کتاب الاذان (٦٨١) ابوداؤد : کتاب الصلاة (٥٢٩) مسند احمد (٣/٣٥٤)]

[5] [حسن : ترمذی : کتاب المناقب (٣٦١٣) ابن ماجه : کتاب الزهد (٤٣١٤) مسند احمد (٦/١٣٧)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، المشکاة (٥٧٦٨)]

[6] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب بیان ان القرآن انزل علی سبعة احرف (٨٢٠)]

گے اور کہیں گے کہ اے آدم آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا' آپ کے لئے فرشتوں سے سجدہ کرایا آپ کو تمام چیزوں کے نام بتائے اپنے رب کے پاس ہماری سفارش لے جایئے تا کہ ہمیں اس جگہ سے راحت ملے' حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں آپ کو اپنا گناہ یاد آجائے گا اور اللہ تعالیٰ سے شرمانے لگیں گے' فرمائیں گے تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کے پہلے رسول ہیں' جنہیں زمین والوں کی طرف اللہ پاک نے بھیجا یہ آئیں گے یہاں سے بھی یہی جواب پائیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں آپ کو بھی اپنی خطا یاد آئے گی کہ اللہ سے وہ سوال کیا تھا جس کا علم نہ تھا۔ پس اپنے پروردگار سے شرما جائیں گے اور فرمائیں گے تم ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ آپ کے پاس آئیں گے' آپ فرمائیں گے' میں اس قابل نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ' ان سے اللہ نے کلام کیا ہے اور انہیں تورات دی ہے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے لیکن وہ کہیں گے مجھ میں اتنی قابلیت کہاں؟ پھر آپ اس قتل کا ذکر کریں گے جو بغیر کسی مقتول کے معاوضے کے آپ نے کر دیا تھا پس بوجہ اس کے اللہ سے شرمانے لگیں گے اور کہیں گے تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے' اس کا کلمہ اور اس کی روح ہے۔ وہ یہاں آئیں گے لیکن آپ فرمائیں گے میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں۔ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جن کے اول آخر تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ پس وہ سب میرے پاس آئیں گے میں کھڑا ہوؤں گا۔ اپنے رب سے اجازت چاہوں گا جب اسے دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا۔ جب تک اللہ کو منظور ہو گا میں سجدے میں ہی رہوں گا پھر فرمایا جائے گا' اے محمد سر اٹھایئے کہئے' سنا جائے گا' شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی' مانگئے دیا جائے گا' پس میں سر اٹھاؤں گا اور اللہ کی وہ تعریفیں کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش پیش کروں گا' میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی' میں انہیں جنت میں پہنچا آؤں گا' پھر دوبارہ جناب باری میں حاضر ہو کر اپنے رب کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑوں گا' جب تک وہ چاہے مجھے سجدے میں ہی رہنے دے گا پھر کہا جائے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھاؤ' کہو سنا جائے گا' سوال کرو' دیا جائے گا۔ شفاعت کرو' قبول ہو گی۔ پس میں سر اٹھا کر اپنے رب کی وہ حمد بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں انہیں بھی جنت میں پہنچا آؤں گا۔

پھر تیسری مرتبہ لوٹوں گا اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب تک وہ چاہے اسی حالت میں پڑا رہوں گا پھر فرمایا جائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا' بات کر' سنی جائے گی' سوال کر' عطا فرمایا جائے گا۔ سفارش کر' قبول کی جائے گی۔ چنانچہ میں سر اٹھا کر وہ حمد بیان کر کے جو مجھے وہی سکھائے گا سفارش کروں گا۔ پھر چوتھی بار واپس آؤں گا اور کہوں گا باری تعالیٰ اب تو صرف وہی باقی رہ گئے ہیں جنہیں قرآن نے روک لیا ہے۔ فرماتے ہیں جہنم میں سے وہ شخص بھی نکل آئے گا جس نے ﴿لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ کہا ہو اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو پھر وہ لوگ بھی دوزخ میں نکالے جائیں گے جنہوں نے ﴿لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ کہا ہو اور ان کے دل

میں ایک ذرے جتنا ایمان ہو۔ [1] یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے آپ فرماتے ہیں میری امت پل صراط سے گزر رہی ہوگی میں وہیں کھڑا دیکھ رہا ہوں گا جو میرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور فرمائیں گے اے محمد ﷺ انبیاء کی جماعت تم سے کچھ مانگتی ہے۔ وہ سب آپ کیلئے جمع ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ تمام امتوں کو جہاں بھی چاہے الگ الگ کر دے اس وقت وہ سخت غم میں ہیں، تمام مخلوق پسینوں میں گویا لگام چڑھا دی گئی ہے۔ مومن پر تو وہ مثل زکام کے ہے لیکن کافر پر تو موت کا ڈھانپ لینا ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ ٹھہرو میں آتا ہوں پس آپ جائیں گے عرش تلے کھڑے رہیں گے اور وہ عزت و آبرو ملے گی کہ کسی برگزیدہ فرشتے اور کسی بھیجے ہوئے نبی رسول کو نہ ملی ہو پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا کہ محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ سر اٹھایئے، مانگئے، ملے گا، سفارش کیجئے، قبول ہوگی، پس مجھے اپنی امت کی شفاعت ملے گی کہ ہر ننانوے میں سے ایک نکال لاؤں میں بار بار اپنے رب عزوجل کی طرف آتا جاتا رہوں گا اور ہر بار سفارش کروں گا یہاں تک کہ جناب باری مجھ سے ارشاد فرمائے گا کہ اے محمد (ﷺ) جاؤ مخلوق الٰہی میں سے جس نے ایک دن بھی خلوص کے ساتھ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی گواہی دی ہو اور اسی پر مرا ہو اسے بھی جنت میں پہنچا آؤ۔ [2]

مسند احمد میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت ایک شخص کچھ کہہ رہا تھا، انہوں نے بھی کچھ کہنے کی اجازت مانگی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دی۔ آپ کا خیال یہ تھا کہ جو کچھ پہلا شخص کہہ رہا ہے وہی بریدہ رضی اللہ عنہ کہیں گے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں مجھے اللہ سے امید ہے کہ زمین پر جتنے درخت اور کنکر ہیں، ان کی گنتی کے برابر لوگوں کی شفاعت میں کروں گا۔ پس اے معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو تو اس کی امید ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے ناامید ہوں؟ [3]

مسند احمد میں ہے کہ ملیکہ کے دونوں لڑکے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہماری ماں ہمارے والد کی بڑی ہی عزت کرتی تھیں، بچوں پر بڑی مہربانی اور شفقت کرتی تھیں، مہمانداری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی تھیں۔ ہاں انہوں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی زندہ لڑکیاں درگور کر دی تھیں، آپ نے فرمایا پھر وہ جہنم میں پہنچی۔ وہ دونوں ملول خاطر ہو کر لوٹے تو آپ نے حکم دیا کہ انہیں واپس بلا لاؤ وہ لوٹے اور ان کے چہروں پر خوشی تھی کہ اب حضور ﷺ کوئی اچھی بات سنائیں گے۔ آپ نے فرمایا سنو میری ماں اور تمہاری ماں دونوں ایک

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قول الله تعالی وعلم ادم الاسمآء کلها (٤٤٧٦)
صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب ادنی اهل الجنة (١٩٣) مسند احمد (١١٦/٣)]

[2] [صحیح :مسند احمد (١٧٨/٣) مجمع الزوائد (٣٧٣/١٠)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح ہے راوی ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں مگر اس کے متن میں غرابت ہے۔
[الموسوعة الحديثية (١٢٨٢٤)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف :مسند احمد (٤٣٧/٥) مجمع الزوائد (٣٧٨/١٠)] اس کی سند میں ابو اسرائیل ملائی راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الجامع (٢٠٩٤)]

ساتھ ہی ہیں۔ ایک منافق یہ سن کر کہنے لگا کہ اس سے اس کی ماں کو کیا فائدہ؟ ہم اس کے پیچھے جاتے ہیں ایک انصاری جو حضور ﷺ سے سب سے زیادہ سوالات کرنے کا عادی تھا' کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کے یا ان دونوں کے بارے میں آپ سے اللہ نے کوئی وعدہ کیا ہے؟ آپ سمجھ گئے کہ اس نے کچھ سنا' فرمانے لگے نہ میرے رب نے چاہا نہ مجھے اس بارے میں کوئی طمع دی۔ سنو میں قیامت کے دن مقام محمود پر پہنچایا جاؤں گا انصاری نے کہا وہ کیا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اس وقت جب کہ تمہیں ننگے بدن بے ختنہ لایا جائے گا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ۔ پس دو چادریں سفید رنگ کی پہنائی جائیں گی اور آپ عرش کی طرف منہ کئے بیٹھ جائیں گے پھر میرا لباس لایا جائے گا میں ان کی دائیں طرف اس جگہ کھڑا ہوؤں گا کہ تمام اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے اور کوثر سے لے کر حوض تک ان کے لئے کھول دیا جائے گا' منافق کہنے لگے پانی کے جاری ہونے کے لئے تو مٹی اور کنکر لازمی ہیں آپ نے فرمایا اس کی مٹی مشک ہے اور کنکر موتی ہیں۔ اس نے کہا' ہم نے تو کبھی ایسا نہیں سنا۔ اچھا پانی کے کنارے درخت بھی ہونے چاہئیں' انصاری نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا وہاں درخت بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں سونے کی شاخوں والے۔ منافق نے کہا کہ آج جیسی بات تو ہم نے کبھی نہیں سنی۔ اچھا درختوں میں پتے اور پھل بھی ہونے چاہئیں۔ انصاری نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا ان درختوں میں پھل بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں رنگا رنگ کے جواہر اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ ایک گھونٹ بھی جس نے اس میں سے پی لیا' وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم رہ گیا وہ پھر کبھی بھی آسودہ نہ ہوگا۔ [1]

ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل شفاعت کی اجازت دے گا' پس روح القدس حضرت جبرائیل علیہ السلام کھڑے ہوں گے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوں گے پھر حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ علیہما السلام کھڑے ہوں گے' پھر چوتھے تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ کھڑے ہوں گے آپ سے زیادہ کسی کی شفاعت نہ ہوگی یہی مقام محمود ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ [2] مسند احمد میں ہے کہ لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے' میں اپنی امت سمیت ایک ٹیلے پر کھڑا ہوؤں گا' مجھے اللہ تعالیٰ سبز رنگ حلہ پہنائے گا' پھر مجھے اجازت دی جائے گی اور جو کچھ کہنا چاہوں گا' کہوں گا یہی مقام محمود ہے۔ [3]

---

[1] [ضعیف :مسند احمد (۳۹۸/۱) مسند بزار (۳٤۷۸) ابو نعیم فی الحلیة (۲۳۸/٤) طبرانی کبیر (۱۰۰۱۷)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عثمان بن عمیر راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۳٦۱/۱۰)]

[2] [ضعیف :مسند طیالسی (۳۸۹) طبرانی کبیر (۹۷٦۱) مستدرك حاکم (۵۹۸/٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۱٤٤/۱۵)] اس کی سند میں سلمہ بن سہیل راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح :مسند احمد (٤۵٦/۳) ابن حبان فی صحیحه (٦٤۷۹) طبرانی کبیر (۱٤۲) مستدرك حاکم (۳٦۳/۲) تفسیر الطبری (۱٤۷/۱۵) طحاوی فی مشکل الآثار (٤٤۹/۱) ابن ابی عاصم فی السنة (۷۸۵)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۵۱/۷)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[السلسلة الصحیحة (۲۳۷۰)]

مسند احمد میں ہے قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور مجھے ہی سب سے پہلے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی' میں اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھ کر اپنی امت کو اور امتوں میں پہچان لوں گا' کسی نے پوچھا حضور ﷺ اور ساری امتیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے وقت تک کی ہوں گی ان سب میں سے آپ خاص اپنی امت کیسے پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا وضو کے اثر سے ان کے ہاتھ پاؤں منہ چمک رہے ہوں گے ان کے سوا اور کوئی ایسا نہ ہوگا اور میں انہیں یوں پہچان لوں گا کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ملیں گے اور نشان یہ ہے کہ ان کی اولادیں ان کے آگے آگے چل پھر رہی ہوں گی۔ [1]

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا اور شانے کا گوشت چونکہ آپ کو زیادہ مرغوب تھا' وہی آپ کو دیا گیا آپ اس میں سے گوشت توڑ توڑ کر کھانے لگے اور فرمایا قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار میں ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا آواز دینے والا انہیں سنائے گا۔ نگاہیں اوپر کو چڑھ جائیں گی سورج بالکل نزدیک ہو جائے گا اور ایسی سختی اور رنج و غم میں مبتلا ہو جائیں گے جو ناقابل برداشت ہے۔ اس وقت وہ آپس میں کہیں گے کہ دیکھو تو سہی ہم سب کس مصیبت میں مبتلا ہیں' چلو کسی سے کہہ کر اسے سفارشی بنا کر اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجیں۔ چنانچہ مشورہ طے ہوگا اور لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے' آپ میں اپنی روح پھونکی ہے' اپنے فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم کر کے ان سے سجدہ کرایا۔ آپ کیا ہماری خستہ حالی ملاحظہ نہیں فرما رہے؟ آپ پروردگار سے شفاعت کیجیے حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میرا رب آج اس قدر غضبناک ہو رہا ہے کہ کبھی اس سے پہلے ایسا غضبناک نہیں ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک درخت سے روکا تھا' لیکن مجھ سے نافرمانی ہوگئی۔ آج تو مجھے خود اپنا خیال لگا ہوا ہے۔ نفسا نفسی لگی ہوئی ہے۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ وہاں سے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نوح علیہ السلام آپ کو زمین والوں کی طرف سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا۔ آپ کا نام اس نے شکر گزار بندہ رکھا۔ آپ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجئے' دیکھئے تو ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج تو میرا پروردگار اس قدر غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غصے میں ہوا نہ اس کے بعد کبھی ایسا غصے میں ہوگا۔ میرے لئے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف مانگ لی مجھے تو آج اپنی پڑی ہے' نفسا نفسی لگ رہی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے' آپ نبی اللہ ہیں' آپ خلیل اللہ ہیں' کیا آپ ہماری یہ بپتا نہیں دیکھتے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میرا رب سخت غضبناک ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض ہوا

---

[1] [**صحیح لغیرہ** : مسند احمد (۵/۱۹۹) مجمع الزوائد (۷/۳۴۴) مستدرک حاکم (۲/۴۸۷)] امام حاکم ؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ البانی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے۔ [صحیح الترغیب (۱۸۰)]

نہ اس کے بعد کبھی اس سے زیادہ غصے میں آئے گا پھر آپ اپنے جھوٹ یاد کر کے نفسی نفسی کرنے لگیں گے اور فرمائیں گے میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور اپنے کلام سے نوازا ہے' آپ ہمارے پروردگار کے پاس ہماری شفاعت لے جایئے دیکھئے تو کیسی سخت آفت میں ہیں؟ آپ فرمائیں گے آج تو میرا رب سخت ناراض ہے ایسا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض نہیں ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسا ناراض ہوگا' میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک انسان کو مار ڈالا تھا۔ نفسی نفسی نفسی تم مجھے چھوڑ کر کسی اور سے کہو تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ علیہ السلام آپ رسول اللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں جو مریم رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجی گئی بچپن میں گہوارے میں ہی آپ نے بولنا شروع کر دیا تھا جایئے ہمارے رب سے ہماری شفاعت کیجئے خیال تو فرمایئے کہ ہم کس قدر بے چین ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج جیسا غصہ تو نہ پہلے تھا' نہ بعد میں ہوگا۔ نفسی نفسی نفسی' آپ اپنے کسی گناہ کا ذکر نہ کریں گے۔ فرمائیں گے تم کسی اور ہی کے پاس چلے جاؤ۔ دیکھو میں بتاؤں تم سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ چنانچہ وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ رسول اللہ ہیں' آپ خاتم الانبیاء ہیں' اللہ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کیجیے دیکھئے تو ہم کیسی سخت بلاؤں میں گرے ہوئے ہیں۔ پھر میں کھڑا ہوؤں گا اور عرش تلے آ کر اپنے رب عزوجل کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد و ثنا کے وہ الفاظ کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی اور پر نہیں کھلے تھے۔ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھاؤ' مانگو' تمہیں ملے گا' شفاعت کرو' منظور ہوگی۔ میں اپنا سر سجدے سے اٹھاؤں گا میرے پروردگار میری امت' میرے رب میری امت' پس مجھ سے فرمایا جائے گا' جاؤ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن کا حساب نہیں' جنت میں لے جاؤ انہیں جنت کے داہنی طرف کے دروازے سے پہنچاؤ لیکن اور تمام دروازوں سے بھی انہیں روک نہیں۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جنت کی دو چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں یا مکہ اور بصریٰ میں۔ [1]

یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ مسلم شریف میں ہے قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا اس دن سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہوگی' میں ہی پہلا شفیع ہوں اور پہلا شفاعت قبول کیا گیا۔ [2] ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ شفاعت ہے۔ [3] مسند احمد میں ہے مقام

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله تعالی ولقد ارسلنا نوحا الیٰ قومه (۳۳۴۰) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها (۱۹۴) ترمذی : کتاب القیامة : باب ما جاء فی الشفاعة (۲۴۳۴) مسند احمد (۲/۴۳۵)]

[2] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب تفضیل نبینا علی جمیع الخلائق (۲۲۷۸)]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۶۳۴)] اس کی سند میں داود بن یزید راوی ضعیف ہے۔]

محمود ہے، جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ [1]

عبدالرزاق میں ہے کہ قیامت کے دن کھال کی طرح اللہ تعالیٰ زمین کو کھینچ لے گا یہاں تک کہ ہر شخص کیلئے اپنے دونوں قدم ٹکانے کی جگہ ہی رہے گی سب سے پہلے مجھے طلب کیا جائے گا' حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ رحمٰن تبارک وتعالیٰ کے دائیں طرف ہوں گے' اللہ کی قسم اس سے پہلے اسے اس نے نہیں دیکھا۔ میں کہوں گا کہ باری تعالیٰ اس فرشتے نے مجھ سے کہا تھا کہ اسے تو میری طرف بھیج رہا تھا اللہ عزوجل فرمائے گا اس نے سچ کہا اب میں یہ کہہ کر شفاعت کروں گا کہ اے اللہ تیرے بندوں نے زمین کے مختلف حصوں میں تیری عبادت کی ہے' آپ فرماتے ہیں یہی مقام محمود ہے۔ [2] یہ حدیث مرسل ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

دعا کیا کر کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا' اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرما دے ○ اعلان کر دے کہ حق آ چکا اور ناحق نابود ہو گیا' یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا ○

ہجرت کا حکم: مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں تھے پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیت اتری۔ [3] امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ [4]

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیں یا نکال دیں یا قید کر لیں۔ پس اللہ کا یہی ارادہ ہوا کہ اہل مکہ کو ان کی بداعمالیوں کا مزہ چکھا دے۔ اس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے جانے کا حکم فرمایا۔ یہی اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مدینے میں داخل ہونا اور مکے سے نکلنا یہی قول سب سے مشہور ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سچائی کے داخلے سے مراد موت ہے اور سچائی سے نکلنے سے مراد موت کے بعد کی زندگی ہے اور اقوال بھی ہیں لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

---

[1] [**حسن لغیرہ**: مسند احمد (۲/ ۴۴۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۹۶۸۴)]

[2] [**مرسل**: عبدالرزاق فی التفسیر (۱۶۱۴) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۶۳۹) مستدرک حاکم (۴/ ۵۷۱)]

[3] [**ضعیف**: مسند احمد (۱/ ۲۲۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۹۴۸)]

[4] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب التفسیر القرآن: باب ومن سورة بنی اسرائیل (۳۱۳۹) مستدرک حاکم (۳/ ۳) بیهقی فی السنن الکبری (۹/ ۹) وفی دلائل النبوة (۲/ ۵۱۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف الاسناد کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں قابوس راوی ضعیف ہے۔]

پھر حکم ہوا کہ غلبے اور مدد کی دعا ہم سے کرو۔ اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے فارس اور روم کا ملک اور عزت دینے کا وعدہ فرما لیا اتنا تو حضور ﷺ معلوم کر چکے تھے کہ بغیر غلبے کے دین کی اشاعت اور زور نا ممکن ہے اس لئے اللہ سے مدد و غلبہ طلب کیا تا کہ کتاب اللہ اور حدود اللہ' فرائض شرع اور قیام دین آپ کر سکیں۔

یہ غلبہ بھی اللہ کی ایک زبردست رحمت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ایک دوسرے کو کھا جاتا۔ ہر زور آور کمزور کا شکار کر لیتا۔ ﴿سُلْطَانًا نَّصِيرًا﴾ سے مراد کھلی دلیل بھی ہے لیکن پہلا قول پہلا ہی ہے اس لئے کہ حق کے ساتھ غلبہ اور طاقت بھی ضروری چیز ہے تا کہ مخالفین حق دبے رہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اتارنے کے احسان کو قرآن میں خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ سلطنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بہت سی ان برائیوں کو روک دیتا ہے جو صرف قرآن سے نہیں رک سکتی تھیں۔ یہ بالکل واقعہ ہے بہت سے لوگ ہیں کہ قرآن کی نصیحتیں' اس کے وعدے وعید ان کو بدکاریوں سے نہیں ہٹا سکتے۔ لیکن اسلامی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ برائیوں سے رک جاتے ہیں۔

پھر کافروں کی گوشمالی کی جاتی ہے کہ اللہ کی جانب سے حق آ چکا۔ سچائی اتر آئی' جس میں کوئی شک وشبہ نہیں' قرآن ایمان' نفع دینے والا سچا علم منجانب اللہ آ گیا' کفر برباد و غارت اور بے نام و نشان ہو گیا' وہ حق کے مقابلہ میں بے دست و پا ثابت ہوا' حق نے باطل کا دماغ پاش پاش کر دیا اور وہ نابود اور بے وجود ہو گیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں آئے بیت اللہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت تھے' آپ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے انہیں کچوکے دے رہے تھے اور یہی پڑھتے تھے اور فرماتے جاتے تھے حق آ چکا باطل نہ دوبارہ آ سکتا ہے نہ لوٹ سکتا ہے۔ [۱] ابو یعلی میں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مکے میں آئے' بیت اللہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے' جن کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی آپ نے فوراً حکم دیا کہ ان سب کو اوندھے منہ گرا دو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ [۲]

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

یہ قرآن جو ہم نازل فرما رہے ہیں' مومنوں کیلئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے' ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی ○

---

[۱] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب هل تكسر الدنان التی فيها الخمر (۲۴۷۸) ، (۴۲۸۷) ، (۴۷۲۰) صحیح مسلم : کتاب الجهاد والسير : باب ازالة الاصنام من حول الكعبة (۱۷۱۸) ترمذی : کتاب تفسير القرآن (۳۱۳۸) مسند احمد (۳۷۷/۱)]

[۲] [حسن : ابن ابی شیبة فی المصنف : کتاب المغازی : باب فتح مکه (۵۳۴/۸) الدر المنثور للسيوطی (۳۶۰/۴)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [المطالب العالية (۴۳۶۴)]

قرآن کریم ذریعہ شفا: اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی بابت جس میں باطل کا شائبہ بھی نہیں' فرماتا ہے کہ وہ ایمانداروں کی تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ شک' نفاق' شرک' ٹیڑھ پن' اور باطل کی لگاوٹ سب اس سے دور ہو جاتی ہے۔ ایمان' حکمت' بھلائی' رحمت' نیکیوں کی رغبت' اس سے حاصل ہوتی ہے جو بھی اس پر ایمان ویقین لائے اسے سچ سمجھ کر اس کی تابعداری کرے' یہ اسے اللہ کی رحمت کے نیچے لا کھڑا کرتا ہے۔ ہاں جو ظالم جابر ہو' جو اس سے انکار کرے وہ اللہ سے اور دور ہو جاتا ہے۔ قرآن سن کر اس کا کفر اور بڑھ جاتا ہے۔ پس یہ آفت خود کافر کی طرف سے اس کے کفر کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ قرآن کی طرف سے وہ تو سراسر رحمت وشفا ہے چنانچہ اور آیت قرآن میں ہے ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَّشِفَاءٌ﴾ [1] الخ' کہہ دے کہ یہ ایمانداروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمانوں کے کانوں میں پردے ہیں اور ان کی نگاہوں پر پردہ ہے یہ دور دراز سے آوازیں دیئے جاتے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ﴾ [2] الخ' جہاں کوئی سورت اتری کہ ایک گروہ نے پوچھنا شروع کیا کہ تم میں سے کس کو اس نے ایمان میں بڑھایا؟ سنو ایمان والوں کے تو ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں ہاں جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی گندگی پر گندگی بڑھ جاتی ہے اور مرتے دم تک کفر پر قائم رہتے ہیں۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ الغرض مومن اس پاک کتاب کو سن کر نفع اٹھاتا ہے' اسے حفظ کرتا ہے' اسے یاد کرتا ہے' اس کا خیال رکھتا ہے۔ بے انصاف لوگ نہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں' نہ اسے حفظ کرتے ہیں' نہ اس کی نگہبانی کرتے ہیں' اللہ نے اسے شفا ورحمت صرف مومنوں کے لئے بنایا ہے۔

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ﴿٨٣﴾ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ﴿٨٤﴾ ع ۹

انسان پر جب بھی ہم اپنی نعمت انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب بھی اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے ○ کہہ دو کہ ہر شخص اپنے اپنے طریقے پر عامل ہے' جو پوری ہدایت کے راستے پر ہیں' انہیں تمہارا رب ہی بخوبی جاننے والا ہے ○

انسان میں موجود فطری خیر وشر قرآن بیان کرتا ہے: خیر' شر' برائی' بھلائی جو انسان کی فطرت میں ہیں' قرآن کریم ان کو بیان فرما رہا ہے۔ مال' عافیت' فتح' رزق' نصرت' تائید' کشادگی' آرام پاتے ہی نظریں پھیر لیتا ہے۔ اللہ سے دور ہو جاتا ہے گویا اسے کبھی برائی پہنچی ہی نہیں۔ اللہ سے کروٹ بدل لیتا ہے گویا کبھی کی جان پہچان ہی نہیں اور جہاں مصیبت' تکلیف' دکھ' درد' آفت' حادثہ پہنچا اور یہ ناامید ہوا' سمجھ لیتا ہے کہ اب بھلائی' عافیت' راحت' آرام' ملنے کا نہیں۔

قرآن کریم اور جگہ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ

[1] [سورۃ فصلت: آیت ٤٤] [2] [سورۃ التوبۃ: آیت ١٢٤۔١٢٥]

لَيَـُٔوسٌ كَفُورٌ وَلَئِنْ اَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّي اِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ ① انسان کو راحتیں دے کر جب ہم نے واپس لے لیں کہ یہ محض مایوس اور ناشکرا بن گیا اور جہاں مصیبتوں کے بعد ہم نے عافیتیں دیں یہ پھول گیا' گھمنڈ میں آ گیا اور ہانک لگانے لگا کہ بس اب برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔ فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی طرز پر' اپنی طبیعت پر' اپنی نیت پر' اپنے دین اور طریقے پر عامل ہے تو لگے رہیں۔ اس کا علم کہ فی الفور راہ راست پر کون ہے' صرف اللہ ہی کو ہے۔ اس میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے مسلک پر گو کاربند ہوں اور اسے اچھا سمجھ رہے ہوں لیکن اللہ کے پاس جا کر کھلے گا کہ جس راہ پر وہ تھے وہ کیسی خطرناک تھی۔ جیسے فرمان ہے کہ بے ایمانوں سے کہہ دو کہ اچھا ہے اپنی جگہ اپنے کام کرتے جاؤ الخ' بدلے کا وقت یہ نہیں قیامت کا دن ہے' نیکی بدی کی تمیز اس دن ہو گی' سب کو بدلے ملیں گے' اللہ پر کوئی امر پوشیدہ نہیں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۖ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٥﴾

یہ لوگ تجھ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں تو جواب دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے' تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی کم ہے ○

بخاری وغیرہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کے کھیتوں میں جا رہے تھے آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی میں آپ کے ہمراہ تھا۔ یہودیوں کے ایک گروہ نے آپ کو دیکھ کر آپس میں کانا پھوسی شروع کی کہ آؤ ان سے روح کی بابت سوال کریں؟ کوئی کہنے لگا اچھا' کسی نے کہا مت پوچھو۔ کوئی کہنے لگا تمہیں اس سے کیا نتیجہ؟ کوئی کہنے لگا شاید کوئی جواب ایسا دیں جو تمہارے خلاف ہو۔ جانے دو نہ پوچھو آخر وہ آئے اور حضرت سے سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لکڑی پر ٹیک لگا کر ٹھہر گئے میں سمجھ گیا کہ وحی اتر رہی ہے خاموش کھڑا رہ گیا۔ اس کے بعد آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ ②

اس سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے حالانکہ سورت مکی ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکے کی اتری ہوئی آیت سے ہی اس موقعہ پر مدینے کے یہودیوں کو جواب دینے کی وحی ہوئی یا یہ کہ دوبارہ یہی آیت نازل ہوئی ہو۔ مسند احمد کی روایت سے بھی اس آیت کا مکے میں اترنا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریشیوں نے یہودیوں سے درخواست کی کہ کوئی مشکل سوال بتاؤ کہ ہم ان سے پوچھیں انہوں نے سوال سمجھایا۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری تو یہ سرکش کہنے لگے ہمیں بڑا علم ہے تورات ہمیں ملی ہے اور جس کے پاس تورات

---

① [سورۃ ھود: آیت ۹-۱۱]

② [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب العلم : باب قول اللہ تعالی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (۱۲۵) صحیح مسلم : کتاب صفۃ القیامۃ : باب سوال الیھود النبی عن الروح (۲۷۹۴) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ بنی اسرائیل (۳۱۴۱) مسند احمد (۱/۴۴۴)]

ہوا سے بہت سی بھلائی مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا﴾ [1] الخ، یعنی اگر تمام سمندروں کی سیاہی بن جائے اور اس سے کلمات الٰہی لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ روشنائی سب خشک ہو جائے گی اور اللہ کے کلمات باقی رہ جائیں گے تو پھر تم اس کی مدد میں ایسے ہی اور بھی لاؤ۔ [2] عکرمہ رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کے سوال پر اس آیت کا اترنا اور ان کے اس مکروہ قول پر دوسری آیت ﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ﴾ [3] الخ، کا اترنا بیان فرمایا ہے [4] یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں اور روئے زمین کے سمندروں کی روشنائی اور ان کے ساتھ ساتھ ہی ایسے ہی اور سمندر بھی ہوں جب بھی اللہ کے کلمات پورے نہیں ہو سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ توراۃ کا علم جو جہنم سے بچانے والا ہے بڑی چیز ہے لیکن اللہ کے علم کے مقابلہ میں بہت تھوڑی چیز ہے۔

امام محمد ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مکے میں یہ آیت اتری کہ تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ جب آپ ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو مدینے کے علماء یہود آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم نے سنا ہے آپ یوں کہتے ہیں کہ تمہیں تو بہت ہی کم علم عطا فرمایا گیا ہے اس سے مراد آپ کی قوم ہے یا ہم؟ آپ نے فرمایا تم بھی اور وہ بھی۔ انہوں نے کہا سنو خود قرآن میں پڑھتے ہو کہ ہم کو توراۃ ملی ہے اور یہ بھی تو قرآن میں ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم الٰہی کے مقابلے میں یہ بھی بہت کم ہے۔ ہاں بے شک تمہیں اللہ نے اتنا دے رکھا ہے کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تمہیں بہت کچھ نفع ملے اور یہ آیت اتری ﴿وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ﴾ الخ۔ [5] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کی بابت سوال کیا کہ اسے جسم کے ساتھ عذاب کیوں ہوتا ہے؟ وہ تو اللہ کی طرف سے ہے چونکہ اس بارے میں کوئی آیت وحی آپ پر نہیں اتری تھی آپ نے انہیں کچھ نہ فرمایا اسی وقت آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور آیت اتری یہ سن کر یہودیوں نے کہا آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ آپ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے یہ فرمان لائے وہ کہنے لگے وہ تو ہمارا دشمن ہے اس پر آیت ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ﴾ [6] الخ، نازل ہوئی [7] یعنی جبرائیل کے دشمن کا دشمن اللہ ہے اور ایسا شخص کافر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد ایک ایسا عظیم الشان فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے۔ ایک حدیث میں ہے

---

[1] [سورة الكهف: آيت ١٠٩]

[2] [صحيح: ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة بنی اسرائيل (٣١٤٠) مسند احمد (١/٢٥٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ترمذی]

[3] [سورة لقمان: آيت ٢٧] [4] [تفسير ابن جرير الطبری (١٥/١٥٥)]

[5] [تفسير ابن جرير الطبری (١٥/١٥٧)] [6] [سورة البقرة: آيت ٩٧]

[7] [تفسير ابن جرير الطبری (١٥/١٥٦)] اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

کہ اللہ کا ایک فرشتہ ایسا بھی ہے کہ اگر اس سے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو ایک لقمہ بنانے کو کہا جائے تو وہ بنا لے۔ اس کی تسبیح یہ ہے ﴿سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتَ﴾ اے اللہ تو پاک ہے جہاں بھی ہے۔ [1] یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان پر ستر ہزار لغت ہیں وہ ان تمام زبانوں سے ہر بولی میں اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ اس کی ہر ایک تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اور فرشتوں کے ساتھ اللہ کی عبادت میں قیامت تک اڑتا رہتا ہے۔ [2] یہ اثر بھی عجیب وغریب ہے۔ واللہ اعلم

سہیلی کی روایت میں تو ہے کہ اس کے ایک لاکھ سر ہیں۔ اور ہر سر میں ایک لاکھ منہ ہیں اور ہر منہ میں ایک لاکھ زبانیں ہیں جن سے مختلف بولیوں میں وہ اللہ کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو انسانی صورت پر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں کہ اور فرشتوں کو تو دیکھتے ہیں لیکن اور فرشتے انہیں نہیں دیکھتے پس وہ فرشتوں کیلئے ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے لئے وہ فرشتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ انہیں جواب دے کہ روح امر ربی ہے یعنی اس کی شان سے ہے اس کا علم صرف اسی کو ہے تم میں سے کسی کو نہیں تمہیں، جو علم ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے پس وہ بہت ہی کم ہے مخلوق کو صرف وہی معلوم ہے جو اس نے انہیں معلوم کرایا ہے۔ خضر اور موسیٰ علیہما السلام کے قصے میں آ رہا ہے کہ جب یہ دونوں بزرگ کشتی پر سوار ہو رہے تھے اس وقت ایک چڑیا کشتی کے تختے پر بیٹھ کر اپنی چونچ پانی میں ڈبو کر اڑ گئی تو جناب خضر نے فرمایا اے موسیٰ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے سامنے ایسا اور اتنا ہی ہے جتنا یہ چڑیا اس سمندر سے لے اڑی۔ (اوکمال قال)

بقول سہیلی بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہیں ان کے سوال کا جواب نہیں دیا کیونکہ اس کا سوال بضد کرنے اور نہ ماننے کے طور پر تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جواب ہو گیا۔ مراد یہ ہے کہ روح شریعت الٰہی میں سے ہے تمہیں اس میں نہ جانا چاہئے تم جان رہے ہو کہ اس کے پہنچاننے کی کوئی طبعی اور علمی راہ نہیں بلکہ وہ شریعت کی جہت سے ہے پس تم شریعت قبول کر لو لیکن ہمیں تو یہ طریقہ خطرے سے خالی نظر نہیں آتا۔ واللہ اعلم

پھر سہیلی نے اختلاف علما بیان کیا ہے کہ روح نفس ہی ہے یا اس کے سوا۔ اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ روح جسم میں مثل ہوا کے جاری ہے اور نہایت لطیف چیز ہے جیسے کہ درختوں کی رگوں میں پانی چڑھتا ہے اور فرشتہ جو روح ماں کے پیٹ میں بچے میں پھونکتا ہے وہ جسم کے ساتھ ملتے ہی نفس بن جاتی ہے اور جسم کی مدد سے وہ اچھی بری صفتیں اپنے اندر حاصل کر لیتی ہے یا تو ذکر اللہ کے ساتھ مطمئن ہونے والی ہو جاتی ہے یا برائیوں کا حکم کرنے والی بن جاتی ہے مثلاً پانی درخت کی حیات ہے اس کے درخت سے ملنے کے باعث وہ ایک خاص بات اپنے اندر

---

[1] [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۱٤۷٦) وفی الاوسط (٦٤٣٨) ابو نعیم فی الحلیة (۳/۳۱۸) مجمع الزوائد (۱/۸۵)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الجامع (۱۹۰٤)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵/۱۵٦) بیہقی فی الاسماء والصفات (ص : ٤٦۲) ابو الشیخ فی العظمة (٤۰۸) ابن الانباری فی کتاب الاضداد (ص : ٤۲۳)]

پیدا کر لیتا ہے۔ مثلاً انگور پیدا ہوئے پھر ان کا پانی نکالا گیا پس وہ اصلی پانی نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرف اب جسم کے اتصال کے بعد روح کو اعلیٰ روح نہیں کہا جا سکتا اسی طرح اسے نفس بھی نہیں کہا جا سکتا یہ کہنا بھی بطور انجام کو پہچاننے کے ہے۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ روح نفس اور مادہ کی اصل ہے اور نفس اس سے اور اس کے بدن کے ساتھ کے اتصال سے مرکب ہے۔ پس روح نفس ہے لیکن ایک وجہ سے نہ کہ تمام وجوہ سے۔ بات تو یہ دل کو لگتی ہے لیکن حقیقت کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ لوگوں نے اس بارے میں بہت کچھ کہا ہے اور بڑی بڑی مستقل کتابیں اس پر لکھی ہیں۔ اس مضمون پر بہترین کتاب حافظ ابن مندہ کی کتاب الروح ہے۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

اگر ہم چاہیں تو جو وحی تیری طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں پھر تجھے اس کے لئے ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی بھی میسر نہ آ سکے ○ یہ تو صرف تیرے رب کا رحم و کرم ہے یقین مان کہ تجھ پر اس کا بڑا ہی فضل ہے۔ اعلان کر دے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں ○ ہم نے تو اس قرآن میں لوگوں کے سمجھنے کیلئے ہر طرح ہیر پھیر سے تمام مثالیں بیان کر دی ہیں مگر تاہم اکثر لوگ ناشکری سے باز نہیں آتے ○

اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان، قرآن کریم: اللہ تعالیٰ اپنے زبردست احسان اور عظیم الشان نعمت کو بیان فرما رہا ہے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ پر انعام کی ہے یعنی آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی جس میں کہیں سے بھی کسی وقت باطل کی آمیزش ناممکن ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس وحی کو سلب بھی کر سکتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی شام کی طرف سے یہ اٹھے گی اس وقت قرآن کے ورقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا۔ ایک حرف بھی باقی نہ رہے گا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ پھر اپنا فضل و کرم اور احسان بیان کر کے فرماتا ہے کہ اس قرآن کریم کی بزرگی ایک یہ بھی ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلے سے عاجز ہے۔ کسی کے بس میں اس جیسا کلام نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ بیمثل، بے نظیر، بے شریک ہے اسی طرح اس کا کلام مثال سے اپنے جیسے سے پاک ہے۔ ابن اسحاق نے وارد کیا ہے کہ یہودی آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم بھی اسی جیسا کلام بنا لاتے ہیں پس یہ آیت اتری لیکن ہمیں اس کے ماننے میں تامل ہے اس لئے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور اس کا بیان قریشیوں سے ہے وہی مخاطب ہیں اور یہود کیساتھ مکے میں آپ کا اجتماع

نہیں ہوا مدینے میں ان سے میل ہوا۔ واللہ اعلم

ہم نے اس پاک کتاب میں ہر قسم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر بات کو شرح وبسط سے بیان فرما دیا ہے باوجود اس کے بھی اکثر لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو دھکے دے رہے ہیں اور اللہ کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں۔

وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

کہنے لگے ہم تو تجھ پر ایمان لانے کے نہیں تاوقتیکہ تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دے○ یا خود تیرے اپنے لئے کوئی باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اور اسی کے درمیان تو بہت سی نہریں جاری کر دکھائے○ یا تو آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے جیسے کہ تیرا گمان ہے یا تو خود اللہ تعالیٰ کو یا فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دے○ یا تیرے اپنے لئے کوئی سونے کا گھر ہو جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھ جانے کا بھی اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائے جسے ہم آپ پڑھ لیں تو جواب دے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں○

سرداران قریش کی آخری کوشش: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ابوسفیان بن حرب اور بنی عبدالدار قبیلے کے دونوں شخص اور ابوالبختری بنی اسد کا اور اسود بن مطلب بن اسد اور زمعہ بن اسود اور ولید بن مغیرہ اور ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اور نبیہ اور منبہ سہمی حجاج کے لڑکے یہ سب یا ان میں سے کچھ سورج غروب ہو جانے کے بعد کعبۃ اللہ کے پیچھے جمع ہوئے اور کہنے لگے بھئی کسی کو بھیج کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلوا لو اور اس سے کہہ سن کر آج فیصلہ کر لو تا کہ کوئی عذر باقی نہ رہے چنانچہ قاصد گیا اور خبر دی کہ آپ کی قوم کے اشراف لوگ جمع ہوئے ہیں اور آپ کو یاد کیا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا ہر وقت خیال رہتا تھا آپ کے جی میں آیا کہ بہت ممکن ہے اللہ نے انہیں صحیح سمجھ دے دی ہو اور یہ راہ راست پر آ جائیں اس لئے آپ فوراً ہی تشریف لائے۔ قریشیوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا سنئے آج ہم آپ پر حجت پوری کر دیتے ہیں تا کہ پھر ہم پر کسی قسم کا الزام نہ آئے اسی لئے ہم نے آپ کو بلوایا ہے واللہ! کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہیں ڈالا ہو گا جو مصیبت تم نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے تم ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیتے ہو ہمارے دین کو برا کہتے ہو ہمارے بزرگوں کو بیوقوف بتاتے ہو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو تم نے ہم میں تفریق ڈال دی لڑائیاں

کھڑی کردیں واللہ آپ نے ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی' اب صاف صاف سن لیجئے اور سوچ سمجھ کر جواب دیجئے اگر آپ کا ارادہ ان تمام باتوں سے مال جمع کرنے کا ہے تو ہم موجود ہیں ہم خود آپ کو اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ کے برابر ہم میں سے کوئی مالدار نہ ہو اور اگر آپ کا ارادہ اس سے یہ ہے کہ آپ ہم پر سرداری کریں تو گو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں ہم آپ کی سرداری کو تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی تابعداری منظور کرتے ہیں۔ اگر آپ بادشاہت کے طالب ہیں تو واللہ ہم آپ کی بادشاہت کا اعلان کر دیتے ہیں اور اگر واقعی آپ کے دماغ میں فتور ہے' کوئی جن آپ کو ستا رہا ہے تو ہم موجود ہیں دل کھول کر رقمیں خرچ کر کے تمہارا اعلاج معالجہ کریں گے یہاں تک کہ آپ کو شفا ہو جائے یا ہم معذور سمجھ لئے جائیں۔ یہ سن کر سردار رسولاں شفیع پیغمبر ﷺ نے جواب دیا کہ سنو بحمد اللہ مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل یا آسیب نہیں نہ میں اپنی اس رسالت کی وجہ سے مالدار بننا چاہتا ہوں نہ کسی سرداری کی طمع ہے نہ بادشاہ بننا چاہتا ہوں بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف اپنا رسول برحق بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوشخبریاں سنا دوں اور ڈرا دھمکا دوں میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے' تمہاری سچی خیر خواہی کی' تم اگر قبول کر لو گے تو دونوں جہاں میں نصیب دار بن جاؤ گے اور اگر نامنظور کر دو گے تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ جناب باری تعالیٰ شانہ مجھ میں اور تم میں سچا فیصلہ فرما دے (اوکما قال) اب سرداران قوم نے کہا کہ محمد (ﷺ) اگر آپ کو ہماری ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں تو آپ اور سنو یہ تو خود تمہیں معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ تنگ شہر کسی اور کا نہیں' ہم سے زیادہ کم مال کوئی قوم نہیں' ہم سے زیادہ پیٹ پیٹ کر بہت کم روزی حاصل کرنے والی کوئی قوم نہیں آپ اپنے رب سے جس نے آپ کو اپنی رسالت دے کر بھیجا ہے دعا کیجئے کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹا لے تا کہ ہمارا علاقہ کشادہ ہو جائے' ہمارے شہروں کو وسعت ہو جائے۔ اس میں نہریں چشمے اور دریا جاری ہو جائیں جیسے کہ شام اور عراق میں ہیں اور یہ بھی دعا کیجئے کہ ہمارے باپ دادا زندہ ہو جائیں اور ان میں قصی بن کلاب ضرور ہو وہ ہم میں ایک بزرگ اور سچا شخص تھا ہم اس سے پوچھ لیں گے وہ آپ کی بابت جو کہہ دے گا ہمیں اطمینان ہو جائے گا اگر آپ نے یہ کر دیا تو ہمیں آپ کی رسالت پر ایمان آ جائے گا اور ہم آپ کی دل سے تصدیق کرنے لگیں گے اور آپ کی بزرگی کے قائل ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں ان چیزوں کے ساتھ نہیں بھیجا گیا۔ ان میں سے کوئی کام میرے بس کا نہیں۔ میں تو اللہ کی باتیں تمہیں پہنچانے آیا ہوں۔ تم قبول کر لو' دونوں جہاں میں خوش رہو گے۔ نہ قبول کرو گے تو میں صبر کر لوں گا۔ اللہ کے حکم پر منتظر رہوں گا یہاں تک کہ پروردگار عالم مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرما دے۔ انہوں نے کہا اچھا یہ بھی نہ سہی لیجئے ہم خود آپ کے لئے ہی تجویز کرتے ہیں آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی فرشتہ آپ کے پاس بھیجے جو آپ کی باتوں کی سچائی اور تصدیق کر دے آپ کی طرف سے ہمیں جواب دے اور اس سے کہہ کر آپ اپنے لئے باغات اور خزانے اور سونے چاندی کے محل بنوا لیجئے تا کہ خود آپ کی حالت تو سنور جائے بازاروں میں چلنا پھرنا ہماری طرح تلاش معاش میں نکلنا یہ تو چھوٹ جائے۔ یہ اگر ہو جائے

تو ہم مان لیں گے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی عزت ہے اور آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا نہ میں یہ کروں نہ اپنے رب سے یہ طلب کروں نہ اس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بشیر ونذیر بنایا ہے بس اور کچھ نہیں۔ تم اگر مان لو گے تو دونوں جہاں میں اپنا بھلا کرو گے اور نہ مانو نہ سہی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا پروردگار میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے؟ انہوں نے کہا اچھا پھر ہم کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے رب سے کہہ کر ہم پر آسمان گرا دو تم تو کہتے ہی ہو کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کر دے تو پھر ہم کہتے ہیں بس کر دو ڈھیل نہ کرو آپ نے فرمایا یہ اللہ کے اختیار کی بات ہے جو وہ چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے۔ مشرکین نے کہا سنئے کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تیرے پاس اس وقت بیٹھیں گے اور تجھ سے یہ چیزیں طلب کریں گے اور اس قسم کے سوالات کریں گے تو چاہئے تھا کہ وہ تجھے پہلے سے مطلع کر دیتا اور یہ بھی بتا دیتا کہ تجھے کیا جواب دینا چاہئے اور جب ہم تیری نہ مانیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ سنئے ہم نے تو سنا ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک شخص رحمان نامی ہے وہ سکھا جاتا ہے اللہ کی قسم ہم تو رحمان پر ایمان لانے کے نہیں۔ ناممکن ہے کہ ہم اسے مانیں ہم نے آپ سے سبکدوشی حاصل کر لی جو کچھ کہنا سننا تھا کہہ سن چکے اور آپ نے ہماری واجبی اور انصاف کی بات بھی نہیں مانی اب کان کھول کر ہوشیار ہو کر سن لیجئے کہ ہم آپ کو اس حالت میں آزاد نہیں رکھ سکتے اب یا تو ہم آپ کو ہلاک کر دیں گے یا آپ ہمیں تباہ کر دیں کوئی کہنے لگا ہم تو فرشتوں کو پوجتے ہیں جو اللہ کی بیٹیاں ہیں کسی نے کہا جب تک تو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو کھلم کھلا ہمارے پاس نہ لائے ہم ایمان نہ لائیں گے۔ پھر مجلس برخاست ہوئی۔ عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخروم جو آپ کی پھوپھی حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب کا لڑکا تھا آپ کے ساتھ ہو لیا اور کہنے لگا کہ یہ تو بڑی نا منصفی کی بات ہے کہ قوم نے جو کہا وہ بھی آپ نے منظور نہ کیا پھر جو طلب کیا وہ بھی آپ نے پورا نہ کیا پھر جس چیز سے آپ انہیں ڈراتے تھے وہ مانگا وہ بھی آپ نے نہ کیا اب تو اللہ کی قسم میں آپ پر ایمان لاؤں گا ہی نہیں جب کہ آپ سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ کر کوئی کتاب نہ لائیں اور چار فرشتے اپنے ساتھ اپنے گواہ بنا کر نہ لائیں۔ حضور ﷺ ان تمام باتوں سے سخت رنجیدہ ہوئے۔ گئے تو آپ بڑے شوق سے تھے کہ شاید قوم کے سردار میری کچھ مان لیں لیکن جب ان کی سرکشی اور ایمان سے دوری آپ نے دیکھی بڑے ہی مغموم ہو کر واپس اپنے گھر آئے (ﷺ)۔ [1]

بات یہ ہے کہ ان کی یہ تمام باتیں بطور کفر وعناد اور بطور نیچا دکھانے اور لاجواب کرنے کے تھیں ورنہ اگر ایمان لانے کے لئے نیک نیتی سے یہ سوالات ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں یہ معجزے دکھا دیتا چنانچہ حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ اگر آپ کی چاہت ہو تو جو یہ مانگتے ہیں میں دکھا دوں لیکن یہ یاد رہے کہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو انہیں وہ عبرت ناک سزائیں دوں گا جو کسی کو نہ دی ہوں۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں ان پر توبہ کی قبولیت کا اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی۔ [2] اللہ اپنے نبی رحمت اور نبی توبہ پر درود وسلام

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۷۱۹) الدر المنثور للسیوطی (۳٦٥/٤) سیرة ابن هشام (۳۰٦/۱)]

[2] [صحیح :مسند احمد (۲٤۲/۱)]

بہت بہت نازل فرمائے اسی بات اور اسی حکمت کا ذکر آیت ﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ﴾ (۱) الخ،
میں اور آیت ﴿وَقَالُوْا مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ﴾ (۲) الخ میں بھی ہے کہ یہ سب چیزیں ہمارے
بس میں ہیں اور یہ سب ممکن ہے لیکن اسی وجہ سے کہ ان کے ظاہر ہو جانے کے بعد ایمان نہ لانے والوں کو پھر ہم
چھوڑا نہیں کرتے۔ ہم ان نشانات کو روک رکھتے ہیں اور ان کفار کو ڈھیل دے رکھی ہے اور ان کا آخر ٹھکانا جہنم بنا
رکھا ہے۔ پس ان کا سوال تھا کہ ریگستان عرب میں نہریں چل پڑیں دریا ابل پڑیں وغیرہ ظاہر ہے کہ ان میں
سے کوئی کام بھی اس قادر و قیوم اللہ پر بھاری نہیں سب کچھ اس کی قدرت تلے اور اس کے فرمان تلے ہے۔
لیکن وہ بخوبی جانتا ہے کہ یہ ازلی کافر ان معجزوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لانے کے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ
الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ
الْاَلِيْمَ﴾ (۳) یعنی جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے انہیں باوجود تمام تر معجزات دیکھ لینے کے بھی ایمان
نصیب نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ المناک عذابوں کا معائنہ کر لیں۔ ﴿وَلَوْ اَنَّنَا﴾ (۴) الخ میں فرمایا کہ اے نبی
ﷺ ان کی خواہش کے مطابق اگر ہم ان پر فرشتے بھی نازل فرمائیں اور مردے بھی ان سے باتیں کر لیں اور اتنا ہی
نہیں بلکہ غیب کی تمام چیز کھلم کھلا ان کے سامنے ظاہر کر دیں تو بھی یہ کافر بغیر مشیت الٰہی ایمان لانے کے نہیں ان میں
سے اکثر جہالت کے پتلے ہیں۔ اپنے لئے دریا طلب کرنے کے بعد انہوں نے کہا اچھا آپ ہی کے لئے باغات اور
نہریں ہو جائیں۔ پھر کہا کہ اچھا یہ بھی نہ سہی یہ تو آپ کہتے ہی ہیں کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا، ٹکڑے
ٹکڑے ہو جائے گا تو اب آج ہی ہم پر اس کے ٹکڑے گرا دیجئے چنانچہ انہوں نے خود بھی اللہ سے یہی دعا کی کہ اے اللہ
اگر یہ سب کچھ تیری جانب سے ہی برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ الخ (۵)

شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی خواہش کی تھی جس بنا پر ان پر سائبان کے دن کا عذاب اترا۔ لیکن چونکہ
ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ رحمۃ للعالمین اور نبی التوبہ تھے آپ نے اللہ سے دعا کی کہ وہ انہیں ہلاکت سے بچا لے
ممکن ہے یہ نہیں تو ان کی اولادیں ہی ایمان قبول کر لیں، توحید اختیار کر لیں اور شرک چھوڑ دیں۔ آپ کی ہی آرزو
پوری ہوئی، عذاب نہ اترا۔ خود ان میں سے بھی بہت سوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی یہاں تک کہ عبداللہ بن
امیہ جس نے آخر میں حضرت ﷺ کے ساتھ جا کر آپ کو باتیں سنائی تھیں اور ایمان نہ لانے کی قسمیں کھائی تھیں
وہ بھی اسلام کے جھنڈے تلے آئے۔ زخرف سے مراد سونا ہے بلکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں لفظ مِنْ
ذَهَبٍ ہے۔ کفار کا اور مطالبہ یہ تھا کہ تیرے لئے سونے کا گھر ہو جائے یا ہمارے دیکھتے ہوئے تو سیڑھی لگا کر
آسمان پر پہنچ جائے اور وہاں سے کوئی کتاب لائے جو ہر ایک کے نام الگ الگ ہو راتوں رات ان کے سرہانے وہ
پہنچ جائیں ان پر ان کے نام لکھے ہوئے ہوں اس کے جواب میں حکم ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ اللہ سبحانہ وتعالٰی کے

---

(۱) [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۵۹].
(۲) [سورۃ الفرقان: آیت ۷۔۱۱]
(۳) [سورۃ یونس: آیت ۹۶۔۹۷]
(۴) [سورۃ الانعام: آیت ۱۱۱]
(۵) [سورۃ الانفال: آیت ۳۲]

آگے کسی کی کچھ نہیں چلتی وہ اپنی سلطنت اور مملکت کا تنہا مالک ہے جو چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے۔ یہ اس کے اختیار کی بات ہے میں تو صرف پیغام رب پہنچانے والا رسول ہوں میں نے اپنا فرض ادا کر دیا احکام الٰہی تمہیں پہنچا دیئے۔ اب جو تم نے مانگا وہ اللہ کے بس کی بات ہے نہ کہ میرے بس کی۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں بطحا مکہ کی بابت مجھ سے فرمایا گیا کہ اگر تم چاہو تو میں اسے سونے کا بنا دوں میں نے گزارش کی کہ نہیں اے اللہ میری تو یہ چاہت ہے کہ ایک روز پیٹ بھرا رہوں اور دوسرے روز بھوکا رہوں بھوک میں تیری طرف جھکوں، تضرع اور زاری کروں اور بکثرت یاد کروں۔ بھرے پیٹ میں جاؤں تو تیری حمد بیان کروں، تیرا شکر بجالاؤں۔ [1] ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰۗىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ نے صرف ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟ ○ تو جواب دے کہ اگر زمین پر فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے ○

قبول ہدایت میں رکاوٹ یہ فکر کہ انسان بھی پیغمبر ہو سکتا ہے: اکثر لوگ ایمان سے اور رسولوں کی تابعداری سے اسی بنا پر رک گئے کہ انہیں یہ سمجھ نہ آیا کہ کوئی انسان بھی رسول اللہ بن سکتا ہے۔ وہ ان پر سخت ترمتعجب ہوئے اور آخر انکار کر بیٹھے اور صاف کہہ گئے کہ کیا ایک انسان ہماری رہبری کرے گا؟ فرعون اور اسکی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان کیسے لائیں خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی ساری قوم ہماری ماتحتی میں ہے۔ یہی اور امتوں نے اپنے نبیوں سے کہا تھا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو سوا اس کے کچھ نہیں کہ تم ہمیں اپنے بڑوں کے معبودوں سے بہکا رہے ہو اچھا لاؤ کوئی زبردست ثبوت پیش کرو۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔

اس کے بعد اللہ اپنے لطف و کرم اور انسانوں میں سے رسولوں کے بھیجنے کی وجہ کو بیان فرماتا ہے اور اس حکمت کو ظاہر فرماتا ہے کہ اگر فرشتے رسالت کا کام انجام دیتے تو نہ ان کے پاس تم بیٹھ اٹھ سکتے، نہ انکی باتیں پوری طرح سے سمجھ سکتے۔ انسانی رسول چونکہ تمہارے ہی ہم جنس ہوتے ہیں تم ان سے خلا ملا رکھ سکتے ہو ان کی عادات و اطوار دیکھ سکتے ہو اور مل جل کر ان سے اپنی زبان میں تعلیم حاصل کر سکتے ہو ان کا عمل دیکھ کر خود سیکھ سکتے ہو۔ جیسے فرمان

---

[1] [ضعیف : ترمذی : كتاب الزهد : باب ما جآء فی الكفاف والصبر عليه (۲۳۴۷) مسند احمد (۲۵٤/٥) بغوی فی شرح السنة (٤٠٤٤) ابو نعيم فی الحلية (۱۳۳/۸)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں علی بن یزید اور عبید اللہ بن زحر دونوں ضعیف ہیں۔]

ہے ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [1] الخ۔اور آیت میں ہے ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ [2] الخ۔اور آیت میں ہے ﴿كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ﴾ [3] الخ۔مطلب سب کا یہی ہے کہ یہ تو اللہ کا زبردست احسان ہے کہ اس نے تم میں سے ہی اپنے رسول بھیجے کہ وہ آیات الٰہی تمہیں پڑھ کر سنائیں، تمہارے اخلاق پاکیزہ کریں اور تمہیں کتاب وحکمت سکھائیں اور جن چیزوں سے تم بے علم تھے وہ تمہیں عالم بنادیں پس تمہیں میری یاد کی کثرت کرنی چاہئے تاکہ میں بھی تمہیں یاد کروں۔ تمہیں میری شکرگزاری کرنی چاہئے اور ناشکری سے بچنا چاہئے۔ یہاں فرماتا ہے کہ اگر زمین کی آبادی فرشتوں کی ہوتی تو بے شک ہم کسی آسمانی فرشتے کو ان میں رسول بنا کر بھیجتے چونکہ تم خود انسان ہو ہم نے اسی مصلحت سے انسانوں میں سے ہی اپنے رسول بنا کر تم میں بھیجے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا بس ہے، وہ اپنے بندوں سے خوب آگاہ اور بخوبی دیکھنے والا ہے ○

رسالت کی صداقت کے لیے اللہ ہی گواہ کافی: اپنی سچائی پر میں اور گواہ کیوں ڈھونڈوں؟ اللہ کی گواہی کافی ہے۔ میں اگر اس کی پاک ذات پر تہمت باندھتا ہوں تو وہ خود مجھ سے انتقام لے گا۔ چنانچہ قرآن کی سورۃ الحاقہ میں بیان ہے [4] کہ اگر یہ پیغمبر زبردستی کوئی بات ہمارے سر چپکا دیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ تھام کر اس کی گردن اڑا دیتے اور ہمیں اس سے کوئی نہ روک سکتا۔ پھر فرمایا کہ کسی بندے کا حال اللہ سے مخفی نہیں وہ انعام واحسان ہدایت و لطف کے قابل لوگوں کو اور گمراہی اور بدبختی کے قابل لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾

النصف

اللہ جس کی رہنمائی کردے، وہ تو راہ یاب ہے، اور جسے وہ راہ سے کھودے ناممکن ہے کہ تو اس کا رفیق اس کے سوا کسی اور کو پالے، ایسے لوگوں کا ہم بروز قیامت اوندھے منہ حشر کریں گے درآنحالیکہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جب کبھی وہ ہلکی ہونے لگی گی ہم ان پر اسے بھڑکا دیں گے ○

قیامت کا ایک منظر: اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ تمام مخلوق میں تصرف اسی کا ہے اس کا حکم ٹل نہیں سکتا اس کے راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بہکا نہیں سکتا نہ اس کے بہکائے ہوئے کی کوئی راہنمائی کر سکتا ہے اس کا ولی اور مرشد کوئی نہیں بن سکتا۔ ہم انہیں اوندھے منہ میدان قیامت (محشر کے مجمع) میں لائیں گے حضور ﷺ سے سوال

---

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ۱٦٤]
[2] [سورۃ التوبۃ: آیت ۱۲۸]
[3] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۱-۱۵۲]
[4] [سورۃ الحاقہ: آیت ٤٤-٤٦]

ہوا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے پیروں پر چلایا ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔ [۱] مسند احمد میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے بنی غفار قبیلے کے لوگو! سچ کہو اور قسمیں نہ کھاؤ صادق مصدوق پیغمبر ﷺ نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ لوگ تین قسم کے بنا کر حشر میں لائے جائیں گے ایک فوج تو کھانے پینے والی اور پہننے اوڑھنے والی' ایک چلنے اور دوڑنے والی' ایک وہ جنہیں فرشتے اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم کے سامنے جمع کریں گے۔ لوگوں نے کہا دو قسمیں تو سمجھ میں آ گئیں لیکن چلنے اور دوڑنے والے سمجھ میں نہیں آئے آپ نے فرمایا سواریوں پر آفت آ جائے گی یہاں تک کہ ایک انسان اپنا ہرا بھرا باغ دے کر پالان والی اونٹنی خریدنا چاہے گا لیکن نہ مل سکے گی۔ [۲] یہ اس وقت نابینا ہوں گے' بے زبان ہوں گے' کچھ بھی نہ سن سکیں گے غرض مختلف حال ہوں گے اور گناہوں کی شامت میں گناہوں کے مطابق گرفتار کئے جائیں گے۔ دنیا میں حق سے اندھے بہرے اور گونگے بنے رہے آج سخت احتیاج والے دن' سچ مچ اندھے' بہرے گونگے بنا دیئے گئے۔ ان کا اصلی ٹھکانا' گھوم پھر کر آنے اور رہنے سہنے بسنے ٹھہرنے کی جگہ جہنم قرار دی گئی۔ وہاں کی آگ جہاں مدھم پڑنے کو آئی اور بھڑکا دی گئی سخت تیز کر دی گئی جیسے فرمایا ﴿فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾ [۳] یعنی اب سزا برداشت کرو۔ سوائے عذاب کے کوئی چیز تمہیں زیادہ نہ دی جائے گی۔

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۞ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۚ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۞

یہ سب ہماری آیتوں سے کفر کرنے اور اس کہنے کا بدلہ ہے کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزے ہو جائیں گے پھر ہم نئی پیدائش میں اٹھا کھڑے کئے جائیں گے ○ کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جس اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے وہ ان جیسوں کی پیدائش پر پورا قادر ہے' اسی نے ان کیلئے ایسا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جو شک و شبہ سے یکسر خالی ہے' لیکن ناانصاف لوگ ناشکرے بنے بغیر رہتے ہی نہیں ○

بوسیدہ ہڈیوں میں دوبارہ زندگی: فرمان ہے کہ اوپر جن منکروں کو جس سزا کا ذکر ہوا ہے وہ اسی کے قابل تھے' وہ ہماری دلیلوں کو جھوٹ سمجھتے تھے اور قیامت کے قائل ہی نہ تھے اور صاف کہتے ہیں کہ بوسیدہ ہڈیاں ہو جانے کے

---

[۱] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب التفسير : باب قوله الذين يحشرون على وجوهم الى جهنم (٤٧٦٠) صحيح مسلم : كتاب صفات المنافقين : باب يحشر الكافر على وجهه (٢٨٠٦)]

[۲] [اسناده قوی : مسند احمد (١٦٤/٥) طبرانی صغير (١١٢/٢) مستدرك حاكم (٣٦٧/٢) نسائی : كتاب الجنائز : باب البعث (٢٠٨٨)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢١٤٥٧)]

[۳] [سورة نباء: آيت ٣٠]

بعد مٹی کے ریزوں سے مل جانے کے بعد ہلاک اور برباد ہو چکنے کے بعد کا دوبارہ جی اٹھنا تو عقل کے باہر ہے۔

ان کے جواب میں قرآن نے اس کی ایک یہ دلیل پیش کی کہ اس زبردست قدرت کے مالک نے آسمان و زمین کو بغیر کسی چیز کے اول بار بلانمونہ پیدا کیا جس کی قدرت ان بلند و بالا وسیع اور سخت مخلوق کی ابتدا پیدائش سے عاجز نہیں۔ کیا وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو جائے گا؟ آسمان زمین کی پیدائش تو تمہاری پیدائش سے بہت بڑی ہے۔ وہ ان کے پیدا کرنے میں نہیں تھکا کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے سے بے اختیار ہو جائے گا؟ کیا آسمان وزمین کا خالق انسانوں جیسے اور پیدا نہیں کر سکتا؟ بے شک کر سکتا ہے اس کا وصف ہے کہ وہ خلاق ہے وہ علیم ہے وہ قدرتوں والا ہے۔ جس چیز کی نسبت فرما دے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے اس کا حکم ہی چیز کے وجود کیلئے کافی وافی ہے۔ وہ انہیں قیامت کے دن دوبارہ نئی پیدائش میں ضرور اور قطعاً پیدا کرے گا اس نے ان کے اعادہ کی' ان کے قبروں سے نکل کھڑے ہونے کی مدت مقرر کر رکھی ہے۔ اس وقت یہ سب کچھ ہو کر رہے گا یہاں کی قدرے تاخیر صرف معینہ وقت کو پورا کرنے کیلئے ہے۔ افسوس کس قدر واضح دلائل کے بعد بھی لوگ کفر و ضلالت کو نہیں چھوڑتے۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ؑ﴿۱۰۰﴾

ع ۱۰

کہہ دے کہ اگر بالفرض تم میرے رب کی رحمتوں کے خزانوں کے مالک بن جاؤ تو تم تو اس وقت بھی اس کے خرچ ہو جانے کے خوف سے اس میں بخیلی کرتے' انسان ہے ہی تنگ دل ○

انسانی طبیعت کا خاصہ: انسانی طبیعت کا خاصہ بیان ہو رہا ہے کہ رحمت الٰہی جیسی نہ کم ہونے والی چیزوں پر بھی اگر یہ قابض ہو جائے تو وہاں بھی اپنی بخیلی اور تنگ دلی نہ چھوڑے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر ملک کے کسی حصے کے یہ مالک ہو جائیں تو کسی کو ایک کوڑی پرکھنے کو نہ دیں۔ پس یہ انسانی طبیعت ہے ہاں جو اللہ کی طرف سے ہدایت کئے جائیں اور توفیق خیر دیئے جائیں وہ اس بد خصلت سے نفرت کرتے ہیں وہ سخی اور دوسروں کا بھلا کرنے والے ہوتے ہیں۔ انسان بڑا ہی جلد باز ہے تکلیف کے وقت لڑکھڑا جاتا ہے اور راحت کے وقت پھول جاتا ہے اور دوسروں کے فائدہ سے اپنے ہاتھ روکنے لگتا ہے ہاں نمازی لوگ اس سے بری ہیں الخ ایسی آیتیں قرآن میں اور بھی بہت سی ہیں۔ اس سے اللہ کے فضل و کرم اس کی بخشش و رحم کا پتہ بھی چلتا ہے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ دن رات کا خرچ اللہ کے ہاتھ میں ہے اس میں کوئی کمی نہیں لاتا ابتدا سے اب تک کے خرچ نے اس کے خزانے میں کمی نہیں کی۔ [1]

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب و کان عرشه علی المآء (٤٦٨٤) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب الحث علی النفقة (٩٩٣)]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰي مَسْحُوْرًا ﴿١٠١﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَاۗىِٕرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿١٠٢﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿١٠٣﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿١٠٤﴾

ہم نے موسیٰ کو نو معجزے بالکل صاف صاف عطا فرمائے۔ تو آپ ہی بنی اسرائیل سے پوچھ لے کہ جب وہ ان کے پاس پہنچا تو فرعون بولا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے ○ موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ تو تجھے معلوم ہے کہ آسمان و زمین کے پروردگار ہی نے یہ معجزے دکھانے سمجھانے کو نازل فرمائے ہیں، اے فرعون میں تو سمجھ رہا ہوں کہ تو یقیناً برباد و ہلاک کیا گیا ہے ○ آخر فرعون نے پختہ ارادہ کر لیا کہ انہیں اس سرزمین سے ہی اکھیڑ دے تو ہم نے اسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا ○ از اں بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرما دیا کہ اس سرزمین پر تم رہو سہو۔ ہاں جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تم سب کو سمیٹ اور لپیٹ کر لے آئیں گے ○

موسیٰ علیہ السلام کی نو نشانیاں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو ایسے معجزے ملے جو آپ کی نبوت کی صداقت اور نبوت پر کھلی دلیل تھی۔ لکڑی، ہاتھ، قحط سالی، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون۔ یہ تھیں تفصیل وار آیتیں۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ معجزے یہ ہیں ہاتھ کا چمکیلا بن جانا۔ لکڑی کا سانپ ہو جانا اور پانچ وہ جن کا بیان سورۂ اعراف میں ہے اور مالوں کا مٹ جانا اور پتھر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ معجزے آپ کا ہاتھ، آپ کی لکڑی، قحط سالیاں، پھلوں کی کمی، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون ہیں۔ یہ قول زیادہ ظاہر، بہت صاف، بہتر اور قوی ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے ان میں سے قحط سالی اور پھلوں کی کمی کو ایک گن کر نواں معجزہ آپ کی لکڑی کا جادوگروں کے سانپوں کو کھا جانا بیان کیا ہے۔ لیکن ان تمام معجزوں کے باوجود فرعونیوں نے تکبر کیا اور اپنی گنہگاری پر اڑے رہے باوجودیکہ دل یقین لا چکا تھا مگر ظلم و زیادتی کر کے کفر و انکار پر جم گئے۔ اگلی آیتوں سے ان آیتوں کا ربط یہ ہے کہ جیسے آپ کی قوم آپ سے معجزے طلب کرتی ہے ایسے ہی فرعونیوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معجزے طلب کئے جو ظاہر ہوئے لیکن انہیں ایمان نصیب نہ ہوا آخر ہلاک کر دیئے گئے۔ اسی طرح اگر آپ کی قوم بھی معجزوں کے آ جانے کے بعد کافر رہی تو پھر مہلت نہ ملے گی اور معاً تباہ و برباد کر دی جائے گی۔ خود فرعون نے معجزے دیکھنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ پس یہاں جن نو نشانیوں کا بیان ہے یہ وہی ہیں اور ان ہی کا بیان ﴿وَاَلْقِ عَصَاكَ﴾ سے ﴿قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ [1] تک میں ہے۔ ان آیتوں میں لکڑی کا اور ہاتھ کا ذکر موجود ہے اور باقی آیتوں کا بیان سورۂ اعراف میں ہے۔ ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے

[1] [سورۃ النمل: آیت ۱۰-۱۲]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے دیئے تھے مثلاً آپ کی لکڑی کے لگنے سے ایک پتھر سے بارہ چشموں کا جاری ہونا' بادل کا سایہ کرنا' من وسلویٰ کا اترنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب نعمتیں بنی اسرائیل کو مصر کے شہر چھوڑنے کے بعد ملیں پس ان معجزوں کو یہاں اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ وہ فرعونیوں نے نہیں دیکھے تھے یہاں صرف ان نو معجزوں کا ذکر کیا جو فرعونیوں نے دیکھے تھے اور انہیں جھٹلایا تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا چل تو ذرا اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے قرآن کی آیت کے بارے میں پوچھ لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ نو آیات کیا ملیں تھیں؟ دوسرے نے کہا نبی نہ کہہ' سن لیا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ اب دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آپ نے فرمایا یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' چوری نہ کرو' زنا نہ کرو' کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو' جادو نہ کرو' سود نہ کھاؤ' بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں نہ لے جاؤ کہ اسے قتل کرا دو اور پاک دامن عورتوں پر بہتان نہ باندھو۔ یا فرمایا جہاد سے نہ بھاگو۔ اور اے یہودیو! تم پر خاص کر یہ حکم بھی تھا کہ ہفتے کے دن زیادتی نہ کرو۔ اب تو وہ بے ساختہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور کہنے لگے ہماری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تم میری تابعداری کیوں نہیں کرتے؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ میری نسل میں نبی ضرور رہیں گے اور ہمیں خوف ہے کہ آپ کی تابعداری کے بعد یہود ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ [1]

ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے امام ترمذی اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں لیکن ہے ذرا مشکل کام اس لئے کہ اس کے راوی عبداللہ بن سلمہ کے حافظہ میں قدرے قصور ہے اور ان پر جرح بھی ہے نو کلمات کا شبہ نو آیات سے انہیں ہو گیا ہو اس لئے کہ یہ توراۃ کے احکام ہیں فرعون پر حجت قائم کرنے والی یہ چیزیں نہیں۔ واللہ اعلم

اسی لئے فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرعون یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ سب معجزے سچے ہیں اور ان میں سے ایک ایک میری سچائی کی جیتی جاگتی دلیل ہے میرا خیال ہے کہ تو ہلاک ہونا چاہتا ہے' اللہ کی لعنت تجھ پر اترا ہی چاہتی ہے تو مغلوب ہو گا اور تباہی کو پہنچے گا۔ ((مَثْبُور)) کے معنی ہلاک ہونے کے اس شعر میں بھی ہیں:

إِذَا أَجَارَي الشَّيْطَانُ فِي سُنَنِ الْغَيِّ　　وَمَنْ مَّالِ مَيْلِهِ مَثْبُوْرٌ

یعنی شیطان کے دوست ہلاک شدہ ہیں۔ ((عَلِمْتَ)) کی دوسری قرات ((عَلِمْتُ)) تا کے زبر کے

---

[1] [ضعیف]: مسند احمد (۲۳۹/۴) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ بنی اسرائیل (۳۱۴۴) ابن ماجه: کتاب الادب: باب الرجل یقبل ید الرجل (۳۷۰۵) نسائی: کتاب المحاربة: باب السحر (۴۰۸۳) وفی الکبری (۳۵۴۱) مستدرك حاکم (۹/۱) بیهقی فی السنن الکبری (۱۶۶/۸) وفی دلائل النبوة (۲۶۸/۶) ابو نعیم فی الحلیة (۹۷/۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۲/۱۵) ابن ابی شیبة فی المصنف (۴۳۶/۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی امام نسائیؒ نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔]

بدلے تا کے پیش سے بھی ہے لیکن جمہور کی قراءت تا کے زبر سے ہی ہے۔اور اسی معنی کو وضاحت سے اس آیت میں بیان فرماتا ہے ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ﴾ [1] الخ، یعنی جب ان کے پاس ہماری ظاہر اور بصیرت افروز نشانیاں پہنچ چکیں تو وہ بولے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے یہ کہہ کر منکرین انکار کر بیٹھے حالانکہ ان کے دلوں میں یہ یقین آچکا تھا لیکن صرف ظلم و زیادتی کی راہ سے نہ مانے الخ، الغرض یہ صاف بات ہے کہ جن نو نشانیوں کا ذکر اہوا ہے یہ عصا، ہاتھ، قحط سالی، پھلوں کی کم پیداواری، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک، اور دم (خون) تھیں۔ جو فرعون اور اس کی قوم کیلئے اللہ کی طرف سے دلیل و برہان تھا اور آپ کے معجزے تھے جو آپ کی سچائی اور اللہ کے وجود پر دلائل تھے ان نو نشانیوں سے مراد وہ احکام نہیں جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوئے کیونکہ وہ فرعون اور فرعونیوں پر حجت نہ تھے بلکہ ان پر حجت ہونے اور ان احکام کے بیان ہونے کے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں۔ یہ وہم صرف عبداللہ بن سلمہ راوی حدیث کی وجہ سے لوگوں کو پیدا ہوا اس کی بعض باتیں واقعی قابل انکار ہیں، واللہ اعلم

بہت ممکن ہے کہ ان دونوں یہودیوں نے دس کلمات کا سوال کیا ہو اور راوی کو نو آیتوں کا وہم رہ گیا ہو۔ فرعون نے ارادہ کیا کہ انہیں جلا وطن کر دیا جائے۔ پس ہم نے خود اسے مچھلیوں کا لقمہ بنایا اور اس کے تمام ساتھیوں کو بھی۔ اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمادیا کہ اب زمین تمہاری ہے رہو سہو کھاؤ پیو۔ اس آیت میں حضور ﷺ کو بھی زبردست بشارت ہے کہ مکہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ حالانکہ سورت مکیہ ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ واقع میں ہوا بھی اسی طرح کہ اہل مکہ نے آپ کو مکہ شریف سے نکال دینا چاہا۔ جیسے قرآن نے آیت ﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ﴾ [2] الخ، میں بیان فرمایا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو غالب کیا اور مکے کا مالک بنا دیا اور فاتحانہ حیثیت سے آپ ﷺ بعد از جنگ مکے میں آئے اور یہاں اپنا قبضہ کیا اور پھر اپنے حلم و کرم سے کام لے کر مکے کے مجرموں کو اور اپنے جانی دشمنوں کو عام طور پر معافی عطا فرمادی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنی اسرائیل جیسی ضعیف قوم کو زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا تھا اور فرعون جیسے سخت اور متکبر بادشاہ کے مال، زمین، پھل، کھیتی اور خزانوں کا مالک کر دیا۔

جیسے آیت ﴿وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ﴾ [3] میں بیان ہوا ہے۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم یہاں رہو سہو قیامت کے وعدے کے دن تم اور تمہارے دشمن سب ہمارے سامنے اکٹھے لائے جاؤ گے، ہم تم سب کو جمع کر لائیں گے۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿١٠٥﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَي النَّاسِ عَلٰي مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿١٠٦﴾

وقف لازم

ہم نے اس قرآن کو راستی سے اتارا، اور یہ بھی راستی سے اترا ہم نے تجھے صرف خوشخبری سنانے والا اور دھمکانے والا بنا کر

[1] [سورة النمل: آيت ١٤]
[2] [سورة بني اسرائيل: آيت ٧٦]
[3] [سورة الشعراء: آيت ٥٩]

بھیجا ہے○ قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے اتارا ہے کہ تم اسے بہ مہلت لوگوں کو سناؤ اور ہم نے خود بھی اسے بتدریج نازل فرمایا○

قرآن کریم سراسر حق: ارشاد ہے کہ قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا' یہ سراسر حق ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ اسے نازل فرمایا ہے اس کی حقانیت پر وہ خود شاہد ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں۔ اس میں وہی ہے جو اس نے خود اپنی دانست کے ساتھ اتارا ہے اس کے تمام حکم' احکام اور نہی و ممانعت اسی کی طرف سے ہے حق والے نے حق کے ساتھ اسے اتارا اور یہ حق کے ساتھ ہی تجھ تک پہنچا۔ نہ راستے میں کوئی باطل اس میں ملا نہ باطل کی شان ہے کہ اس سے مخلوط ہو سکے۔ یہ بالکل محفوظ ہے' کمی زیادتی سے یکسر پاک ہے۔ پوری طاقت والے امانتدار فرشتے کی معرفت نازل ہوا ہے۔ جو آسمانوں میں ذی عزت اور وہاں کا سردار ہے۔ تیرا کام مومنوں کو خوشی سنانا اور کافروں کو ڈرانا ہے۔ اس قرآن کو ہم نے لوح محفوظ سے بیت العزۃ پر نازل فرمایا جو آسمان اول میں ہے۔ وہاں سے متفرق تھوڑا تھوڑا کر کے واقعات کے مطابق تیئیس برس میں دنیا پر نازل ہوا۔ اس کی دوسری قراءت فَرَّقْنَاهُ ہے یعنی ایک ایک آیت کر کے تفسیر اور تفصیل اور تبیین کے ساتھ اتارا ہے کہ تو اسے لوگوں کو بہ سہولت پہنچا دے اور آہستہ آہستہ انہیں سنا دے ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے۔

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿۱۰۷﴾ وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ ۳

کہہ دے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ' جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے' ان کے پاس تو جب بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں○ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے ہمارے رب کا وعدہ بلا شک وشبہ پورا ہو کر رہنے والا ہی ہے○ وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کی عاجزی اور خشوع وخضوع اور بڑھا دیتا ہے○

قرآن سن کر اہل علم سجدہ ریز ہو جاتے ہیں: فرمان ہے کہ تمہارے ایمان پر صداقت قرآن موقوف نہیں تم مانو یا نہ مانو قرآن فی نفسہ کلام اللہ اور بے شک برحق ہے۔ اس کا ذکر تو ہمیشہ سے قدیم کتابوں میں چلا آ رہا ہے۔ جو اہل کتاب' صالح اور عامل کتاب اللہ ہیں' جنہوں نے اگلی کتابوں میں کوئی تحریف وتبدیلی نہیں کی وہ تو اس قرآن کو سنتے ہی بے چین ہو کر شکریہ کا سجدہ کرتے ہیں کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری موجودگی میں اس رسول کو بھیجا اور اس کلام کو نازل فرمایا۔

اپنے رب کی قدرت کاملہ پر اس کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ جانتے تھے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے' غلط نہیں ہوتا۔ آج وہ وعدہ پورا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں' اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے وعدے کی سچائی کا اقرار

کرتے ہیں۔ خشوع وخضوع، فروتنی اور عاجزی کے ساتھ روتے گڑگڑاتے اللہ کے سامنے اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں ایمان وتصدیق اور کلام الٰہی اور رسول اللہ کی وجہ سے وہ ایمان واسلام میں، ہدایت وتقویٰ میں، ڈر اور خوف میں اور بڑھ جاتے ہیں۔ یہ عطف صفت کا صفت پر ہے سجدے کا سجدے پر نہیں۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو تمام اچھے نام اسی کے ہیں، نہ تو تو اپنی نماز بہت بلند آواز سے پڑھ اور نہ بالکل پوشیدہ بلکہ اس کے درمیان کا راستہ تلاش کرلے ○ اور یہ کہتا رہ کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے نہ اپنی بادشاہت میں کسی کو شریک وساجھی رکھتا ہے۔ نہ وہ ایسا حقیر کہ اس کا کوئی حمایتی ہو اور تو اس کی پوری پوری بڑائی بیان کرتا رہ ○

کفار اللہ کی صفت رحمت کے منکر: کفار اللہ کی رحمت کی صفت کے منکر تھے اس کا نام رحمٰن نہیں سمجھتے تھے تو جناب باری تعالیٰ اپنے نفس کیلئے اس نام کو ثابت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہی نہیں کہ اللہ کا نام اللہ ہو رحمٰن ہو یا رحیم اور بس۔ ان کے سوا بھی بہت سے بہترین اور احسن نام اس کے ہیں۔ جس پاک نام سے چاہو اس سے دعائیں کرو۔ سورۂ حشر کے آخر میں بھی اپنے بہت سے نام اس نے بیان فرمائے ہیں۔ ایک مشرک نے حضور ﷺ سے سجدے کی حالت میں یا رحمٰن یا رحیم سن کر کہا کہ لیجئے یہ موحد ہیں دو معبودوں کو پکارتے ہیں اس پر یہ آیت اتری۔ [1] پھر فرماتا ہے اپنی نماز کو بہت اونچی آواز سے نہ پڑھو۔ اس آیت کے نزول کے وقت حضور ﷺ مکے میں پوشیدہ تھے جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھاتے اور بلند آواز سے اس میں قراءت پڑھتے تو مشرکین قرآن کو، اللہ کو، رسول کو گالیاں دیتے اس لئے حکم ہوا کہ اس قدر بلند آواز سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کہ مشرکین سنیں اور گالیاں بکیں ہاں ایسا آہستہ بھی نہ پڑھنا کہ آپ کے ساتھی بھی نہ سن سکیں بلکہ درمیانی آواز سے قراءت کیا کرو۔ [2] پھر آپ ہجرت کرکے مدینے پہنچے تو یہ تکلیف جاتی رہی اب جس طرح چاہیں پڑھیں۔ مشرکین جہاں قرآن کی تلاوت شروع ہوتی تو بھاگ کھڑے ہوتے۔ اگر کوئی سننا چاہتا تو ان کے خوف کے مارے چھپ چھپا کر، بچ بچا کر کچھ سن لیتا۔ لیکن جہاں مشرکوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے انہیں سخت ایذا دہی شروع کی اب اگر بہت بلند آواز کریں تو ان کی چڑ

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۸۰۲)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها (۴۷۲۲) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب التوسط فی القراءة فی الصلاة الجهریة (۴۴۶) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (۳۱۴۶) نسائی : کتاب الافتتاح (۱۰۱۲) مسند احمد (۲۳/۱)]

اوران کی گالیوں کا خیال اوراگر بہت پست کرلیں تو وہ جو چھپ کے کان لگائے بیٹھے ہیں وہ محروم اس لئے درمیانہ آواز سے قراءت کرنے کا حکم ہوا۔ [1]

الغرض نماز کی قراءت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نمازوں میں پست آواز سے قراءت پڑھتے تھے اور حضرت عمر با آواز بلند پڑھا کرتے تھے حضرت ابوبکر صدیق سے پوچھا گیا کہ آپ آہستہ کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اپنے رب سے سرگوشی ہے وہ میری حاجات کا علم رکھتا ہے تو فرمایا کہ یہ بہت اچھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوتوں کو جگاتا ہوں تو آپ سے بھی فرمایا گیا بہت اچھا ہے لیکن جب یہ آیت اتری تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قدرے بلند آواز کرنے کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قدرے پست آواز کرنے کو فرمایا گیا۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسی طرح ثوری اور مالک نے ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے [3] یہی قول حضرت مجاہد' حضرت سعید بن جبیر' حضرت ابوعیاض' حضرت مکحول' حضرت عروہ بن زبیر رحمہم اللہ کا بھی ہے۔ مروی ہے کہ بنو تمیم قبیلے کا ایک اعرابی جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے یہ دعا کرتا کہ اے اللہ مجھے اونٹ عطا فرما مجھے اولاد دے پس یہ آیت اتری۔

ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت تشہد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ تو ریا کاری کرو' نہ عمل چھوڑو۔ یہ بھی نہ کرو کہ علانیہ تو عمدہ کر کے پڑھو اور خفیہ برا کر کے پڑھو۔ اہل کتاب پوشیدہ پڑھتے اور اسی درمیان کوئی فقرہ بہت بلند آواز سے چیخ کر زبان سے نکالتے اس پر سب ساتھ مل کر شور مچا دیتے تو ان کی موافقت سے ممانعت ہوئی اور جس طرح اور لوگ چھپاتے تھے اس سے بھی روکا گیا پھر اس کے درمیان کا راستہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتلایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون فرمایا ہے۔ اللہ کی حمد کرو جس میں تمام تر کمالات اور پاکیزگی کی صفتیں ہیں۔ جس کے تمام تر بہترین نام ہیں جو تمام تر نقصانات سے پاک ہے۔ اس کی اولاد نہیں' اس کا شریک نہیں' وہ واحد ہے' احد ہے' صمد ہے' نہ اس کے ماں باپ' نہ اولاد' نہ اس کی جنس کا کوئی اور' نہ وہ ایسا حقیر کہ کسی کی حمایت کا محتاج ہو یا وزیر و مشیر کی اسے حاجت ہو بلکہ تمام چیزوں کا خالق مالک صرف وہی ہے سب کا مدبر مقدر وہی ہے اسی کی مشیت تمام مخلوق میں چلتی ہے وہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔ نہ اس کی کسی سے بھائی بندی ہے نہ وہ کسی کی مدد کا طالب ہے۔ تو ہر وقت اس کی عظمت جلالت کبریائی بڑائی اور بزرگی بیان کرتا رہ اور مشرکین جو تہمتیں اس پر باندھتے ہیں تو ان سے اس کی ذات کی بزرگی بڑائی اور پاکیزگی بیان کرتا رہ۔ یہود و نصاریٰ تو کہتے تھے کہ اللہ کی اولاد ہے۔ مشرکین کہتے تھے ﴿لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ اِلَّآ شَرِیْكًا هُوَلَكَ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۸۳۰)]

[2] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۸۳۵)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها (۴۷۲۳)]

تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ﴾ یعنی ہم حاضر باش غلام ہیں اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں لیکن جو خود تیری ملکیت میں ہیں تو ہی ان کا اور ان کی ملکیت کا مالک ہے۔ صابی اور مجوسی کہتے تھے کہ اگر اولیاء اللہ نہ ہوں تو اللہ سارے انتظام آپ نہیں کر سکتا۔ اس پر یہ آیت اتری اور ان سب باطل پرستوں کی تردید کر دی گئی۔

نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں کو یہ آیت سکھایا کرتے تھے۔ [1] آپ نے اس آیت کا نام آیت العز یعنی عزت والی آیت رکھا ہے۔ [2] بعض آثار میں ہے کہ جس گھر میں رات کو یہ آیت پڑھی جائے۔ اس گھر میں کوئی آفت یا چوری نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نکلا میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا یا آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ راہ چلتے ایک شخص کو آپ نے دیکھا نہایت ردی حالت میں ہے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا حضور ﷺ بیماریوں اور نقصانات نے میری یہ درگت کر رکھی ہے آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں کچھ وظیفہ بتا دوں کہ یہ دکھ بیماری سب کچھ جاتی رہے؟ اس نے کہا ہاں ہاں یارسول اللہ ﷺ ضرور بتلائیے احد اور بدر میں آپ کے ساتھ نہ ہونے کا افسوس میرا جاتا رہے گا اس پر آپ ہنس پڑے اور فرمایا تو بدری اور احدی صحابہ کے مرتبے کو کہاں سے پا سکتا ہے تو ان کے مقابلے میں محض خالی ہاتھ اور بے سرمایہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ انہیں جانے دیجئے آپ مجھے بتلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یوں کہو ﴿تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا﴾ الخ، میں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا چند دن گزرے تھے کہ میری حالت بہت ہی سنور گئی حضور ﷺ نے مجھے دیکھا اور پوچھا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ان کلمات کی وجہ سے اللہ کی طرف سے برکت ہے جو آپ نے مجھے سکھائے تھے [3] اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے متن میں بھی نکارت ہے۔ اسے حافظ ابویعلی اپنی کتاب میں لائے ہیں۔ واللہ اعلم

تفسیر سورۃ الکہف

اس سورت کی فضیلت کا بیان خصوصاً اس کی اول آخر کی دس آیتوں کی فضیلت کا بیان اور یہ کہ یہ سورت فتنہ دجال سے محفوظ رکھنے والی ہے۔

---

[1] [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۸۵۲) ابن ابی شیبة فی المصنف : کتاب فضائل القرآن : باب فی الصبیان متی یتعلمون القرآن (۲۰۲/۷)] اس کی سند میں عبدالکریم ابوامیہ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف: مسند احمد (۴۳۹/۳۔۴۴۰) طبرانی کبیر (۱۹۲/۲۰)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں رشدین بن سعد راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۵۵/۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں زبان بن فائد بھی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف: مسند ابو یعلی (۶۶۷۱) ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة (۵۶۴)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۵۵/۷)] حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [المطالب العالیة (۲۴۱۱)، (۳۳۵/۲)]

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اس سورت کی تلاوت شروع کی ان کے گھر میں ایک جانور تھا اس نے اچھلنا بدکنا شروع کر دیا صحابی رضی اللہ عنہ نے جو غور سے دیکھا تو انہیں سائبان کی طرح ایک بادل نظر پڑا جس نے ان پر سایہ کر رکھا تھا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا پڑھتے رہو یہ ہے وہ سکینہ ہے جو اللہ کی طرف سے قرآن کی تلاوت پر نازل ہوتا ہے۔ [1] بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت ہے یہ صحابی حضرت اسید بن حضیر تھے رضی اللہ عنہ جیسے کہ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ جس شخص نے سورۂ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ فتنہ دجال سے بچا لیا گیا۔ [2] ترمذی میں تین آیتوں کا بیان ہے۔ مسلم میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے نسائی میں دس آیتوں کو مطلق بیان کیا گیا ہے۔ [3]

مسند احمد میں ہے جو شخص اس سورۂ کہف کا اول آخر پڑھ لے اس کے لئے اس کے پاؤں سے سر تک نور ہوگا اور جو اس ساری سورت کو پڑھے اسے زمین سے آسمان تک کا نور ملے گا۔ [4] ایک غریب سند سے ابن مردویہ میں ہے کہ جمعہ کے دن جو شخص سورۂ کہف پڑھ لے اس کے پیر کے تلوؤں سے لے کر آسمان کی بلندی تک کا نور ملے گا جو قیامت کے دن خوب روشن ہوگا اور دوسرے جمعہ تک کے اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ [5] اس حدیث کے مرفوع ہونے میں نظر ہے۔ زیادہ اچھا تو اس کا موقوف ہونا ہی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھ لی اس کے پاس سے لے کر بیت اللہ شریف تک نورانیت ہو جاتی ہے۔

مستدرک حاکم میں مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھی اس کے لئے وہ جمعہ کے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب علامات النبوة فی الاسلام (٣٦١٤) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب نزول السکینة لقرآءة القرآن (٧٩٥) ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جآء فی فضل سورة الکهف (٢٨٨٥) مسند احمد (٢٨١/٤)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب فضل سورة الکهف واية الکرسی (٨٠٩) ابو داؤد : کتاب الملاحم : باب خروج الدجال (٤٣٢٣) ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جآء فی فضل سورة الکهف (٢٨٨٦) مسند احمد (١٩٦/٥)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب فضل سورة الکهف واية الکرسی (٨٠٩) مسند احمد (٤٤٦/٦)]

[4] [ضعیف : مسند احمد (٤٣٩/٣) طبرانی کبیر (١٩٧/٢٠)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کی سند میں ابن لہیعہ اور اس کا شیخ زبان بن فائد راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (١١١٤٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٥٦٢٦)]

[5] [ضعیف جدا : حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

درمیان تک نور کی روشنی رہتی ہے۔ (۱) بیہقی میں ہے کہ جس نے سورۂ کہف اسی طرح پڑھی جس طرح نازل ہوئی ہے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (۲) حافظ ضیاء مقدسی کی کتاب المختار میں ہے جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کر لے گا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہے گا یہاں تک کہ اگر دجال بھی اس عرصہ میں نکلے تو وہ اس سے بھی بچا دیا جائے گا۔ (۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۞ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ
بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ
اَجْرًا حَسَنًا ۞ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۞ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۞
مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ
اِلَّا كَذِبًا ۞

اللہ مہربان رحم کرنے والے کے نام سے شروع۔

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی ○ بلکہ تمام ٹھیک ٹھاک رکھا تا کہ اپنے پاس کی سخت سزا سے ہوشیار کر دے اور ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو خوش خبریاں سنا دے کہ ان کے لئے بہترین بدلے ہیں ○ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ○ اور ان لوگوں کو بھی ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے ○ درحقیقت نہ تو خود انہیں اس کا علم ہے نہ ان کے باپ دادوں کو یہ تو تہمت بڑی بری ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے نرا جھوٹ بک رہے ہیں ○

اللہ تعالیٰ ہر حال میں قابل حمد: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ ہر امر کے شروع اور اس کے خاتمے پر اپنی تعریف وحمد کرتا ہے ہر حال میں وہ قابل حمد اور لائق ثناء اور سزاوار تعریف ہے اول آخر مستحق حمد فقط اسی کی ذات والاصفات ہے۔ اس نے اپنے نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل فرمایا جو اس کی بہت بڑی نعمت ہے جس سے تمام بندگان رب اندھیروں سے نکل کر نور کی طرف آ سکتے ہیں اس نے اس کتاب کو ٹھیک ٹھاک اور سیدھا اور راست رکھا ہے جس میں کوئی

---

(۱) [صحیح : مستدرك حاكم (٢/٣٦٨) بيهقى فى السنن الكبرى (٣/٢٤٩) دارمى ٢/٣٣٦)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح الترغيب (٧٣٦) تمام المنة (ص : ٣٢٤) صحيح الجامع الصغير (٦٤٧٠) ارواء الغليل (٣/٩٣)]

(۲) [موقوف : طبرانى اوسط (١٤٧٨) مستدرك حاكم (١/٥٦٤) بيهقى فى شعب الايمان (٢٤٤٦) مجمع الزوائد (١/٢٣٩)] شیخ البانیؒ اسے موقوف کہتے ہیں۔[ارواء الغليل (٣/٩٤)]

(۳) [ضعیف : المختارة للحافظ الضياء المقدسى (٤٢٩)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (٢٠١٣)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کجی نہیں، کوئی کسر کمی نہیں۔ صراط مستقیم کی رہبر واضح جلی صاف اور واضح ہے۔ بدکاروں کو ڈرانے والی، نیک کاروں کو خوشخبری سنانے والی، معتدل، سیدھی، مخالفوں، منکروں کو خوفناک عذابوں کی خبر دینے والی یہ کتاب ہے۔ جو عذاب اللہ کی طرف سے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ایسے عذاب کہ نہ اس کے سے عذاب کسی کے نہ اس کی سی پکڑ کسی کی۔ ہاں جو اس پر یقین کرے ایمان لائے، نیک عمل کرے اسے یہ کتاب اجر عظیم کی خوشی سناتی ہے۔ جس ثواب کو پائندگی اور دوام ہے وہ جنت انہیں ملے گی جس میں کبھی فنا نہیں، جس کی نعمتیں غیر فانی ہیں۔ اور انہیں بھی یہ عذابوں سے آگاہ کرتا ہے جو اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں جیسے مشرکین مکہ کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے۔

مشرکین کے سوالات: بے علمی اور جہالت کے ساتھ منہ سے بول پڑتے ہیں یہ تو یہ ان کے بڑے بھی ایسی باتیں بے علمی سے کہتے رہے کلمۃً کا نصب تمیز کی بنا پر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے ﴿كَبُرَتْ كَلِمَتُهُمْ هٰذِهٖ كَلِمَةً﴾ اور کہا گیا ہے کہ یہ تعجب کے طور پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ﴿اَعْظِمْ بِكَلِمَتِهِمْ كَلِمَةً﴾ جیسے کہا جاتا ہے ((اَكْرِمْ بِزَيْدٍ رَجُلًا)) بعض بصریوں کا یہی قول ہے۔ مکہ کے بعض قاریوں نے اسے کلمۃ پڑھا ہے جیسے کہا جاتا ہے ((عَظُمَ قَوْلُكَ وَكَبُرَ شَانُكَ)) جمہور کی قراءت پر تو معنی بالکل ظاہر ہیں کہ ان کے اس کلمے کی برائی اور اس کا نہایت ہی برا کلمہ ہونا بیان ہو رہا ہے جو محض بے دلیل ہے صرف کذب وافترا ہے اسی لئے فرمایا کہ محض جھوٹ بکتے ہیں۔

اس سورت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ قریشیوں نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابو معیط کو مدینے کے یہودی علماء کے پاس بھیجا کہ تم جا کر محمد (ﷺ) کی بابت کل حالات ان سے بیان کرو ان کے پاس اگلے انبیاء علیہم السلام کا علم ہے۔ ان سے پوچھو ان کی آپ کی بابت کیا رائے ہے؟ یہ دونوں مدینے گئے احبار مدینہ سے ملے حضور ﷺ کے حالات و اوصاف بیان کئے آپ کی تعلیم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم ذی علم ہو بتاؤ ان کی نسبت کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا دیکھو ہم تمہیں ایک فیصلہ کن بات بتاتے ہیں تم جا کر ان سے تین سوالات کرو اگر جواب دے دیں تو ان کے سچے ہونے میں کچھ شک نہیں بے شک وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو ان کے جھوٹا ہونے میں بھی کوئی شک نہیں پھر جو تم چاہو کرو۔ ان سے پوچھو اگلے زمانے میں جو نوجوان چلے گئے تھے ان کا واقعہ بیان کرو۔ وہ ایک عجیب واقعہ ہے۔ اور اس شخص کے حالات دریافت کرو جس نے تمام زمین کا گشت لگایا تھا مشرق مغرب ہو آیا تھا اور روح کی ماہیت دریافت کرو۔ اگر بتا دے تو اسے نبی مان کر اس کی اتباع کرو اور اگر نہ بتا سکے تو وہ شخص جھوٹا ہے جو چاہو کرو۔ یہ دونوں وہاں سے واپس آئے اور قریشیوں سے کہا لو بھئی آخری اور انتہائی فیصلے کی بات انہوں نے بتا دی ہے۔ اب چلو حضرت ﷺ سے سوالات کریں چنانچہ یہ سب آپ کے پاس آئے اور تینوں سوالات کئے۔ آپ نے فرمایا تم کل آؤ میں تمہیں جواب دوں گا لیکن ان شاء اللہ کہنا بھول گئے پندرہ دن گزر گئے نہ آپ پر وحی آئی نہ اللہ کی طرف سے ان باتوں کا جواب معلوم کرایا گیا اہل مکہ جوش میں آ گئے اور کہنے لگے کہ لیجئے صاحب کل کا وعدہ تھا آج پندرھواں دن ہے لیکن وہ بتا نہیں سکے ادھر آپ کو دوہرا غم ستانے لگا قریشیوں کو جواب نہ ملنے پر ان کی باتیں سننے کا اور وحی کے بند ہو جانے کا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے سورۂ

کہف نازل ہوئی اسی میں انشاء اللہ نہ کہنے پر آپ کو ڈانٹا گیا ان نوجوانوں کا قصہ بیان کیا گیا اور اس سیاح کا ذکر کیا گیا اور آیت ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾ [1] الخ، میں روح کی بابت جواب دیا گیا۔ [2]

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝

پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا تو ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالے گا؟ ○ روئے زمین پر جو کچھ ہے، ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں آزمالیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے ○ اس پر جو کچھ ہے، ہم اسے ایک ہموار صاف میدان کر ڈالنے والے ہیں ○

مشرکین کے ایمان نہ لانے پر غم نہ کریں: مشرکین جو آپ سے دور بھاگتے تھے، ایمان نہ لاتے تھے اس پر رنج و افسوس آپ کو ہوتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی کر رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے کہ ان پر اتنا رنج نہ کر، اور جگہ ہے ان پر اتنے غمگین نہ ہو، اور جگہ ہے ان کے ایمان نہ لانے سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر، یہاں بھی یہی فرمایا کہ یہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں تو تو اپنی جان کو روگ نہ لگا لے اس قدر غم وغصہ، رنج وافسوس نہ کر، نہ گھبرا، نہ دل تنگ کر اپنا کام کئے جا۔ تبلیغ میں کوتاہی نہ کر۔ راہ یافتہ اپنا بھلا کریں گے۔ گمراہ اپنا برا کریں گے۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے۔

پھر فرماتا ہے دنیا فانی ہے اس کی زینت کو زوال ہے آخرت باقی ہے اس کی نعمت دوامی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا میٹھی اور سبز رنگ ہے اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ پس دنیا سے اور عورتوں سے بچو بنو اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کا ہی تھا۔ [3] یہ دنیا ختم ہونے والی اور خراب ہونے والی ہے، اجڑنے والی اور غارت ہونے والی ہے زمین ہموار صاف رہ جائے گی جس پر کسی قسم کی روئیدگی بھی نہ ہوگی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم غیر آباد بنجر زمین کی طرف پانی کو لے چلتے ہیں اور اس میں سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جسے وہ خود کھاتے ہیں اور ان کے چوپائے بھی۔ کیا پھر بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں [4] زمین اور زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے اور اپنے مالک حقیقی کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ پس تو کچھ بھی ان سے سنے انہیں کیسے ہی حال میں دیکھے مطلق افسوس اور رنج نہ کر۔

---

[1] [سورة بنی اسرائیل: آیت ۸۵]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۸۶۱) سیرة ابن هشام (۳۱۱/۱)]

[3] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعا: باب اکثر اهل الجنة الفقرآء (۲۷۴۲) ترمذی: کتاب الفتن: باب ما جآء ما اخبر النبی اصحابه (۲۱۹۱) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب فتنة النسآء (۴۰۰۰) مسند احمد (۱۹/۳)]

[4] [سورة السجدہ: آیت ۲۷]

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ
اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾
فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ
الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾

کیا تو اپنے خیال میں غار اور کتبے والوں کو ہماری نشانیوں میں سے کوئی بہت عجیب نشانی سمجھ رہا ہے؟ ○ ان چند نوجوانوں نے جب غار میں آرام کیا تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کو آسان کر دے ○ پس ہم نے ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک اسی غار میں پردے ڈال دیئے ○ پھر ہم نے انہیں اٹھا کھڑا کیا کہ ہم یہ معلوم کر لیں کہ دونوں گروہ میں سے اس انتہائی مدت کو جو انہوں نے گزاری کس نے زیادہ یاد رکھی ہے؟ ○

اصحاب کہف کا تعارف: اصحاب کہف کا قصہ اجمال کے ساتھ بیان ہو رہا ہے پھر تفصیل کے ساتھ بیان ہوگا فرماتا ہے وہ واقعہ ہماری قدرت کے بے شمار واقعات میں سے ایک نہایت معمولی واقعہ ہے۔ اس سے بڑے بڑے نشان روز مرہ تمہارے سامنے ہیں آسمان زمین کی پیدائش رات دن کا آنا جانا سورج چاند کی اطاعت گزاری وغیرہ قدرت کی ان گنت نشانیاں ہیں جو بتلا رہی ہیں کہ اللہ کی قدرت بے انداز ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس پر کوئی کام مشکل نہیں اصحاب کہف سے تو کہیں زیادہ تعجب خیز اور اہم نشان قدرت تمہارے سامنے دن رات موجود ہیں کتاب وسنت کا جو علم میں نے تجھے عطا فرمایا ہے وہ اصحاب کہف کی شان سے کہیں زیادہ ہے۔ بہت سی حجتیں میں نے اپنے بندوں پر اصحاب کہف سے زیادہ واضح کر دی ہیں کہف کہتے ہیں پہاڑی غار کو وہیں یہ نوجوان چھپ گئے تھے رقیم یا تو ایلہ کے پاس کی وادی کا نام ہے یا ان کی جگہ کی عمارت کا نام ہے یا کسی آبادی کا نام ہے یا اس پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ کا نام نجلوس بھی آیا ہے غار کا نام حیزوم کہا گیا ہے اور ان کے کتے کا نام حمران بتایا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سارے قرآن کو میں جانتا ہوں لیکن لفظ حنان اور لفظ اواہ اور لفظ رقیم کو۔ مجھے نہیں معلوم کہ کسی کتاب کا نام ہے یا کسی بنا کا۔ اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ وہ کتاب ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ پتھر کی ایک لوح تھی جس پر اصحاب کہف کا قصہ لکھ کر غار کے دروازے پر اسے لگا دیا گیا تھا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں قرآن میں ہے ﴿كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ﴾ [1] پس اس آیت کے ظاہری الفاظ تو اس کی تائید کرتے ہیں اور یہی امام ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار قول ہے کہ رقیم فعیل کے وزن پر مرقوم کے معنی میں ہے جیسے مقتول قتیل اور مجروح جریح۔ واللہ اعلم

یہ نوجوان اپنے دین کے بچاؤ کیلئے اپنی قوم سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے کہ کہیں وہ انہیں دین سے بہکا نہ

---

[1] [سورۃ المطففین: آیت ۹]

دیں ایک پہاڑ کے غار میں گھس گئے اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما ہمیں اپنی قوم سے چھپائے رکھ۔ ہمارے اس کام میں اچھائی کا انجام کر۔ حدیث کی ایک دعا میں ہے کہ اے اللہ جو فیصلہ تو ہمارے حق میں کرے اسے انجام کے لحاظ سے بھلا کر۔ مسند میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں عرض کرتے کہ اے اللہ ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذابوں سے بچالے۔ [1] یہ غار میں جا کر جو پڑ کر سوئے تو برسوں گزر گئے پھر ہم نے انہیں بیدار کیا ایک صاحب درہم لے کر بازار سے سودا خریدنے چلے جیسے کہ آگے آ رہا ہے۔ یہ اس لئے کہ انہیں وہاں کتنی مدت گزری اسے دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے؟ اسے ہم بھی معلوم کریں۔ امد کے معنی عدد گنتی کے ہیں اور کہا گیا ہے کہ غایت کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے کہ عرب شاعروں نے اپنے شعروں میں اسے غایت کے معنی میں باندھا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝۱۳ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝۱۴ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ ۝۱۵ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝۱۶

ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں، یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی ○ ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے۔ جب کہ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکاریں اگر ایسا ہو تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کہی ○ یہ ہے ہماری قوم جس نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کی الوہیت کی یہ کوئی صاف دلیل کیوں پیش نہیں کرتے، اللہ پر جھوٹ افترا باندھنے والے سے زیادہ ظالم کون ہے؟ ○ جب کہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے تو اب تم کسی غار میں جا بیٹھو تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا ○

اصحاب کہف کا مفصل قصہ: یہاں سے تفصیل کے ساتھ اصحاب کہف کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ یہ چند نوجوان تھے جو دین حق کی طرف مائل ہوئے اور ہدایت پر آ گئے قریش میں بھی یہی ہوا تھا کہ جوانوں نے تو حق کی آواز پر لبیک

---

[1] [ضعیف مسند احمد (۴/۱۸۱) صحیح ابن حبان (۹۴۹) طبرانی کبیر (۱۱۹۶-۱۱۹۸) وفی الدعاء (۱۴۳۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع الصغیر (۱۱۶۹) السلسلة الضعیفة (۲۹۰۷)]

کہی تھی لیکن بجز چند کے اور بوڑھے لوگ اسلام کی طرف جرأت سے مائل نہ ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض کے کانوں میں بالے تھے یہ متقی مومن اور راہ یافتہ نوجوانوں کی جماعت تھی اپنے رب کی وحدانیت کو مانتے تھے اس کی توحید کے قائل ہو گئے تھے اور روز بروز ایمان و ہدایت میں بڑھ رہے تھے۔ یہ اور اس جیسی اور آیتوں اور احادیث سے استدلال کر کے امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ محدثین کرام کا مذہب ہے کہ ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس میں مرتبے ہیں، یہ کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔ یہاں ہے ہم نے انہیں ہدایت میں بڑھا دیا اور جگہ ہے ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾ [1] الخ 'ہدایت والوں کو ہدایت بڑھ جاتی ہے۔ الخ' اور آیت میں ہے ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ [2] الخ 'ایمان والوں کے ایمان کو بڑھاتی ہے الخ' اور جگہ ارشاد ہے ﴿لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ [3] تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ایمان میں بڑھ جائیں اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ مذکور ہے کہ یہ لوگ مسیح عیسیٰ بن مریم ﷺ کے دین پر تھے۔ واللہ اعلم۔

لیکن یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے کا واقعہ ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ نصرانی ہوتے تو یہود اس قدر توجہ سے نہ ان کے حالات معلوم کرتے نہ معلوم کرنے کی ہدایت کرتے۔ حالانکہ یہ بیان گزر چکا ہے قریشیوں نے اپنا وفد مدینے کے یہود کے علماء کے پاس بھیجا تھا کہ تم ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی آزمائش کر لیں تو انہوں نے کہا کہ تم اصحاب کہف کا اور ذوالقرنین کا واقعہ آپ سے دریافت کرو اور روح کے متعلق سوال کرو پس معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی کتاب میں ان کا ذکر تھا اور انہیں اس واقعہ کا علم تھا جب یہ ثابت ہوا تو یہ ظاہر ہے کہ یہود کی کتاب نصرانیت سے پہلے کی ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں قوم کی مخالفت پر صبر عطا فرمایا اور انہوں نے قوم کی کچھ پرواہ نہ کی بلکہ وطن اور راحت وآرام کو بھی چھوڑ دیا۔

بعض سلف کا بیان ہے کہ یہ لوگ رومی بادشاہ کی اولاد اور روم کے سردار تھے۔ ایک مرتبہ قوم کے ساتھ عید منانے گئے تھے اس زمانے کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا بڑا سخت اور بڑا سرکش شخص تھا۔ سب کو شرک کی تعلیم کرتا اور سب سے بت پرستی کراتا تھا یہ نوجوان جو اپنے باپ دادوں کے ساتھ اس میلے میں گئے تھے انہوں نے جب وہاں یہ تماشا دیکھا تو ان کے دل میں خیال آیا کہ بت پرستی محض لغو اور باطل چیز ہے عبادتیں اور ذبیحہ صرف اللہ کے نام پر ہونے چاہئیں جو آسمان وزمین کا خالق ومالک ہے یہ لوگ ایک ایک کر کے سرکنے لگے ایک درخت تلے جا کر ان میں سے ایک صاحب بیٹھ گئے دوسرے بھی یہیں آ گئے اور بیٹھ گئے تیسرے بھی آئے چوتھے بھی آئے غرض ایک ایک کر کے سب یہیں جمع ہو گئے حالانکہ ایک دوسرے میں تعارف نہ تھا لیکن ایمان کی روشنی نے ایک دوسرے کو ملا دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ روحیں بھی ایک جمع شدہ لشکر ہیں جو روز ازل میں تعارف والی ہیں وہ یہاں مل جل کر رہتی ہیں اور جو وہیں انجان رہیں ان کا یہاں بھی ان میں اختلاف رہتا ہے (بخاری، مسلم) [4] عرب کہا کرتے ہیں کہ

---

[1] [محمد: ١٧] [2] [التوبه: ١٢٤] [3] [الفتح: ٤]

[4] [صحيح: صحيح مسلم: كتاب البر والصلة: باب الارواح جنوده مجنده (٢٦٣٨) الادب المفرد للبخارى (٩٠١) ابوداؤد: كتاب الادب: باب من يؤمر ان يجالس (٤٧٣٤) مسند احمد (٥٢٧/٢)]

جنسیت ہی میل جول کی علت ہے۔ اب سب خاموش تھے ایک کو ایک سے ڈر تھا کہ اگر میں اپنے مافی الضمیر کو بتا دوں گا تو یہ دشمن ہو جائیں گے۔ کسی کو دوسرے کی نسبت اطلاع نہ تھی کہ وہ بھی اس کی طرح قوم کی اس احمقانہ اور مشرکانہ رسم سے بیزار ہے۔ آخر ایک دانا اور جری نوجوان نے کہا کہ دوستو! کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے کہ لوگوں کے اس عام شغل کو چھوڑ کر تم ان سے یکسو ہو کر یہاں آ بیٹھے ہو میرا تو جی چاہتا ہے کہ ہر شخص اس بات کو ظاہر کر دے جس کی وجہ سے قوم کو چھوڑا ہے۔ اس پر ایک نے کہا بھائی بات یہ ہے کہ مجھے تو اپنی قوم کی یہ رسم ایک آنکھ نہیں بھاتی جب کہ آسمان و زمین کا اور ہمارا تمہارا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر ہم اس کے سوا دوسرے کی عبادت کیوں کریں؟ یہ سن کر دوسرے نے کہا اللہ کی قسم یہی نفرت مجھے یہاں لائی ہے تیسرے نے بھی یہی کہا جب کہ ہر ایک نے یہی وجہ بیان کی تو سب کے دل میں محبت کی ایک لہر دوڑ گئی اور یہ سب روشن خیال موحد آپس میں سچے دوست اور ماں جائے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے خیر خواہ بن گئے۔ آپس میں اتحاد ہو گیا۔ اب انہوں نے ایک جگہ مقرر کر لی وہیں اللہ واحد کی عبادت کرنے لگے رفتہ رفتہ قوم کو بھی پتہ چل گیا وہ ان سب کو پکڑ کر اس ظالم مشرک بادشاہ کے پاس لے گئے اور شکایت پیش کی بادشاہ نے ان سے پوچھا انہوں نے نہایت دلیری سے اپنی توحید اور اپنا مسلک بیان کیا بادشاہ اور اہل دربار اور کل دنیا کو اس کی دعوت دی دل مضبوط کر لیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے۔ ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں ہم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا اس کے سوا کسی اور پکاریں اس لئے کہ شرک نہایت باطل چیز ہے ہم اس کام کو کبھی نہیں کرنے کے۔ یہ نہایت ہی بے جابات اور لغو حرکت اور جھوٹی راہ ہے۔

یہ ہماری قوم مشرک ہے اللہ کے سوا دوسروں کی پکار اور ان کی عبادت میں مشغول ہے جس کی کوئی دلیل یہ پیش نہیں کر سکتی، پس یہ ظالم اور کاذب ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کی اس صاف گوئی اور حق گوئی سے بادشاہ بگڑا انہیں دھمکایا ڈرایا اور حکم دیا کہ ان کا لباس اتار دو اور اگر یہ باز نہ آئیں تو میں انہیں سخت سزا دوں گا۔ اب ان لوگوں کے دل اور مضبوط ہو گئے لیکن یہ انہیں معلوم ہو گیا کہ یہاں رہ کر ہم دینداری پر قائم نہیں رہ سکتے اس لئے انہوں نے قوم، وطن، دیس، اور رشتے کنبے کو چھوڑنے کا ارادہ پختہ کر لیا۔ یہی حکم بھی ہے کہ جب انسان دین کا خطرہ محسوس کرے اس وقت ہجرت کر جائے۔ حدیث میں ہے کہ انسان کا بہترین مال ممکن ہے کہ بکریاں ہوں جنہیں لے کر دامن کوہ میں اور مرغزاروں میں رہے سہے اور اپنے دین کے بچاؤ کی خاطر بھاگتا پھرے۔ [1] پس ایسے حال میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانا امر مشروع ہے۔ ہاں اگر ایسی حالت نہ ہو دین کی بربادی کا خوف نہ ہو تو پھر جنگلوں میں نکل جانا مشروع نہیں کیونکہ جمعہ جماعت کی فضیلت ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ جب یہ لوگ دین کے بچاؤ کے لئے اتنی اہم قربانی پر آمادہ ہو گئے تو ان پر رب کی رحمت نازل ہوئی۔ فرما دیا گیا کہ ٹھیک ہے جب تم ان کے دین سے الگ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب من الدین الفرار من الفتن (۱۹) و کتاب بدء الخلق: باب خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال (۳۳۰۰) مسند احمد (۴۳/۳)]

ہو گئے تو بہتر ہے کہ جسموں سے بھی ان سے جدا ہو جاؤ۔ جاؤ تم کسی غار میں پناہ حاصل کرو تم پر تمہارے رب کی رحمت کی چھاؤں ہوگی وہ تمہیں تمہارے دشمن کی نگاہوں سے چھپالے گا اور تمہارے کام میں آسانی اور راحت مہیا فرمائے گا۔ پس یہ لوگ موقعہ پا کر یہاں سے بھاگ نکلے اور پہاڑ کے غار میں چھپ رہے۔ بادشاہ اور قوم نے ہر چند ان کی تلاش کی' لیکن کوئی پتہ نہ چلا اللہ نے ان کے غار کو اندھیرے میں چھپا دیا۔ دیکھئے یہی بلکہ اس سے بہت زیادہ تعجب خیز واقعہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ پیش آیا ہے۔ آپ مع اپنے رفیق خاص یار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غار ثور میں جا چھپے مشرکین نے بہت کچھ دوڑ دھوپ کی' تگ و دو میں کوئی کمی نہ کی' لیکن حضرت ﷺ انہیں پوری تلاش اور سخت کوشش کے باوجود نہ ملے' اللہ نے ان کی بینائی چھین لی' آس پاس سے گزرتے تھے' آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے' حضرت ﷺ موجود ہیں اور انہیں دکھائی نہیں دیتے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پریشان حال ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اگر کسی نے اپنے پیر کی طرف بھی نظر ڈال لی تو ہم دیکھ لئے جائیں گے آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ ابوبکر ان دو کے ساتھ تیرا کیا خیال ہے' جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ (1) قرآن فرماتا ہے کہ اگر تم میرے نبی ﷺ کی امداد نہ کرو تو کیا ہوا؟ جب کافروں نے اسے نکال دیا' میں نے خود اس کی امداد کی جب کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا' جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکون اس پر نازل فرمایا اور ایسے لشکر سے اس کی مدد کی جسے تم نہ دیکھ سکتے تھے آخر اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور ایسا کلمہ بلند فرمایا۔ اللہ عزت و حکمت والا ہے۔ (2) سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی عجیب تر اور انوکھا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان نوجوانوں کو قوم اور بادشاہ نے پالیا جب غار میں انہیں دیکھ لیا تو کہا بس ہم تو خود یہی چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے اس کا منہ ایک دیوار سے بند کر دیا کہ یہی مر جائیں لیکن یہ قول تامل طلب ہے قرآن کا فرمان ہے کہ صبح شام ان پر دھوپ آتی جاتی ہے وغیرہ۔ واللہ اعلم

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ ع ۱۴

تو دیکھے گا کہ آفتاب بوقت طلوع ان کے غار سے دائیں جانب کو جھک جاتا ہے اور بوقت غروب ان کی بائیں جانب سے کترا جاتا ہے اور وہ اس غار کی کشادہ جگہ میں ہیں' یہ ہے قدرت اللہ کی نشانیوں میں سے' اللہ تعالیٰ جس کی رہبری فرمائے وہ

---

(1) [صحیح :صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار : باب هجرة النبی واصحابه الی المدینة (۳۹۲۲)، (٤٦٦٣) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابه : باب من فضائل ابی بکر الصدیق (۲۳۸۱) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة التوبه (۳۰۹٦) مسند احمد (٤/١)]

(2) [سورة التوبه: آیت ٤٠]

راہ راست پر ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے ناممکن ہے کہ تو اس کا کوئی کارساز رہنما پا سکے ○

غار میں سورج کی روشنی: یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اس غار کا منہ شمال رخ ہے۔ سورج کے طلوع کے وقت ان کے دائیں جانب دھوپ کی چھاؤں جھک جاتی ہے پس دوپہر کے وقت وہاں بالکل دھوپ نہیں رہتی۔ سورج کی بلندی کے ساتھ ہی ایسی جگہ سے شعاعیں دھوپ کی کم ہوتی جاتی ہیں اور سورج کے ڈوبنے کے وقت دھوپ ان کے غار کی طرف اس کے دروازے کے شمال رخ سے جاتی ہے مشرق جانب سے۔ علم ہیئت کے جاننے والے اسے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ جنہیں سورج چاند اور ستاروں کی چال کا علم ہے۔ اگر غار کا دروازہ مشرق رخ ہوتا تو سورج غروب کے وقت وہاں دھوپ بالکل نہ جاتی اور اگر قبلہ رخ ہوتا تو سورج کے طلوع کے وقت دھوپ نہ پہنچتی اور نہ غروب کے وقت پہنچتی اور نہ سایہ دائیں بائیں جھکتا اور اگر دروازہ مغرب رخ ہوتا تو بھی سورج نکلنے کے وقت اندر دھوپ نہ جا سکتی بلکہ زوال کے بعد اندر پہنچتی اور پھر برابر مغرب تک رہتی۔ پس ٹھیک بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔ فالله الحمد ((تَقْرِضُهُمْ)) کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ترک کرنے اور چھوڑ دینے کے کئے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں یہ تو بتا دیا تھا کہ ہم اسے سوچیں سمجھیں اور یہ نہیں بتایا کہ وہ غار کس شہر کے کس پہاڑ میں ہے اس لئے کہ ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں' نہ اس سے کسی شرعی مقصد کا حصول ہوتا ہے۔ پھر بھی بعض مفسرین نے اس میں تکلیف اٹھائی ہے کوئی کہتا ہے وہ ایلہ کے قریب ہے' کوئی کہتا ہے نینویٰ کے پاس ہے کوئی کہتا ہے روم میں ہے' کوئی کہتا ہے بلقاء میں ہے۔ اصل علم اللہ ہی کو ہے وہ کہاں ہے اگر اس میں کوئی دینی مصلحت یا ہمارا کوئی مذہبی فائدہ ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں بتا دیتا' اپنے رسول ﷺ کی زبانی بیان کرا دیتا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ تمہیں جو جو کام اور چیزیں جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی تھیں ان میں سے ایک بھی ترک کئے بغیر میں نے بتا دی ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرما دی اور اس کی جگہ نہیں بتائی۔ فرما دیا کہ سورج کے طلوع کے وقت ان کے غار سے وہ دائیں جانب جھک جاتا ہے اور غروب کے وقت انہیں بائیں طرف چھوڑ دیتا ہے' وہ اس کے فراخی میں ہیں' انہیں دھوپ کی تپش نہیں پہنچتی ورنہ ان کے بدن اور کپڑے جل جاتے۔

یہ اللہ کی ایک نشانی ہے کہ رب نے انہیں اس غار میں پہنچایا جہاں انہیں زندہ رکھا دھوپ بھی پہنچے' ہوا بھی جائے' چاندنی بھی رہے تاکہ نہ نیند میں خلل آئے نہ نقصان پہنچے۔ فی الواقع اللہ کی طرف سے یہ بھی کامل نشان قدرت ہے۔ ان نوجوانوں موحدوں کی ہدایت خود اللہ نے کی تھی' یہ راہ راست پا چکے تھے کسی کے بس میں نہ تھا کہ انہیں گمراہ کر سکے اور اس کے برعکس جسے وہ راہ نہ دکھائے اس کا ہادی کوئی نہیں۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝١٨

تو خیال کرے گا کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ خود ہم ہی انہیں دائیں بائیں کروٹیں دلا دیا کرتے ہیں' ان کا

کتا بھی چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے' اگر تو جھانک کر انہیں دیکھنا چاہے تو ضرور الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہو اور ان کی دہشت و رعب سے تو پر کر دیا جائے O

کھلی آنکھوں سے سونے والے: یہ سو رہے ہیں لیکن دیکھنے والا انہیں بیدار سمجھتا ہے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ مذکور ہے کہ بھیڑیا جب سوتا ہے تو ایک آنکھ بند رکھتا ہے' ایک کھلی ہوتی ہے پھر اسے بند کر کے اسے کھول دیتا ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے:

يَنَامُ بِإِحْدٰى مُقْلَتَيْهِ وَيَتَّقِىْ   بِأُخْرَى الرَّزَايَا فَهُوَ يَقْظَانٌ نَائِمٌ

جانور اور کیڑوں مکوڑوں اور دشمنوں سے بچانے کے لئے تو اللہ نے نیند میں بھی ان کی آنکھیں کھلی رکھی ہیں اور زمین نہ کھا جائے' کروٹیں گل نہ جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں کروٹیں بدلوا دیتا ہے' کہتے ہیں سال بھر میں دو مرتبہ کروٹ بدلتے ہیں۔

ان کا کتا بھی انگنائی میں دروازے کے پاس مٹی میں چوکھٹ کے قریب بطور پہرے دار کے باز و زمین پر ٹکائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے دروازے کے باہر اس لئے ہے کہ جس گھر میں کتا' تصویر' جنبی اور کافر شخص ہو اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے۔ جیسے کہ ایک حسن حدیث میں وارد ہوا ہے۔ [1] اس کتے کو بھی نیند آ گئی۔ سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے نا اس کتے کی کتنی شان ہو گئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر آیا۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی کا یہ شکاری کتا پلا ہوا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا تھا۔ چونکہ وہ بھی ان کے ہم مسلک تھے۔ ان کے ساتھ ہجرت میں تھے۔ ان کا کتا ان کے پیچھے لگ گیا۔ واللہ اعلم

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کے بدلے جو مینڈھا ذبح ہوا تھا اس کا نام جریر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جس ہدہد نے ملکہ سبا کی خبر دی تھی اس کا نام عنز تھا اور اصحاب کہف کے اس کتے کا نام قطمیر تھا اور بنی اسرائیل نے جس بچھڑے کی پوجا شروع کی تھی اس کا نام بہموت تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے ہند میں اترے تھے'' حضرت حوا جدہ میں' ابلیس دشت بیسان میں اور سانپ اصفہان میں۔

ایک قول ہے کہ اس کتے کا نام حمران تھا۔ نیز اس کتے کے رنگ میں بھی بہت سے اقوال ہیں' لیکن ہمیں حیرت ہے کہ اس سے کیا نتیجہ؟ کیا فائدہ؟ کیا ضرورت؟ بلکہ عجب نہیں کہ ایسی بحثیں ممنوع ہوں۔ اس لئے کہ یہ تو آنکھیں بند کر کے پتھر پھینکنا ہے بے دلیل زبان کھولنا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں وہ رعب دیا ہے کہ کوئی انہیں دیکھ ہی نہیں سکتا۔ یہ اس لئے کہ لوگ ان کا تماشہ نہ بنالیں' کوئی جرأت کر کے ان کے پاس نہ چلا جائے'

---

[1] [ضعیف: ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب الجنب يؤخر الغسل (۲۲۷) ابن ماجه : كتاب اللباس : باب الصور فی البيت (۳۶۵۰) نسائی : كتاب الطهارة : باب فی الجنب اذا لم يتوضا (۲۶۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود] کافر اور جنبی کے ذکر کے بغیر یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔ [دیکھئے: صحیح بخاری (۳۲۲۷) صحیح مسلم (۲۱۰۶)]

کوئی انہیں ہاتھ نہ لگا سکے۔ وہ آرام اور چین سے جب تک حکمت الٰہی مقتضی ہے باآرام سوتے رہیں۔ جو انہیں دیکھتا ہے مارے رعب کے کلیجہ تھرتھرا جاتا ہے۔ اسی وقت الٹے پیروں واپس لوٹتا ہے' انہیں نظر بھر کر دیکھنا بھی ہر ایک کیلئے محال ہے۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝۱۹ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝۲۰

اسی طرح ہم نے انہیں جگا کر اٹھا دیا کہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں' ایک کہنے والے نے کہا کہ کیوں بھئی تم کتنی دیر ٹھہرے رہے' انہوں نے جواب دیا ایک دن یا ایک دن سے بھی کم' کہنے لگے تمہارے ٹھہرے رہنے کی مدت کا بخوبی علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے' اب تو تم اپنے میں سے کسی کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر بھیجو۔ وہ خوب دیکھ بھال لے کہ شہر کا کون سا کھانا پاکیزہ تر ہے۔ پھر اسی میں سے تمہارے کھانے کے لئے لے آئے اسے چاہئے کہ بہت احتیاط اور نرمی برتے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے ○ اگر یہ کافر تم پر غلبہ پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا تمہیں پھر اپنے دین میں لوٹا لیں گے اور پھر تو تمہیں ہرگز فلاح نہیں ہونے کی ○

نیند سے بیداری: ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں سلا دیا تھا' اسی طرح اپنی قدرت سے انہیں جگا دیا۔ تین سو نو سال تک سوتے رہے لیکن جب جاگے بالکل ویسے ہی تھے۔ جیسے سوتے وقت تھے' بدن' بال' کھال سب اصلی حالت میں تھے۔ بس جیسے سوتے وقت تھے ویسے ہی اب بھی تھے۔ کسی قسم کا کوئی تغیر نہ تھا آپس میں کہنے لگے کہ کیوں جی ہم کتنی مدت سوتے رہے؟ تو جواب ملا کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم کیونکہ صبح کے وقت یہ سو گئے تھے اور اس وقت شام کا وقت تھا اس لئے انہیں یہی خیال ہوا۔ لیکن پھر خود انہیں خیال ہوا کہ ایسا تو نہیں اس لئے انہوں نے ذہن لڑانا چھوڑ دیا اور فیصلہ کن بات کہہ دی کہ اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ اب چونکہ بھوک پیاس معلوم ہو رہی تھی اس لئے انہوں نے بازار سے سودا منگوانے کی تجویز کی۔ دام ان کے پاس تھے۔ جن میں سے کچھ راہ اللہ خرچ کئے تھے۔ کچھ موجود تھے۔ کہنے لگے کہ اسی شہر میں کسی کو دام دے کر بھیج دو وہ وہاں سے کوئی پاکیزہ چیز کھانے پینے کی لائے یعنی عمدہ اور بہتر چیز۔ جیسے آیت ﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا﴾ [1] یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی پاک نہ ہوتا۔ اور آیت میں ہے ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ [2] وہ فلاح پا گیا جس نے پاکیزگی کی۔ زکوٰۃ کو بھی زکوٰۃ اس

---

[1] [سورۃ النور: آیت ۲۱] [2] [سورۃ الاعلی: آیت ۱۴]

لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مال کوطیب وطاہر کر دیتی ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ مراد بہت سارا کھانا لانے سے ہے جیسے کھیتی کے بڑھ جانے کے وقت عرب کہتے ہیں ((زَكَا الزَّرْعُ)) اور جیسے شاعر کا قول ہے:

قَبَــائِـلُـنَــا سَبْـعٌ وَّاَنْتُـمْ ثَلَاثَةٌ   وَالسَّبْــعُ اَزْكٰـى مِـنْ ثَلَاثٍ وَّاَطْيَـبُ

پس یہاں بھی یہ لفظ زیادتی اور کثرت کے معنی میں ہے لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اس لئے کہ اصحاب کہف کا مقصد اس قول سے حلال چیز لانا تھا۔خواہ وہ زیادہ ہو یا کم۔

کہتے ہیں کہ جانے والے کو بہت احتیاط برتنی چاہئے' آنے جانے اور سودا خریدنے میں ہوشیاری سے کام لے جہاں تک ہو سکے' لوگوں کی نگاہوں میں نہ چڑھے دیکھو ایسا نہ ہو کوئی معلوم کر لے۔ اگر انہیں علم ہو گیا تو پھر خیر نہیں۔ دقیانوس کے آدمی اگر تمہاری جگہ کی خبر پا گئے تو وہ طرح طرح کی سخت سزائیں تمہیں دیں گے' یا تو تم ان سے گھبرا کر دین حق کو چھوڑ کر پھر سے کافر بن جاؤ گے یا یہ کہ وہ انہی سزاؤں میں تمہارا کام ہی ختم کر دیں۔ اگر تم ان کے دین میں جا ملے تو سمجھ لو کہ نجات سے دست بردار ہو گئے پھر تو اللہ کے ہاں کا چھٹکارا تمہارے لئے محال ہو جائے گا۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

ہم نے اسی طرح لوگوں کو ان کے حال سے آگاہ کر دیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک شبہ نہیں' جب کہ وہ اپنے امر میں آپس میں اختلاف کر رہے تھے کہنے لگے۔ان کے غار پر ایک عمارت بنالو' ان کا رب ہی ان کے حال کا زیادہ عالم ہے' جن لوگوں نے ان کے بارے میں غلبہ پایا' وہ کہنے لگے کہ ہم تو ان کے آس پاس مسجد بنالیں گے ○

اثباتِ قیامت پر دلیل وبرہان: ارشاد ہے کہ اسی طرح ہم نے اپنی قدرت سے لوگوں کو ان کے حال پر آگاہ کر دیا تا کہ اللہ کے وعدے اور قیامت کے آنے کی سچائی کا انہیں علم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ اس زمانے کے وہاں موجود لوگوں کو قیامت میں کچھ شکوک پیدا ہو چکے تھے۔ایک جماعت تو کہتی تھی کہ فقط روحیں جی اٹھیں گی' جسم کا اعادہ نہ ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے صدیوں بعد اصحاب کہف کو جگا کر قیامت کے ہونے اور جسموں کے دوبارہ جینے کی حجت واضح کر دی ہے اور عینی دلیل دے دی۔

مذکور ہے کہ جب ان میں سے ایک صاحب دام لے کر سودا خریدنے غار سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ان کی دیکھی ہوئی ایک چیز نہیں سارا نقشہ بدلا ہوا ہے اس شہر کا نام دقسوس تھا زمانے گزر چکے تھے' بستیاں بدل چکی تھیں' صدیاں بیت گئی تھیں اور یہ تو اپنے نزدیک یہی سمجھے ہوئے تھے کہ ہمیں یہاں پہنچے ایک آدھ دن گزرا ہے یہاں انقلاب زمانہ اور کا اور ہو چکا تھا جیسے کسی نے کہا:

اَمَّــا الــدِّيَـارُ فَــاِنَّهَــا كَـدِيَـارِهِـمْ   وَاَرٰى رِجَــالَ الْـحَــيِّ غَيْـرَ رِجَـالِـهٖ

گھر گو انہیں جیسے ہیں لیکن قبیلے کے لوگ تو سب اور ہی ہیں اس نے دیکھا کہ نہ تو شہر کی کوئی چیز اپنے حال پر ہے، نہ شہر کا کوئی بھی رہنے والا جان پہچان کا ہے' نہ کسی کو جانیں نہ انہیں اور کوئی پہچانے۔ تمام عام خاص اور ہی ہیں۔ یہ اپنے دل میں حیران تھا کہ کل شام ہم اس شہر کو چھوڑ کر گئے ہیں' یہ دفعتاً ہو کیا گیا؟ ہر چند سوچتا تھا کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آخر خیال کرنے لگا کہ شاید میں مجنون ہو گیا ہوں یا میرے حواس ٹھکانے نہیں رہے یا مجھے کوئی مرض لگ گیا ہے یا میں خواب میں ہوں۔ لیکن فوراً ہی یہ خیالات ہٹ گئے مگر کسی بات پر تسلی نہ ہو سکی اس لئے ارادہ کر لیا کہ مجھے سودا لے کر اس شہر کو جلد چھوڑ دینا چاہئے۔ ایک دکان پر جا کر اسے دام دیئے اور سودا کھانے پینے کا طلب کیا۔ اس نے اس سکے کو دیکھ کر سخت تر تعجب کا اظہار کیا اپنے پڑوسی کو دیا کہ دیکھنا یہ سکہ کیا ہے؟ کب کا ہے؟ کس زمانے کا ہے؟ اس نے دوسرے کو دیا اس سے کسی اور نے دیکھنے کو مانگ لیا۔

الغرض وہ تو ایک تماشہ بن گیا ہر زبان سے یہی نکلنے لگا کہ اس نے کسی پرانے زمانے کا خزانہ پایا ہے' اس میں سے یہ لایا ہے اس سے پوچھو یہ کہاں کا ہے؟ کون ہے؟ یہ سکہ کہاں سے پایا؟ چنانچہ لوگوں نے اسے گھیر لیا مجمع لگا کر کھڑے ہو گئے اور اوپر تلے ٹیڑھے ترچھے سوالات شروع کر دیئے۔ اس نے کہا میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں' کل شام میں یہاں سے گیا ہوں' یہاں کا بادشاہ دقیانوس ہے۔ اب تو سب نے قہقہہ لگا کر کہا بھئی یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے۔ آخر اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اس سے سوال ہوئے اس نے تمام حال کہہ سنایا اب ایک طرف بادشاہ اور دوسرے سب لوگ متحیر ایک طرف سے خود ششدر و حیران۔ آخر سب لوگ ان کے ساتھ ہوئے۔ اچھا ہمیں اپنے اور ساتھی دکھاؤ اور اپنا غار بھی دکھاؤ۔ یہ انہیں لے کر چلے غار کے پاس پہنچ کر کہا تم ذرا ٹھہرو میں پہلے انہیں جا کر خبر دوں۔ ان کے الگ ہٹتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان پر بے خبری کے پردے ڈال دیئے۔ انہیں نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں گیا؟ اللہ نے پھر اس راز کو مخفی کر لیا۔ ایک روایت یہ بھی آئی ہے کہ یہ لوگ مع بادشاہ کے گئے' ان سے ملے سلام علیک ہوئی' بغلگیر ہوئے' یہ بادشاہ خود مسلمان تھا' اس کا نام تید وسیس تھا' اصحاب کہف ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور محبت و انسیت سے ملے جلے' باتیں کیں' پھر واپس جا کر اپنی اپنی جگہ جا لیٹے' پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فوت کر لیا۔ واللہ اعلم

کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک غزوے میں تھے' وہاں انہوں نے روم کے شہروں میں ایک غار دیکھا' جس میں ہڈیاں تھیں' لوگوں نے کہا یہ ہڈیاں اصحاب کہف کی ہیں' آپ نے فرمایا تین سو سال گزر چکے کہ ان کی ہڈیاں کھوکھلی ہو کر مٹی ہو گئیں۔ (ابن جریر)

پس فرماتا ہے کہ جیسے ہم نے انوکھی طرز پر سلایا اور بالکل انوکھے طور پر جگایا' اسی طرح بالکل نرالے طرز پر اہل شہر کو ان کے حالات سے مطلع فرمایا۔ تاکہ انہیں اللہ کے وعدوں کی حقانیت کا علم ہو جائے اور قیامت کے ہونے میں اور اس کے برحق ہونے میں انہیں کوئی شک نہ رہے۔ اس وقت وہ آپس میں سخت مختلف تھے' لڑ جھگڑ رہے تھے' بعض قیامت کے قائل تھے' بعض منکر تھے' پس اصحاب کہف کا ظہور منکروں پر حجت اور ماننے والوں کیلئے دلیل بن گیا۔

اب اس بستی والوں کا ارادہ ہوا کہ ان کے غار کا منہ بند کر دیا جائے اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ جنہیں سرداری حاصل تھی انہوں نے ارادہ کیا ہم تو ان کے اردگرد مسجد بنالیں گے۔ امام ابن جریر ان لوگوں کے بارے میں دو قول نقل کرتے ہیں ایک یہ کہ ان میں سے مسلمانوں نے یہ کہا تھا دوسرے یہ کہ یہ قول کفار کا تھا۔ واللہ اعلم

لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اسکے قائل کلمہ گو تھے ہاں یہ اور بات ہے کہ ان کا یہ کہنا اچھا تھا یا برا؟ تو اس بارے میں صاف حدیث موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا[1] جو انہوں نے کیا اس سے آپ اپنی امت کو بچانا چاہتے تھے۔ اسی لئے امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں جب حضرت دانیال کی قبر عراق میں پائی تو حکم فرمایا کہ اسے پوشیدہ کر دیا جائے اور جو رقعہ ملا ہے جس میں بعض لڑائیوں وغیرہ کا ذکر ہے اسے دفن کر دیا جائے۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڣ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝۲۲

کچھ لوگ تو کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا' کچھ کہیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ نشانہ دیکھے بغیر پتھر چلا دینا کچھ کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور ان کا کتا آٹھواں ہے' تو کہہ دے کہ میرا پروردگار ان کی تعداد کو بخوبی جاننے والا ہے۔ انہیں بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔ پس تو ان کے مقدمے میں صرف سرسری گفتگو ہی کر اور ان میں سے کسی سے ان کے بارے میں پوچھ گچھ بھی نہ کر○

اصحاب کہف کی تعداد: لوگ اصحاب کہف کی گنتی میں کچھ کا کچھ کہا کرتے تھے تین قسم کے لوگ تھے چوتھی گنتی بیان نہیں فرمائی۔ دو پہلے کے قول کو تو ضعیف کر دیا کہ یہ اٹکل کے تکے ہیں' بے نشانے کے پتھر ہیں' کہ اگر کہیں لگ جائیں تو کمال نہیں نہ لگیں تو زوال نہیں' ہاں تیسرا قوال بیان فرما کر سکوت اختیار فرمایا تردید نہیں کی یعنی سات وہ آٹھواں ان کا کتا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی بات صحیح اور واقع میں یونہی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر بہتر یہی ہے کہ علم اللہ کی طرف اسے لوٹا دیا جائے ایسی باتوں میں کوئی صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے غور وخوض کرنا عبث ہے' جس بات کا علم ہو جائے منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔

اس گنتی کا صحیح علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں انہیں میں سے ہوں' میں جانتا ہوں وہ سات ہیں۔ حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے اور یہی ہم نے پہلے لکھا تھا۔ ان میں کے بعض تو بہت

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلاۃ (٤٣٥) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب النھی عن بناء المسجد علی القبور (٥٢٩ـ ٥٣١) مسند احمد (٦/٨٠)]

کم عمر تھے۔ عنفوان شباب میں تھے یہ لوگ دن رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے، روتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے رہتے تھے۔ مروی ہے کہ یہ نو (۹) تھے ان میں سے جو سب سے بڑے تھے ان کا نام مکسلمین تھا اسی نے بادشاہ سے باتیں کی تھیں اور اسے اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دی تھی۔ باقی کے نام یہ ہیں یملیخا، مرطونس، کسطونس، بیرونس، دنیموس، یطبونس اور قالوش۔ ہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح روایت یہی ہے کہ یہ سات (۷) شخص تھے آیت کے ظاہر الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ شعیب جبائی کہتے ہیں ان کے کتے کا نام حمران تھا لیکن ان ناموں کی صحت میں نظر ہے۔ واللہ اعلم۔ ان میں بہت سی چیزیں اہل کتاب سے لی ہوئی ہیں۔ پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ آپ ان کے بارے میں زیادہ بحث مباحثہ نہ کریں یہ ایک نہایت ہی ہلکا کام ہے، جس میں کوئی بڑا فائدہ نہیں اور نہ ان کے بارے میں کسی سے دریافت کیجئے، کیونکہ عموماً وہ اپنے دل سے جوڑ کر کہتے ہیں کوئی صحیح اور سچی دلیل ان کے ہاتھوں میں نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کے سامنے بیان فرمایا ہے، یہ جھوٹ سے پاک ہے، شک شبہ سے دور ہے، قابل ایمان ویقین ہے، بس یہی حق ہے اور سب سے مقدم ہے۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا○ مگر ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ لینا، اور جب بھی بھولے اپنے پروردگار کی یاد کر لیا کرنا اور کہتے رہنا کہ مجھے پوری امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کے قریب کی بات کی رہبری کرے○

ان شاء اللہ کہنے کی ترغیب: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ختم المرسلین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے کہ جس کسی کام کو کل کرنا چاہو تو یوں نہ کہہ دیا کرو کہ کل کروں گا اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ لیا کرو کیونکہ کل کیا ہوگا؟ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔ علام الغیوب اور تمام چیزوں پر قادر صرف وہی ہے۔ اس کی مدد طلب کیا کرو۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت سلیمان بن داؤد صلی اللہ علیہ وسلم کی نوے (۹۰) بیویاں تھیں۔ ایک روایت میں ہے سو (۱۰۰) تھیں۔ ایک میں ہے بہتر (۷۲) تھیں تو آپ نے ایک بار کہا کہ آج رات میں ان سب کے پاس جاؤں گا ہر عورت کو بچہ ہوگا تو سب اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، اس وقت فرشتے نے کہا انشاء اللہ کہہ، مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ کہا، اپنے ارادے کے مطابق وہ سب بیویوں کے پاس گئے، مگر سوائے ایک بیوی کے کسی کے ہاں بچہ نہ ہوا اور جس ایک کے ہاں ہوا وہ بھی آدھے جسم کا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو یہ ارادہ ان کا پورا ہوتا اور ان کی حاجت روائی ہو جاتی۔ اور یہ سب بچے جوان ہو کر راہ حق کے مجاہد بنتے۔ [1]

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب قول الرجل لا طوفن اللیلۃ علی نسائی (۵۲۴۲) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الاستثناء فی الیمین وغیرھا (۱۶۵۴) مسند احمد (۲/۲۷۵)]

اسی سورت کی تفسیر کے شروع میں اس آیت کا شان نزول بیان ہو چکا ہے کہ آپ سے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں کل تمہیں جواب دوں گا۔ انشاءاللہ نہ کہا اس بنا پر پندرہ دن تک وحی نازل نہ ہوئی۔ اس حدیث کو پوری طرح ہم نے اس سورت کی تفسیر کے شروع میں بیان کر دیا ہے۔ یہاں دوبارہ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ جب بھول جائے تب اپنے رب کو یاد کر یعنی انشاءاللہ کہنا اگر موقعہ پر یاد نہ آیا تو جب یاد آئے کہہ لیا کر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو حلف کھائے کہ اسے پھر بھی انشاءاللہ کہنے کا حق ہے گو سال بھر گزر چکا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے کلام میں یا قسم میں انشاءاللہ کہنا بھول گیا تو جب بھی یاد آئے کہہ لے گو کتنی ہی مدت گزر چکی ہو اور گو اس کا خلاف بھی ہو چکا ہو۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ اب اس کا کفارہ نہیں رہے گا اور اسے قسم توڑنے کا اختیار رہے۔ یہی مطلب اس قول کا امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے اور یہی بالکل ٹھیک ہے اسی پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا کلام محمول کیا جا سکتا ہے ان سے اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مراد انشاءاللہ کہنا بھول جانا ہے۔ اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

دوسرا کوئی تو اپنی قسم کے ساتھ ہی متصل طور پر انشاءاللہ کہے تو معتبر ہے۔ یہ بھی ایک مطلب ہے کہ جب کوئی بات بھول جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو کیونکہ بھول شیطانی حرکت ہے اور ذکر الٰہی یاد کا ذریعہ ہے۔ پھر فرمایا کہ تجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کیا جائے کہ تجھے اس کا علم نہ ہو تو تو اللہ تعالیٰ سے دریافت کر لیا کر اور اس کی طرف توجہ کرتا کہ وہ تجھے ٹھیک بات اور ہدایت والی راہ بتا اور دکھا دے۔ اور بھی اقوال اس بارے میں مروی ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے بلکہ نو سال اور زیادہ گزارے ○ تو کہہ دے کہ اللہ ہی کو ان کے ٹھہرے رہنے کی مدت کا بخوبی علم ہے' آسمانوں اور زمینوں کا غیب صرف اسی کو حاصل ہے' وہ کیا ہی اچھا دیکھنے سننے والا ہے۔ سوائے اللہ کے انکا کوئی مددگار نہیں۔ اللہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ○

اصحاب کہف کے سونے کی مدت: اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مدت کی خبر دیتا ہے' جو اصحاب کہف نے اپنے سونے کے زمانے میں گزاری کہ وہ مدت سورج کے حساب سے تین سو سال کی تھی اور چاند کے حساب سے تین سو نو سال کی تھی۔ فی الواقع شمسی اور قمری سال میں سو سال پر تین سال کا فرق پڑتا ہے' اسی لئے تین سو الگ بیان کر کے پھر نو الگ بیان کئے۔

پھر فرماتا ہے کہ جب تجھ سے ان کے سونے کی مدت دریافت کی جائے اور تیرے پاس اس کا کچھ علم نہ ہو اور

نہ اللہ نے تجھے واقف کیا ہو تو آگے نہ بڑھ اور ایسے امور میں یہ جواب دیا کر کہ اللہ ہی کو صحیح علم ہے' آسمان اور زمین کا غیب وہی جانتا ہے' ہاں جسے وہ بات بتا دے وہ جان لیتا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ تین سو سال ٹھہرے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی کی قراءت مروی ہے۔ لیکن حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا یہ قول تأمل طلب ہے اس لئے کہ اہل کتاب کے ہاں شمسی سال کا رواج ہے اور وہ تین سو سال مانتے ہیں تین سو نو ان کا قول نہیں' اگر ان ہی کا قول نقل ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ اور نو سال زیادہ کئے۔ بظاہر تو یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات کی خبر دے رہا ہے نہ کہ کسی کا قول بیان فرماتا ہے' یہی اختیار ابن جریر رحمہ اللہ کا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کی روایت اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت دونوں منقطع ہیں۔ پھر شاذ بھی ہیں' جمہور کی قراءت وہی ہے جو قرآنوں میں ہے پس وہ شاذ دلیل کے قابل نہیں۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ اور ان کی آواز کو خوب سن رہا ہے' ان الفاظ میں تعریف کا مبالغہ ہے' ان دونوں لفظوں میں مدح کا مبالغہ ہے یعنی وہ خوب دیکھنے سننے والا ہے۔ ہر موجود چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر آواز کو سن رہا ہے کوئی کام کوئی کلام اس سے مخفی نہیں' کوئی اس سے زیادہ سننے دیکھنے والا نہیں۔ سب کے عمل دیکھ رہا ہے' سب باتیں سن رہا ہے' خلق کا خالق' امر کا مالک وہی ہے۔ کوئی اس کے فرمان کو رد نہیں کر سکتا۔ اس کا کوئی وزیر اور مددگار نہیں نہ کوئی شریک اور مشیر ہے وہ ان تمام کمیوں سے پاک ہے' تمام نقائص سے دور ہے۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿٢٨﴾

تیری جانب جو تیرے رب کی کتاب کی وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ' اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں' تو اس کے سوا ہرگز ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہ پائے گا ○ اپنے آپ کو انہی کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے رہتے ہیں اور اسی کے چہرے کے ارادے رکھتے ہیں خبردار تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں' کہ دنیوی زندگی کی ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جا' اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے ○

تلاوت قرآن اور وعظ و تبلیغ کی ہدایت: اللہ کریم اپنے رسول اللہ ﷺ کو اپنے کلام کی تلاوت اور اس کی تبلیغ کی ہدایت کرتا ہے' اسی کے کلمات کو نہ کوئی بدل سکے نہ ٹال سکے' نہ ادھر ادھر کر سکے' سمجھ لے کہ اس کے سوائے جائے پناہ نہیں' اگر تلاوت و تبلیغ چھوڑ دی تو پھر بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے کہ اے رسول ﷺ جو کچھ تیری

طرف تیرے رب کی جانب سے اترا ہے اس کی تبلیغ کرتا رہ اگر نہ کی تو تو نے حق رسالت کا ادا نہیں کیا لوگوں کے شر سے اللہ تجھے بچائے رکھے گا۔ ① اور آیت میں ہے ﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ﴾ ② الخ، یعنی اللہ تعالیٰ تجھ سے تیرے منصب کی بابت قیامت کے دن ضرور سوال کرے گا۔ اللہ کا ذکر، اس کی تسبیح، حمد، بڑائی بزرگی بیان کرنے والوں کے پاس بیٹھا رہا کر جو صبح شام یاد الٰہی میں لگے رہتے ہیں خواہ وہ فقیر ہوں خواہ امیر خواہ رذیل ہوں خواہ شریف ہوں خواہ قوی ہوں خواہ ضعیف ہوں۔

قریش نے حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ چھوٹے لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھا کریں جیسے بلال، عمار، صہیب، خباب، ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ اور ہماری مجلسوں میں بیٹھا کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی درخواست رد کرنے کا حکم فرمایا جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ﴾ ③ الخ، یعنی صبح شام یاد الٰہی کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ ہٹا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ہم چھ شخص غریب غرباء حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے سعد بن ابی وقاص، ابن مسعود، قبیلہ ہذیل کا ایک شخص، بلال اور دو آدمی رضی اللہ عنہم۔ اتنے میں معزز مشرکین آئے اور کہنے لگے انہیں اپنی مجلس میں جرأت کے ساتھ نہ بیٹھنے دو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضور ﷺ کے جی میں کیا آیا؟ جو اس وقت آیت ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ﴾ اتری۔ ④

مسند احمد میں ہے کہ ایک واعظ قصہ گوئی کر رہا تھا جو حضور ﷺ تشریف لائے وہ خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا تم بیان کئے چلے جاؤ۔ میں تو صبح کی نماز سے لے کر آفتاب نکلنے تک اسی مجلس میں بیٹھا رہوں تو اپنے لئے چار غلام آزاد کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ ⑤ اور حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایسی مجلس میں بیٹھ جاؤں، یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ ⑥

ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ذکر اللہ کرنے والوں کے ساتھ صبح کی نماز سے سورج نکلنے تک بیٹھ جانا مجھے تو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے، اور نماز عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک اللہ کا ذکر کرنا مجھے آٹھ غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ پیارا ہے گو وہ غلام اولاد اسماعیل سے گراں قدر اور قیمتی کیوں نہ ہوں، گو ان میں سے ایک ایک کی دیت بارہ بارہ ہزار کی ہو تو مجموعی قیمت چھیانوے ہزار کی ہوئی۔ بعض لوگ چار غلام بتاتے ہیں لیکن حضرت

---

① [سورة المائدہ: آیت ٦٧] ② [سورة القصص: آیت ٨٥]

③ [سورة الانعام: آیت ٥٢]

④ [صحیح صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابه : باب فی فضل سعد بن ابی وقاص (٢٤١٣) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب مجالسة الفقراء (٤١٢٨)]

⑤ [ضعیف :مسند احمد (٢٦١/٥) مجمع الزوائد (٩١١) طبرانی کبیر (٣١٢/٨)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابوجعد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثية (٢٢٢٥٤)]

⑥ [ضعیف مسند احمد (٤٧٤/٣) بیهقی فی السنن الکبری (٨٨/١٠)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند کردوس بن قیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثية (١٥٨٩٩)]

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ غلام فرمائے ہیں۔ (۱)

بزار میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے ایک صاحب سورۂ کہف کی قراءت کر رہے تھے آپ کو دیکھ کر خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا یہی ان لوگوں کی مجلس ہے' جہاں اپنے نفس کو روک کر رکھنے کا مجھے حکم الٰہی ہوا ہے (۲) اور روایت میں ہے کہ یا تو سورۂ حجر کی وہ تلاوت کر رہے تھے یا سورہ کہف کی۔ (۳)

مسند احمد میں ہے فرماتے ہیں ذکر اللہ کے لئے جو مجلس جمع ہو' نیت بھی ان کی بخیر ہو تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ اٹھو اللہ نے تمہیں بخش دیا تمہاری برائیاں بھلائیوں سے بدل گئیں۔ (۴) طبرانی میں ہے کہ جب یہ آیت اتری آپ اپنے کسی گھر میں تھے'

اسی وقت ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ کچھ لوگوں کو ذکر اللہ میں پایا' جن کے بال بکھرے ہوئے تھے' کھالیں خشک تھیں' بمشکل ایک ایک کپڑا انہیں حاصل تھا' فوراً ان کی مجلس میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے ہیں' ان کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا ہے۔ (۵) پھر فرماتا ہے ان سے تیری آنکھیں تجاوز نہ کریں' ان یاد اللہ کرنے والوں کو چھوڑ کر مالداروں کی تلاش میں نہ لگ جانا جو دین سے برگشتہ ہیں' جو عبادت سے دور ہیں' جن کی برائیاں بڑھ گئی ہیں' جن کے اعمال حماقت کے ہیں تو ان کی پیروی نہ کرنا ان کے طریقے کو پسند نہ کرنا ان پر رشک بھری نگاہیں نہ ڈالنا' اس کی نعمتیں للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ﴾ (۶) الخ' ہم نے جو انہیں دنیوی عیش و عشرت دے رکھی ہے یہ صرف ان کی آزمائش کے لئے ہے۔ تو للچائی ہوئی نگاہوں سے انہیں نہ دیکھنا دراصل تیرے رب کے پاس کی روزی بہتر اور بہت باقی ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۗ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾

اعلان کر دے کہ یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف کا ہے اب جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر کرے' ظالموں کے لئے ہم نے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی' اگر وہ فریاد رسی چاہیں گے تو ان کی

---

(۱) [ضعیف : مسند طیالسی (۲۱۰۴)] اس کی سند میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔]

(۲) [ضعیف : مجمع الزوائد (۱۶۷/۷)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں عمرو بن ثابت متروک ہے۔]

(۳) [ضعیف : مسند بزار (۲۳۲۶) مجمع الزوائد (۱۴۶/۷)] اس میں بھی عمرو بن ثابت راوی متروک ہے۔]

(۴) [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۱۴۲/۳) مسند ابویعلی (۴۱۴۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٢٤٥٣)]

(۵) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۰۱۷)] اس کی سند میں اسامہ بن زید متروک ہے۔]

(۶) [سورة طه : آیت ۱۳۱]

فریادرسی اس پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا۔ جو چہرے بھون دے گا' بڑا ہی برا پانی ہے' اور بڑی بری آرام گاہ (دوزخ) ہے ○

جو چاہے ایمان لائے، جو چاہے کفر کرے: جو کچھ میں اپنے رب کے پاس سے لایا ہوں وہی حق صدق اور سچائی ہے شک شبہ سے بالکل خالی۔ اب جس کا جی چاہے مانے نہ چاہے نہ مانے۔ نہ ماننے والوں کے لئے آگ جہنم تیار ہے' جس کی چار دیواری کی جیل خانے میں یہ بے بس ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ جہنم کی چار دیواری کی وسعت چالیس چالیس سال کی راہ کی ہے (مسند احمد) [1] اور خود وہ دیواریں بھی آگ کی ہیں۔ اور روایت میں ہے سمندر بھی جہنم ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا واللہ نہ اس میں جاؤں جب تک بھی زندہ رہوں اور نہ اس کا کوئی قطرہ مجھے پہنچے۔ [2] ﴿مُهْــل﴾ کہتے ہیں غلیظ پانی کو جیسے زیتون کے تیل کی تلچھٹ اور جیسے خون اور پیپ جو بے حد گرم ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سونا پگھلایا جب وہ پانی جیسا گیا اور جوش مارنے لگا فرمایا ﴿مهــل﴾ کی مشابہت اس میں ہے جہنم کا پانی بھی سیاہ ہے' وہ خود بھی سیاہ ہے' جہنمی بھی سیاہ ہیں۔ ﴿مهــل﴾ سیاہ رنگ' بدبودار' غلیظ' گندگی' سخت گرم چیز ہے' چہرے کے پاس جاتے ہی کھال جھلس دیتی ہے منہ جلا دیتی ہے۔

مسند احمد میں ہے کافر کے منہ کے پاس جاتے ہی اس کے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں آپڑے گی۔ [3] قرآن میں ہے وہ پیپ پلائے جائیں گے بمشکل ان کے حلق سے اترے گی۔ چہرے کے پاس آتے ہی کھال جل کر گر پڑے گی پیتے ہی آنتیں کٹ جائیں گی انکی ہائے وائے شور وغل پر نہ پانی ان کو پینے کو دیا جائے گا۔ بھوک کی شکایت پر زقوم کا درخت دیا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اس طرح جسم چھوڑ کر اتر جائیں گی کہ ان کے پہچاننے والا ان کی کھالوں کو دیکھ کر بھی پہچان لے' پھر پیاس کی شکایت پر سخت گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا جو منہ کے پاس پہنچتے ہی تمام گوشت کو بھون ڈالے گا۔ ہائے کیا برا پانی ہے یہ وہ گرم پانی پلایا جائے گا' ان کا ٹھکانہ' ان کی منزل' ان کا گھر' ان کی آرام گاہ بھی نہایت بری ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿إِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾ [4] وہ بڑی بری جگہ اور بے حد کٹھن منزل ہے۔

---

[1] [ضعیف: ترمذی : كتاب صفة جهنم : باب ما جآء فی صفة شراب اهل النار (٢٥٨٤) مستدرك حاكم (٤/٦٠٠) ابو يعلى (١٣٨٩) مسند احمد (٢٩/٣)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ترمذی]

[2] [ضعیف: مسند احمد (٢٢٣/٤) تفسير ابن جرير الطبری (٢٣٠٣٦) التاريخ الكبير للبخاری (٧٠/١)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٩٦٠)]

[3] [ضعیف: مسند احمد (٧٠/٣) ترمذی (٢٥٨٤)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ترمذی]

[4] [سورة الفرقان: آيت ٦٦]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

یقیناً جو لوگ ایمان لائیں' نیک اعمال کریں ہم تو کسی نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کرتے ○ ان کے لئے ہمیشگی والی جنتیں ہیں ان کے نیچے سے نہریں جاری ہونگی۔ وہاں یہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ نرم و باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے۔ وہاں تختوں کے اوپر تکئے لگائے ہوئے ہونگے' کیا خوب بدلہ ہے' اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے ○

جنتیوں کے لیے سونا اور ریشم: اوپر برے لوگوں کا حال اور انجام بیان فرمایا' اب نیکوں کا آغاز و انجام بیان ہو رہا ہے۔ یہ اللہ' رسول اور کتاب کے ماننے والے' نیک عمل کرنے والے ہوتے ہیں ان کے لئے ہمیشہ والی دائمی جنتیں ہیں' ان کے بالا خانوں کے اور باغات کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں۔ انہیں زیورات خصوصاً سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ان کا لباس وہاں خالص ریشم کا ہوگا' نرم باریک اور نرم موٹے ریشم کا لباس ہوگا' یہ باآرام' شاہانہ شان سے مسندوں پر جو تختوں پر ہوں گے' تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ کہا گیا ہے کہ لیٹنے اور چار زانوں بیٹھنے کا نام بھی اتکا ہے' ممکن ہے کہ یہی مراد یہاں بھی ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے میں اتکا کر کے کھانا نہیں کھاتا۔ [1] اس میں بھی یہی دو قول ہیں ارائک جمع ہے اریکہ کی۔ تخت چھپر کھٹ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کتنی ہی اچھی اور آرام دہ جگہ ہے برخلاف دوزخیوں کے کہ ان کے لئے بری سزا اور بری جگہ ہے۔ سورۂ فرقان میں بھی انہی دونوں گروہ کا اسی طرح مقابلہ کا بیان ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاطعمة: باب الأكل متكئا (۵۳۹۸ـ ۵۳۹۹) ابن ماجه: کتاب الأطعمة: باب الأكل متكئا (۳۲۶۲) ابو داؤد: کتاب الأطعمة: باب ما جآء فی الأكل متكئا (۳۷۶۹) ترمذی: کتاب الأطعمة: باب ما جآء فی کراهية الأكل متكئا (۱۸۳۰) مسند احمد (۳۰۹/۴)]

انہیں ان دو شخصوں کی مثال بھی سنا دے جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگوروں کے دے رکھے تھے جنہیں کھجوروں کے درختوں سے ہم نے گھیر رکھا تھا اور دونوں کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی ○ دونوں باغ اپنا پھل خوب لاتے تھے اس میں کوئی کمی نہ تھی ہم نے ان باغوں کے درمیان نہر جاری کر رکھی تھی ○ الغرض اس کے پاس میوے تھے ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور جتھے کے اعتبار سے بھی زیادہ عزت والا ہوں ○ یہ اپنے باغ میں گیا اور تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا' کہنے لگا کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ کسی وقت بھی یہ برباد ہو جائے ○ اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر بالفرض میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں اس لوٹنے کی جگہ اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا ○

غرور کا سرنیچا: چونکہ اوپر مسکین مسلمان اور مالدار کافروں کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں ان کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے کہ دو شخص تھے جن میں سے ایک مالدار تھا' انگوروں کے باغ 'اردگرد کھجوروں کے درخت' درمیان میں کھیتی' درخت پھلدار' بیلیں ہری' کھیتی سرسبز' پھل پھول بھرپور' کسی قسم کا نقصان نہیں ادھر ادھر نہریں جاری تھیں۔ اس کے پاس ہر وقت طرح طرح کی پیداوار موجود' اس کی دوسری قراءت ثُمُرٌ بھی ہے یہ جمع ہے ثَمْرَۃٌ کی جیسے خَشَبَۃٌ کی جمع خُشُبٌ۔ الغرض اس نے اپنے نیک دوست سے فخر و غرور کرتے ہوئے کہ میں مال میں' عزت و اولاد میں' جاہ و حشم میں' نوکر چاکر میں' تجھ سے زیادہ حیثیت والا ہوں ایک فاجر شخص کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ دنیا کی یہ چیزیں اس کے پاس بکثرت ہوں۔ یہ اپنے باغ میں گیا اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا یعنی تکبر اکڑ انکار قیامت اور کفر کرتا ہوا۔ اس قدر مست تھا کہ اس کی زبان سے نکلا کہ ناممکن ہے میری یہ لہلہاتی کھیتیاں' یہ پھلدار درخت' یہ جاری نہریں' یہ سرسبز بیلیں' کبھی فنا ہو جائیں۔ حقیقت میں یہ اس کی کم عقلی بے ایمانی اور دنیا کی خرمستی اور اللہ کے ساتھ کفر کی وجہ تھی۔ اسی لئے کہہ رہا ہے کہ میرے خیال میں تو قیامت آنے والی نہیں۔ اور اگر بالفرض آئی تو ظاہر ہے کہ اللہ کا میں پیارا ہوں ورنہ وہ مجھے اس قدر مال و متاع کیسے دے دیتا؟ تو وہاں بھی وہ مجھے اس سے بھی بہتر عطا فرمائے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْ اِنَّ لِیْ عِنْدَہٗ لَلْحُسْنٰی﴾ [1] اگر میں لوٹایا گیا تو وہاں میرے لئے اور اچھائی ہو گی۔ اور آیت میں ارشاد ہے ﴿اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾ [2] یعنی تو نے اسے بھی دیکھا جو تو کر رہا ہے ہماری آیتوں سے کفر اور باوجود اس کے اس کی تمنا یہ ہے کہ مجھے قیامت کے دن بھی بکثرت مال و اولاد ملے گی' یہ اللہ کے سامنے دلیری کرتا ہے اور اللہ پر باتیں بناتا ہے اس آیت کا شان نزول عاص بن وائل ہے جیسے کہ اپنے موقعہ پر آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ؀ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ؀ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ

[1] [فصلت: ۵۰] [2] [مریم: ۷۷]

مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس اللہ سے کفر کرتا ہے؟ جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفے سے' پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا○ لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا○ تو اپنے باغ میں جاتے وقت کیوں نہیں کہتا کہ اللہ کا چاہا ہونے والا ہے کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے' اگرچہ تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کم دیکھ رہا ہے○ مگر بہت ممکن ہے کہ میرا رب مجھے تیرے اس باغ سے بھی بہتر دے اور اس پر آسمانی عذاب بھیج دے تو یہ چٹیل اور پھسلنا میدان بن جائے○ یا اس کا پانی خشک ہو جائے۔ اور تیرے بس میں نہ رہے کہ تو اسے ڈھونڈ لائے○

ناشکری مترادف کفر: اس کافر مالدار کو جو جواب اس مومن مفلس نے دیا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح اس نے وعظ و پند کی' ایمان و یقین کی ہدایت کی اور گمراہی اور غرور سے ہٹانا چاہا فرمایا کہ تو اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے انسانی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کی نسل ملے جلے پانی سے جاری رکھی جیسے آیت ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [۱] الخ' میں ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا۔ تم اس کی ذات کا' اس کی نعمتوں کا انکار کیسے کر سکتے ہو؟ اس کی نعمتوں کی قدرتوں کے بے شمار نمونے خود تم میں اور تم پر موجود ہیں۔ کون نادان ایسا ہے جو نہ جانتا ہو کہ وہ پہلے کچھ نہ تھا اللہ نے اسے موجود کر دیا۔ وہ خود بخود اپنے ہونے پر قادر نہ تھا اللہ نے اس کا وجود پیدا کیا۔ پھر وہ انکار کے لائق کیسے ہو گیا؟ اس کی توحید الوہیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ میں تو تیرے مقابلے میں کہہ رہا ہوں کہ میرا رب وہی ہے اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے میں اپنے رب کے ساتھ مشرک بننا ناپسند کرتا ہوں۔ پھر اپنے ساتھی کو نیک رغبت دلانے کے لئے کہتا ہے کہ اپنی لہلہاتی ہوئی کھیتی اور ہرے بھرے میوؤں سے لدے باغ کو دیکھ کر تو اللہ کا شکر کیوں نہیں کرتا؟ کیوں ﴿مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ نہیں کہتا؟ اسی آیت کو سامنے رکھ کر بعض سلف کا مقولہ ہے کہ جسے اپنی اولاد یا مال یا حال پسند آئے اسے یہ کلمہ پڑھ لینا چاہیے۔ ابو یعلی موصلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جس بندے پر اللہ اپنی کوئی نعمت انعام فرمائے اہل و عیال ہوں' دولتمندی ہو' فرزند ہوں' پھر وہ اس کلمہ کو کہہ لے تو اس میں کوئی آنچ نہ آئے گی سوائے موت کے پھر اس آیت کی تاویل کرتے۔ [۲] حافظ ابوالفتح کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔

---

[۱] [البقرہ: ۲۸]

[۲] [**ضعیف**: البداية والنهاية (۲/ ۱۴۱) المطالب العالية (۳/ ۳۵۰) ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة (۳۵۷) الخطیب فی تاریخ بغداد (۳/ ۱۹۷) طبرانی صغیر (۵۸۸)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عبدالملک بن زرارہ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۷۱۵۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کا ایک خزانہ بتا دوں؟ وہ خزانہ ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ کہنا ہے۔ [1] اور روایت میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے میرے اس بندے نے مان لیا اور اپنا معاملہ میرے سپرد کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پھر پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا صرف لاحول نہیں بلکہ وہ جو سورۂ کہف میں ہے [2] ﴿مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ پھر فرمایا کہ اس نیک شخص نے کہا کہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ مجھے آخرت کے دن اس سے بہتر نعمتیں عطا فرمائے اور تیرے اس باغ کو جسے تو ہیشگی والا سمجھے بیٹھا ہے تباہ کر دے۔ آسمان سے اس پر عذاب بھیج دے۔ زور کی بارش آندھی کے ساتھ آئے۔ تمام کھیت اور باغ اجڑ جائیں۔ سوکھی صاف زمین رہ جائے گویا کہ کبھی یہاں کوئی چیز اگی ہی نہ تھی۔ یا اس کی نہروں کا پانی دھنسا دے۔ غور مصدر ہے معنی میں غائر کے بطور مبالغے کے لایا گیا ہے۔

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝

اس کے سارے پھل گھیر لئے گئے پس وہ اپنے اس خرچ پر جو اس نے اس میں کیا تھا' اپنے ہاتھ ملنے لگا اور وہ باغ تو اوندھا پڑا ہوا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ کاش کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرتا ○ اس کی حمایت میں کوئی جماعت نہ اٹھی کہ اللہ سے اس کا کوئی بچاؤ کرتی اور نہ وہ خود ہی بدلہ لینے والا بن سکا۔ یہیں سے ثابت ہے کہ اختیارات اس اللہ تعالیٰ ہیشگی والے کے ہی ہیں۔ وہ ثواب دینے کے اور انجام کے اعتبار سے بہت ہی بہتر ہے ○

کل مال کی ہلاکت: اس کا کل مال کل پھل غارت ہو گیا وہ مومن اسے جس بات سے ڈرا رہا تھا وہی ہو کر رہی اب تو وہ اپنے مال کی بربادی پر کف افسوس ملنے لگا اور آرزو کرنے لگا کہ کاش کہ میں اللہ کے ساتھ مشرک نہ بنتا۔ جن پر فخر کرتا تھا ان میں سے کوئی اس وقت کام نہ آیا' فرزند قبیلہ سب رہ گیا۔ فخر و غرور سب مٹ گیا۔ نہ اور کوئی کھڑا ہوا نہ خود میں ہی کوئی ہمت ہوئی۔ بعض لوگ ﴿هُنَالِكَ﴾ پر وقف کرتے ہیں اور اسے پہلے جملے کے ساتھ ملا لیتے ہیں یعنی وہاں وہ اپنا انتقام نہ لے سکا۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب الدعآء اذا علاء عقبة (٦٣٨٤) و کتاب القدر : باب لا حول ولا قوة الا بالله (٦٦١٠) صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعاء : باب استحباب خفض الصوت بالذکر (٢٧٠٤) ابن ماجه : کتاب الادب : باب ما جآء فی لا حول ولا قوة الا بالله (٣٨٢٤) ابو داؤد : کتاب الوتر : باب فی الاستغفار (١٥٢٦) ترمذی : کتاب الدعوات : باب کون ذکر خیر اعمالکم (٣٣٧٤) مسند احمد (٤٠٢/٤)]

[2] [صحیح : مسند احمد (٣٣٥/٢) مستدرك حاكم (٢١/١)] امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (١٥٢٨)]

اور بعض ﴿مُنْتَصِراً﴾ پر آیت کر کے آگے سے نئے جملے کی ابتدا کرتے ہیں ﴿وَلَايَتُه﴾ کی دوسری قراءت ﴿وِلَايَةُ﴾ بھی ہے۔ پہلی قراءت پر مطلب یہ ہوا کہ ہر مومن وکافر اللہ ہی کی طرف رجوع کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، عذاب الٰہی کے وقت کوئی بھی سوائے اس کے کام نہیں آسکتا جیسے فرمان ہے ﴿فَلَمَّا رَاَوْ بَاْسَنَا قَالُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ﴾ [1] الخ، یعنی ہمارے عذاب دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلے جنہیں ہم شریک الٰہی ٹھہرایا کرتے تھے ان سے انکار کرتے ہیں۔ اور جیسے کہ فرعون نے ڈوبتے وقت کہا تھا کہ میں اس اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں شامل ہوتا ہوں اس وقت جواب ملا کہ اب ایمان قبول کرتا ہے؟ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور مفسدوں میں شامل رہا۔ [2] واؤ کے کسر کی قراءت پر یہ معنی ہوئے کہ وہاں حکم صحیح طور پر اللہ ہی کے لئے ہے۔ ﴿لِلّٰهِ الْحَقِّ﴾ دوسری قراءت قاف کی پیش سے ہے کیونکہ یہ ﴿الولایة﴾ کی صفت ہے جیسے فرمان ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ﴾ [3] الخ میں ہے بعض لوگ قاف کا زیر پڑھتے ہیں ان کے نزدیک یہ صفت ہے حق تعالیٰ کی۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ [4] الخ، اسی لئے پھر فرماتا ہے کہ جو اعمال اللہ ہی کیلئے ہوں ان کا ثواب بہت ہوتا ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی وہ بہت بہتر ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝٤٥ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝٤٦

ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر جیسے کہ پانی جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں اس سے زمین کی روئیدگی ملتی ہے پھر آخر کار وہ چورا چورا ہو جاتی ہیں جسے ہوائیں اڑائے لئے پھرتی ہیں، اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ مال و اولاد تو دنیا کی زندگی کی ہی زینت ہے ہاں البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے ثواب کے اور آئندہ کی اچھی توقع کے بہت ہی عمدہ ہیں ○

دنیوی زندگی کی مثال: دنیا اپنے زوال، فنا، خاتمے اور بربادی کے لحاظ سے مثل آسمانی بارش کے ہے جو زمین کے دانوں وغیرہ سے ملتا ہے اور ہزار ہا پودے لہلہانے لگتے ہیں، تر و تازگی اور زندگی کے آثار ہر چیز پر ظاہر ہونے لگتے ہیں لیکن کچھ دنوں کے گزرتے ہی وہ سوکھ ساکھ کر چورا چورا ہو جاتے ہیں اور ہوائیں انہیں دائیں بائیں اڑائے پھرتی ہیں۔ اس حالت پر جو اللہ قادر تھا وہ اس حالت پر بھی قادر ہے۔ عموماً دنیا کی مثال بارش سے بیان فرمائی

---

[1] سورة غافر: آیت ٨٤]
[2] [سورة یونس: آیت ٩٠-٩١]
[3] [سورة الفرقان: آیت ٢٦]
[4] [سورة الانعام: آیت ٦٢]

جاتی ہے جیسے سورۂ یونس کی آیت ﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ [1] الخ، میں اور جیسے سورۂ زمر کی آیت ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ [2] الخ میں۔ اور جیسے سورۂ حدید کی آیت ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا﴾ [3] الخ، میں۔ صحیح حدیث میں بھی ہے۔ دنیا سبز رنگ میٹھی ہے۔ [4] الخ، پھر فرماتا ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں جیسے فرمایا ہے ﴿زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ﴾ [5] الخ، انسان کے لئے خواہشوں کی محبت مثلاً عورتیں بیٹے خزانے وغیرہ مزین کر دی گئی ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ [6] الخ، تمہارے مال تمہاری اولادیں فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔ یعنی اس کی طرف جھکنا اس کی عبادت میں مشغول رہنا دنیا طلبی سے بہتر ہے اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ باقیات صالحات ہر لحاظ سے عمدہ چیز ہے۔ مثلاً پانچوں وقت کی نمازیں اور ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ﴾۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے جو میں پہنچا آپ نے پانی منگوایا ایک برتن میں قریب تین پاؤ کے پانی آیا، آپ نے وضو کر کے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کر کے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو صبح سے لے کر ظہر تک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر عصر میں بھی اسی طرح نماز پڑھ لی تو ظہر سے عصر تک کے تمام گناہ معاف، پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف۔ پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشا تک کے گناہ معاف پھر رات کو وہ سو رہا صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشاء سے لے کر صبح تک کے گناہ معاف۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یہ تو ہوئیں نیکیاں اب اے عثمان رضی اللہ عنہ آپ بتلایئے کہ باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ﴾ [7]

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں باقیات صالحات یہ ہیں ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد عمارہ رحمہ اللہ سے

---

[1] [یونس: ٢٤] [2] [الزمر: ٢١] [3] [الحدید: ٢٠]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب اکثر اهل الجنة الفقراء (٢٧٤٢) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب فتنة النسآء (٤٠٠٠) ترمذی: کتاب الفتن: باب ما اخبر النبی اصحابه بما هو کائن الی یوم القیامة (٢١٩١)]

[5] [آل عمران: ١٤] [6] [التغابن: ١٥]

[7] [صحیح: مسند احمد (٧١/١)] شیخ شعیب ارناؤوط اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٤٢١)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے حارث بن عبداللہ کے اور وہ ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (٢٩٧/١)]

پوچھا کہ بتاؤ باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نماز اور روزہ۔ آپ نے فرمایا تم نے صحیح جواب نہیں دیا انہوں نے کہا زکوٰۃ اور حج فرمایا ابھی جواب ٹھیک نہیں ہوا سنو وہ پانچ کلمے ہیں ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ، وَاللّٰـهُ اَكْبَرُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا تو آپ نے بجز الحمد للہ کے اور چار کلمات بتلائے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ بجز لاحول کے اور چاروں کلمات بتلاتے ہیں۔

حسن اور قتادہ رحمہما اللہ علیہما بھی ان ہی چاروں کلمات کو باقیات صالحات بتلاتے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ یہ ہیں باقیات صالحات۔ [1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں باقیات صالحات کی کثرت کرو پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا ملت، پوچھا گیا وہ کیا ہے یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا تکبیر، تہلیل، تسبیح اور ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰـهِ﴾ اور ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ (احمد) [2] سالم بن عبداللہ کے مولیٰ عبداللہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ مجھے سالم رحمہ اللہ نے محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کے پاس کسی کام کے لئے بھیجا تو انہوں نے کہا سالم سے کہہ دینا کہ فلاں قبر کے پاس کے کونے میں مجھ سے ملاقات کریں۔ مجھے ان سے کچھ کام ہے چنانچہ دونوں کی وہاں ملاقات ہوئی سلام علیک ہوا تو سالم نے پوچھا کچھ کے نزدیک باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ، وَاللّٰـهُ اَكْبَرُ﴾ اور ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ﴾ اور ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ سالم نے کہا یہ آخری کلمہ آپ نے اس میں کب سے پڑھایا؟ قرظی نے کہا میں تو ہمیشہ سے اس کلمے کو شمار کرتا ہوں دو تین بار یہی سوال جواب ہوا تو حضرت محمد بن کعب نے فرمایا کیا تمہیں اس کلمے سے انکار ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انکار ہے۔ کہا سنو میں نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جب مجھے معراج کرائی گئی میں نے آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انہوں نے مجھے مرحبا اور خوش آمدید کہا اور فرمایا آپ اپنی امت سے فرما دیجئے کہ وہ جنت میں اپنے لئے بہت کچھ باغات لگالیں اس کی مٹی پاک ہے، اس کی زمین کشادہ ہے۔ میں نے پوچھا وہاں باغات لگانے کی کیا صورت ہے؟ فرمایا ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ بکثرت پڑھیں۔ [3]

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۱۰۰) نسائی فی السنن الکبری : کتاب عمل الیوم واللیلۃ : باب ثواب من سبح اللہ مائۃ وتسبیحۃ وتحمیدۃ وتکبیرۃ (۲۰۱) مستدرک حاکم (۵۴۱/۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ امام منذریؒ نے اس کی سند کو جید و قوی کہا ہے۔ [الترغیب (۴۳۲/۲)] امام ہیثمیؒ اسے شواہد کی بنا پر صحیح کہتے ہیں۔ [مجمع الزوائد (۸۸/۱۰)]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۱۰۲) مسند احمد (۷۵/۳) مسند ابو یعلی (۱۳۸۴/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۰۹۹) مسند احمد (۴۱۸/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۳۵۵۲)]

مسند احمد میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے آسمان کی طرف دیکھ کر نظریں نیچی کر لیں ہمیں خیال ہوا کہ شاید آسمان میں کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میرے بعد جھوٹ بولنے والے اور ظلم کرنے والے بادشاہ ہوں گے جوان کے جھوٹ کو تسلیم کرے اور ان کے ظلم میں ان کی طرفداری کرے وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس کا ہوں۔ اور جو ان کے جھوٹ کو نہ بچائے اور ان کے ظلم میں ان کی طرفداری نہ کرے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ لوگو سن رکھو ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ یہ باقیات صالحات یعنی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ [1]

مسند احمد میں ہے آپ نے فرمایا واہ واہ پانچ کلمات ہیں اور نیکی کے ترازو میں بے حد وزنی ہیں ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ اور وہ بچہ جس کے انتقال پر اس کا باپ طلب اجر کیلئے صبر کرے۔ واہ واہ پانچ چیزیں ہیں جوان کا یقین رکھتا ہوا اللہ سے ملاقات کرے وہ قطعاً جنتی ہے۔ اللہ پر، قیامت کے دن پر، جنت دوزخ پر، مرنے کے بعد جی اٹھنے پر اور حساب پر ایمان رکھے۔ [2]

مسند احمد میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے کسی جگہ اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں۔ حسان بن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے اس وقت کہا کہ یہ آپ نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا واقعی میں نے غلطی کی سنو اسلام لانے کے بعد سے لے کر آج تک میں نے کوئی کلمہ اپنی زبان سے ایسا نہیں نکالا جو میرے لئے لگام بن جائے، بجز اس کلمے کے پس تم لوگ اسے یاد سے بھلا دو اور اب جو میں کہہ رہا ہوں اسے یاد رکھو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب لوگ سونے چاندی کے جمع کرنے میں لگ جائیں تم اس وقت ان کلمات کو بکثرت پڑھا کرو۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ وَ اَسْئَالُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَاَسْئَالُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَالُكَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّاَسْئَالُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَاَسْئَالُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ لِمَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ مَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾ [3] یعنی اے اللہ میں تجھ سے اپنے کام کی ثابت قدمی اور نیکی کے کام کا پورا قصد اور تیری نعمتوں کی شکر گزاری کی توفیق طلب کرتا ہوں اور تجھ سے دعا ہے کہ تو مجھے سلامتی والا دل اور سچی زبان عطا فرما

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲۶۷/٤)] اس میں مجھول راوی ہے۔[مجمع الزوائد (۲۵۰/٥)]

[2] [حسن : مسند احمد (٤٤٣/۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۸۸/۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو شواہد کی بنا پر حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۷۱۱٤)] حافظ زبیر علی زئی اسے شواہد کی بنا پر صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۱۲۳/٤) ابن ابی شیبة : کتاب الدعا : باب ما ذکر فیمن سأل النبی ﷺ أن یعلمه ما یدعو به فعلمه (٥٦/٦) ابو نعیم فی الحلیة (۲٦٦/۱)] اس میں موسیٰ بن مطیر راوی متروک ہے ۔[مجمع الزوائد (۱۷۳/۱۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

تیرے علم میں جو بھلائی ہے میں اس کا خواستگار ہوں اور تیرے علم میں جو برائی ہے' میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ پروردگار ہر اس برائی سے میری توبہ ہے جو تیرے علم میں ہو بے شک غیب داں صرف تو ہی ہے۔ حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل طائف میں سے سب سے پہلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں اپنے گھر سے صبح ہی صبح چل کھڑا ہوا اور عصر کے وقت منیٰ میں پہنچ گیا' پہاڑ پر چڑھا' پھر اترا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا' اسلام قبول کیا' آپ نے مجھے سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور سورۂ ﴿اِذَا زُلْزِلَتْ﴾ سکھائی اور یہ کلمات تعلیم فرمائے۔ ﴿سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ فرمایا یہ ہیں باقی رہنے والی نیکیاں۔ [1] اس سند سے مروی ہے کہ جو شخص رات کو اٹھے وضو کرے کلی کرے پھر سو بار ﴿سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ پڑھے اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں بجز قتل وخون کے کہ وہ معاف نہیں ہوتا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں باقیات صالحات ذکر اللہ ہے اور ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ ہے اور روزہ نماز حج صدقہ غلاموں کی آزادی جہاد صلہ رحمی اور کل نیکیاں یہ سب باقیات صالحات ہیں جن کا ثواب جنت والوں کو جب تک آسمان و زمین ہیں ملتا رہتا ہے۔ فرماتے ہیں یہ پاکیزہ کلام بھی اسی میں داخل ہے حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کل اعمال صالحہ اس میں داخل ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسے مختار بتلاتے ہیں۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۢ ۡ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین کو تو صاف کھلی ہوئی دیکھے گا اور تمام لوگوں کا ہم حشر کریں گے' ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے ○ سب کے سب تیرے رب کے سامنے صفت بستہ حاضر کئے جائیں گے' یقیناً ہم تمہیں اسی طرح لائے جس طرح تمہیں اول مرتبہ ہم نے پیدا کیا تھا لیکن تم تو اسی خیال میں رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وعدہ گاہ کرنے ہی کے نہیں ○ نامہ اعمال درمیان میں رکھ دیئے جائیں گے تو دیکھے گا کہ گنہگار اس کی تحریر سے خوفزدہ ہو رہے ہونگے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے؟ جس نے کوئی چھوٹا بڑا بغیر گھیرے باقی ہی نہیں چھوڑا' جو کچھ انہوں نے کیا تھا' سب موجود پائیں گے' تیرا رب کسی پر ظلم و ستم نہ کرے گا ○

---

[1] [ضعیف : طبرانی کبیر (۵۴۸۲)] اس میں حسین عوفی راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۶۹/۷)]

قیامت کی ہولناکی: اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرما رہا ہے اور جب تعجب خیز بڑے بڑے کام اس دن ہوں گے ان کا ذکر کر رہا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا پہاڑ اڑ جائیں گے گو تمہیں جمے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس دن تو بادلوں کی طرح تیزی سے چل رہے ہوں گے۔ آخر روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے زمین صاف اُچٹیل میدان ہو جائے گی جس میں کوئی اونچ نیچ نہ رہے گی نہ اس میں کوئی مکان ہو گا نہ چھپر۔ ساری مخلوق بغیر کسی آڑ کے اللہ کے بالکل سامنے ہو گی۔ کوئی بھی مالک سے کسی جگہ چھپ نہ سکے گا کوئی جائے پناہ یا سر چھپانے کی جگہ نہ ہو گی۔ کوئی درخت پتھر گھانس پھونس دکھائی نہ دے گا تمام اول و آخر کے لوگ جمع ہوں گے کوئی چھوٹا بڑا غیر حاضر نہ ہو گا تمام اگلے پچھلے اس کے مقرر دن جمع کئے جائیں گے' اس دن سب لوگ حاضر شدہ ہوں گے اور سب موجود ہوں گے۔ تمام لوگ اللہ کے سامنے صف بستہ پیش ہوں گے روح اور فرشتے صفیں باندھے ہوئے کھڑے ہوں گے کسی کو بات کرنے کی بھی تاب نہ ہو گی بجز ان کے جنہیں اللہ رحمٰن اجازت دے اور وہ بات بھی معقول کہیں پس یا تو سب کی ایک ہی صف ہو گی یا کئی صفوں میں ہوں گے جیسے ارشاد قرآن ہے تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف بہ صف۔ وہاں منکرین قیامت کو سب کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ ہو گی کہ دیکھو جس طرح ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوسری بار پیدا کر کے اپنے سامنے کھڑا کر لیا اس سے پہلے تو تم اس کے قائل نہ تھے۔ نامہ اعمال سامنے کر دیئے جائیں گے جس میں ہر چھوٹا بڑا کھلا چھپا عمل لکھا ہوا ہو گا۔ اپنی بداعمالیوں کو دیکھ دیکھ کر گنہگار خوف و حیرت زدہ ہو جائیں گے اور افسوس و رنج سے کہیں گے کہ ہائے ہم نے اپنی عمر کیسی غفلت میں بسر کی' افسوس بدکرداریوں میں لگے رہے اور دیکھو تو اس کتاب نے ایک معاملہ بھی ایسا نہیں چھوڑا جسے لکھا نہ ہو چھوٹے بڑے تمام گناہ اس میں لکھے ہوئے ہیں۔

طبرانی میں ہے کہ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر ہم چلے' ایک میدان میں منزل کی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہم سے فرمایا جاؤ جسے لکڑی' کوئی کوڑا' کوئی گھانس پھونس مل جائے لے آؤ ہم سب ادھر ادھر ہو گئے' چپٹیاں' چھال' لکڑی' پتے' کانٹے' درخت' جھاڑ' جھنکاڑ جو ملا لے آئے۔ ڈھیر لگ گیا تو آپ نے فرمایا دیکھ رہے ہو؟ اسی طرح گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اللہ سے ڈرتے رہو' چھوٹے بڑے گناہوں سے بچو کیونکہ سب لکھے جا رہے ہیں اور شمار کئے جا رہے ہیں [1] جو خیر و شر' بھلائی برائی جس کسی نے کی ہو گی اسے موجود پائے گا۔ جیسے ﴿يَوْمَ تَجِدُ﴾ [2] الخ' اور آیت ﴿يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ﴾ [3] الخ اور آیت ﴿يَوْمَ تُبْلَى﴾ [4] الخ میں ہے تمام چھپی ہوئی باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر بدعہد کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہو گا اس کی بدعہدی کے مطابق جس سے اس کی پہچان ہو جائے۔ [5] اور حدیث میں ہے کہ یہ جھنڈا اس کی رانوں کے

---

[1] [ضعیف :طبرانی کبیر (٥٤٨٥)] اس میں نفیع راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (١٩٠/١٠)]

[2] [آل عمران: ٣٠] [3] [القيامه: ١٣] [4] [الطارق: ٩]

[5] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجزية : باب اثم الغادر للبر والفاجر (٣١٨٧) صحيح مسلم : كتاب الجهاد : باب تحريم الغدر (١٧٣٧) مسند احمد (١٤٢/٣)]

پاس ہوگا اور اعلان ہوگا کہ یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی ہے۔ [۱] تیرا رب ایسا نہیں کہ مخلوق میں سے کسی پر ظلم کرے ہاں البتہ درگزر کرنا، معاف فرما دینا، عفو کرنا، یہ اس کی صفت ہے۔ ہاں بدکاروں کو اپنی قدرت وحکمت، عدل وانصاف سے وہ سزا دیتا ہے جہنم گنہگاروں اور نافرمانوں سے بھر جائے گی پھر کافروں اور مشرکوں کے سوا اور مومن گنہگار چھوٹ جائیں گے اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی ناانصافی نہیں کرتا نیکیوں کو بڑھاتا ہے گناہوں کو برابر ہی رکھتا ہے عدل کا ترازو اس دن سامنے ہوگا کسی کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ ہوگی۔ الخ۔

مسند احمد میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے روایت پہنچی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نے اس حدیث کو خاص ان سے سننے کے لئے ایک اونٹ خریدا سامان کس کر سفر کیا مہینہ بھر کے بعد شام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے دربان سے کہا جاؤ خبر کرو کہ جابر دروازے پر ہے انہوں نے پوچھا کیا جابر بن عبداللہ؟ (رضی اللہ عنہما) میں نے کہا جی ہاں۔ یہ سنتے ہیں، جلدی کے مارے چادر سنبھالتے ہوئے جھٹ سے باہر آ گئے اور مجھے لپٹ گئے معانقہ سے فارغ ہو کر میں نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی کہ آپ نے قصاص کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میں نے چاہا کہ خود آپ سے میں وہ حدیث سن لوں اس لئے یہاں آیا اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کو سننے سے پہلے میں مر نہ جاؤں یا آپ کو موت نہ آ جائے اب آپ سنائیے۔ وہ حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کا اپنے سامنے حشر کرے گا، ننگے بدن، بے ختنہ، بے سروسامان۔ پھر انہیں ندا کرے گا جسے دور نزدیک والے سب یکساں سنیں گے فرمائے گا کہ میں مالک ہوں میں بدلے دلوانے والا ہوں کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں نہ جائے گا جب تک کہ اس کا جو حق کسی جنتی کے ذمہ ہو میں نہ دلوا دوں اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کا حق جو جہنمی پر ہے میں دلوا دوں گو ایک تھپڑ ہی ہو۔ ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ حق کیسے دلوائے جائیں گے حالانکہ ہم سب تو وہاں ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے مال، اسباب ہوں گے؟۔ آپ نے فرمایا اس دن حق نیکیوں اور برائیوں سے ادا کئے جائیں گے۔ [۲] حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگوں دار بکری نے مارا ہے تو اس سے بھی اس کا بدلہ دلوایا جائے گا [۳] اس کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں جنہیں ہم نے

---

[۱] [صحیح :صحیح بخاری (۳۱۸۶) صحیح مسلم (۱۷۳۸۔ ۱۷۳۶) ابن ماجہ : کتاب الجهاد : باب الوفاء بالبیعة (۲۸۷۲)]

[۲] [حسن :مسند احمد (۴۹۵/۳) الادب المفرد للبخاری (۹۷۰) وفی خلق افعال العباد (۵۹) وفی صحیح البخاری معلقا : کتاب العلم : باب الخروج فی طلب العلم (۱۷۳/۱) فتح الباری (۱۷۴/۱)]
شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے حسن کہتے ہیں۔]

[۳] [صحیح بالشواهد :زوائد المسند (۷۲/۱) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة (۲۵۸۲) ترمذی : کتاب صفة القیامة (۲۴۲۰) مسند احمد (۳۲۳/۲)]

بالتفصیل آیت ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ﴾ [1] الخ، کی تفسیر میں اور آیت ﴿اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا﴾ [2] الخ، کی تفسیر میں بیان کئے ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝۵۱

ہم نے سب فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کے سامنے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کر لیا' یہ جنوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی' کیا پھر بھی تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے' ایسے ظالموں کا بہت برا بدلہ ہے ۝ میں نے انہیں آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت موجود نہیں رکھا تھا اور نہ خود ان کی اپنی پیدائش میں اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا زور بازو بنانے والا بھی نہیں ۝

شیطان ابن آدم کا ازلی دشمن: بیان ہو رہا ہے کہ ابلیس تمہارا بلکہ تمہارے اصلی باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی قدیمی دشمن رہا ہے اپنے خالق کو چھوڑ کر تمہیں اس کی بات نہ ماننی چاہئے اللہ کے احسان و اکرام اس کے لطف و کرم کو دیکھو اسی نے تمہیں پیدا کیا تمہیں پالا پوسا پھر اسے چھوڑ کر اس کے بلکہ اپنے بھی دشمن کو دوست بنانا کس قدر خطرناک غلطی ہے؟ اس کی پوری تفسیر سورہ بقرہ کے شروع میں گزر گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے تمام فرشتوں کو بطور ان کی تشریف' تعظیم' اور تکریم کے ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب نے حکم برداری کی لیکن چونکہ ابلیس بد اصل تھا' آگ سے پیدا شدہ تھا' اس نے انکار کر دیا اور فاسق بن گیا۔ فرشتوں کی پیدائش نورانی تھی۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں ابلیس شعلے مارنے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جس کا بیان تمہارے سامنے کر دیا گیا ہے۔ [3] ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنی اصلیت پر آ جاتی ہے اور وقت پر برتن میں جو ہو وہی ٹپکتا ہے۔ گو ابلیس فرشتوں کے سے اعمال کر رہا تھا انہی کی مشابہت کرتا تھا اور اللہ کی رضا مندی میں دن رات مشغول تھا' اسی لئے ان کے خطاب میں یہ بھی آ گیا لیکن یہ سنتے ہی وہ اپنی اصلیت پر آ گیا' تکبر اس کی طبیعت میں سما گیا اور صاف انکار کر بیٹھا اس کی پیدائش ہی آگ سے تھی جیسے اس نے خود کہا کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے۔ ابلیس کبھی بھی فرشتوں میں سے نہ تھا وہ جنات کی اصل ہے جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام انسان کی اصل ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ یہ جنات ایک قسم تھی فرشتوں کی جو تیز آگ سے پیدا کئے گئے تھے اس کا نام حارث تھا۔ جنت کا داروغہ تھا اس جماعت کے سوا اور فرشتے نوری تھے جنات کی

---

[1] [سورۃ الانبیاء: آیت ٤٧] [2] [سورۃ الانعام: آیت ٣٨]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزھد : باب فی احادیث المتفرقة (٢٩٩٦) مسند احمد (١٥٣/٦)]

پیدائش آگ کے شعلے سے تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابلیس شریف فرشتوں میں سے تھا اور بزرگ قبیلے کا تھا' جنتوں کا داروغہ تھا' آسمان دنیا کا بادشاہ تھا' زمین کا بھی سلطان تھا' اس سے کچھ اس کے دل میں گھمنڈ آ گیا تھا کہ وہ تمام اہل آسمان سے شریف ہے۔ وہ گھمنڈ بڑھتا جا رہا تھا اس کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو تھا پس اس کے اظہار کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس کا گھمنڈ ظاہر ہو گیا از روئے تکبر کے صاف انکار کر دیا اور کافروں میں جا ملا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ جن تھا یعنی جنت کا خازن تھا جیسے لوگوں کو شہروں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں مکی مدنی بصری کوفی۔ یہ جنت کا خازن' آسمان دنیا کے کاموں کا مدبر تھا یہاں کے فرشتوں کا رئیس تھا۔ اس معصیت سے پہلے وہ ملائکہ میں داخل تھا لیکن زمین پر رہتا تھا۔ سب فرشتوں سے زیادہ کوشش سے عبادت کرنے والا اور سب سے زیادہ علم والا تھا اسی وجہ سے پھول گیا تھا۔ اس کے قبیلے کا نام جن تھا آسمان و زمین کے درمیان آمدورفت رکھتا تھا۔ رب کی نافرمانی سے غضب میں آ گیا اور شیطان رجیم بن گیا اور ملعون ہو گیا۔ پس متکبر شخص سے توبہ کی امید نہیں ہو سکتی ہاں تکبر نہ ہو اور کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ کہتے ہیں کہ یہ تو جنت کے اندر کام کاج کرنے والوں میں تھا۔ سلف کے اور بھی اس بارے میں بہت سے آثار مروی ہیں لیکن یہ اکثر و بیشتر بنی اسرائیل ہیں صرف اس لئے نقل کئے گئے ہیں کہ نگاہ سے گزر جائیں۔ اللہ ہی کو ان کے اکثر کا صحیح حال معلوم ہے۔

ہاں بنی اسرائیل کی روایتیں وہ تو قطعاً قابل تردید ہیں جو ہمارے ہاں کے دلائل کے خلاف ہوں۔ بات یہ ہے کہ ہمیں تو قرآن کافی وافی ہے' ہمیں اگلی کتابوں کی باتوں کی کوئی ضرورت نہیں' ہم ان سے محض بے نیاز ہیں۔ اس لئے کہ وہ تبدیل و ترمیم' کمی و بیشی سے خالی نہیں' بہت سی بناوٹی چیزیں ان میں داخل ہو گئی ہیں اور ایسے لوگ ان میں نہیں پائے جاتے جو اعلیٰ درجہ کے حافظ ہوں کہ میل کچیل دور کر دیں' کھرا کھوٹا پرکھ لیں' زیادتی اور باطل کے ملانے والوں کی دال نہ گلنے دیں۔

جیسے کہ اللہ رحمٰن نے اس امت میں اپنے فضل و کرم سے ایسے امام اور علماء اور سادات اور بزرگ اور متقی اور پاکباز اور حفاظ پیدا کئے ہیں جنہوں نے احادیث کو جمع کیا' تحریر کیا۔ صحیح' حسن' ضعیف' منکر' متروک' موضوع سب کو الگ الگ کر دکھایا یا گھڑنے والوں' بنانے والوں' جھوٹ بولنے والوں کو چھانٹ کر الگ کھڑا کر دیا تاکہ ختم المرسلین سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور متبرک کلام محفوظ رہ سکے اور باطل سے بچ سکے اور کسی کا بس نہ چلے کہ آپ کے نام سے جھوٹ کو رواج دے لے اور باطل کو حق میں ملا دے۔ پس ہماری دعا ہے کہ اس کل طبقہ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و رضامندی نازل فرمائے اور ان سب سے خوش رہے آمین! آمین! اللہ انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائے اور یقیناً ان کا منصب اسی لائق ہے۔

الغرض ابلیس اطاعت الٰہی سے نکل گیا۔ پس تمہیں چاہئے کہ اپنے دشمن سے دوستی نہ کرو اور مجھے چھوڑ کر اس

سے تعلق نہ جوڑو۔ ظالموں کو بڑا برا بدلہ ملے گا۔ یہ مقام بالکل ایسا ہی ہے جیسے سورۂ یاسین میں قیامت' اس کی ہولنا کیوں اور نیک و بدلوگوں کے نتیجوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ اے مجرمو! تم آج کے دن الگ ہو جاؤ' الخ۔

باطل معبود کوئی اختیار نہیں رکھتے: جنہیں تم اللہ کے سوا اللہ بنائے ہوئے ہو وہ سب تم جیسے ہی میرے غلام ہیں۔ کسی چیز کی ملکیت انہیں حاصل نہیں۔ زمین و آسمان کی پیدائش میں میں نے انہیں شامل نہیں رکھا تھا بلکہ اس وقت وہ موجود بھی نہ تھے تمام چیزوں کو صرف میں نے ہی پیدا کیا ہے۔ سب کی تدبیر صرف میرے ہی ہاتھ ہے۔ میرا کوئی شریک' وزیر' مشیر' نظیر' نہیں۔ جیسے اور آیت میں فرمایا ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ [1] الخ' جن جن کو تم اپنے گمان میں کچھ سمجھ رہے ہو سب کو ہی سوا اللہ کے پکار کر دیکھ لو یاد رکھو انہیں آسمان و زمین میں کسی ایک ذرے کے برابر بھی اختیارات حاصل نہیں نہ ان کا ان میں کوئی ساجھا ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ نہ ان میں سے کوئی شفاعت کر سکتا ہے' جب تک اللہ کی اجازت نہ ہو جائے الخ' مجھے یہ لائق نہیں نہ اس کی ضرورت کہ کسی کو خصوصاً گمراہ کرنے والوں کو اپنا دست و بازو اور مددگار بناؤں۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا
لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا
وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾

ع ۱۹

جس دن وہ فرمائے گا کہ تمہارے خیال میں جو جو میرے شریک تھے' انہیں پکارو! یہ پکاریں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی جواب نہ دے گا ہم ان کے درمیان ہلاکت کا سامان کر دیں گے ○ گنہگار جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں لیکن اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے ○

روز قیامت مشرکین کی ندامت: تمام مشرکوں کو قیامت کے دن شرمندہ کرنے کے لئے سب کے سامنے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو جنہیں تم دنیا میں پکارتے رہے تاکہ وہ تمہیں آج کے دن کی مصیبت سے بچا لیں وہ پکاریں گے لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ پائیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى﴾ [2] الخ' ہم تمہیں اسی طرح تنہا تنہا لائے جیسے کہ ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دے رکھا تھا تم وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے آج تو ہم تمہارے ساتھ ان شریکوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم شریک الٰہی ٹھہرائے ہوئے تھے اور جن کی شفاعت کا یقین کئے ہوئے تھے تمہارے اور ان کے درمیان میں تعلقات ٹوٹ گئے اور تمہارے گمان باطل ثابت ہو چکے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ﴾ [3]۔

---

[1] [سورۃ سبا: آیت ۲۲] [2] [الانعام: ۹۴] [3] [القصص: ٦٤]

کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو یہ پکاریں گے لیکن وہ جواب نہ دیں گے۔ الخ۔ اسی مضمون کو آیت ﴿وَمَنْ اَضَلُّ﴾ سے دو آیتوں تک بیان فرمایا ہے۔

سورۂ مریم میں ارشاد ہے کہ انہوں نے اپنی عزت کے لئے اللہ کے سوا اور بہت سے معبود بنا رکھے ہیں لیکن ہرگز نہیں ہوگا وہ تو سب ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے۔ ان میں اور ان کے معبودان باطل میں ہم آ کر حجاب اور ہلاکت کا گڑھا بنا دیں گے تاکہ یہ ان سے اور وہ ان سے نہ مل سکیں۔ نیک راہ اور گمراہ الگ الگ رہیں، جہنم کی یہ وادی انہیں آپس میں ملنے نہ دے گی۔ کہتے ہیں یہ وادی لہو اور پیپ کی ہوگی، ان میں آپس میں اس دن دشمنی ہو جائے گی۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے ہلاکت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہنم کی کوئی وادی بھی ہو یا اور کوئی فاصلے کی وادی ہو، مقصود یہ ہے کہ ان عابدوں کو وہ معبود جواب تک نہ دیں گے۔ نہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے مل سکیں گے۔ کیونکہ ان کے درمیان ہلاکت ہوگی اور ہولناک امور ہوں گے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ہے مراد یہ ہے کہ مشرکوں اور مسلمانوں میں ہم آڑ کر دیں گے۔ جیسے آیت ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ [1] اور آیت ﴿يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ﴾ [2] اور آیت ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ﴾ [3] الخ، اور آیت ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ [4] الخ، وغیرہ میں ہے۔ یہ گنہگار جہنم دیکھ لیں گے۔ ستر ہزار لگاموں میں وہ جکڑی ہوئی ہوگی اور ہر ایک لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے دیکھتے ہی سمجھ لیں گے کہ ہمارا قید خانہ یہی ہے۔ داخلے کے بغیر داخلے سے بھی زیادہ رنج و غم اور مصیبت والم شروع ہو جائے گا۔ عذاب کا یقین عذاب سے پہلے کا عذاب ہے لیکن کوئی چھٹکارے کی راہ نہ پائیں گے کوئی نجات کی صورت نظر نہ آئے گی۔ حدیث میں ہے کہ پانچ ہزار سال تک کافر اسی تھرتھری میں رہے گا کہ جہنم اس کے سامنے اور اس کا کلیجہ قابو سے باہر ہے۔ [5]

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ
شَيْءٍ جَدَلًا ۝

ہم نے تو اس قرآن میں ہر ہر طریقے سے تمام کی تمام مثالیں لوگوں کیلئے بیان کر دی ہیں، لیکن انسان تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے ○

قرآن میں ہر بات صاف اور واضح: انسانوں کے لئے ہم نے اس اپنی کتاب میں ہر بات کا بیان خوب کھول

---

[1] [الروم: ١٤]   [2] [الروم: ٤٣]

[3] [يسين: ٥٩]   [4] [يونس: ٢٨-٣٠]

[5] [حسن لغيره: مسند احمد (٧٥/٣) مستدرك حاكم (٥٩٧/٤) مسند ابو يعلى (١٣٨٥) مجمع الزوائد (٣٣٩/١٠) الدر المنثور للسيوطى (٤١٥/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن لغیرہ ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١١٧١٥)]

کھول کر بیان کر دیا ہے تا کہ لوگ راہ حق سے نہ بہکیں ہدایت کی راہ سے نہ بھٹکیں لیکن باجود اس بیان، اس فرقان کے پھر بھی بجز راہ یافتہ لوگوں کے اور تمام کے تمام راہ نجات سے ہٹے ہوئے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک رات کو رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے مکان میں آئے اور فرمایا تم سوئے ہوئے ہو نماز میں نہیں ہو؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہتا ہے اٹھا بٹھاتا ہے۔ آپ یہ سن کر بغیر کچھ فرمائے لوٹ گئے لیکن اپنی زانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ فرماتے ہوئے جا رہے تھے کہ انسان تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ [1]

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

لوگوں کے پاس ہدایت آ چکنے کے بعد انہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے صرف اسی چیز نے روکا کہ اگلے لوگوں کا سا معاملہ انہیں بھی پیش آئے یا ان کے سامنے کھلم کھلا عذاب آ موجود ہو جائے ○ ہم تو اپنے رسولوں کو صرف اس لئے ہی بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبریاں سنا دیں اور ڈرا دیں، کافر لوگ جھوٹی باتوں کو سند بنا کر جھگڑے کر کے چاہتے ہیں کہ اس سے حق کو لڑ کھڑا دیں۔ وہ میری آیتوں اور جس چیز سے ڈرایا جائے اسے مذاق میں اڑاتے ہیں ○

حق واضح ہونے کے بعد بھی نافرمانی: اگلے زمانے کے اور اس وقت کے کافروں کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی اس کی تابعداری سے رکے رہتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کے عذابوں کو اپنے آنکھوں دیکھ لیں کسی نے تمنا کی کہ آسمان ہم پر گر پڑے، کسی نے کہا لا جو عذاب لا سکتا ہے لے آ۔ قریش نے بھی کہا اے اللہ اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہمیں کر۔

انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اے نبی ﷺ ہم تو تجھے مجنون جانتے ہیں اور اگر فی الواقع تو سچا ہے تو ہمارے سامنے فرشتے کیوں نہیں لاتا؟ وغیرہ وغیرہ پس عذاب الٰہی کے انتظار میں رہتے ہیں اور اس کے معائنہ کے در پے رہتے ہیں۔ رسولوں کا کام تو صرف مومنوں کو بشارتیں دینا اور کافروں کو ڈرا دینا ہے۔ کافر لوگ ناحق کی حجتیں کر کے حق کو اپنی جگہ سے پھسلا دینا چاہتے ہیں لیکن ان کی یہ چاہت کبھی پوری نہیں ہوگی حق ان کی باطل باتوں سے دبنے والا نہیں۔ یہ میری آیتوں اور ڈراوے کی باتوں کو خالی مذاق ہی سمجھ رہے ہیں اور اپنی بے ایمانی میں اور بڑھ رہے ہیں۔

---

[1] [صحیح : صحيح بخاری : کتاب التفسير : باب قوله و كان الانسان اكثر شيء جدلا (٤٧٢٤) و كتاب التهجد : باب تحريض النبي على قيام الليل (١١٢٧) صحيح مسلم : كتاب صلاة المسافرين : باب الحث على صلاة الليل وان قلت (٧٧٥) مسند احمد (١/٩١)]

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے۔ وہ پھر بھی منہ موڑے رہے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اسے بھول جائے بیشک ہم نے ان کے دلوں پر اس کی سمجھ سے پردے ڈال رکھے ہیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے گو تو انہیں ہدایت کی طرف بلاتا رہے لیکن یہ کبھی بھی ہدایت نہیں پانے کے ○ تیرا پروردگار بہت ہی بخشش والا اور مہربانی والا ہے وہ اگر ان کے اعمال کی سزا میں پکڑے تو بے شک انہیں جلد ہی عذاب کرے بلکہ ان کے لئے ایک وعدے کی گھڑی مقرر ہے جس سے وہ سرکنے کی جگہ نہیں پائیں گے ○ یہ ہیں وہ بستیاں جنہیں ہم نے ان کے مظالم کی بنا پر غارت کر دیا' ان کی تباہی کی بھی ہم نے ایک میعاد مقرر کر رکھی تھی ○

سب سے بڑا ظالم: فی الحقیقت اس سے بڑھ کر پاپی کون ہے؟ جس کے سامنے اس کے پالنے پوسنے والے کا کلام پڑھا جائے اور وہ اس کی طرف التفات تک نہ کرے اس سے مانوس نہ ہو بلکہ منہ پھیر کر انکار کر جائے اور جو بد عملیاں اور سیاہ کاریاں اس سے پہلے کی ہیں انہیں بھی فراموش کر جائے۔ اس ڈھٹائی کی سزا یہ ہوتی ہے کہ دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں پھر قرآن و بیان کا سمجھنا نصیب نہیں ہوتا کانوں میں گرانی ہو جاتی ہے بھلی بات کی طرف توجہ نہیں رہتی لاکھ دعوت ہدایت دو لیکن راہ یابی مشکل و محال ہے۔ اے نبی ﷺ تیرا رب بڑا ہی مہربان بہت اعلیٰ رحمت والا اگر وہ گنہگاروں کی سزا جلدی کر ڈالا کرتا' تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ بچتا وہ لوگوں کے ظلم سے درگزر کر رہا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ پکڑے گا ہی نہیں۔ یاد رکھو وہ سخت عذابوں والا ہے یہ تو اس کا حلم ہے' پردہ پوشی ہے' معافی ہے تاکہ گمراہی والے راہ پر آ جائیں گناہوں والے توبہ کر لیں اور اس کے دامن رحمت کو تھام لیں۔ لیکن جس نے اس حلم سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنی سرکشی پر جما رہا تو اس کی پکڑ کا دن قریب ہے۔ جو اتنا سخت دن ہو گا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے' حمل گر جائیں گے۔ اس دن کوئی جائے پناہ نہ ہو گی کوئی چھٹکارے کی صورت نہ ہو گی۔ یہ ہیں تم سے پہلے کی امتیں کہ وہ بھی تمہاری طرح کفر و انکار میں پڑ گئیں اور آخر مٹا دی گئیں اور ان کی ہلاکت کا مقررہ وقت آ پہنچا اور وہ تباہ و برباد ہو گئیں۔ پس اے منکرو! تم بھی ڈرتے رہو تم اشرف الرسل اعظم نبی ﷺ ہی کو ستا رہے ہو اور انہیں جھٹلا رہے ہو حالانکہ اگلے کفار سے تم قوت و طاقت میں سامان و اسباب میں بہت کم ہو میرے عذابوں سے ڈرو میری باتوں سے نصیحت پکڑو۔

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

فَلَمَّا بَلَغَا مَجۡمَعَ بَیۡنِهِمَا نَسِیَا حُوۡتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدۡ لَقِیۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

قَالَ اَرَءَیۡتَ اِذۡ اَوَیۡنَاۤ اِلَی الصَّخۡرَةِ فَاِنِّیۡ نَسِیۡتُ الۡحُوۡتَ ۫ وَمَاۤ اَنۡسٰنِیۡهُ اِلَّا

الشَّیۡطٰنُ اَنۡ اَذۡکُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ ٭ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِکَ مَا کُنَّا

نَبۡغِ ٭ۖ فَارۡتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿ۙ۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَیۡنٰهُ

رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ﴿۶۵﴾

جب کہ موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا' میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچوں' گو مجھے سالہا سال چلنا پڑے ○ جب وہ دونوں وہاں پہنچے جہاں دونوں دریا کے ملنے کی جگہ تھی وہاں اپنی مچھلی بھول گئے جس نے دریا میں سرنگ جیسا اپنا راستہ بنالیا ○ جب یہ دونوں وہاں سے آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ لا ہمارا ناشتہ دے' ہمیں تو اپنے اس سفر سے سخت تکلیف اٹھانی پڑی ○ اس نے جواب دیا کہ کیا آپ نے دیکھا بھی؟ جب کہ ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے' وہیں میں تو مچھلی بھول گیا تھا' دراصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں' اس مچھلی نے تو ایک انوکھے طور پر دریا میں اپنا راستہ کر لیا ○ موسیٰ نے کہا یہ ہی تھا جس کی تلاش میں ہم تھے چنانچہ وہیں سے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے ○ پس ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی خاص رحمت عطا فرما رکھی تھی اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا ○

موسیٰ وخضر علیہما السلام کا قصہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر کیا گیا کہ اللہ کا ایک بندہ دو دریا ملنے کی جگہ ہے اس کے پاس وہ علم ہے جو تمہیں حاصل نہیں۔ آپ نے اسی وقت ان سے ملاقات کرنے کی ٹھان لی آپ اپنے ساتھی سے فرماتے ہیں کہ میں تو وہاں پہنچے بغیر دم نہ لوں گا۔ کہتے ہیں یہ دو سمندر ایک تو بحیرۂ فارس مشرقی اور دوسرا بحیرۂ روم مغربی ہے۔ یہ جگہ طنجہ کے پاس مغرب کے شہروں کے آخر میں ہے۔ واللہ اعلم۔ تو فرماتے ہیں کہ گو مجھے قرنوں تک چلنا پڑے کوئی حرج نہیں۔ کہتے ہیں کہ قیس کی لغت میں برس کو حقب کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ حقب سے مراد اسّی (۸۰) برس ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ ستر (۷۰) برس کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما زمانہ بتلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا تھا کہ اپنے ساتھ نمک چڑھی ہوئی ایک مچھلی لے لیں جہاں وہ گم ہو جائے وہیں ہمارا وہ بندہ ملے گا۔ یہ دونوں مچھلی کو ساتھ لئے چلے مجمع البحرین میں پہنچ گئے وہاں نہر حیات تھی وہیں دونوں لیٹ گئے اس نہر کے پانی کے چھینٹے مچھلی پر پڑے مچھلی ہلنے جلنے لگ گئی۔ آپ کے ساتھی حضرت یوشع علیہ السلام کی زنبیل میں یہ مچھلی پڑی ہوئی تھی اور وہ سمندر کے کنارے تھا مچھلی نے سمندر کے اندر کود جانے کے لئے جست لگائی اور حضرت یوشع

کی آنکھ کھل گئی مچھلی ان کے دیکھتے ہوئے پانی میں گئی اور پانی میں سیدھا سوراخ ہوتا چلا گیا بس جس طرح زمین میں سوراخ اور سرنگ بن جاتی ہے اسی طرح پانی میں جہاں سے وہ گئی سوراخ ہو گیا' ادھر پانی کھڑا ہو گیا اور وہ سوراخ بالکل کھلا ہوا رہا۔ پتھر کی طرح پانی میں چھید ہو گیا جہاں جس پانی کو لگتی ہوئی وہ مچھلی گئی وہاں کا وہ پانی پتھر جیسا ہو گیا اور پورا سوراخ بنتا چلا گیا۔ محمد بن اسحاق مرفوعاً لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس بات کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پانی اس طرح ابتدا دنیا سے نہیں جما سوائے اس مچھلی کے چلے جانے کی جگہ کے اردگرد کے پانی کے یہ نشان مثل سوراخ زمین کے برابر موسیٰ علیہ السلام کے واپس پہنچنے تک باقی ہی رہے اس نشان کو دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی کی تلاش میں ہم تھے۔ [1]

جب مچھلی کو بھول کر یہ دونوں آگے بڑھے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ ایک کا کام دونوں ساتھیوں کی طرف منسوب ہوا ہے۔ بھولنے والے صرف یوشع تھے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ [2] یعنی ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ حالانکہ دو قولوں میں سے ایک یہ ہے کہ لولو اور مرجان صرف کھاری پانی میں سے نکلتے ہیں۔ جب وہاں سے ایک مرحلہ اور طے کر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے ناشتہ طلب کیا اور سفر کی تکلیف بھی بیان کی یہ تکلیف مقصود سے آگے نکل آنے کے بعد ہوئی۔ اس پر آپ کے ساتھی کو مچھلی کا چلا جانا یاد آیا اور کہا جس چٹان کے پاس ہم ٹھہرے تھے اس وقت میں مچھلی بھول گیا اور آپ سے ذکر کرنا بھی شیطان نے یاد سے ہٹا دیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ﴿اَنْ اَذْكُرَهٗ﴾ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس مچھلی نے تو عجیب طور پر پانی میں اپنی راہ پکڑی۔ اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اور سنو اسی جگہ کی تلاش میں ہم تھے وہ دونوں اپنے راستے پر اپنے نشانات قدم کے کھوج پر واپس لوٹے۔ وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی رحمت اور اپنے پاس کا علم عطا فرما رکھا تھا یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ حضرت نوف بکالی کا خیال ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے والے موسیٰ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ دشمن رب جھوٹا ہے ہم سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے انہوں نے سنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر بنی اسرائیل میں خطبہ کر رہے تھے جو آپ سے سوال ہوا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟۔ آپ نے جواب دیا کہ میں۔ تو چونکہ آپ نے اس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ اللہ جانے اس لئے رب کو یہ کلمہ ناپسند آیا' اسی وقت وحی آئی کہ ہاں مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ عالم ہے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر پروردگار میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ حکم ہوا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی رکھ لو اسے توشے

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۱۸۵)] ابن اسحاق مدلس نے اسے عن سے بیان کیا ہے۔]

[2] [سورة الرحمن: آیت ۲۲]

دان میں ڈال لو جہاں وہ مچھلی گم ہوجائے وہیں وہ مل جائیں گے۔ تو آپ اپنے ساتھ اپنے ساتھی یوشع بن نون علیہ السلام کو لے کر چلے پتھر کے پاس پہنچ کر اپنے سر اس پر رکھ کر دو گھڑی سو رہے۔ مچھلی اس توشے دان میں تڑپی اور کود کر اس سے نکل گئی سمندر میں ایسی گئی جیسے کوئی سرنگ لگا کر زمین میں اتر گیا ہو پانی کا چلنا بہنا اللہ تعالیٰ نے موقوف کر دیا اور طاق کی طرح وہ سوراخ باقی رہ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جاگے تو آپ کے ساتھی یہ ذکر آپ سے کرنا بھول گئے اسی وقت وہاں سے چل پڑے دن پورا ہونے کے بعد رات بھر چلتے رہے، صبح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تکان اور بھوک محسوس ہوئی اللہ نے جہاں جانے کا حکم دیا تھا جب تک وہاں سے آگے نہ نکل گئے تکان کا نام تک نہ تھا اب اپنے ساتھی سے کھانا مانگا اور تکلیف بیان کی اس وقت آپ کے ساتھی نے فرمایا کہ پتھر کے پاس جب ہم نے آرام کیا تھا وہیں اسی وقت مچھلی تو میں بھول گیا اور اس کے ذکر کو بھی شیطان نے بھلا دیا اور اس مچھلی نے تو سمندر میں عجیب طور پر اپنی راہ نکال لی۔ مچھلی کے لئے سرنگ بن گئی اور ان کیلئے حیرت کا باعث بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی کی تو تلاش تھی۔

چنانچہ اپنے نشان قدم دیکھتے ہوئے دونوں واپس ہوئے اسی پتھر کے پاس پہنچے دیکھا ایک صاحب کپڑے میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں۔ آپ نے سلام کیا اس نے کہا تعجب ہے آپ کی سرزمین میں یہ سلام کہاں؟ آپ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں انہوں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ آپ نے فرمایا ہاں اور میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ سکھائیں جو بھلائی آپ کو اللہ کی طرف سے سکھائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ مجھے جو علم ہے وہ آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ مجھے نہیں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جداگانہ علم عطا فرما رکھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں صبر کروں گا اور آپ کے کسی فرمان کی نافرمانی نہ کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اچھا اگر تم میرا ساتھ چاہتے ہو تو مجھ سے خود کسی بات کا سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں آپ تمہیں اس کی بابت خبردار کروں۔ اتنی باتیں طے کر کے دونوں ساتھ چلے دریا کے کنارے ایک کشتی تھی ان سے اپنے ساتھ لے جانے کی بات چیت کرنے لگے انہوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ لئے دونوں کو سوار کر لیا کچھ ہی دور چلے ہوں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام چپ چاپ کشتی کے تختے کلہاڑے سے توڑ رہے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ کیا؟ ان لوگوں نے تو ہمارے ساتھ احسان کیا بغیر کرایہ لئے کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کے تختے توڑنے شروع کر دیئے جس سے تمام اہل کشتی ڈوب جائیں یہ تو بڑا ہی ناخوش گوار کام کرنے لگے۔ اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دیکھو میں نے تو تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام معذرت کرنے لگے کہ خطا ہو گئی بھولے سے پوچھ بیٹھا معاف فرمایئے اور سختی نہ کیجئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں واقعی یہ پہلی غلطی بھول سے ہی تھی فرماتے ہیں کشتی کے ایک تختے پر ایک چڑیا آ بیٹھی اور سمندر میں چونچ ڈال کر پانی لے کر اڑ گئی، اس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میرے اور تیرے علم نے اللہ کے علم میں اتنا ہی کم کیا ہے جتنا پانی

سے سمندر میں سے اس چڑیا کی چونچ نے کم کیا ہے۔اب کشتی کنارے لگی اور ساحل پر دونوں چلنے لگے جو حضرت خضر علیہ السلام کی نگاہ چند کھیلتے ہوئے بچوں پر پڑی ان میں سے ایک بچے کا سر پکڑ کر حضرت خضر علیہ السلام نے اس طرح مروڑ دیا کہ اسی وقت اس کا دم نکل گیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے اور فرمانے لگے بغیر کسی قتل کے اس بچے کو آپ نے ناحق مار ڈالا؟ آپ نے بڑا ہی منکر کام کیا حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دیکھو اسی کو میں نے پہلے ہی سے کہہ دیا تھا کہ تمہاری ہماری نبھ نہیں سکتی اس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے پہلے سے زیادہ سختی کی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا اگر میں کوئی سوال کر بیٹھوں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا یقیناً اب آپ معذور ہو گئے' چنانچہ پھر دونوں ہمراہ چلے ایک بستی والوں کے پاس پہنچے ان سے کھانا مانگا لیکن انہوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا' وہیں ایک دیوار دیکھی جو جھک گئی تھی اور گرنے کے قریب تھی اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ لگا کر اسے ٹھیک اور درست کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خیال تو فرمایئے ہم یہاں آئے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا انہوں نے نہ دیا مہمان نوازی کے خلاف کیا ان کا یہ کام تھا آپ ان سے اجرت لے سکتے تھے۔حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ ہے مجھ میں اور تم میں جدائی اب میں تمہیں ان کاموں کی اصلیت بتلا دوں گا۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کاش کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر سے کام لیتے تو ان دونوں کی اور بھی بہت سی باتیں ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ بیان فرماتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت میں ﴿وَكَانَ وَرَآئَهُمْ﴾ کے بدلے ﴿وَكَانَ اَمَامَهُمْ﴾ ہے اور ﴿سَفِينَةٍ﴾ کے بعد ﴿صَالِحَةٍ﴾ کا لفظ بھی ہے اور ﴿وَاَمَّا الْغُلَامُ﴾ کے بعد ﴿فَكَانَ كَافِرًا﴾ کے لفظ بھی ہیں۔[1] اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ پتھر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام رک گئے وہیں ایک چشمہ تھا جس کا نام نہر حیات تھا اس کا پانی جس چیز کو لگ جاتا ہے وہ زندہ ہو جاتی تھی۔اس میں چڑیا کے پانی لینے کے بعد خضر علیہ السلام کا قول منقول ہے کہ میرا اور تیرا تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم میں اتنا ہی ہے جتنا اس چڑیا کی چونچ کا پانی اس سمندر کے مقابلے میں[2] الخ۔

صحیح بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں ہے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر میں ان کے پاس تھا آپ نے فرمایا کہ جس کو جو سوال کرنا ہو کر لے میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے کوفے میں ایک واعظ ہیں جن کا نام نوف ہے پھر پوری حدیث بیان کی جیسا کہ اوپر گزری اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس خطبہ سے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور دل نرم پڑ گئے تھے' جب آپ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قولہ واذ قال موسیٰ لفتاہ لاابرح (٤٧٢٥) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب من فضائل الخضر (٢٣٨٠) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الکھف (٣١٤٩) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (٤٧٠٥)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قولہ تعالی قال ارء یت اذا وینا الی الصخرة (٤٧٢٧)]

جانے لگے تو ایک شخص آپ کے پاس پہنچا اور اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عتاب کیا کیونکہ انہوں نے اللہ کی طرف علم کو نہ لوٹایا اس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نشان طلب کیا تو ارشاد ہوا کہ ایک مری ہوئی مچھلی اپنے ساتھ رکھ لو جس جگہ اس میں روح پڑ جائے وہیں آپ کی اس شخص سے ملاقات ہوگی۔ چنانچہ مچھلی لی زنبیل میں رکھ لی اور اپنے ساتھی سے کہا آپ کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ جہاں یہ مچھلی آپ کے پاس سے چلی جائے وہاں آپ مجھے خبر کر دینا انہوں نے کہا یہ تو بالکل آسان سی بات ہے۔ ان کا نام یوشع بن نون تھا۔ ((لِفَتٰهُ)) سے یہی مراد ہے۔ یہ دونوں بزرگ تر جگہ میں ایک درخت تلے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نیند آ گئی تھی اور حضرت یوشع جاگ رہے تھے جو مچھلی کود گئی انہوں نے خیال کیا جگانا تو ٹھیک نہیں جب آنکھ کھلے گی ذکر کروں گا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ پانی میں جانے کے وقت جو سوراخ ہو گیا تھا اسے راوی حدیث عمرو نے اپنے انگوٹھے اور اس کے پاس کی دونوں انگلیوں کا حلقہ کر کے دکھایا کہ اس طرح کا تھا جیسے پتھر میں ہوتا ہے۔ واپسی پر حضرت خضر علیہ السلام سمندر کے کنارے سبز گدی بچھائے ملے ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے اس کا ایک سرا تو دونوں پیروں کے نیچے رکھا ہوا تھا اور دوسرا کنارہ سر تلے تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلام پر آپ نے منہ کھولا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے ہاتھ میں توراۃ موجود ہے وحی آسمان سے آ رہی ہے کیا یہ بس نہیں؟ اور میرا علم آپ کے لائق بھی نہیں اور نہ میں آپ کے علم کے قابل ہوں۔ اس میں ہے کہ کشتی کا تختہ توڑ کر آپ نے ایک تانت سے باندھ دیا تھا پہلی دفعہ کا آپ کا سوال تو بھولے سے ہی تھا دوسری مرتبہ بطور شرط کے تھا ہاں تیسری بار کا سوال قصداً علیحدگی کی وجہ سے تھا۔ اس میں ہے کہ لڑکوں میں ایک لڑکا تھا کافر ہوشیار۔ اسے حضرت خضر علیہ السلام نے لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا ایک قراءت میں ﴿ زَاكِيَةً مُّسْلِمَةً ﴾ بھی ہے۔ ﴿ وَرَآئَهُمْ ﴾ کی قراءت ﴿ اَمَامَهُمْ ﴾ بھی ہے اس ظالم بادشاہ کا نام اس میں ھدد بن بدر ہے اور جس بچے کو قتل کیا گیا اس کا نام جیسور تھا کہتے ہیں کہ اس لڑکے کے بدلے ان کے ہاں ایک لڑکی ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ خطبہ دے رہے تھے اور فرمایا کہ اللہ کو اور اس کے امر کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ الخ' یہ نوف کعب رضی اللہ عنہ کی بیوی کے لڑکے تھے ان کا قول تھا کہ جس موسیٰ کا ان آیتوں میں ذکر ہے یہ موسیٰ بن میشا تھے۔

اور روایت میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے اللہ اگر تیرے بندوں میں مجھ سے بڑا عالم کوئی ہو تو مجھے آگاہ فرما' اس میں ہے کہ نمک چڑھی ہوئی مچھلی آپ نے اپنے ساتھ رکھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تم یہاں کیوں آئے؟ آپ کو تو بنی اسرائیل میں ہی مشغول کار رہنا ہے اس میں ہے کہ چھپی ہوئی باتیں حضرت خضر علیہ السلام کو معلوم کرائی جاتی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ آپ تو ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کریں گے اور مجھے راز کی اطلاع ہوئی ہے' چنانچہ شرط ہو گئی کہ گو آپ کیسا ہی خلاف دیکھیں لیکن لب نہ ہلائیں جب تک کہ حضرت خضر علیہ السلام خود نہ بتائیں۔ کہتے ہیں کہ یہ کشتی تمام کشتیوں

سے مضبوط عمدہ بہتر اور اچھی تھی' وہ بچہ ایک بے مثل بچہ تھا بڑا حسین بڑا ہوشیار بڑا ہی طرار حضرت خضر علیہ السلام نے پکڑ کر پتھر سے اس کا سر کچل کر اسے مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف اللہ سے کانپ اٹھے کہ ننھا سا پیارا بے گناہ بچہ اس بے دردی سے بغیر کسی سبب کے حضرت خضر علیہ السلام نے جان سے مار ڈالا۔ دیوار گرتی ہوئی دیکھ کر ٹھہر گئے پہلے تو اسے باقاعدہ گرایا پھر با آرام چننے بیٹھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اکتا گئے کہ بیٹھے بٹھائے اچھا دھندا لے بیٹھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس دیوار کے نیچے کا خزانہ صرف علم تھا۔ [1]

اور روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم مصر پر غالب آ گئی اور یہاں آ کر وہ با آرام رہنے سہنے لگے تو حکم الٰہی ہوا کہ انہیں اللہ کے احسانات یاد دلاؤ۔ آپ خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کے احسانات بیان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ یہ نعمتیں عطا فرمائیں' آل فرعون سے اس نے تمہیں نجات دی' تمہارے دشمنوں کو غارت اور غرق کر دیا' پھر تمہیں ان کی زمین کا مالک کر دیا' تمہارے نبی سے باتیں کیں' اسے اپنے لئے پسند فرما لیا' اس پر اپنی محبت ڈال دی' تمہاری تمام حاجتیں پوری کیں' تمہارے نبی تمام زمین والوں سے افضل ہیں' اس نے تمہیں توراۃ عطا فرمائی۔ الغرض پورے زوروں سے اللہ کی بے شمار اور ان گنت نعمتیں یاد دلائیں اس پر ایک بنی اسرائیلی نے کہا فی الواقع بات یہی ہے اے نبی اللہ کیا زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے بے ساختہ فرمایا کہ نہیں ہے۔ اسی وقت جناب باری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا کہ ان سے کہو کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں اپنا علم کہاں کہاں رکھتا ہوں؟ بے شک سمندر کے کنارے پر ایک شخص ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو میں دیکھ لوں وحی ہوئی کہ اچھا سمندر کے کنارے جاؤ وہاں تمہیں ایک مچھلی ملے گی' اسے لے لو' اپنے ساتھی کو سونپ دو' پھر کنارے چل دو جہاں تو مچھلی کو بھول جائے اور وہ تجھ سے گم ہو جائے وہیں تو میرے اس نیک بندے کو پائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چلتے چلتے تھک گئے تو اپنے ساتھی سے جوان کا غلام تھا جو مچھلی کے بارے میں سوال کیا اس نے جواب دیا کہ جس پتھر کے پاس ہم ٹھہرے تھے وہیں میں مچھلی کو بھول گیا اور تجھ سے ذکر کرنا شیطان نے بالکل بھلا دیا میں نے دیکھا کہ مچھلی تو گویا سرنگ بناتی ہوئی دریا میں جا رہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ سن کر بڑا ہی تعجب ہوا جب لوٹ کر وہاں آئے تو دیکھا کہ مچھلی نے پانی میں جانا شروع کیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی لکڑی سے پانی کو چیرتے ہوئے اس کے پیچھے ہو لئے مچھلی جہاں سے گزرتی تھی اس کے دونوں طرف کا پانی پتھر بن جاتا تھا اس سے بھی اللہ کے نبی سخت متعجب ہوئے اب مچھلی ایک جزیرے میں آپ کو لے گئی' الخ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حر بن قیس میں اختلاف تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے یہ صاحب کون تھے؟۔ حضرت ابن

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۲۰۹)] ابن اسحاق مدلس راوی نے اسے عن سے بیان کیا ہے اور اس میں حسن بن عمارہ راوی بھی ضعیف ہے۔]

عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان تھا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔ اسی وقت ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلا کر اختلاف بیان کیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث بیان کی جو تقریباً اوپر گزر چکی ہے اس میں سائل کے سوال کے الفاظ یہ ہیں کہ کیا آپ اس شخص کا ہونا بھی جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم والا ہو؟ [1]

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ ع

اس سے موسیٰ نے کہا کہ میں آپ کی تابعداری کروں؟ کہ آپ مجھے اس نیک علم کو سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے ○ اس نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز ہرگز صبر نہیں کر سکتے ○ اور جس چیز کو آپ نے اپنے علم میں نہ لیا ہو اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟ ○ موسیٰ نے جواب دیا کہ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور کسی بات میں میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا ○ اس نے کہا اچھا اگر آپ میرے ساتھ ہی چلنے پر اصرار کرتے ہیں تو یاد رہے کسی چیز کی نسبت مجھ سے کچھ نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کی نسبت کوئی ذکر نہ سناؤں ○

موسیٰ و خضر علیہما السلام کے درمیان گفتگو: یہاں اس گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے درمیان ہوئی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام اس علم کے ساتھ مخصوص کئے گئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ علم تھا جس سے حضرت خضر علیہ السلام بے خبر تھے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ادب سے اور اس لئے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو مہربان کر لیں ان سے سوال کرتے ہیں۔ شاگرد کو اسی طرح ادب کے ساتھ اپنے استاد سے دریافت کرنا چاہئے پوچھتے ہیں کہ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے ساتھ رہوں' آپ کی خدمت کرتا رہوں اور آپ سے علم حاصل کروں جس سے مجھے نفع پہنچے اور میرے عمل نیک ہو جائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تم میرا ساتھ نہیں نبھا سکتے میرے کام آپ کو اپنے علم کے خلاف نظر آئیں گے میرا علم آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ اللہ نے مجھے نہیں سکھایا پس میں اپنی ایک الگ خدمت پر مقرر ہوں اور آپ الگ خدمت پر۔ ناممکن ہے کہ آپ اپنی معلومات کے خلاف میرے افعال دیکھیں اور صبر کر سکیں۔ اور واقعہ میں آپ اس حال میں معذور بھی ہیں۔ کیونکہ باطنی حکمت اور مصلحت آپ کو معلوم نہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ ان پر مطلع فرما دیا کرتا ہے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ جو کچھ کریں میں اسے صبر سے برداشت کرتا رہوں گا کسی بات میں آپ کے خلاف نہ کروں گا۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام نے ایک شرط پیش کی کہ اچھا کسی چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال نہ

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب من فضائل الخضر (۲۳۸۰)]

کرنا میں جو کہوں وہ سن لینا تم اپنی طرف سے کسی سوال کی ابتدا نہ کرنا۔

ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عزوجل سے سوال کیا کہ تجھے اپنے تمام بندوں سے زیادہ پیارا کون ہے؟ جواب ملا کہ جو ہر وقت میری یاد میں رہے اور مجھے نہ بھلائے۔ پوچھا کہ تمام بندوں میں سے سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ فرمایا جو حق کے ساتھ فیصلے کرے اور خواہش کے پیچھے نہ پڑے دریافت کیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا وہ جو عالم زیادہ علم کی جستجو میں رہے ہر ایک سے سیکھتا رہے کہ ممکن ہے کوئی ہدایت کا کلمہ مل جائے اور ممکن ہے کوئی بات گمراہی سے نکلنے کی ہاتھ لگ جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر دریافت کیا کہ کیا زمین میں تیرا کوئی بندہ مجھ سے بھی زیادہ عالم ہے؟ فرمایا ہاں پوچھا وہ کون؟ فرمایا خضر۔ فرمایا میں اسے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا دریا کے کنارے پتھر کے پاس جہاں سے مچھلی بھاگ کھڑی ہو۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی جستجو میں چلے پھر وہ ہوا جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ اسی پتھر کے پاس دونوں کی ملاقات ہوئی۔

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ سمندروں کے ملاپ کی جگہ جہاں سے زیادہ پانی کہیں بھی نہیں۔ چڑیا نے چونچ میں پانی لیا تھا۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـــــًٔـا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ خضر نے اس کے تختے توڑ دیئے موسیٰ نے کہا تو اسے توڑ رہا ہے۔ پھر تو کشتی والے سب ڈوب جائیں گے۔ تو تو بڑی بری منکر چیز لایا ○ خضر نے جواب دیا کہ میں نے تو پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ میری بھول پر مجھے نہ پکڑ اور مجھے اپنے کام میں تنگی میں نہ ڈال ○

دونوں میں شرائط طے ہوئیں: دونوں میں جب شرط طے ہوگئی کہ تو سوال نہ کرنا جب تک میں خود ہی اس کی حکمت تجھ پر ظاہر نہ کروں تو دونوں ایک ساتھ چلے پہلے مفصل روایتیں گزر چکی ہیں کہ کشتی والوں نے انہیں پہچان کر بغیر کرایہ لئے سوار کر لیا تھا جب کشتی چلی اور بیچ سمندر میں پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک تختہ اس کا اکھیڑ ڈالا پھر اسے اوپر سے ہی جوڑ دیا یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا شرط کو بھول گئے اور جھٹ کہنے لگے کہ یہ کیا واہیات ہے؟ ﴿لِتُغْرِقَ﴾ کا لام لام عاقبت ہے لام تعلیل نہیں ہے جیسے شاعر کے اس قول میں ((لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ)) یعنی ہر پیدا شدہ جاندار کا انجام موت ہے اور ہر بنائی ہوئی عمارت کا انجام اجڑنا ہے۔ امرا کے معنی منکر اور عجیب کے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں ان کا وعدہ یاد دلایا کہ تم نے اپنی شرط کے خلاف کیا

میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تمہیں ان باتوں کا علم نہیں تم خاموش رہنا مجھ سے نہ کچھ کہنا نہ سوال کرنا۔ ان کاموں کی مصلحت وحکمت الٰہی مجھے معلوم کراتا ہے اور تم سے یہ چیزیں مخفی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی کہ اس بھول کو معاف کر دو اور مجھ پر سختی نہ کرو پہلے جو لمبی حدیث مفصل واقعہ بیان ہوئی ہے اس میں ہے کہ یہ پہلا سوال فی الواقع بھول چوک سے ہی تھا۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو پایا۔ خضر نے اسے مار ڈالا۔ موسیٰ نے کہا کہ کیا تو نے ایک پاک جان کو بغیر کسی قصاص کے مار ڈالا؟ بے شک تو تو بڑی بری چیز لایا۔

بچے کا قتل: فرمان ہے کہ اس واقعہ کے بعد دونوں صاحب ایک ساتھ چلے ایک بستی میں چند بچے کھیلتے ہوئے ملے ان میں سے ایک بہت ہی تیز طرار نہایت چالاک اور بھلا لڑکا تھا۔ اس کو پکڑ کر حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر توڑ دیا یا تو پتھر سے یا ہاتھ سے تاہم گردن مروڑ دی بچہ اسی وقت مر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور بڑے سخت لہجے میں کہا یہ کیا واہیات ہے؟ چھوٹے بے گناہ بچے کو بغیر کسی شرعی سبب کے مار ڈالنا یہ کون سی بھلائی ہے؟ بے شک تم نہایت منکر کام کرتے ہو۔

الحمدللہ تفسیر محمدی کا پندرھواں پارہ ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ (آمین)



قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَىْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِىْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّىْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾

وہ کہنے لگے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ہمراہ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکتے ○ موسیٰ نے جواب دیا اگر اب اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا یقیناً تم میری طرف سے معذرت کو پہنچ چکے ○

خضر علیہ السلام کی دوبارہ تاکید: حضرت خضر علیہ السلام نے اس دوسری مرتبہ اور اور زیادہ تاکید سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی منظور کی ہوئی شرط کے خلاف کرنے پر تنبیہ فرمائی۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بار اور ہی راہ اختیار کی اور فرمانے لگے اچھا اب کی دفعہ اور جانے دو اب اگر میں اعتراض کروں تو مجھے آپ اپنے ساتھ نہ رہنے دینا' یقیناً آپ بار بار مجھے متنبہ فرماتے رہے' اور اپنی طرف سے آپ نے کوئی کمی نہیں کی اب اگر میں قصور کروں تو سزا پاؤں۔

ابن جریر میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی یاد آ جاتا اور اس کے لئے آپ دعا کرتے تو پہلے اپنے لئے کرتے۔ ایک روز فرمانے لگے ہم پر اللہ کی رحمت ہو اور موسیٰ علیہ السلام پر کاش کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ اور بھی ٹھہرتے اور صبر کرتے تو اور یعنی بہت سی تعجب خیز باتیں معلوم ہوتیں۔ لیکن انہوں نے تو یہ کہہ کر چھٹی لے لی کہ اب اگر پوچھوں تو ساتھ چھوٹا جائے۔ میں اب زیادہ تکلیف میں آپ کو ڈالنا نہیں چاہتا۔ [1]

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾

پھر دونوں چلے ایک گاؤں والوں کے پاس آ کر ان سے کھانا طلب کرنے لگے انہوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا۔ دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرنا ہی چاہتی تھی اس نے اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر دیا' موسیٰ کہنے لگے اور تم چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے ○ وہ کہنے لگے' بس یہ جدائی ہے میرے اور تیرے درمیان۔ اب میں تجھے ان باتوں کی اصلیت بھی بتا دوں جن پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا ○

دیوار کی درستگی: دو دفعہ کے اس واقعہ کے بعد پھر دونوں صاحب مل کر چلے ایک بستی میں پہنچے مروی ہے وہ بستی

---

[1] [صحیح : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٢٣٢) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب من فضائل الخضر (١٧٢) ابو داؤد : کتاب الحروف والقراء ات (٣٩٨٤) ترمذی : کتاب الدعوت (٣٣٨٥)]

ایک تھی یہاں کے لوگ بڑے ہی بخیل تھے۔ [1] انتہا یہ کہ دو بھوکے مسافروں کے طلب کرنے پر انہوں نے روٹی کھلانے سے بھی صاف انکار کر دیا۔ وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک دیوار گرنا ہی چاہتی ہے' جگہ چھوڑ چکی ہے' جھک پڑی ہے۔ دیوار کی طرف ارادے کی اسناد بطور استعارہ کے ہے۔ اسے دیکھتے ہی یہ کمر کس کر لگ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے مضبوط کر دیا اور بالکل درست کر دیا۔

پہلے حدیث بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے لوٹا دیا۔ زخم ٹھیک ہو گیا اور دیوار درست بن گئی۔ اس وقت پھر کلیم اللہ علیہ السلام بول اٹھے کہ سبحان اللہ! ان لوگوں نے تو ہمیں کھانے تک کو نہ پوچھا بلکہ مانگنے پر بھاگ گئے۔ اب جو تم نے ان کی یہ مزدوری کر دی اس پر کچھ اجرت نہ لے لی جو بالکل ہمارا حق تھا؟ اس وقت وہ بندہ الٰہی بول اٹھا لو صاحب! اب مجھ میں اور آپ میں حسب معاہدہ خود جدائی ہو گئی۔ کیونکہ بچے کے قتل پر آپ نے سوال کیا تھا اس وقت جب میں نے آپ کو اس غلطی پر متنبہ کیا تھا آپ نے خود ہی کہا تھا کہ اب اگر کسی بات کو پوچھوں گا تو مجھے اپنے ساتھ سے الگ کر دینا اب سنو جن باتوں پر آپ نے تعجب سے سوال کیا اور برداشت نہ کر سکے ان کی اصلی حکمت آپ پر ظاہر کئے دیتا ہوں۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾

کشتی تو چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کاج کرتے رہتے تھے میں نے اس میں کچھ توڑ پھوڑ کرنے کا ارادہ کر لیا کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو جبراً ضبط کر لیتا تھا○

خضر علیہ السلام حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں: بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کے انجام سے حضرت خضر علیہ السلام کو مطلع کر دیا تھا اور انہیں جو حکم ملا تھا وہ انہوں نے کیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس راز کا علم نہ تھا اس لئے بظاہر اسے خلاف سمجھ کر اس پر انکار کرتے تھے لہٰذا حضرت خضر علیہ السلام نے اب اصلی معاملہ سمجھا دیا۔ فرمایا کہ کشتی کو عیب دار کرنے میں تو یہ مصلحت تھی کہ اگر صحیح سالم ہوتی تو آگے چل کر ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر ایک اچھی کشتی کو ظلماً چھین لیتا تھا۔ جب اسے وہ ٹوٹی پھوٹی دیکھے گا تو چھوڑ دے گا اور یہ ٹھیک ٹھاک اور ثابت ہوتی تو ساری کشتی ہی ان مسکینوں کے ہاتھ سے چھن جاتی اور ان کی روزی کمانے کا یہی ایک ذریعہ تھا جو بالکل جاتا رہتا۔ مروی ہے کہ اس کشتی کے مالک چند یتیم بچے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں اس بادشاہ کا نام ھدد بن بدد تھا۔ بخاری شریف کے حوالے سے یہ روایت پہلے گزر چکی ہے تورات میں ہے کہ یہ عیص بن اسحاق کی نسل سے تھا تورات میں جن بادشاہوں کا صریح ذکر ہے ان میں ایک یہ بھی ہے۔ واللہ اعلم

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب من فضائل الخضر (٢٣٨٠) مسند احمد (١١٩/٥)]

اور اس نوجوان کے باپ ایماندار تھے ہمیں خوف ہوا کہ کہیں یہ انہیں اپنی سرکشی اور کفر سے عاجز و پریشان نہ کر دے ○ اس لئے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا پروردگار اس کے بدلے اس سے بہتر، پاکیزگی والا اور اس سے زیادہ محبت و پیار والا بچہ عنایت فرمائے گا۔ ○

بچے کے قتل کا سبب: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس نوجوان کا نام جیسور تھا۔ حدیث میں ہے کہ اس کی جبلت میں ہی کفر تھا۔ (۱) حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بہت ممکن تھا کہ اس بچے کی محبت اس کے ماں باپ کو بھی کفر کی طرف مائل کر دے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی پیدائش سے اس کے ماں باپ بہت خوش ہوئے تھے اور اس کی ہلاکت سے وہ بہت غمگین ہوئے حالانکہ اس کی زندگی ان کیلئے ہلاکت تھی۔ پس انسان کو چاہئے کہ اللہ کی قضا پر راضی رہے۔ رب انجام کو جانتا ہے اور ہم اس سے غافل ہیں۔ مومن جو کام اپنے لئے پسند کرتا ہے، اس کی اپنی پسند سے وہ اچھا ہے جو اللہ اس کے لئے پسند فرماتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کیلئے جو اللہ کے فیصلے ہوتے ہیں وہ سراسر بہتری اور عمدگی والے ہی ہوتے ہیں۔ (۲)

قرآن کریم میں ہے ﴿وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (۳) یعنی بہت ممکن ہے کہ ایک کام تم اپنے لئے برا اور ضرر والا سمجھتے ہو اور وہی دراصل تمہارے لئے بھلا اور مفید ہو۔ حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے چاہا کہ اللہ انہیں ایسا بچہ دے جو بہت پرہیزگار ہو اور جس پر ماں باپ کو زیادہ پیار ہو۔ یا یہ کہ جو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک ہو۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس لڑکے کے بدلے اللہ نے ان کے ہاں ایک لڑکی دی۔ مروی ہے کہ اس بچے کے قتل کے وقت اس کی والدہ کے حمل سے ایک مسلمان لڑکا تھا اور وہ حاملہ تھیں۔

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَن يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ۚ ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾

دیوار کا قصہ یوں ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے دفن ہے۔ ان کے باپ بڑے نیک شخص تھے، تو تیرے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آ کر اپنا یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں، میں نے اپنی رائے اور اختیار سے کوئی کام نہیں کیا، یہ تھی حقیقت ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا ○

---

(۱) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب القدر: باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة (۲٦٦۱) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الکھف (۳۱۵۰) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی القدر (٤٧٠٥)]

(۲) [صحیح: مسند احمد (۳/۱۱۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۲۱٦۰) صحیح الجامع الصغیر (۳۹۸۵) تخریج الطحاویة (ص: ۱٦۳) السلسلة الصحیحة (۱٤۸)]

(۳) [سورة البقرة: آیت ۲۱٦]

دیوار کا معاملہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ بڑے شہر پر بھی قریہ کا اطلاق ہوسکتا ہے کیونکہ پہلے ﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ﴾ فرمایا تھا اور یہاں ﴿فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ فرمایا۔ اسی طرح مکہ کو بھی قریہ کہا گیا ہے ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ﴾ [1] اور آیت میں مکہ اور طائف دونوں شہروں کو قریہ فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ [2] آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ اس دیوار کو درست کر دینے میں مصلحت الٰہی یہ تھی کہ یہ اس شہر کے دو یتیموں کی تھی اس کے نیچے ان کا مال دفن تھا۔ ٹھیک تفسیر تو یہی ہے گو یہ بھی مروی ہے کہ وہ علمی خزانہ تھا بلکہ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ جس خزانے کا ذکر کتاب اللہ میں ہے یہ خالص سونے کی تختیاں تھیں جن پر لکھا ہوا تھا کہ تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر کا قائل ہوتے ہوئے اپنی جان کو محنت و مشقت میں ڈال رہا ہے اور رنج وغم برداشت کر رہا ہے۔ تعجب ہے کہ جو جہنم کے عذابوں کا ماننے والا ہے پھر بھی ہنسی کھیل میں مشغول ہے۔ تعجب ہے کہ موت کا یقین رکھتے ہوئے غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾۔ یہ عبارت ان تختیوں پر لکھی ہوئی تھی [3] لیکن اس میں ایک راوی بشر بن منذر ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ مصیصہ کے قاضی تھے ان کی حدیث میں وہم ہے۔ سلف سے بھی اس بارے میں بعض آثار مروی ہیں۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سونے کی تختی تھی جس میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کے بعد قریب قریب مندرجہ بالا نصیحتیں اور آخر میں کلمہ طیبہ تھا۔ عمر مولیٰ غفرہ سے بھی تقریباً یہی مروی ہے۔ امام جعفر بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں ڈھائی سطریں تھیں پوری تین نہ تھیں' الخ۔ مذکور ہے کہ یہ دونوں یتیم بوجہ اپنے ساتویں دادا کی نیکیوں کے محفوظ رکھے گئے تھے۔ جن بزرگوں نے یہ تفسیر کی ہے وہ بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں بھی ہے کہ یہ علمی باتیں سونے کی تختی پر لکھی ہوئی تھیں اور ظاہر ہے کہ سونے کی تختی خود مال ہے اور بہت بڑی رقم کی چیز ہے۔ واللہ اعلم

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی نیکیوں کی وجہ سے اس کے بال بچے بھی دنیا اور آخرت میں اللہ کی مہربانی حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے قرآن حدیث میں صراحتاً مذکور ہے دیکھئے آیت میں ان کی کوئی صلاحیت بیان نہیں ہوئی ہاں ان کے والد کی نیک بختی اور نیک عملی بیان ہوئی ہے۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ یہ باپ جس کی نیکی وجہ سے ان کی حفاظت ہوئی یہ ان بچوں کا ساتواں دادا تھا۔ واللہ اعلم

آیت میں ہے تیرے رب نے چاہا' یہ اسناد اللہ کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ جوانی پر پہنچانے پر بجز اس کے اور کوئی قادر نہیں۔ دیکھئے بچے کے بارے میں اور کشتی کے بارے میں ارادے کی نسبت اپنی طرف کی گئی ہے

---

[1] [سورۃ محمد: آیت ۱۳] [2] [سورۃ الزخرف: آیت ۳۱]

[3] [ضعیف : مسند بزار (۲۲۲۹)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں بشر بن منذر اور حارث بن عبداللہ دو راوی مجہول ہیں۔[مجمع الزوائد (۱۱۱۵۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔]

﴿فَاَرَدْنَا﴾ اور ﴿فَاَرَدْتُّ﴾ کے لفظ ہیں۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتے ہیں کہ دراصل یہ تینوں باتیں جنہیں تم نے خطرناک سمجھیں سراسر رحمت تھیں۔ کشتی والوں کو گو قدرے نقصان ہوا لیکن اس سے پوری کشتی بچ گئی۔ بچے کے مرنے کی وجہ سے ماں باپ کو رنج ہوا اور عذاب الٰہی سے بچ گئے اور ہر نیک بدلہ ہاتھوں ہاتھ مل گیا۔ اور یہاں اس نیک شخص کی اولاد کا بھلا ہوا۔ یہ کام میں نے اپنی خوشی سے نہیں کئے بلکہ احکام الٰہی بجالایا۔ اس سے بعض لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر استدلال کیا ہے اور پوری بحث پہلے گزر چکی ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں یہ رسول تھے۔ ایک قول ہے کہ یہ فرشتے تھے لیکن اکثر بزرگوں کا فرمان ہے کہ یہ ایک ولی اللہ تھے۔

امام ابن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے کہ ان کا نام بلیا بن ملکان بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام تھا ان کی کنیت ابوالعباس ہے۔ لقب خضر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ یہ شہزادے تھے۔ یہ اور ابن صلاح تو قائل ہیں کہ وہ اب تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ گو بعض احادیث میں بھی یہ ذکر آیا ہے لیکن ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں سب سے زیادہ مشہور حدیث اس بارے میں وہ ہے جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کے لئے آپ تشریف لائے تھے [1] لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اکثر محدثین وغیرہ اس کے برخلاف ہیں اور وہ حیات خضر کے قائل نہیں۔ ان کی ایک دلیل آیت قرآنی ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ [2] ہے یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔ اور دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ بدر میں فرمانا ہے کہ الٰہی! اگر میری یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں تیری عبادت پھر نہ کی جائے گی۔ [3]

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر حضرت خضر رحمہ اللہ زندہ ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرتے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں ملتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جن وانس کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام زندہ (زمین پر) ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے چارہ نہ تھا۔ [4] آپ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے فرماتے ہیں کہ آج جو زمین پر ہیں ان میں

---

[1] [ضعیف و باطل : تفسیر قرطبی (٤١٨٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورة الانبياء: آيت ٣٤]

[3] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الجهاد : باب الامداد بالملائكة فى غزوة بدر (١٧٦٣) ترمذى : كتاب تفسير القرآن (٣٠٨١) ابو داؤد : كتاب الجهاد : باب فى فداء الاسير بالمال (٢٦٩٠) مسند احمد (١/٣٠)]

[4] [منكر : شیخ البانی ؒ فرماتے ہیں کہ روایت میں عیسیٰ کا ذکر منکر ہے۔ [حاشية العقيدة الطحاوية ، ارواء الغليل (١٥٨٩) تخريج الظلال (ص : ١٢٩)]

سے ایک بھی آج سے لے کر سو سال تک باقی نہیں رہے گا۔ [1] ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت خضر کو خضر اس لئے کہا گیا کہ وہ سفید سوکھی گھاس پر بیٹھ گئے تھے یہاں تک کہ اس کے نیچے سے سبزہ اگ آیا [2] اور ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ خشک زمین پر بیٹھ گئے تھے اور پھر وہ لہلہانے لگی۔

الغرض حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب یہ گتھی سلجھا دی اور ان کاموں کی اصل حکمت بیان کر دی تو فرمایا کہ یہ تھے وہ راز جن کے آشکارا کرنے کے لئے آپ جلدی مچا رہے تھے۔ چونکہ پہلے شوق و مشقت زیادہ تھی اس لئے لفظ ﴿لَمْ تَسْتَطِعْ﴾ کہا اور اب بیان کر دینے کے بعد وہ بات نہ رہی اس لئے لفظ ﴿لَمْ تَسْطِعْ﴾ کہا۔ یہی صفت آیت ﴿فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا﴾ [3] میں ہے یعنی یاجوج ماجوج نہ اس دیوار پر چڑھ سکے اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکے۔ پس چڑھنے میں تکلیف بہ نسبت سوراخ کرنے کے کم ہے اس لئے ثقیل کا مقابلہ ثقیل سے اور خفیف کا مقابلہ خفیف سے کیا اور لفظی اور معنوی مناسبت قائم کر دی۔ واللہ اعلم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کا ذکر ابتداء قصہ میں تو تھا لیکن پھر نہیں اس لئے کہ مقصود صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنا تھا۔

احادیث میں ہے کہ آپ کے یہ ساتھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے والی بنائے گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے آب حیات پی لیا تھا اس لئے انہیں ایک کشتی میں بٹھا کر بیچ سمندر کے چھوڑ دیا وہ کشتی یونہی ہمیشہ تک موجوں کے تلاطم میں رہے گی۔ یہ بالکل ضعیف ہے کیونکہ اس واقعہ کے راویوں میں ایک تو حسن ہے جو متروک ہے دوسرا اس کا باپ ہے جو غیر معروف ہے۔ یہ واقعہ سنداً ٹھیک نہیں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝

تجھ سے ذوالقرنین کا واقعہ یہ لوگ دریافت کر رہے ہیں، تو کہہ دے کہ میں ان کا تھوڑا سا حال تمہیں پڑھ سناتا ہوں ○ ہم نے اسے اس زمین میں قوت عطا فرمائی تھی اور اسے ہر چیز کے سامان بھی عنایت کر دیئے تھے ○

بادشاہ ذوالقرنین کا ذکر: پہلے گزر چکا ہے کہ کفار مکہ نے اہل کتاب سے کہلوایا تھا کہ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ جو

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب السمر فی العلم (١١٦) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب بیان معنی قوله علی رأس مائة سنة (٢٥٣٧) ترمذی : کتاب الفتن : باب لا تاتی مائة سنة وعلی الارض نفس (٢٠٥١) ابو داؤد : کتاب الملاحم : باب قیام الساعة (٤٣٤٨) مسند احمد (٢/٨٨)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب حدیث الخضر مع موسی (٣٤٠٢) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الکهف (٣١٥١) مسند احمد (٢/٣١٢)]

[3] [سورة الکهف : آیت ٩٧]

ہم محمد ﷺ سے دریافت کریں اوران کے جواب آپ سے نہ بن پڑیں۔ تو انہوں نے سکھایا تھا کہ ایک تو ان سے اس شخص کا واقعہ پوچھو جس نے روئے زمین کی سیاحت کی تھی۔ دوسرا سوال ان سے ان نوجوانوں کی نسبت کرو جو بالکل لاپتہ ہوگئے ہیں اور تیسرا سوال ان سے روح کی بابت کرو۔ ان کے ان سوالوں کے جواب میں یہ سورت کہف نازل ہوئی۔ ① یہ بھی روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور ﷺ سے ذوالقرنین کا قصہ دریافت کرنے کو آئی تھی۔ تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ تم اس لئے آئے ہو۔ پھر آپ نے وہ واقعہ بیان فرمایا۔ اس میں ہے کہ وہ ایک رومی نوجوان تھا اسی نے اسکندریہ بنایا۔ اسے ایک فرشتہ آسمان تک چڑھالے گیا تھا اور دیوار تک لے گیا تھا اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے منہ کتوں جیسے تھے وغیرہ۔ ② لیکن اس میں بہت طول ہے اور بے کار ہے اور ضعف ہے اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔ دراصل یہ بنی اسرائیل کی روایات ہیں۔

تعجب ہے کہ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ جیسے علامہ زماں نے اسے اپنی کتاب دلائل نبوت میں مکمل وارد کیا ہے۔ فی الواقع یہ ان جیسے بزرگ سے تو تعجب خیز چیز ہی ہے۔ اس میں جو ہے کہ یہ رومی تھا یہ بھی ٹھیک نہیں۔ اسکندریہ ثانی البتہ رومی تھا وہ فیلبس مقدونی کا لڑکا ہے جس سے روم کی تاریخ شروع ہوتی ہے اور اسکندر اول تو بقول ازرقی وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا اس نے آپ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی بناء کے بعد طواف بیت اللہ کیا ہے۔ آپ پر ایمان لایا تھا' آپ کا تابعدار بنا تھا۔ انہی کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اور سکندر ثانی کا وزیر ارسطاطالیس مشہور فلسفی تھا۔ واللہ اعلم۔ اسی نے مملکت روم کی تاریخ لکھی یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پہلے تھا اور سکندر اول جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے میں تھا جیسے کہ ازرقی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ بنایا تو اس نے آپ کے ساتھ طواف کیا تھا اور اللہ کے نام بہت سی قربانیاں کی تھیں۔ ہم نے اللہ کے فضل سے ان کے بہت سے واقعات اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں ذکر کر دیئے ہیں۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ بادشاہ تھے چونکہ ان کے سر کے دونوں طرف تانبا رہتا تھا اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا گیا یہ وجہ بھی بتلائی گئی ہے کہ یہ روم اور فارس کا دونوں کا بادشاہ تھا۔ بعض کا قول ہے کہ فی الواقع اس کے سر کے دونوں طرف کچھ سینگ سے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے نیک بندے تھے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا یہ لوگ مخالف ہوگئے اور ان کے سر کے ایک جانب اس قدر مارا کہ یہ شہید ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا قوم نے پھر سر کے دوسری طرف اسی قدر مارا جس سے یہ پھر مر گئے اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ مشرق سے مغرب تک سیاحت کر آئے تھے اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا گیا

---

① [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٢٨٦١) سیرة ابن هشام (٣١١/١)]

② [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٢٧٥)] اس کی سند میں ابن لہیعہ اور عبدالرحمن بن زیاد دو راوی ضعیف ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ہے۔ہم نے اسے بڑی سلطنت دے رکھی تھی۔ ساتھ ہی قوت لشکر آلات حرب سب کچھ ہی دے رکھا تھا۔مشرق سے مغرب تک اس کی سلطنت تھی عرب عجم سب اس کے ماتحت تھے ہر چیز کا اسے علم دے رکھا تھا۔ زمین کے ادنیٰ اعلیٰ نشانات بتلا دیئے تھے۔تمام زبانیں جانتے تھے۔جس قوم سے لڑائی ہوتی اس کی زبان بول لیتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کیا تم کہتے ہو کہ ذوالقرنین نے اپنے گھوڑے ثریا سے باندھے تھے۔انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو سنئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے اسے ہر چیز کا سامان دیا تھا۔ حقیقت میں اس بات میں حق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اس لئے بھی کہ حضرت کعب رحمۃ اللہ کو جو کچھ لکھا ملتا تھا روایت کر دیا کرتے تھے گو وہ جھوٹ ہی ہو۔اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ کعب کا کذب تو بار بار سامنے آچکا ہے یعنی خود تو جھوٹ نہیں گھڑتے تھے لیکن جو روایت ملتی گو بے سند ہو بیان کرنے سے نہ چوکتے۔اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرئیل کی روایات جھوٹ' خرافات' تحریف' تبدیلی سے محفوظ نہ تھیں۔بات یہ ہے کہ ہمیں ان اسرائیلی روایت کی طرف التفات کرنے کی بھی کیا ضرورت؟ جب کہ ہمارے ہاتھوں میں اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور صحیح احادیث موجود ہیں۔

افسوس! انہی بنی اسرائیلی روایات نے بہت سی برائی مسلمانوں میں ڈال دی اور بڑا افساد پھیل گیا۔حضرت کعب رحمۃ اللہ نے اس بنی اسرائیل کی روایت کے ثبوت میں قرآن کی اس آیت کا آخری حصہ پیش کیا ہے یہ بھی کچھ ٹھیک نہیں کیونکہ یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اور ثریا پر پہنچنے کی طاقت نہیں دی۔ دیکھئے بلقیس کے حق میں بھی قرآن نے یہی الفاظ کہے ہیں ﴿وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [1] وہ ہر چیز دی گئی تھی اس سے بھی مراد صرف اسی قدر ہے کہ بادشاہوں کے ہاں عموماً جو ہوتا ہے وہ سب اس کے پاس بھی تھا اسی طرح حضرت ذوالقرنین کو اللہ نے تمام راستے اور ذرائع مہیا کر دیئے تھے کہ وہ اپنی فتوحات کو وسعت دیتے جائیں اور زمین سرکشوں اور کافروں سے خالی کراتے جائیں اور اس کی توحید کے ساتھ موحدین کی بادشاہت دنیا پر پھیلائیں اور اللہ والوں کی حکومت جمائیں ان کاموں میں جن اسباب کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب رب عزوجل نے حضرت ذوالقرنین کو دے رکھے تھے۔واللہ اعلم۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ مشرق و مغرب تک کیسے پہنچ گئے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ۔اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا تھا اور تمام اسباب انہیں مہیا کر دیئے تھے اور پوری قوت وطاقت دے دی تھی۔

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۬ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾

---

[1] [سورۃ النمل: آیت ٢٣]

وہ ایک راہ کے درپے ہو گیا○ یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا۔ اسے ایک دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا ہوا پایا اور اس چشمے کے پاس ایک قوم کو بھی پایا ہم نے فرما دیا کہ اے ذوالقرنین یا تو تو انہیں تکلیف پہنچائے یا ان کے بارے میں تو کوئی بہترین روش اختیار کرے○ جواب دیا کہ جو ظلم کرے گا اسے تو ہم بھی سزا دیں گے۔ پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اسے پھر سے سخت تر عذاب کرے گا○ ہاں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرے اس کے لئے تو بدلے میں بھلائی ہی ہے اور ہم اسے اپنے کام میں بھی آسانی ہی کہیں گے○

ذوالقرنین کا مغرب کی جانب کوچ: ذوالقرنین ایک راہ لگ گئے زمین کی ایک سمت یعنی مغربی جانب کوچ کر دیا۔ جو نشانات زمین پر تھے ان کے سہارے چل کھڑے ہوئے۔ جہاں تک مغربی رخ چل سکتے تھے چلتے رہے یہاں تک کہ اب سورج غروب ہونے کی جگہ پہنچ گئے یہ یاد رہے کہ اس سے مراد آسمان کا وہ حصہ نہیں جہاں سورج غروب ہوتا ہے کیونکہ وہاں تک تو کسی کا جانا ناممکن ہے۔ ہاں اس رخ جہاں تک زمین پر جانا ممکن ہے حضرت ذوالقرنین پہنچ گئے۔ اور یہ جو بعض قصے مشہور ہیں کہ سورج غروب ہونے کی جگہ سے بھی تجاوز کر گئے سورج مدتوں ان کی پس پشت غروب ہوتا رہا یہ بے بنیاد باتیں ہیں اور عموماً اہل کتاب کی خرافات ہیں اور ان میں سے بھی بددینوں کی گھڑنت ہیں اور محض دروغ بے مروغ ہیں۔

الغرض جب انتہائے مغرب کی سمت پہنچ گئے تو یہ معلوم ہوا کہ گویا بحر محیط میں سورج غروب ہو رہا ہے۔ جو بھی کسی سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھے گا تو بظاہر یہی منظر اس کے سامنے ہوگا کہ گویا سورج پانی میں ڈوب رہا ہے۔ حالانکہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور اس سے الگ کبھی نہیں ہوتا ﴿حَمِئَةٍ﴾ یا تو مشتق ہے ﴿حَمَاةٌ﴾ سے یعنی چکنی مٹی۔ آیت قرآنی ﴿اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ [1] میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ یہی مطلب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سن کر حضرت نافعؒ نے سنا کہ حضرت کعب رحمہ اللہ فرماتے تھے تم ہم سے زیادہ قرآن کے عالم ہو لیکن میں تو کتاب میں دیکھتا ہوں کہ وہ سیاہ رنگ مٹی میں غائب ہو جاتا تھا۔ اس قراءت میں ﴿فِیْ عَیْنٍ حَامِیَةٍ﴾ ہے یعنی گرم چشمے میں غروب ہونا پایا۔ یہ دونوں قراءتیں مشہور ہیں اور دونوں درست ہیں خواہ کوئی سی قراءت پڑھے اور ان کے معنی میں بھی کوئی تفاوت نہیں کیونکہ سورج کی نزدیکی کی وجہ سے پانی گرم ہو اور وہاں کے مٹی کے سیاہ رنگ کی وجہ سے اس کا پانی کیچڑ جیسا ہی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر فرمایا اللہ کی بھڑکی آگ میں آ کر اللہ کے حکم سے اس کی سوزش کم نہ ہو جاتی تو یہ تو زمین کی تمام چیزوں کو جھلس ڈالتا۔ [2] اس کی صحت میں نظر ہے بلکہ مرفوع ہونے میں بھی۔ بہت ممکن ہے کہ یہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا اپنا کلام ہو اور ان دو

---

[1] [سورة الحجر: آیت ٢٨]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٣٠٧) مسند احمد (٢٠٧/٢) مجمع الزوائد (١٣٣٦١)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے۔]

تھیلوں کی کتابوں سے لیا گیا ہو جو انہیں یرموک سے ملے تھے۔ واللہ اعلم

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے سورۂ کہف کی یہی آیت تلاوت فرمائی تو آپ نے ﴿عَيْنٍ حَامِيَةٍ﴾ پڑھا اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم تو ﴿حَمِئَةٍ﴾ پڑھتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے پوچھا آپ کس طرح پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا جس طرح آپ نے پڑھا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میرے گھر میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم نے حضرت کعب رحمہ اللہ کے پاس آدمی بھیجا کہ بتلاؤ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ تورات میں اس کے متعلق کچھ ہے؟ حضرت کعب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اسے عربیت والوں سے پوچھنا چاہئے وہی اس کے پورے عالم ہیں۔ ہاں تورات میں تو میں یہ پاتا ہوں کہ وہ پانی اور مٹی میں یعنی کیچڑ میں چھپ جاتا ہے اور مغرب کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ سب قصہ سن کر ابن حاضر نے کہا اگر میں اس وقت ہوتا تو آپ کی تائید میں تبع کے وہ دو شعر پڑھ دیتا جس میں اس نے ذوالقرنین کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مشرق و مغرب تک پہنچا کیونکہ اللہ حکیم نے اسے ہر قسم کے سامان مہیا فرمائے تھے اس نے دیکھا کہ سورج سیاہ مٹی جیسے کیچڑ میں غروب ہوتا نظر آتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا اس شعر میں تین لفظ ہیں خلب' ثاط اور حرمد۔ ان کے کیا معنی ہیں؟ مٹی کیچڑ اور سیاہ۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے یا کسی اور شخص سے فرمایا یہ جو کہتے ہیں لکھ لو۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ کہف کی تلاوت حضرت کعب رحمہ اللہ نے سنی اور جب آپ نے ﴿حَمِئَةٍ﴾ پڑھا تو کہا کہ واللہ! جس طرح تورات میں ہے اسی طرح پڑھتے ہوئے میں نے آپ ہی کو سنا تورات میں بھی یہی ہے کہ وہ سیاہ رنگ کیچڑ میں ڈوبتا ہے وہیں ایک شہر تھا جو بہت بڑا تھا اس کے بارہ ہزار دروازے تھے اگر وہاں شور وغل نہ ہو تو کیا عجب کہ ان لوگوں کو سورج غروب ہونے کی آواز تک آئے وہاں ایک بہت بڑی امت کو آپ نے بستا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی والوں پر بھی انہیں غلبہ دیا اب ان کے اختیار میں تھا کہ یہ ان پر جبر وظلم کریں یا ان میں عدل وانصاف کریں۔ اس پر ذوالقرنین نے عدل وایمان کا ثبوت دیا اور عرض کیا کہ جو اپنے کفر وشرک پر اڑا رہے گا اسے تو ہم سزا دیں گے قتل وغارت سے یا یہ کہ تانبے کے برتن کو گرم آگ کر کے اس میں ڈال دیں گے کہ وہیں اس کا مرنڈا ہو جائے یا یہ کہ سپاہیوں کے ہاتھوں انہیں بدترین سزائیں کرائیں گے۔ واللہ اعلم۔ اور پھر جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے سخت اور دردناک عذاب کرے گا۔ اس سے قیامت کے دن کا بھی ثبوت ہوتا ہے۔ اور جو ایمان لائے ہماری توحید کی دعوت قبول کر لے اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے دست برداری کر لے اسے اللہ اپنے ہاں بہترین بدلہ دے گا اور خود ہم بھی اس کی عزت افزائی کریں گے اور بھلی بات کہیں گے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾

پھر وہ اور راہ کے پیچھے لگا○ یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچا' اسے ایک ایسی قوم پر نکلتا پایا کہ ان کے لئے ہم نے

اس سے اور کوئی پردہ اور اوٹ نہیں بنائی ○ واقعہ ایسا ہی ہے ہم نے اس کے آس پاس کی کل خبروں کا احاطہ کر رکھا ہے ○

مشرقی جانب وحشی لوگوں کی بستی: ذوالقرنین مغرب سے واپس مشرق کی طرف چلے۔ راستے میں جو قومیں ملتیں اللہ کی عبادت اور اس کی توحید کی انہیں دعوت دیتے۔ اگر وہ قبول کر لیتے تو بہت اچھا ورنہ ان سے لڑائی ہوتی اور اللہ کے فضل سے وہ ہارتے آپ انہیں ماتحت کر کے وہاں کے مال مویشی اور خادم وغیرہ لے کر آگے کو چلتے۔ بنی اسرائیلی خبروں میں ہے یہ ایک ہزار چھ سو سال تک زندہ رہے۔ اور برابر زمین پر دین الٰہی کی تبلیغ میں رہے ساتھ ہی بادشاہت بھی پھیلتی رہی۔ جب آپ سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچے وہاں دیکھا کہ ایک بستی آباد ہے لیکن وہاں کے لوگ بالکل نیم وحشی جیسے ہیں۔ نہ وہ مکانات بناتے ہیں نہ وہاں کوئی درخت ہے سورج کی دھوپ سے پناہ دینے والی کوئی چیز وہاں انہیں نظر نہ آئی۔ ان کے رنگ سرخ تھے ان کے قد پست تھے عام خوراک ان کی مچھلی تھی۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورج نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جایا کرتے تھے اور غروب ہونے کے بعد جانوروں کی طرح ادھر ادھر ہو جایا کرتے تھے۔ [1] قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہاں تو کچھ اگتا نہ تھا سورج کے نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جاتے اور زوال کے بعد دور دراز اپنی کھیتیوں وغیرہ میں مشغول ہو جاتے۔ سلمہ بن کہیل کا قول ہے کہ ان کے کان بڑے بڑے تھے ایک اوڑھ لیتے ایک بچھا لیتے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ وحشی حبشی تھے۔

ابن جریر فرماتے ہیں کہ وہاں کبھی کوئی مکان یا دیوار یا احاطہ نہیں بنا سورج کے نکلنے کے وقت یہ لوگ پانی میں گھس جاتے وہاں کوئی پہاڑ بھی نہیں۔ پہلے کسی وقت ان کے پاس ایک لشکر پہنچا تو انہوں نے ان سے کہا کہ دیکھو سورج نکلنے کے وقت باہر نہ ٹھہرنا انہوں نے کہا نہیں ہم تو رات ہی رات یہاں سے چلے جائیں گے لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ ہڈیوں کے چمکیلے ڈھیر کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا یہاں پہلے ایک لشکر آیا تھا سورج نکلنے کے وقت وہ یہیں ٹھہرا رہا سب مر گئے یہ ان کی ہڈیاں ہیں یہ سنتے ہی وہ وہاں سے واپس ہو گئے۔ پھر فرماتا ہے کہ ذوالقرنین کی اس کے ساتھیوں کی کوئی حرکت کوئی گفتار اور رفتار ہم پر پوشیدہ نہ تھی۔ گو اس کا لاؤ لشکر بہت تھا زمین کے ہر حصے میں پھیلا ہوا تھا لیکن ہمارا علم زمین و آسمان پر حاوی ہے۔ ہم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ [2]

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾

---

[1] [ابو الشيخ فى العظمة (٩٧٨ـ ٩٧٩)]

[2] [سورة آل عمران: آيت ٥]

وہ پھر ایک سفر کے سامان میں لگا ۝ یہاں تک کہ جب دو دیواروں کے درمیان پہنچا' ان دونوں کے ادھر اس نے ایسی قوم پائی جو بات سمجھنے کے قریب بھی نہ تھی ۝ انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین ! یاجوج ماجوج اس ملک میں بڑے بھاری فسادی ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ سرمایہ اکٹھا کر دیں ؟ اس شرط پر کہ آپ ہم میں اور ان میں کوئی دیوار بنا دیں ۝ اس نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے پروردگار نے جو کر رکھا ہے وہی بہتر ہے۔ تم صرف اپنی قوت طاقت سے میری مدد کرو۔ میں تم میں اور ان میں مضبوط حجاب بنا دیتا ہوں ۝ مجھے لوہے کی چادریں لا دو' یہاں تک کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے درمیان یہ دیوار برابر کر دی تو حکم دیا کہ آگ تیز جلاؤ تاوقتیکہ لوہے کی ان چادروں کو بالکل آگ کر دیا تو فرمایا میرے پاس لاؤ۔ اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دوں ۝

یاجوج ماجوج کی قوم: اپنے شرقی سفر کو ختم کر کے پھر ذوالقرنین وہیں مشرق کی جانب ایک راہ چلے دیکھا کہ دو پہاڑ ہیں جو ملے ہوئے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک گھاٹی ہے جہاں سے یاجوج ماجوج نکل کر ترکوں پر تباہی ڈالا کرتے ہیں انہیں قتل کرتے ہیں کھیت باغات تباہ کرتے اور سخت فساد برپا کرتے رہتے ہیں۔ یاجوج ماجوج بھی انسان ہیں جیسے کہ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ عزوجل حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اے آدم ! آپ لبیک وسعدیک کے ساتھ جواب دیں گے' حکم ہوگا آگ کا حصہ الگ کر۔ پوچھیں گے کتنا حصہ ؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے دوزخ میں اور ایک جنت میں۔ یہی وہ وقت ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا تم میں دو امتیں ہیں کہ وہ جن میں ہوں انہیں کثرت کو پہنچا دیتی ہیں یعنی یاجوج ماجوج۔ [1]

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں ایک عجیب بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے خاص پانی کے چند قطرے جو مٹی میں گرے تھے انہی سے یاجوج ماجوج پیدا کئے گئے گویا وہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا اور حضرت آدم علیہ السلام کی نسل نہیں بلکہ صرف نسل آدم علیہ السلام سے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ قول بالکل غریب ہے نہ اس پر عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور ایسی باتیں جو اہل کتاب سے پہنچتی ہیں وہ ماننے کے قابل نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کے ہاں کے ایسے قصے ملاوٹی اور بناوٹی ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین لڑکے تھے سام حام اور یافث۔ سام کی نسل سے کل عرب ہیں اور حام کی نسل سے کل حبشی ہیں اور یافث کی نسل سے کل ترک ہیں۔ [2] بعض علماء کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں کے اس جد اعلیٰ یافث کی ہی اولاد ہیں' انہیں ترک اس لئے کہا گیا ہے کہ انہیں بوجہ ان کے فساد اور شرارت کے انسانوں کی اور آبادی کے پس پشت پہاڑوں کی آڑ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب ان زلزلة الساعة شيء عظيم (٦٥٣٠) و كتاب احاديث الانبياء : باب قصة يا جوج وما جوج (٣٣٤٨) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب قوله يقول الله لآدم اخرج بعث النار (٢٢٢) مسند احمد (٣٢/٣)]

[2] [ضعیف : مستدرك حاكم (٥٤٦/٢) مسند احمد (١١/٥) طبرانی کبیر (١٤٥/١٨) ترمذی (٣٢٣٠) ابن عدیؒ فی الکامل (٩١٩/٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع (٣٢١٤)]

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذوالقرنین کے سفر کے متعلق اور اس دیوار کے بنانے کے متعلق اور یاجوج ماجوج کے جسموں ان کی شکلوں اوران کے کانوں وغیرہ کے متعلق وہب بن منبہ سے ایک بہت لمبا چوڑا واقعہ اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے جو علاوہ عجیب وغریب ہونے کے صحت سے دور ہے۔ابن ابی حاتم میں بھی ایسے بہت سے واقعات درج ہیں لیکن سب غریب اور غیر صحیح ہیں۔ان پہاڑوں کے درمیان میں ذوالقرنین نے انسانوں کی ایک آبادی پائی جو بوجہ دنیا کے اور لوگوں سے دوری کے اوران کی اپنی مخصوص زبان کے اوروں کی بات بھی تقریباً نہیں سمجھ سکتے تھے۔ان لوگوں نے ذوالقرنین کی قوت وطاقت، عقل وہنر کو دیکھ کر درخواست کی کہ اگر آپ رضامند ہوں تو ہم آپ کے لئے بہت سا مال جمع کر دیں اور آپ ان پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کسی مضبوط دیوار سے بند کر دیں تاکہ ہم ان فسادیوں کی روزمرہ کی ان تکالیف سے بچ جائیں۔اس کے جواب میں حضرت ذوالقرنین نے فرمایا مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں اللہ کا دیا سب کچھ میرے پاس موجود ہے اور وہ تمہارے مال سے بہت بہتر ہے۔یہی جواب حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ملکہ سبا کے قاصدوں کو دیا گیا تھا۔ذوالقرنین نے اپنے اس جواب کے بعد فرمایا کہ ہاں تم اپنی قوت وطاقت اور کام کاج سے میرا ساتھ دو تو میں تم میں اوران میں ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دیتا ہوں۔زُبر جمع ہے زبرۃ کی۔ذوالقرنین فرماتے ہیں کہ لوہے کے ٹکڑے اینٹوں کی طرح کے میرے پاس لاؤ۔جب یہ ٹکڑے جمع ہوگئے تو آپ نے دیوار بنانی شروع کرادی اور وہ لمبائی چوڑائی میں اتنی ہوگئی کہ تمام جگہ گھر گئی اور پہاڑ کی چوٹی کے برابر پہنچ گئی۔اس کے طول وعرض اور موٹائی کی ناپ میں بہت سے مختلف اقوال ہیں۔

جب یہ دیوار بالکل بن گئی تو حکم دیا کہ اب اس کے چار طرف آگ بھڑکاؤ وہ لوہے کی دیوار بالکل انگارے جیسی سرخ ہوگئی تو حکم دیا کہ اب پگھلا ہوا تانبا لاؤ اور ہر طرف سے اس کے اوپر بہادو چنانچہ یہ بھی کیا گیا پس ٹھنڈی ہو کر یہ دیوار بہت ہی مضبوط اور پختہ ہوگئی اور دیکھنے میں ایسی معلوم ہونے لگی جیسے کوئی دھاری دار چادر ہو۔ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے وہ دیوار دیکھی ہے آپ نے فرمایا وہ کیسی ہے؟ اس نے کہا دھاری دار چادر جیسی جس میں سُرخ وسیاہ دھاریاں ہیں تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے [1] لیکن یہ روایت مرسل ہے۔

خلیفہ واثق نے اپنے زمانے میں اپنے امیروں کو ایک وافر لشکر اور بہت سا سامان دے کر روانہ کیا تھا کہ وہ اس دیوار کی خبر لائیں یہ لشکر دو سال سے زیادہ سفر میں رہا اور ملک در ملک پھرتا ہوا آخر اس دیوار تک پہنچا کہ لوہے اور تانبے کی دیوار ہے اس میں ایک بہت بڑا نہایت پختہ عظیم الشان دروازہ بھی اسی کا ہے جس پر منوں کے وزنی قفل لگے ہوئے ہیں اور جو مال مسالہ دیوار کا بچا ہوا ہے وہ وہیں پر ایک برج میں رکھا ہوا ہے جہاں جہاں پہرہ چوکی مقرر ہے۔دیوار بے حد بلند ہے کتنی ہی کوشش کی جائے لیکن اس پر چڑھنا ناممکن ہے اس سے ملا ہوا پہاڑیوں کا سلسلہ دونوں طرف برابر چلا

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٣٤٠)]

گیا ہے اور بھی بہت سے عجائب وغرائب امور دیکھے جو انہوں نے واپس آ کر خلیفہ کی خدمت میں عرض کئے۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾

پس نہ تو ان میں اس دیوار کے اوپر چڑھنے کی طاقت ہے اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں ○ کہا کہ یہ صرف میرے رب کی مہربانی ہے' ہاں جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے زمین دوز کر دے گا' بیشک میرے رب کا وعدہ سچا اور حق ہے ○ اس دن ہم انہیں آپس میں ایک دوسرے میں دھنستے ہوئے چھوڑ دیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا۔ پس سب کو اکٹھا کر کے ہم جمع کر لیں گے ○

یاجوج ماجوج کے سامنے دیوار: اس دیوار پر نہ تو چڑھنے کی طاقت یاجوج ماجوج کو ہے' نہ وہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں کہ وہاں سے نکل آئیں۔ چونکہ چڑھنا بہ نسبت توڑنے کے زیادہ آسان ہے۔ اسی لئے چڑھنے میں ﴿مَا اسْطَاعُوْا﴾ کا لفظ لائے اور توڑنے میں ﴿مَا اسْتَطَاعُوْا﴾ کا لفظ لائے۔ غرض نہ تو وہ چڑھ کر آ سکتے ہیں نہ سوراخ کر کے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یاجوج ماجوج اس دیوار کو کھودتے ہیں یہاں تک کہ قریب ہوتا ہے کہ سورج کی شعاعیں ان کو نظر آ جائیں چونکہ دن گزر جاتا ہے' اس لئے ان کے سردار کا حکم ہوتا ہے کہ اب بس کرو کل آ کر توڑ دیں گے لیکن جب وہ دوسرے دن آتے ہیں' تو اسے پہلے دن سے زیادہ مضبوط پاتے ہیں۔ قیامت کے قریب جب ان کا نکلنا اللہ کو منظور ہو گا تو یہ کھودتے کھودتے جب دیوار کو چھلکے جیسی کر دیں گے تو ان کا سردار کہے گا اب چھوڑ دو کل انشاء اللہ اسے توڑ ڈالیں گے پس انشاء اللہ کہہ لینے کی برکت سے دوسرے دن جب وہ آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے۔ ویسی ہی پائیں گے تو فوراً گرا دیں گے اور باہر نکل پڑیں گے۔ تمام پانی چاٹ کر جائیں گے' لوگ تنگ آ کر پناہ گزین ہو جائیں گے۔ یہ اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے اور مثل خون آلود تیروں کے ان کی طرف لوٹائے جائیں گے تو یہ کہیں گے زمین والے سب دب گئے آسمان والوں پر بھی ہم غالب آ گئے اب ان کی گردنوں میں گلٹیاں نکلیں گی اور سب کے سب بحکم الٰہی اسی وبا سے ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ زمین کے جانوروں کی خوراک ان کے جسم و خون ہوں گے جس سے وہ خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔ [1] ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ بھی

---

[1] [صحیح : مستدرك حاكم (٤/٤٨٨) مسند احمد (٢/٥١٠) تفسير ابن جرير الطبرى (٢٣٣٣١) ترمذى : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الكهف (٣١٥٣) ابن ماجه : كتاب الفتن : باب فتنة الدجال وخروج عيسى ابن مريم (٤٠٨٠)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ حافظ بوصیریؒ بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ابن ماجه ، السلسلة الصحيحه (١٧٣٥)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

اسے لائے ہیں اور فرمایا ہے یہ روایت غریب ہے سوائے اس سند کے مشہور نہیں۔ اس کی سند بہت قوی ہے لیکن اس کا متن نکارت سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ آیت کے ظاہری الفاظ صاف ہیں کہ نہ وہ چڑھ سکتے ہیں نہ سوراخ کر سکتے ہیں کیونکہ دیوار، نہایت مضبوط، بہت پختہ اور سخت ہے۔

کعب احبار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ اسے چاٹتے ہیں اور بالکل چھلکے جیسی کر دیتے ہیں پھر کہتے ہیں چلو کل توڑ دیں گے دوسرے دن آتے ہیں تو جیسی اصل میں تھی ویسی ہی پاتے ہیں آخری دن وہ بہ الہام الٰہی جاتے وقت انشاء اللہ کہیں گے دوسرے دن آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے، ویسی ہی پائیں گے اور توڑ ڈالیں گے۔ بہت ممکن ہے کہ انہی کعب سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی ہو پھر بیان کی ہو اور کسی راوی کو وہم ہو گیا ہو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھ کر اسے مرفوعاً بیان کر دیا ہو۔ واللہ اعلم۔ یہ جو ہم کہہ رہے ہیں اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے، چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور فرماتے جاتے تھے۔ ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ عرب کی خرابی کا وقت آ گیا آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا پھر آپ نے اپنی انگلیوں سے حلقہ بنا کر دکھایا اس پر ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم بھلے لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب خبیث لوگوں کی کثرت ہو جائے۔ [1] یہ حدیث بالکل صحیح ہے بخاری مسلم دونوں میں ہے ہاں بخاری شریف میں راویوں کے ذکر میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں مسلم میں ہے اور اس کی سند میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو بہت ہی کم پائی گئی ہیں۔

مثلاً زہری کی روایت عروہ سے حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی ہیں اور چار عورتوں کا آپس میں ایک دوسرے سے روایت کرنا پھر چاروں عورتیں صحابیہ رضی اللہ عنہن پھر ان میں بھی دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی لڑکیاں اور دو آپ کی بیویاں رضی اللہ عنہن، بزار میں یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (مترجم کہتا ہے کہ اس تکلف کی اور ان مرفوع احادیث کے متعلق اس قول کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہم آیت قرآنی اور ان صحیح مرفوع احادیث کے متعلق بہت آسانی سے یہ تطبیق دے سکتے ہیں کہ کوئی ایسا سوراخ نہیں کر سکتے جس میں سے نکل آئیں۔ پتلی کر دینا یا حلقے کے برابر سوراخ کر دینا اور بات ہے جو مقصود ذوالقرنین کا اس دیوار کے بنانے سے تھا وہ بفضلہ حاصل ہے کہ نہ وہ اوپر سے اتر سکیں نہ توڑ کر یا سوراخ کر کے نکل سکیں اور اسی کی خبر آیت میں ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث نہیں۔ واللہ اعلم، مترجم)

اس دیوار کو بنا کر ذوالقرنین اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور اللہ کا شکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگو! یہ بھی رب کی رحمت ہے کہ اس نے ان شریروں کی شرارت سے مخلوق کو اب امن دے دیا ہاں جب اللہ کا وعدہ آ جائے گا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قصة یا جوج وما جوج (٣٣٤٦) صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب اقتراب الفتن وفتح روم یأجوج ومأ جوج (٢٨٨٠) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب ما یکون من الفتن (٣٩٥٣) ترمذی: کتاب الفتن: باب ما جآء فی خروج یأجوج و مأ جوج (٢١٨٧) مسند احمد (٤٢٨/٦)]

تو اس کا ڈھیر ہو جائے گا۔ یہ زمین دوز ہو جائے گی۔ مضبوطی کچھ کام نہ آئے گی۔ اونٹنی کا کوہان جب اس کی پیٹھ سے ملا ہوا ہو تو عرب میں اسے ((نَاقَةٌ دَكَّاءُ)) کہتے ہیں۔

قرآن میں اور جگہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پہاڑ پر رب نے تجلی کی تو وہ پہاڑ زمین دوز ہو گیا وہاں بھی لفظ ﴿ جَعَلَهٗ دَكًّا ﴾ [1] ہے۔ پس قریب بہ قیامت یہ دیوار پاش پاش ہو جائے گی اور ان کے نکلنے کا راستہ بن جائے گا۔ اللہ کے وعدے اٹل ہیں، قیامت کا آنا یقینی ہے۔ اس دیوار کے ٹوٹتے ہی یہ لوگ نکل پڑیں گے اور لوگوں میں گھسے جائیں گے اپنوں بیگانوں کی تمیز اٹھ جائے گی۔ یہ واقعہ دجال کے آجانے کے بعد قیامت کے قیام سے پہلے ہوگا۔ اس کا پورا بیان آیت ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴾ [2] کی تفسیر میں آئے گا۔ ان شاءاللہ۔

اس کے بعد صور پھونکا جائے گا سب جمع ہو جائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان جن سب خلط ملط ہو جائیں گے بنی فزارہ کے ایک شیخ کا بیان ابن جریر میں ہے کہ جب جن انسان آپس میں گتھم گتھا ہو جائیں گے اس وقت ابلیس کہے گا کہ میں جاتا ہوں معلوم کرتا ہوں کہ یہ کیا بات ہے؟ مشرق کی جانب بھاگے گا لیکن وہاں فرشتوں کی جماعتیں دیکھ کر رک جائے گا اور لوٹ کر مغرب کو پہنچے گا، وہاں بھی یہی رنگ دیکھ کر دائیں بائیں بھاگے گا لیکن چاروں طرف سے فرشتوں کا محاصرہ دیکھ کر ناامید ہو کر چیخ پکار شروع کر دے گا اچانک اسے ایک چھوٹا سا راستہ دکھائی دے گا، اپنی ساری ذریات کو لے کر اس میں چل پڑے گا آگے جا کر یہ دیکھے گا کہ دوزخ بھڑک رہی ہے ایک داروغہ جہنم اس سے کہے گا اے موذی خبیث! کیا اللہ نے تیرا مرتبہ نہیں بڑھایا تھا؟ کیا تو جنتیوں میں نہ تھا؟ یہ کہے گا آج ڈانٹ ڈپٹ کیوں کرتے ہو؟ آج تو چھٹکارے کا راستہ بتاؤ میں عبادت الٰہی کے لئے تیار ہوں اگر حکم ہو تو اتنی اور ایسی عبادت کروں کہ روئے زمین پر کسی نے نہ کی ہو۔ داروغہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ تیرے لئے ایک فریضہ مقرر کرتا ہے وہ خوش ہو کر کہے گا میں اس کے حکم کی بجا آوری کے لئے پوری مستعدی سے موجود ہوں۔ حکم ہوگا یہ کہ تم سب جہنم میں چلے جاؤ۔

اب یہ خبیث ہکا بکا رہ جائے گا وہیں فرشتہ اپنے پر سے اسے اور اس کی تمام ذریت کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دے گا۔ جہنم انہیں لے کر آ دبوچے گی اور ایک مرتبہ تو وہ چلائے گی کہ تمام مقرب فرشتے اور تمام نبی رسول گھٹنوں کے بل اللہ کے سامنے عاجزی میں گر پڑیں گے۔ طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یاجوج ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اگر وہ چھوڑ دیئے جائیں تو دنیا کی معاش میں فساد ڈال دیں، ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے پھر ان کے سوا تین امتیں اور ہیں تاویل، تاریس اور منسک۔ [3] یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر اور ضعیف ہے۔

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ١٤٣] [2] [سورۃ الانبیاء: آیت ٩٦-٩٧]

[3] [ضعیف: مسند طیالسی (٢٢٨٢) طبرانی اوسط (٨٥٩٨)] امام ہیثمیؒ کے بیان کے مطابق اس میں وہب بن جابر راوی اکثر اہل علم کے نزدیک مجہول ہے۔ [مجمع الزوائد (٩/٨)]

نسائی میں ہے کہ ان کی بیویاں بچے ہیں ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے۔ پھر فرمایا صور پھونک دیا جائے گا جیسے حدیث میں ہے کہ وہ ایک قرن ہے جس میں صور پھونک دیا جائے گا [1] پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے۔ جیسے لمبی حدیث بیان ہو چکی ہے۔ اور بھی بہت سی احادیث سے اس کا ثبوت ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں کیسے چین اور آرام سے بیٹھوں؟ صور والا فرشتہ صور منہ سے لگائے ہوئے پیشانی جھکائے ہوئے' کان لگائے ہوئے منتظر بیٹھا ہے کہ کب حکم ہو اور میں پھونک دوں۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ پھر ہم کیا کہیں؟ فرمایا ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ [2] پھر فرماتا ہے ہم سب کو حساب کیلئے جمع کرے گا حشر ہمارے سامنے ہوگا جیسے سورۂ واقعہ میں ہے کہ اگلے پچھلے سب کے سب مقررہ دن کے وقت اکٹھے کئے جائیں گے [3] اور آیت میں ہے ﴿وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ [4] ہم سب کو جمع کریں گے ایک بھی تو باقی نہ بچے گا۔

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۝١٠٠ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝١٠١ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝١٠٢

اس دن ہم جہنم کو بھی کافروں کے سامنے لا کھڑا کر دیں گے ○ جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور (امر حق) سن بھی نہیں سکتے تھے ○ کیا کافر یہ خیال کئے بیٹھے ہیں؟ کہ میرے سوا وہ میرے غلاموں کو اپنا حمایتی بنالیں گے؟ سنو ہم نے ان کفار کی مہمانی کیلئے جہنم تیار کر رکھی ہے ○

جب کافر جہنم دیکھیں گے: کافر جہنم میں جانے سے پہلے جہنم کو اور اس کے عذاب کو دیکھ لیں گے اور یقین کر کے کہ وہ اسی میں داخل ہونے والے ہیں داخل ہونے سے پہلے ہی جلنے کڑھنے لگیں گے غم و رنج ڈر خوف کے مارے گھلنے لگیں گے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جہنم کو قیامت کے دن گھسیٹ کر لایا جائے گا جس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر ایک لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ [5] یہ کافر دنیا کی ساری زندگی میں اپنی آنکھوں اور

---

[1] [صحیح : ابو داؤد : كتاب السنة : باب فی ذكر البعث والصور (٤٧٣٢) ترمذی : كتاب صفة القيامة : باب ما جاء فی شأن الصور (٢٤٣٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

[2] [صحیح : ترمذی : كتاب صفة القيامة : باب ما جاء فی شأن الصور (٢٤٣١) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر البعث (٤٢٧٣) مسند حميدی (٧٥٤) ابن مبارك فی الزهد (١٠٩٧) ابو نعيم فی الحلية (١٠٥/٥) مسند احمد (٣/٧-٧٣) مستدرك حاكم (٥٥٩/٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحيحة (١٠٧٩)]

[3] [سورة الواقعه: آيت ٤٩-٥٠]

[4] [سورة الكهف: آيت ٤٧]

[5] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الجنة : باب جهنم اعاذ نا الله منها (٢٨٤٢)]

کانوں کو بے کار کئے بیٹھے رہے' نہ حق دیکھا' نہ حق سنا نہ مانا نہ عمل کیا۔ شیطان کا ساتھ دیا اور رحمٰن کے ذکر سے غفلت برتی۔ اللہ کے احکام اور ممانعت کو پس پشت ڈالے رہے۔ یہی سمجھتے رہے کہ ان کے جھوٹے معبود ہی انہیں سارے نفع پہنچائیں گے اور کل سختیاں دور کریں گے۔ محض غلط خیال ہے بلکہ وہ تو ان کی عبادت کے بھی منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن کر کھڑے ہوں گے۔ ان کافروں کی منزل تو جہنم ہی ہے جو ابھی سے تیار ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

پوچھ لے کہ اگر تم کہو تو میں تمہیں بتا دوں کہ باعتبار اعمال کے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ ○ وہ ہیں جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بے کار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں ○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں سے اور اس کی ملاقات سے کفر کیا تو ان کے تمام اعمال غارت ہو گئے۔ پس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے ○ حال یہ ہے کہ ان کا بدلہ جہنم ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا ○

اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے مصعب رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ کیا اس آیت سے مراد خارجی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ مراد اس سے یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور نصرانیوں نے جنت کو سچا نہ جانا اور کہا کہ وہاں کھانا پینا کچھ نہیں۔ خارجیوں نے اللہ کے وعدے کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیا۔ پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے۔ [1] حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے مراد خارجی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے یہ آیت یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار کو شامل ہے' اسی طرح خارجیوں کا حکم بھی اس میں ہے کیونکہ آیت عام ہے جو بھی اللہ کی عبادت و اطاعت اس طریقے سے بجا لائے جو طریقہ اللہ کو پسند نہیں تو گو وہ اپنے اعمال سے خوش ہو اور سمجھ رہا ہو کہ میں نے آخرت کا توشہ بہت کچھ جمع کر لیا ہے میرے نیک اعمال اللہ کے پسندیدہ ہیں اور مجھے ان پر اجر و ثواب ضرور ملے گا لیکن اس کا یہ گمان غلط ہے اس کے اعمال مقبول نہیں بلکہ مردود ہیں اور وہ غلط گمان شخص ہے۔ آیت مکی ہے اور ظاہر ہے کہ مکے میں یہود و نصاریٰ مخاطب نہ تھے۔ اور خارجیوں کا تو اس وقت تک وجود بھی نہ تھا۔ پس ان بزرگوں کا یہی مطلب ہے کہ آیت کے عام الفاظ ان سب کو اور ان جیسے اور سب کو شامل ہیں۔

جیسے سورۂ غاشیہ میں ہے کہ قیامت کے دن بہت سے چہرے ذلیل و خوار ہوں گے جو دنیا میں بہت محنت

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله قل هل نبئکم بالا خسرین اعمالا (٤٧٢٨)]

کرنے والے بلکہ اعمال سے تھکے ہوئے تھے اور سخت تکلیفیں اٹھائے ہوتے تھے آج وہ باوجود ریاضت وعبادت کے جہنم واصل ہوں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا﴾ [1] ان کے تمام کئے کرائے اعمال کو ہم نے آگے بڑھ کر ردی اور بیکار کر دیا۔ اور آیت میں ہے کافروں کے اعمال کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی پیاسا ریت کے تودے کو پانی کا دریا سمجھ رہا ہو لیکن جب پاس آتا ہے تو ایک بوند بھی پانی کی نہیں پاتا۔ [2] یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے طور پر عبادت وریاضت کرتے رہے اور دل میں بھی سمجھتے رہے یہ ہم بہت کچھ نیکیاں کر رہے ہیں اور وہ مقبول اور اللہ کے پسندیدہ ہیں لیکن چونکہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق نہ تھیں' نبیوں کے فرمان کے مطابق نہ تھیں اس لئے بجائے مقبول ہونے کے مردود ہو گئیں اور بجائے محبوب ہونے کے مبغوض ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے رہے اللہ کی واحدانیت اور اس کے رسول ﷺ کی رسالت کے تمام تر ثبوت ان کے سامنے تھے لیکن انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور مانے ہی نہیں۔ ان کا نیکی کا پلڑا بالکل خالی رہے گا۔

بخاری کی حدیث میں ہے قیامت کے دن ایک موٹا تازہ بھاری آدمی آئے گا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر کے برابر بھی نہ ہو گا پھر آپ نے فرمایا اگر تم چاہو اس آیت کی تلاوت کر لو ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ [3] ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے، بہت زیادہ کھانے پینے والے موٹے تازے انسان کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے لایا جائے گا لیکن اس کا وزن اناج کے ایک دانے کے برابر بھی نہ ہو گا۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ [4] بزار میں ہے ایک قریشی کافر اپنے حلے میں اتراتا ہوا حضور ﷺ کے سامنے سے گزرا تو آپ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ ان میں سے ہے جن کا کوئی وزن قیامت کے دن اللہ کے پاس نہ ہو گا۔ [5] مرفوع حدیث کی طرح حضرت کعب کا قول بھی مروی ہے۔ یہ بدلہ ہے ان کے کفر کا' اللہ کی آیتوں اور اس کے رسولوں کو ہنسی مذاق میں اڑانے کا۔ اور ان کے نہ ماننے بلکہ انہیں جھٹلانے کا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ خَالِدِينَ فِيهَا
لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کئے یقیناً ان کے لئے جنت الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے ○ جہاں وہ ہمیشہ رہا کریں جس جگہ کو بدلنے کا کبھی بھی ان کا ارادہ ہی نہ ہو گا ○

[1] [سورة الفرقان : آیت ٢٣] [2] [سورة النور: آیت ٣٩]

[3] [صحيح : صحيح بخاری: كتاب التفسير : باب اولئك الذين كفروا بايات ربهم (٤٧٢٩) صحيح مسلم : كتاب صفات المنافقين : باب صفة القيامة والجنة والنار (٢٧٨٥)]

[4] [تفسير ابن جرير الطبری (٢٣٣٩٩)]

[5] [ضعيف : مسند بزار (٢٩٥٦) مجمع الزوائد (٨٠٣٢)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں عون بن عمارہ راوی ضعیف ہے۔]

اللہ سے جنت الفردوس مانگو: اللہ پر ایمان رکھنے والے اس کے رسولوں کو سچا ماننے والے ان کی باتوں پر عمل کرنے والے بہترین جنتوں میں ہوں گے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت فردوس کا سوال کرو یہ سب سے اعلیٰ سب سے عمدہ جنت ہے اسی سے اور جنتوں کی نہریں بہتی ہیں۔ [1] یہی ان کا مہمان خانہ ہوگی۔ یہ یہاں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ نہ نکالے جائیں گے نہ نکلنے کا خیال آئے نہ اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہ وہ وہاں کے رہنے سے گھبرائیں کیونکہ ہر طرح کے اعلیٰ عیش مہیا ہیں۔ ایک پر ایک رحمت مل رہی ہے روز بروز رغبت و محبت انس والفت بڑھتی جا رہی ہے اس لئے نہ طبیعت اکتاتی ہے نہ دل بھرتا ہے بلکہ روز شوق بڑھتا جاتا ہے اور نئی نعمت ملتی ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾

کہہ دے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا گو ہم اسی جیسا اور بھی اس کی مدد میں لائیں○

بے شمار اللہ کے کلمات: حکم ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت سمجھانے کے لئے دنیا میں اعلان کر دیجئے کہ اگر روئے زمین کے سمندروں کی سیاہی بن جائے اور پھر اللہ کے کلمات اللہ کی قدرتوں کے اظہار اللہ کی باتیں اللہ کی حکمتیں لکھنی شروع کی جائیں تو یہ تمام سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن اللہ کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی۔ گو پھر ایسے ہی دریا لائے جائیں اور پھر لائے جائیں اور پھر لائے جائیں لیکن ناممکن کہ اللہ کی قدرتیں اس کی حکمتیں اس کی دلیلیں ختم ہو جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [2] یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہیاں بن جائیں پھر ان کے بعد سات سمندر اور بھی لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ کلمات الٰہی پورے لکھ لئے جائیں اللہ کی عزت اور حکمت اس کا غلبہ اور قدرت وہی جانتا ہے۔ تمام انسانوں کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا سمندر کے مقابلے میں قطرہ۔ تمام درختوں کی قلمیں گھس گھس کر ختم ہو جائیں تمام سمندروں کی سیاہیاں ختم ہو جائیں لیکن کلمات الٰہی ویسے ہی رہ جائیں گے جیسے تھے وہ ان گنت ہیں بے شمار ہیں۔

کون ہے جو اللہ کی صحیح اور پوری قدر و عزت جان سکے؟ کون ہے جو اس کی پوری ثنا و صفت بجا لا سکے بیشک ہمارا رب ویسا ہی ہے جیسا وہ خود فرما رہا ہے۔ بے شک ہم جو تعریفیں اس کی کریں وہ ان سب سے سوا ہے۔ اور ان

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب درجات المجاهدین فی سبیل الله (٢٧٩٠)، (٧٤٢٣) مسند احمد (٢/٣٣٥)]

[2] [سورة لقمان: آیت ٢٧]

سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ یاد رکھو جس طرح ساری زمین کے مقابلے پر ایک رائی کا دانہ ہے اسی طرح جنت کی اور آخرت کی نعمتوں کی مقابل تمام دنیا میں نعمتیں ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾

اعلان کر دے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں ہاں میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے' تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو' اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرتا رہے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے ○

پیغمبر بھی انسان ہی: حضرت معاویہ بن ابی سفیان کا فرمان ہے کہ یہ سب سے آخری آیت ہے جو حضور ﷺ پر اتری۔ حکم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں سے فرمائیں کہ میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں' تم بھی انسان ہو' اگر مجھے جھوٹا جانتے ہو تو لاؤ اس قرآن جیسا ایک قران تم بھی بنا کر پیش کر دو۔ دیکھو میں کوئی غیب داں تو نہیں تم نے مجھ سے ذوالقرنین کا واقعہ دریافت کیا۔ اصحاب کہف کا قصہ پوچھا تو میں نے ان کے صحیح واقعات تمہارے سامنے بیان کر دیئے جو نفس الامر کے مطابق ہیں اگر میرے پاس اللہ کی وحی نہ آتی تو میں ان گزشتہ واقعات کو جس طرح وہ ہوئے ہیں تمہارے سامنے کس طرح بیان کر سکتا؟ سنو! تمام تر وحی کا خلاصہ یہ ہے کہ تم موحد بن جاؤ شرک کو چھوڑ دو۔ میری دعوت یہی ہے جو بھی تم میں سے اللہ سے مل کر اجر و ثواب لینا چاہتا ہو اسے شریعت کے مطابق عمل کرنے چاہئیں اور شرک سے بالکل بچنا چاہئے ان دونوں ارکان کے بغیر کوئی عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں' خلوص ہو اور مطابقت سنت ہو۔

ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ بہت سے نیک کاموں میں باوجود مرضی الٰہی کی تلاش کے میرا ارادہ یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ میری نیکی دیکھیں تو میرے لئے کیا حکم ہے آپ خاموش رہے اور یہ آیت اتری' یہ حدیث مرسل ہے۔ (١) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نماز' روزہ' صدقہ' خیرات' حج' زکوٰۃ' کرتا ہے' اللہ کی رضامندی بھی ڈھونڈتا ہے اور لوگوں میں نیک نامی اور بڑائی بھی۔ آپ نے فرمایا اس کی کل عبادت اکارت ہے' اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے جو اس کی عبادت میں اور نیت بھی کرے تو اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے کہ یہ سب اسی دوسرے کو دے دو مجھے اس کی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ (٢)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حضور ﷺ کے پاس باری باری آتے' رات گزارتے' کبھی آپ کو کوئی کام ہوتا تو فرما دیتے ایسے لوگ بہت زیادہ تھے ایک شب ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا کھسر پھسر کر رہے ہو؟ ہم نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ ہماری توبہ ہے

---

(١) [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٤٢٧)]

(٢) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٤٠/١٦)، (٢٣٤٢٩)] اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔]

ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے اور دل ہمارے خوفزدہ تھے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ دہشت ناک بتاؤں وہ پوشیدہ شرک ہے کہ انسان دوسرے انسان کو دکھانے کے لئے نماز پڑھے۔ [1]

مسند احمد میں ہے ابن غنم کہتے ہیں میں اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جابیہ کی مسجد میں گئے وہاں ہمیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ملے بائیں ہاتھ سے انہوں نے میرا داہنا ہاتھ تھام لیا اور اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بایاں ہاتھ تھام لیا اور اسی طرح ہم تینوں وہاں سے باتیں کرتے ہوئے نکلے۔ آپ فرمانے لگے دیکھو اور تم دونوں یا تم میں سے جو بھی زندہ رہا تو ممکن ہے اس وقت کو بھی وہ دیکھ لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن سیکھا ہوا پہلا آدمی حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنے والا اور ہر حکم کو مناسب جگہ رکھنے والا آئے اور اس کی قدر و منزلت لوگوں میں ایسی ہو جیسی مردہ گدھے کے سر کی۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ آ گئے اور بیٹھتے ہی حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! مجھے تو تم پر سب سے زیادہ اس کا ڈر ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یعنی پوشیدہ خواہش اور شرک کا۔ اس پر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ معاف فرمائے ہم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس بات سے شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ اس جزیرہ عرب میں اس کی عبادت کی جائے۔ ہاں پوشیدہ شہوت تو یہی خواہش کی چیزیں عورتیں وغیرہ ہیں لیکن یہ شر ہماری سمجھ میں تو نہیں آیا جس سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں۔ حضرت شداد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اچھا بتاؤ تو ایک آدمی دوسروں کو دکھانے کیلئے نماز، روزہ، صدقہ، خیرات کرتا ہے۔ اس کا حکم تمہارے نزدیک کیا ہے؟ اس نے شرک کیا؟ سب نے جواب دیا بے شک ایسا شخص مشرک ہے، آپ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص دکھاوے کیلئے نماز پڑھے وہ مشرک ہے جو دنیا کو دکھانے کے لئے روزہ رکھے وہ مشرک ہے جو لوگوں میں اپنی سخاوت جتانے کے لئے صدقہ خیرات کرے وہ بھی مشرک ہے اس پر حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے اعمال میں جو اللہ کے لئے ہو اللہ اسے قبول فرمالے اور جو دوسرے کے لئے وہ اسے رد کر دے؟ حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ ہرگز نہیں ہونے کا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جناب باری عز و جل کا ارشاد ہے کہ میں سب سے بہتر حصے والا ہوں، جو بھی میرے ساتھ کسی عمل میں دوسرے کو شریک کرے میں اپنا حصہ بھی اسی دوسرے کے سپرد کر دیتا ہوں۔ اور نہایت بے پرواہی سے جز کل سب کو چھوڑ دیتا ہوں۔ [2]

---

[1] [ضعیف :مسند احمد (٣/٣٠) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب الریاء والسمعۃ (٤٢٠٤) مستدرك حاکم (٣٢٩/٤) مجمع الزوائد (٣١٥/١)] اس کی سند میں ربیح بن عبدالرحمٰن اور کثیر بن زید ضعیف راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفٰی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ البتہ حافظ بوصیریؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [الزوائد]

[2] [ضعیف :مسند احمد (١٢٥/٤) مسند طیالسی (١١٢٠) مستدرك حاکم (٣٢٩/٤) بیھقی فی شعب الایمان (٦٨٣٣) ابن عدی فی الکامل (١٣٥٧/٤) مجمع الزوائد (٢٢١/١٠)] اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الترغیب (٢١)]

اور روایت میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک دن رونے لگے ہم نے پوچھا حضرت آپ کیسے رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے ایک حدیث یاد آ گئی اور اس نے رلا دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر شرک اور پوشیدہ شہوت کا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا ہاں سنو وہ سورج چاند پتھر بت کو نہ پوجے گی بلکہ اپنے اعمال میں ریا کاری کرے گی۔ پوشیدہ شہوت یہ ہے کہ صبح روزے سے ہے اور کوئی خواہش سامنے آئی، روزہ چھوڑ دیا [1] (ابن ماجہ مسند احمد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں تمام شریکوں سے بہتر ہوں۔ میرے ساتھ جو بھی کسی کو شریک کرے میں اپنا حصہ بھی اسی کو دے دیتا ہوں۔ [2] اور روایت میں ہے کہ جو شخص کسی عمل میں میرے ساتھ دوسرے کو ملائے میں اس سے بری ہوں اور اس کا وہ پورا عمل اس غیر کے لئے ہی ہے۔ [3] ایک اور حدیث میں ہے مجھے تمہاری نسبت سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے لوگوں نے پوچھا وہ چھوٹا شرک کیا ہے؟ فرمایا ریا کاری۔ قیامت کے دن ریا کاروں کو جواب ملے گا کہ جاؤ جن کے لئے عمل کئے تھے انہی کے پاس جزا مانگو۔ دیکھو پاتے بھی ہو؟ [4] ابو سعید بن ابو فضالہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں اس دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس نے اپنے جس عمل میں اللہ کے ساتھ دوسرے کو ملایا ہو اسے چاہئے کہ اپنے اس عمل کا بدلہ اس دوسرے سے مانگ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ ساجھے سے بہت ہی بے نیاز ہے۔ [5] حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ریا کار کو عذاب بھی سب کو دکھا کر ہوگا اور نیک اعمال لوگوں کو سنانے والے کو عذاب بھی سب کو سنا کر ہوگا۔ [6] (مسند احمد) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے

---

[1] [ضعیف :مسند احمد (۱۲٤/٤) طبرانی کبیر (۷۱٤٤) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الریاء والسمعة (٤۲۰٥) مستدرك حاكم (۳۳۰/٤)] امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں عبدالواحد متروک ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه ، التعلیق الرغیب (۳٦/۱)]

[2] [صحیح :السلسلة الصحیحة للألبانی (۲۷٦٤)]

[3] [صحیح :مسند احمد (۳۰۱/۲) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الریاء والسمعة (٤۲۰۲) صحیح ابن خزیمة (۹۳۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه ، احکام الجنائز (ص : ٥۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح :مسند احمد (٤۲۸/٥)]

[5] [حسن :مسند احمد (٤٦٦/۳) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة الکهف (۳۱٥۳) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الریاء والسمعة (٤۲۰۳)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، صحیح ابن ماجه ، المشکاة (٥۳۱۸)]

[6] [صحیح لغیره :مسند احمد (٤٥/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۰٤٥٦)]

بھی یہ روایت مروی ہے۔ ① ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے نیک اعمال اچھالنے والے کو اللہ تعالیٰ ضرور رسوا کرے گا اس کے اخلاق بگڑ جائیں گے اور وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر و ذلیل ہوگا۔ یہ بیان فرما کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رونے لگے ② (مسند احمد) حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن انسان کے نیک اعمال کے مہر شدہ صحیفے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔ جناب باری عزوجل فرمائے گا اسے پھینک دو اسے قبول کرو اسے پھینک دو اس وقت فرشتے عرض کریں گے کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ جہاں تک ہمارا علم ہے، ہم تو اس شخص کے اعمال نیک ہی جانتے ہیں جواب ملے گا کہ جن کو میں پھینکوا رہا ہوں یہ وہ اعمال ہیں جن میں صرف میری ہی رضامندی مطلوب نہ تھی بلکہ ان میں ریاکاری تھی آج میں تو صرف ان اعمال کو قبول کروں گا جو صرف میرے لئے ہی کئے گئے ہوں۔ ③ (بزار)

ارشاد ہے کہ جو دکھاوے سناوے کے لئے کھڑا ہوا ہو وہ جب تک نہ بیٹھے اللہ کے غصے اور غضب میں رہتا ہے ④ ابویعلیٰ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص لوگوں کو دیکھتے ہوئے تو ٹھہر ٹھہر کر اچھی کر کے نماز پڑھے اور تنہائی میں بری طرح جلدی جلدی بے دلی سے ادا کرے اس نے اپنے عزوجل کی توہین کی۔ ⑤ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس آیت کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قرآن کی آخری آیت بتاتے ہیں ⑥ لیکن یہ قول اشکال سے خالی نہیں کیونکہ سورۂ کہف پوری کی پوری مکے شریف میں نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے بعد مدینے میں برابر دس سال تک قرآن کریم اترتا رہا تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ آیت آخری ہے یعنی کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوئی اس میں جو حکم ہے وہ آخر تک بدلا نہیں گیا اس کے بعد کوئی ایسی آیت نہیں اتری جو اس میں تبدیل وتغیر کرے۔ واللہ اعلم۔ ایک بہت ہی غریب حدیث حافظ ابوبکر بزار رحمہ اللہ اپنی کتاب میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص آیت ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا﴾

---

① [صحیح : مسند احمد (۳/ ٤٠) ترمذی : کتاب الزھد : باب ما جاء فی الریاء والسمعة (۲۳۸۱) مسند ابو یعلی (۱۰۵۹)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

② [صحیح : مسند احمد (۲/ ۱٦۲)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٦۵۰۹)]

③ [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (٤/ ٤٦۰) العقیلی فی الضعفاء (۱/ ۲۱۸)] اس کی سند میں حارث بن غسان راوی ضعیف ہے۔]

④ [ضعیف : مجمع الزوائد (۱۰/ ۲۲۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں یزید بن عیاض راوی متروک ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع (۵۷۵۵)]

⑤ [ضعیف : مسند ابو یعلی (۵۱۱۷) بیھقی فی السنن الکبری (۲/ ۲۹۰) مجمع الزوائد (۱۷٦۵۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابراہیم ہجری راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف الجامع (۵۳٦۱)]

⑥ [ضعیف : اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔]

الخ، کورات کے وقت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے اتنا بڑا نور عطا فرمائے گا جو عدن سے مکے شریف تک پہنچے۔ [1]

الحمدللہ سورۂ کہف کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ مریم

اسی سورت کی شروع کی آیتیں حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے شاہ حبش کے دربار میں بادشاہ کے درباریوں کے سامنے تلاوت فرمائی تھیں۔ [2] (مسند احمد اور سیرت محمد بن اسحاق)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
كٓهٰيٰعٓصٓ ۟ۚ ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا ۖۚ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝
قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ وَهَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّىۡ وَاشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَيۡبًا وَّلَمۡ اَكُنۡۢ بِدُعَآئِكَ
رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَاِنِّىۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِىَ مِنۡ وَّرَآءِىۡ وَكَانَتِ امۡرَاَتِىۡ عَاقِرًا فَهَبۡ لِىۡ
مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِىۡ وَيَرِثُ مِنۡ اٰلِ يَعۡقُوۡبَ ۖ وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝

بہت ہی مہربان بہت ہی رحم والے اللہ کے نام سے شروع

"کٓھٰیٰعٓصٓ" ○ یہ ہے تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی ○ جب کہ اس نے اپنے رب سے خفیہ خفیہ دعا کی تھی ○ کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بودی ہوگئی ہیں اور بڑھاپے کی وجہ سے میرے سر سے سفید بالوں کے شعلے اٹھ رہے ہیں لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا ○ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت داروں کا ڈر ہے میری بیوی بھی بانجھ ہے تو تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما ○ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا بھی جانشین ہو۔ اور میرے رب تو اسے اپنا مقبول بندہ بنا لے ○

زکریا علیہ السلام پر رحمت الٰہی کا تذکرہ: اس سورت کے شروع میں جو پانچ حروف ہیں انہیں حروف مقطعہ کہا جاتا ہے ان کا تفصیلی بیان ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔ اللہ کے بندے حضرت زکریا نبی علیہ السلام پر لطف الٰہی نازل ہوا اس کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ ایک قراءت میں زکریاء ہے۔ یہ لفظ مد سے ہے اور قصر سے بھی دونوں قراءتیں مشہور ہیں۔ آپ بنو اسرائیل کے زبردست رسول تھے۔ صحیح بخاری میں ہے آپ بڑھئی کا پیشہ کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ [3] رب سے دعا کرتے ہیں لیکن اس وجہ سے کہ لوگوں کے نزدیک یہ انوکھی دعا تھی کوئی سنتا تو خیال کرتا کہ لو بڑھاپے میں اولاد کی چاہت ہوئی ہے۔ اور یہ وجہ بھی تھی کہ پوشیدہ دعا اللہ کو زیادہ پیاری ہوتی ہے اور قبولیت

---

[1] [ضعیف: مسند بزار (٣١٠٨) مستدرك حاكم (٢/٣٧١) الدر المنثور للسیوطی (٤/٤٦٣) مجمع الزوائد (١٧٠٦٢)] اس کی سند میں ابو قرہ راوی مجہول ہے۔]

[2] [سیرة ابن هشام (١/٣٣٦) مسند احمد (١/٤٦١)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب من فضائل زکریا (٢٣٧٩) مسند احمد (٢/٢٩٦)]

سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی دل کو بخوبی جانتا ہے اور آہستگی کی آواز کو پوری طرح سنتا ہے۔

بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص اپنے والوں کی پوری نیند کے وقت اٹھے اور پوشیدگی سے اللہ کو پکارے کہ اے میرے پروردگار اے میرے پالنہار اے میرے رب! اللہ تعالیٰ اسی وقت جواب دیتا ہے کہ لبیک میں موجود ہوں میں تیرے پاس ہوں۔ دعا میں کہتے ہیں کہ اے اللہ میرے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں میری ہڈیاں کھوکھلی ہو چکی ہیں میرے سر کی سیاہی اب تو سفیدی سے بدل گئی ہے یعنی ظاہری اور پوشیدگی کی تمام طاقتیں زائل ہو گئی ہیں اندرونی اور بیرونی ضعف نے گھیر لیا ہے۔ میں تیرے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا تجھ کریم سے جو مانگا تو نے عطا فرمایا موالی کو کسائی نے موالی پڑھا ہے۔ مراد اس سے عصبہ ہیں۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے خفت کو حفت پڑھنا مروی ہے یعنی میرے والے بہت کم ہیں۔ پہلی قراءت پر مطلب یہ ہے کہ چونکہ میری اولاد نہیں اور جو میرے رشتے دار ہیں ان سے مجھے خوف ہے کہ مبادا یہ کہیں میرے بعد کوئی برا تصرف نہ کر دیں تو تو مجھے اولاد عنایت فرما جو میرے بعد میری نبوت سنبھالے۔ یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ آپ کو اپنے مال املاک کے ادھر ادھر ہو جانے کا خوف تھا۔

انبیاء علیہ السلام اس سے بہت پاک ہیں۔ ان کا مرتبہ اس سے بہت سوا ہے کہ وہ اس لئے اولاد مانگیں کہ اگر اولاد نہ ہوئی تو میرا ورثہ دور کے رشتہ داروں میں چلا جائے گا۔

دوسرے بظاہر یہ بھی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جو عمر بھر اپنی ہڈیاں پیل کر بڑھئی کا کام کر کے اپنا پیٹ اپنے ہاتھ کے کام سے پالتے رہے ان کے پاس کونسی بڑی رقم تھی کہ جس کے ورثے کے لئے اس قدر پس و پیش ہوتا کہ کہیں یہ دولت ہاتھ سے نہ نکل جائے انبیاء علیہم السلام تو یوں بھی ساری دنیا سے زیادہ مال سے بے رغبت اور دنیا کے زاہد ہوتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ بخاری و مسلم میں کئی سندوں سے حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمارا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں سب صدقہ ہے۔ [1]

ترمذی میں صحیح سند سے مروی ہے کہ ہم جماعت انبیاء علیہم السلام ہیں ہمارا ورثہ نہیں بٹا کرتا۔ [2] پس ثابت ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا یہ فرمان کہ مجھے بیٹا دے جو میرا وارث ہو اس سے مطلب ورثہ نبوت ہے نہ کہ مالی ورثہ۔ اسی لئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ [3] سلیمان

---

[1] [صحیح صحیح بخاری : کتاب فرض الخمس : باب فرض الخمس (٣٠٩٤) و کتاب المغازی (٤٠٣٣) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب قول النبی لا نورث ما ترکنا فهو صدقة (١٧٥٩) ترمذی : کتاب السیر : باب ما جاء فی ترکة رسول الله (١٦١٠) ابوداؤد : کتاب الخراج والامارة والفیئ : باب فی صفایا رسول الله من الاموال (٢٩٦٣) نسائی : کتاب قسم الفیئ (٤١٥٣)]

[2] [صحیح مسند احمد (٢/٤٦٣) ترمذی : کتاب السیر : باب ما جاء فی ترکة النبی (١٦١٠)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٩٩٧٢)]

[3] [سورۃ النمل: آیت ١٦]

داؤد ﷺ کے وارث ہوئے۔ یعنی نبوت کے وارث ہوئے۔ نہ کہ مال کے ورنہ مال میں اور اولاد بھی شریک ہوتی ہے۔ تخصیص نہیں ہوتی۔ چوتھی وجہ یہ بھی ہے اور یہ بھی معقول وجہ ہے کہ اولاد کا وارث ہونا تو عام ہے' سب میں ہے تمام مذہبوں میں ہے پھر کوئی ضرورت نہ تھی کہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنی دعا میں یہ وجہ بیان کرتے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ ورثہ کوئی خاص ورثہ تھا اور وہ نبوت کا وارث بننا تھا۔ پس ان تمام وجوہ سے ثابت ہے کہ اس سے مراد ورثہ نبوت ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے ہم جماعت انبیاء علیہم السلام کا ورثہ نہیں بٹتا ہم جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد ورثہ علم ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اولاد یعقوب علیہ السلام میں سے تھے۔ ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ بھی اپنے بڑوں کی طرح نبی بنے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبوت اور علم کا وارث بنے۔ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے میری اور آل یعقوب علیہ السلام کی نبوت کا وارث بنے۔ زید بن اسلم بھی یہی فرماتے ہیں ابوصالح کا قول یہ بھی ہے کہ میرے مال کا اور خاندان کا حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت کا وہ وارث ہو۔

مسند عبدالرزاق میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ زکریا علیہ السلام پر رحم کرے بھلا انہیں وراثت مال سے کیا غرض تھی؟ اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی مضبوط قلعے کی تمنا کرنے لگے۔ [1] ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا بھائی زکریا علیہ السلام پر اللہ کا رحم ہو کہنے لگے اے اللہ مجھے اپنے پاس سے والی عطا فرما اور آل یعقوب کا وارث بنا [2] یہ سب حدیثیں مرسل ہیں جو صحیح احادیث کا معارضہ نہیں کر سکتیں۔ واللہ اعلم۔ اور اے اللہ اسے اپنا پسندیدہ غلام بنا لے اور ایسا دیندار بنا کہ تیری محبت کے علاوہ تمام مخلوق بھی اس سے محبت کرے اس کا دین اور اخلاق ہر ایک پسندیدگی اور پیاری نظر سے دیکھے۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝

اے زکریا ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس سے پہلے اس کا ہم نام بھی کسی کو نہیں کیا ۝

بچے کی خوشخبری: حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا مقبول ہوتی ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ آپ ایک بچے کی خوشخبری سن لیں جس کا نام یحییٰ ہے جیسے اور آیت ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ﴾ [3] الخ' میں حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی اے اللہ مجھے اپنے پاس سے بہترین اولاد عطا فرما تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔ فرشتوں نے انہیں آواز دی اور وہ اس وقت کی نماز کی جگہ میں نماز میں کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے جو سردار ہوگا اور پاکباز ہوگا اور نبی ہوگا اور پورا نیک کار اعلیٰ درجے کے بھلے لوگوں میں سے ہوگا۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے اس نام کا کوئی اور انسان نہیں ہوا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مشابہ کوئی اور نہ ہوگا یہی معنی ﴿سَمِيًّا﴾

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۵۰۰) عبدالرزاق فی التفسیر (۱۷۳۵)]

[2] [مرسل و ضعیف تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳٤۹۹)] اس میں جابر بن نوح ضعیف ہے۔]

[3] [آل عمران: ۳۸۔۳۹]

کے آیت ﴿هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا﴾ [1] میں ہیں۔

یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ اس سے پہلے کسی بانجھ عورت سے ایسی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی صاحبہ بھی شروع عمر سے بے اولاد تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ نے بھی بچے کے ہونے کی بشارت سن کر بے حد تعجب کیا تھا لیکن ان کے تعجب کی وجہ ان کا بے اولاد ہونا اور بانجھ ہونا نہ تھی۔ بلکہ بہت زیادہ بڑھاپے میں اولاد کا ہونا یہ تعجب کی وجہ تھی اور حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں تو اس پورے بڑھاپے تک کوئی اولاد ہی نہ تھی اس لئے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے اس انتہائی بڑھاپے میں تم اولاد کی خبر کیسے دے رہے ہو؟ ورنہ اس سے تیرہ سال پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہوئے تھے آپ کی بیوی صاحبہ نے بھی اس خوشخبری کو سن کر تعجب سے کہا تھا کہ اس بڑھے ہوئے بڑھاپے میں میرے ہاں اولاد ہوگی؟ ساتھ ہی میرے میاں بھی غایت درجے کے بوڑھے ہیں۔ یہ تو سخت تعجب خیز چیز ہے۔ یہ سن کر فرشتوں نے کہا تھا کہ کیا تمہیں امر الٰہی سے تعجب ہے؟ اے ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں اللہ تعریفوں اور بزرگیوں والا ہے۔ [2]

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝

زکریا کہنے لگے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ میری بیوی بانجھ اور میں خود بڑھاپے کے انتہائی ضعف کو پہنچ چکا ہوں ○ ارشاد ہوا کہ وعدہ اسی طرح ہو چکا‘ تیرے رب نے فرما دیا ہے کہ مجھ پر تو یہ بالکل آسان ہے۔ تو خود جب کہ کچھ نہ تھا‘ میں تجھے پیدا کر چکا ہوں ○

زکریا علیہ السلام کی خوشی: حضرت زکریا علیہ السلام اپنی دعا کی قبولیت اور اپنے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت سن کر خوشی اور تعجب سے کیفیت دریافت کرنے لگے کہ بظاہر اسباب تو یہ امر مستبعد اور ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ دونوں جانب سے حالت محض ناامیدی کی ہے۔ بیوی بانجھ جس سے اب تک اولاد نہیں ہوئی میں بوڑھا اور بے حد بوڑھا جس کی ہڈیوں میں اب تو گودا بھی نہیں رہا خشک ٹہنی جیسا ہو گیا ہوں گھر والی بھی بڑھیا پھوس ہو گئی ہے پھر ہمارے ہاں اولاد کیسے ہوگی؟۔ غرض رب العالمین سے کیفیت بوجہ تعجب وخوشی دریافت کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں تمام سنتوں کو جانتا ہوں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر عصر میں پڑھتے تھے یا نہیں؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس لفظ کو ﴿عِتِيًّا﴾ پڑھتے تھے یا ﴿عِسِيًّا﴾۔ (احمد) [3] فرشتے نے جواب دیا کہ یہ تو وعدہ ہو چکا اسی حالت میں اسی بیوی سے تمہارے ہاں لڑکا ہوگا اللہ کے ذمے یہ کام مشکل نہیں۔ اس سے زیادہ تعجب والا اور اس سے بڑی

---

[1] [مریم: ٦٥] [2] [هود: ٧٢-٧٣]

[3] [صحیح: ابوداؤد: كتاب الصلاة: باب قدر القراءة في صلاة الظهر والعصر (٨٠٩) مسند احمد (٢٤٩/١) تفسير ابن جرير الطبري (٢٣٥١٤)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

قدرت والا کام تو تم دیکھ چکے ہو اور وہ خود تمہارا وجود ہے جو کچھ نہ تھا اور اللہ نے بنا دیا۔ پس جو تمہاری پیدائش پر قادر تھا وہ تمہارے ہاں اولاد دینے پر بھی قادر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾ [1] یعنی یقیناً انسان پر اس کے زمانے کا ایسا وقت بھی گزرا ہے، جس میں وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً ۚ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿١١﴾

کہنے لگے میرے پروردگار! میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دے، ارشاد ہوا کہ تیرے لئے علامت یہ ہے کہ باوجود بھلا چنگا ہونے کے تو تین راتوں تک کسی شخص سے بول چال نہ سکے گا ○ اب (زکریا) اپنے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آ کر انہیں اشارہ کرتے ہیں کہ تم صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کیا کرو ○

ایک اور دعا: حضرت زکریا علیہ السلام اپنے مزید اطمینان اور تشفی قلب کیلئے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اس بات پر کوئی نشان ظاہر فرما۔ جیسے کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے مردوں کو جی اٹھنے کے دیکھنے کی تمنا اسی لئے ظاہر فرمائی تھی تو ارشاد ہوا کہ تو گونگا نہ ہوگا بیمار نہ ہوگا لیکن تیری زبان لوگوں سے باتیں نہ کر سکے گی تین دن رات تک یہی حالت رہے گی۔

یہی ہوا بھی کہ تسبیح استغفار، حمد و ثنا وغیرہ پر تو زبان چلتی تھی لیکن لوگوں سے بات نہ کر سکتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ﴿سَوِيًّا﴾ کے معنی پے در پے کے ہیں یعنی مسلسل برابر تین شبانہ روز تمہاری دنیوی باتوں سے رکی رہے گی۔ پہلا قول بھی آپ ہی سے مروی ہے اور جمہور کی تفسیر بھی یہی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے چنانچہ سورۂ آل عمران میں اس کا بیان بھی گزر چکا ہے کہ علامت طلب کرنے پر فرمان ہوا کہ تین دن تک تم صرف اشاروں کنایوں سے لوگوں سے باتیں کر سکتے ہو۔ ہاں اپنے رب کی یاد بکثرت کرو اور صبح شام اس کی پاکیزگی بیان کیا کرو۔ پس ان تین دن رات میں کسی انسان سے کوئی بات نہیں کر سکتے تھے ہاں اشاروں سے سمجھا دیا کرتے تھے لیکن یہ نہیں کہ آپ گونگے ہو گئے ہوں۔ اب آپ اپنے حجرے سے جہاں جا کر تنہائی میں اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا کی تھی باہر آئے اور جو نعمت اللہ نے آپ پر انعام کی تھی اور جس تسبیح و ذکر کا آپ کو حکم ہوا تھا وہی قوم کو بھی حکم دیا لیکن چونکہ بول نہ سکتے تھے اس لئے انہیں اشاروں سے سمجھایا یا زمین پر لکھ کر انہیں سمجھا دیا۔

يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكَاةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾

ع ۵

اے یحییٰ! میری کتاب کو قوت کے ساتھ مضبوطی سے تھام لے اور ہم نے اسے لڑکپن سے دانائی عطا فرما دی ○ اور اپنے

---

[1] [سورۃ الدھر: آیت ١]

پاس سے شفقت اور پاکیزگی بھی، وہ پرہیز گار شخص تھا○ اور اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرنے والا تھا وہ گردن کش اور گنہگار نہ تھا○ اس پر سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا جس دن مرے اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے○

یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش: بمطابق بشارت الٰہی حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اللہ نے انہیں تورات سکھلا دی جو ان پر پڑھی جاتی تھی اور جس کے احکام نیک لوگ اور انبیاء علیہم السلام دوسروں کو بتلاتے تھے اس وقت ان کی عمر بچپن کی ہی تھی اسی لئے اپنی اس انوکھی نعمت کا بھی ذکر کیا کہ بچہ بھی دیا اور اسے آسمانی کتاب کا عالم بھی بچپن سے ہی کر دیا اور حکم دے دیا کہ حرص اجتہاد کوشش اور قوت کے ساتھ کتاب اللہ سیکھ لے۔ ساتھ ہی ہم نے اسے اسی کم عمری میں فہم و علم، قوت و عزم، دانائی اور علم عطا فرمایا نیکیوں کی طرف بچپن سے ہی جھک گئے اور کوشش وخلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں لگ گئے۔ بچے آپ سے کھیلنے کو کہتے تھے مگر یہ جواب پاتے تھے کہ ہم کھیل کے لئے پیدا نہیں کئے گئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا وجود حضرت زکریا علیہ السلام کے ہماری رحمت کا کرشمہ تھا جس پر بجز ہمارے اور کوئی قادر نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے۔ کہ واللہ! میں نہیں جانتا کہ حنان کا مطلب کیا ہے لغت میں شفقت و رحمت وغیرہ کے معنی میں یہ آتا ہے بظاہر یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اسے بچپن سے ہی حکم دیا اور اسے شفقت ومحبت اور پاکیزگی عطا فرمائی۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص جہنم میں ایک ہزار سال تک یا حنان یا منان پکارتا رہے گا[1] پس ہر میل کچیل سے ہر گناہ اور معصیت سے آپ بچے ہوئے تھے۔ صرف نیک اعمال آپ کی عمر کا خلاصہ تھا آپ گناہوں سے اور اللہ کی نافرمانیوں سے یکسو تھے۔ ساتھ ہی ماں باپ کے فرمانبردار، اطاعت گزار اور ان کے ساتھ نیک سلوک تھے کبھی کسی بات میں ماں باپ کی مخالفت نہیں کی کبھی ان کے فرمان سے باہر نہیں ہوتے کبھی ان کے روک کے بعد کسی کام کو نہیں کیا کوئی سرکشی نافرمانی کی خو آپ میں نہ تھی۔

ان اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے بدلے تینوں حالتوں میں آپ کو اللہ کی طرف سے امن وامان اور سلامتی ملی۔ یعنی پیدائش والے دن موت والے دن اور حشر والے دن۔ یہی تینوں جگہیں گھبراہٹ کی اور انجان ہوتی ہیں انسان ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی ایک نئی دنیا دیکھتا ہے جو اس کی آج تک کی دنیا سے عظیم الشان اور بالکل مختلف ہوتی ہے موت والے دن اس مخلوق سے واسطہ پڑتا ہے جس سے حیات میں کبھی بھی واسطہ نہیں پڑا نہ انہیں کبھی دیکھا۔ محشر والے دن بھی علی ہذا القیاس اپنے آپ کو ایک بہت بڑے مجمع میں جو بالکل نئی چیز ہے دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ پس ان تینوں وقتوں میں اللہ کی طرف سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سلامتی ملی۔

ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام لوگ قیامت کے دن کچھ لے کر جائیں گے سوائے

---

[1] [ضعیف جدا: مسند احمد (٣/ ٢٣٠)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [(٣/٢٦٧)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے سخت ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٣٤١١)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے گناہ تو کیا قصد گناہ بھی کبھی نہیں کیا۔ یہ حدیث مرفوعاً اور دو سندوں سے بھی مروی ہے [1] لیکن وہ دونوں سندیں بھی ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فرمانے لگے آپ میرے لئے استغفار کیجئے آپ مجھ سے بہتر ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا آپ مجھ سے بہتر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تو آپ ہی اپنے اوپر سلام کہا اور آپ پر خود اللہ نے سلام کہا۔ اب ان دونوں نے ہی اللہ کی فضیلت ظاہر کی۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا ۖ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ ۖ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ أَنّٰى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا ﴿٢١﴾

اس کتاب میں مریم کا بھی واقعہ بیان کر، جب کہ وہ اپنے گھر کے لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک مشرقی مکان میں آئیں ○ اور ان لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا۔ پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا ○ یہ کہنے لگیں میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کچھ بھی اللہ ترس ہے ○ اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں ○ کہنے لگیں بھلا میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان کا ہاتھ تک نہیں لگا اور نہ میں بدکار ہوں ○ اس نے کہا بات تو یہی ہے، لیکن تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ وہ مجھ پر بہت آسان ہے، ہم تو اسے لوگوں کے لئے ایک نشان بنا دیں گے اور اپنی خاص رحمت، یہ تو ایک طے شدہ بات ہے ○

واقعہ مریم علیہا السلام: اوپر حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا اور یہ بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ اپنے پورے بڑھاپے تک بے اولاد رہے ان کی بیوی کو کچھ ہوا ہی نہ تھا بلکہ اولاد کی صلاحیت ہی نہ تھی اس پر اللہ نے اس عمر میں ان کے ہاں اپنی قدرت سے اولاد عطا فرمائی حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جو نیک اور وفا شعار تھے اس کے بعد اس سے بھی بڑھ کر اپنی قدرت کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ وہ کنواری تھیں۔ کسی مرد کا ہاتھ تک انہیں نہ لگا تھا اور بے مرد کے اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے انہیں اولاد عطا فرمائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا فرزند انہیں دیا جو اللہ کے برگزیدہ اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ تھے۔ پس چونکہ ان دو قصوں میں پوری مناسبت ہے اسی لئے یہاں بھی اور سورۂ آل عمران میں بھی اور سورۂ انبیاء میں بھی ان دونوں کو متصل بیان فرمایا۔ تاکہ بندے اللہ

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (١/٢٥٤) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٥٦٦) مسند ابو یعلی (٢٥٤٤)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں علی بن زید راوی ہے جسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (٨/٢٠٩)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٢٩٤)]

تعالیٰ کی بے مثال قدرت اور عظیم الشان سلطنت کا معائنہ کرلیں۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا عمران کی صاحبزادی تھیں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں سے تھیں۔ بنو اسرائیل میں یہ گھرانہ طیب وطاہر تھا۔ سورۂ آل عمران میں آپ کی پیدائش کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔

اس زمانے کے دستور کے مطابق آپ کی والدہ صالحہ نے آپ کو بیت المقدس کی مسجد قدس کی خدمت کے لئے دنیوی کاموں سے آزاد کر دیا تھا۔ اللہ نے یہ نذر قبول فرمائی اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی نشو ونما بہترین طور سے کی اور آپ اللہ کی عبادت میں، ریاضت میں اور نیکیوں میں مشغول ہوگئیں۔ آپ کی عبادت و ریاضت، زہد و تقوی زبان زد عوام ہوگیا۔ آپ اپنے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کی پرورش و تربیت میں تھیں۔ جو اس وقت کے بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ تمام بنی اسرائیل دینی امور میں انہی کے تابع فرمان تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام پر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں خصوصاً یہ کہ جب کبھی آپ ان کے عبادت خانے میں جاتے نئی قسم کے بے موسم پھل وہاں موجود پاتے دریافت کیا کرتے کہ مریم رضی اللہ عنہا یہ کہاں سے آئے؟ جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے وہ ایسا قادر ہے کہ جسے چاہے بے حساب روزیاں عطا فرمائے۔

اب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرے جو منجملہ پانچ اولوالعزم پیغمبروں سے ایک ہیں۔ آپ مسجد قدس کے مشرقی جانب گئیں یا تو بوجہ حیض آنے کے یا کسی اور سبب سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل کتاب پر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہونا اور حج کرنا فرض کیا گیا تھا لیکن چونکہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا بیت المقدس سے مشرق کی طرف گئی تھیں جیسے فرمان الٰہی ہے اس وجہ سے ان لوگوں نے مشرق رخ نمازیں شروع کر دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ کو انہوں نے از خود قبلہ بنالیا۔ مروی ہے کہ جس جگہ آپ گئی تھیں، وہ جگہ یہاں سے دور اور بے آباد تھی۔ کہتے ہیں کہ وہاں آپ کا کھیت تھا، جسے پانی پلانے کے لئے آپ گئی تھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہیں حجرہ بنالیا تھا کہ لوگوں سے الگ تھلگ عبادت الٰہی میں فراغت کے ساتھ مشغول رہیں۔ واللہ اعلم

جب یہ لوگوں سے دور ہوگئیں اور ان میں اور آپ میں حجاب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس امین فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا، وہ پوری انسانی شکل میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ یہاں روح سے مراد یہی بزرگ فرشتے ہیں۔ جیسے آیت ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِيْنُ﴾ [1] الخ، میں ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ روز ازل میں جب کہ ابن آدم کی تمام روحوں سے اللہ کی الوہیت کا اقرار لیا گیا تھا ان روحوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی تھی اسی روح کو بصورت انسان اللہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ اسی روح نے آپ سے باتیں کیں اور آپ کے جسم میں حلول کر گئی۔ لیکن یہ قول علاوہ غریب ہونے کے بالکل ہی منکر ہے بہت ممکن ہے کہ یہ بنی اسرائیلی قول ہو۔ آپ نے جب اس تنہائی کے مکان میں ایک غیر شخص کو دیکھا تو یہ سمجھ کر کہ کہیں یہ کوئی

---

[1] [سورہ الشعراء: ١٩٣-١٩٤]

برا آدمی نہ ہو اُسے اللہ کا خوف دلایا کہ اگر تو پرہیز گار ہے تو اللہ کا خوف کر۔ میں اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اتنا پتہ تو آپ کو ان کے بشرے سے چل گیا تھا کہ یہ کوئی بھلا انسان ہے۔ اور یہ جانتی تھیں کہ نیک شخص کو اللہ کا ڈر اور خوف کافی ہے۔ فرشتے نے آپ کا خوف و ہراس ڈر اور گھبراہٹ دور کرنے کے لئے صاف کہہ دیا کہ اور کوئی گمان نہ کرو میں تو اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔

کہتے ہیں کہ اللہ کا نام سن کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کانپ اٹھے اور اپنی صورت پر آ گئے اور کہہ دیا کہ میں اللہ کا قاصد ہوں۔ اس لئے اللہ نے مجھے بھیجا ہے کہ وہ تجھے ایک پاک نفیس فرزند عطا کرنا چاہتا ہے ﴿لِأَهَبَ﴾ کی دوسری قراءت ﴿لِيَهَبَ﴾ ہے ابو عمرو بن علا جو ایک مشہور معروف قاری ہیں۔ ان کی یہی قراءت ہے۔ دونوں قراءتوں کی توجیہ اور مطلب بالکل صاف ہے اور دونوں میں استلزام بھی ہے۔ یہ سن کر مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اور تعجب ہوا کہ سبحان اللہ مجھے بچہ کیسے ہوگا؟ میرا تو نکاح ہی نہیں ہوا اور برائی کا مجھے تصور تک نہیں ہوا۔ میرے جسم پر کسی انسان کا بھی ہاتھ ہی نہیں لگا۔ میں بدکار نہیں پھر میرے ہاں اولاد کیسی؟ ﴿بَغِيًّا﴾ سے مراد زنا کار ہے۔

جیسے حدیث میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے کہ ((مَهْرُ الْبَغِيِّ)) زانیہ کی خرچی حرام ہے۔[1] فرشتے نے آپ کے تعجب کو یہ فرما کر دور کرنا چاہا کہ یہ سب سچ ہے لیکن اللہ اس پر قادر ہے کہ بغیر خاوند کے اور بغیر کسی اور بات کے بھی اولاد دے دے۔ وہ جو چاہے ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کو اور اس واقعہ کو اپنے بندوں کی تذکیر کا سبب بنا دے گا۔ یہ قدرت الٰہی کی ایک نشانی ہوگی تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ خالق ہر طرح کی پیدائش پر قادر ہے۔ آدم علیہ السلام کو بغیر عورت مرد کے پیدا کیا حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا۔ باقی تمام انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا کیا سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ بغیر مرد کے صرف عورت سے ہی پیدا ہوئے۔

پس تقسیم کی یہ چار ہی صورتیں ہو سکتی تھیں جو سب پوری کر دی گئیں اور اپنی کمال قدرت اور عظیم سلطنت کی مثال قائم کر دی۔ فی الواقع نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔ اور یہ بچہ اللہ کی رحمت بنے گا۔ رب کا پیغمبر ہوگا اللہ کی عبادت کی دعوت اس کی مخلوق کو دے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں نے کہا اے مریم!! اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ایک کلمے کی خوش خبری سناتا ہے جس کا نام مسیح بن مریم ہوگا جو دنیا اور آخرت میں آبرودار ہوگا اور ہوگا بھی اللہ کا مقرب وہ گہوارے میں ہی بولنے لگے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی۔ اور صالح لوگوں میں سے ہوگا یعنی بچپن اور

---

[1] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب البيوع : باب ثمن الكلب (۲۲۳۷) و كتاب الاجارة : باب كسب البغي والاماء (۲۲۸۲) و كتاب الطلاق : باب مهر البغي (۵۳٤٦) و كتاب الطب : باب الكهانة (۵۷٦۱) صحیح مسلم : کتاب المساقاة : باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن (۱۵٦۷) ابو داؤد : كتاب البيوع والاجارات : باب حلوان الكاهن (۳٤۲۸) ابن ماجه : كتاب التجارات : با ب النهي عن ثمن الكلب (۲۱۵۹) ترمذی : كتاب البيوع : باب ما جآء في ثمن الكلب (۱۲۷٦) نسائی : كتاب الصيد والذبائح : باب النهي عن ثمن الكلب (٤۲۹۷) مسند احمد (٤/۱۱۹)]

بڑھاپے میں اللہ کے دین کی دعوت دے گا۔ [1]

مروی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے فرمایا خلوت اور تنہائی کے موقعہ پر مجھ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولتے تھے اور مجمع میں اللہ کی تسبیح بیان کرتے تھے یہ حال اسی وقت کا ہے جب کہ آپ میرے پیٹ میں تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ کام علم اللہ میں مقدر اور مقرر ہو چکا ہے وہ اپنی قدرت سے یہ کام پورا کر کے ہی رہے گا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ قول بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فرمان الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ اور مراد اس سے روح کا پھونک دینا ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ عمران کی بیٹی باعصمت بیوی تھیں ہم نے اس میں روح پھونکی تھی۔ [2] اور آیت میں ہے وہ باعصمت عورت جس میں ہم نے اپنی روح پھونک دی۔ [3] پس اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا ارادہ کر چکا ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَأَجَآءَهَا الْمَخَاضُ إِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾

پس وہ حمل سے ہو گئیں اور اسی وجہ سے یکسو ہو کر ایک دور کی جگہ چلی گئیں ○ پھر دردزہ اسے ایک کھجور کے تنے کے نیچے لے آیا' اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور لوگوں کی یاد سے بھولی بسری ہو جاتی ○

مریم علیہا السلام حاملہ ہو گئیں: مروی ہے کہ جب آپ فرمان الٰہی تسلیم کر چکیں اور اس کے آگے گردن جھکا دی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے کرتے کے گریبان میں پھونک ماری۔ جس سے انہیں بحکم رب حمل ٹھہر گیا اب تو سخت گھبرائیں اور یہ خیال کلیجہ مسوسنے لگا کہ میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی؟ لاکھ اپنی براءت پیش کروں لیکن اس انوکھی بات کو کون مانے گا؟ اسی گھبراہٹ میں آپ تھیں کسی سے یہ واقعہ بیان نہیں کیا تھا ہاں جب آپ اپنی خالہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کے پاس گئیں تو وہ آپ سے معانقہ کر کے کہنے لگیں بچی اللہ کی قدرت سے اور تمہارے خالو کی دعا سے میں اس عمر میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ آپ نے فرمایا خالہ جان میرے ساتھ یہ واقعہ گزرا اور میں بھی اپنے آپ کو اسی حالت میں پاتی ہوں چونکہ یہ گھرانہ نبی کا گھرانہ تھا۔ وہ قدرت الٰہی پر اور صداقت مریم پر ایمان لائیں۔ اب سے یہ حالت تھی کہ جب کبھی یہ دونوں پاک عورتیں ملاقات کرتیں تو خالہ صاحبہ یہ محسوس فرماتیں کہ گویا ان کا بچہ بھانجی کے بچے کے سامنے جھکتا ہے اور اس کی عزت کرتا ہے۔ ان کے مذہب میں یہ جائز بھی تھا اسی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اور آپ کے والد نے آپ کو سجدہ کیا تھا۔ اور اللہ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ہماری شریعت میں یہ تعظیم اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہو گئی اور کسی دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہو گیا کیونکہ یہ تعظیم الٰہی کے خلاف ہے۔ اس کی جلالت کے شایاں شان نہیں۔

[1] [سورة آل عمران: آیت ٤٥۔٤٦] [2] سورة التحريم: ١٢

[3] [سورة الانبياء: آیت ٩١]

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام خالہ زاد بھائی تھے۔ دونوں ایک وقت حمل میں تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ اکثر حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے فرماتی تھیں کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا بچہ تیرے بچے کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ نے آپ کے ہاتھوں اپنے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیا اور مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا کر دیا۔ جمہور کا قول تو یہ ہے کہ آپ نو مہینے تک حمل میں رہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آٹھ ماہ تک۔ اسی لئے آٹھ ماہ کے حمل کا بچہ عموماً زندہ نہیں رہتا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حمل کے ساتھ ہی بچہ ہو گیا۔ یہ قول غریب ہے۔ ممکن ہے آپ نے آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ سمجھا ہو کیونکہ حمل کا الگ ہونے کا اور دردزہ کا ذکر ان آیتوں میں ((ف)) کے ساتھ ہے اور ((ف)) تعقیب کے لئے آتی ہے۔ لیکن تعقیب ہر چیز کی اس کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے عام انسان کی پیدائش کا حال آیت قرآن ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ﴾ [1] الخ، میں ہوا ہے کہ ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا پھر اسے بصورت نطفہ رحم میں ٹھہرایا پھر نطفے کو پھٹکی بنایا پھر اس پھٹکی کو لوتھڑا بنایا، پھر اس لوتھڑے میں ہڈیاں پیدا کیں۔ یہاں بھی دو جگہ ((ف)) اور ہے بھی تعقیب کے لئے لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ ان دو حالتوں میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے۔ [2]

قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً﴾ [3] الخ، کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتا ہے پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ پانی برسنے کے بہت بعد سبزہ اگتا ہے۔ حالانکہ ((ف)) یہاں بھی ہے پس تعقیب ہر چیز کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ سیدھی سی بات تو یہ ہے کہ مثل عادت عورتوں کے آپ نے حمل کا زمانہ پورا گزارا۔ مسجد میں ہی مسجد کے ایک خادم صاحب اور تھے جن کا نام یوسف نجار تھا۔ انہوں نے جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا یہ حال دیکھا تو دل میں کچھ شک سا پیدا ہوا لیکن حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، خشیت الٰہی اور حق بینی کو خیال کرتے ہوئے انہوں نے یہ برائی دل سے دور کرنی چاہی، لیکن جوں جوں دن گزرتے گئے حمل کا اظہار ہوتا گیا اب تو خاموش نہ رہ سکے ایک دن باادب کہنے لگے کہ مریم! میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ناراض نہ ہونا بھلا بغیر بیج کے کسی درخت کا ہونا، بغیر دانے کے کھیت ہونا، بغیر باپ کے بچے کا ہونا ممکن بھی ہے؟ آپ ان کے مطلب کو سمجھ گئیں اور جواب دیا کہ یہ سب ممکن ہے سب سے پہلے جو درخت اللہ تعالیٰ نے اگایا وہ بغیر بیج کے تھا۔ سب سے پہلے جو کھیتی اللہ نے

---

[1] [سورة المؤمنون : آیت ١٢۔١٤]

[2] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائكة (٣٢٠٨) و کتاب احادیث الانبیاء (٣٣٣٢) و کتاب التوحید (٧٤٥٤) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کیفیة خلق آدمی (٢٦٤٣) ترمذی : کتاب القدر : باب ما جآء ان الاعمال بالخواتیم (٢١٣٧) ابن ماجه : مقدمه : باب فی القدر (٧٦) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (٤٧٠٨) مسند احمد (٣٨٢/١)]

[3] [سورة الحج: آیت ٦٣]

اگائی وہ بغیر دانے کے تھی، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا وہ بے باپ کے تھے بلکہ بے ماں کے بھی ان کی تو سمجھ میں آ گیا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اور اللہ کی قدرت کو نہ جھٹلا سکے۔ اب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ قوم کے لوگ ان پر تہمت لگا رہے ہیں تو آپ ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر دور دراز چلی گئیں۔

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حمل کے حالات ظاہر ہو گئے قوم نے پھبتیاں پھینکنی، آوازے کسنے اور باتیں بنانی شروع کر دیں اور حضرت یوسف نجار جیسے صالح شخص پر یہ تہمت اٹھائی تو آپ ان سب سے کنارہ کش ہو گئیں نہ کوئی انہیں دیکھے نہ آپ کسی کو دیکھیں۔ جب درد زہ اٹھا تو آپ کھجور کے ایک درخت کی جڑ میں آ بیٹھیں۔ کہتے ہیں کہ یہ خلوت خانہ بیت المقدس کے مشرقی جانب کا حجرہ تھا یہ بھی قول ہے کہ شام اور مصر کے درمیان جب آپ پہنچ چکی تھیں اس وقت بچہ ہونے کا درد شروع ہوا۔ اور قول ہے کہ بیت المقدس سے آپ آٹھ میل چلی گئی تھیں اس بستی کا نام بیت اللحم تھا۔ معراج کے واقعہ کے بیان میں پہلے ایک حدیث گزری ہے جس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ بھی بیت اللحم تھا۔ [1] واللہ اعلم۔ مشہور بات بھی یہی ہے اور نصرانیوں کا تو اس پر اتفاق ہے اور اس حدیث میں بھی ہے اگر یہ صحیح ہو۔ اس وقت آپ موت کی تمنا کرنے لگیں کیونکہ دین کے فتنے کے وقت یہ تمنا بھی جائز ہے۔ جانتی تھیں کہ کوئی انہیں سچا نہ کہے گا ان کے بیان کردہ واقعہ کو ہر شخص گھڑنت سمجھے گا۔ دنیا آپ کو پریشان کر دے گی اور عبادت واطمینان میں خلل پڑے گا۔ ہر شخص برائی سے یاد کرے گا اور لوگوں پر برا اثر پڑے گا۔ تو فرمانے لگیں کاش کہ میں اس حالت سے پہلے ہی اٹھالی جاتی بلکہ پیدا ہی نہ کی جاتی اس قدر شرم وحیا دامن گیر ہوئی کہ آپ نے اس تکلیف پر موت کو ترجیح دی اور تمنا کی کہ کاش میں کھوئی ہوئی اور یاد سے اتری ہوئی چیز ہو جاتی کہ نہ کوئی یاد کرے۔ نہ ڈھونڈے نہ ذکر کرے، احادیث میں موت مانگنے کی ممانعت وارد ہے۔ ہم نے ان آیتوں کو آیت ﴿تَوَفَّنِي مُسْلِمًا﴾ الخ، کی تفسیر میں بیان کر دیا ہے۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ۚ

اتنے میں اسے نیچے سے ہی آواز دی کہ آزردہ خاطر نہ ہو۔ تیرے رب نے تیرے پاؤں تلے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے ○ اور اس درخت کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا تو یہ تیرے سامنے تروتازہ پکی کھجوریں گرا دے گا ○ اب چین سے کھا پی اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ اگر تجھے کوئی انسان نظر پڑ جائے، تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ رحمٰن کے نام کا روزہ مان رکھا ہے میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی ○

مریم رضی اللہ عنہا سے عیسیٰ علیہ السلام کا کلام: ﴿مِنْ تَحْتِهَا﴾ کی دوسری قراءت ﴿مَنْ تَحْتَهَا﴾ بھی ہے یہ خطاب

---

[1] [منکر: نسائی: کتاب الصلاۃ: باب فرض الصلوٰۃ (٤٥١)] شیخ البانیؒ نے اسے منکر کہا ہے۔ [ضعیف نسائی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

کرنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو پہلا کلام وہی تھا جو آپ نے اپنی والدہ کی براءت و پاکدامنی میں لوگوں کے سامنے کیا تھا۔ اس وادی کے نیچے کے کنارے سے اس گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ تشفی دی تھی۔ یہ قول بھی کہا گیا ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہی کہی تھی۔ آواز آئی کہ غمگین نہ ہو تیرے قدموں تلے تیرے رب نے صاف شفاف شیریں پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے یہ پانی تم پی لو۔ [1] ایک قول یہ ہے کہ اس چشمے سے مراد خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ چنانچہ اس پانی کے ذکر کے بعد ہی کھانے کا ذکر ہے کہ کھجور کے اس درخت کو ہلاؤ اس میں سے تروتازہ کھجوریں جھڑیں گی وہ کھاؤ۔ کہتے ہیں یہ درخت سوکھا پڑا ہوا تھا اور یہ قول بھی ہے کہ پھل دار تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ درخت کھجوروں سے خالی تھا لیکن آپ کے ہلاتے ہی اس میں سے قدرت الٰہی سے کھجوریں جھڑنے لگیں کھانا پینا سب کچھ موجود ہو گیا اور اجازت بھی دے دی۔ فرمایا کھا پی اور دل کو مسرور رکھ۔

حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ نفاس والی عورتوں کے لئے تر کھجوروں سے اور خشک کھجوروں سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کھجور کے درخت کا اکرام کرو یہ اسی مٹی سے پیدا ہوا ہے جس سے آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اس کے سوا اور کوئی درخت نر مادہ مل کر نہیں پھلتا۔ عورتوں کی ولادت کے وقت تر کھجوریں کھلاؤ نہ ملیں تو خشک ہی سہی کوئی درخت اس سے بڑھ کر اللہ کے پاس مرتبے والا نہیں۔ اسی لئے اس کے نیچے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اتارا [2] یہ حدیث باطل منکر ہے ﴿تُسَاقِطْ﴾ کی دوسری قراءت ﴿تَسَّاقَطْ﴾ اور ﴿تُسْقِطْ﴾ بھی ہے مطلب تمام قراءتوں کا ایک ہی ہے پھر ارشاد ہوا کہ کسی سے بات نہ کرنا اشارے سے سمجھا دینا کہ میں آج روزے سے ہوں یا تو مراد یہ ہے کہ ان کے روزے میں کلام ممنوع تھا یا کہ میں نے بولنے سے ہی روزہ رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے۔ ایک نے سلام کیا' دوسرے نے نہ کیا آپ نے پوچھا اس کی کیا وجہ؟ لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا آپ نے فرمایا اسے توڑ دے سلام کلام شروع کر یہ تو صرف حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لئے ہی بند تھا کیونکہ اللہ کو آپ کی صداقت و کرامت کرنا منظور تھی اس لئے اسے عذر بنا دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زید کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ

---

[1] [ضعیف : طبرانی کبیر (١٣٣٠٣)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یحییٰ بن عبداللہ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (١١١٥٦)، (٥٨/٧)]

[2] [ضعیف وباطل : ابو نعیم فی الحلیة (١٢٣/٦) ابن عدی فی الکامل (٤٣١/٦) مسند ابو یعلی (٤٥٥) ابن حبان فی المجروحین (٤٤/٣)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں مسرور بن سعید ضعیف ہے اور اس میں انقطاع بھی ہے۔ [مجمع الزوائد (٨٩/٥)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [١٨٤/١] شیخ البانیؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (٢٦٣)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

گھبرائیں نہیں تو آپ نے کہا میں کیسے نہ گھبراؤں خاوند والی میں نہیں، کسی کی ملکیت، کسی کی لونڈی باندی میں نہیں مجھے دنیا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا میں لوگوں کے سامنے کیا جواب دے سکوں گی؟ کون سا عذر پیش کر سکوں گی؟ ہائے کاش! کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی کاش کہ میں نسیا منسیا ہوگئی ہوتی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اماں آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں میں ان سب سے نپٹ لوں گا آپ انہیں صرف یہ سمجھا دینا کہ آج سے آپ نے چپ رہنے کی نذر کر لی ہے۔

فَأَتَتْ بِهِۦ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُۥ ۖ قَالُوا۟ يَٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يَٰٓأُخْتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ ٱمْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا۟ كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِى ٱلْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّى عَبْدُ ٱللَّهِ ءَاتَىٰنِىَ ٱلْكِتَٰبَ وَجَعَلَنِى نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِى مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَٰنِى بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّۢا بِوَٰلِدَتِى وَلَمْ يَجْعَلْنِى جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾

اب حضرت عیسیٰ کو لئے ہوئے وہ اپنی قوم کے پاس آئیں، سب کہنے لگے مریم نے تو بڑی بری حرکت کی ○ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی ○ مریم نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا، سب کہنے لگے کہ لو بھلا ہم گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں؟ ○ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے ○ اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں بھی میں ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک بھی میں زندہ رہوں ○ اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا ○ اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن کہ میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا، سلام ہی سلام ہے ○

بچہ گود میں لیے ہوئے لوگوں کے پاس: حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اللہ کے اس حکم کو بھی تسلیم کر لیا اور اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے لوگوں کے پاس آئیں۔ دیکھتے ہی ہر ایک انگشت بدنداں رہ گیا اور ہر منہ سے نکل گیا کہ مریم تو نے تو بڑا ہی برا کام کیا۔ نوف بکالی کہتے ہیں کہ لوگ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی جستجو میں نکلے تھے لیکن اللہ کی شان کہیں انہیں کھوج ہی نہ ملا۔ راستے میں ایک چرواہا ملا اس سے پوچھا کہ ایسی ایسی عورت کو تو نے کہیں اس جنگل میں دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ لیکن میں نے رات کو ایک عجیب بات یہ دیکھی ہے کہ میری یہ تمام گائیں اس وادی کی طرف سجدے میں گر گئیں۔ میں نے تو اس سے پہلے کبھی ایسا واقعہ دیکھا نہیں۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اس طرف سے ایک نور آ رہا تھا۔ وہ اس کی نشان دہی پر جا رہے تھے جو سامنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچے کو لئے ہوئے آتی دکھائی دے گئیں انہیں دیکھ کر آپ وہیں اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے بیٹھ گئیں۔ ان سب نے آپ کو گھیر لیا اور باتیں بنانے لگے۔ ان کا یہ کہنا کہ اے ہارون کی بہن! اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حضرت ہارون کی نسل سے تھیں۔ یا آپ کے گھرانے میں ہارون نامی ایک صالح شخص تھا اور اسی کی سی عبادت و ریاضت حضرت

مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ اس لئے انہیں حضرت ہارون کی بہن کہا گیا۔ کوئی کہتا ہے ہارون نامی ایک بدکار شخص تھا اس لئے لوگوں نے طعن کی راہ سے انہیں اس کی بہن کہا۔

ان سب اقوال سے بڑھ کر غریب قول ایک یہ بھی ہے کہ آپ حضرات ہارون و موسیٰ کی وہی سگی بہن ہیں جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیٹی میں ڈال کر دریا میں چھوڑا تھا تو ان سے کہا تھا کہ تم اس طرح اس کے پیچھے پیچھے کنارے کنارے جاؤ کہ کسی کو خیال بھی نہ گزرے۔ یہ قول تو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ آپ کے بعد صرف خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی ہوئے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب میں ہوں اس لئے مجھ میں اور ان کے درمیان اور کوئی نبی نہیں گزرا۔ [1]

پس اگر محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا یہ قول کہ آپ حضرت ہارون کی سگی بہن تھیں ٹھیک ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام سے بھی پہلے تھے کیونکہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں ملاحظہ ہو آیت ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ﴾ [2] الخ، ان آیتوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ اور آپ کا جالوت کو قتل کرنا بیان ہوا ہے اور لفظ موجود ہیں کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا واقعہ ہے۔ انہیں جو غلطی لگی ہے اس کی وجہ تورات کی یہ عبارت ہے جس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے دریا سے پار ہو گئے اور فرعون مع اپنی قوم کے ڈوب مرا اس وقت مریم بنت عمران نے جو موسیٰ اور ہارون کی بہن تھیں، دف پر اللہ کے شکر کے ترانے بلند کئے آپ کے ساتھ اور عورتیں بھی تھیں۔ اس عبارت سے قرظی رحمہ اللہ نے سمجھ لیا کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں حالانکہ یہ محض غلطی ہے۔ ممکن ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام بھی مریم ہو لیکن یہ مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھیں اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ محض ناممکن ہے ہوسکتا ہے کہ نام دونوں کا ایک ہو ایک نام پر دوسرے نام رکھے جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں تو عادت تھی کہ وہ اپنے نبیوں ولیوں پر اپنے نام رکھتے تھے۔

مسند احمد میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران بھیجا وہاں مجھ سے بعض نصرانیوں نے پوچھا کہ تم یا اخت ہارون پڑھتے ہو حالانکہ موسیٰ علیہ السلام تو عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے گزرے ہیں مجھ سے تو کوئی جواب بن نہ پڑا جب میں مدینے واپس آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم نے انہیں اسی وقت کیوں نہ جواب دے دیا کہ وہ لوگ اپنے اگلے نبیوں اور نیک لوگوں کے نام پر اپنے اور اپنی اولادوں کے نام برابر رکھا کرتے تھے۔ صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح غریب

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم (٣٤٤٢) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فضائل عیسیٰ (٢٣٦٥)]

[2] [سورۃ البقرۃ: آیت ٢٤٦-٢٥١]

بتلاتے ہیں۔ (١) ایک مرتبہ حضرت کعب نے کہا تھا کہ یہ ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون نہیں اس پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا تو آپ نے کہا کہ اگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہو تب تو ہمیں منظور ہے ورنہ تاریخی طور پر تو ان کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ یہ سن کر ام المومنین رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں۔ (٢) اس تاریخ میں ہمیں قدرے تامل ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا گھرانہ اوپر سے ہی نیک اور دیندار تھا اور یہ دینداری برابر گویا وراثتاً چلی آرہی تھی۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں اور بعض پھر اس کے خلاف بھی ہوتے ہیں کہ اوپر سے نیچے تک سب بد ہی بد۔ یہ ہارون بڑے بزرگ آدمی تھے اس وجہ سے بنی اسرائیل میں ہارون نام رکھنے کا عام طور پر عام شوق ہو گیا تھا یہاں تک مذکور ہے کہ جس دن حضرت ہارون کا جنازہ نکلا تو آپ کے جنازے میں اسی ہارون نام کے چالیس ہزار آدمی تھے۔

الغرض وہ لوگ ملامت کرنے لگے کہ تم سے یہ برائی کیسے سرزد ہوگئی تم تو نیک کوکھ کی بچی ہو ماں باپ دونوں صالح سارا گھرانہ پاک پھر تم نے یہ کیا حرکت کی؟ قوم کی یہ کڑوی کسیلی باتیں سن کر حسب فرمان آپ نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے پوچھ لو۔ ان لوگوں کو تاؤ پر تاؤ آیا کہ دیکھو کیا ڈھٹائی کا جواب دیتی ہے گویا ہمیں پاگل بنا رہی ہے۔ بھلا گود کے بچے سے ہم کیا پوچھیں گے! اور وہ ہمیں کیا بتائے گا؟ اتنے میں بن بلائے آپ بول اٹھے کہ لوگو! میں اللہ کا ایک غلام ہوں۔ سب سے پہلا کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہی ہے۔ اللہ کی تنزیہ اور تعظیم بیان کی اور اپنی غلامی اور بندگی کا اعلان کیا اللہ کی ذات کو اولاد سے پاک بتایا بلکہ ثابت کر دیا کیونکہ اولاد غلام نہیں ہوتی پھر اپنی نبوت کا اظہار کیا کہ مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے اپنا نبی بنایا ہے۔ اس میں اپنی والدہ کی براءت بیان کی بلکہ دلیل بھی دے دی کہ میں تو اللہ کا پیغمبر ہوں رب نے مجھے اپنی کتاب بھی عنایت فرما دی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب لوگ آپ کی والدہ ماجدہ سے باتیں بنا رہے تھے آپ اس وقت دودھ پی رہے تھے جسے چھوڑ کر بائیں کروٹ ہو کر ان کی طرف توجہ فرما کر یہ جواب دیا۔ کہتے ہیں اس قول کے وقت آپ کی انگلی اٹھی ہوئی تھی اور ہاتھ مونڈھے تک اونچا تھا۔ عکرمہ رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں مجھے کتاب دی اس کا مطلب یہ ہے کہ دینے کا ارادہ ہو چکا ہے یہ پورا ہو کر رہے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اسی وقت آپ کو کتاب یاد تھی سب سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوئے تھے۔ (٣) لیکن اس قول کی سند ٹھیک نہیں۔ میں جہاں بھی ہوں لوگوں کو بھلائی سکھانے والا' انہیں نفع پہنچانے والا ہوں۔ ایک عالم اپنے سے بڑے عالم سے ملے اور دریافت کیا کہ مجھے اپنے کس عمل کے اعلان کی اجازت ہے فرمایا بھلی بات کہنے اور بری بات کے روکنے کی۔ اس لئے کہ یہی اصل دین ہے اور یہی انبیاء علیہم السلام کا ورثہ ہے یہی کام ان

---

(١) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الادب : باب النھی عن التکنی بأبی القاسم (٢١٣٥) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ مریم (٣١٥٥) مسند احمد (٢٥٢/٤)]

(٢) [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٦٨٩)]

(٣) [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم کما فی الدرا لمنثور للسیوطی (٤٨٧/٤)] اس کی سند میں یحیٰی بن سعید بن عطار موضوعات بیان کیا کرتا تھا اور اس کا شیخ مجہول ہے۔]

کے سپرد ہوتا رہا۔ پس جماعتی مسئلہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس عام برکت سے مراد بھلائی کا حکم اور برائی روکنا ہے۔ جہاں بیٹھتے اٹھتے' آتے جاتے یہ شغل برابر جاری رہتا۔ کبھی اللہ کی باتیں پہنچانے سے نہ رکتے۔ فرماتے ہیں مجھے حکم ملا ہے کہ زندگی بھر تک نماز و زکوٰۃ کا پابند رہوں۔ یہی حکم ہمارے نبی علیہ السلام کو ملا۔ ارشاد ہے ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ [1] مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگا رہ۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ اس نے مجھ پر یہ دونوں کام میری زندگی کے آخری لمحے تک لکھ دیئے ہیں۔

اس سے تقدیر کا ثبوت اور منکرین تقدیر کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔ رب کی اطاعت کے اس حکم کے ساتھ ہی مجھے اپنی والدہ کی خدمت گزاری کا بھی حکم ہے۔ عموماً قرآن میں یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوتی ہیں جیسے آیت ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ [2] اور آیت ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ﴾ [3] میں۔ اس نے مجھے گردن کش نہیں بنایا کہ میں اس کی عبادت سے یا والدہ کی اطاعت سے سرکشی اور تکبر کروں اور بدبخت بن جاؤں۔ کہتے ہیں جبار و شقی وہ ہے جو غصے میں آ کر خونریزی کر دے۔ فرماتے ہیں ماں باپ کا نافرمان وہی ہوتا ہے جو بدبخت اور گردن کش ہو۔ بدخلق وہی ہوتا ہے جو اکڑنے والا اور منافق ہو۔

مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے معجزوں کو دیکھ کر ایک عورت تعجب سے کہنے لگی مبارک ہو وہ پیٹ جس میں تو نے پرورش پائی اور مبارک ہو وہ سینہ جس نے تجھے دودھ پلایا۔ آپ نے جواب دیا مبارک ہے وہ جس نے کتاب اللہ کی تلاوت کی پھر تابعداری کی۔ اور سرکش اور بدبخت نہ بنا۔ پھر فرماتے ہیں میری پیدائش کے دن' موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے دن میں مجھ پر سلامتی ہے اس سے بھی آپ کی عبودیت اور منجملہ مخلوق کے ایک مخلوق الٰہی ہونا ثابت ہو رہا ہے کہ آپ مثل انسانوں کے عدم سے وجود میں آئے پھر موت کا مزہ بھی چکھیں گے۔ پھر قیامت کے دن دوبارہ جی اٹھیں گے بھی۔ لیکن ہاں یہ تینوں موقعے خوب سخت اور اور کٹھن ہیں آپ پر آسان اور سہل ہوں گے نہ کوئی گھبراہٹ ہو گی نہ پریشانی بلکہ امن چین اور سراسر سلامتی ہی سلامتی۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾

یہ ہے صحیح واقعہ عیسیٰ بن مریم کا' یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک شبہ میں مبتلا ہیں ○ اولاد اللہ کے لائق ہی نہیں وہ

---

[1] [الحجر: ٩٩] [2] [بنی اسرائیل: ٢٣]

[3] [لقمان: ١٤]

تو بالکل پاک ذات ہے' وہ تو جب کسی کام کے سرانجام کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا۔ وہ اسی وقت ہو جاتا ہے ○ میرا اور تم سب کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کیا کرو' یہی وہ سیدھی راہ ہے ○ پھر یہ فرقے آپس میں اختلاف کرنے لگے' پس کافروں کے لئے ویل ہے اس بڑے دن کے آجانے سے ○

اولاد اللہ کی شان کے منافی: اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں جن جن لوگوں کا اختلاف تھا ان میں جو بات صحیح تھی وہ اتنی ہی تھی جتنی ہم نے بیان فرما دی۔ ﴿قَوْلَ﴾ کی دوسری قراءت قَوْلُ بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے ﴿قَالَ الْحَقُّ﴾ ہے۔ قول کا رفع زیادہ ظاہر ہے جیسے ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ [1] الخ' میں۔ یہ بیان فرما کر کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور اس کے بندے پھر اپنے نفس کی پاکیزگی بیان فرماتا ہے کہ اللہ کی شان سے گری ہوئی بات ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ یہ جاہل عالم جو افواہیں اڑا رہے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ پاک اور دور ہے وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے اسے سامان اسباب کی ضرورت نہیں پڑتی فرما دیتا ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ کام اسی طرح ہو جاتا ہے۔ ادھر حکم ہوا ادھر چیز تیار موجود۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ [2] یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک مثل آدم علیہ السلام کے ہے کہ اسے مٹی سے بنا کر فرمایا ہو جا اسی وقت ہو گیا یہ بالکل سچ ہے اور اللہ کا فرمان تجھے اس میں کسی قسم کا شک نہ کرنا چاہئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کرتے رہو۔ سیدھی راہ جسے میں اللہ کی جانب سے لے کر آیا ہوں یہی ہے۔ اس کی تابعداری کرنے والا ہدایت پر ہے اور اس کا خلاف کرنے والا گمراہی پر ہے یہ فرمان بھی آپ کا ماں کی گود سے ہی تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے بیان اور حکم کے خلاف بعد والوں نے لب کشائی کی اور ان کے بارے میں مختلف پارٹیوں کی شکل میں یہ لوگ بٹ گئے چنانچہ یہود نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ ولد الزنا ہیں' اللہ کی لعنتیں ان پر ہوں کہ انہوں نے اللہ کے ایک بہترین رسول پر بدترین تہمت لگائی۔ اور کہا کہ ان کا یہ کلام وغیرہ سب جادو کے کرشمے تھے۔ اسی طرح نصاریٰ بہک گئے کہنے لگے کہ یہ تو خود اللہ ہے یہ کلام اللہ کا ہی ہے۔ کسی نے کہا یہ اللہ کا لڑکا ہے کسی نے کہا تین معبودوں میں سے ایک ہے ہاں ایک جماعت نے واقعہ کے مطابق کہا کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں یہی قول صحیح ہے۔ اہل اسلام کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہی ہے اور یہی تعلیم الٰہی ہے۔

کہتے ہیں کہ بنو اسرائیل کا مجمع جمع ہوا اور اپنے میں سے انہوں نے چار ہزار آدمی چھانٹے ہر قوم نے اپنا اپنا ایک عالم پیش کیا۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد کا ہے۔ یہ لوگ آپس میں متنازع ہوئے ایک تو کہنے لگا یہ خود اللہ تھا جب تک اس نے چاہا زمین پر رہا جسے چاہا جلایا جسے چاہا مارا پھر آسمان پر چلا گیا اس گروہ

[1] [سورة البقرہ: آیت ١٤٧] [2] سورة آل عمران: آیت ٥٩۔٦٠]

کو یعقوبیہ کہتے ہیں لیکن اور تینوں نے اسے جھٹلایا اور کہا تو نے جھوٹ کہا اب دو نے تیسرے سے کہا اچھا تو کہہ تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا وہ اللہ کے بیٹے تھے اس جماعت کا نام نسطوریہ پڑا۔ دو جورہ گئے انہوں نے کہا تو نے بھی غلط کہا ہے۔ پھر ان دو میں سے ایک نے کہا تم کہو اس نے کہا میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ تین میں سے ایک ہیں ایک تو اللہ جو معبود ہے۔ دوسرے یہی جو معبود ہیں تیسرے ان کی والدہ جو معبود ہیں۔ یہ اسرائیلیہ گروہ ہوا اور یہی نصرانیوں کے بادشاہ تھے ان پر اللہ کی لعنتیں۔ چوتھے نے کہا تم سب جھوٹے ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے اللہ ہی کا کلمہ اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح۔ یہ لوگ مسلمان کہلائے اور یہی سچے تھے ان میں سے جس کے تابع جو تھے وہ اسی کے قول پر ہو گئے اور آپس میں خوب اچھلے۔ چونکہ سچے اسلام والے ہر زمانے میں تعداد میں کم ہوتے ہیں ان پر یہ ملعون چھا گئے انہیں دبالیا انہیں مارنا پیٹنا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔

اکثر مؤرخین کا بیان ہے کہ قسطنطین بادشاہ نے تین بار عیسائیوں کو جمع کیا آخری مرتبہ کے اجتماع میں ان کے دو ہزار ایک سو ستر علماء جمع ہوئے تھے لیکن یہ آپس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف آراء رکھتے تھے۔ سو کچھ کہتے تو ستر اور ہی کچھ کہتے، پچاس کچھ اور ہی کہہ رہے تھے، ساٹھ کا عقیدہ کچھ اور ہی تھا۔ ہر ایک کا خیال دوسرے سے ٹکرا رہا تھا۔ سب سے بڑی جماعت تین سو آٹھ کی تھی۔ بادشاہ نے اس طرف بکثرت دیکھ کر کثرت کا ساتھ دیا۔ مصلحت ملکی اسی میں تھی کہ اس کثیر گروہ کی طرفداری کی جائے لہٰذا اس کی پالیسی نے اسے اسی طرف متوجہ کر دیا۔ اور اس نے باقی کے سب لوگوں کو نکلوا دیا اور ان کے لئے امانت کبریٰ کی رسم ایجاد کی جو در اصل سب سے زیادہ بدترین خیانت ہے۔ اب مسائل شرعیہ کی کتابیں ان علماء سے لکھوائیں اور بہت سی رسومات ملکی اور ضروریات شہری کو شرعی صورت میں میں داخل کر لیا۔ بہت سی نئی نئی باتیں ایجاد کیں اور اصلی دین مسیحی کی صورت کو مسخ کر کے ایک مجموعہ مرتب کرایا اور اسے لوگوں میں قانوناً رائج کر دیا اور اس وقت سے دین مسیحی یہی سمجھا جانے لگا۔ جب اس پر ان سب کو رضا مند کر لیا تو اب چاروں طرف کلیسا، گرجے اور عبادت خانے بنوانے اور وہاں ان علماء کو بٹھانے اور ان کے ذریعے سے اس اپنی نومولود مسیحیت کو پھیلانے کی کوشش میں لگ گیا۔ شام میں، جزیرہ میں، روم میں تقریباً بارہ ہزار ایسے مکانات اس کے زمانے میں تعمیر کرائے گئے اس کی ماں ہیلانہ نے جس جگہ سولی گڑھی ہوئی تھی وہاں ایک قبہ بنوا دیا اور اس کی باقاعدہ پرستش شروع ہو گئی۔ اور سب نے یقین کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھ گئے حالانکہ ان کا یہ قول غلط ہے اللہ نے اپنے اس معزز بندے کو اپنی جانب آسمان پر چڑھا لیا ہے۔ یہ ہے عیسائی مذہب کے اختلاف کی ہلکی سی مثال۔

ایسے لوگ جو اللہ پر جھوٹ افترا باندھیں اس کی اولادیں اور شریک وحصہ دار ثابت کریں گو وہ دنیا میں مہلت پا لیں لیکن اس عظیم الشان دن کو ان کی ہلاکت انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اور برباد ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو گو جاری نہ کرے لیکن چھوڑتا بھی نہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اس کی پکڑ نازل ہوتی ہے تو پھر کوئی جائے پناہ باقی نہیں رہتی یہ فرما کر رسول اللہ ﷺ نے آیت قرآن ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ

ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ ① تلاوت فرمائی۔ ② یعنی تیرے رب کی پکڑ کا طریقہ ایسا ہی ہے جب وہ کسی ظلم سے آلودہ بستی کو پکڑتا ہے۔ یقین مانو کہ اس کی پکڑ نہایت المناک اور بہت سخت ہے۔

بخاری ومسلم کی اور حدیث میں ہے کہ ناپسند باتوں کو سن کر صبر کرنے والا اللہ سے زیادہ کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد بتلاتے ہیں اور وہ انہیں روزیاں دے رہا ہے اور عافیت بھی۔ ③ خود قرآن فرماتا ہے۔ ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ ④ بہت سی بستیوں والے وہ ہیں جن کے ظالم ہونے کے باوجود میں نے انہیں ڈھیل دی پھر پکڑ لیا آخر لوٹنا تو میری ہی جانب ہے۔ اور آیت میں ہے کہ ظالم لوگ اپنے اعمال سے اللہ کو غافل نہ سمجھیں انہیں جو مہلت ہے وہ اس دن تک ہے جس دن آنکھیں اوپر کو چڑھ جائیں گی۔ ⑤

یہی فرمان یہاں بھی ہے کہ ان پر اس بہت بڑے دن کی حاضری نہایت سخت دشوار ہوگی۔ صحیح حدیث میں ہے جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ ایک ہے وہی معبود برحق ہے اس کے سوا لائق عبادت اور کوئی نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف ڈالا تھا اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اس کے خواہ کیسے ہی اعمال ہوں اللہ اسے ضرور جنت میں پہنچائے گا۔ ⑥

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٣٨ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٣٩ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝٤٠

کیا خوب دیکھنے سننے والے ہوں گے اس دن جب کہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے لیکن آج تو یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ○ تو انہیں اس رنج وافسوس کے دن کا ڈر سنا دے جب کہ کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا اور یہ لوگ غفلت اور بے ایمانی میں ہی رہ جائیں گے ○ خود زمین کے اور تمام زمین والوں کے وارث ہم ہی ہوں گے اور سب لوگ

---

① [سورة هود: آيت ١٠٢]

② [صحيح: صحيح بخاری: كتاب التفسير: باب قوله و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرىٰ (٤٦٨٦) صحيح مسلم: كتاب البرّ والصلة: باب تحريم الظلم (٢٥٨٣) ابن ماجه: كتاب الفتن: باب العقوبات (٤٠١٨) ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة هود (٣١١٠)]

③ [صحيح: صحيح بخاری: كتاب الادب: باب الصبر فى الاذىٰ (٦٠٩٩) صحيح مسلم: كتاب صفات المنافقين: باب فى الكفار (٢٨٠٤-٥٠)]

④ [سورة الحج: آيت ٤٨] ⑤ [سورة ابراهيم: آيت ٤٢]

⑥ [صحيح: صحيح بخاری: كتاب احاديث الانبياء: باب قوله تعالىٰ يا هل الكتاب لا تغلو فى دينكم (٣٤٣٥) صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة (٢٨)]

ہماری ہی طرف لوٹا کر لائے جائیں گے ○

روزِ قیامت روزِ حسرت بھی: ارشاد ہے کہ گو آج دنیا میں یہ کفار آنکھیں بند کئے ہوئے اور کانوں میں روئی ٹھونسے ہوئے ہیں، لیکن قیامت کے دن ان کی آنکھیں خوب روشن ہو جائیں گی اور کان بھی خوب کھل جائیں گے۔ جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا﴾ [1] الخ، کاش کہ تو دیکھتا جب یہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے شرمسار سرنگوں کھڑے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہم نے دیکھا سنا۔ الخ۔

پس اس دن نہ دیکھنا کام آئے نہ سننا نہ حسرت وافسوس کرنا نہ واویلا کرنا۔ اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں سے دنیا میں کام لے کر اللہ کے دین کو مان لیتے تو آج انہیں حسرت وافسوس نہ کرنا پڑتا اس دن آنکھیں کھولیں گے اور آج اندھے بہرے بنے پھرتے ہیں نہ ہدایت کو طلب کرتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، نہ بھلی باتیں سنتے ہیں نہ مانتے ہیں۔ مخلوق کو اس حسرت والے دن سے خبردار کر دیجئے جب کہ تمام کام فیصل کر دیئے جائیں گے، جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔ اس حسرت وندامت کے دن سے یہ آج غافل ہو رہے ہیں بلکہ ایمان ویقین بھی نہیں رکھتے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد موت کو ایک بھیڑیئے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا پھر اہل جنت سے پوچھا جائے گا کہ اسے جانتے ہو؟ وہ دیکھ کر کہیں گے ہاں یہ موت ہے دوزخیوں سے بھی یہی سوال ہو گا اور وہ بھی یہی جواب دیں گے۔ اب حکم ہو گا اور موت کو ذبح کر دیا جائے گا اور ندا کر دی جائی گی کہ اہل جنت تمہارے لئے ہمیشہ موت نہیں اور اہل جہنم تمہارے لئے بھی اب ہمیشہ کے لئے موت نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے یہی آیت ﴿وَاَنْذِرْهُمْ﴾ الخ تلاوت فرمائی۔ اور آپ نے اشارہ کیا اور فرمایا اہل دنیا غفلت دنیا میں ہیں [2] (مسند امام احمد) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ مطول بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہر شخص اپنے دوزخ اور جنت کے گھر کو دیکھ رہا ہو گا وہ دن ہی حسرت وافسوس کا ہے جہنمی جنتی گھر کو دیکھ رہا ہو گا اور اس سے کہا جاتا ہو گا کہ اگر تم عمل کرتے تو تمہیں یہ جگہ ملتی وہ حسرت وافسوس کرنے لگیں گے ادھر جنتیوں کو جہنم کا گھر دکھا کر فرمایا جائے گا کہ اگر اللہ کا احسان تم پر نہ ہوتا تو تم یہاں ہوتے۔ اور روایت میں ہے کہ موت کو ذبح کر کے جب ہمیشہ کے لئے کی آواز لگا دی جائے گی اس وقت جنتی تو اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر اللہ نہ بچائے تو مارے خوشی کے مر جائیں اور جہنمی اس قدر رنجیدہ ہو کر چیخیں گے کہ اگر موت ہوتی تو ہلاک ہو جائیں۔ پس اس آیت کا یہی مطلب ہے یہ وقت حسرت کا بھی ہو گا اور کام کے خاتمے کا

---

[1] [سورۃ السجدہ: آیت ١٢]

[2] صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ عزوجل وانذرھم یوم الحسرۃ (٤٧٣٠) صحیح مسلم: کتاب الجنۃ: باب النار یدخلھا الجبارون (٢٨٤٩)]

بھی یہی ہوگا۔ پس یوم الحسرت بھی قیامت کے ناموں سے ایک نام ہے۔

چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ﴾ [1] الخ، پھر بتایا کہ خالق مالک متصرف اللہ ہی ہے سب اسی کی ملکیت ہے اور سب کو فنا ہے باقی صرف اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ ہی ہے کوئی ملکیت اور تصرف کا سچا دعویدار بجز اس کے کوئی نہیں تمام خلق کا وارث حاکم وہی ہے اس کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ خلیفہ اسلام امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عبدالحمید بن عبدالرحمن کو کوفے میں خط لکھا، جس میں لکھا کہ حمد وصلوٰۃ کے بعد اللہ نے روز اول سے ہی ساری مخلوق پر فنا لکھ دی ہے۔ سب کو اس کی طرف پہنچنا ہے، اس نے اپنی نازل کردہ اس سچی کتاب میں جسے اپنے علم سے محفوظ کئے ہوئے ہے اور جس کی نگہبانی اپنے فرشتوں سے کرا رہا ہے لکھ دیا ہے کہ زمین کا اور اس کے اوپر جو ہیں ان کا وارث وہی ہے اسی کی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾

اس کتاب میں ابراہیم کا قصہ بیان کر، بے شک وہ بڑی راستی والے پیغمبر تھے ○ جب کہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں؟ نہ آپ کو کچھ بھی فائدہ پہنچا سکیں ○ میرے مہربان باپ آپ دیکھئے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں تو آپ میری ہی مانئے، میں بالکل سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا ○ میرے ابا آپ شیطان کی پرستش سے باز آئیں، شیطان تو رحم وکرم والے اللہ کا بڑا ہی نافرمان ہے ○ ابا جی مجھے خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں آپ کو کوئی اللہ کا عذاب نہ آ پڑے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں ○

ابراہیم علیہ السلام کا ذکر: مشرکین مکہ جو بت پرست ہیں اور اپنے آپ کو خلیل اللہ علیہ السلام کا متبع خیال کرتے ہیں ان کے سامنے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیجئے۔ اس سچے نبی نے اپنے باپ کی بھی پرواہ نہ کی اور اس کے سامنے بھی حق کو واضح کر دیا اور اسے بت پرستی سے روکا۔ صاف کہا کہ کیوں ان بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو جو نفع پہنچا سکیں نہ ضرر۔ فرمایا کہ میں بیشک آپ کا بچہ ہوں لیکن اللہ کا علم جو میرے پاس ہے آپ کے پاس نہیں آپ میری اتباع کیجئے میں آپ کو راہ راست دکھا دوں گا برائیوں سے بچا کر بھلائیوں میں پہنچا دوں گا۔ ابا جی بت پرستی تو شیطان کی تابعداری ہے وہی اس کی راہ سمجھاتا ہے اور وہی اس سے خوش

[1] [سورۃ الزمر: آیت ٥٦]

ہوتا ہے۔ جیسے سورۂ یاسین میں ہے ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ﴾ (۱) الخ، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے انسانو! کیا میں نے تم سے عہد نہیں کیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور آیت میں ہے ﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا﴾ (۲) الخ، یہ لوگ تو عورتوں کو پکارتے ہیں اور اللہ کو چھوڑتے ہیں دراصل یہ سرکش شیطان کے پکارنے والے ہیں۔

آپ نے فرمایا شیطان اللہ کا نافرمان ہے، مخالف ہے، اس کی فرمانبرداری سے تکبر کرنے والا ہے، اسی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا ہے اگر تو نے بھی اس کی اطاعت کی تو وہ اپنی حالت پر بھی پہنچا دے گا۔ ابا جان آپ کے اس شرک و عصیان کی وجہ سے مجھے تو خوف ہے کہ کہیں آپ پر اللہ کا کوئی عذاب نہ آ جائے اور آپ شیطان کے دوست اور اس کے ساتھی نہ بن جائیں اور اللہ کی مدد اور اس کا ساتھ آپ سے چھوٹ جائے۔ دیکھو! شیطان خود بے کس، بے بس ہے اس کی تابعداری آپ کو بری جگہ پہنچا دے گی۔ جیسے فرمان باری ہے۔ ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (۳) یعنی یہ یقینی اور قسمیہ بات ہے کہ تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی ہم نے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کی بداعمالیاں انہیں مزین کر کے دکھلائیں اور وہی ان کا ساتھی بن گیا لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا اور قیامت کے دن عذاب الیم میں پھنس گئے۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ
مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾

اس نے جواب دیا کہ اے ابراہیم! کیا تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے؟ سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا جا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہ ○ کہا اچھا تم پر سلام ہو، میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا، وہ مجھ پر حد درجے مہربان ہے۔ میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں۔ صرف اپنے پروردگار کو ہی پکارتا رہوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگنے میں محروم نہ رہوں گا○

ابراہیم علیہ السلام کو باپ کی دھمکی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طرح سمجھانے پر ان کے باپ نے جو جہالت کا جواب دیا وہ بیان ہو رہا ہے کہ اس نے کہا ابراہیم تو میرے معبودوں سے بیزار ہے، ان کی عبادت سے تجھے انکار ہے اچھا سن رکھ اگر تو اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا، انہیں برا کہتا رہا، ان کی عیب جوئی اور انہیں گالیاں دینے سے نہ رکا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ مجھے تو تکلیف نہ دے نہ مجھ سے کچھ کہہ۔ یہی بہتر ہے کہ تو سلامتی کے ساتھ مجھ سے الگ ہو جائے ورنہ میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ مجھ سے تو تو اب ہمیشہ کے لئے گیا گزرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا خوش رہو میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی کیونکہ آپ میرے والد ہیں بلکہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ

---

(۱) [یسین : ۶۰] (۲) [النسآء: ۱۱۷] (۳) [النحل: ۶۳]

آپ کو نیک توفیق دے اور آپ کے گناہ بخشے۔ مومنوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ جاہلوں سے بھڑتے نہیں جیسے کہ قرآن میں ہے ﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا﴾ [1] جاہلوں سے جب ان کا خطاب ہوتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ سلام۔ اور آیت میں ہے لغو باتوں سے وہ منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ تم پر سلام ہو۔ ہم جاہلوں کے درپے نہیں ہوتے۔ [2] پھر فرمایا کہ میرا رب میرے ساتھ بہت مہربان ہے اسی کی مہربانی ہے کہ مجھے ایمان واخلاص کی ہدایت کی۔ مجھے اس سے اپنی دعا کی قبولیت کی امید ہے اس سے وعدے کے مطابق آپ ان کے لئے بخشش طلب کرتے رہے۔ شام کی ہجرت کے بعد بھی، مسجد حرام بنانے کے بعد بھی، آپ کے ہاں اولاد ہو جانے کے بعد بھی آپ کہتے رہے کہ اے اللہ مجھے میرے ماں باپ کو اور تمام ایمان والوں کو حساب کے قائم ہونے کے دن بخش دے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرو۔ آپ ہی کی اقتداء میں پہلے پہل مسلمان بھی ابتداءِ اسلام کے زمانے میں اپنے قرابت دار مشرکوں کے لئے بخشش کی دعائیں کرتے رہے۔ آخر آیت نازل ہوئی کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام قابل اتباع ہیں لیکن اس بات میں ان کا فعل اس قابل نہیں۔

اور آیت میں فرمایا ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾ [3] الخ، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ایمانداروں کو مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرنا چاہئے، الخ اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ استغفار صرف اس بنا پر تھا کہ آپ اپنے والد سے اس کا وعدہ کر چکے تھے لیکن جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بری ہو گئے۔ ابراہیم علیہ السلام تو بڑے ہی اللہ دوست اور علم والے تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں تم سب سے اور تمہارے ان تمام معبودوں سے الگ ہوں، میں صرف اللہ واحد کا عابد ہوں اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا میں فقط اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی دعاؤں میں محروم نہ رہوں گا۔ واقعہ بھی یہی ہے۔

اور یہاں پر لفظ ﴿عَسٰى﴾ یقین کے معنوں میں ہے اس لئے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سید الانبیاء ہیں۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿٥٠﴾ ع

جب ابراہیم ان سب کو اور اللہ کے سوا ان کے سب معبودوں کو چھوڑ چکے تو ہم نے انہیں اسحاق و یعقوب عطا فرمائے، اور دونوں کو نبی بنا دیا○ اور ان سب کو ہم نے اپنی بہت سی رحمتیں عطا فرمائیں اور ہم نے ان کے ذکر جمیل کو بلند درجے کا کر دیا○

جب ابراہیم علیہ السلام سب سے الگ ہو گئے: خلیل اللہ علیہ السلام ماں باپ کو رشتے کنبے کو قوم وملک کو اللہ کے دین پر قربان

---

[1] [سورة الفرقان: آيت ٦٣] [2] [سورة القصص : آيت ٥٥]

[3] [سورة التوبة: آيت ١١٣-١١٤]

کر چکے، سب سے یک طرف ہو گئے۔ اپنی براءت اور علیحدگی کا اعلان کر دیا تو اللہ نے ان کی نسل جاری کر دی آپ کے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام ہوئے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام ہوئے۔ جیسے فرمان ہے۔ ﴿وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً﴾ [1] اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ﴾ [2] یعنی اسحاق کے پیچھے یعقوب علیہ السلام پس حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد تھے جیسے سورۂ بقرہ کی آیت ﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ﴾ [3] الخ، میں صاف لفظ ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بچوں سے پوچھا کہ تم سب میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسی اللہ کی جس کی عبادت آپ کرتے ہیں اور آپ کے والد ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام۔

پس یہاں مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کی نسل جاری رکھی بیٹا دیا بیٹے کے ہاں بیٹا دیا اور دونوں کو نبی بنا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام بھی نبی بنائے گئے تھے ان کا ذکر یہاں نہیں کیا اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کے وقت خلیل الرحمٰن علیہ السلام زندہ نہ تھے یہ دونوں نبوتیں یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کی نبوت آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے تھی اس لئے اس احسان کا ذکر بیان فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال ہوا کہ سب سے بہتر شخص کون ہے۔ تو آپ نے فرمایا یوسف نبی اللہ بن یعقوب نبی اللہ بن اسحاق نبی اللہ بن ابراہیم نبی اللہ و خلیل اللہ۔ [4] اور حدیث میں ہے کریم بن کریم بن کریم بن کریم، یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔ [5] علیہم السلام۔ ہم نے انہیں اپنی بہت ساری نعمتیں دیں اور ان کا ذکر خیر اور ثنا جمیل کو دنیا میں ان کے بعد بلندی۔ کے ساتھ باقی رکھا یہاں تک کہ ہر مذہب والے ان کے گن گاتے ہیں۔ فصلوات اللہ و سلامه علیهم اجمعین۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ
الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾

اس قرآن میں موسیٰ کا ذکر بھی کر جو چنا ہوا اور رسول اور نبی تھا○ ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے ندا کی اور راز گوئی کرتے ہوئے ہم نے اسے قریب کر لیا○ اور اپنی خاص رحمت سے اسے، اس کے بھائی کو نبی بنا کر عطا فرمایا○

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر: اپنے خلیل علیہ السلام کا بیان فرما کر اب اپنے کلیم علیہ السلام کا بیان فرماتا ہے۔ ﴿مُخْلَصًا﴾ کی

---

[1] [سورة الانبيآء: آيت ٧٢] [2] [سورة هود: آيت ٧١]

[3] [سورة البقره: آيت ١٣٣]

[4] [صحيح صحيح بخاری: كتاب احاديث الانبياء: باب قول الله تعالى لقد كان في يوسف واخوته (٣٣٨٣)، (٤٩٨٨) مسند احمد (٩٦/٢)]

[5] [صحيح صحيح بخاری: كتاب احاديث الانبياء: باب ام كنتم شهدآء (٣٣٨٢)، (٣٣٨٣) صحيح مسلم: كتاب الفضائل: باب من فضائل يوسف (٢٣٧٨) مسند احمد (٢٥٧/٢)]

دوسری قراءت ﴿مُخْلِصاً﴾ بھی ہے۔ یعنی وہ بااخلاص عبادت کرنے والے تھے۔ مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے روح اللہ! ہمیں بتائیے مخلص شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کے عمل کرے اسے اس بات کی چاہت نہ ہو کہ لوگ میری تعریفیں کریں۔ دوسری قراءت میں ﴿مُخْلَصاً﴾ ہے یعنی اللہ کے چیدہ اور برگزیدہ بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے فرمان باری ہے ﴿اِنِّیْ اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ﴾ [1] آپ اللہ کے نبی اور رسول تھے پانچ بڑے جلیل القدر اولوالعزم رسولوں میں سے ایک آپ ہیں، یعنی نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام ہم نے انہیں مبارک پہاڑ طور کی دائیں جانب سے آواز دی اور سرگوشی کرتے ہوئے اپنے قریب کرلیا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ آگ کی تلاش میں طور کی طرف گئے یہاں آگ دیکھ کر بڑھے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس قدر قریب ہوگئے کہ قلم کی آواز سننے لگے۔ مراد اس سے توراۃ لکھنے کی قلم ہے۔ سدی کہتے ہیں آسمان میں گئے اور کلام باری سے مشرف ہوئے۔ کہتے ہیں انہی باتوں میں یہ فرمان بھی ہے کہ اے موسیٰ! جب کہ میں تیرے دل کو شکر گزار اور تیری زبان کو اپنا ذکر کرنے والی بنادوں اور تجھے ایسی بیوی دوں جو نیکی کے کاموں میں تیری معاون ہو تو سمجھ لے کہ میں نے تجھ سے کوئی بھلائی اٹھا نہیں رکھی۔ اور جسے میں یہ چیزیں نہ دوں سمجھ لے کہ اسے کوئی بھلائی نہیں ملی۔ ان پر ایک مہربانی ہم نے یہ بھی کی کہ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر ان کی امداد کے لئے ان کے ساتھ کردیا جیسے کہ آپ کی چاہت اور دعا تھی۔ فرمایا تھا ﴿وَاَخِیْ هَارُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ﴾ [2] الخ۔

اور آیت میں ہے ﴿قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یَا مُوْسٰی﴾ [3] موسیٰ تیرا سوال ہم نے پورا کردیا۔ آپ کی دعا کے لفظ یہ بھی وارد ہیں ﴿فَاَرْسِلْ اِلٰی هَارُوْنَ﴾ [4] الخ، ہارون کو بھی رسول بنا کر الخ، کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ بہتر دعا اور اسی سے بڑھ کر شفاعت کسی نے کسی کی دنیا میں نہیں کی۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہما

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ یَاْمُرُ
اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا ﴿۵۵﴾

اس کتاب میں اسماعیل کا واقعہ بھی بیان کر' وہ بڑا ہی وعدے کا سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی ○ وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا رہتا تھا اور تھا بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول ○

اسماعیل علیہ السلام کا ذکر: حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام کا ذکر خیر بیان ہو رہا ہے آپ سارے حجاز کے باپ ہیں جو نذر اللہ کے نام کی مانتے تھے جو عبادت کرنے کا ارادہ کرتے تھے پوری ہی کرتے تھے۔ ہر حق ادا کرتے تھے ہر

---

[1] [سورة الاعراف: آیت ١٤٤]
[2] [سورة القصص: آیت ٣٤]
[3] [سورة طه: آیت ٣٦]
[4] [سورة الشعرآء: آیت ١٣ـ١٤]

وعدے کی وفا کرتے تھے۔ ایک شخص سے وعدہ کیا کہ میں فلاں جگہ آپ کو ملوں گا وہاں آپ آ جانا۔ حسب وعدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام وہاں گئے لیکن وہ شخص نہیں آیا تھا۔ آپ اس کے انتظار میں وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ایک دن رات پورا گزر گیا اب اس شخص کو یاد آیا اس نے آ کر دیکھا کہ آپ وہیں انتظار میں ہیں پوچھا کہ کیا آپ کل سے یہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا جب وعدہ ہو چکا تھا تو پھر میں آپ کے آئے بغیر کیسے ہٹ سکتا اس نے معذرت کی کہ میں بالکل بھول گیا تھا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تو کہتے ہیں یہیں انتظار میں ہی آپ کو ایک سال کامل گزر چکا تھا۔

ابن شوزب کہتے ہیں وہیں مکان کر لیا تھا۔ عبداللہ بن ابی الحمساء کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے میں نے آپ سے کچھ تجارتی لین دین کیا تھا میں چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ آپ یہی ٹھہریئے میں ابھی واپس آتا ہوں پھر مجھے خیال ہی نہ رہا وہ دن گزرا وہ رات گزری دوسرا دن گزر گیا تیسرے دن مجھے خیال آیا تو دیکھا آپ وہیں ہی تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا میں آج تین دن سے یہیں انتظار کرتا رہا۔ [1] (خرائطی)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس وعدے کا ذکر ہے جو آپ نے وقت ذبح کیا تھا کہ ابا جی آپ مجھے پورا کرنے والا پائیں گے۔ چنانچہ فی الواقع آپ نے وعدے کی وفا کی اور صبر و برداشت سے کام لیا۔ وعدے کی وفا نیک کام ہے اور وعدہ خلافی بہت بری چیز ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے ایمان والو! وہ باتیں زبانوں سے کیوں نکالتے ہو جن پر خود عمل نہیں کرتے اللہ کے نزدیک یہ بات نہایت ہی غضبناکی کی ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں منافق کی تین نشانیاں ہیں باتوں میں جھوٹ، وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت۔ [2] ان آفتوں سے مومن الگ تھلگ ہوتے ہیں یہی وعدے کی سچائی حضرت اسماعیل علیہ السلام میں تھی اور یہی پاک صفت جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تھی۔ کبھی کسی سے کسی وعدے کے خلاف آپ نے نہیں کیا۔

آپ نے ایک مرتبہ ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے مجھ سے جو بات کی سچی کی اور جو وعدہ اس نے مجھ سے کیا پورا کیا۔ [3] حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تخت خلافت نبوی پر قدم رکھتے ہی اعلان کر دیا کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ کیا ہو میں اس کے پورا کرنے کے لئے تیار ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کا قرض ہو میں اس کی ادائیگی کے لئے موجود ہوں۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ بحرین کا مال آیا تو میں تجھے تین لپیں بھر کر دوں گا جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد: کتاب الادب : باب فی العدۃ (٤٩٩٦) الخرائطی فی مکارم الاخلاق (٣٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود (١٠٦٢)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب الایمان : باب علامات المنافق (٣٣) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (٥٩)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل اصحاب النبی : باب ذکر اصهار النبی منهم ابو العاص بن الربیع (٣٧٢٩)]

بحرین کا مال آیا تو آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا لپ بھرلو۔ آپ کی لپ میں پانچ درہم آئے حکم دیا کہ تین لپوں کے پندرہ درہم لے لو۔ [1] پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا رسول نبی ہونا بیان فرمایا۔ حالانکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا نبی ہونا بیان فرمایا گیا ہے اس سے آپ کی فضیلت اپنے بھائی پر ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے اللہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پسند فرمایا' الخ۔ [2] پھر آپ کی مزید تعریف بیان ہو رہی ہے کہ آپ اللہ کی اطاعت پر صابر تھے اور اپنے گھرانے کو بھی یہی حکم فرماتے رہتے تھے۔

یہی فرمان اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [3] الخ، اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کرتا رہ اور خود بھی اس پر مضبوطی سے عامل رہ۔ اور آیت میں ہے ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا قُوْٓا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [4] الخ' اے ایمان والو! اپنے آپ کو اپنی اہل وعیال کو اس آگ سے بچالو جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جہاں عذاب کرنے والے فرشتے رحم سے خالی زور آور اور بڑے سخت ہیں۔ ناممکن ہے کہ اللہ کے حکم کا وہ خلاف کریں بلکہ جو ان سے کہا گیا ہے اسی کی تابعداری میں مشغول ہیں۔ پس مسلمانوں کو حکم الٰہی ہو رہا ہے کہ اپنے گھربار کو اللہ کی ہدایت کرتے رہیں گناہوں سے روکتے رہیں یونہی بے تعلیم نہ چھوڑیں کہ وہ جہنم کا لقمہ بن جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس مرد پر اللہ کا رحم ہو جو رات تہجد پڑھنے کے لئے اپنے بستر سے اٹھتا ہے پھر اپنی بیوی کو اٹھاتا ہے اگر وہ نہیں اٹھتی تو اس کے منہ پر پانی چھڑک کر اسے نیند سے بیدار کرتا ہے اور اس عورت پر بھی اللہ کی رحمت ہو جو رات کو تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتی ہے۔ پھر اپنے میاں کو جگاتی ہے اور وہ نہ جاگے تو اس کے منہ پر پانی ڈالتی ہے۔ [5] (ابوداؤد' ابن ماجہ) آپ کا فرمان ہے کہ جب انسان رات کو جاگے اور اپنی بیویوں کو بھی جگائے اور دونوں دو رکعت بھی نماز کی ادا کرلیں تو اللہ کے ہاں اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں عورتوں میں دونوں کے نام لکھ لئے جاتے ہیں [6] (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب قصة عمان والبحرین (٤٣٨٣) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فی سخائه (٢٣١٤)]

[2] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فضل نسب النبی وتسلیم الحجر علیه قبل النبوة (٢٢٧٦) ترمذی : کتاب المناقب : باب ما جآء فی فضل النبی (٣٦٠٥)]

[3] [سورة طه: آیت ١٣٢] [4] [سورة التحریم: آیت ٦]

[5] [حسن صحیح :ابو داؤد : کتاب الصلوة التطوع : باب قیام اللیل (١٣٠٨) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوٰة : باب ما جآء فیمن ایقظ اهله من اللیل (١٣٣٦) نسائی : کتاب قیام اللیل وتطوع النهار : باب الترغیب فی قیام اللیل (١٦١١) مستدرك حاکم (٣٠٩/١) صحیح ابن حبان (٢٥٦٧) بیهقی (١٠/٢) مسند احمد (٢٥٠/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود (١٠٩٩)]

[6] [صحیح :ابو داؤد (١٣٠٩) ابن ماجه (١٣٣٥) بیهقی فی السنن الکبری (٥٠١/٢) مستدرك حاکم (٣١٦/١) ابن حبان (٢٥٦٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود (١١٥٨)]

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾

اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کرو وہ بھی نیک کردار پیغمبر تھا○ ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا○

ادریس علیہ السلام کا ذکر: حضرت ادریس علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے کہ آپ سچے نبی تھے اللہ کے خاص بندے تھے۔ آپ کو ہم نے بلند مکان پر اٹھالیا۔ صحیح حدیث کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ چوتھے آسمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی۔ [1] اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک عجیب وغریب اثر وارد کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ کل اولاد آدم کے نیک اعمال کے برابر صرف تیرے نیک اعمال میں اپنی طرف ہر روز چڑھاتا ہوں۔ اس پر آپ کو خیال آیا کہ آپ عمل میں اور سبقت کریں جب آپ کے پاس آپ کا دوست فرشتہ آیا تو آپ نے اس سے ذکر کیا میرے پاس یوں وحی آئی ہے اب تم ملک الموت سے کہو کہ وہ میری موت میں تاخیر کریں تو میں نیک اعمال میں اور بڑھ جاؤں۔ اس فرشتے نے آپ کو اپنے پروں میں بٹھا کر آسمان پر چڑھا دیا جب چوتھے آسمان پر پہنچے تو ملک الموت کو دیکھا، فرشتے نے آپ سے حضرت ادریس علیہ السلام کی بابت سفارش کی تو ملک الموت نے فرمایا وہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا یہ ہیں میرے بازو پر بیٹھے ہوئے آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مجھے یہاں اس آسمان پر اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہو رہا ہے چنانچہ اسی وقت ان کی روح قبض کر لی گئی۔ یہ ہیں اس آیت کے معنی۔

لیکن یہ یاد رہے کہ کعب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان اسرائیلیات میں سے ہے اور اس کے بعض میں نکارت ہے۔ واللہ اعلم۔ یہی روایت اور سند سے ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بذریعہ اس فرشتے کو پچھوایا تھا کہ میری عمر کتنی باقی ہے؟ اور روایت میں ہے فرشتے کے اس سوال پر ملک الموت نے جواب دیا کہ میں دیکھ لوں دیکھ کر فرمایا صرف ایک آنکھ کی پلک کے برابر اب جو فرشتہ اپنے پر تلے دیکھتا ہے تو حضرت ادریس علیہ السلام کی روح پرواز ہو چکی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ درزی تھے سوئی کے ایک ایک ٹانکے پر سبحان اللہ کہتے تھے۔ شام کو ان سے زیادہ نیک عمل آسمان پر کسی کے نہ چڑھتے مجاہد رحمہ اللہ تو کہتے ہیں حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں پر چڑھا لئے گئے۔ آپ مرے نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بے موت اٹھا لئے گئے اور وہیں انتقال فرما گئے۔ حسن رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں بلند مکان سے مراد جنت ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ق وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ز وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ز وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ط اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ السجدۃ

یہی ہیں جن پر اللہ نے فضل وکرم کیا، جو اولاد آدم میں سے ہیں اور ان لوگوں کی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ

[1] [صحيح: صحيح بخاري: كتاب التوحيد: باب ما جاء في قوله عزو جل و كلم الله موسى (٧٥١٧)]

کشتی میں چڑھالیا تھااوراولادابراہیم ویعقوب سے اور ہماری طرف سے راہ یافتہ اور ہمارے پسندیدہ لوگوں میں سے ان کے سامنے جب اللہ رحمٰن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی' یہ سجدہ کرتے اور روتے گڑگڑاتے گر پڑتے تھے ○

جماعت انبیاء کا ذکر: فرمان الٰہی ہے کہ یہ ہے جماعت انبیاء یعنی جن کا ذکر اس سورت میں ہے یا پہلے گزرا ہے یا بعد میں آئے گا یہ لوگ اللہ کے انعام یافتہ ہیں۔ پس یہاں شخصیت سے جنس کی طرف استطراد ہے۔ یہ ہیں اولاد آدم سے یعنی حضرت ادریس علیہم السلام اور اولاد سے ان کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کرادیئے گئے تھے اس سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔ اور ذریت ابراہیم علیہ السلام سے مراد حضرت اسحاق' حضرت یعقوب' حضرت اسماعیل علیہم السلام ہیں اور ذریت اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت زکریا' حضرت یحیٰی' اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ یہی قول ہے حضرت سدی اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہما کا۔ اسی لئے ان کے نسب جداگانہ بیان فرمائے گئے تھے۔

کیونکہ حضرت ادریس علیہ السلام تو حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔ میں کہتا ہوں بظاہر یہی ٹھیک ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اوپر کے نسب میں اللہ کے پیغمبر حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ ہاں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بنی اسرائیلی نبی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ معراج والی حدیث میں حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہنا مروی ہے کہ مرحبا ہو نبی صالح اور اور بھائی صالح کو مرحبا ہو۔ تو بھائی صالح کہا نہ کہ صالح ولد جیسے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت آدم علیہما السلام نے کہا تھا۔ مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کے ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کے قائل اور معتقد بن جاؤ پھر جو چاہو کرو لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا اللہ عزوجل نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے اس آیت کو جنس انبیا علیہم السلام کے لئے قرار دیا ہے۔

اس کی دلیل سورۂ انعام کی وہ آیتیں ہیں جن میں حضرت ابراہیم' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب' حضرت نوح' حضرت داؤد' حضرت سلیمان' حضرت ایوب' حضرت یوسف' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت زکریا' حضرت یحیٰی' حضرت عیسیٰ' حضرت الیاس' حضرت اسماعیل' حضرت یسع' حضرت یونس' حضرت لوط علیہم السلام وغیرہ کا ذکر اور تعریف کرنے کے بعد فرمایا ﴿اُولٰٓـئِكَ الَّـذِيْـنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [1] یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو بھی ان کی ہدایت کی اقتدا کر اور یہ بھی فرمایا کہ نبیوں میں سے بعض کے واقعات ہم نے بیان کردیئے ہیں اور بعض کے واقعات تم تک پہنچے ہی نہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا سورۂ ص میں سجدہ ہے آپ نے فرمایا ہاں پھر اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اقتدا کا حکم کیا گیا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی مقتدا میں سے ہیں۔ [2] فرمان ہے کہ ان پیغمبروں علیہم السلام کے سامنے جب کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں تو اس کے دلائل' براہین کو سن کر خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان مانتے

---

[1] [سورة الانعام: آيت ٩٠]

[2] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب التفسير: سورة ص (٤٨٠٧)]

ہوئے روتے گڑگڑاتے سجدے میں گر پڑتے تھے اسی لئے اس آیت پر سجدہ کرنے کا حکم علماء کا متفق علیہ مسئلہ ہے تا کہ ان پیغمبروں کی اتباع اور اقتدا ہو جائے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی اور جب اس آیت پر پہنچے تو سجدہ کیا پھر فرمایا سجدہ تو کیا لیکن وہ رونا کہاں سے لائیں؟ (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ
غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ
شَيۡـًٔا ﴿۶۰﴾

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔ سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا○ بجز ان کے جو توبہ کر لیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگ جنت میں جائیں گے۔ اور انکی ذرا سی بھی حق تلفی نہ کی جائیگی○

نماز کی اہمیت: نیک لوگوں کا خصوصاً انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا جو حدود الٰہی کے محافظ' نیک اعمال کے نمونے بدیوں سے بچتے تھے۔ اب برے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے بعد کے زمانے والے ایسے ہوئے کہ وہ نمازوں تک سے بے پرواہ بن گئے اور جب نماز جیسے فریضے کی اہمیت کو بھلا بیٹھے تو ظاہر ہے کہ اور واہیات کی وہ کیا پرواہ کریں گے؟ کیونکہ نماز تو دین کی بنیاد ہے اور تمام اعمال سے افضل و بہتر ہے۔ یہ لوگ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے دنیا کی زندگی پر اطمینان سے ریجھ گئے انہیں قیامت کے دن سخت خسارہ ہوگا بڑے گھاٹے میں رہیں گے۔ نماز کے ضائع کرنے سے مراد یا تو اسے بالکل ہی چھوڑ بیٹھنا ہے۔ اسی لئے امام احمد رحمہ اللہ اور بہت سے سلف خلف کا مذہب ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے۔ یہی ایک قول حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

کیونکہ حدیث میں ہے کہ بندے اور شرک کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے۔ [1] دوسری حدیث میں ہے کہ ہم میں اور ان میں فرق نماز کا ہے جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ [2] اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کرنے کا یہ مقام نہیں۔ یا نماز کے ترک سے مراد نماز کے وقتوں کی صحیح طور پر پابندی کا نہ کرنا ہے کیونکہ ترک نماز تو کفر ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ قرآن کریم میں نماز کا ذکر بہت زیادہ ہے' کہیں نمازوں میں سستی کرنے والوں کے عذاب کا بیان ہے' کہیں نماز کی مداومت کا فرمان ہے' کہیں محافظت کا۔ آپ نے فرمایا ان سے مراد وقتوں میں سستی نہ کرنا اور وقتوں کی پابندی کرنا ہے۔ لوگوں نے کہا ہم تو سمجھتے تھے کہ اس سے مراد نمازوں کو چھوڑ دینا

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ (٨٢)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی ترک الصلوۃ (٢٦٢١) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلوۃ : باب ما جآء فیمن ترک الصلوۃ (١٠٧٩) نسائی : کتاب الصلوۃ : باب الحکم فی تارک الصلوۃ (٤٦٤) مسند احمد (٣٤٦/٥)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

اور نہ چھوڑنا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو کفر ہے۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں پانچوں نمازوں کی حفاظت کرنے والا غافلوں میں نہیں لکھا جاتا' ان کا ضائع کرنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے اور ان کو ضائع کرنا ان کے وقتوں کی پابندی نہ کرنا ہے۔ خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ اس سے مراد سرے سے نماز چھوڑ دینا نہیں بلکہ نماز کے وقت کا ضائع کر دینا ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بدترین لوگ قریب بہ قیامت آئیں گے جب کہ اس امت کے صالح لوگ باقی نہ رہے ہوں گے اس وقت یہ لوگ جانوروں کی طرح کودتے پھاندتے پھریں گے۔

عطا بن ابو رباح رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آخری زمانے میں ہوں گے حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اس امت کے لوگ ہوں گے جو چوپایوں اور گدھوں کی مانند راستوں میں اچھل کود کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے جو آسمان میں ہے بالکل نہ ڈریں گے اور نہ لوگوں سے شرمائیں گے۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہ ناخلف لوگ ساٹھ سال کے بعد ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کر دیں گے اور شہوت رانیوں میں لگ جائیں گے اور قیامت کے دن خمیازہ بھگتیں گے۔ پھر ان کے بعد وہ نالائق لوگ آئیں گے جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ یاد رکھو قاری تین قسم کے ہوتے ہیں مومن' منافق اور فاجر۔

راوی حدیث حضرت ولید سے جب ان کے شاگرد نے اس کی تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا ایماندار تو اس کی تصدیق کریں گے نفاق والے اس پر عقیدہ نہ رکھیں گے اور فاجر اس سے اپنی شکم پری کریں گے۔ [1] ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضرت مائی عائشہ رضی اللہ عنہا اصحاب صفہ کے لئے جب کچھ خیرات بھجواتیں تو کہہ دیتیں کہ بربری مرد و عورت کو نہ دینا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ یہی وہ ناخلف ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ [2] محمد بن کعب قرظی کا فرمان ہے کہ مراد اس سے مغرب کے بادشاہ ہیں جو بدترین بادشاہ ہیں۔

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں منافقوں کے وصف قرآن کریم میں پاتا ہوں۔ یہ نشے پینے والے' نمازیں چھوڑنے والے' شطرنج چوسر وغیرہ کھیلنے والے' عشاء کی نمازوں کے وقت سو جانے والے کھانے میں مبالغہ اور تکلف کر کے پیٹو بن کر کھانے والے' جماعتوں کو چھوڑنے والے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسجدیں ان لوگوں سے خالی نظر آتی ہیں اور بیٹھکیں بارونق بنی ہوئی ہیں۔

ابو اشہب عطاردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہیں جن کے دل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں' میں ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا

---

[1] [حسن: مسند احمد (٣/٣٨) البخاری فی افعال خلق العباد (٦١٠) صحیح ابن حبان (٧٧٥) مستدرك حاکم (٢/٣٧٤) بیهقی فی شعب الایمان (٢٦٢٦) وفی دلائل النبوة (٦/٤٦٥)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (٢٥٨)]

[2] [منقطع: مستدرك حاکم (٢/٢٤٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ روایت منقطع ہے۔]

ہوں۔ جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے ہلکی سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے محروم کر دیتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے مجھے اپنی امت پر دو چیزوں کا بہت ہی خوف ہے ایک تو یہ کہ لوگ جھوٹ کے اور بناؤ کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ بیٹھیں گے' دوسرے یہ کہ منافق لوگ دنیا کے دکھاوے کو قرآن کے عامل بن کر سچے مومنوں سے لڑیں جھگڑیں گے۔ [1] ﴿غَيًّا﴾ کے معنی خسران اور نقصان اور برائی کے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غی جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو بہت گہری ہے اور نہایت سخت عذابوں والی۔ اس میں خون پیپ بھرا ہوا ہے۔ ابن جریر میں ہے لقمان بن عامر فرماتے ہیں میں حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان باھلی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے التماس کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث مجھے سنائیے۔ آپ نے فرمایا سنو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دس اوقیہ کے وزن کا کوئی پتھر جہنم کے کنارے سے جہنم میں پھینکا جائے تو وہ پچاس سال تک جہنم کی تہہ میں نہیں پہنچ سکتا۔ پھر وہ غی اور اثام میں پہنچے گا۔ غی اور اثام جہنم کے نیچے کے دو کنویں ہیں جہاں دوزخیوں کا لہو پیپ جمع ہوتا ہے۔

غی کا ذکر آیت ﴿فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ [2] میں ہے اور اثام کا ذکر آیت ﴿يَلْقَ آثَامًا﴾ [3] میں ہے [4] اس حدیث کو فرمان رسول سے روایت کرنا منکر ہے اور یہ حدیث سند کی رو سے بھی غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے ہاں جو ان کاموں سے توبہ کر لے یعنی نمازوں کی سستی اور خواہش نفسانی کی پیروی چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا اس کی عاقبت سنوار دے گا اسے جہنم سے بچا کر جنت میں پہنچائے گا' توبہ اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو معاف کرا دیتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے بے گناہ۔ [5] یہ لوگ جو نیکیاں کریں ان کے اجر انہیں ملیں گے کسی ایک نیکی کا ثواب کم نہ ہوگا۔ توبہ سے پہلے کے گناہوں پر کوئی پکڑ نہ ہوگی۔ یہ ہے کہ کرم اس کریم کا اور یہ ہے علم اس علیم کا کہ توبہ کے بعد اس گناہ کو بالکل مٹا دیتا ہے ناپید کر دیتا ہے۔ سورۂ فرقان میں گناہوں کا ذکر فرما کر ان کی سزاؤں کا بیان کر کے پھر استثنا کیا اور فرمایا کہ اللہ غفور و رحیم ہے۔

جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾

---

[1] [حسن: مسند احمد (٤/١٥٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٤٢١)]

[2] [سورة مريم: آيت ٥٩] [3] [سورة الفرقان: آيت ٦٨]

[4] [تفسير ابن جرير الطبرى (٢٣٧٩٠) طبراني كبير (٧٧٣١)]

[5] [حسن: ابن ماجه: كتاب الزهد: باب ذكر التوبة (٤٢٥٠) بيهقى (١٠/١٥٤) طبراني كبير (١٠٢٨١) ابو نعيم فى الحلية (٤/٢١٠) القضاعي فى مسند الشهاب (١/٩٧)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحيح ابن ماجه (٣٤٢٧) صحيح الترغيب (٣١٤٥)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ہمیشگی والی جنتوں میں جن کا غائبانہ وعدہ اللہ مہربان نے اپنے بندوں سے کیا' بیشک اس کا وعدہ آنے والا ہی ہے○ وہ لوگ وہاں کوئی لغو بات نہ سنیں گے صرف سلام ہی سلام سنیں گے ان کے لئے وہاں صبح شام ان کا رزق ہوگا○ یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں سے انہیں بناتے ہیں جو متقی ہوں○

ہمیشہ کی جنتیں: جن جنتوں میں گناہوں سے توبہ کرنے والے داخل ہوں گے یہ جنتیں ہمیشہ والی ہوں گی جن کا غائبانہ وعدہ ان سے ان کا رب کر چکا ہے ان جنتوں کو انہوں نے دیکھا نہیں لیکن تاہم دیکھنے سے بھی زیادہ انہیں ان پر یقین وایمان ہے۔ بات بھی یہی ہے کہ اللہ کے وعدے اٹل ہوتے ہیں وہ حقائق ہیں جو سامنے آ کر ہی رہیں گے۔ نہ اللہ وعدہ خلافی کرے نہ وعدے کو بدلے یہ لوگ وہاں ضرور پہنچائے جائیں گے اور اسے ضرور پائیں گے۔ ﴿مَاْتِيًّا﴾ کے معنی ﴿اٰتِيًا﴾ کے بھی آتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جہاں ہم جائیں وہ ہمارے پاس آ ہی گیا۔ جیسے کہتے ہیں مجھ پر پچاس سال آئے یا میں پچاس سال کو پہنچا۔ مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہوتا ہے۔ ناممکن ہے کہ ان جنتوں میں کوئی لغو اور ناپسندیدہ کلام ان کے کانوں میں پڑے۔ صرف مبارک سلامتی کی دھوم ہوگی۔ چاروں طرف سے خصوصاً فرشتوں کی پاک زبانی یہی مبارک صدائیں کان میں گونجتی رہیں گی۔ جیسے سورۂ واقعہ میں ہے ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا○ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ [1] وہاں کوئی بیہودہ اور خلاف طبع سخن نہ سنیں گے بجز سلام اور سلامتی کے۔ یہ استثنا منقطع ہے۔

صبح شام پاک طیب' عمدہ خوش ذائقہ روزیاں بلا تکلف وتکلیف بے مشقت وزحمت چلی آئیں گی۔ لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ جنت میں بھی دن رات ہوں گے نہیں بلکہ ان انوار سے ان وقتوں کو جنتی پہچان لیں گے جو اللہ کے طرف سے مقرر ہیں۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے روشن اور نورانی ہوں گے۔ نہ وہاں انہیں تھوک آئے گا نہ ناک آئے گی نہ پیشاب پاخانہ۔ ان کے برتن اور فرنیچر سونے کے ہوں گے ان کا بخور خوشبودار ہوگا' ان کے پسینے مشک بو ہوں گے' ہر ایک جنتی مرد کی دو بیویاں تو ایسی ہوں گی کہ ان کے پنڈے کی صفائی سے ان کی پنڈلیوں کی نلی کا گودا تک باہر سے نظر آئے گا۔ ان سب جنتوں میں نہ تو کسی کو کسی سے عداوت ہوگی نہ بغض سب ایک دل ہوں گے۔ کوئی اختلاف باہم دیگر نہ ہوگا۔ صبح شام اللہ کی تسبیح میں گزریں گے۔ [2] حضور ﷺ فرماتے ہیں شہید لوگ اس وقت جنت کی ایک نہر کے کنارے جنت کے دروازے کے پاس سرخ رنگ قبوں

---

[1] [سورة الواقعه: آيت ٢٥-٢٦]

[2] [صحيح : صحيح بخارى : كتاب بدء الخلق : باب ما جآء فى صفة الجنة وانها مخلوقة (٣٢٤٥) صحيح مسلم : كتاب الجنة : باب فى صفات الجنة واهلها (٢٨٣٤) ترمذى : كتاب صفة الجنة : باب ما جآء فى صفة اهل الجنة (٢٥٣٧) مسند احمد (٢/٣١٦)]

میں ہیں۔صبح شام روزی پہنچائے جاتے ہیں۔ [1] (مسند)

پس صبح شام باعتبار دنیا کے ہے۔ وہاں رات نہیں بلکہ ہر وقت نور کا سماں ہے پردے گر جانے اور دروازے بند ہو جانے سے اہل جنت وقت شام کو اور اسی طرح پردوں کے ہٹ جانے اور دروازوں کے کھل جانے سے صبح کے وقت کو جان لیں گے۔ان دروازوں کا کھلنا بند ہونا بھی جنتیوں کے اشاروں اور حکموں پر ہوگا۔ یہ دروازے بھی اس قدر صاف شفاف آئینہ نما ہیں کہ باہر کی چیزیں اندر سے نظر آئیں۔ چونکہ دنیا میں دن رات کی عادت تھی اس لئے جو وقت جو چاہیں گے پائیں گے۔ چونکہ عرب صبح شام ہی کھانا کھانے کے عادی تھے اس لئے جنتی رزق کا وقت بھی وہی بتایا گیا ہے ورنہ جنتی جو چاہیں جب چاہیں موجود پائیں گے۔ چنانچہ ایک غریب حدیث میں ہے کہ صبح شام کا کیا ٹھیکہ ہے' رزق تو بے شمار ہر وقت موجود ہے لیکن اللہ کے دوستوں کے پاس ان اوقات میں حوریں آئیں گی جن میں ادنیٰ درجے کی وہ ہوں گی جو صرف زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔ [2] یہ نعمتوں والی جنتیں انہیں ملیں گی جو ظاہر باطن اللہ کے فرمانبردار تھے جو غصہ پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے تھے جن کی صفتیں ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [3] کے شروع میں بیان ہوتی ہیں اور فرمایا گیا ہے کہ یہی وارث فردوس بریں ہیں جن کیلئے دوامی طور پر جنت الفردوس اللہ نے لکھ دی ہے۔ (اے اللہ ہمیں بھی تو اپنی رحمت کاملہ سے فردوس بریں میں پہنچا' آمین)

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿۶۵﴾ ع

ہم بغیر تیرے رب کے حکم کے اتر نہیں سکتے' ہمارے آگے پیچھے اور ان کے درمیان کی کل چیزیں اسی کی ملکیت میں ہیں' تیرا پروردگار بھولنے والا نہیں ○ آسمانوں کا' زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' سب کا رب وہی ہے تو اسی کی بندگی کیا کر اور اس کی عبادت پر جم جا' کیا تیرے علم میں اس کا ہم نام' ہم پلہ کوئی اور بھی ہے؟○

جبرئیل علیہ السلام کی آمد میں تاخیر: صحیح بخاری شریف میں ہے آنحضرت رسول مقبول ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا آپ جتنا آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اس کے جواب میں یہ

---

[1] [حسن: مسند احمد (۲۶۶/۱) صحیح ابن حبان (۴۶۵۸) مستدرك حاكم (۷۴/۲) تفسير ابن جرير الطبری (۸۲۱۳) طبرانی کبیر (۱۰۸۲۵)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔شیخ شعیب ارناؤط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۳۹۰)]

[2] [ضعيف: الكامل لابن عدی (۲۳۹/۶)] اس میں منصور بن عمارہ ضعیف ہے۔]

[3] [سورة المؤمنون: آیت ۱-۱۱]

آیت اتری ہے۔ ① یہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے میں بہت تاخیر ہوگئی جس سے حضور ﷺ غمگین ہوگئے پھر آپ یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ ② روایت ہے کہ بارہ دن یا اس سے کچھ کم تک نہیں آئے تھے جب آئے تو حضور ﷺ نے کہا اتنی تاخیر کیوں ہوئی؟ مشرکین تو کچھ اور ہی اڑانے لگے تھے اس پر یہ اتری۔ ③ پس گویا یہ آیت سورۂ والضحیٰ کی آیت جیسی ہے۔

کہتے ہیں کہ چالیس دن تک ملاقات نہ ہوئی تھی جب ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا میرا اشوق تو بہت ہی بے چین کئے ہوئے تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اس سے کسی قدر زیادہ شوق خود مجھے آپ کی ملاقات کا تھا لیکن میں اللہ کے حکم کا ماً مور اور پابند ہوں وہاں جب بھیجا جاؤں تب ہی آ سکتا ہوں ورنہ نہیں اسی وقت یہ وحی نازل ہوئی۔ ④ لیکن یہ روایت غریب ہے۔ ابن ابی حاتم

میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنے میں دیر لگائی جب آئے تو حضور ﷺ نے رک جانے کی وجہ دریافت کی آپ نے جواب دیا کہ جب لوگ ناخن نہ کتروائیں' انگلیاں اور پوریاں صاف نہ رکھیں' مونچھیں پست نہ کرائیں' مسواک نہ کریں تو ہم کیسے آ سکتے ہیں؟ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ⑤

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجلس درست اور ٹھیک ٹھاک کرلو آج وہ فرشتہ آرہا ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نہیں آیا۔ ⑥ ہمارے آگے پیچھے کی تمام چیزیں اسی اللہ کی ہیں یعنی دنیا اور آخرت اور اس کے درمیان کی یعنی دونوں نفخوں کے درمیان کی چیزیں بھی اسی کی تملیک ہیں۔ آنے والے امور آخرت اور گزر چکے ہوئے امور دنیا اور دنیا آخرت کے درمیان کے امور سب اسی کے قبضے میں ہیں۔ تیرا رب بھولنے والا نہیں اس نے آپ کو اپنی یاد سے فراموش نہیں کیا نہ اس کی یہ صفت ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَالضُّحٰى ○ وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ ⑦ قسم ہے چاشت کی اور رات کی جب وہ ڈھانپ لے۔ نہ تو تیرا رب تجھ سے دستبردار ہے نہ ناخوش۔

ابن ابی حاتم میں ہے آپ فرماتے ہیں جو کچھ اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جو حرام

---

① [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائکة (٣٢١٨) و کتاب التفسیر (٤٧٣١) و کتاب التوحید (٧٤٥٥) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة مریم (٣١٥٨)]

② [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٨٠٧)] اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

③ [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٨١١)]

④ [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (١٠٣/١٦)]

⑤ [ضعیف: الواحدی (٦٠٧)] اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش ضعیف ہے۔]

⑥ [ضعیف: مسند احمد (٢٩٦/٦) مجمع الزوائد (١٣٥٩٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٦٥٣٦)]

⑦ [سورة الضحی: آیت ١-٣]

کر دیا حرام ہے اور جس سے خاموش رہا وہ عافیت ہے تم اللہ کی عافیت قبول کرلو اللہ کسی چیز کا بھولنے والا نہیں پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا۔ [1]

آسمان وزمین اور ساری مخلوق کا خالق مالک، مدبر، متصرف وہی ہے۔ کوئی نہیں جو اس کے کسی حکم کو ٹال سکے۔ تو اسی کی عبادتیں کئے چلا جا اور اسی پر جما رہ اس کے مثیل، شبیہ، ہم نام، ہم پلہ کوئی نہیں۔ وہ بابرکت ہے وہ بلندیوں والا ہے اس کے نام میں تمام خوبیاں ہیں۔

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ ءَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾

انسان کہہ رہا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ ○ کیا یہ انسان اتنا بھی یاد نہیں رکھتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا ○ تیرے پروردگار کی قسم ہم انہیں اور شیطانوں کو جمع کر کے ضرور ضرور جہنم کے اردگرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کر دیں گے ○ ہم پھر ہر ہر گروہ سے انہیں الگ نکال کھڑا کریں گے جو اللہ رحمٰن سے بہت اکڑے اکڑے پھرتے تھے ○ ہم انہیں بھی خوب جانتے جو جہنم کے داخلے کے پورے سزاوار ہیں ○

موت کے بعد جی اٹھنے میں شک: بعض منکرین قیامت قیامت کا آنا اپنے نزدیک محال سمجھتے تھے اور موت کے بعد کا جینا ان کے خیال میں ناممکن تھا وہ قیامت کا اور اس دن کی دوسری اور نئے سرے کی زندگی کا حال سن کر سخت تعجب کرتے تھے۔ جیسے قرآن کا فرمان ہے ﴿وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ﴾ [2] الخ، یعنی اگر تجھے تعجب ہے تو ان کا یہ قول بھی تعجب سے خالی نہیں کہ یہ کیا ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں گے پھر ہم نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں گے؟ سورۂ یاسین میں فرمایا کیا انسان اسے نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ ہم سے صاف صاف جھگڑا کرنے لگا اور ہم پر ہی باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش کو بھلا کر کہنے لگا کہ ان ہڈیوں کو جو سڑ گل گئی ہیں

---

[1] [حسن بزار فی کتاب العلم : باب اتباع القرآن (١٢٣) وفی التفسیر : باب سورة مریم (٢٢٣١) وفی الاطعمة : باب فیما یحل وما یحرم (٢٨٥٥) دارقطنی : کتاب الزکاة : باب الحث علی اخراج الصدقة وبیان قسمتها (١٢) بیهقی : کتاب الضحایا : باب ما لم یذکر تحریمه ولا کان فی معنی ما ذکر تحریمه مما یؤکل أو یشرب (١٢/١٠) مستدرك حاکم (٣٧٥/٢)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ [مجمع الزوائد (٥٥/٧)] حافظ ابن حجرؒ نے امام بزارؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ اس کی سند صالح ہے۔ [فتح الباری (٢٦٦/١٣)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [غایة المرام (٢)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورة الرعد: آیت ٥]

کون زندہ کردے گا؟ تو جواب دے کہ انہیں وہ خالق حقیقی زندہ کرے گا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا تھا وہ ہر ایک اور ہر طرح کی پیدائش سے پورا باخبر ہے۔ [1] یہاں بھی کافروں کے اسی اعتراض کا ذکر ہے کہ ہم مرکر پھر زندہ ہو کر کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں؟ جواباً فرمایا جا رہا ہے کہ کیا اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کچھ نہ تھا اور ہم نے اسے پیدا کر دیا۔ شروع پیدائش کا قائل اور دوسری پیدائش کا منکر؟ جب کچھ نہ تھا تب تو اللہ اسے کچھ کر دینے پر قادر تھا اور اب جب کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گیا کیا اللہ قادر نہیں کہ اسے پھر سے پیدا کر دے؟ پس ابتداء آفرینش دلیل ہے دوبارہ کی پیدائش پر۔ جس نے ابتدا کی ہے وہی اعادہ کرے گا اور اعادہ بہ نسبت ابتدا کے ہمیشہ آسان ہوا کرتا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم جھٹلا رہا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہ تھا مجھے ابن آدم ایذا دے رہا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہیں اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے جس طرح اللہ نے میری ابتدا کی اعادہ نہ کرے گا حالانکہ ظاہر ہے کہ ابتدا بہ نسبت اعادہ کے مشکل ہوتی ہے اور اس کا مجھے ایذا دینا یہ ہے کہ کہتا ہے میری اولاد ہے حالانکہ میں احد ہوں صمد ہوں نہ میرے ہاں ماں باپ نہ اولاد نہ میری جنس کا کوئی اور۔ [2] مجھے اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان سب کو جمع کروں گا اور جن شیطانوں کی یہ لوگ میرے سوا عبادت کرتے تھے انہیں بھی جمع کروں گا پھر انہیں جہنم کے سامنے لاؤں گا جہاں گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے جیسے فرمان ہے ﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ [3] ہر امت کو تو دیکھے گا کہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ قیام کی حالت میں ان کا حشر ہوگا جب تمام اول آخر جمع ہو جائیں گے تو ہم ان میں سے بڑے بڑے مجرموں اور سرکشوں کو الگ کر لیں گے ان کے رئیس و امیر اور بدیوں و برائیوں کے پھیلانے والے' ان کے یہ پیشوا' انہیں شرک و کفر کی تعلیم دینے والے انہیں اللہ کے گناہوں کی طرف مائل کرنے والے علیحدہ کر لئے جائیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿حَتّٰى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا﴾ [4] الخ' جب وہاں سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے اگلوں کی بابت کہیں گے کہ اے اللہ انہی لوگوں نے ہمیں بہکا رکھا تھا تو انہیں دگنا عذاب کر الخ۔ پھر خبر کا خبر پر عطف ڈال کر فرماتا ہے کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ سب سے زیادہ عذابوں کا اور دائمی عذابوں کا اور جہنم کی آگ کا سزاوار کون ہے؟ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ فرمائے گا ﴿قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ﴾ [5] ہر ایک لئے دوہرا عذاب ہے لیکن تم علم سے کورے ہو۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ
الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

---

[1] [سورة يسين: آيت ٧٧-٧٩]

[2] [صحيح :صحيح بخاري : كتاب التفسير (٤٩٧٤) مسند احمد (٣٩٣/٢)]

[3] [سورة الجاثية: آيت ٢٨]

[4] سورة الاعراف: آيت ٣٨-٣٩] [5] [سورة الاعراف: آيت ٣٨]

تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونیوالا ہے' یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی فیصل شدہ امر ہے ○ پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچا لیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے ○

ہر کسی کو پل صراط سے گزرنا ہے: مسند احمد بن حنبل کی ایک غریب حدیث میں ہے ابو سمیہ فرماتے ہیں جس ورود کا اس آیت میں ذکر ہے اس بارے میں ہم میں اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا مومن اس میں داخل ہوں گے' کوئی کہتا تھا داخل تو ہوں گے لیکن پھر بہ سبب اپنے تقوے کے نجات پا جائیں گے۔ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مل کر اس بات کو دریافت کیا تو تب آپ نے فرمایا وارد تو سب ہوں گے۔ اور روایت میں ہے کہ داخل تو سب ہوں گے ہر ایک نیک بھی اور ہر ایک بد بھی لیکن مومنوں پر وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی بن جائے گی جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر تھی یہاں تک کہ اس ٹھنڈک کی شکایت خود آگ کرنے لگے گی۔ پھر ان متقی لوگوں کا وہاں سے چھٹکارا ہو جائے گا۔ [1] خالد بن معدان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے۔ کہیں گے کہ اللہ نے تو فرمایا تھا کہ ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے اور ہمارا ورود تو ہوا ہی نہیں تو ان سے فرمایا جائیگا کہ تم وہیں سے گزر کر تو آ رہے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وقت آگ کو ٹھنڈی کر دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ایک بار اپنی بیوی صاحبہ کے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ رونے لگے۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کیوں روئیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کو روتا دیکھ کر۔ آپ نے فرمایا مجھے تو آیت ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ﴾ الخ' یاد آ گئی اور رونا آ گیا۔ مجھے کیا معلوم کہ میں نجات پاؤں گا یا نہیں؟ اس وقت آپ بیمار تھے۔ حضرت ابو میسرہ رحمہ اللہ جب رات کو اپنے بستر پر سونے کے لئے جاتے تو رونے لگتے اور زبان سے بے ساختہ نکل جاتا کہ کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ آخر اس رونے دھونے کی وجہ کیا ہے؟ تو فرمایا یہی آیت ہے۔ یہ تو ثابت ہے کہ وہاں جانا ہوگا اور یہ نہیں معلوم کہ نجات بھی ہوگی یا نہیں؟ ایک بزرگ شخص نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ آپ کو یہ تو معلوم ہے کہ ہمیں جہنم پر سے گزرنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں یقیناً معلوم ہے۔ پھر پوچھا کیا یہ بھی جانتے ہو کہ وہاں سے پار ہو جاؤ گے؟ انہوں نے فرمایا اس کا کوئی علم نہیں پھر ہمارے لئے ہنسی خوشی کیسی؟ یہ سن کر جب سے لے کر موت کی گھڑی تک ان ہونٹوں پر ہنسی نہیں آئی۔ نافع بن ارزق اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس بارے میں اختلاف تھا کہ یہاں ورود سے مراد داخل ہونا ہے تو آپ نے دلیل میں آیت قرآن ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾ [2] پیش کر کے فرمایا دیکھو یہاں ورود سے مراد داخل ہونا ہے یا نہیں؟ پھر آپ نے دوسری آیت ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ﴾ [3] اور فرمایا

---

[1] [ضعيف :مسند احمد (٣/٣٢٩) مستدرك حاكم (٤/٥٨٧) مجمع الزوائد (٧/٥٥)] شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعيف الترغيب (٢١١٠) الموسوعة الحديثية (١٤٥٢٠)]

[2] [الانبياء: ٩٨] [3] [هود: ٩٨]

بتاؤ فرعون اپنی قوم کو جہنم میں لے جائے گا یا نہیں؟ پس اب غور کرو کہ ہم اس میں داخل ہوں گے اب نکلیں گے بھی یا نہیں؟ غالباً تجھے تو اللہ نہ نکالے گا اس لئے کہ تو اس کا منکر ہے یہ سن کر نافع کھسیانہ ہو کر ہنس دیا۔ یہ نافع خارجی تھا اس کی کنیت ابو راشد تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے سمجھاتے ہوئے آیت ﴿وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾ [1] بھی پڑھی تھی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ پہلے بزرگ لوگوں کی ایک دعا یہ بھی تھی کہ ﴿اَللّٰهُمَّ اَخْرِجْنِیْ مِنَ النَّارِ سَالِمًا وَّاَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ غَانِمًا﴾ اے اللہ! مجھے جہنم سے صحیح سالم نکال لے اور جنت میں ہنسی خوشی پہنچا دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابوداؤد طیالسی میں یہ بھی مروی ہے کہ اس کے مخاطب کفار ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ظالم لوگ ہیں اسی طرح ہم اس آیت کو پڑھتے تھے۔ یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نیک بد سب وارد ہوں گے۔ دیکھو فرعون اور اس کی قوم کے لئے اور گنہگاروں کے لئے بھی ورود کا لفظ دخول کے معنی میں خود قرآن کریم میں وارد ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وارد تو سب ہوں گے پھر گزر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔ [2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پل صراط سے سب کو گزرنا ہوگا یہی آگ کے پاس کھڑا ہونا ہے اب بعض تو بجلی کی طرح گزر جائیں گے، بعض ہوا کی طرح، بعض پرندوں کی طرح، بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح، بعض تیز رفتار اونٹوں کی طرح، بعض تیز چال والے پیدل انسان کی طرح یہاں تک کہ سب سے آخر جو مسلمان اس سے پار ہوگا یہ وہ ہوگا جس کے صرف پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا گرتا پڑتا نجات پائے گا۔ پل صراط پھسلنی چیز ہے اسی پر ببول جیسے اور گوکھرو جیسے کانٹے ہیں دونوں طرف فرشتوں کی صفیں ہوں گی جن کے ہاتھوں میں جہنم کے آنکس ہوں گے جن سے پکڑ پکڑ کر لوگوں کو جہنم میں دھکیل دیں گے' الخ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوگا۔ پہلا گروہ تو بجلی کی طرح آن کی آن میں پار ہو جائے گا' دوسرا گروہ ہوا کی طرح گزر جائے گا' تیسرا گروہ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح' چوتھا تیز رفتار جانور کی طرح۔ فرشتے ہر طرف سے دعائیں کر رہے ہوں گے کہ اے اللہ سلامت رکھ الٰہی بچا لے۔

بخاری و مسلم کی بہت سی مرفوع احادیث میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے حضرت کعب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جہنم اپنی پیٹھ پر تمام لوگوں کو جما لے گی۔ جب سب نیک و بد جمع ہو جائیں گے تو حکم باری ہوگا کہ اپنے والوں کو تو پکڑ لے اور جنتیوں کو چھوڑ دے۔ اب جہنم سب برے لوگوں کا نوالہ کر جائے گی۔ وہ برے لوگوں کو اس طرح جانتی پہچانتی ہے جس طرح تم اپنی اولاد کو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ مومن صاف بچ جائیں گے۔ سنو! جہنم کے داروغوں کے قد ایک سو سال کی راہ کے ہیں ان میں سے ہر ایک کے پاس گرز ہیں ایک مارتے ہیں سات لاکھ آدمی کا چورا

[1] [مریم: ۸۶]

[2] [صحیح ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة مریم (۳۱۵۹) مستدرک حاکم (۲/۳۷۵) مسند احمد (۱/۴۳۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (۳۱۱)]

ہو جاتا ہے۔ مسند میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اپنے رب کی ذات پاک سے امید ہے کہ بدر اور حدیبیہ کے جہاد میں جو ایماندار شریک تھے ان میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا یہ سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ کیسے؟ قرآن تو کہتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے' تو آپ نے اس کے بعد کی دوسری آیت پڑھ دی کہ متقی لوگ اس سے نجات پائیں گے اور ظالم لوگ اسی میں رہ جائیں گے۔ [1] بخاری و مسلم میں ہے کہ جس کے تین بچے فوت ہوں اسے آگ نہ چھوئے گی مگر صرف قسم پوری ہونے کے طور پر۔ [2] اس سے مراد یہی آیت ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بخار چڑھا ہوا تھا کہ جس کی عیادت کے لئے رسول مقبول ﷺ ہمارے ساتھ تشریف لے چلے آپ نے فرمایا کہ جناب باری عزوجل کا فرمان ہے کہ یہ بخار بھی ایک آگ ہے میں اپنے مومن بندوں کو اس میں اس لئے مبتلا کرتا ہوں کہ یہ جہنم کی آگ کا بدلہ ہو جائے۔ [3] یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے بھی یہی فرما کر پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ دس مرتبہ پڑھ لے اس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر ہو جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو ہم بہت سے محل بنالیں گے آپ نے جواب دیا اللہ کے پاس کوئی کمی نہیں وہ بہتر سے بہتر اور بہت سے بہت دینے والا ہے۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں ایک ہزار آیتیں پڑھ لے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے نبیوں' صدیقوں' شہیدوں اور صالحوں میں لکھ لے گا۔ فی الواقع ان کا ساتھ بہترین ساتھیوں کا ساتھ ہے۔ [4] اور جو شخص کسی تنخواہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کی خوشی کے لئے مسلمان لشکروں کی پشت کی طرف سے حفاظت کرنے کے لئے پہرہ دے وہ اپنی آنکھ سے بھی جہنم کی آگ کو نہ دیکھے گا مگر صرف قسم پوری کرنے کے لئے' کیونکہ اللہ کا فرمان ہے تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے۔ اللہ کی راہ میں اس کا ذکر کرنا خرچ کرنے سے بھی سات سو گنا زیادہ اجر رکھتا ہے اور روایت میں ہے سات ہزار گنا۔ [5] ابوداؤد میں ہے کہ نماز'

---

[1] [صحيح: صحيح مسلم: كتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل اصحاب الشجرة (٢٤٩٦) ابن ماجه: كتاب الزهد: باب ذكر البعث (٤٢٨١) مسند احمد (٢٨٥/٦)]

[2] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب الايمان والنذور: باب قول الله تعالى واقسموا بالله جهد ايمانكم (٦٦٥٦) صحيح مسلم: كتاب البر والصلة: باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه (٢٦٣٢) نسائی: كتاب الجنائز: باب من يتوفى له ثلاثه (١٨٧٦) ترمذی: كتاب الجنائز: باب ما جآء فی ثواب من قدم ولدا (١٠٦٠) مسند احمد (٢٣٩/٢)]

[3] [ضعيف: تفسير ابن جرير الطبری (٢٣٨٥١)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن یزید راوی ضعیف ہے۔]

[4] [حسن: مسند احمد (٤٣٧/٣) طبرانی كبير (١٨٤/٢٠) العقيلی فی الضعفاء (٩٦/٢) مجمع الزوائد (١٤٨/٧)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (٥٨٩)]

[5] [ضعيف: مسند احمد (٤٣٧/٣) مسند ابو يعلى (١٤٨٩) طبرانی كبير (١٨٤/٢٠) مستدرک حاكم (٨٧/٢) مجمع الزوائد (٢٧٢/٢)] اس کی سند میں ابن لہیعہ، رشدین اور زبان بن فائد تین راوی ضعیف ہیں۔]

روزہ اور ذکر اللہ کی راہ کے خرچ پر سات سو گناہ درجہ رکھتے ہیں۔ (1)

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس آیت سے گزرنا ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں مسلمان تو پل صراط سے گزر جائیں گے اور مشرک جہنم میں جائیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اس دن بہت سے مرد و عورت اس پر سے پھسل پڑیں گے۔ اس کے دونوں کنارے فرشتوں کی صف بندی ہوگی جو اللہ سے سلامتی کی دعائیں کر رہے ہوں گے۔ (2) یہ تو اللہ کی قسم ہے جو پوری ہوکر رہے گی اس کا فیصلہ ہو چکا ہے

اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے ذمے لازم کر چکا ہے۔ پل صراط کے بعد پرہیز گار تو پار ہو جائیں گے ہاں کافر گنہگار اپنے اپنے اعمال کے مطابق نجات پائیں گے۔ جیسے عمل ہوں گے اتنی دیر وہاں لگ جائے گی۔ پھر نجات یافتہ اپنے دوسرے بھائیوں کی سفارش کریں گے ملائکہ شفاعت کریں گے اور انبیاء علیہم السلام بھی۔ پھر بہت سے لوگ تو جہنم میں سے اس حالت میں نکلیں گے کہ آگ انہیں کھا چکی ہوگی مگر چہرے کی سجدے کی جگہ بچی ہوئی ہوگی۔ پھر اپنے باقی ایمان کے حساب سے دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ جن کے دلوں میں بقدر دینار کے ایمان ہوگا وہ اول نکلیں گے پھر اس سے کم والے یہاں تک کہ رائی کے دانے کے برابر ایمان والے پھر اس سے بھی کم والے پھر اس سے بھی کمی والے پھر وہ جس نے اپنی پوری عمر میں لا الہ الا اللہ کہہ دیا ہو گو کچھ بھی نیکی نہ کی ہو پھر تو جہنم میں وہی رہ جائیں گے جن پر ہمیشہ اور دوام لکھا جا چکا ہے۔ یہ تمام خلاصہ ہے ان احادیث کا جو صحت کے ساتھ آ چکی ہیں۔ پس پل صراط پر جانے کے بعد نیک لوگ پار ہو جائیں گے اور بدلوگ کٹ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا ﴿٧٤﴾

جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں بتاؤ ہم تم دونوں جماعتوں میں سے کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟ اور کس کی مجلس شاندار ہے ○ ہم تو ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو غارت کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور نام و نمود میں ان سے بہت بڑھ چڑھ کر تھیں ○

کفار دنیوی عیش و نشاط کے دھوکے میں: اللہ کی صاف صریح آیتوں سے پروردگار کے دلیل و برہان والے کلام سے کفار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا وہ ان سے منہ موڑ لیتے ہیں دیدے پھیر لیتے ہیں اور اپنی ظاہری شان و شوکت سے انہیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں بتاؤ کس کے مکانات پر تکلف ہیں اور کس کی بیٹھکیں سجی ہوئی اور آباد اور بارونق ہیں؟ پس ہم جو مال و دولت شان و شوکت عزت و آبرو میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں ہم اللہ کے پیارے

(1) [ضعیف : ابو داؤد: كتاب الجهاد : باب في تضعيف الذكر في سبيل الله (٢٤٩٨) مستدرك حاكم (٧٨/٢) بيهقي : كتاب السير : باب فضل الذكر في سبيل الله (١٧٢/٩)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود (٥٣٧)]

(2) [تفسير ابن جرير الطبرى (٢٣٨٤٩)]

ہیں یا یہ جو کہ چھپے پھرتے ہیں؟ کھانے پینے کو نہیں پاتے، کہیں ارقم بن ابوارقم کے گھر میں چھپتے ہیں، کہیں اور ادھر ادھر بھاگے پھرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں کافروں نے کہا ﴿لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَآ إِلَيْهِ﴾ [1] اگر یہ دین بہتر ہوتا تو اسے پہلے ہم مانتے یا یہ؟ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ ﴿أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ﴾ [2] تیرے ماننے والے تو سب غریب محتاج لوگ ہیں ہم تیرے تابعدار بن نہیں سکتے۔

اور آیت میں ہے کہ اسی طرح انہیں دھوکہ لگ رہا ہے اور کہہ اٹھتے ہیں کہ کیا یہی وہ اللہ کے پیارے بندے ہیں جنہیں اللہ نے ہم پر فضیلت دی ہے؟ پھر ان کے اس مغالطے کا جواب دیا کہ ان سے پہلے بھی ظاہر داری میں بڑھے ہوئے اور مالداری میں آگے نکلے ہوئے لوگ تھے لیکن ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہم نے انہیں تہس نہس کر دیا۔ ان کی مجلسیں، ان کے مکانات، ان کی قوتیں، ان کی مالداریاں ان سے سوا تھیں۔ شان و شوکت میں، ٹیپ ٹاپ میں، تکلفات میں، امارت اور شرافت میں ان سے کہیں زیادہ تھے۔ ان کے تکبر اور عناد کی وجہ سے ہم نے ان کا بھس اڑا دیا۔ غارت کر دیا۔ فرعونیوں کو دیکھ لو ان کے باغات ان کی نہریں ان کی کھیتیاں، ان کے شاندار مکانات اور عالیشان محلات اب تک موجود ہیں اور وہ غارت کر دیئے گئے مچھلیوں کا لقمہ بن گئے۔ مقام سے مراد مسکن اور نعمتیں ہیں، ''ندی'' سے مراد مجلسیں اور بیٹھکیں ہیں۔ عرب میں بیٹھکوں اور لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں کو نادی اور ندی کہتے ہیں جیسے آیت ﴿وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ﴾ [3] میں ہے یہی ان مشرکوں کا قول تھا کہ ہم بہ اعتبار دنیا تم سے بہت بڑھے ہوئے ہیں لباس میں، مال متاع میں، صورت شکل میں، ہم تم سے افضل ہیں۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا ۚ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ۝٧٥

کہہ دے کہ جو گمراہی میں ہوتا ہے اللہ رحمٰن اس کو خوب لمبا کھینچ لے جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کو دیکھ لیں جن کا وعدہ دیئے جاتے ہیں یعنی عذاب یا قیامت کو اس وقت ان کو صحیح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑے مرتبے والا ہے اور کس کا جتھا کمزور ہے۝

مشرکوں سے مباہلہ: ان کافروں کو جو تمہیں ناحق پر اور اپنے آپ کو حق پر سمجھ رہے ہیں اور اپنی خوش حالی اور فارغ البالی پر اطمینان کئے بیٹھے ہوئے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ گمراہوں کی رسی دراز ہوتی ہے انہیں اللہ کی طرف سے ڈھیل دی جاتی ہے جب تک کہ قیامت نہ آ جائے یا ان کی موت نہ آ جائے۔ اس وقت انہیں پورا پتہ چل جائے گا کہ فی الواقع برا شخص کون تھا اور کس کے ساتھی کمزور تھے؟ دنیا تو ڈھلتی چڑھتی چھاؤں ہے نہ خود اس کا اعتبار نہ اس کے سامان اسباب کا۔ یہ تو اپنی سرکشی میں بڑھتے ہی رہیں گے۔ گویا اس آیت میں مشرکوں سے مباہلہ ہے۔

[1] [سورۃ الاحقاف: آیت ١١]
[2] [سورۃ الشعرآء: آیت ١١١]
[3] [سورۃ العنکبوت: آیت ٢٩]

جیسے سورۂ جمعہ [1] میں یہودیوں سے مباہلہ کی آیت ہے کہ آؤ ہمارے مقابلہ میں موت کی تمنا کرو۔ اسی طرح سورۂ آل عمران میں مباہلے کا ذکر ہے کہ جب تم اپنے خلاف دلیلیں سن کر بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے مدعی ہو تو آؤ بال بچوں سمیت میدان میں جا کر جھوٹے پر اللہ کی لعنت پڑنے کی دعا کریں۔ پس نہ تو مشرکین مقابلے پر آئے نہ یہود کی ہمت پڑتی نہ نصرانی مردمیدان بنے۔

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾

راہ یافتہ لوگوں کی ہدایت اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہتا ہے' باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں ○

ہدایت والوں کی ہدایت میں اضافہ: جس طرح گمراہوں کی گمراہی بڑھتی رہتی ہے اسی طرح ہدایت والوں کی ہدایت بڑھتی رہتی ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ جہاں کوئی سورت اترتی ہے تو بعض لوگ کہنے لگتے ہیں تم میں سے کس کو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا؟ الخ' [2] باقیات صالحات کی پوری تفسیر ان ہی لفظوں کی تشریح میں سورۂ کہف میں گزر چکی ہے۔ یہاں فرماتا ہے کہ یہی پائیدار نیکیاں جزا اور ثواب کے لحاظ سے اور انجام اور بدلے کے لحاظ سے نیکوں کے لئے بہتر ہیں۔

عبدالرزاق میں ہے کہ ایک دن حضور ﷺ ایک خشک درخت تلے بیٹھے ہوئے تھے اس کی شاخ پکڑ کر ہلائی تو سوکھے پتے جھڑنے لگے آپ نے فرمایا دیکھو اسی طرح انسان کے گناہ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کہنے سے جھڑ جاتے ہیں۔ اے ابودرداء! ان کا ورد رکھ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے کہ تو انہیں نہ کہہ سکے یہی باقیات صالحات ہیں جنت کے خزانے ہیں اس کو سن کر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے کہ واللہ! میں تو ان کلمات کو پڑھتا ہی رہوں گا کبھی ان سے زبان نہ روکوں گا گو لوگ مجھے مجنون کہنے لگیں۔ [3] ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث دوسری سند سے ہے۔

---

[1] [سورة الجمعة : آيت ٦]

[2] [سورة التوبة: آيت ١٢٤-١٢٥]

[3] [ضعيف : ابن ماجه : كتاب الادب : باب فضل التسبيح (٣٨١٣) عبدالرزاق فى التفسير (١٧٨٥) تفسير ابن جرير الطبرى (٢٣٣٩٨)] حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عمرو بن راشد راوی ہے جسے امام بخاریؒ وغیرہ اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعيف ابن ماجه ، ضعيف ابو داود (٨٣٢) التعليق الرغيب (٤٤٨/٢)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۞ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۞ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۞ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ۞

کیا تو نے اسے بھی دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہا کہ مجھے تو مال و اولاد ضرور ہی دی جائے گی ○ کیا وہ غیب کو جھانک آیا ہے؟ یا اللہ کا کوئی وعدہ لے چکا ہے؟ ○ ہرگز نہیں، یہ جو بھی کہہ رہا ہے، ہم اسے ضرور لکھ لیں گے اور اس کے لئے عذاب بڑھائے چلے جائیں گے ○ یہ جن چیزوں کی کہہ رہا ہے، اسے ہم اس کے بعد لے لیں گے اور یہ تو بالکل اکیلا ہی ہمارے سامنے حاضر ہوگا ○

حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے کفر کا مطالبہ: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں لوہار تھا اور میرا کچھ قرض عاص بن وائل کے ذمے تھا۔ میں اس سے تقاضا کرنے کو گیا تو اس نے کہا میں تو تیرا قرض اس وقت تک ادا نہ کروں گا جب تک کہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے نہ نکل جائے میں نے کہا میں تو یہ کفر اس وقت تک نہیں کر سکتا کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو۔ اس کافر نے کہا بس تو پھر یہی رہی جب میں مرنے کے بعد زندہ ہوں گا تو ضرور مجھے میرا مال اور میری اولاد بھی ملے گی وہیں تیرا قرض بھی ادا کروں گا تو آ جانا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ [1] (بخاری مسلم)

دوسری روایت میں ہے کہ میں نے مکے میں اس کی تلوار بنائی تھی اس کی اجرت میری ادھار تھی۔ فرماتا ہے کہ کیا اسے غیب کی خبر مل گئی؟ یا اس نے اللہ رحمٰن سے کوئی قول قرار لے لیا؟ اور روایت میں ہے کہ اس پر میرے بہت سے درہم بطور قرض کے چڑھ گئے تھے اس لئے مجھے جو جواب دیا میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اس پر یہ آیتیں اتری۔

اور روایت میں ہے کہ کئی ایک مسلمان کا قرض اس کے ذمے تھا ان کے تقاضوں پر اس نے کہا کہ کیا تمہارے دین میں یہ نہیں کہ جنت میں سونا، چاندی، ریشم، پھل، پھول وغیرہ ہوں گے؟ ہم نے کہا ہاں ہے تو کہا بس تو یہ چیزیں مجھے ضرور ملیں گی میں وہیں تم سب کو دے دوں گا۔ پس یہ آیتیں ﴿فَرْدًا﴾ تک اتریں۔ ﴿وَلَدًا﴾ کی دوسری قراءت واؤ کے پیش سے بھی ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زبر سے تو مفرد کے معنی میں ہے اور پیش سے جمع کے معنی ہے۔ قیس قبیلے کی یہی لغت ہے۔ واللہ اعلم۔

اس مغرور کو جواب ملتا ہے کہ کیا اسے غیب پر اطلاع ہے؟ اسے آخرت کے اپنے انجام کی خبر ہے؟ جو یہ قسمیں کھا کر کہہ رہا ہے؟ یا اس نے اللہ سے کوئی قول و قرار، عہد و پیمان لیا ہے یا اس نے اللہ کی توحید مان لی ہے کہ اس کی وجہ سے اسے دخول جنت کا یقین ہو؟ چنانچہ آیت ﴿اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾ میں اللہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب البیوع: باب ذکر القین والحداد (٢٠٩١) و کتاب الاجارة (٢٢٧٥) و کتاب التفسیر (٤٧٣٢) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب سؤال الیہود النبی عن الروح (٢٧٩٥) ترمذی (٣١٦٢) مسند احمد (١١١/٥)]

کی واحدانیت کے کلمے کا قائل ہو جانا ہی مراد لیا گیا ہے۔ پھر اس کے کلام کی تاکید کے ساتھ نفی کی جاتی ہیں۔ اور اس کے خلاف موکد بیان ہو رہا ہے کہ اس کا یہ غرور کا کلمہ بھی ہمارے ہاں لکھا جا چکا ہے اس کا کفر بھی ہم پر روشن ہے دار آخرت میں تو اس کے لئے عذاب ہی عذاب ہے جو ہر وقت بڑھتا رہے گا۔ اسے مال و اولاد وہاں بھی ملنا تو کجا اس کے برعکس دنیا کا مال و متاع اور اولاد و کنبہ بھی اس سے چھین لیا جائے گا اور وہ تن تنہا ہمارے حضور میں پیش ہوگا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿وَنَرِثُهُ مَا عِنْدَهُ﴾ ہے۔ اس کی جمع جتھا اور اس کے عمل ہمارے قبضے میں ہیں۔ یہ تو خالی ہاتھ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ہمارے سامنے پیش ہوگا۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾

انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ ان کے لئے باعث عزت ہوں لیکن ایسا ہرگز ہونا نہیں ○ وہ تو ان کی پوجا سے منکر ہو جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے ○ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں خوب اکساتے رہتے ہیں ○ تو ان کے بارے میں جلدی نہ کر، ہم تو خود ہی ان کے لئے مدت شماری کر رہے ہیں ○

اللہ کے علاوہ کوئی معبود مدد نہیں کرے گا: کافروں کا خیال ہے کہ ان کے اللہ کے سوا اور معبود ان کے حامی مددگار ہوں گے۔ غلط خیال ہے بلکہ محال ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے اور بالکل برعکس ہے ان کی پوری محتاجی کے دن یعنی قیامت میں یہ صاف منکر ہو جائیں گے اور اپنے عابدوں کے دشمن بن کھڑے ہوں گے۔ جیسے فرمایا ان سے بڑھ کر بدراہ اور گم کردہ راہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر انہیں پکار رہا ہے جو قیامت تک جواب نہ دے سکیں ان کی دعا سے بالکل غافل ہوں اور روز محشر ان کے دشمن بن جائیں اور ان کی عبادت کا بالکل انکار کر جائیں۔ ﴿كَلَّا﴾ کی دوسری قراءت ﴿كُلٌّ﴾ بھی ہے خود یہ کفار بھی اس دن اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کا انکار کر جائیں گے۔ یہ سب عابد و معبود جہنمی ہوں گے' ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے۔ وہ اس پر یہ اس پر لعنت و پھٹکار کرے گا' ہر ایک دوسرے پر ڈالے گا' ایک دوسرے کو برا کہے گا' سخت تر جھگڑے پڑیں گے' سارے تعلقات کٹ جائیں گے' ایک دوسرے کے کھلے دشمن ہو جائیں گے مدد تو کہاں مروت تک نہ ہوگی۔ معبود عابدوں کے لئے اور عابد معبودوں کے لئے بلائے بے درماں حسرت بے پایاں ہو جائیں گے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ ان کافروں کو ہر وقت شیاطین نافرمانیوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں' مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے ہیں' آرزو میں بڑھاتے رہتے ہیں' طغیان اور سرکشی میں آگے کرتے رہتے ہیں۔

جیسے فرمان ہے کہ ذکر رحمٰن سے منہ موڑنے والے شیطان کے حوالے ہو جاتے ہیں تو جلدی نہ کر ان کے لئے کوئی

بد دعا نہ کر ہم نے خود عمداً انہیں ڈھیل دے رکھی ہے انہیں بڑھتا رہنے دے آخر وقت مقررہ پر دبوچ لئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے انہیں تو کچھ یونہی سی ڈھیل ہے۔ جس میں یہ اپنے گناہوں میں بڑھے چلے جا رہے ہیں آخر سخت عذابوں کے طرف بے بسی کے ساتھ جا پڑیں گے تم فائدہ حاصل کر لو لیکن یاد رکھو کہ تمہارا اصل ٹھکانا دوزخ ہی ہے۔ ہم ان کے سال مہینے دن اور وقت شمار کر رہے ہیں ان کے سانس بھی ہمارے گنے ہوئے ہیں مقررہ وقت پورا ہوتے ہی عذابوں میں پھنس جائیں گے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾

وقف لازم / وقف لازم

جس دن ہم پرہیز گاروں کو اللہ رحمٰن کی طرف بطور مہمان کے جمع کریں گے ○ اور گنہگاروں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانک لے جائیں گے ○ کسی کو شفاعت کا اختیار نہ ہوگا سوائے ان کے جنہوں نے اللہ کی طرف سے کوئی قول قرار لے لیا ہے ○

نیک لوگ اللہ کے مہمان: جو لوگ اللہ کی باتوں پر ایمان لائے پیغمبروں کی تصدیق کی اللہ کی فرمانبرداری کی، گناہوں سے بچے رہے، پروردگار کا ڈر دل میں رکھا وہ اللہ کے ہاں بطور معزز مہمانوں کے جمع ہوں گے نورانی سانڈنیوں کی سواری پر آئیں گے اور خدائی مہمان خانے میں بہ عزت داخل کئے جائیں گے۔ ان کے برخلاف اللہ سے خوف نہ کھانے والے، گنہگار، رسولوں کے دشمن، دھکے کھا کھا کر اوندھے منہ گھسٹتے ہوئے پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے جبراً قہراً جہنم کے پاس جمع کئے جائیں گے۔ اب بتلاؤ کہ کون مرتبے والا اور کون اچھے ساتھیوں والا ہے؟ مومن اپنی قبر سے منہ اٹھا کر دیکھے گا کہ اس کے سامنے ایک حسین خوبصورت پاکیزہ پوشاک پہنے خوشبو سے مہکتا چمکتا دمکتا چہرہ لئے کھڑا ہے پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا آپ نے پہچانا نہیں میں تو آپ کے نیک اعمال کا مجسمہ ہوں آپ کے عمل نورانی حسین اور مہکتے ہوئے تھے آیئے اب آپ کو میں اپنے کندھوں پر چڑھا کر بہ عزت و اکرام محشر میں لے چلوں گا کیونکہ دنیا کی زندگی میں میں آپ پر سوار رہا ہوں پس مومن اللہ کے پاس سواری پر سوار جائے گا۔ ان کی سواری کے لئے نورانی اونٹ بھی مہیا ہوں گے۔ یہ سب ہنسی خوشی آبرو عزت کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وفد کا یہ دستور ہی نہیں کہ وہ پیدل آئے۔ یہ متقی حضرات ایسی نورانی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ مخلوق کی نگاہوں میں ان سے بہتر کوئی سواری کبھی نہیں آئی۔ ان کے پالان سونے کے ہوں گے۔ یہ جنت کے دروازوں تک ان ہی سواریوں پر جائیں گے ان کی نکیلیں زبرجد کی ہوں گی [1] ایک مرفوع روایت میں ہے لیکن حدیث بہت ہی غریب ہے۔

ابن ابی حاتم کی روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس آیت کی تلاوت کی اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفد تو سواری پر سوار آیا کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری (٤٧٣٣)]

فرمایا قسم اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ پارسا لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور اسی وقت سفید رنگ نورانی بردار اونٹنیاں اپنی سواری کے لئے موجود پائیں گے جن پر سونے کے پالان ہوں گے جن کے پیروں سے نور بلند ہوگا جو چمک رہا ہوگا جو ایک ایک قدم اتنی دور رکھیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے یہ ان پر سوار ہو کر ایک جنتی درخت کے پاس پہنچیں گے جہاں سے دو نہریں جاری دیکھیں گے ایک کا پانی پئیں گے جس سے ان کے دلوں کے میل دور ہو جائیں گے دوسری میں غسل کریں گے جس سے ان کے جسم نورانی ہو جائیں گے اور بال جم جائیں گے اس کے بعد نہ کبھی ان کے بال الجھیں نہ جسم میلے ہوں ان کے چہرے چمک اٹھیں گے اور یہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے۔ سرخ یاقوت کا حلقہ سونے کے دروازے پر ہوگا جسے یہ کھٹکھٹائیں گے نہایت سریلی آواز اس سے نکلے گی اور حوروں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے خاوند آ گئے خازن جنت آئیں گے اور دروازے کھولیں گے جنتی ان کے نورانی جسموں اور شگفتہ چہروں کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑنا چاہیں گے لیکن وہ فوراً کہہ اٹھے گا میں تو آپ کا تابع ہوں آپ کا حکم بردار ہوں اب ان کے ساتھ یہ چلیں گے۔ ان کی حوریں تاب نہ لا سکیں گی اور خیموں سے نکل کر ان سے چمٹ جائیں گی اور کہیں گی کہ آپ ہمارے سرتاج ہیں ہمارے محبوب ہیں میں ہمیشہ آپ کی والی ہوں جو موت سے دور ہوں' میں نعمتوں والی ہوں کہ کبھی میری نعمتیں ختم نہ ہوں گی میں خوش رہنے والی ہوں کہ کبھی نہ روٹھوں گی میں یہیں رہنے والی ہوں کہ کبھی آپ سے دور نہ ہوؤں گی۔ یہ اندر داخل ہوں گے دیکھیں گے کہ سو سو گز بلند بالا خانے ہیں لؤلؤ اور موتیوں پر زرد' سرخ' سبز رنگ کی دیواریں سونے کی ہیں۔ ہر دیوار ایک دوسرے کی ہم شکل ہے ہر مکان میں ستر تخت ہیں ہر تخت پر ستر حوریں ہیں ہر حور پر ستر جوڑے ہیں تاہم ان کی کمر جھلک رہی ہے ان کے جماع کی مقدار دنیا کی پوری ایک رات کے برابر ہوگی۔ صاف شفاف پانی کی' خالص دودھ کی جو جانوروں کے تھن سے نہیں نکلا' بہترین خوش ذائقہ بے ضرر شراب طہور کی جسے کسی انسان نے نہیں نچوڑا' عمدہ خالص شہد کی جو مکھیوں کے پیٹ سے نہیں نکلا' نہریں بہہ رہی ہوں گی پھلدار درخت میوؤں سے لدے ہوئے جھوم رہے ہوں گے۔ چاہے کھڑے کھڑے میوے توڑ لیں چاہے بیٹھے بیٹھے چاہے لیٹے لیٹے۔ سبز و سفید پرندا اڑ رہے ہیں جس کے گوشت کھانے کو جی چاہا وہ خود بخود حاضر ہو گیا جہاں کا گوشت کھانا چاہا کھا لیا اور پھر وہ قدرت الٰہی سے زندہ چلا گیا۔ چاروں طرف سے فرشتے آ رہے ہیں اور سلام کہہ رہے ہیں اور بشارتیں سنا رہے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو یہی وہ جنت ہے جس کی تم خوشخبری دیئے جاتے رہے اور آج اس کے مالک بنا دیئے گئے۔ وہ یہ ہے بدلہ تمہارے نیک اعمال کا جو تم دنیا میں کرتے رہے۔ ان کی حوروں میں سے اگر کسی کا ایک بال بھی زمین پر ظاہر کر دیا جائے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے [1] یہ حدیث تو مرفوع بیان ہوئی ہے لیکن تعجب نہیں کہ یہ موقوف ہی ہو جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے قول سے بھی مروی ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] [باطل: تفسیر ابن ابی حاتم] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کے موضوع ہونے کی علامات اس پر واضح ہیں۔ [السلسلة الضعيفة (٦٧٢٤)] اس کی سند میں ابو معاذ راوی متروک ہے۔ [ميزان الاعتدال (١٩٦/٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ٹھیک اس کے برعکس گنہگار لوگ اوندھے منہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے جانوروں کی طرح دھکے دیکر جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے اس وقت پیاس کے مارے ان کی حالت بری ہو رہی ہوگی۔ کوئی ان کی شفاعت کرنے والا ان کے حق میں ایک بھلا لفظ نکالنے والا نہ ہوگا۔ مومن تو ایک دوسروں کی شفاعت کریں گے لیکن یہ بدنصیب اس سے محروم ہیں یہ خود کہیں گے کہ ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ﴾ [1] ہمارا کوئی سفارشی نہیں نہ سچا دوست ہے۔ ہاں جنہوں نے اللہ سے عہد لے لیا ہے یہ استثنا منقطع ہے۔ مراد اس عہد سے اللہ کی توحید کی گواہی اور اس پر استقامت ہے یعنی صرف اللہ کی عبادت ہے' دوسروں کی پوجا سے بے زاری اور لاتعلق' صرف اسی سے مدد کی امید' تمام آرزوؤں کے پورا ہونے کی اسی سے آس۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان موحدین نے اللہ کا وعدہ حاصل کر لیا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس سے میرا عہد ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ لوگوں نے کہا حضرت! ہمیں بھی وہ بتا دیجئے آپ نے فرمایا یوں کہو:

﴿اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اَنْ لَّا تَكِلْنِيْ اِلٰى عَمَلِيْ يُقَرِّبُنِيْ مِنَ الشَّرِّ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّيْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُؤَدِّيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے ﴿خَائِفًا مُّسْتَجِيْرًا مُّسْتَغْفِرًا رَّاهِبًا رَاغِبًا اِلَيْكَ﴾ (ابن ابی حاتم)

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾

ان کا قول تو یہ ہے کہ اللہ رحمٰن نے بھی اولاد اختیار کی ہے ○ یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز لائے ہو۔ قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑوں کے ریزے ریزے ہو جائیں ○ کہ تم اللہ رحمٰن کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہو ○ شان رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے ○ آسمان و زمین میں جو بھی ہیں' سب کے سب اللہ کے غلام بن کر ہی آنے والے ہیں ○ ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے ○ یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں ○

اللہ کا کوئی بیٹا نہیں: اس مبارک سورت کے شروع میں اس بات کا ثبوت گزر چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے باپ کے بغیر اپنے حکم سے حضرت مریم صد یقہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا کیا ہے۔ اس لئے یہاں ان لوگوں کی نادانی بیان ہو رہی ہے جو آپ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ جس سے ذات الٰہی پاک ہے۔

---

[1] [سورۃ الشعرآء: آیت ١٠٠-١٠١]

ان کے قول کو بیان فرمایا۔ پھر فرمایا یہ بڑی بھاری بات ہے ﴿اِدّاً﴾ اور ﴿اَدّاً﴾ اور ﴿اٰدّاً﴾ تینوں میں لغت ہیں لیکن مشہور ﴿اِدًّا﴾ ہے۔ ان کی یہ بات اتنی بری ہے کہ آسمان کپکپا کر ٹوٹ پڑے اور زمین جھٹکے لے لے کر پھٹ جائے۔ اس لئے کہ زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کی عزت و عظمت جانتی ہے' ان میں رب کی توحید سمائی ہوئی ہے انہیں معلوم ہے کہ ان بدکار بے سمجھ انسانوں نے اللہ کی ذات پر تہمت باندھی ہے نہ اس کی جنس کا کوئی نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ اس کا کوئی شریک نہ اس جیسا کوئی۔ تمام مخلوق اس کی واحدانیت کی شاہد ہے کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی توحید پر دلالت کرنے والا ہے۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کے شرک سے ساری مخلوق کانپ اٹھتی ہے۔ قریب ہوتا ہے کہ انتظام کائنات درہم برہم ہو جائے۔ شرک کے ساتھ کوئی نیکی کارآمد نہیں ہوتی۔ کیا عجب کہ اس کے برعکس توحید کے ساتھ کے گناہ کل کے کل اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔

جیسے کہ حدیث میں ہے اپنے مرنے والوں کو ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی شہادت کی تلقین کرو۔ موت کے وقت جس نے اسے کہہ لیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ صحابہ نے کہا حضور ﷺ جس نے زندگی میں کہہ لیا؟ فرمایا اس کے لئے اور زیادہ واجب ہوگئی۔ قسم اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ زمین و آسمان اور ان کی اور اور ان کے درمیان کی اور ان کے نیچے کی تمام چیزیں ترازو کے لئے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی شہادت دوسرے پلڑے میں رکھی جائے تو وہ ان سب سے وزن میں بڑھ جائے۔[1] اسی کی مزید دلیل وہ حدیث ہے جس میں توحید کے ایک چھوٹے سے پرچے کا گناہوں کے بڑے بڑے دفتروں سے وزنی ہو جانا آیا ہے۔[2] واللہ اعلم۔

پس ان کا یہ مقولہ اتنا بد ہے جسے سن کر آسمان بوجہ اللہ کی عظمت کے کانپ اٹھے اور زمین بوجہ غضب کے پھٹ جائے اور پہاڑ پاش پاش ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا آج کوئی ایسا شخص بھی تجھ پر چڑھا جس نے اللہ کا ذکر کیا ہو؟ وہ خوشی سے جواب دیتا ہے کہ ہاں۔ پس پہاڑ بھی باطل اور جھوٹ بات کو اور بھلی بات کو سنتے ہیں اور کلام نہیں کرتے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب زمین کو اور اس کے درختوں کو پیدا کیا تو ہر درخت ابن آدم کو پھل پھول اور نفع دیتا تھا مگر زمین پر رہنے والے لوگوں نے اللہ کے لئے اولاد کا لفظ بولا تو زمین ہل گئی اور درختوں میں کانٹے پڑ گئے۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٣٩٥٣)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فیمن یموت وھو یشھد ان لا الہ الا اللہ (٢٦٣٩) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب ما یرجی من رحمۃ اللہ عزو جل یوم القیامۃ (٤٣٠٠) مستدرک حاکم (٦/١ـ٥٢٩) صحیح ابن حبان (٢٢٥) مسند احمد (٢/٢١٣ـ٢٢٢)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلۃ الصحیحۃ (١٣٥)]

کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں ملائکہ غضبناک ہوگئے اور جہنم زور شور سے بھڑک اٹھی۔ مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ لوگوں کی ایذا دہندہ باتوں پر اللہ سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں' اس کی اولادیں مقرر کرتے ہیں اور وہ انہیں عافیت دے رہا ہے' روزیاں پہنچا رہا ہے' برائیاں ان سے ٹالتا رہتا ہے۔ [1] پس ان کی اس بات سے کہ اللہ کی اولاد ہے زمین و آسمان اور پہاڑ تنگ ہیں اللہ کی عظمت وشان کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں اولاد ہو۔ اس کے لڑکے لڑکیاں ہوں اس لئے کہ تمام مخلوق اس کی غلامی میں ہے اس کے جوڑ کا یا اس جیسا کوئی اور نہیں۔ زمین وآسمان میں جو ہیں سب اس کے زیر فرمان اور حاضر باش غلام ہیں وہ سب کا آقا' سب کا پالنہار' سب کا خبر لینے والا ہے۔ سب کی گنتی اس کے پاس ہے سب کو اس کے علم نے گھیر رکھا ہے سب اس کی قدرت کے احاطے میں ہیں۔ ہر مرد وعورت چھوٹے بڑے کی اسے اطلاع ہے شروع پیدائش سے ختم دنیا تک کا اسے علم ہے اس کا کوئی مدگار نہیں نہ اس کا شریک وساجھی۔ ہر ایک بے یار ومددگار اس کے سامنے قیامت کے روز پیش ہونے والا ہے ساری مخلوق کے فیصلے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی وحدہ لاشریک لہ سب کے حساب کتاب چکائے گا جو چاہے گا کرے گا عادل ہے ظالم نہیں کسی کی حق تلفی اس کی شان سے بعید ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

بے شک جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے شائستہ اعمال کئے ہیں' ان کے لئے اللہ رحمٰن محبت پیدا کر دے گا○ ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں بہت ہی آسان کر دیا ہے کہ تو اس کے ذریعے سے پرہیزگاروں کو خوشخبری دے دے اور جھگڑالو کھڑ لوگوں کو ڈرا دے○ ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتیں تباہ کر دی ہیں' کیا ان میں سے ایک کی بھی تو آہٹ کو پاتا ہے؟ یا ان کی آواز کی بھنک بھی تیرے کان میں پڑتی ہے؟○

موحدوں کے لیے تمام بندوں کے دلوں میں محبت: فرمان ہے کہ جن کے دلوں میں توحید رچی ہوئی ہے اور ان کے اعمال میں سنت کا نور ہے ضروری بات ہے کہ ہم اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔ اللہ کا یہ امین فرشتہ بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے پھر آسمانوں میں ندا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں انسان سے محبت رکھتا ہے اے فرشتو تم بھی اس سے محبت رکھو چنانچہ کل فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین پر اتاری جاتی ہے اور جب کسی بندے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میں اس سے ناخوش ہوں تو بھی اس سے عداوت رکھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب الصبر فی الاذی (۶۰۹۹) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب فی الکفار (۲۸۰۴) مسند احمد (۳۹۵/۴)]

کے دشمن بن جاتے ہیں پھر آسمانوں میں ندا کر دیتے ہیں فلاں دشمن الٰہی ہے تم سب اس سے بیزار رہنا چنانچہ آسمان والے اس سے بگڑ بیٹھتے ہیں پھر وہی غضب اور ناراضگی زمین پر نازل ہوتی ہے۔ [1] (بخاری مسلم وغیرہ)

مسند احمد میں ہے کہ جو بندہ اپنے مولا کی مرضی کا طالب ہو جاتا ہے اور اس کی خوشی کے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اللہ عزوجل جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ مجھے خوش کرنا چاہتا ہے سنو میں اس سے خوش ہو گیا میں نے اپنی رحمتیں اس پر نازل کرنی شروع کر دیں۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام ندا کرتے ہیں کہ فلاں پر رحمت الٰہی ہو گئی پھر حاملان عرش بھی یہی منادی کرتے ہیں پھر ان کے پاس والے غرض ساتوں آسمانوں میں یہ آواز گونج جاتی ہے پھر زمین پر اس کی مقبولیت اترتی ہے۔ [2] یہ حدیث غریب ہے ایسی ہی ایک اور حدیث بھی مسند احمد میں غرابت والی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ محبت اور شہرت کسی کی برائی یا بھلائی کے ساتھ آسمانوں سے اللہ کی جانب سے اترتی ہے۔ [3] ابن ابی حاتم میں اسی قسم کی حدیث کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت قرآنی کو پڑھنا بھی مروی ہے۔ [4]

پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ نیک عمل کرنے والے ایمانداروں سے اللہ خود محبت کرتا ہے اور زمین پر بھی ان کی محبت اور مقبولیت اتاری جاتی ہے۔ مومن ان سے محبت کرنے لگتے ہیں ان کا ذکر خیر ہوتا ہے اور ان کی موت کے بعد بھی ان کی بہترین شہرت باقی رہتی ہے۔ حرم بن حیان کہتے ہیں کہ جو بندہ سچے اور مخلص دل سے اللہ کی طرف جھکتا ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دیتا ہے وہ اس سے محبت اور پیار کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے بندہ جو بھلائی برائی کرتا ہے اللہ اسے اسی کی چادر اوڑھا دیتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ میں اللہ کی عبادت اس طرح کروں گا کہ تمام لوگوں میں میری نیکی کی شہرت ہو جائے اب وہ عبادت الٰہی کی طرف جھک پڑا جب دیکھو نماز میں، مسجد میں سب سے اول آئے اور سب کے بعد جائے اسی طرح سات ماہ اسے گزر گئے لیکن اس نے جب بھی سنا یہی سنا کہ لوگ اسے ریاکار کہتے ہیں اس نے یہ حالت دیکھ کر اب اپنے جی میں عہد کر لیا کہ میں صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے عمل کروں گا کسی عمل میں تو نہ بڑھا لیکن خلوص کے ساتھ اعمال شروع کر دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہر شخص کی زبان سے نکلنے لگا کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم فرمائے اب تو وہ واقعی اللہ والا بن گیا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائکۃ صلوات اللہ علیہم (٣٢٠٩)، (٧٤٨٥) صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب اذا احب الله عبدا (٢٦٣٧) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة مریم (٣١٦١) مسند احمد (٢/٢٦٧)]

[2] [حسن: مسند احمد (٥/٢٧٩) طبرانی اوسط (٨/٢٠٦) مجمع الزوائد (١٠/٢٠٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٢٤٠١)]

[3] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (٥/٢٦٣-٢٥٩) طبرانی کبیر (٧٥٥١) وفی الاوسط کما فی مجمع البحرین (٨/٢٠٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٢٢٧١)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب البر والصلة باب اذا احب الله عبدا (٢٦٣٧)]

ابن جریر میں ہے کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن یہ قول درست نہیں اس لئے کہ یہ پوری سورت مکے میں نازل ہوئی ہے ہجرت کے بعد اس سورت کی کسی آیت کا نازل ہونا ثابت نہیں۔ اور جو اثر امام صاحب نے وارد کیا ہے وہ سنداً بھی صحیح نہیں۔ واللہ اعلم۔

ہم نے اس قرآن کو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیری زبان میں یعنی عربی زبان میں بالکل آسان کر کے نازل فرمایا ہے جو فصاحت و بلاغت والی بہترین زبان ہے تاکہ تو انہیں جو اللہ کا خوف رکھتے ہیں' دلوں میں ایمان اور ظاہر میں نیک اعمال رکھتے ہیں' اللہ کی بشارتیں سنا دے اور جو حق سے ہٹے ہوئے باطل پر مٹے ہوئے استقامت سے دور خود بینی میں مخمور جھگڑالو جھوٹے اندھے بہرے فاسق فاجر ظالم گنہگار بدکردار ہیں انہیں اللہ کی پکڑ سے اور اس کے عذاب سے متنبہ کر دے جیسے قریش کے کفار وغیرہ۔ بہت سی امتوں کو جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا تھا نبیوں کا انکار کیا تھا ہم نے ہلاک کر دیا۔ جن میں سے ایک بھی باقی نہیں بچا ایک کی آواز بھی دنیا میں نہیں رہی رکز کے معنی ہلکی اور دھیمی آواز کے ہیں۔ الحمد للہ سورۂ مریم کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ طه

امام الائمہ حضرت محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ اپنی کتاب التوحید میں حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یاسین کی تلاوت فرمائی جسے سن کر فرشتے کہنے لگے وہ امت بہت ہی خوش نصیب ہے جس پر یہ کلام نازل ہوگا۔ وہ زبانیں یقیناً مستحق مبارکباد ہیں جن سے کلام اللہ کے یہ الفاظ ادا ہوں گے۔ [1] یہ روایت غریب ہے اور اس میں نکارت بھی ہے اور اس کے راوی ابراہیم بن مہاجر اور ان کے استاد پر جرح بھی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
طٰهٰ ۚ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۙ ﴿۲﴾ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ۙ ﴿۳﴾ تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ
الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى ؕ ﴿۴﴾ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ﴿۵﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى
الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى ﴿۷﴾
اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ﴿۸﴾

[1] [ضعیف وموضوع: ابن خزیمة (٢٣٦) ابن ابی عاصم فی السنة (٢٦٩) بیهقی فی شعب الایمان (٤٧٦/٢) وفی الاسماء والصفات (٢٣٢) دارمی : کتاب الفضائل : باب فی فضل سورة طه ویس (٤٥٦/٢)، (٣٢٩٠) اللالکائی (٢٢٦/٢) ابن عدی فی الکامل (٢١٦/١)] امام ابن جوزیؒ اور امام ابن حبانؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔ [الموضوعات لابن الجوزی (١١٠/١) المجروحین (١٠٨/١)] اس کی سند میں ابراہیم بن مہاجر راوی ضعیف ہے، امام بخاریؒ اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

بخشش اور مہربانی کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

طٰہٰ ہم نے تجھ پر یہ قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑ جائے ○ بلکہ اس کی نصیحت کے لئے جو اللہ سے ڈرتا ہے ○ اس کا اتارنا اس کی طرف سے ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے ○ جو رحمٰن ہے جو عرش پر قائم ہے ○ جس کی ملکیت آسمان و زمین کی اور ان دونوں کے درمیان کی اور کرہ خاک کے نیچے کی ہر ایک چیز ہے ○ اگر تو اونچی بات کہے تو وہ تو ہر ایک پوشیدگی کو اور پوشیدہ سے پوشیدہ چیز کو بھی بخوبی جانتا ہے ○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بہترین نام اسی کے ہیں ○

نزولِ قرآن آپ کو مشقت میں مبتلا کرنے کے لیے نہیں: سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں سورتوں کے اول حروف مقطعات کی تفسیر پوری طرح بیان ہو چکی ہے جسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ گو یہ بھی مروی ہے کہ مراد طٰہ سے اے شخص ہے کہتے ہیں کہ یہ نبطی کلمہ ہے۔ کوئی کہتا ہے معرب ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نماز میں ایک پاؤں زمین پر ٹکاتے اور دوسرا اٹھا لیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری [1] یعنی طٰہ یعنی زمین پر دونوں پاؤں ٹکا دیا کر۔ ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اتارا کہ تجھے مشقت میں ڈال دیں۔ کہتے ہیں کہ جب قرآن پر عمل حضور ﷺ نے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے شروع کر دیا تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ لوگ تو ابھی خاصی مصیبت میں پڑ گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یہ پاک قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنے کو نہیں اترا بلکہ یہ نیکوں کے لئے عبرت ہے یہ الہامی علم ہے جسے یہ ملا اسے بہت بڑی دولت مل گئی۔ چنانچہ بخاری مسلم میں ہے کہ جس کے ساتھ اللہ کا ارادہ بھلائی کا ہو جاتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ [2]

حافظ ابو القاسم طبرانی رحمہ اللہ ایک مرفوع صحیح حدیث لائے ہیں کہ قیامت کے دن جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے فرمانے کے لئے اپنی کرسی پر اجلاس فرمائے گا تو علماء سے فرمائے گا کہ میں نے اپنا علم اور اپنی حکمت تمہیں اسی لئے عطا فرمائی تھی کہ تمہارے تمام گناہوں کو بخش دوں اور کچھ پرواہ نہ کروں کہ تم نے کیا کیا ہے؟ [3] پہلے لوگ اللہ کی عبادت کے وقت اپنے آپ کو رسیوں میں لٹکا لیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ مشقت اپنے اس کلام کے ذریعہ آسان کر دی اور فرما دیا کہ یہ قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا جیسے فرمان ہے جس قدر آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو [4] یہ قرآن شقاوت اور بدبختی کی چیز نہیں بلکہ رحمت اور دلیل جنت ہے۔ یہ قرآن نیک لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں خوف الٰہی ہے تذکرہ وعظ و ہدایت و رحمت ہے۔ اسے سن کر اللہ کے

---

[1] [**ضعیف**: اس کی سند میں ابو جعفر راوی ضعیف ہے۔]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب العلم : باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (۷۱) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب النھی عن المسألۃ (۱۰۳۷)]

[3] [**ضعیف**: طبرانی کبیر (۱۳۸۱)] اس کی سند میں علاء بن مسلمہ راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [سورۃ المزمل: آیت ۲۰]

نیک انجام بندے حلال حرام سے واقف ہو جاتے ہیں اور اپنے دونوں جہاں سنوار لیتے ہیں۔ یہ قرآن تیرے رب کا کلام ہے اسی کی طرف سے نازل شدہ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک رازق قادر ہے۔ جس نے زمین کو نیچی اور کثیف بنایا ہے اور جس نے آسمان کو اونچا اور لطیف بنایا ہے۔ ترمذی وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ ہے۔ اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کا ہے۔ [1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث امام ابن ابی حاتم نے اسی آیت کی تفسیر میں وارد کی ہے۔ وہ رحمان اپنے عرش پر مستوی ہے اور اس کی پوری تفسیر سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے یہاں وارد کرنے کی ضرورت نہیں سلامتی والا طریقہ یہی ہے کہ آیات واحادیث' صفات کو بطریق سلف صالحین ان کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہی مانا جائے بغیر کیفیت طلبی کے اور بغیر تحریف وتشبیہ اور تعطیل وتمثیل کے۔ تمام چیزیں اللہ کی ہی ملک ہیں اسی کے قبضے اور ارادے اور چاہت تلے ہیں وہی سب کا خالق مالک الٰہ اور رب ہے کسی کو اس کے ساتھ کسی طرح کی شرکت نہیں۔ ساتویں زمین کے نیچے بھی جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں اس زمین کے نیچے پانی ہے پانی کے نیچے پھر زمین ہے پھر اس کے نیچے پانی اسی طرح مسلسل پھر اس کے نیچے ایک پتھر ہے اس کے نیچے ایک فرشتہ ہے اس کے نیچے ایک مچھلی ہے جس کے دونوں بازو عرش تک ہیں اس کے نیچے ہوا خلا اور ظلمت ہے یہیں تک انسان کا علم ہے باقی اللہ جانے۔

حدیث میں ہے ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے سب سے اوپر کی زمین مچھلی کی پشت پر ہے جس کے دونوں بازو آسمان سے ملے ہوئے ہیں یہ مچھلی ایک پتھر پر ہے وہ پتھر فرشتے کے ہاتھ میں ہے دوسری زمین ہواؤں کا خزانہ ہے۔ تیسری میں جہنم کے پتھر ہیں چوتھی میں جہنم کی گندھک ہے پانچویں میں جہنم کے سانپ ہیں چھٹی میں جہنمی بچھو ہیں ساتویں میں دوزخ ہے وہیں ابلیس جکڑا ہوا ہے ایک ہاتھ آگے ہے ایک پیچھے ہے جب اللہ چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کا فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا بھی غور طلب ہے۔ [2]

مسند ابو یعلی میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم غزوہ تبوک سے لوٹ رہے تھے گرمی سخت تڑاخے کی پڑ رہی تھی دو دو چار چار آدمی منتشر ہو کر چل رہے تھے میں لشکر کے شروع میں تھا اچانک ایک شخص آیا اور سلام کر کے پوچھنے لگا تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ میں اس کے ساتھ ہو گیا میرے ساتھی آگے بڑھ گئے۔ جب لشکر کے درمیان کا حصہ آیا تو اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے اسے بتلایا کہ یہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرخ رنگ کی اونٹنی پر سوار ہیں سر پر بوجہ دھوپ کے کپڑا ڈالے ہوئے ہیں وہ آپ کی سواری کے پاس گیا اور نکیل تھام کر عرض کرنے لگا کہ آپ ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں اس نے کہا میں چند باتیں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں

---

[1] [**ضعیف** : ترمذی: كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الحديد (٣٢٩٨)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی]

[2] [**ضعیف** : مستدرك حاكم (٤/٥٩٤)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

جنہیں زمین والوں میں سے بجز ایک دو آدمیوں کے کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو۔ اس نے کہا بتایئے انبیاء اللہ سوتے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ان کی آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔ اس نے کہا بجا ارشاد ہوا۔ اب یہ فرمایئے کہ کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی تو باپ کی شباہت پر ہوتا ہے کبھی ماں کی؟ آپ نے فرمایا سنو مرد کا پانی سفید اور غلیظ ہے اور عورت کا پانی پتلا ہے جو پانی غالب آ گیا اسی پر شبیہ جاتی ہے اس نے کہا یہ بھی بجا ارشاد ہوا۔ اچھا یہ بھی فرمایئے کہ کون سے اعضا مرد کے پانی سے بنتے ہیں اور کون سے عورت کے پانی سے؟ فرمایا مرد کے پانی سے ہڈیاں رگ اور پٹھے۔ اور عورت کے پانی سے گوشت خون اور بال۔ اس نے کہا یہ بھی صحیح جواب ملا۔ اچھا یہ بتایئے کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا زمین۔ کہا اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا پانی۔ کہا پانی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا اندھیرا۔ کہا اس کے نیچے؟ فرمایا ہوا۔ کہا ہوا کے نیچے؟ فرمایا تر مٹی' کہا اس کے نیچے؟ آپ کے آنسو نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ مخلوق کا علم تو یہیں تک پہنچ کر ختم ہو گیا۔ اب خالق کو ہی اس کے آگے کا علم ہے۔ اے سوال کرنے والے اس کی بابت تو جس سے سوال کر رہا ہے وہ تجھ سے زیادہ جانتے نہیں۔ اس نے آپ کی صداقت کی گواہی دی آپ نے فرمایا اسے پہچانا بھی؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم ہے آپ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ [1] یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس میں جو واقعہ ہے بڑا ہی عجیب ہے۔

اس کے راویوں میں قاسم بن عبدالرحمٰن کا تفرد ہے جنہیں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کسی چیز کے برابر نہیں۔ امام ابوحاتم رازی بھی انہیں ضعیف کہتے ہیں۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں یہ معروف شخص نہیں۔ اور اس حدیث میں خلط ملط کر دیا ہے وہی جانتا ہے کہ جان بوجھ کر ایسا کیا ہے یا ایسی ہی کسی سے لی ہے۔ اللہ وہ ہے جو ظاہر و باطن، اونچی نیچی، چھوٹی بڑی سب کچھ جانتا ہے۔

جیسے فرمان ہے کہ اعلان کر دے کہ اس قرآن کو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمان و زمین کے اسرار سے واقف ہے جو غفور و رحیم ہے۔ [2] ابن آدم جو خود چھپائے اور جو خود اس پر بھی چھپا ہوا اللہ کے پاس کھلا ہوا ہے۔ اس کے عمل کو اس کے علم سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تمام گزشتہ موجودہ اور آئندہ مخلوق کا علم اس کے پاس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا علم۔ سب کی پیدائش اور مار کر جلانا بھی اس کے نزدیک ایک شخص کی پیدائش اور اس کی موت کے بعد کی دوسری بار کی زندگی کے مثل ہے۔ تیرے دل کے خیالات کو اور جو خیالات نہیں آتے ان کو بھی وہ جانتا ہے۔ تجھے زیادہ سے زیادہ آج کے پوشیدہ اعمال کی خبر ہے اور اسے تو تم کل کیا چھپاؤ گے ان کا بھی علم ہے۔ ارادے ہی نہیں بلکہ وسوسے بھی اس پر ظاہر ہیں۔ کئے ہوئے عمل اور جو کرے گا وہ عمل اس پر ظاہر ہیں۔ وہی معبود برحق ہے اعلیٰ صفتیں اور بہترین نام اسی کے ہیں۔ سورۂ اعراف کی تفسیر کے آخر میں اسمائے حسنیٰ کے متعلق حدیثیں گزر چکی ہیں۔

---

[1] [ضعیف جدا : مسند ابو یعلی] اس کی سند میں قاسم بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورة الفرقان: آیت ٦]

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۞ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۞

تجھے موسیٰ کا قصہ بھی معلوم ہے؟ جب کہ اس نے آگ دیکھ کر اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ذرا سی دیر ٹھہر جاؤ مجھے آگ دکھائی دی ہے بہت ممکن ہے کہ میں اس کا کوئی انگارا تمہارے پاس لاؤں گا یا آگ کے پاس سے راستے کی اطلاع پاؤں ۞

موسیٰ علیہ السلام کا قصہ: یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ آپ اس مدت کو پوری کر چکے تھے جو آپ کے اور آپ کے خسر صاحب کے درمیان طے ہوئی تھی اور آپ اپنی اہل و عیال کو لے کر دس سال سے زیادہ عرصے کے بعد اپنے وطن مصر کی طرف جا رہے تھے سردی کی رات تھی راستہ بھول گئے پہاڑوں کی گھاٹیوں کے درمیان اندھیرا تھا ابر چھایا ہوا تھا ہر چند چقماق سے آگ نکالنا چاہی لیکن اس سے بالکل آگ نہ نکلی ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو دائیں جانب کے پہاڑ پر کچھ آگ دکھائی دی تو بیوی صاحبہ سے فرمایا اس طرف آگ سی نظر آ رہی ہے میں جاتا ہوں کہ وہاں سے کچھ انگارے لے آؤں تاکہ تم سینک تاپ کر لو اور کچھ روشنی بھی ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں کوئی آدمی مل جائے جو راستہ بھی بتا دے۔ بہر صورت راستے کا پتہ یا آگ مل ہی جائے گی۔

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۞ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۞ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۞ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۞ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ۞ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۞

جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! ۞ میں ہی تیرا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دے، کیونکہ تو پاک میدان طویٰ میں ہے ۞ میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے۔ اب جو وحی کی جائے اسے کان لگا کر سن ۞ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ لائق عبادت میرے سوا اور کوئی نہیں تو میری ہی عبادت کرتا رہ اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ ۞ قیامت یقیناً آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو وہ بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی ہو ۞ اب اس کے یقین سے تجھے کوئی ایسا شخص روک نہ دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو ورنہ ہلاک ہو جائے گا ۞

اللہ تعالیٰ سے کلام: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو اس مبارک میدان کے دائیں جانب کے درختوں کی طرف سے آواز آئی اے موسیٰ! میں تیرا رب ہوں تو جوتیاں اتار دے۔ یا تو اس لئے یہ حکم ہوا کہ آپ کی جوتیاں گدھے کے چمڑے کی تھیں یا اس لئے کہ تعظیم کرانی مقصود تھی۔ جیسے کہ کعبے جانے کے وقت لوگ جوتیاں اتار کر جاتے ہیں۔ یا اس لئے کہ اس بابرکت جگہ پر پاؤں پڑیں اور بھی وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔ طویٰ اس وادی کا نام

تھا۔ یا یہ مطلب کہ اپنے قدم اس زمین سے ملا دو۔ یا یہ مطلب کہ یہ زمین کئی کئی بار پاک کی گئی ہے اور اس میں برکتیں بھر دی گئی ہیں اور بار بار دہرائی گئی ہیں۔ لیکن زیادہ صحیح قول پہلا ہی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِذْ نَادٰهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ [1] میں نے تجھے اپنا برگزیدہ کر لیا ہے' دنیا میں سے تجھے منتخب کر لیا ہے' اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تجھے ممتاز فرما رہا ہوں [2] اس وقت کے روئے زمین کے تمام لوگوں سے تیرا مرتبہ بڑھا رہا ہوں۔

کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا جانتے بھی ہو کہ میں نے تجھے دوسرے تمام لوگوں میں سے مختار اور پسندیدہ کر کے شرف ہم کلامی کیوں بخشا؟ آپ نے جواب دیا اے اللہ مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں فرمایا گیا اس لئے کہ تیری طرح اور کوئی میری طرف نہیں جھکا۔ اب تو میری وحی کو کان لگا کر' دھیان دے کر سن۔ میں ہی معبود ہوں کوئی اور نہیں۔ یہی پہلا فریضہ ہے تو صرف میری ہی عبادت کئے چلے جانا۔ کسی اور کی کسی قسم کی عبادت نہ کرنا' میری یاد کے لئے نمازیں قائم کرنا' میری یاد کا یہ بہترین اور افضل ترین طریقہ ہے یا یہ مطلب کہ جب میں یاد آؤں نماز پڑھو۔ جیسے حدیث میں ہے کہ تم میں سے اگر کسی کو نیند آ جائے یا غفلت ہو جائے تو جب یاد آ جائے نماز پڑھ لے کیونکہ فرمان الٰہی ہے میری یاد کے وقت نماز قائم کرو۔ [3]

بخاری و مسلم میں ہے جو شخص سوتے میں یا بھول میں نماز کا وقت گزار دے اس کا کفارہ یہی ہے یاد آتے ہی نماز پڑھ لے اس کے سوا اور کفارہ نہیں۔ قیامت یقیناً آنے والی ہے ممکن ہے میں اس کے وقت کے صحیح علم کو ظاہر نہ کروں۔ ایک قراءت میں ﴿اُخْفِیْهَا﴾ کے بعد ﴿مِنْ نَّفْسِیْ﴾ کے لفظ ہیں کیونکہ اللہ کی ذات سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ یعنی اس کا علم بجز اپنے کسی کو نہیں دوں گا۔ پس روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں ہوا جسے قیامت کے قائم ہونے کا مقررہ وقت معلوم ہو۔ یہ وہ چیز ہے کہ اگر ہو سکے تو خود میں اپنے سے بھی اسے چھپا دوں لیکن رب سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ چنانچہ یہ ملائکہ سے پوشیدہ ہے انبیاء علیہم السلام اس سے بے علم ہیں۔

جیسے فرمان ہے ﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [4] زمین آسمان والوں میں سے سوائے اللہ واحد کے کوئی اور غیب دان نہیں۔ اور آیت میں ہے قیامت زمین و آسمان پر بھاری پڑ رہی ہے وہ اچانک آ جائے گی یعنی اس کا علم کسی کو نہیں۔ ایک قراءت میں ﴿اَخْفِیْهَا﴾ ہے۔ ورقہ فرماتے ہیں مجھے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اسی طرح پڑھایا ہے۔ اس کے معنی ہیں ﴿اَظْهَرَهَا﴾ اس دن

---

[1] [سورة النازعات: آیت ١٦] [2] [سورة الاعراف: آیت ١٤٤]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مواقیت الصلوة : باب من نسی الصلوة فلیصل اذا ذکرا (٥٩٧) صحیح مسلم : کتاب المساجد و مواضع الصلوة : باب قضاء الصلوة الفائتة (٦٨٤) ترمذی : کتاب الصلوة : باب ما جآء فی الرجل ینسی الصلوة (١٧٨) ابن ماجه : کتاب الصلوة : باب من نام عن الصلوة او نسیها ابو داؤد : کتاب الصلوة : باب فی من نام عن صلاة او نسیها (٤٤٢) (٦٩٦) مسند احمد (٢٤٣/٣)]

[4] [سورة النمل : آیت ٦٥]

ہر عامل اپنے عمل کا بدلہ دیا جائے گا خواہ ذرہ برابر نیکی ہو خواہ بدی ہو اپنے کرتوت کا بدلہ اس دن ضرور ملنا ہے۔ پس کسی کو بھی بے ایمان لوگ بہکا نہ دیں۔ قیامت کے منکر، دنیا کے مفتون، مولا کے نافرمان، خواہش کے غلام کسی اللہ کے بندے کے اس پاک عقیدے میں اسے تزلزل پیدا نہ کرنے پائیں اگر وہ اپنی چاہت میں کامیاب ہو گئے تو یہ غارت ہوا اور نقصان میں پڑا۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَٰمُوسَىٰ ﴿١٧﴾ قَالَ هِىَ عَصَاىَ أَتَوَكَّؤُا۟ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِى وَلِىَ فِيهَا مَـَٔارِبُ أُخْرَىٰ ﴿١٨﴾ قَالَ أَلْقِهَا يَٰمُوسَىٰ ﴿١٩﴾ فَأَلْقَىٰهَا فَإِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا ٱلْأُولَىٰ ﴿٢١﴾

اے موسیٰ! تیرے اس دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟۔ جواب دیا کہ یہ میری لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور جس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیا کرتا ہوں اور بھی اس میں مجھے بہت سے فائدے کے کام ہیں۔ فرمایا اے موسیٰ اسے ہاتھ سے نیچے ڈال دے۔ ڈالتے ہی وہ تو سانپ بن کر دوڑنے لگی۔ فرمایا بے خوف ہو کر پکڑ لے ہم اسے اسی پہلی سی صورت میں دوبارہ لا دیں گے۔

معجزات کی عطائیگی: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک بہت بڑے اور صاف کھلے معجزے کا ذکر ہو رہا ہے کہ جو بغیر اللہ کی قدرت کے ناممکن اور جو غیر نبی کے ہاتھ پر بھی ناممکن۔ طور پہاڑ پر دریافت ہو رہا ہے کہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ یہ سوال اس لئے تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گھبراہٹ دور ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سوال بطور تقریر کے ہے یعنی تیرے ہاتھ میں لکڑی ہی ہے یہ جیسی کچھ ہے معلوم ہے اب یہ جو ہو جائے گی وہ دیکھ لینا۔

اس سوال کے جواب میں کلیم اللہ عرض کرتے ہیں یہ میری اپنی لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں یعنی چلنے میں مجھے یہ سہارا دیتی ہے اس سے میں اپنی بکریوں کا چارہ درخت سے جھاڑ لیتا ہوں۔ ایسی لکڑیوں میں ذرا مڑا ہوا لوہا لگا لیا کرتے ہیں تاکہ پتے پھل آسانی سے اتر آئیں اور لکڑی ٹوٹے بھی نہیں۔ اور بھی بہت سے فوائد اس میں ہیں۔ ان فوائد کے بیان میں بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ یہی لکڑی رات کے وقت روشن چراغ بن جاتی تھی۔ دن کو جب آپ سو جاتے تو یہی لکڑی آپ کی بکریوں کی رکھوالی کرتی جہاں کہیں سایہ دار جگہ نہ ہوتی آپ اسے گاڑ دیتے یہ خیمے کی طرح آپ پر سایہ کرتی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن بظاہر یہ قول بنی اسرائیل کا افسانہ معلوم ہوتا ہے ورنہ پھر آج اسے بصورت سانپ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قدر کیوں گھبراتے؟ وہ تو اس لکڑی کے عجائبات دیکھتے چلے آتے تھے۔ پھر بعض کا قول ہے کہ دراصل یہ لکڑی حضرت آدم کی تھی۔ کوئی کہتا ہے یہی لکڑی قیامت کے قریب دابۃ الارض کی صورت میں ظاہر ہو گی۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام ماشا تھا۔ اللہ ہی جانے ان اقوال میں کہاں تک جان ہے؟

پہلا معجزہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لکڑی کا لکڑی ہونا جتا کر انہیں بخوبی بیدار اور ہوشیار کر کے حکم ملا کہ اسے زمین پر

ڈال دو۔ زمین پر پڑتے ہی وہ ایک زبردست اژدھے کی صورت میں پھنپھناتی ہوئی ادھرادھر چلنے پھرنے بلکہ دوڑنے بھاگنے لگی۔ ایسا خوفناک اژدہا اس سے پہلے کسی نے دیکھا ہی نہ تھا۔ اس کی تو یہ حالت تھی کہ ایک درخت سامنے آ گیا تو یہ اسے ہضم کر گیا۔ ایک چٹان پتھر کی راستے میں آ گئی تو اس کا لقمہ بنا گیا۔ یہ حال دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام الٹے پاؤں بھاگے۔ آواز دی کہ موسیٰ پکڑ لے لیکن ہمت نہ پڑی پھر فرمایا موسیٰ علیہ السلام ڈر نہیں پکڑ لے پھر بھی جھجک باقی رہی تیسری مرتبہ فرمایا تو ہمارے امن میں ہے اب ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔ کہتے ہیں فرمان الٰہی کے ساتھ ہی آپ نے لکڑی زمین پر ڈال دی پھر ادھر ادھر آپ کی نگاہ ہو گئی اب جو نظر ڈالی بجائے لکڑی کے ایک خوفناک اژدہا دکھائی دیا جو اس طرح چل رہا ہے جیسے کسی کی جستجو میں ہو۔ گابھن اونٹنی جیسے بڑے بڑے پتھروں کو آسمان سے باتیں کرتے ہوئے اونچے اونچے درختوں کو ایک لقمے میں ہی پیٹ میں پہنچا رہا ہے آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی ہیں اس ہیبت ناک خونخوار اژدھے کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سہم گئے اور پیٹھ موڑ کر زور سے بھاگے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی یاد آ گئی تو شرما کر ٹھہر گئے وہیں آواز آئی کہ موسیٰ علیہ السلام لوٹ کر وہیں آ جاؤ جہاں تھے آپ لوٹے لیکن نہایت خوفزدہ تھے۔ تو حکم ہوا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے اسے تھام لو کچھ بھی خوف نہ کرو ہم اسے اس کی اسی اگلی حالت میں لوٹا دیں گے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کمبل اوڑھے ہوئے تھے جسے ایک کانٹے سے اٹکا رکھا تھا آپ نے اسی کمبل کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر اس ہیبت ناک اژدھے کو پکڑنا چاہا فرشتے نے کہا موسیٰ علیہ السلام اگر اللہ تعالیٰ اسے کاٹنے کا حکم دے دے تو کیا تیرا یہ کمبل بچا سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں لیکن یہ حرکت مجھ سے بہ سبب میرے ضعف کے سرزد ہو گئی میں ضعیف اور کمزور ہی پیدا کیا گیا ہوں۔ اب دلیری کے ساتھ کمبل ہٹا کر ہاتھ بڑھا کر اس کے سر کو تھام لیا اسی وقت وہ اژدہا پھر لکڑی بن گیا جیسے پہلے تھا اس وقت جب کہ آپ اس گھاٹی پر چڑھ رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں یہ لکڑی تھی جس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اسی حال میں آپ نے پہلے دیکھا تھا اسی حالت پر اب ہاتھ میں بصورت عصا موجود تھا۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾

اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال لے تو وہ سفید چمکتا ہوا ہو کر نکلے گا لیکن بغیر کسی عیب اور روگ کے یہ ہے دوسرا معجزہ ○ یہ اس لئے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھانا چاہتے ہیں ○ تو فرعون کی طرف جا اس نے بڑی ڈنڈ مچا رکھی ہے ○ کہنے لگے میرے پروردگار میرا سینہ میرے لئے کھول دے۔ اور میرے کام کو مجھ پر آسان کر دے ○ اور میری زبان کی گرہ بھی کھول

دے○تا کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں○اور میرا وزیر میرے کنبے میں سے کر دے○یعنی میرے بھائی ہارون کو○تو اس سے میری کمر کس دے○اور اسے میرا شریک کار کر دے○تا کہ ہم دونوں بکثرت تیری تسبیح بیان کریں○اور بکثرت تیری یاد کریں○بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے بھالنے والا ہے○

دوسرا معجزہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا معجزہ دیا جاتا ہے حکم ہوتا ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال کر پھر اسے نکال لو تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا روشن بن کر نکلے گا۔ یہ نہیں کہ برص کی سفیدی ہو یا کوئی بیماری اور عیب ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چراغ کی طرح روشن نکلا جس سے آپ کا یہ یقین کہ آپ اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے ہیں اور بڑھ گیا۔ یہ دونوں معجزے یہیں اسی لئے ملے تھے کہ آپ اللہ کی ان زبردست نشانیوں کو دیکھ کر یقین کر لیں۔

فرعون کو سمجھانے کا حکم: پھر حکم ہوا کہ فرعون نے ہماری بغاوت پر کمر کس لی ہے' اس کے پاس جا کر اسے سمجھاؤ۔ وہب رحمۃ اللہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قریب ہونے کا حکم دیا یہاں تک کہ آپ اس درخت کے تنے سے لگ کر کھڑے ہو گئے' دل ٹھہر گیا' خوف وخطر دور ہو گیا۔ دونوں ہاتھ اپنی لکڑی پر ٹکا کر سر جھکا کر گردن خم کر کے باادب ارشاد الٰہی سننے لگے تو فرمایا گیا کہ ملک مصر کے بادشاہ فرعون کی طرف ہمارا پیغام لے کر جاؤ' یہیں سے تم بھاگ کر آئے ہو۔ اس سے کہو کہ وہ ہماری عبادت کرے' کسی کو شریک نہ بنائے' بنو اسرائیل کے ساتھ سلوک واحسان کرے' انہیں تکلیف اور ایذا نہ دے۔ فرعون بڑا ہی باغی ہو گیا ہے' دنیا کا مفتون بن کر آخرت کو فراموش کر بیٹھا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گیا ہے تو میری رسالت لے کر اس کے پاس جا۔ میرے کان اور میری آنکھیں تیرے ساتھ ہیں' میں تجھے دیکھتا بھالتا رہوں گا اور تیری باتیں سنتا سناتا رہوں گا۔ میری مدد تیرے پاس ہو گی میں نے اپنی طرف سے تجھے حجتیں عطا فرما دی ہیں اور تجھے قوی اور مضبوط کر دیا ہے تو اکیلا ہی میرا پورا لشکر ہے۔ اپنے ایک ضعیف بندے کی طرف تجھے بھیج رہا ہوں جو میری نعمتیں پا کر پھول گیا ہے اور میری پکڑ کو بھول گیا ہے دنیا میں پھنس گیا اور غرور وتکبر میں دھنس گیا ہے۔ میری ربوبیت سے بیزار' میری الوہیت سے برسرپیکار ہے۔ مجھ سے آنکھیں پھیر لی ہیں' دیدے بدل لئے ہیں۔ میری پکڑ سے غافل ہو گیا ہے۔ میرے عذابوں سے بے خوف ہو گیا ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر میں اسے ڈھیل دینا نہ چاہتا تو آسمان اس پر ٹوٹ پڑتے زمین اسے نگل جاتی دریا اسے ڈبو دیتے لیکن چونکہ وہ میرے مقابلے کا نہیں ہر وقت میرے بس میں ہے میں اسے ڈھیل دیئے ہوئے ہوں اور اس سے بے پرواہی برت رہا ہوں۔ میں ہوں بھی ساری مخلوق سے بے پرواہ۔ حق تو یہ ہے کہ بے پروائی صرف میری ہی صفت ہے۔ تو میری رسالت ادا کر' اسے میری عبادت کی ہدایت کر' اسے توحید واخلاص کی دعوت دے' میری نعمتیں یاد دلا' میرے عذابوں سے دھمکا' میرے غضب سے ہوشیار کر دے۔ جب میں غصہ کر بیٹھتا ہوں تو امن نہیں ملتا۔ اسے نرمی سے سمجھا تا کہ نہ ماننے کا عذر ٹوٹ جائے۔ میری بخشش کی' میرے کرم ورحم کی اسے خبر دے کہہ دے کہ اب بھی اگر میری طرف جھکے گا تو میں تمام بداعمالیوں سے قطع نظر کر لوں گا۔ میری رحمت میرے غضب

سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ خبردار! اس کا دنیوی ٹھاٹھ دیکھ کر رعب میں نہ آ جانا اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے اس کی زبان چل نہیں سکتی اس کے ہاتھ اٹھ نہیں سکتے اس کی آنکھ پھڑک نہیں سکتی اس کا سانس چل نہیں سکتا جب تک میری اجازت نہ ہو۔ اسے سمجھا کہ میری مان لے تو میں بھی مغفرت سے پیش آ ؤں گا۔ چار سو سال اسے سرکشی کرتے' میرے بندوں پر ظلم ڈھاتے' میری عبادت سے لوگوں کو روکتے گزر چکے ہیں۔ تاہم نہ میں نے اس پر بارش بند کی' نہ پیداوار روکی' نہ بیمار ڈالا' نہ بوڑھا کیا' نہ مغلوب کیا۔ اگر چاہتا ظلم کے ساتھ ہی پکڑ لیتا لیکن میرا حلم بہت بڑھا ہوا ہے۔ تو اپنے بھائی کے ساتھ مل کر اس سے پوری طرح جہاد کر اور میری مدد پر بھروسہ رکھ میں اگر چاہوں تو اپنے لشکروں کو بھیج کر اس کا بھیجا نکال دوں۔ لیکن اس بے بنیاد بندے کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میری جماعت کا ایک بھی روئے زمین کی طاقتوں پر غالب آ سکتا ہے۔ مدد میرے اختیار میں ہے۔ دنیوی جاہ و جلال کی تو پرواہ نہ کرنا بلکہ آنکھ بھر کر دیکھنا بھی نہیں۔ میں اگر چاہوں تو تمہیں اتنا دے دوں کہ فرعون کی دولت اس کے پاسنگ میں بھی نہ آ سکے لیکن میں اپنے بندوں کو عموماً غریب ہی رکھتا ہوں تاکہ ان کی آخرت سنوری رہے یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ میرے نزدیک قابل اکرام نہیں بلکہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ دونوں جہان کی نعمتیں آنے والے جہاں میں جمع مل جائیں۔ میرے نزدیک بندے کا کوئی عمل اتنا وقعت والا نہیں جتنا زہد اور دنیا سے دوری۔ میں اپنے خاص بندوں کو سکینت اور خشوع خضوع کا لباس پہنا دیتا ہوں ان کے چہرے سجدوں کی چمک سے روشن ہو جاتے ہیں۔ یہی سچے اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے ہر ایک کو باادب رہنا چاہئے۔ اپنی زبان اور دل کو ان کا تابع رکھنا چاہئے۔ سن لے میرے دوستوں سے دشمنی رکھنے والا گویا مجھے لڑائی کا اعلان دیتا ہے۔ تو کیا مجھ سے لڑنے کا ارادہ رکھنے والا کبھی سرسبز ہو سکتا ہے؟ میں نے قہر کی نظر اسے دیکھا اور وہ تہس نہس ہوا۔ میرے دشمن مجھ پر غالب نہیں آ سکتے' میرے مخالف میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ میں اپنے دوستوں کی خود مدد کرتا ہوں' انہیں دشمنوں کا شکار نہیں ہونے دیتا۔ دنیا و آخرت میں انہیں سرخرو رکھتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بچپن کا زمانہ فرعون کے گھر میں بلکہ اس کی گود میں گزارا تھا جوانی تک ملک مصر میں اسی کی بادشاہت میں ٹھہرے رہے تھے پھر ایک قبطی بے ارادہ آپ کے ہاتھ سے مر گیا جس سے آپ یہاں سے بھاگ نکلے تب سے لے کر آج تک مصر کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ فرعون ایک سخت دل بدخلق اکھڑ مزاج آوارہ انسان تھا غرور اور تکبر اتنا بڑھ گیا تھا کہ کہتا تھا کہ میں اللہ کو جانتا ہی نہیں اپنی رعایا سے کہتا تھا کہ تمہارا اللہ میں ہی ہوں ملک و مال میں دولت و متاع میں لاؤ لشکر اور کروفر میں کوئی روئے زمین پر اس کے مقابلے کا نہ تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسے ہدایت کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرا سینہ کھول دے اور میرے کام میں آسانی پیدا کر دے اگر تو خود میرا مددگار نہ بنا تو یہ سخت بار میرے کمزور کندھے نہیں اٹھا سکتے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ چونکہ آپ کے بچپن کے زمانے میں آپ کے سامنے کھجور اور انگارے رکھے گئے تھے آپ نے انگارہ لے کر منہ میں رکھ لیا تھا اس لئے زبان میں لکنت ہو گئی

تھی تو دعا کی کہ میری زبان کی گرہ کھل جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ادب کو دیکھئے کہ بقدر حاجت سوال کرتے ہیں یہ نہیں عرض کرتے کہ میری زبان بالکل صاف ہو جائے بلکہ دعا یہ کرتے ہیں کہ گرہ کھل جائے تا کہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔ انبیاء علیہم السلام اللہ سے صرف حاجت روائی کے مطابق ہی عرض کرتے ہیں آگے نہیں بڑھتے۔ چنانچہ آپ کی زبان میں پھر بھی کچھ کسر رہ گئی تھی جیسے کہ فرعون نے کہا تھا کہ کیا میں بہتر ہوں یا یہ؟ جو فردمایہ ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ایک گرہ کھلنے کی دعا کی تھی جو پوری ہوئی اگر پوری کی دعا ہوتی تو وہ بھی پوری ہوتی۔ آپ نے صرف اسی قدر دعا کی تھی کہ آپ کی زبان ایسی کردی جائے کہ لوگ آپ کی بات سمجھ لیا کریں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ڈر تھا کہ کہیں وہ الزام قتل رکھ کر قتل نہ کردیں ایسی دعا کی جو قبول ہوئی۔ زبان میں اٹکاؤ تھا اس کی بابت دعا کی کہ اتنی صاف ہو جائے کہ لوگ بات سمجھ لیں یہ دعا بھی پوری ہوئی۔ دعا کی کہ ہارون کو بھی نبی بنا دیا جائے یہ بھی پوری ہوئی۔ حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ کے پاس ان کے ایک رشتے دار آئے اور کہنے لگے یہ تو بڑی کمی ہے کہ تم بولنے میں غلط بول جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا بھتیجے کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ کہا ہاں سمجھ میں تو آجاتی ہے کہا بس یہی کافی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی اور اتنی ہی دعا کی تھی۔ پھر اور دعا کی کہ میری خارجی اور ظاہری امداد کے لئے میرا وزیر بنا دے اور ہو بھی وہ میرے کنبے میں سے۔ یعنی میرے بھائی ہارون کو نبوت عطا فرما۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسی وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی نبوت عطا فرمائی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عمرے کے لئے جاتے ہوئے کسی اعرابی کے ہاں مقیم تھیں کہ سنا ایک شخص پوچھتا ہے کہ دنیا میں کس بھائی نے اپنے بھائی کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا ہے؟ اس سوال پر سب خاموش ہو گئے اور کہہ دیا کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس نے کہا اللہ کی قسم مجھے اس کا علم ہے۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اپنے دل میں کہا دیکھو یہ شخص کتنی بے جا جسارت کرتا ہے بغیر انشاء اللہ کے قسم کھا رہا ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ اس نے جواب دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ اپنے بھائی کو اپنی دعا سے نبوت دلوائی۔ میں بھی یہ سن کر دنگ رہ گئی اور دل میں کہنے لگی بات تو سچ کہی فی الواقع اس سے زیادہ کوئی بھائی اپنے بھائی کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ نے سچ فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پاس بڑے آبرودار تھے۔ اس دعا کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ میری کمر مضبوط ہو جائے تا کہ ہم تیری تسبیح اچھی طرح بیان کریں۔ ہر وقت تیری پاکیزگی بیان کرتے رہیں۔ اور تیری یاد بکثرت کریں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں بندہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے والا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ وہ بیٹھتے اٹھتے اور لیٹتے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔ تو ہمیں دیکھتا ہے یہ تیرا رحم و کرم ہے کہ تو نے ہمیں برگزیدہ کیا، ہمیں نبوت عطا فرمائی اور ہمیں اپنے دشمن فرعون کی طرف اپنا نبی بنا کر اس کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ تیرا شکر ہے اور تیرے ہی لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں۔ تیری ان نعمتوں پر ہم تیرے شکر گزار ہیں۔

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿٣٧﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿٣٨﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ ﴿٣٩﴾ اِذْ تَمْشِىْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۚ

جناب باری تعالیٰ نے فرمایا' موسیٰ تیرے تمام سوالات پورے کر دیئے گئے ۝ ہم نے تجھ پر ایک بار اور بھی بڑا احسان کیا ہے ۝ جب کہ ہم نے تیری ماں کو وہ الہام کیا جو کیا جانا تھا ۝ کہ تو اسے صندوق میں بند کر کے دریا میں چھوڑ دے تو دریا اسے کنارے لا ڈالے گا' اور میرا اور خود اس کا دشمن اسے لے لے گا۔ اور میں نے اپنی طرف کی خاص محبت و مقبولیت تجھ پر ڈال دی' تا کہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے ۝ جب کہ تیری بہن چل رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اگر تم کہو تو میں اسے بتا دوں جو اس کی نگہبانی کرے' اس تدبیر سے ہم نے تجھے پھر تیری ماں کے پاس پہنچایا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہو' تو نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا اس پر بھی ہم نے تجھے بچا لیا غرض ہم نے تجھے اچھی طرح آزما لیا ۝

بچپن میں موسیٰ علیہ السلام کی مدد: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام دعائیں قبول ہوئیں اور فرما دیا گیا کہ تمہاری درخواست منظور ہے۔ اس احسان کے ساتھ ہی اور احسان بھی ذکر کر دیا گیا کہ ہم نے تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی بڑا احسان کیا ہے۔ پھر اس واقعہ کو مختصر طور پر یاد دلایا کہ ہم نے تیرے بچپن کے وقت تیری ماں کی طرف وحی بھیجی جس کا ذکر اب تم سے ہو رہا ہے۔ تم اس وقت دودھ پیتے بچے تھے تمہاری والدہ کو فرعون اور فرعونیوں کا کھٹکا تھا کیونکہ اس سال وہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر رہا تھا۔ اس خوف کے مارے وہ ہر وقت کانپتی رہتی تھیں تو ہم نے وحی کی کہ ایک صندوق بنالو دودھ پلا کر بچے کو اس میں لٹا کر دریائے نیل میں اس صندوق کو چھوڑ دو چنانچہ وہ یہی کرتی رہیں۔ ایک رسی اس میں باندھ رکھی تھی جس کا ایک سرا اپنے مکان سے باندھ رہی تھیں جو رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور صندوق کو پانی کی موجیں بہالے چلیں تب تو کلیجہ تھام کر رہ گئیں اس قدر غمزدہ ہوئیں کہ صبر ناممکن تھا' شاید راز فاش کر دیتیں لیکن ہم نے دل مضبوط کر دیا صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس سے گزرا آل فرعون نے اسے اٹھا لیا کہ جس غم سے بچنا چاہتے تھے جس صدمے سے وہ محفوظ رہنا چاہتے تھے وہ ان کے سامنے آ جائے۔ جس کی شمع حیات کو بجھانے کے لئے وہ بے گناہ معصوموں کا قتل عام کر رہے تھے وہ انہی کے تیل سے انہی کے ہاں روشن ہو اور اللہ کے ارادے بے روک پورے ہو جائیں ان کا دشمن انہی کے ہاتھوں پلے انہی کا کھائے ان کے ہاں تربیت پائے۔

خود فرعون اور اس کی اہلیہ محترمہ نے بچے کو دیکھا رگ رگ میں محبت سما گئی لے کر پرورش کرنے لگے۔ آنکھوں کا تارا سمجھنے لگے شہزادوں کی طرح ناز و نعمت سے پلنے لگے شاہی دربار میں رہنے لگے۔ اللہ نے اپنی محبت تجھ پر ڈال دی گو فرعون تیرا دشمن تھا لیکن رب کی بات کون بدلے؟ اللہ کے ارادے کون ٹالے؟ فرعون پر ہی کیا

منحصر ہے جو دیکھتا آپ کا والہ وشیدا بن جاتا ہے یہ اس لئے تھا کہ تیری پرورش میری نگاہ کے سامنے ہوشاہی خوراکیں کھا عزت وقعت کے ساتھ رہ۔ فرعون والوں نے صندوقچہ اٹھالیا کھولا بچے کو دیکھا پالنے کا ارادہ کیا لیکن آپ کسی دایہ کا دودھ دباتے ہی نہیں بلکہ منہ میں ہی نہیں لیتے۔ بہن جو صندوق کو دیکھتی بھالتی کنارے کنارے آرہی تھی وہ بھی موقعہ پر پہنچ گئیں کہنے لگیں کہ آپ اگر اس کی پرورش کی تمنا کرتے ہیں اور معقول اجرت بھی دیتے ہیں تو میں ایک گھرانہ بتاؤں جو اسے محبت سے پالے اور خیر خواہانہ برتاؤ کرے۔ سب نے کہا ہم تیار ہیں آپ انہیں لئے ہوئے اپنی والدہ کے پاس پہنچیں جب بچہ ان کی گود میں ڈال دیا گیا۔ آپ نے جھٹ سے منہ لگایا دودھ شروع کیا جس سے فرعون کے ہاں بڑی خوشیاں منائی گئیں اور بہت کچھ انعام واکرام دیا گیا۔ تنخواہ مقرر ہوگئی اپنے ہی بچے کو دودھ پلائیں اور تنخواہ اور انعام بھی اور عزت واکرام بھی پائیں دنیا بھی ملے دین بھی بڑھے۔

اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے کام کرے اور نیک نیتی سے کرے اس کی مثال ام موسیٰ کی مثال ہے کہ اپنے بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔ پس یہ بھی ہماری کرم فرمائی ہے کہ ہم نے تجھے تیری ماں کی گود میں واپس کیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غم ورنج جاتا رہے پھر تمہارے ہاتھ سے ایک فرعونی مارڈالا گیا تو بھی ہم نے تمہیں بچالیا فرعونیوں نے تمہارے قتل کا ارادہ کرلیا تھا راز فاش ہو چکا تھا تمہیں یہاں سے نجات دی تم بھاگ کھڑے ہوئے مدین کے کنویں پر جا کر تم نے دم لیا۔ وہاں ہمارے ایک بندے نے تمہیں بشارت سنائی کہ اب کوئی خوف نہیں ان ظالموں سے تم نے نجات پالی۔ تمہیں ہم نے بطور آزمائش اور بھی بہت سے فتنوں میں ڈالا۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا اب تو دن ڈوبنے کو ہے واقعات زیادہ ہیں پھر سہی چنانچہ میں نے دوسری صبح پھر سوال کیا تو آپ نے فرمایا سنو! فرعون کے دربار میں ایک دن اس بات کا ذکر چھڑا کہ اللہ کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ تھا کہ ان کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ ہوں گے چنانچہ بنو اسرائیل اس کے آج تک منتظر ہیں اور انہیں یقین ہے کہ مصر کی سلطنت پھر ان میں جائے گی۔ پہلے تو ان کا خیال تھا کہ یہ وعدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بابت تھا لیکن ان کی وفات تک جب کہ یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو وہ اپنے عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ ان میں اپنے ایک پیغمبر کو بھیجے گا جن کے ہاتھوں انہیں سلطنت بھی ملے گی اور ان کی قومی و مذہبی ترقی ہوگی یہ باتیں کر کے انہوں نے مجلس مشاورت قائم کی کہ اب کیا کیا جائے جس سے آئندہ کے خطرے سے محفوظ رہ سکیں۔ آخر اس جلسے میں قرارداد منظور ہوئی کہ پولیس کا ایک محکمہ قائم کیا جائے جو شہر کا گشت لگاتا رہے اور بنی اسرائیل میں جو نرینہ اولاد ہو اسے اسی وقت سرکار میں پیش کیا جائے اور ذبح کردیا جائے۔ لیکن جب ایک مدت گزر گئی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ اس طرح تو بنی اسرائیل بالکل فنا ہو جائیں گے اور جو ذلیل خدمتیں ان سے لی جاتی ہیں جو بیگاریں ان سے وصول ہو رہی ہیں سب موقوف ہو جائیں گی اس لئے اب تجویز ہوا کہ ایک سال ان کے بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور ایک سال ان کے لڑکے قتل

کر دیئے جائیں۔ اس طرح موجودہ بنی اسرائیلیوں کی تعداد بھی نہ بڑھے گی اور نہ اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں اپنی خدمت گزاری کے لئے بھی نہ مل سکیں۔

جتنے بڈھے دو سال میں مریں گے اتنے بچے ایک سال میں پیدا ہو جائیں گے۔ جس سال قتل موقوف تھا اس سال تو حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس سال قتل عام بچوں کا جاری تھا اس برس حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ کی اس وقت کی گھبراہٹ اور پریشانی کا کیا پوچھنا؟ بے اندازہ تھی۔ ایک فتنہ تو یہ تھا۔ چنانچہ یہ خطرہ اس وقت دفع ہو گیا جب کہ اللہ کی وحی ان کے پاس آئی کہ ڈر خوف نہ کر ہم اسے تیری طرف پھر لوٹائیں گے اور اسے اپنا رسول بنائیں گے۔ چنانچہ بحکم الٰہی آپ نے اپنے بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا جب صندوق نظروں سے اوجھل ہو گیا تو شیطان نے دل میں وسوسے ڈالنے شروع کئے کہ افسوس اس سے تو یہی بہتر تھا کہ میرے سامنے ہی اسے ذبح کر دیا جاتا تو میں اسے خود ہی کفناتی دفناتی تو سہی لیکن اب تو میں نے خود اسے مچھلیوں کا شکار بنایا۔ یہ صندوق یونہی بہتا ہوا خاص فرعونی گھاٹ سے جا لگا وہاں اس وقت محل کی لونڈیاں موجود تھیں انہوں نے اس صندوق کو اٹھا لیا اور ارادہ کیا کہ کھول کر دیکھیں لیکن پھر ڈر گئیں کہ آیا ایسا نہ ہو کہ چوری کا الزام لگے یونہی مقفل صندوق ملکہ فرعون کے پاس پہنچا دیا۔ وہ بادشاہ بیگم کے سامنے کھولا گیا تو اس میں سے چاند جیسی صورت کا ایک چھوٹا سا معصوم بچہ نکلا جسے دیکھتے ہی فرعون کی بیوی صاحبہ کا دل محبت کے جوش سے اچھلنے لگا۔

ادھر ام موسیٰ کی حالت غیر ہو گئی سوائے اپنے اس پیارے بچے کے خیال میں اور کوئی تصور ہی نہ تھا۔ ادھر ان قصائیوں کو جو حکومت کی طرف سے بچوں کے قتل کے محکمے کے ملازم تھے معلوم ہوا تو وہ اپنی چھریاں تیز کئے ہوئے بڑھے اور ملکہ سے تقاضا کیا کہ بچہ انہیں سونپ دیں تاکہ وہ اسے ذبح کر ڈالیں۔ یہ دوسرا فتنہ تھا آخر ملکہ نے جواب دیا کہ ٹھہرو میں خود بادشاہ سے ملتی ہوں اور اس بچے کو طلب کرتی ہوں اگر وہ مجھے دے دیں تو خیر ورنہ تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ آپ آئیں اور بادشاہ سے کہا کہ یہ بچہ تو میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہو گا اس خبیث نے کہا بس تم ہی اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھو میری ٹھنڈک وہ کیوں ہونے لگا؟ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

رسول اللہ ﷺ بہ حلف بیان فرماتے ہیں کہ اگر وہ بھی کہہ دیتا کہ ہاں بے شک وہ میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور راہ راست دکھا دیتا جیسا کہ اس کی بیوی صاحبہ مشرف بہ ہدایت ہوئی لیکن اس نے خود اس سے محروم رہنا چاہا اللہ نے بھی اسے محروم کر دیا۔

الغرض فرعون کو جوں توں راضی رضامند کر کے اس بچے کے پالنے کی اجازت لے کر آپ آئیں اب محل کی جتنی دایہ تھیں سب کو جمع کیا ایک ایک کی گود میں بچہ دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کا دودھ آپ پر حرام کر دیا آپ نے کسی کا دودھ منہ میں لیا ہی نہیں۔ اس سے ملکہ گھبرائیں کہ یہ تو بہت ہی برا ہوا یہ پیارا بچہ یونہی ہلاک ہو جائے گا۔ آخر سوچ کر حکم دیا کہ انہیں باہر لے جاؤ ادھر ادھر تلاش کرو اگر کسی کا دودھ یہ معصوم قبول کرے تو اسے بہ منت سونپ دو۔ باہر بازاروں میں میلہ سا لگ گیا ہر شخص اس سعادت سے مالا مال ہونا چاہتا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا

دودھ نہ پیا۔ آپ کی والدہ نے اپنی بڑی صاحبزادی آپ کی بہن کو باہر بھیج رکھا تھا کہ وہ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ وہ اس مجمع میں موجود تھیں اور تمام واقعات دیکھ سن رہی تھیں جب یہ لوگ عاجز آ گئے تو آپ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں ایک گھرانہ ایسا بتلاؤں جو اس کی نگہبانی کرے اور ہو بھی اس کا خیر خواہ۔ یہ کہنا تھا کہ لوگوں کو شک ہوا کہ ضرور یہ لڑکی اس بچے کو جانتی ہے اور اس کے گھر کو بھی پہچانتی ہے۔ اے ابن جبیر یہ تھا تیسرا فتنہ۔ لیکن اللہ نے لڑکی کو سمجھ دے دی اور اس نے جھٹ سے کہا کہ بھلا تم اتنا نہیں سمجھے کون بدنصیب ایسا ہوگا جو اس بچے کی خیر خواہی یا پرورش میں کمی کرے جو بچہ ہماری ملکہ کا پیارا ہے۔ کون نہ چاہے گا کہ یہ ہمارے ہاں پل سکے انعام و اکرام سے اس کا گھر بھر جائے۔ یہ سن کر سب کی سمجھ میں آ گیا اسے چھوڑ دیا اور کہا بتا تو کون سی دایہ اس کے لئے تجویز کرتی ہے؟ اس نے کہا میں ابھی لائی دوڑی ہوئی گئیں اور والدہ کو یہ خوش خبری سنائی والدہ صاحبہ بہمہ شوق و امید آئیں اپنے پیارے بچے کو گود میں لیا اپنا دودھ منہ میں دیا بچے نے پیٹ بھر کر پیا اسی وقت شاہی محلات میں یہ خوشخبری پہنچائی گئی ملکہ کا حکم ہوا کہ فوراً اس دایہ کو اور بچے کو میرے پاس لاؤ جب ماں بیٹا پہنچے تو اپنے سامنے دودھ پلوایا اور یہ دیکھ کر کہ بچہ اچھی طرح دودھ پیتا ہے بہت ہی خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ دائی اماں مجھے اس بچے سے وہ محبت ہے جو دنیا کی کسی اور چیز سے نہیں تم یہیں محل میں رہو اور اس بچے کی پرورش کرو۔

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ صاحبہ کے سامنے اللہ کا وعدہ تھا انہیں یقین کامل تھا اس لئے آپ ذرا رکیں اور فرمایا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اپنے گھر کو اور اپنے بچوں کو چھوڑ کر یہاں رہوں۔ اگر آپ چاہتی ہیں تو یہ بچہ میرے سپرد کر دیں میں اسے اپنے گھر لے جاتی ہوں ان کی پرورش میں کوئی کوتاہی نہ کروں گی ملکہ صاحبہ نے مجبوراً اس بات کو بھی مان لیا اور آپ اسی دن خوشی خوشی اپنے بچے کو لئے ہوئے گھر آ گئیں۔ اس بچے کی وجہ سے اس محلے کے بنو اسرائیل بھی فرعونی مظالم سے رہائی پا گئے۔ جب کچھ زمانہ گزرا تو بادشاہ بیگم نے حکم بھیجا کہ کسی دن میرے بچے کو میرے پاس لاؤ ایک دن مقرر ہو گیا تمام ارکان سلطنت اور درباریوں کو حکم ہوا کہ آج میرا بچہ میرے پاس آئے گا تم سب قدم قدم پر اس کا استقبال کرو اور دھوم دھام سے نذریں دیتے ہوئے اسے میرے محل سرائے تک لاؤ۔ چنانچہ جب سواری روانہ ہوئی وہاں سے لے کر محل سرائے سلطانی تک برابر تحفے تحائف نذریں اور ہدیے پیش ہوتے رہے اور بڑی ہی عزت و اکرام کے ساتھ آپ یہاں پہنچے تو خود بیگم نے بھی خوشی خوشی بہت بڑی رقم پیش کی اور بڑی خوشی منائی گئی۔ پھر کہنے لگی کہ میں تو اسے بادشاہ کے پاس لے جاؤں گی وہ بھی اسے انعام و اکرام دیں گے، لے گئیں اور بادشاہ کی گود میں لٹا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی داڑھی پکڑ کر زور سے گھسیٹی۔ فرعون کھٹک گیا اور اس کے درباریوں نے کہنا شروع کیا کہ کیا عجب یہی وہ لڑکا ہو آپ اسے فوراً قتل کرا دیجئے۔

اے ابن جبیر یہ تھا چوتھا فتنہ۔ ملکہ بیتاب ہو کر بول اٹھیں اے بادشاہ کیا ارادہ کر رہے ہو؟ آپ اسے مجھے دے چکے ہیں میں اسے اپنا بیٹا بنا چکی ہوں۔ بادشاہ نے کہا یہ سب ٹھیک ہے لیکن دیکھو تو اس نے آتے ہی داڑھی پکڑ کر مجھے نیچا کر دیا گویا یہی میرا گرانے والا اور تاخت و تاراج کرنے والا ہے۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا بادشاہ بچوں کو

ان چیزوں کی کیا تمیز؟ سنو میں ایک فیصلہ کن بات بتلاؤں اس کے سامنے دو انگارے آگ کے سرخ رکھ دو اور موتی آبدار چمکتے ہوئے رکھ دو پھر دیکھنا یہ کیا اٹھاتا ہے اگر موتی اٹھالے تو سمجھنا کہ اس میں عقل ہے اور اگر آگ کے انگارے تھام لے تو سمجھ لینا کہ عقل نہیں جب عقل وتمیز نہیں تو اس کی داڑھی پکڑ لینے پر اتنے لمبے خیالات کرکے اس کی جان کا دشمن بن جانا کون سی دانائی کی بات ہے؟ چنانچہ یہی کیا گیا دونوں چیزیں آپ کے سامنے رکھی گئیں آپ نے دہکتے ہوئے انگارے اٹھا لئے اسی وقت وہ چھین لئے کہ ایسا نہ ہو ہاتھ جل جائیں اب فرعون کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور اس کا بدلہ ہوا رخ ٹھیک ہو گیا۔ حق تو یہ ہے کہ اللہ کو جو کام کرنا مقصود ہوتا ہے اس کے قدرتی اسباب مہیا ہو ہی جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دربار فرعون میں فرعون کے خاص محل میں فرعون کی بیوی کی گود میں ہی پرورش ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ اچھی عمر کو پہنچ گئے اور بالغ ہو گئے۔

اب تو فرعونیوں کے جو مظالم اسرائیلیوں پر ہو رہے تھے ان میں بھی کمی ہو گئی تھی سب امن وامان سے تھے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک فرعونی اور ایک اسرائیلی کی لڑائی ہو رہی تھی اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی آپ کو سخت غصہ آیا اس لئے کہ اس وقت وہ فرعونی اس بنی اسرائیلی کو دبوچے ہوئے تھا آپ نے اسے ایک مکا مارا اللہ کی شان مکا لگتے ہی وہ مر گیا یہ تو لوگوں کو عموماً معلوم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیلیوں کی طرف داری کرتے ہیں لیکن لوگ اس کی وجہ اب تک یہی سمجھتے تھے کہ چونکہ آپ نے انہی میں دودھ پیا ہے اس لئے ان کے طرفدار ہیں اصلی راز کا علم تو صرف آپ کی والدہ کو تھا اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو بھی معلوم کرا دیا ہو۔ اسے مردہ دیکھتے ہی موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہے وہ بہکانے والا اور کھلا دشمن ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے کہ باری تعالیٰ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو معاف فرما پروردگار نے بھی آپ کی اس خطا سے درگزر فرما لیا وہ تو غفور ورحیم ہے ہی۔ چونکہ قتل کا معاملہ تھا آپ پھر بھی خوفزدہ ہی رہے تاک جھانک میں رہے کہ کہیں معاملہ کھل تو نہیں گیا۔ ادھر فرعون کے پاس شکایت ہوئی کہ ایک قبطی کو کسی بنی اسرائیل نے مار ڈالا ہے فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ واقعہ کی پوری تحقیق کرو قاتل کی تلاش کر کے پکڑ لاؤ اور گواہ بھی پیش کرو اور جرم ثابت ہو جانے کی صورت میں اسے بھی قتل کر دو۔ پولیس نے ہر چند تفتیش کی لیکن قاتل کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اتفاق کی بات کہ دوسرے ہی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر کہیں جا رہے تھے کہ دیکھا وہی بنی اسرائیلی شخص ایک دوسرے فرعونی سے جھگڑ رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی وہ دہائی دینے لگا اس نے یہ محسوس کیا کہ شاید موسیٰ علیہ السلام اپنے کل کے فعل سے نادم ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس کا یہ بار بار کا جھگڑنا اور فریاد کرنا برا معلوم ہوا اور کہا تم بڑے لڑاکا ہو یہ فرما کر اس فرعونی کو پکڑنا چاہا لیکن اس اسرائیلی بزدل نے سمجھا کہ شاید آپ چونکہ مجھ پر ناراض ہیں مجھے ہی پکڑنا چاہتے ہیں۔

حالانکہ اس کا یہ بزدلانہ خیال تھا آپ تو اسی فرعونی کو پکڑنا چاہتے تھے اور اسے بچانا چاہتے تھے لیکن خوف

وہراس کی حالت میں بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے کہ کل تو نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا کیا آج مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے؟ یہ سن کر وہ فرعونی اسے چھوڑ بھاگا' دوڑا گیا۔ اور سرکاری سپاہی کو اس واقعہ کی خبر کر دی فرعون کو بھی قصہ معلوم ہوا اسی وقت جلادوں کو حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر قتل کر دو۔ اے ابن جبیر رحمہ اللہ یہ ہے پانچواں فتنہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سنتے ہی مٹھیاں بند کر کے مصر سے بھاگ کھڑے ہوئے نہ کبھی پیدل چلے تھے نہ کبھی کسی مصیبت میں پھنسے تھے شہزادوں کی طرح لاڈ چاؤ میں پلے تھے نہ راستے کی خبر تھی نہ کبھی سفر کا اتفاق پڑا تھا رب پر بھروسہ کر کے یہ دعا کر کے کہ اے اللہ مجھے سیدھی راہ لے چلنا چل کھڑے ہوئے۔

یہاں تک کہ مدین کی حدود میں پہنچے۔ یہاں دیکھا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں وہیں دو لڑکیوں کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں پوچھا کہ تم ان کے ساتھ اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلا لیتیں؟ الگ کھڑی ہوئی انہیں کیوں روک رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس بھیڑ میں ہمارے بس کی بات نہیں کہ اپنے جانوروں کو پانی پلائیں ہم تو جب یہ لوگ پانی پلا چکتے ہیں ان کا بقیہ اپنے جانوروں کو پلا دیا کرتی ہیں آپ فوراً آگے بڑھے اور ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ چونکہ بہت جلد پانی کھینچا آپ بہت قوی آدمی تھے سب سے پہلے ان کے جانوروں کو سیر کر دیا۔ یہ اپنی بکریاں لے کر اپنے گھر روانہ ہوئیں اور آپ ایک درخت کے سامنے تلے بیٹھ گئے۔ اور اللہ سے دعا کرنے لگے کہ پروردگار میں تیری تمام تر مہربانیوں کا محتاج ہوں۔ یہ دونوں لڑکیاں جب اپنے والد کے پاس پہنچیں تو انہوں نے کہا آج کیا بات ہے کہ تم وقت سے پہلے ہی آ گئیں؟ اور بکریاں بھی خوب آسودہ اور شکم سیر معلوم ہوتی ہیں۔

تو ان بچیوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا آپ نے حکم دیا کہ تم میں سے ایک ابھی چلی جائے اور انہیں میرے پاس بلا لائے۔ وہ آئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے والد صاحب کے پاس لے گئیں انہوں نے سرسری ملاقات کے بعد واقعہ پوچھا تو آپ نے سارا واقعہ کہہ سنایا اس پر وہ فرمانے لگے اب کوئی ڈر کی بات نہیں آپ ان ظالموں سے چھوٹ گئے۔ ہم لوگ فرعون کی رعایا نہیں۔ نہ ہم پر اس کا کوئی دباؤ ہے اسی وقت ایک لڑکی نے اپنے باپ سے کہا ابا جی انہوں نے ہمارا کام کر دیا ہے اور یہ ہیں بھی قوت والے' امانت دار شخص کیا اچھا ہو کہ آپ انہیں اپنے ہاں مقرر کر لیجئے کہ یہ اجرت پر ہماری بکریاں چرا لایا کریں۔ باپ کو غیرت اور غصہ آ گیا اور پوچھا بیٹی تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ قوی اور امین ہیں؟ بچی نے جواب دیا کہ قوت تو اس وقت معلوم ہوئی جب انہوں نے ہماری بکریوں کے لئے پانی نکالا اتنے بڑے ڈول کو اکیلے ہی کھینچتے تھے اور بڑی پھرتی اور ہرپن سے۔ امانت داری یوں معلوم ہوئی کہ میری آواز سن کر انہوں نے نظر اونچی کی اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ میں عورت ہوں پھر نیچی گردن کر کے میری باتیں سنتے رہے واللہ! آپ کا پورا پیغام پہنچانے تک انہوں نے نگاہ اونچی نہیں کی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے رہو مجھے دور سے راستہ بتا دیا کرنا یہ بھی دلیل ہے ان کی اللہ خوفی اور امانت داری کی۔ باپ کی غیرت وحمیت بھی رہ گئی بچی کی طرف سے بھی دل صاف ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت دل میں سما گئی۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمانے لگے میرا ارادہ ہے کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک میرے ہاں کا کام کاج کرتے رہیں ہاں اگر دس سال تک کریں تو اور بھی اچھا ہے ان شاء اللہ آپ دیکھ لیں گے کہ میں بھلا آدمی ہوں۔ چنانچہ یہ معاملہ ہو گیا اور اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے بجائے آٹھ سال کے دس سال پورے کئے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں پہلے مجھے یہ معلوم نہ تھا اور ایک نصرانی عالم مجھ سے یہ پوچھ بیٹھا تھا تو میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا پھر جب میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا اور آپ نے جواب دیا تو میں نے اس سے ذکر کیا اس نے کہا تمہارے استاد بڑے عالم ہیں۔ میں نے کہا ہاں ہیں ہی۔ اب موسیٰ علیہ السلام اس مدت کو پوری کر کے اپنی اہلیہ صاحبہ کو لئے ہوئے یہاں سے چلے۔ پھر وہ واقعات ہوئے جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے آگ دیکھی، گئے، اللہ سے کلام کیا، لکڑی کا اژدھا بننا، ہاتھ کا نورانی بننا ملاحظہ کیا، نبوت پائی، فرعون کی طرف بھیجے گئے تو قتل کے واقعہ کے بدلے اندیشہ ظاہر فرمایا۔ اس سے اطمینان حاصل کر کے زبان کی گرہ کشائی کی طلب کی۔ اس کو حاصل کر کے اپنے بھائی ہارون کی ہمدردی اور شرکت کار چاہی۔ یہ بھی حاصل کر کے لکڑی لئے ہوئے شاہ مصر کی طرف چلے۔

ادھر حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس وحی پہنچی کہ اپنے بھائی کی موافقت کریں اور ان کا ساتھ دیں۔ دونوں بھائی ملے اور فرعون کے دربار میں پہنچے۔ اطلاع کرائی بڑی دیر میں اجازت ملی گئے فرعون پر ظاہر کیا کہ ہم اللہ کے رسول بن کر تیرے پاس آئے ہیں اب جو سوال جواب ہوئے وہ قرآن میں موجود ہیں۔ فرعون نے کہا اچھا تم چاہتے کیا ہو؟ اور واقعہ قتل یاد دلایا جس کا عذر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیان کیا جو قرآن میں موجود ہے اور کہا ہمارا ارادہ یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اور ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے رہائی دے دو۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ اگر سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی زمین پر ڈال دی وہ زمین پر پڑتے ہی ایک زبردست خوفناک اژدھے کی صورت میں منہ پھاڑے کچلیاں نکالے فرعون کی طرف لپکا مارے خوف کے فرعون تخت سے کود گیا اور بھاگتا ہوا عاجزی سے فریاد کرنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے واسطے اسے پکڑ لو۔ آپ نے ہاتھ لگایا اسی وقت لاٹھی اپنی اصلی حالت میں آ گئی۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ بغیر کسی مرض کے داغ کے چمکتا ہوا نکلا جسے دیکھ کر وہ حیران ہو گیا آپ نے پھر ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ اپنی اصلی حالت میں تھا۔ اب فرعون نے اپنے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ تم نے دیکھا یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں اور تمہارے ملک پر قابض ہو کر تمہارے طریقے مٹا دیں۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں آپ کی نبوت ماننے سے بھی انکار ہے اور آپ کا کوئی مطالبہ بھی ہم پورا نہیں کر سکتے بلکہ ہم اپنے جادوگروں کو تمہارے مقابلے کے لئے بلا رہے ہیں جو تمہارے اس جادو پر غالب آ جائیں گے چنانچہ یہ لوگ اپنی کوششوں میں مشغول ہو گئے۔ تمام ملک سے جادوگروں کو بڑی عزت سے بلوایا

جب سب جمع ہو گئے تو انہوں نے پوچھا کہ اس کا جادو کس قسم کا ہے؟ فرعون والوں نے کہا لکڑی کا سانپ بنا دیتا ہے انہوں نے کہا اس میں کیا ہے؟ ہم لکڑیوں کی رسیوں کے وہ سانپ بنائیں گے کہ روئے زمین پر ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔ لیکن ہمارے لئے انعام مقرر ہونا چاہئے فرعون نے ان سے قول وقرار کیا کہ انعام کیسا؟ میں تو تمہیں اپنا مقرب خاص اور درباری بنالوں گا اور تمہیں نہال نہال کردوں گا جو مانگو گے پاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کر دیا کہ عید کے روز دن چڑھے فلاں میدان میں مقابلہ ہوگا۔ مروی ہے کہ ان کی یہ عید عاشوراء کے دن تھی۔

اس دن تمام لوگ صبح ہی صبح اس میدان میں پہنچ گئے کہ آج چل کر دیکھیں گے کہ کون غالب آتا ہے؟ ہم تو جادوگروں کے کمال کے قائل ہیں وہی غالب آئیں گے اور ہم انہی کی مانیں گے۔ مذاق سے اس بات کو بدل کر کہتے تھے کہ چلو انہی دونوں جادوگروں کے مطیع بن جائیں گے اگر وہ غالب رہیں۔ میدان میں آکر جادوگروں نے انبیاء اللہ علیہم السلام سے کہا کہ لو اب بتاؤ تم پہلے اپنا جادو ظاہر کرتے ہو یا ہم ہی شروع کریں؟ آپ نے فرمایا تم ہی ابتدا کرو تا کہ تمہارے ارمان پورے ہوں اب انہوں نے اپنی لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈالیں وہ سب سانپ اور بلائیں بن کر اللہ کے نبیوں کی طرف دوڑیں جس سے خوفزدہ ہو کر آپ پیچھے ہٹنے لگے اس وقت اللہ کی وحی آئی کہ اپنی لکڑی زمین پر ڈال دیجئے آپ نے ڈال دی وہ ایک خوفناک بھیانک عظیم اژدھا بن کر ان کی طرف دوڑا یہ لکڑیاں رسیاں سب گڈمڈ ہو گئیں اور وہ ان سب کو نگل گیا۔ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں یہ تو سچ مچ اللہ کی طرف کا نشان ہے جادو میں یہ بات کہاں؟ چنانچہ سب نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے اور ان دونوں بھائیوں کی نبوت ہمیں تسلیم ہے۔ ہم اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔

فرعون اور فرعونیوں کی کمر ٹوٹ گئی' رسوا ہوئے' منہ کالے پڑ گئے' ذلت کے ساتھ خاموش ہو گئے۔ خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گئے۔ ادھر یہ ہو رہا تھا ادھر فرعون کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے سگے بچے کی طرح پالا تھا بے قرار بیٹھی تھیں اور اللہ سے دعائیں مانگ رہی تھیں کہ اللہ عزوجل اپنے نبی کو غالب کرے فرعونیوں نے بھی اس حال کو دیکھا تھا لیکن انہوں نے خیال کیا کہ اپنے خاوند کی طرفداری میں ان کا یہ حال ہے یہاں سے ناکام واپس جانے پر فرعون نے بے ایمانی پر کمر باندھ لی۔ اللہ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بہت سے نشانات ظاہر ہوئے۔ جب کبھی کوئی پکڑ آجاتی یہ گھبرا کر بلکہ گڑگڑا کر وعدہ کرتا کہ اچھا اس مصیبت کے ہٹ جانے پر میں بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ کردوں گا لیکن جب عذاب ہٹ جاتا پھر منکر بن کر سرکشی پر آجاتا اور کہتا تیرا رب اس کے سوا کچھ اور بھی کر سکتا ہے؟ چنانچہ ان پر طوفان آیا۔ ٹڈیاں آئیں' جوئیں آئیں' مینڈک آئے' خون آیا اور بھی بہت سی صاف صاف نشانیاں دیکھیں۔ جہاں آفت آئی' ڈرا' وعدہ کیا۔ جہاں وہ ٹل گئی مکر گیا اور اکڑ گیا۔ اب اللہ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ آپ راتوں رات انہیں لے کر روانہ ہو گئے۔

صبح فرعونیوں نے دیکھا کہ رات کو سارے بنی اسرائیل چلے گئے ہیں۔ فرعون سے کہا اس نے سارے ملک

میں احکام بھیج کر ہر طرف سے فوجیں جمع کیں اور بہت بڑی جمعیت کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔ راستے میں جو دریا پڑتا تھا اس کی طرف اللہ کی وحی پہنچی کہ تجھ پر میرے بندے موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی پڑے تو تو انہیں راستہ دے دینا۔ تجھ میں بارہ راستے ہو جائیں کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے الگ الگ اپنی راہ لگ جائیں۔ پھر جب یہ پار ہو جائیں اور فرعونی آ جائیں تو تو مل جانا اور ان میں سے ایک کو بھی بے ڈبوئے نہ چھوڑنا۔ موسیٰ علیہ السلام جب دریا میں پہنچے دیکھا کہ وہ موجیں مار رہا ہے پانی چڑھا ہوا ہے شور اٹھ رہا ہے گھبرا گئے اور لکڑی مارنا بھول گئے دریا بے قراریوں تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو اس کے کسی حصے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام لکڑی مار دیں اور اسے خبر نہ ہو تو عذاب الٰہی میں بہ سبب اللہ کی نافرمانی کے پھنس جائے۔ اتنے میں فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کے سر پر جا پہنچا یہ گھبرا گئے اور کہنے لگے لو موسیٰ! ہم تو پکڑ لئے گئے اب آپ وہ کیجئے جو اللہ کا آپ کو حکم ہے یقیناً نہ تو اللہ جھوٹا ہے نہ آپ۔

آپ نے فرمایا مجھ سے تو یہ فرمایا گیا ہے کہ جب تو دریا پر پہنچے گا وہ تجھے بارہ راستے دے دے گا تو گزر جانا۔ اسی وقت یاد آیا کہ لکڑی مارنے کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ لکڑی ماری ادھر فرعونی لشکر کا اول حصہ بنی اسرائیل کے آخری حصے کے پاس آ چکا تھا کہ دریا خشک ہو گیا اور اس میں راستے نمایاں ہو گئے اور آپ اپنی قوم کو لئے ہوئے اس میں بے خطر اتر گئے اور با آرام جانے لگے جب یہ نکل چکے فرعونی سپاہ ان کے تعاقب میں دریا میں اتری جب یہ سارا لشکر اس میں اتر گیا تو فرمان الٰہی کے مطابق دریا رواں ہو گیا اور سب کو بیک وقت غرق کر دیا بنو اسرائیل اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے تاہم انہوں نے کہا کہ اے رسول اللہ! ہمیں کیا خبر کہ فرعون بھی مرا یا نہیں؟ آپ نے دعا کی اور دریا نے فرعون کی بے جان لاش کو کنارے پر پھینک دیا۔ جسے دیکھ کر انہیں یقین کامل ہو گیا کہ ان کا دشمن مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہو گیا۔

فرعون سے نجات کے بعد بنی اسرائیل کی نافرمانیاں: اب یہاں سے آگے چلے تو دیکھا کہ ایک قوم اپنے بتوں کی مجاور بن کر بیٹھی ہے تو کہنے لگے اے اللہ کے رسول ہمارے لئے بھی کوئی معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو الخ، تم نے اتنی بڑی عبرتناک نشانیاں دیکھیں ایسے اہم واقعات سنے لیکن اب تک نہ عبرت ہے نہ غیرت۔ یہاں سے آگے بڑھ کر ایک منزل پر آپ نے قیام کیا اور یہاں اپنا خلیفہ اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنا کر قوم سے فرمایا کہ میری واپسی تک ان کی فرمانبرداری کرتے رہنا میں اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں۔ تیس دن کا اس کا وعدہ ہے۔ چنانچہ قوم سے الگ ہو کر وعدے کی جگہ پہنچ کر تیس دن رات کے روزے پورے کر کے اللہ سے باتیں کرنے کا دھیان پیدا ہوا لیکن یہ سمجھ کر روزوں کی وجہ سے منہ سے بھبکا نکل رہا ہو گا تھوڑی سی گھاس لے کر آپ نے چبا لی۔ اللہ تعالیٰ نے باوجود علم کے دریافت کیا ایسا کیوں کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ صرف اس لئے کہ تجھ سے باتیں کرتے وقت میرا منہ خوشبودار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بو مجھے مشک و عنبر کی خوشبو سے زیادہ اچھی لگتی ہے؟ اب تو دس روزے اور رکھ پھر مجھ سے کلام کرنا آپ نے روزے رکھنا شروع کر دیئے۔ قوم پر تیس دن جب گزر

گئے اور حسب وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ لوٹے تو وہ غمگین رہنے لگے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے ان میں خطبہ کیا اور فرمایا کہ جب تم مصر سے چلے تھے تو قبطیوں کی رقمیں تم میں سے بعض پر ادھار تھیں اسی طرح ان کی امانتیں بھی تمہارے پاس رہ گئی ہیں یہ ہم انہیں واپس تو کرنے کے نہیں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ ہماری ملکیت میں رہیں اس لئے تم ایک گہرا گڑھا کھود و اور جو اسباب برتن بھانڈا زیور سونا چاندی وغیرہ ان کا تمہارے پاس ہے سب اس میں ڈالو پھر آگ لگا دو۔ چنانچہ یہی کیا گیا ان کے ساتھ سامری نامی ایک شخص تھا یہ گائے بچھڑے پوجنے والوں میں سے تھا بنی اسرائیل میں سے نہ تھا لیکن بوجہ پڑوسی ہونے کے اور فرعون کی قوم میں سے نہ ہونے کے یہ بھی ان کے ساتھ وہاں سے نکل آیا تھا اس نے کسی نشان سے کچھ مٹھی میں اٹھا لیا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا تو بھی اسے ڈال دے اس نے جواب دیا کہ یہ تو اس کے اثر سے ہے جو تمہیں دریا سے پار کرا لے گیا۔ خیر میں اسے ڈال دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ اس سے وہ بن جائے جو میں چاہتا ہوں۔ آپ نے دعا کی اور اس نے اپنی مٹھی میں جو تھا اسے ڈال دیا اور کہا میں چاہتا ہوں اس کا ایک بچھڑا بن جائے۔ قدرت الٰہی سے اس گڑھے میں جو تھا وہ ایک بچھڑے کی صورت میں ہو گیا جو اندر سے کھوکھلا تھا اس میں روح نہ تھی لیکن ہوا اس کے پیچھے کے سوراخ سے جا کر منہ سے نکلتی تھی اس سے آواز پیدا ہوتی تھی۔

بنو اسرائیل نے پوچھا سامری یہ کیا ہے؟ اس بے ایمان نے کہا یہی تمہارا سب کا رب ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے اور دوسری جگہ رب کی تلاش میں چلے گئے۔ اس بات نے بنی اسرائیل کے کئی فرقے کر دیئے۔ ایک فرقے نے تو کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے تک ہم اس کی بابت کوئی بات طے نہیں کر سکتے ممکن ہے یہی اللہ ہو تو ہم اس کی بے ادبی کیوں کریں؟ اور اگر یہ رب نہیں ہے تو موسیٰ علیہ السلام کے آتے ہی حقیقت کھل جائے گی۔ دوسری جماعت نے کہا محض واہیات ہے یہ شیطانی حرکت ہے ہم اس لغویت پر مطلقاً ایمان نہیں رکھتے نہ یہ ہمارا رب نہ ہمارا اس پر ایمان۔ ایک پاجی فرقے نے دل سے اسے مان لیا اور سامری کی بات پر ایمان لائے مگر بظاہر اس کی بات کو جھٹلایا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے اسی وقت سب کو جمع کر کے فرمایا کہ لوگو! یہ اللہ کی طرف سے تمہاری آزمائش ہے تم اس جھگڑے میں کہاں پھنس گئے تمہارا رب تو رحمٰن ہے تم میری اتباع کرو اور میرا کہنا مانو۔ انہوں نے کہا آخر اس کی کیا وجہ کہ تیس دن کا وعدہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے ہیں اور آج چالیس دن ہونے کو آئے لیکن اب تک لوٹے نہیں۔ بعض بیوقوفوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ان سے ان کا رب خطا کر گیا اب یہ اس کی تلاش میں ہوں گے۔ ادھر دس روزے اور پورے ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا آپ کو بتایا گیا کہ آپ کے بعد آپ کی قوم کا اس وقت کیا حال ہے؟ آپ اسی وقت رنج وافسوس اور غم و غصے کے ساتھ واپس لوٹے اور یہاں آ کر قوم سے بہت کچھ کہا سنا اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنے لگے غصے کی زیادتی کی وجہ سے تختیاں ہاتھ سے پھینک دیں۔

پھر اصل حقیقت معلوم ہو جانے پر آپ نے اپنے بھائی سے معذرت کی ان کے لئے استغفار کیا اور سامری کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ کے بھیجے ہوئے کے پاؤں تلے سے میں نے ایک مٹھی اٹھالی یہ لوگ اسے نہ پہچان سکے اور میں نے جان لیا تھا۔ میں نے وہی مٹھی اس آگ میں ڈال دی تھی میری رائے میں یہی بات آئی۔ آپ نے فرمایا جا اس کی سزا دنیا میں تو یہ ہے کہ تو یہی کہتا رہے کہ ''ہاتھ لگانا نہیں'' پھر ایک وعدے کا وقت ہے جس کا ٹلنا ناممکن ہے اور تیرے دیکھتے دیکھتے ہم تیرے اس معبود کو جلا کر اس کی خاک بھی دریا میں بہادیں گے۔ چنانچہ آپ نے یہی کیا اس وقت بنی اسرائیل کو یقین آ گیا کہ واقعی وہ اللہ نہ تھا۔ اب وہ بڑے نادم ہوئے اور سوائے ان مسلمانوں کے جو حضرت ہارون علیہ السلام کے ہم عقیدہ رہے تھے باقی کے لوگوں نے عذر معذرت کی اور کہا کہ اے اللہ کے نبی اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے توبہ کا دروازہ کھول دے جو وہ فرمائے گا ہم بجالائیں گے تاکہ ہماری یہ زبر دست خطا معاف ہو جائے۔

آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ میں سے ستر لوگوں کو چھانٹ کر علیحدہ کیا اور اور توبہ کے لئے چلے وہاں زمین پھٹ گئی اور آپ کے سب ساتھی اس میں اتار دیئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فکر لاحق ہوا کہ میں بنی اسرائیل کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ گریہ وزاری شروع کی' دعا کی کہ اے اللہ اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی مجھے اور ان سب کو ہلاک کر دیتا ہمارے بیوقوفوں کے گناہ کے بدلے تو ہمیں ہلاک نہ کر۔ آپ تو ان کے ظاہر کو دیکھ رہے تھے اور اللہ کی نظریں ان کے باطن پر تھیں ان میں ایسے بھی تھے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے لیکن دراصل دلی عقیدہ ان کا اس بچھڑے کے رب ہونے پر تھا ان ہی منافقین کی وجہ سے سب کو تہہ زمین کر دیا گیا تھا۔ نبی اللہ کی اس آہ وزاری پر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور جواب ملا کہ یوں تو میری رحمت سب پر چھائے ہوئے ہے لیکن میں اسے ان کے نام ہی کروں گا جو متقی پرہیزگار ہوں' زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہوں' میری باتوں پر ایمان لائیں اور میرے اس رسول و نبی کی اتباع کریں جس کے اوصاف وہ اپنی کتابوں میں لکھے پاتے ہیں یعنی توراۃ انجیل میں۔

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کی بار الٰہ میں نے اپنی قوم کے لئے توبہ طلب کی' تو نے جواب دیا کہ تو اپنی رحمت کو ان کے ساتھ کر دے گا جو آگے آنے والے ہیں پھر اللہ مجھے بھی تو اپنے اسی رحمت والے نبی کی امت میں پیدا کرتا۔ رب العالمین نے فرمایا سنو ان کی توبہ اس وقت قبول ہوگی کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں نہ باپ بیٹے کو دیکھے نہ بیٹا باپ کو چھوڑے آپس میں گتھ جائیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ بنو اسرائیل نے یہی کیا اور جو منافق لوگ تھے انہوں نے بھی سچے دل سے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی جو بچ گئے تھے وہ بھی بخشے گئے جو قتل ہوئے وہ بھی بخش دیئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اب یہاں سے بیت المقدس چلے۔ توراۃ کی تختیاں اپنے ساتھ لیں اور انہیں احکام الٰہی سنائے جو ان پر بہت بھاری پڑے اور انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ ایک پہاڑ ان کے سروں پر معلق کھڑا کر دیا گیا وہ مثل سائبان کے سروں پر تھا

اور ہر دم ڈر تھا کہ اب گرا انہوں نے اب اقرار کیا اور تورات قبول کر لی پہاڑ ہٹ گیا۔ اس پاک زمین پر پہنچے جہاں کلیم اللہ انہیں لے جانا چاہتے تھے دیکھا کہ وہاں ایک بڑی طاقتور زبردست قوم کا قبضہ ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے نہایت نامردی سے کہا کہ یہاں تو بڑی زور آور قوم ہے، ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں یہ نکل جائیں تو ہم شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ تو یونہی نامردی اور بزدلی ظاہر کرتے رہے ادھر اللہ تعالیٰ نے ان سرکشوں سے دو شخصوں کو ہدایت دے دی وہ شہر سے نکل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں آ ملے اور انہیں سمجھانے لگے کہ تم ان کے جسموں اور تعداد سے مرعوب نہ ہو جاؤ یہ لوگ بہادر نہیں ان کے دل گردے کمزور ہیں تم آگے تو بڑھو ان کے شہر کے دروازے میں گئے اور ان کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہوئے یقیناً تم ان پر غالب آ جاؤ گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں شخص جنہوں نے بنی اسرائیل کو سمجھایا اور انہیں دلیر بنایا خود بنی اسرائیل میں سے ہی تھے۔ واللہ اعلم۔ لیکن ان کے سمجھانے بجھانے اللہ کے حکم ہو جانے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وعدے نے بھی ان پر کوئی اثر نہ کیا بلکہ انہوں نے کورا جواب دے دیا کہ جب تک یہ لوگ شہر میں ہیں ہم تو یہاں سے اٹھنے کے بھی نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام! تو آپ اپنے رب کو اپنے ساتھ لے کر چلا جا اور ان سے لڑ بھڑ ہم بیٹھے ہوئے ہیں اب تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا آپ کے منہ سے ان بزدلوں اور ناقدروں کے لیے بددعا نکل گئی اور آپ نے ان کا نام فاسق رکھ دیا۔ اللہ کی طرف سے بھی ان کا یہی نام مقرر ہو گیا اور انہیں اسی میدان میں قدرتی طور پر قید کر دیا گیا۔

چالیس سال انہیں یہیں گزر گئے کہیں قرار نہ تھا اسی بیابان میں پریشانی کے ساتھ بھٹکتے پھرتے تھے اسی میدان میں ان پر ابر کا سایہ کر دیا گیا اور من وسلویٰ اتار دیا گیا' کپڑے نہ پھٹتے تھے نہ میلے ہوتے تھے ایک چوکونہ پتھر رکھا ہوا تھا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکڑی ماری تو اس میں سے بارہ نہریں جاری ہو گئیں ہر طرف سے تین تین لوگ چلتے چلتے آگے بڑھ جاتے تھک کر قیام کر دیتے' صبح اٹھتے تو دیکھتے کہ وہ پتھر وہیں ہے جہاں کل تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنی تو فرمایا کہ اس فرعونی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اگلے دن کے قتل کی خبر رسانی کی تھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ قبطی کے قتل کے سوائے اس بنی اسرائیلی ایک شخص کے جو قبطی سے لڑ رہا تھا وہاں کوئی اور نہ تھا۔

اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت بگڑے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور ان سے کہا آپ کو یاد ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس شخص کا حال بیان فرمایا تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا راز کھولا تھا؟ بتاؤ وہ بنی اسرائیلی شخص تھا یا فرعونی؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنی اسرائیلی سے اس فرعونی نے سنا پھر اس نے جا کر حکومت سے کہا اور خود اس کا شاہد بنا۔ (سنن کبری نسائی) [1] یہی روایت اور کتابوں میں بھی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اپنے کلام سے بہت تھوڑا سا

---

[1] [ضعیف: نسائی فی السنن الکبری (١١٣٢٦) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٤١٣١) مسند ابو یعلی (٢٦١٨)] اس کی سند میں اصبغ بن زید راوی ضعیف ہے۔]

حصہ مرفوع بیان کیا گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آپ نے بنواسرائیل میں سے کسی سے یہ روایت لی ہو کیونکہ ان سے روایتیں لینا مباح ہیں۔ یا تو آپ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ہی یہ روایت سنی ہوگی اور ممکن ہے کسی اور سے سنی ہو۔ واللہ اعلم۔ میں نے اپنے استاد شیخ حافظ ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ سے بھی یہی سنا ہے۔

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ڏ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰي قَدَرٍ يّٰمُوْسٰي ۝۴۰ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝۴۱ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝۴۲ اِذْهَبَآ اِلٰي فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝۴۳ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝۴۴

پھر تو کئی سال تک مدین کے لوگوں میں ٹھہرا رہا پھر تقدیر الٰہی کے مطابق اے موسیٰ تو آیا ○ اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کے لئے پسند فرما لیا ○ اب تو اپنے بھائی سمیت میری نشانیاں ہمراہ لئے ہوئے جا' خبردار میرے ذکر میں سستی نہ کرنا ○ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے ○ اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے ○

موسیٰ علیہ السلام مدین میں: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جناب باری عزوجل فرما رہا ہے کہ تم فرعون سے بھاگ کر مدین پہنچے یہاں سسرال مل گئے اور شرط کے مطابق ان کی بکریاں برسوں تک چراتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے اندازے اور اس کے مقررہ وقت پر تم اس کے پاس پہنچے۔ اس رب کی کوئی چاہت ناکام نہیں رہتی' کوئی فرمان نہیں ٹوٹتا' اس کے وعدے کے مطابق اس کے مقررہ وقت پر تمہارا اس کے پاس پہنچنا لازمی امر تھا۔ یہ بھی مطلب ہے کہ تم اپنی قدر و عزت کو پہنچے یعنی رسالت و نبوت ملی۔ میں نے تمہیں اپنا برگزیدہ پیغمبر بنا لیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا انہیں جنت سے نکال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا آپ کو اللہ نے اپنی رسالت سے ممتاز فرمایا اور اپنے لئے پسند فرمایا اور تورات عطا فرمائی کیا اس میں آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ میری پیدائش سے پہلے یہ سب مقدر ہو چکا تھا؟ کہا ہاں۔ الغرض حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ پر دلیل میں غلبہ پا گئے۔ [1] میری دی ہوئی دلیل اور معجزے لے کر تو اور تیرا بھائی دونوں فرعون کے پاس جاؤ میری یاد میں غفلت نہ کرنا تھک کر بیٹھ نہ رہنا۔ چنانچہ فرعون کے سامنے دونوں ذکر اللہ میں لگے رہتے تاکہ اللہ کی مدد ان کا ساتھ دے۔ انہیں قوی اور مضبوط بنا دے اور فرعون کی شوکت ٹال دے۔

چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ میرا پورا اور سچا بندہ وہ ہے جو پوری عمر میری یاد کرتا رہے۔ [2] فرعون کے پاس تم میرا پیغام لے کر پہنچو۔ اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے' اللہ کی نافرمانیوں پر دلیر ہو گیا ہے' بہت پھول گیا ہے اور اپنے خالق و مالک کو بھول گیا ہے۔ اس سے گفتگو نرم کرنا۔ دیکھو فرعون کس قدر بڑا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ واصطنعتك لنفسی (٤٧٣٦) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب حجاج آدم و موسی (٢٦٥٢)]

[2] [ضعیف: ترمذی: کتاب الدعوات (٣٥٨٠)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی، السلسلة الضعیفة (٣١٣٥)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عفیر بن معدان راوی ضعیف ہے۔]

کس قدر بھلے ہیں لیکن حکم ہو رہا ہے کہ نرمی سے سمجھانا۔ حضرت یزید رقاشی رحمہ اللہ اسی آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں

فَكَيْفَ مَنْ يَتَوَلَّاهُ وَيُنَادِيهِ يَا مَنْ يَتَحَبَّبُ إِلَى مَنْ يُعَادِيهِ

یعنی اے اللہ جو دشمنوں سے بھی محبت اور نرمی کرتا ہے۔ تیرا کیسا کچھ پاکیزہ برتاؤ ہوتا اس کے ساتھ جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور تجھے پکارا کرتا ہو۔ حضرت وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نرم گفتگو کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہنا میرے غضب و غصے سے میری مغفرت و رحمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نرم بات کہنے سے مراد اللہ کی وحدانیت کی طرف دعوت دینا ہے کہ وہ ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ کا قائل ہو جائے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے کہنا کہ تیرا رب ہے، تجھے مر کر اللہ کے وعدے پر پہنچنا ہے جہاں جنت دوزخ دونوں ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے میرے دروازے پر لا کھڑا کرو۔ الغرض تم اس سے نرمی اور آرام سے گفتگو کرنا تاکہ اس کے دل میں تمہاری باتیں بیٹھ جائیں جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ [1] یعنی اپنے رب کی راہ کی دعوت انہیں حکمت اور اچھے وعظ سے دے اور انہیں بہترین طریقے سے سمجھا بجھا دے تاکہ وہ سمجھ لے اور اپنی ضلالت و ہلاکت سے ہٹ جائے یا اپنے اللہ سے ڈرنے لگے اور اس کی اطاعت و عبادت کی طرف متوجہ ہو جائے جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا﴾ [2] یہ نصیحت اس کے لئے ہے جو عبرت حاصل کر لے یا ڈر جائے پس عبرت حاصل کرنے سے مراد برائیوں سے اور خوف کی چیز سے ہٹ جانا اور ڈر سے مراد اطاعت کی طرف مائل ہو جانا ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی ہلاکت کی دعا نہ کرنا جب تک کہ اس کے تمام عذر ختم نہ ہو جائیں زید بن عمرو بن نفیل کے یا امیہ بن ابی صلت کے شعروں میں ہے کہ یا اللہ تو وہ ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہہ کر باغی فرعون کی طرف بھیجا کہ اس سے پوچھو تو کہ کیا اس آسمان کو بے ستون کے تو نے تھام رکھا ہے؟ اور تو نے ہی اسے بنایا ہے؟ اور کیا تو نے ہی اس کے درمیان روشن سورج کو چڑھایا ہے جو اندھیرے کو اجالے سے بدل دیتا ہے ادھر صبح کے وقت وہ نکلا ادھر دنیا سے ظلمت دور ہوئی بھلا بتلا تو کہ مٹی میں سے دانے اگانے والا کون ہے؟ اور اس میں بالیاں پیدا کرنے والا کون ہے؟ کیا ان تمام نشانوں سے بھی تو اللہ کو نہیں پہچان سکتا؟

قَالَا رَبَّنَآ إِنَّنَا نَخَافُ أَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ أَوْ أَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ إِنَّنِيْ مَعَكُمَآ أَسْمَعُ وَأَرٰى ﴿٤٦﴾ فَأْتِيٰهُ فَقُوْلَآ إِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ إِنَّا قَدْ أُوْحِيَ إِلَيْنَآ أَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٤٨﴾

---

[1] [سورۃ النحل: آیت ١٢٥] [2] [سورۃ الفرقان : آیت ٦٢]

دونوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہمیں تو خوف ہے کہ کہیں فرعون ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے یا اپنی سرکشی میں بڑھ نہ جائے○ جواب ملا کہ تم مطلقاً خوف نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سنتا دیکھتا رہوں گا○ تم اس کے پاس جا کر کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے پیغمبر ہیں۔ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اُن کی سزائیں موقوف کر، ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشان لے کر آئے ہیں، دراصل سلامتی اسی کے لئے ہے جو ہدایت کا پابند ہو جائے○ ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو جھٹلائے اور روگردانی کرے اس کے لئے عذاب ہیں○

اللہ کے سامنے اپنی کمزوری کی شکایت: اللہ کے ان دونوں رسولوں نے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہوئے اپنی کمزوری کی شکایت رب کے سامنے کی کہ ہمیں خوف ہے کہ فرعون کہیں ہم پر کوئی ظلم نہ کرے اور بدسلوکی سے پیش نہ آئے یہ ہماری آواز کو دبانے کے لئے جلدی سے ہمیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ کردے۔ اور ہمارے ساتھ ناانصافی سے پیش نہ آئے۔ رب العالم کی طرف سے ان کی تشفی کر دی گئی۔ ارشاد ہوا کہ اس کا کچھ خوف نہ کھاؤ میں خود تمہارے ساتھ ہوں تمہاری اور اس کی بات چیت سنتا رہوں گا اور تمہارا حال دیکھتا رہوں گا کوئی بات مجھ پر مخفی نہیں رہ سکتی اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے وہ بغیر میری اجازت کے سانس بھی تو نہیں لے سکتا۔ میرے قبضے سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا۔ میری حفاظت و نصرت تائید و مدد تمہارے ساتھ ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں دعا کی کہ مجھے وہ دعا تعلیم فرمائی جائے جو میں فرعون کے پاس جاتے پڑھ لیا کروں تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا تعلیم فرمائی ((هَيًّا شَرًّا هَيًّا)) جس کے معنی عربی میں ﴿اَنَا الْحَيُّ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّالْحَيُّ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ یعنی میں ہی ہوں سب سے پہلے زندہ اور سب سے بعد بھی زندہ۔ [1] پھر انہیں بتلایا گیا کہ یہ فرعون کو کیا کہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ گئے، دروازے پر ٹھہرے، اجازت مانگی، بڑی دیر کے بعد اجازت ملی۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں پیغمبر دو سال تک روزانہ صبح شام فرعون کے ہاں جاتے رہے دربانوں سے کہتے رہے کہ ہم دونوں پیغمبروں کی آمد کی خبر بادشاہ سے کرو۔ لیکن فرعون کے ڈر کے مارے کسی نے خبر نہ کی دو سال کے بعد ایک روز اس کے ایک بے تکلف دوست نے جو بادشاہ سے ہنسی دل لگی بھی کر لیا کرتا تھا کہا کہ آپ کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے اور ایک عجیب مزے کی بات کہہ رہا ہے وہ کہتا ہے کہ آپ کے سوا اس کا کوئی اور رب ہے اور اس کے رب نے اسے آپ کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اس نے کہا میرے دروازے پر وہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ حکم دیا کہ اندر بلا لو چنانچہ آدمی گیا اور دونوں پیغمبر دربار میں آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں رب العالمین کا رسول ہوں فرعون نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ تو موسیٰ (علیہ السلام) ہے۔

سدی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ آپ مصر میں اپنے ہی گھر ٹھہرے تھے ماں نے اور بھائی نے پہلے تو آپ کو پہچانا نہیں گھر میں جو پکا تھا وہ مہمان سمجھ کر ان کے پاس لا رکھا اس کے بعد پہچانا سلام کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کا

---

[1] [ضعیف: الدر المنثور للسیوطی (٤/ ٥٣٧)] اس میں ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں۔]

مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس بادشاہ کو اللہ کی طرف بلاؤں اور تمہاری نسبت فرمان ہوا ہے کہ تم میری تائید کرو۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا بسم اللہ کیجئے۔ رات کو دونوں صاحب بادشاہ کے ہاں گئے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لکڑی سے کواڑ کھٹکھٹائے۔ فرعون آگ بگولا ہو گیا کہ اتنا بڑا دلیر آدمی کون آ گیا۔ جو یوں بیساختہ دربار کے آداب کے خلاف اپنی لکڑی سے مجھے ہوشیار کر رہا ہے؟ درباریوں نے کہا حضرت کچھ نہیں یونہی ایک مجنون آدمی ہے کہتا پھرتا ہے کہ میں رسول ہوں۔ فرعون نے حکم دیا کہ اسے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام کو لئے ہوئے آپ اس کے پاس گئے۔ اور اس سے فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے انہیں سزائیں نہ کر ہم رب العالمین کی طرف سے اپنی رسالت کی دلیلیں اور معجزے لے کر آئے ہیں اور تو ہماری بات مان لے تو تجھ پر اللہ کی طرف سے سلامتی نازل ہو گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو خط شاہ روم ہرقل کے نام لکھا تھا اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یہ مضمون لکھا تھا کہ یہ خط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ روم ہرقل کے نام ہے جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اس کے بعد یہ کہ تم اسلام قبول کر لو تو سلامت رہو گے اللہ تعالیٰ دوہرا اجر عنایت فرمائے گا۔ [1] مسیلمہ کذاب نے صادق و مصدوق کو ایک خط لکھا تھا جس میں تحریر تھا کہ یہ خط اللہ کے رسول مسیلمہ کی جانب سے اللہ کے رسول کے نام' آپ پر سلام ہو' میں نے آپ کو شریک کار کر لیا ہے شہری آپ کے لئے اور دیہاتی میرے لئے۔ یہ قریشی تو بڑے ہی ظالم لوگ ہیں۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لکھا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام ہے سلام ہو ان پر جو ہدایت کی تابعداری کریں سن لے زمین اللہ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے انجام کے لحاظ سے بھلے لوگ وہ ہیں جن کے دل خوف الٰہی سے پر ہوں۔ [2]

الغرض رسول اللہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون سے یہی کہا کہ سلام ان پر ہے جو ہدایت کے پیرو ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہمیں بذریعہ وحی الٰہی یہ بات معلوم کرائی گئی ہے کہ عذاب کے لائق صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ کے کلام کو جھٹلائیں اور اللہ کی باتوں کے ماننے سے انکار کر جائیں۔ جیسے ارشاد ہے ﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ○ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِىَ الْمَاْوٰى﴾ [3] جو شخص سرکشی کرے اور دنیا کی زندگانی پر مرمٹ کر اسی کو پسند کر لے اس کا آخری ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ اور آیتوں میں ہے کہ میں تمہیں شعلے مارنے والی آگ جہنم سے ڈرا رہا ہوں جس میں صرف وہ بدبخت داخل ہوں گے جو جھٹلائیں اور منہ موڑ لیں۔ [4] اور آیتوں میں ہے کہ اس نے نہ تو مان کر دیا نہ نماز ادا کی بلکہ دل سے منکر رہا اور کام فرمان کے خلاف کئے۔ [5]

---

[1] [صحيح : صحيح بخارى : كتاب بدء الوحى : باب كيف كان بدء الوحى الى رسول الله (٧) صحيح مسلم : كتاب الجهاد : باب كتب النبى الى هرقل (١٧٧٣)]

[2] [ضعيف : سيرة ابن هشام (٢/ ٦٠٠) ابن سعد فى الطبقات (١/ ٢٠٩)] اس میں واقدی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [النازعات: ٣٧-٣٩] [4] [الليل: ١٤-١٦] [5] [القيامة: ٣١-٣٢]

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾

فرعون نے پوچھا کہ اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟○ جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک کو اس کی خاص صورت شکل عنایت فرمائی پھر راہ سمجھا دی○ اس نے کہا اچھا یہ بتاؤ اگلے زمانے والوں کا حال کیا ہونا ہے؟○ جواب دیا کہ ان کا علم میرے رب کے ہاں کتاب میں موجود ہے‘ نہ تو میرا رب غلطی کرے نہ بھولے○

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی گفتگو: چونکہ یہ ناہنجار یعنی فرعون مصر وجود باری تعالیٰ کا منکر تھا۔ پیغام الٰہی کلیم اللہ کی زبانی سن کر وجود خالق کے انکار کے طور پر سوال کرنے لگا کہ تمہارا بھیجنے والا اور تمہارا رب کون ہے؟ میں تو اسے نہیں جانتا نہ اسے مانتا ہوں۔ بلکہ میری دانست میں تو تم سب کا رب میرے سوا اور کوئی نہیں۔ اللہ کے سچے رسول علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شخص کو اس کا جوڑا عطا فرمایا ہے انسان کو بصورت انسان‘ گدھے کو اس کی صورت پر‘ بکری کو ایک علیحدہ صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ ہر ایک کو اس کی مخصوص صورت میں بنایا ہے۔ ہر ایک کی پیدائش نرالی شان سے درست کر دی ہے۔ انسانی پیدائش کا طریقہ الگ ہے چوپائے الگ صورت میں ہیں درندے الگ وضع میں ہیں۔ ہر ایک کے جوڑے کی ہیئت ترکیبی علیحدہ ہے۔ کھانا پینا کھانے پینے کی چیزیں جوڑے سب الگ الگ اور ممتاز و مخصوص ہیں۔ ہر ایک کا انداز مقرر کر کے پھر اس کی ترکیب اسے بتلا دی ہے۔

عمل اجل رزق مقدر اور مقرر کر کے اسی پر لگا دیا ہے نظام کے ساتھ ساری مخلوق کا کارخانہ چل رہا ہے۔ کوئی اس سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ خلق کا خالق تقدیروں کا مقرر کرنے والا اپنے ارادے پر مخلوق کی پیدائش کرنے والا ہی ہمارا رب ہے۔ یہ سن کر اس بے سمجھ نے پوچھا کہ اچھا تو ان کا کیا حال ہے جو ہم سے پہلے تھے اور اللہ کی عبادت کے منکر تھے؟ اس سوال کو اس نے اہمیت کے ساتھ کیا۔ لیکن اللہ کے پیغمبر نے ایسا جواب دیا کہ عاجز ہو گیا۔ لوح محفوظ میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں‘ جزا سزا کا دن مقرر ہے نہ وہ غلط کرے کہ کوئی چھوٹا بڑا اس کی پکڑ سے چھوٹ جائے نہ وہ بھولے کہ مجرم اس کی گرفت سے رہ جائیں۔ اس کا علم تمام چیزوں کو اپنے میں گھیرے ہوئے ہے۔ اس کی ذات بھول چوک سے پاک ہے‘ نہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر‘ نہ علم کے بعد بھول جانے کا اس کا وصف‘ وہ کمی علم کے نقصان سے وہ بھول کے نقصان سے پاک ہے۔

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾ؑ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾

اس نے تمہارے لئے زمین کو عرش بنایا ہے اور اس میں تمہارے لئے راستے چلا دیئے ہیں اور آسمان سے پانی بھی وہی برساتا ہے پھر اس برسات کی وجہ سے مختلف قسم کی پیداوار بھی ہم ہی پیدا کرتے ہیں ○ تم خود کھاؤ اور اپنے چوپاؤں کو بھی چراؤ کچھ شک نہیں کہ اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں ○ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں پھر واپس لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ تم سب کو نکال کھڑا کریں گے ○ ہم نے اس کو اپنی سب نشانیاں دکھا دیں لیکن پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کر دیا ○

اللہ تعالیٰ کی چند صفات: موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سوال کے جواب میں اوصاف الٰہی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسی اللہ نے زمین کو لوگوں کے لئے فرش بنایا ہے۔ مَهْدًا کی دوسری قراءت مِهَادًا ہے۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے بطور فرش کے بنا دیا ہے کہ تم اس پر قرار کئے ہوئے ہو اسی پر سوتے بیٹھتے رہتے سہتے ہو۔ اس نے زمین سے چلنے پھرنے اور سفر کرنے کے لئے راہیں بنا دی ہیں تاکہ تم راستہ نہ بھولو اور منزل مقصود تک بہ آسانی پہنچ سکو۔ وہی آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس کی وجہ سے زمین سے ہر قسم کی پیداوار اگاتا ہے۔ کھیتیاں باغات میوے قسم قسم کے ذائقے دار کہ تم خود کھالو اور اپنے جانوروں کو چارہ بھی دو۔ تمہارا کھانا اور میوے تمہارے جانوروں کا چارا خشک اور تر سب اسی سے اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ جن کی عقلیں صحیح سالم ہیں ان کے لئے تو قدرت کی یہ تمام نشانیاں دلیل ہیں۔ اللہ کی الوہیت اس کی وحدانیت اور اس کے وجود پر۔ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا فرمایا ہے۔ تمہاری ابتدا اسی سے ہے۔ اس لئے کہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اسی سے ہوئی ہے۔ اسی میں تمہیں پھر لوٹنا ہے مر کر اسی میں دفن ہونا ہے اسی سے پھر قیامت کے دن کھڑے کئے جاؤ گے۔

ہماری پکار پر ہماری تعریفیں کرتے ہوئے اٹھو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی تھوڑی دیر رہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اسی زمین پر تمہاری زندگی گزرے گی مر کر بھی اسی میں جاؤ گے پھر اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کے دفن کے بعد اس کی قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے پہلی بار فرمایا ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ﴾ دوسری لپ ڈالتے ہوئے فرمایا ﴿وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ﴾ تیسری بار ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ الغرض فرعون کے سامنے دلیلیں آ چکیں اس نے معجزے اور نشان دیکھ لئے لیکن سب کا انکار اور تکذیب کرتا رہا کفر سرکشی ضد اور تکبر سے باز نہ آیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ [1] یعنی باوجودیکہ ان کے دلوں میں یقین ہو چکا تھا تاہم از راہ ظلم و زیادتی انکار سے باز نہ آئے۔

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾

کہنے لگے اے موسیٰ! تو اسی لئے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہمارے ملک سے باہر نکال دے؟ ○ تو ہم بھی تیرے مقابلے میں اسی جیسا جادو ضرور لائیں گے تو تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ گاہ مقرر کر لے کہ نہ ہم اس کا خلاف کریں

---

[1] [سورة النمل: آیت ١٤]

نہ تو‘ صاف میدان میں مقابلہ ہو ○ جواب دیا کہ وعدہ زینت اور جشن کے دن کا ہے۔ لوگ دن چڑھے ہی جمع ہو جائیں ○

جادوگروں سے مقابلہ طے: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ لکڑی کا سانپ بن جانا‘ ہاتھ کا روشن ہو جانا وغیرہ دیکھ کر فرعون نے کہا کہ یہ تو جادو ہے اور تو جادو کے زور سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے۔ تو مغرور نہ ہو جا ہم بھی اس جادو میں تیرا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دن اور جگہ مقرر ہو جائے اور مقابلہ ہو جائے۔ ہم بھی اس دن اس جگہ آ جائیں اور تو بھی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی نہ آئے۔ کھلے میدان میں سب کے سامنے ہار جیت کھل جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے منظور ہے اور میرے خیال سے تو اس کے لئے تمہاری عید کا دن مناسب ہے۔ کیونکہ وہ فرصت کا دن ہوتا ہے سب آ جائیں گے اور دیکھ کر حق و باطل میں تمیز کر لیں گے۔ معجزے اور جادو کا فرق سب پر ظاہر ہو جائے گا۔ وقت دن چڑھے کا رکھنا چاہئے تا کہ جو کچھ میدان میں آئے سب دیکھ سکیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان کی زینت اور عید کا دن عاشورے کا دن تھا۔ یہ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسے موقعوں پر کبھی پیچھے نہیں رہتے ایسا کام کرتے ہیں جس سے حق صاف واضح ہو جائے اور ہر ایک پرکھ لے۔ اسی لئے آپ نے ان کی عید کا دن مقرر کیا اور وقت دن چڑھے کا بتایا اور صاف ہموار میدان مقرر کیا جہاں سے ہر ایک دیکھ سکے اور جو باتیں ہوں وہ بھی سن سکے۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرعون نے مہلت چاہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکار کیا اس پر وحی اتری کہ مدت مقرر کر لو فرعون نے چالیس دن کی مہلت مانگی جو منظور کی گئی۔

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾

پس فرعون لوٹ گیا اور اس نے اپنے داؤ گھات جمع کئے پھر آ گیا ○ موسیٰ نے ان سے کہا تمہاری شامت آ چکی۔ اللہ پر جھوٹ افترا نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذابوں سے ملیامیٹ کر دے‘ یاد رکھو وہ کبھی کامیاب نہ ہو گا جس نے تہمت باندھی ○ پس یہ لوگ آپس کے مشوروں میں مختلف رائے ہو گئے اور چھپ چھپ کر چپکے چپکے مشورہ کرنے لگے ○ کہنے لگے‘ ہیں تو یہ دونوں جادوگر ہی اور ان کا پختہ ارادہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں اور تمہارے بہترین مذہب کو برباد کریں ○ تو تم بھی اپنی کوئی تدبیر اٹھا رکھو۔ پھر صف بندی کر کے آ جاؤ جو آج غالب آ گیا وہی بازی لے گیا ○

فرعون نے جادوگروں کو جمع کیا: جب کہ مقابلہ کی تاریخ مقرر ہو گئی‘ دن وقت اور جگہ بھی ہو گئی تو فرعون نے ادھر ادھر سے جادوگروں کو جمع کرنا شروع کیا اس زمانے میں جادو کا بہت زور تھا اور بڑے بڑے جادوگر موجود تھے۔ فرعون نے عام طور سے حکم جاری کر دیا کہ تمام ہوشیار جادوگروں کو میرے پاس بھیج دو۔ مقررہ وقت تک تمام جادوگر جمع

ہو گئے فرعون نے اسی میدان میں اپنا تخت منگوایا اس پر بیٹھا تمام امراء وزراء اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے رعایا سب جمع ہو گئی جادوگروں کی جماعت صفیں باندھے تخت کے آگے کھڑی ہو گئیں۔ فرعون نے ان کی کمر ٹھونکنی شروع کی اور کہا دیکھو آج اپنا وہ ہنر دکھاؤ کہ دنیا میں یادگار رہ جائے۔ جادوگروں نے کہا کہ اگر ہم بازی لے جائیں تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ کہا کیوں نہیں؟ میں تمہیں اپنا خاص درباری بنالوں گا۔ ادھر سے کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تبلیغ شروع کی کہ دیکھو اللہ پر جھوٹ افترا نہ باندھو ورنہ شامت اعمال برباد کر دے گی۔ لوگوں کی آنکھوں میں خاک نہ جھونکو کہ درحقیقت کچھ نہ ہو اور تم اپنے جادو سے بہت کچھ دکھا دو۔ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں جو فی الواقع کسی چیز کو پیدا کر سکے۔ یاد رکھو ایسے جھوٹے بہتانی لوگ فلاح نہیں پاتے۔ یہ سن کر ان میں آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بعض تو سمجھ گئے اور کہنے لگے یہ کلام جادوگروں کا نہیں یہ تو سچ مچ اللہ کے رسول ہیں۔

بعض نے کہا نہیں بلکہ یہ جادوگر ہیں مقابلہ کرو۔ یہ باتیں بہت ہی احتیاط اور راز سے کی گئیں۔ ﴿اِنَّ هٰذٰنِ﴾ کی دوسری قراءت ﴿اِنَّ هٰذَيْنِ﴾ بھی ہے مطلب اور معنی دونوں قراءتوں کا ایک ہی ہے۔ اب باآواز بلند کہنے لگے کہ یہ دونوں بھائی سیانے اور پہنچے ہوئے جادوگر ہیں۔ اس وقت تو ہماری ہوا بندھی ہوئی ہے بادشاہ کا قرب نصیب ہے مال و دولت قدموں تلے لوٹ رہا ہے لیکن آج اگر یہ بازی لے گئے تو ظاہر ہے کہ ریاست ان ہی کی ہو جائے گی تمہیں ملک سے نکال دیں گے عوام ان کے ماتحت ہو جائیں گے ان کا زور بند بندھ جائے گا یہ بادشاہت چھین لیں گے اور ساتھ ہی تمہارے مذہب کو ملیامیٹ کر دیں گے۔ بادشاہت عیش و آرام سب چیزیں تم سے چھن جائیں گی۔ شرافت عقلمندی ریاست سب ان کے قبضے میں آجائے گی تم یونہی بھٹے بھونتے رہ جاؤ گے۔ تمہارے اشراف ذلیل ہو جائیں گے امیر فقیر بن جائیں گے ساری رونق اور بہار جاتی رہے گی۔ بنی اسرائیل جو تمہارے لونڈی غلام بنے ہوئے ہیں یہ سب ان کے ساتھ ہو جائیں گے اور تمہاری حکومت پاش پاش ہو جائے گی۔ تم سب اتفاق کر لو۔ ان کے مقابلے میں صف بندی کر کے اپنا کوئی فن باقی نہ رکھو جی کھول کر ہوشیاری اور دانائی سے اپنے جادو کے زور سے اسے دبالو۔ ایک ہی دفعہ ہر استاد اپنی کاریگری دکھا دے تاکہ میدان ہمارے جادو سے پر ہو جائے دیکھو اگر وہ جیت گیا تو یہ ریاست اسی کی ہو جائے گی اور اگر ہم غالب آگئے تو تم سن چکے ہو کہ بادشاہ ہمیں اپنا مقرب اور دربار خاص کے اراکین بنا دے گا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾

کہنے لگے کہ موسیٰ یا تو تو پہلے ڈال دے یا ہم اول ڈالنے والے بن جائیں ○ جواب دیا کہ نہیں تم ہی پہلے ڈالو اب تو موسیٰ کو یہ

خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں بوجہ ان کے جادو کے دوڑ بھاگ رہی ہیں ○ تو موسیٰ اپنے دل ہی دل میں ڈرنے لگے ○ ہم نے فرمایا' کچھ خوف نہ کر یقیناً تو ہی غالب رہے گا ○ تیرے دائیں ہاتھ میں جو ہے اسے ڈال دے کہ ان کی تمام کاری گری کو وہ نگل جائے' انہوں نے جو کچھ بنایا ہے' یہ صرف جادوگروں کے کرتب ہیں' اور جادوگر کہیں بھی جائے' کامیاب نہیں ہوتا ○ اب تو تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور پکار اٹھے کہ ہم تو ہارون اور موسیٰ کے پروردگار پر ایمان لا چکے ○

مقابلہ اور حق کا غلبہ: جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب بتاؤ تم اپنا وار پہلے کرتے ہو یا ہم پہل کریں؟ اس کے جواب میں اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا تم ہی پہلے اپنے دل کی بھڑاس نکال لو تا کہ دنیا دیکھ لے کہ تم نے کیا کیا؟ اور پھر اللہ نے تمہارے کئے کو کس طرح مٹا دیا؟ اسی وقت انہوں نے اپنی لکڑیاں رسیاں میدان میں ڈال دیں کچھ ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا یہ سانپ بن کر چل پھر رہی ہیں اور میدان میں دوڑ بھاگ رہی ہیں۔ کہنے لگے فرعون کے اقبال سے غالب ہم ہی رہیں گے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انہیں خوفزدہ کر دیا اور جادو کے کرتب دکھا دیئے۔ یہ لوگ بہت زیادہ تھے۔ ان کی پھینکی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں سے اب سارے کا سارا میدان سانپوں سے پر ہو گیا وہ آپس میں گڈمڈ ہو کر اوپر تلے ہونے لگے۔ اس منظر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوف زدہ کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو لوگ ان کے کرتب کے قائل ہو جائیں اور اس باطل میں پھنس جائیں۔ اسی وقت جناب باری نے وحی نازل فرمائی کہ اپنے داہنے ہاتھ کی لکڑی کو میدان میں ڈال دو ہراساں نہ ہو۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ کے حکم سے یہ لکڑی ایک زبردست بے مثال اژدھا بن گئی' جس کے پیر بھی تھے اور سر بھی تھا۔ کچلیاں اور دانت بھی تھے۔ اس نے سب کے دیکھتے سارے میدان کو صاف کر دیا۔ اس نے جادوگروں کے جتنے کرتب تھے سب کو ہڑپ کر لیا۔ اب سب پر واضح ہو گیا' معجزے اور جادو میں تمیز ہو گئی۔ حق و باطل میں پہچان ہو گئی۔ سب نے جان لیا کہ جادوگروں کی بناوٹ میں اصلیت کچھ بھی نہ تھی۔ فی الواقع جادوگر کوئی چال چلیں اس میں غالب نہیں آ سکتے۔ ابن ابی حاتم میں حدیث ہے ترمذی میں بھی موقوفاً مروی ہے کہ جادوگر کو جہاں پکڑو مار ڈالو۔[1] پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا۔ یعنی جہاں پایا جائے امن نہ دیا جائے جادوگروں نے جب یہ دیکھا انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کام انسانی طاقت سے خارج ہے وہ جادو کے فن میں ماہر تھے بیک نگاہ پہچان گئے کہ واقعی یہ اس اللہ کا کام ہے جس کے فرمان اٹل ہیں جو کچھ وہ چاہے اس کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کے ارادے سے مراد جدا نہیں۔ اس کا اتنا کامل یقین انہیں ہو گیا کہ اسی وقت اسی میدان میں سب کے سامنے بادشاہ کی موجودگی میں وہ اللہ کے سامنے سربسجود ہو گئے اور پکار اٹھے کہ ہم رب العالمین پر یعنی ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار پر ایمان لائے۔ سبحان اللہ صبح کے وقت کافر اور جادوگر تھے اور شام کو پاکباز مومن اور اللہ کی راہ کے شہید تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کی تعداد اسی ہزار تھی یا ستر ہزار یا کچھ اوپر تیس ہزار یا انیس ہزار یا پندرہ ہزار یا بارہ ہزار۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ ستر تھے۔ صبح جادوگر شام کو شہید۔ مروی ہے کہ جب یہ سجدے میں گرے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت دکھا دی۔ اور انہوں نے اپنی منزلیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب الحدود : باب ما جآء فی حد الساحر (١٤٦٠)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی]

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿٧٣﴾

فرعون کہنے لگا کہ کیا میری اجازت سے پہلے ہی تم اس پر ایمان لا چکے؟ تمہارا وہ بزرگ ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے' سن لو میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں میں سولی پر لٹکوا دوں گا اور تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی مار زیادہ سخت اور دیر پا ہے ○ انہوں نے جواب دیا کہ ناممکن ہے کہ ہم تجھے ترجیح دیں ان دلیلوں پر جو ہمارے سامنے آ چکیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اب تو تو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزر' تو جو کچھ بھی حکم چلا سکتا ہے' وہ اسی دنیوی زندگی میں ہی ہے ○ ہم اس لالچ سے اپنے پروردگار پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں معاف فرما دے اور جو کچھ تو نے ہم سے زبردستی کرایا ہے' وہ تو جادو ہے' اللہ ہی بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے ○

اللہ کی شان دیکھئے چاہئے تو یہ تھا کہ فرعون اب راہ راست پر آ جاتا۔ جن کو اس نے مقابلے کے لئے بلوایا تھا' وہ عام مجمع میں ہارے۔ انہوں نے اپنی ہار مان لی' اپنے کرتوت کو جادو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ معجزہ تسلیم کر لیا۔ خود وہ ایمان لے آئے جو مقابلے کے لئے بلوائے گئے تھے۔ مجمع عام میں سب کے سامنے بے جھجک انہوں نے دین حق کو قبول کر لیا۔ لیکن یہ اپنی شیطنت میں اور بڑھ گیا اور اپنی قوت و طاقت دکھانے لگا بھلا حق والے مادی طاقتوں کو سمجھتے ہی کیا ہیں؟ پہلے تو جادوگروں کے اس مسلم گروہ سے کہنے لگا کہ میری اجازت کے بغیر تم اس پر ایمان کیوں لائے؟ پھر ایسا بہتان باندھا جس کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تو تمہارے استاد ہیں انہی سے تم نے جادو سیکھا ہے۔ تم آپس میں ایک ہی ہو مشورہ کر کے ہمیں تاراج کرنے کے لئے تم نے پہلے انہیں بھیجا پھر اس کے مقابلے میں خود آئے اور اپنے اندرونی سمجھوتے کے مطابق سامنے ہار گئے اور اسے جتا دیا اور پھر اس کا دین قبول کر لیا تاکہ تمہاری دیکھا دیکھی میری رعایا اس مکر میں پھنس جائے مگر تمہیں اس سازباز کا انجام بھی معلوم ہو جائے گا۔ میں الٹی سیدھی طرف سے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تم کو کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا اور اس بری طرح تمہاری جان لوں گا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو۔ اسی بادشاہ نے سب سے پہلے یہ سزا دی ہے۔ تم جو اپنے آپ کو ہدایت پر اور مجھے اور میری قوم کو گمراہی پر سمجھتے ہو اس کا حال بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دائمی عذاب کس پر آتا ہے؟ اس دھمکی کا ان دلوں پر الٹا اثر ہوا۔ وہ اپنے ایمان میں کامل بن گئے اور نہایت بے پرواہی سے جواب دیا کہ اس ہدایت و یقین کے مقابلے میں جو ہمیں اب اللہ کی طرف سے حاصل ہوا ہے' ہم تیرا مذہب کسی طرح قبول کرنے کے نہیں۔ نہ تجھے ہم اپنے سچے خالق مالک کے سامنے کوئی

چیز سمجھیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ قسم ہو یعنی اس اللہ کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، ہم ان واضح دلیلوں پر تیری گمراہی کو ترجیح دے ہی نہیں سکتے خواہ تو ہمارے ساتھ کچھ ہی کر لے مستحق عبادت وہ ہے جس نے ہمیں بنایا نہ کہ تو جو خود اسی کا بنا ہوا ہے۔ تجھے جو کرنا ہو اس میں کمی نہ کر تو تو ہمیں اسی وقت تک سزائیں دے سکتا ہے جب تک ہم اس دنیا کی حیات کی قید میں ہیں۔ یقین ہے کہ اس کے بعد ابدی راحت اور غیر فانی مسرت نصیب ہوگی۔ ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے اگلے قصوروں سے درگزر فرمالے گا بالخصوص یہ قصور جو ہم سے اللہ کے سچے نبی کے مقابلے پر جادو بازی کرنے کا سرزد ہوا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فرعون نے بنی اسرائیل کے چالیس بچے لے کر انہیں جادوگروں کے سپرد کیا تھا کہ انہیں جادو کی پوری تعلیم دو اب یہ لڑکے یہ مقولہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے ہم سے جبراً جادوگری کی خدمت لی۔ حضرت عبداللہ بن زید رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ پھر فرمایا ہمارے لئے بہ نسبت تیرے اللہ بہت بہتر ہے اور دائمی ثواب دینے والا ہے۔ نہ ہمیں تیری سزاؤں سے ڈر نہ تیرے انعام کی لالچ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت واطاعت کی جائے۔ اسی کے عذاب دائمی ہیں اور سخت خطرناک ہیں اگر اس کی نافرمانی کی جائے۔ پس فرعون نے بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کیا سب کے ہاتھ پاؤں الٹی سیدھی طرف سے کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا وہ جماعت جو سورج کے نکلنے کے وقت کافر تھی وہی جماعت سورج ڈوبنے سے پہلے مومن اور شہید تھی۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾

بات یہی ہے کہ جو بھی گنہگار بن کر اللہ کے ہاں جائے گا اس کے لئے دوزخ ہے، جہاں نہ موت ہوگی اور نہ زندگی ○ اور جو بھی اس کے پاس ایماندار ہو کر جائے گا اور اس نے اعمال بھی نیک کئے ہوں گے اس کے لئے بلند و بالا درجے ہیں ○ ہمیشگی والی جنتیں جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، یہی انعام ہے ہر اس شخص کا جو پاک رہے ○

فرعون کو جادوگروں کی نصیحت اور فرعون کا رویہ: بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں نے ایمان قبول فرما کر فرعون کو جو نصیحتیں کیں انہی میں یہ آیتیں بھی ہیں۔ اسے اللہ کے عذابوں سے ڈرا رہے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا لالچ دلا رہے ہیں کہ گنہگاروں کا ٹھکانا جہنم ہے جہاں موت تو کبھی آنے ہی کی نہیں لیکن زندگی بھی بڑی ہی مشقت والی موت سے بدتر ہوگی۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا﴾ [1] الخ، نہ تو موت ہی آئے گی نہ عذاب ہلکے ہوں گے کافروں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ اور آیتوں میں ہے ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى﴾ [2] الخ، یعنی اللہ کی نصیحتوں سے بے فیض وہی رہے گا جو ازلی بدبخت ہو، جو آخر کار بری سخت آگ میں گرے گا جہاں نہ تو موت آئے نہ چین کی زندگی نصیب ہو۔ اور آیت میں ہے کہ جہنم میں جھلستے ہوئے کہیں گے کہ اے داروغہ دوزخ! تم دعا

[1] [سورۃ فاطر: آیت ۳۶] [2] [سورۃ الاعلیٰ: آیت ۱۱-۱۳]

کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں موت ہی دے دے لیکن وہ جواب دے گا کہ نہ تم مرنے والے ہو نہ نکلنے والے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اصلی جہنمی تو جہنم میں ہی پڑے رہیں گے نہ وہاں انہیں موت آئے نہ آرام کی زندگی ملے ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے جان نکل جائے گی پھر شفاعت کی اجازت کے بعد ان کا چورا نکالا جائے گا اور جنت کی نہروں کے کناروں پر بکھیر دیا جائے گا اور جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ ان پر پانی ڈالو تو جس طرح تم نے نہر کے کنارے کے کھیت کے دانوں کو اگتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح وہ اگیں گے۔ یہ سن کر ایک شخص کہنے لگے حضور ﷺ نے مثال تو ایسی دی ہے گویا آپ کچھ زمانہ جنگل میں گزار چکے ہیں۔ [1]

اور حدیث میں ہے کہ خطبے میں اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ نے یہ فرمایا تھا۔ اور جو اللہ سے قیامت کے دن ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جا ملا اسے اونچے بالا خانوں والی جنت ملے گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت کے سو درجوں میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں ہے۔ سب سے اوپر جنت الفردوس ہے اسی سے چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں اس کی چھت رحمٰن کا عرش ہے اللہ سے جب جنت مانگو تو جنت الفردوس کی دعا کیا کرو۔ [2] (ترمذی وغیرہ) ابن ابی حاتم میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں ہر درجے کے پھر سو درجے ہیں دو درجوں میں اتنی دوری ہے جتنی آسمان و زمین میں۔ ان میں یاقوت اور موتی ہیں اور زیور بھی۔ ہر جنت میں امیر ہے جس کی فضیلت اور سرداری کے دوسرے قائل ہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اعلیٰ علیین والے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے تم لوگ آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا پھر یہ بلند درجے تو نبیوں کے لئے ہی مخصوص ہوں گے؟ فرمایا سنو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے نبیوں کو سچا جانا۔ [3] سنن کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما انہی میں سے ہیں۔ اور کتنے ہی اچھے مرتبے والے ہیں۔ [4] یہ جنتیں ہمیشگی کی اقامت کی ہیں جہاں یہ ہمیشہ

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اثبات الشفاعة واخراج المؤحدین من النار (١٨٥) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر الشفاعة (٤٣٠٩) مسند احمد (١١/٣)]

[2] [صحیح: ترمذی : کتاب صفة القیامة : باب ما جآء فی صفة درجات الجنة (٢٥٣١) مسند احمد (٢٩٢/٢) مستدرك حاكم (٨٠/١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ما جآء فی صفة الجنة (٣٢٥٦)، (٦٥٥٦) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب ترائی اهل الجنة الغرف (٢٨٣١-١١) مسند احمد (٣٤٠/٥)]

[4] [ضعیف: ابو داؤد : کتاب الحروف والقرائات (٣٩٨٧) ابن ماجه : مقدمه : باب فضل ابی بکر الصدیق (٩٦) ترمذی : کتاب المناقب : باب مناقب ابی بکر الصدیق (٣٦٥٩) مسند ابو یعلی (١١٣٠) مسند احمد (٢٧/٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود، ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

ابد الآباد رہیں گے۔ جو لوگ اپنے نفس پاک رکھیں، گناہوں سے، خباثت سے، گندگی سے، شرک و کفر سے دور رہیں، اللہ واحد کی عبادت کرتے رہیں، رسولوں کی اطاعت میں عمر گزار دیں ان کے لئے یہی قابل رشک مقامات اور قابل صد مبارکباد انعام ہیں۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ اِيَّاهَا۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿٧٩﴾

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تو راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لئے دریا میں خشک راستے بنا لے۔ پھر نہ تجھے کسی کے آ پکڑنے کا خطرہ نہ ڈر○ فرعون نے اپنے لشکروں سمیت ان کا تعاقب کیا۔ پھر تو دریا نے ان سب کو جیسا کچھ چھپالینا چاہئے تھا، چھپالیا○ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہی میں ڈال دیا اور سیدھا راستہ نہ دکھایا○

بنی اسرائیل کی ہجرت اور فرعون کا تعاقب: چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان کو بھی فرعون نے ٹال دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر کے انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دے اس لئے جناب باری نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ راتوں رات ان کی بے خبری میں تمام بنی اسرائیل کو چپ چاپ لے کر یہاں سے چلے جائیں جیسے کہ اس کا تفصیلی بیان قرآن کریم میں اور بہت سی جگہ پر ہوا ہے۔ چنانچہ حسب ارشاد آپ نے بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے ہجرت کی۔ صبح جب فرعونی جاگے شہر میں ایک بنی اسرائیلی نہ دیکھا۔ فرعون کو اطلاع دی وہ مارے غصے کے چکر کھا گیا اور ہر طرف منادی دوڑا دیئے کہ لشکر جمع ہو جائیں اور دانت پیس پیس کر کہنے لگا کہ اس مٹھی بھر جماعت نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے آج ان سب کو تہہ تیغ کر دوں گا۔ سورج نکلتے ہی لشکر آ موجود ہوا اسی وقت خود سارے لشکر کو لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ بنی اسرائیل دریا کے کنارے پہنچے ہی تھے کہ فرعونی لشکر انہیں دکھائی دے گیا گھبرا کر اپنے نبی علیہ السلام سے کہنے لگے لو حضرت اب کیا ہوتا ہے سامنے دریا ہے پیچھے فرعونی ہیں۔ آپ نے جواب دیا گھبرانے کی کوئی بات نہیں میری مدد پر خود میرا رب ہے وہ ابھی مجھے راہ دکھا دے گا۔ اسی وقت وحی الٰہی آئی کہ موسیٰ دریا پر اپنی لکڑی مار دو وہ ہٹ کر تمہیں راستہ دے دے گا۔ چنانچہ آپ نے یہ کہہ کر لکڑی ماری کہ اے دریا بحکم الٰہی تو ہٹ جا اسی وقت اس کا پانی پتھر کی طرح ادھر ادھر جم گیا اور بیچ میں راستے نمایاں ہو گئے۔ ادھر ادھر پانی مثل بڑے بڑے پہاڑوں کی کھڑا ہو گیا اور تیز اور خشک ہواؤں کے جھونکوں نے راستوں کو بالکل سوکھی زمین کے راستوں کی طرح کر دیا۔ نہ تو فرعون کی پکڑ کا خوف رہا نہ دریا میں ڈوب جانے کا خطرہ رہا۔ فرعون اور اس کے لشکری یہ حال دیکھ رہے تھے۔ فرعون نے حکم دیا کہ انہی راستوں سے تم بھی پار ہو جاؤ۔ چیختا کودتا مع تمام لشکر کے ان ہی راہوں میں اتر پڑا ان کے اترتے ہی پانی کو بہنے کا حکم ہو گیا اور چشم زدن میں تمام فرعونی ڈبو دیئے گئے۔ دریا کی موجوں نے انہیں چھپا لیا۔ یہاں جو فرمایا کہ انہیں اس چیز نے ڈھانپ لیا، یہ اس

لئے کہ یہ مشہور و معروف ہے نام لینے کی ضرورت نہیں یعنی دریا کی موجوں نے۔

اسی جیسی آیت ﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوٰى ○ فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى﴾ [1] ہے یعنی قوم لوط کی بستیوں کو بھی اسی نے دے ٹپکا تھا۔ پھر ان پر جو تباہی آئی سو آئی۔ عرب کے اشعار میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں الغرض فرعون نے اپنی قوم کو بہکا دیا اور راہ راست انہیں نہ دکھائی جس طرح دنیا میں انہیں اس نے آگے بڑھ کر دریا برد کیا اسی طرح آگے ہو کر قیامت کے دن انہیں جہنم میں جا جھونکے گا جو بدترین جگہ ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

اے بنی اسرائیل! دیکھو ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے کوہ طور کی داہنی طرف کا وعدہ کیا اور تم پر من و سلویٰ اتارا ○ تم ہماری دی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ اور اس میں حد سے آگے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہو جائے وہ یقیناً تباہ ہوا ○ ہاں بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں ○

بنی اسرائیل کو انعام و احسان کی یاد دہانی: اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو بڑے بڑے احسان کئے تھے انہیں یاد دلا رہا ہے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ انہیں ان کے دشمنوں سے نجات دی۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کو ان کے دیکھتے ہوئے دریا میں ڈبو دیا۔ ایک بھی ان میں سے باقی نہ بچا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ [2] یعنی ہم نے تمہارے دیکھتے ہوئے فرعونیوں کو ڈبو دیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ مدینے کے یہودیوں کو عاشورے کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا انہوں نے جواب دیا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر کامیاب کیا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر تو ہمیں بہ نسبت تمہارے ان سے زیادہ قرب ہے چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو اس دن کے روزے کا حکم دیا۔ [3] پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو کوہ طور کی دائیں جانب کا وعدہ دیا۔ آپ وہاں گئے اور پیچھے سے بنو اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کر دی۔ جس کا بیان ابھی ابھی آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

اسی طرح ایک احسان ان پر یہ کیا کہ من وسلویٰ کھانے کو دیا۔ اس کا پورا بیان سورۂ بقرہ وغیرہ کی تفسیر میں گزر

---

[1] [سورة النجم: آیت ٥٣-٥٤]
[2] [سورة البقرة : آیت ٥٠]

[3] [صحيح : صحيح بخاری : کتاب التفسير : سورة يونس (٤٦٨٠)، (٤٧٣٧) و کتاب مناقب الانصار (٣٩٤٣) صحيح مسلم : کتاب الصيام : باب فضل صيام يوم عاشوراء (١١٣٠) ابو داؤد : کتاب الصيام : باب فی صوم يوم عاشوراء (٢٤٤٤) مسند احمد (١/٢٩١)]

چکا ہے۔ من ایک میٹھی چیز تھی جوان کے لئے آسمان سے اترتی تھی اور سلویٰ ایک قسم کے پرند تھے جو بحکم الٰہی کے ان کے سامنے آجاتے تھے یہ بقدر ایک دن کی خوراک کے انہیں لے لیتے تھے۔ ہماری یہ دی ہوئی روزی کھاؤ' اس میں حد سے نہ گزر جاؤ' حرام چیز یا حرام ذریعہ سے اسے نہ طلب کرو۔ ورنہ میرا غضب نازل ہوگا۔ اور جس پر میرا غضب اترے یقین مانو کہ وہ بدبخت ہوگیا۔ حضرت شفی بن مانع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک اونچی جگہ بنی ہوئی ہے جہاں سے کافر کو جہنم میں گرایا جاتا ہے تو زنجیروں کی جگہ تک چالیس سال میں پہنچتا ہے' یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ وہ گڑھے میں گر پڑا۔ ہاں جو بھی اپنے گناہوں سے میرے سامنے توبہ کرے' میں اس کی توبہ قبول فرماتا ہوں۔

دیکھو بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی ان کی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی بخش دیا۔ غرض جس کفر و شرک گناہ و معصیت پر کوئی ہو پھر وہ اسے بخوف الٰہی چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے ہاں دل میں ایمان ہو اور اعمال صالحہ بھی کرتا ہو اور ہو بھی راہ راست پر۔ شکی نہ ہو' سنت رسول اور جماعت صحابہ کی روش پر ہو۔ اس میں ثواب جانتا ہو' یہاں پر ثُـمَّ کا لفظ خبر کی خبر پر ترتیب کرنے کے لئے آیا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ [1]۔

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِىُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِىَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۬ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ ع

موسیٰ تجھے اپنی قوم سے غافل کر کے کون سی چیز جلدی لے آئی؟ ○ کہا کہ وہ لوگ بھی میرے پیچھے ہی پیچھے ہیں اور میں نے اے رب تیری طرف جلدی اس لئے کی کہ تو خوش ہو جا ○ فرمایا ہم نے تیری قوم کو تیرے پیچھے آزمائش میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے بہکا دیا ہے ○ پس موسیٰ سخت ناراض ہو کر افسوس ناکی کے ساتھ واپس لوٹا' اور کہنے لگا کہ اے میری قوم والو! کیا تم سے تمہارے پروردگار نے نیک وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا اس کی مدت تمہیں لمبی معلوم ہوئی؟ بلکہ تمہارا ارادہ ہی یہ ہے کہ تم پر تمہارے پروردگار کا غضب نازل ہو؟ کہ تم نے میرے وعدے کا خلاف کیا ○ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے ساتھ وعدے کا خلاف نہیں کیا بلکہ ہم پر جو زیورات قوم کے لاد دیئے گئے تھے انہیں ہم نے ڈال

---

[1] [سورۃ البلد: آیت ١٧]

دیااوراسی طرح سامری نے بھی ڈال دیئے ○ پھراس نے لوگوں کے لئے ایک بچھڑا نکال کھڑا کیا یعنی بچھڑے کا بت جس کی گائے کی سی آواز بھی تھی۔ کہنے لگے کہ یہی تمہارا بھی معبود ہے اور موسیٰ کا بھی لیکن موسیٰ بھول گیا ہے ○ کیا یہ گمراہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ وہ توان کی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ ان کے کسی برے بھلے کا اختیار رکھتا ہے ○

بنی اسرائیل کا شرکیہ مطالبہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا پار کر کے نکل گئے تو ایک جگہ پہنچے جہاں کے لوگ اپنے بتوں کے مجاور بن کر بیٹھے ہوئے تھے تو بنی اسرائیل کہنے لگے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی ان کی طرح کوئی معبود مقرر کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا تم بڑے جاہل لوگ ہو۔ یہ تو برباد شدہ لوگ ہیں اور ان کی عبادت بھی باطل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تیس روزوں کا حکم دیا' پھر دس بڑھا دیئے گئے' پورے چالیس ہو گئے دن رات روزے سے رہتے تھے۔ اب آپ جلدی سے طور کی طرف چلے' بنی اسرائیل پر اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کیا' وہاں جب پہنچے تو جناب باری نے اس جلدی کی وجہ دریافت فرمائی۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ بھی طور کے قریب ہی ہیں آ رہے ہیں میں نے جلدی کی ہے کہ تیری رضامندی حاصل کرلوں اور اس میں بڑھ جاؤں۔

بنی اسرائیل اور گائے کی پوجا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے چلے جانے کے بعد تیری قوم میں نیا فتنہ برپا ہوا اور انہوں نے گوسالہ پرستی شروع کر دی ہے۔ اس بچھڑے کو سامری نے بنایا اور انہیں اس کی عبادت میں لگا دیا ہے۔ اسرائیلی کتابوں میں ہے کہ سامری کا نام بھی ہارون تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمانے کے لئے تورات کی تختیاں لکھ لی گئی تھیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ﴾ [1] الخ' یعنی ہم نے اس کے لئے تختیوں میں ہر شے کا تذکرہ اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی تھی اور کہہ دیا کہ اسے مضبوطی سے تھام لو اور اپنی قوم سے بھی کہو کہ اس پر عمدگی سے عمل کریں۔ میں تمہیں عنقریب فاسقوں کا انجام دکھا دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اپنی قوم کے مشرکانہ فعل کا علم ہوا تو سخت رنج ہوا غم و غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے واپس قوم کی طرف چلے کہ دیکھو ان لوگوں نے اللہ کے انعامات کے باوجود ایسے سخت احمقانہ اور مشرکانہ فعل کا ارتکاب کیا۔ غم و اندوہ' رنج و غصہ آپ کو بہت آیا۔ واپس آتے ہی کہنے لگے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم سے تمام نیک وعدے کئے تھے' تمہارے ساتھ بڑے بڑے سلوک و انعام کئے لیکن ذرا سے وقفے میں تم اللہ کی نعمتوں کو بھلا بیٹھے بلکہ تم نے وہ حرکت کی جس سے اللہ کا غضب تم پر اتر پڑا تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کا مطلق لحاظ نہ رکھا۔ اب بنی اسرائیل معذرت کرنے لگے کہ ہم نے یہ کام اپنے اختیار سے نہیں کیا' بات یہ ہے کہ جو زیور فرعونیوں کے ہمارے پاس مستعار لئے ہوئے تھے' ہم نے بہتر یہی سمجھا کہ انہیں پھینک دیں چنانچہ ہم نے سب کے سب بطور پرہیزگاری کے پھینک دیئے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے ایک گڑھا کھود کر اس میں آگ جلا کر ان سے فرمایا کہ وہ زیور سب اس میں ڈال دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا ارادہ یہ تھا کہ سب زیور یکجا ہو

---

[1] [سورۃ الاعراف : آیت ١٤٥]

جائیں اور پگھل کر ڈلا بن جائے۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام آ جائیں جیسا وہ فرمائیں کیا جائے۔ سامری نے اس میں وہ مٹھی ڈال دی جو اس نے اللہ کے قاصد کے نشان سے بھری تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا آیئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری خواہش قبول فرمالے آپ کو کیا خبر تھی آپ نے دعا کی۔ اس نے خواہش یہ کی کہ اس کا ایک بچھڑا بن جائے جس میں سے بچھڑے کی سی آواز بھی نکلے چنانچہ وہ بن گیا۔ اور بنی اسرائیل کے فتنے کا باعث ہوگیا۔ پس فرمان ہے کہ اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام ایک مرتبہ سامری کے پاس سے گزرے، وہ اس بچھڑے کو ٹھیک ٹھاک کررہا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا وہ چیز بنا رہا ہوں جو نقصان دے اور نفع نہ دے۔ آپ نے دعا کی اے اللہ خود اسے ایسا ہی کر دے اور آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔ سامری کی دعا سے یہ بچھڑا بنا اور آواز نکالنے لگا۔

بنی اسرائیل بہکاوے میں آ گئے اور اس کی پرستش شروع کر دی۔ اس کی آواز پر یہ اس کے سامنے سجدے گر پڑتے اور دوسری آواز پر سجدے سے سر اٹھاتے۔ یہ گروہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بہکانے لگا کہ دراصل اللہ یہی ہے۔ موسیٰ بھول کر اور کہیں اس کی جستجو میں چل دیئے ہیں وہ یہ کہنا بھول گئے کہ تمہارا رب یہی ہے۔ یہ لوگ مجاور بن کر اس کے اردگرد بیٹھ گئے۔ ان کے دلوں میں اس کی محبت رچ گئی۔ یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ سامری اپنے سچے اللہ کو اور اپنے پاک دین اسلام کو بھول بیٹھا۔ ان کی بیوقوفی دیکھئے کہ یہ اتنا نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا تو محض بے جان چیز ہے۔

ان کی کسی بات کا نہ تو جواب دے نہ سنے نہ دنیا آخرت کی کسی بات کا اختیار نہ کوئی نفع نقصان اس کے ہاتھ میں۔ آواز جو نکلتی تھی اس کی وجہ بھی صرف یہ تھی کہ پیچھے کے سوراخ میں سے ہوا گزر کر منہ کے راستے نکلتی تھی اسی کی آواز آتی تھی۔ اس بچھڑے کا نام انہوں نے بہموت رکھ چھوڑا تھا۔ ان کی دوسری حماقت دیکھئے کہ چھوٹے گناہ سے بچنے کے لئے بڑا گناہ کر لیا۔ فرعونیوں کی امانتوں سے آزاد ہونے کے لئے شرک شروع کر دیا۔ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ کسی عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کپڑے پر اگر مچھر کا خون لگ جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ان عراقیوں کو دیکھو بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر کو تو قتل کر دیں اور مچھر کے خون کے مسئلے پوچھتے پھریں؟ [1]

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾

ہارون نے اس سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم والو! اس بچھڑے سے تو صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے تمہارا حقیقی پروردگار تو اللہ رحمٰن ہی ہے پس تم سب میری تابعداری کرو اور میری بات مانتے چلے جاؤ○ انہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته (۵۹۹۴) وكتاب فضائل الصحابة: باب مناقب الحسن والحسين (۳۷۵۳) ترمذی: کتاب المناقب (۳۷۷۰)]

کی واپسی تک تو ہم اسی کے مجاور بنے بیٹھے رہیں گے ○ .

ہارون علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو نصیحت: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں ہر چند سمجھایا کہ دیکھو فتنے میں نہ پڑو اللہ رحمٰن کے سوا اور کسی کے سامنے نہ جھکو۔ وہ ہر چیز کا خالق مالک ہے' سب کا اندازہ مقرر کرنے والا وہی ہے' وہی عرش مجید کا مالک ہے' وہی جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ تم میری تابعداری اور حکم برداری کرتے رہو' جو میں کہوں وہ بجالاؤ جس سے روکوں رک جاؤ۔ لیکن ان سرکشوں نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی سن کر تو خیر ہم مان لیں گے تب تک تو ہم اس کی پرستش نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ لڑنے اور مرنے مارنے کے واسطے تیار ہو گئے۔

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾

موسیٰ کہنے لگے اے ہارون! انہیں گمراہ ہوتا ہوا دیکھتے ہوئے تجھے کس چیز نے روکا تھا؟○ کہ تو میرے پیچھے پیچھے آ جاتا' کیا تو بھی میرے فرمان کا نافرمان بن بیٹھا؟ ہارون کہنے لگے اے میرے ماں جائے بھائی میری داڑھی اور سر نہ پکڑ' مجھے تو صرف یہ خیال دامن گیر ہوا کہ کہیں آپ یہ نہ فرمائیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا پاس نہ کیا○

موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام پر غصہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت غصے سے لوٹے تھے' تختیاں زمین پر دے ماریں اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کی طرف غصے سے بڑھ گئے اور ان کے سر کے بال تھام کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔ اس کا تفصیلی بیان سورۂ اعراف کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور وہیں وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ سننا دیکھنے کے مطابق نہیں۔ آپ نے اپنے بھائی اور اپنے جانشین کو ملامت کرنی شروع کی کہ اس بت پرستی کے شروع ہوتے ہی تو نے مجھے خبر کیوں نہ کی؟ کیا جو کچھ میں تجھے کہہ گیا تھا تو بھی اس کا مخالف بن بیٹھا؟ میں تو صاف کہہ گیا تھا کہ میری قوم میں میری جانشینی کر' اصلاح کے درپے رہ اور مفسدوں کی نہ مان۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے میرے ماں جائے بھائی۔ یہ صرف اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زیادہ رحم اور محبت آئے ورنہ باپ الگ الگ نہ تھے' باپ بھی ایک ہی تھے دونوں سگے بھائی تھے۔ آپ عذر پیش کرتے ہیں کہ جی میں تو میرے بھی آئی تھی کہ آپ کے پاس آ کر آپ کو اس کی خبر کروں لیکن پھر خیال آیا کہ انہیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں۔ کہیں آپ مجھ پر بگڑ نہ بیٹھیں کہ انہیں تنہا کیوں چھوڑ دیا اور اولاد یعقوب میں یہ جدائی کیوں ڈال دی؟ اور جو میں کہہ گیا تھا اس کی نگہبانی کیوں نہ کی؟ بات یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام میں جہاں اطاعت کا پورا مادہ تھا وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عزت بھی بہت کرتے تھے اور ان کا بہت ہی لحاظ رکھتے تھے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

موسیٰ نے پوچھا کہ سامری تیرا کیا حال ہے؟ ○ اس نے جواب دیا کہ مجھے وہ چیز دکھائی دی جو انہیں دکھائی نہیں دی تو میں نے اللہ کے بھیجے ہوئے کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی۔ اسے اس میں ڈال دیا۔ میرے دل نے ہی یہ بات میرے لئے بنا دی ○ کہا اچھا جا دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہی ہے کہ تو کہتا رہے کہ ہاتھ نہ لگانا اور ایک اور بھی وعدہ تیرے ساتھ ہے جو تیرے بارے میں کبھی بھی خلاف نہ کیا جائے گا' اور اب تو اپنے اس اللہ کو بھی دیکھ لینا جس کا تو اعتکاف کئے ہوئے تھا' کہ ہم اسے جلا کر دریا میں ریزہ ریزہ اڑا دیں گے ○ اصل بات یہی ہے کہ تم سب کا معبود برحق صرف اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں اس کا علم تمام چیزوں پر حاوی ہے ○

موسیٰ علیہ السلام کی سامری سے گفتگو: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا کہ تو نے یہ فتنہ کیوں اٹھایا؟ یہ شخص باجرو کا رہنے والا تھا' اس کی قوم گائے پرست تھی۔ اس کے دل میں گائے کی محبت گھر کئے ہوئے تھی۔ اس نے بنی اسرائیل کے ساتھ اپنے ایمان کا اظہار کیا تھا۔ اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔ ایک روایت میں ہے یہ کرمانی تھا۔ ایک روایت میں ہے اس کی بستی کا نام سامرا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ جب فرعون کی ہلاکت کے لئے حضرت جبرائیل آئے تو میں نے ان کے گھوڑے کے ٹاپ تلے کی تھوڑی سی مٹی اٹھا لی۔

اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات یہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور موسیٰ علیہ السلام کو لے کر چڑھنے لگے تو سامری نے دیکھ لیا۔ اس نے جلدی سے ان کے گھوڑے کے سم تلے کی مٹی اٹھا لی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام آسمان تک لے گئے اللہ تعالیٰ نے تورات لکھی حضرت موسیٰ علیہ السلام قلم کی تحریر کی آواز سن رہے تھے لیکن جب آپ کو آپ کی قوم کی مصیبت معلوم ہوئی تو نیچے اتر آئے اور اس بچھڑے کو جلا دیا۔ لیکن اس اثر کی سند غریب ہے۔ اسی خاک کی چٹکی یا مٹھی کو اس نے بنی اسرائیل کے جمع کردہ زیوروں کے جلنے کے وقت ان میں ڈال دیا۔ جو بصورت بچھڑا بن گئے اور چونکہ بیچ میں خلا تھا وہاں سے ہوا گھستی تھی اور اس سے آواز نکلتی تھی۔ حضرت جبرائیل کو دیکھتے ہی اس کے دل میں خیال گزرا تھا کہ میں اس کے گھوڑے کے ٹاپوں تلے کی مٹی اٹھا لوں میں جو چاہوں گا وہ اس مٹی کے ڈالنے سے بن جائے گا اس کی انگلیاں اسی وقت سوکھ گئی تھیں۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ ان کے پاس فرعونیوں کے زیورات رہ گئے اور فرعونی ہلاک ہو گئے اور یہ اب ان کو واپس نہیں ہو سکتے تو غمزدہ ہونے لگے۔

سامری نے کہا دیکھو اس کی وجہ سے تم پر مصیبت نازل ہوئی ہے اسے جمع کر کے آگ لگا دو جب وہ جمع ہو گئے اور آگ سے پگھل گئے تو اس کے جی میں آئی کہ وہ خاک اس پر ڈال دے اور اسے بچھڑے کی شکل میں بنا لے چنانچہ یہی ہوا۔ اور اس نے کہہ دیا کہ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا رب یہی ہے۔ یہی وہ جواب دے رہا ہے کہ میں نے اسے ڈال دیا اور میرے دل نے یہی ترکیب مجھے اچھی طرح سمجھا دی۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا تو نے نہ لینے کی چیز کو ہاتھ لگایا تیری سزا دنیا میں یہی ہے کہ نہ تو تو کسی کو ہاتھ لگا سکے نہ کوئی اور تجھے ہاتھ لگا سکے۔ باقی سزا تیری قیامت کو ہوگی جس سے چھٹکارا محال ہے۔ ان کے بقایا اب تک یہی کہتے ہیں کہ نہ چھونا۔

اب تو اپنے اللہ کا حشر بھی دیکھ لے جس کی عبادت پر اوندھا پڑا ہوا تھا کہ ہم اسے جلا کر راکھ کر دیتے ہیں چنانچہ وہ سونے کا بچھڑا اس طرح جل گیا جیسے خون اور گوشت والا بچھڑا جلے پھر اس کی راکھ کو تیز ہوا میں دریا میں ذرہ ذرہ کر کے اڑا دیا۔ مروی ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کی عورتوں کے زیور جہاں تک اس کے بس میں تھے لئے ان کا بچھڑا بنایا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلا دیا اور دریا میں اس کی خاک بہا دی جس نے بھی اس کا پانی پیا اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس سے سارے گوسالہ پرست معلوم ہو گئے اب انہوں نے توبہ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہماری توبہ کیسے قبول ہوگی؟ حکم ہوا کہ ایک دوسروں کو قتل کرو۔ اس کا پورا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارا معبود یہ نہیں۔ مستحق عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ ہے' باقی تمام جہان اس کا محتاج ہے اور اس کے ماتحت ہے وہ ہر چیز کا عالم ہے' اس کے علم نے تمام مخلوق کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ہر چیز کی گنتی اسے معلوم ہے' ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ ہر پتے کا اور ہر دانے کا اسے علم ہے بلکہ اس کے پاس اس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا موجود ہے۔ زمین کے تمام جانداروں کو روزیاں وہی پہنچاتا ہے' سب کی جگہ اسے معلوم ہے' سب کچھ کھلی اور واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ علم الٰہی محیط کل اور سب کو حاوی ہے' اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾

اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کی ہو چکی ہوئی وارداتیں بیان فرما رہے ہیں' یقیناً ہم تو تجھے اپنے پاس سے نصیحت عطا فرما چکے ○ اس سے جو منہ پھیر لے گا وہ یقیناً قیامت کے دن اپنا بھاری بوجھ لادے ہوئے ہوگا ○ جس میں ہمیشہ ہی رہے گا' ان کے لئے قیامت کے دن بڑا برا بوجھ ہے ○

قرآن کریم کتاب برحق: فرمان ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اصلی رنگ میں آپ کے سامنے بیان ہوا ایسے ہی اور بھی حالات گزشتہ آپ کے سامنے ہم ہو بہو بیان فرما رہے ہیں۔ ہم نے تو آپ کو قرآن عظیم دے رکھا ہے جس کے پاس باطل پھٹک نہیں سکتا کیونکہ آپ حکمت و حمد والے ہیں کسی نبی کو کوئی کتاب اس سے زیادہ کمال

والی اور اس سے جامع اور اس سے زیادہ بابرکت نہیں ملی۔ ہر طرح سب سے اعلیٰ کتاب یہی کلام اللہ شریف ہے جس میں گزشتہ کی خبریں، آئندہ کے امور اور ہر کام کے طریقے مذکور ہیں۔ اسے نہ ماننے والا، اس سے منہ پھیرنے والا، اس کے احکام سے بھاگنے والا، اس کے سوا کسی اور میں ہدایت کو تلاش کرنے والا گمراہ ہے اور جہنم کی طرف جانے والا ہے۔ قیامت کو وہ اپنا بوجھ آپ اٹھائے گا اور اس میں دب جائے گا اس کے ساتھ جو بھی کفر کرے وہ جہنمی ہے کتابی ہو یا غیر کتابی، عجمی ہو یا عربی اس کا منکر جہنمی ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ میں تمہیں بھی ہوشیار کرنے والا ہوں اور جسے بھی یہ پہنچے پس اس کا متبع ہدایت والا اور اس کا مخالف ضلالت وشقاوت والا جو یہاں برباد ہوا وہ وہاں دوزخی بنا۔ اس عذاب سے اسے نہ تو کبھی چھٹکارا حاصل ہو نہ بچ سکے برا بوجھ ہے جو اس پر اس دن ہوگا۔

يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾

جس دن صور پھونک دیا جائے گا اور گنہگاروں کو ہم اس دن نیلی پیلی آنکھوں کے کر کے گھیر لائیں گے ○ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے کہ ہم تو صرف دس دن ہی رہے ○ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں، اس کی حقیقت سے باخبر ہم ہی ہیں جب کہ ان میں سب سے زیادہ اچھی راہ والا کہہ رہا ہوگا کہ تم تو صرف ایک ہی دن رہے ○

صور کیا ہے؟ [1] رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ صور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک قرن ہے وہ پھونکا جائے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ اس کا دائرہ بقدر آسمانوں اور زمینوں کے ہے حضرت اسرافیل علیہ السلام اسے پھونکیں گے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں کیسے آرام حاصل کروں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور کا لقمہ بنالیا ہے پیشانی جھکادی ہے اور انتظار میں ہے کہ کب حکم دیا جائے۔ لوگوں نے کہا پھر حضور ﷺ ہم کیا پڑھیں؟ فرمایا کہو ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ [2] اس وقت تمام لوگوں کا حشر ہوگا مارے ڈر اور گھبراہٹ کے گنہگاروں کی آنکھیں ٹیڑھی ہورہی ہوں گی۔ ایک دوسرے سے پوشیدہ کہہ رہے ہوں گے کہ دنیا میں تو ہم بہت ہی کم رہے زیادہ سے زیادہ شاید دس دن وہاں گزارے ہوں گے۔ ہم ان کی اس رازداری کی گفتگو کو بھی بخوبی جانتے ہیں جب کہ ان میں سے بڑا عاقل اور کامل انسان کہے گا کہ میاں دن بھی کہاں کے؟ ہم تو صرف ایک دن ہی دنیا میں رہے۔

---

[1] [**صحیح**: ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة الزمر (٣٢٤٤) ابو داؤد: كتاب السنة: باب في ذكر البعث والصور (٤٧٤٢) دارمی: كتاب الرقائق: باب في نفخ الصور (٣٢٥/٢) مسند احمد (٣١٢/٢) مستدرك حاكم (٤٣٦/٢) صحيح ابن حبان (٧٣١٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [**صحیح**: ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة الزمر (٣٢٤٣) نسائی في السنن الكبرى: كتاب التفسير (١١٠٨٢)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔

غرض کفار کو دنیا کی زندگی ایک سپنے کی طرح معلوم ہوگی۔ اس وقت وہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ صرف ایک ساعت ہی دنیا میں، ہم تو ٹھہرے ہوں گے۔ چنانچہ آیت میں ہے ﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ﴾ [1] الخ، ہم نے تمہیں عبرت حاصل کرنے کے قابل عمر بھی دی تھی پھر ہوشیار کرنے والے بھی تمہارے پاس آ چکے تھے۔ اور آیتوں میں ہے کہ اس سوال پر کہ تم کتنا عرصہ زمین پر گزار آئے؟ ان کا جواب ہے ایک دن بلکہ اس سے بھی کم۔ فی الواقع دنیا ہے بھی آخرت کے مقابلے میں ایسی ہی۔ لیکن اگر اس بات کو پہلے سے یاد کر لیتے تو اس فانی کو اس باقی پر، اس تھوڑی کو اس بہت پر پسند نہ کرتے بلکہ آخرت کا سامان اس دنیا میں کرتے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾

تجھ سے پہاڑوں کی نسبت سوال کرتے ہیں۔ سو تو کہہ دے کہ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا○ اور زمین کو بالکل ہموار صاف میدان کر چھوڑے گا۔ جس میں تو نہ کہیں موڑ توڑ دیکھے گا نہ اونچ نیچ○ جس دن پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے جس میں کوئی کجی نہ ہوگی، اللہ رحمٰن کے سامنے تمام آوازیں پست ہو جائیں گی سوائے کھسر پھسر کے تجھے کچھ بھی سنائی نہ دے گا○

روز قیامت پہاڑوں کی حالت: لوگوں نے پوچھا کہ قیامت کے دن یہ پہاڑ باقی رہیں گے یا نہیں؟ ان کا سوال نقل کر کے جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ہٹ جائیں گے اور مٹ جائیں گے، چلتے پھرتے نظر آئیں گے اور آخر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ زمین صاف چٹیل میدان کی صورت میں ہو جائے گی۔ قاع کے معنی ہموار صاف میدان ہے۔ ﴿صَفْصَفًا﴾ اسی کی تاکید ہے اور صفصف کے معنی بغیر روئیدگی کی زمین کے بھی ہیں لیکن پہلے معنی زیادہ اچھے ہیں، اور دوسرے معنی مرادی اور لازمی ہیں۔ نہ اس میں کوئی وادی رہے گی نہ ٹیلہ نہ اونچان رہے گی نہ نیچائی۔ ان دہشت ناک امور کے ساتھ ہی ایک آواز دینے والا آواز دے گا جس کی آواز پر ساری مخلوق لگ جائے گی، دوڑتی ہوئی حسب فرمان ایک طرف چلی جا رہی ہوگی نہ ادھر ادھر ہوگی، نہ ٹیڑھی بانکی چلے گی۔ کاش کہ یہی روش دنیا میں رکھتے اور اللہ کے احکام کی بجا آواری میں مشغول رہتے۔ لیکن آج کی یہ روش بالکل بے سود ہے۔

اس دن تو خوب دیکھتے سنتے بن جائیں گے اور آواز کے ساتھ فرماں برداری کریں گے۔ اندھیری جگہ حشر ہوگا آسمان لپیٹ لیا جائے گا ستارے جھڑ پڑیں گے سورج چاند مٹ جائے گا آواز دینے کی آواز پر سب چل کھڑے ہوں گے۔ اس ایک میدان میں ساری مخلوق جمع ہوگی مگر اس غضب کا سناٹا ہوگا کہ آداب الٰہی کی وجہ سے ایک آواز نہ اٹھے گی۔ بالکل سکون وسکوت ہوگا صرف پیروں کی چاپ ہوگی اور کانا پھوسی۔ چل کر جا رہے ہوں گے تو پیروں کی چاپ تو لامحالہ ہونی ہی ہے اور بہ اجازت الٰہی کبھی کبھی کسی حال میں بولیں گے بھی۔ لیکن چلنا بھی

---

[1] [سورۃ فاطر: آیت ۳۷]

باادب اور بولنا بھی باادب۔ جیسے ارشاد ہے ﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ﴾ [1] یعنی جس دن وہ میرے سامنے حاضر ہوں گے کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بغیر میری اجازت کے زبان کھولے۔ بعض نیک ہوں گے اور بعض بد ہوں گے۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمٰن حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے ○ جو کچھ ان کے آگے پیچھے ہے' اسے اللہ ہی جانتا ہے مخلوق کا علم اس پر حاوی نہیں ہوسکتا ○ تمام چہرے اس زندہ اور خبر گیر اللہ کے سامنے کمال عاجزی سے جھکے ہوئے ہیں' یقیناً وہ برباد ہوا جس نے ظلم لاد لیا ○ اور جو نیک اعمال کرے اور ہو بھی ایماندار نہ اسے بے انصافی کا کھٹکا ہوگا نہ حق تلفی کا ○

روز قیامت سفارش کام نہ آئے گی: قیامت کے دن کسی کی مجال نہ ہوگی کہ دوسرے کے لئے شفاعت کرے ہاں جسے اللہ اجازت دے۔ نہ آسمان کے فرشتے بے اجازت کسی کی سفارش کر سکیں نہ اور کوئی بزرگ بندہ۔ سب کو خود خوف لگا ہوگا بے اجازت کسی کی شفارش نہ ہوگی۔ فرشتے اور روح صف بستہ کھڑے ہوں گے' بے اجازت الٰہی کوئی لب نہ کھول سکے گا۔ خود سیّد الناس' اکرم الناس رسول اللہ ﷺ بھی عرش تلے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے اللہ کی خوب حمد وثنا کریں گے دیر تک سجدے میں پڑے رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد (ﷺ) اپنا سر اٹھاؤ کہو تمہاری بات سنی جائے گی' شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی پھر حد مقرر ہوگی آپ ان کی شفاعت کر کے جنت میں لے جائیں گے پھر لوٹیں گے پھر یہی حکم ہوگا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی سائر الانبیاء۔ [2] اور حدیث میں ہے کہ حکم ہوگا کہ جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لاؤ جن کے دل میں ایک مثقال ایمان ہو۔ پس بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے پھر فرمائے گا جس کے دل میں آدھا مثقال ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ جس کے دل میں بقدر ایک ذرے کے ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ جس کے دل میں اس سے بھی کم' اس سے بھی کم' اس سے بھی کم ہو اسے بھی جہنم سے آزاد کرو الخ۔ [3] اس نے تمام مخلوق کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔

---

[1] [سورۃ ھود: آیت ١٠٥]

[2] [صحیح : صحیح بخاری: وکتاب التوحید : باب قول الله تعالی لما خلقت بیدی (٧٤١٠) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها (١٩٣) مسند احمد (١١٦/٣)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب معرفة طریق الرؤیة (١٨٣) صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قوله الله تعالی وجوه یومئذ ناضرة (٧٤٣٩) مسند احمد (٩٤/٣)]

مخلوق اس کے علم کا احاطہ کر ہی نہیں سکتی۔ جیسے فرمان ہے اس کے علم میں سے صرف وہی معلوم کر سکتے ہیں جو وہ چاہے۔ [1] تمام مخلوق کے چہرے عاجزی پستی' ذلت ونرمی کے ساتھ اس کے سامنے پست ہیں اس لئے کہ وہ موت وفوت سے پاک ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہنے والا ہے وہ نہ سوئے نہ اونگھے۔ خود اپنے آپ پر قائم رہنے والا اور ہر چیز کو اپنی تدبیر سے قائم رکھنے والا ہے۔ سب کی دیکھ بھال حفاظت اور سنبھال وہی کرتا ہے' وہ تمام کمالات رکھتا ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے بغیر رب کی مرضی کے نہ پیدا ہو سکے نہ باقی رہ سکے۔ جس نے یہاں ظلم کئے ہوں گے وہ وہاں برباد ہوگا۔ کیونکہ ہر حق دار کو اللہ تعالیٰ اس دن اس کا حق دلوائے گا یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کسی ظلم کو میں اپنے سامنے سے نہ گزرنے دوں گا۔ صحیح حدیث میں ہے لوگو ظلم سے بچو۔ ظلم قیامت کے دن اندھیرے بن کر آئے گا [2] اور سب سے بڑھ کر نقصان یافتہ وہ ہے جو اللہ سے شرک کرتا ہوا مرا وہ تباہ وبرباد ہوا' اس لئے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ ظالموں کا بدلہ بیان فرما کر متقیوں کا ثواب بیان ہو رہا ہے کہ نہ ان کی برائیاں بڑھائی جائیں نہ ان کی نیکیاں گھٹائی جائیں۔ گناہ کی زیادتی اور نیکی کی کمی سے وہ بے کھٹکے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾

اسی طرح ہم نے تجھ پر عربی قرآن نازل فرمایا ہے اور طرح طرح سے اس میں ڈر کا بیان سنایا ہے تاکہ لوگ پرہیزگار بن جائیں یا ان کے دل میں یہ سوچ سمجھ تو پیدا کرے ○ پس اللہ تعالیٰ عالی شان والا سچا اور حقیقی بادشاہ ہے' تو تو قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر' اس سے پہلے کہ تیری طرف جو وحی کی جاتی ہے وہ پوری کی جائے۔ ہاں یہ دعا کرتا رہ کہ پروردگار میرا علم بڑھاتا رہ ○

قرآن میں بشارتیں بھی اور وعیدیں بھی: چونکہ قیامت کا دن آنا ہی ہے اور اس دن نیک بد اعمال کا بدلہ ملنا ہے' لوگوں کو ہوشیار کرنے کے لئے ہم نے بشارت والا اور دھمکانے والا اپنا کلام عربی صاف زبان میں اتارا۔ تاکہ ہر شخص سمجھ سکے اور اس میں گوناگوں طور پر لوگوں کو ڈرایا' طرح طرح سے ڈراوے سنائے۔ تاکہ لوگ برائیوں سے بچیں بھلائیوں کے حاصل کرنے میں لگ جائیں یا ان کے دلوں میں غور وفکر نصیحت وپند پیدا ہو اطاعت کی طرف جھک جائیں نیک کاموں کی کوشش میں لگ جائیں۔ پس پاک اور برتر ہے وہ اللہ جو حقیقی شہنشاہ ہے دونوں جہان کا تنہا مالک ہے وہ خود حق ہے' اس کا وعدہ حق ہے' اس کی وعید حق ہے' اس کے رسول حق ہیں جنت دوزخ حق ہے' اس کے سب فرمان اور اس کی طرف سے جو ہو سراسر عدل وحق ہے۔ اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ آگاہ کئے بغیر سزا

[1] [سورة البقره : آيت ٢٥٥]

[2] [صحيح :صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب تحريم الظلم (٢٥٧٨) مسند احمد (٣/٣٢٠)]

دے وہ سب کے عذر کاٹ دیتا ہے کسی کے شبہ کو باقی نہیں رکھتا حق کو کھول دیتا ہے پھر سرکشوں کو عدل کے ساتھ سزا دیتا ہے۔ جب ہماری وحی اتر رہی ہو اس وقت تم ہمارے کلام کو پڑھنے میں جلدی نہ کرو پہلے پوری طرح سن لیا کرو۔

جیسے سورۂ قیامت میں فرمایا ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ﴾ [1] الخ، یعنی جلدی کر کے بھول جانے کے خوف سے وحی اترتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اسے نہ پڑھنے لگو۔ اس کا آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے تلاوت کرانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس پڑھنے کے تابع ہو جائیں پھر اس کا سمجھا دینا بھی ہمارے ذمے ہے۔ حدیث میں ہے کہ پہلے آپ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے جس میں آپ کو دقت ہوتی تھی جب یہ آیت اتری آپ اس مشقت سے چھوٹ گئے [2] اور اطمینان ہو گیا کہ وحی الٰہی جتنی نازل ہوگی مجھے یاد ہو جایا کرے گی ایک حرف بھی نہ بھولوں گا کیونکہ اللہ کا وعدہ ہو چکا۔ یہی فرمان ہے کہ فرشتے کی قراءت چپکے سے سنو جب وہ پڑھ چکے پھر تم پڑھو اور مجھ سے اپنے علم کی زیادتی کی دعا کیا کرو۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اللہ نے قبول کی اور انتقال تک علم میں بڑھتے ہی رہے' صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں ہے کہ وحی برابر پے درپے آتی رہی یہاں تک کہ جس دن آپ فوت ہونے کو تھے اس دن بکثرت وحی اتری۔ [3] ابن ماجہ کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منقول ہے ﴿اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ﴾ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ﴿وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ﴾ [4]

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ

ع ١١ / ١٥

---

[1] [سورة القيامه: آيت ١٦_١٩]

[2] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب بدء الوحی (٥) و كتاب التفسير (٤٩٢٧) و كتاب فضائل القرآن (٥٠٤٤) صحيح مسلم: كتاب الصلوٰة: باب الاستماع للقراءة (٤٤٨) ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة القيامة (٣٣٢٩) مسند احمد (١/٣٤٣)]

[3] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب فضائل القرآن: باب كيف نزل الوحی واوّل ما نزّل (٤٩٨٢) صحيح مسلم: كتاب التفسير: باب فی تفسير آيات المتفرقه (٣٠١٦)]

[4] [ضعيف: ترمذی: كتاب الدعوات باب سبق المفردون (٣٥٩٩) ابن ماجه: مقدمه: باب الانتفاع بالعلم والعمل به (٢٥١)، (٣٨٣٣)] اس کی سند موسیٰ بن عبیدہ اور محمد بن ثابت (دونوں ضعیف راویوں) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ البانی نے فرمایا ہے کہ یہ روایت ﴿والحمد لله...﴾ کے جملہ کے علاوہ صحیح ہے۔ [صحيح ترمذی]

فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دے دیا تھا لیکن وہ بھول گیا ہم نے اس کا کوئی قصد نہیں پایا ○ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا اس نے صاف انکار کر دیا ○ تو ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے کہ تو مشقت میں پڑ جائے ○ یہاں تو تجھے یہ آرام ہے کہ نہ تو تو بھوکا ہو نہ ننگا۔ اور نہ تو تو یہاں پیاسا ہو نہ دھوپ سے تکلیف اٹھا ○ لیکن شیطان نے اسے وسوسہ ڈالا' کہنے لگا کہ کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور وہ بادشاہت بتلا دوں کہ جو کبھی پرانی نہ ہو ○ چنانچہ ان دونوں نے اس درخت سے کچھ کھا لیا تو ان پر پردے کی چیزیں کھل گئیں اب بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بہک گیا ○ پھر اسے اس کے رب نے نوازا اس کی طرف توجہ فرمائی اور اس کی رہنمائی کی ○

انسان کو انسان کہنے کا سبب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انسان کو انسان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسے جو حکم سب سے پہلے فرمایا گیا یہ اسے بھول گیا۔ مجاہد اور حسن رحمۃ اللہ علیہا فرماتے ہیں اس حکم کو حضرت آدم علیہ السلام نے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی شرافت و بزرگی کا بیان ہو رہا ہے۔ سورۂ بقرہ' سورۂ اعراف' سورۂ حجر اور سورۂ کہف میں شیطان کے سجدہ نہ کرنے والے واقعہ کی پوری تفسیر بیان ہو چکی ہے اور سورۂ ص میں بھی اس کا بیان آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان تمام سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا پھر ان کی بزرگی کے اظہار کیلئے فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کے حکم کا اور ابلیس کی مخفی عداوت کے اظہار کا بیان ہوا ہے' اس نے تکبر کیا اور حکم الٰہی کا انکار کر دیا۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو سمجھا دیا گیا کہ یہ تیرا اور تیری بیوی حضرت حوا رضی اللہ عنہا کا دشمن ہے اس کے بہلاوے میں نہ آ جانا ورنہ محروم ہو کر جنت سے نکال دیئے جاؤ گے اور سخت مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ روزی کی تلاش کی محنت سر پڑ جائے گی۔ یہاں تو بے محنت و مشقت روزی پہنچ رہی ہے۔ یہاں تو ناممکن ہے کہ بھوکے رہو' ناممکن ہے کہ ننگے رہو اس اندرونی اور بیرونی تکلیف سے بچے ہوئے ہو۔ پھر یہاں نہ پیاس کی گرمی اندرونی طور سے ستائے' نہ دھوپ کی تیزی کی گرمی بیرونی طور پر پریشانی کرے۔ اگر شیطان کے بہکاوے میں آ گئے تو یہ راحتیں چھین لی جائیں گی اور ان کے مقابل کی تکلیفیں سامنے آ جائیں گی۔ شیطان نے اپنے جال میں انہیں پھانس لیا اور مکاری سے انہیں اپنی باتوں میں لے لیا قسمیں کھا کھا کر انہیں اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا۔ پہلے ہی سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے فرما دیا تھا کہ جنت کے تمام میوے کھانا لیکن اس درخت کے نزدیک بھی نہ جانا۔ مگر شیطان نے انہیں اس قدر پھسلایا کہ آخر کار یہ اس درخت میں سے کھا بیٹھے۔ اس نے دھوکہ کرتے ہوئے ان سے کہا کہ جو اس درخت کو کھا لیتا ہے وہ ہمیشہ یہیں رہتا ہے۔ صادق و مصدوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے تلے

سوار سو سال تک چلا جائے گا لیکن تاہم وہ ختم نہ ہوگا اس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ [1] (مسند احمد' ابوداؤد طیالسی)

دونوں نے درخت میں سے کچھ کھایا ہی تھا جو لباس اتر گیا اور اعضا ظاہر ہو گئے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو گندمی رنگ کے لمبے قد و قامت والا بنایا تھا کھجور کے درخت جتنا قد تھا ممنوع درخت کو کھاتے ہی لباس چھن گیا۔ اپنے ستر کو دیکھتے ہی مارے شرم کے ادھر ادھر چھپنے لگے' ایک درخت میں بال الجھ گئے' جلدی سے چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے آدم کیا مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ کلام رحمٰن سن کر ادب سے عرض کیا کہ اے اللہ مارے شرمندگی کے سر چھپانا چاہتا ہوں۔ اچھا اب یہ تو فرما دے کہ توبہ اور رجوع کے بعد بھی جنت میں پہنچ سکتا ہوں؟ جواب ملا کہ ہاں۔ یہی معنی ہیں اللہ کے اس فرمان کے۔ آدم نے اپنے رب سے چند کلمات لے لئے جس کی بنا پر اللہ نے اسے پھر سے اپنی مہربانی میں لے لیا۔ یہ روایت منقطع ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے لباس چھن گیا تو اب جنت کے درختوں کے پتے اپنے جسم پر چپکانے لگے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انجیر کے پتوں سے اپنا آپ چھپانے لگے۔ اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے راہ راست سے ہٹ گئے۔ لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی رہنمائی کی۔ توبہ قبول فرمائی اور اپنے خاص بندوں میں شامل کر لیا۔ صحیح بخاری شریف وغیرہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام میں گفتگو ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے آپ نے اپنے گناہ کی وجہ سے تمام انسانوں کو جنت سے نکلوا دیا اور انہیں مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا اے موسیٰ علیہ السلام آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے اور اپنے کلام سے ممتاز فرمایا آپ مجھے اس بات پر الزام دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے پہلے ہی مقدر اور مقرر کر لیا تھا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے اس گفتگو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاجواب کر دیا۔ [2]

اور روایت میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا اور آپ میں اپنی روح اس نے پھونکی تھی۔ اور آپ کے سامنے اپنے فرشتوں کو سجدہ کرایا تھا اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے اس جواب میں یہ بھی مروی ہے کہ اللہ نے آپ کو وہ تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا اور سرگوشی کرتے ہوئے آپ کو قریب کر لیا بتلاؤ اللہ نے تورات کب لکھی تھی؟ جواب دیا آپ سے چالیس سال پہلے پوچھا کیا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ بھول گیا کہا ہاں۔ فرمایا پھر تم مجھے اس امر کا الزام کیوں دیتے ہو؟ جو میری تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔

---

[1] [صحیح دون الجملة : مسند احمد (٢/٤٥٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ "شجرة الخلد" کے علاوہ باقی روایت صحیح ہے۔[الموسوعة الحديثية (٩٨٧٠)]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب القدر : باب تحاج آدم و موسى عند الله (٦٦١٤) و كتاب التفسير (٤٧٣٨) صحيح مسلم : كتاب القدر : باب حجاج آدم و موسى (٢٦٥٢) ابو داؤد : كتاب السنة : باب فى القدر (٤٧٠١) ابن ماجه : مقدمه : باب فى القدر (٨٠) مسند احمد (٢/٢٤٨)]

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾

فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو اب تمہارے پاس جب کبھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ دھوکے میں پڑے گا ○ ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے ○ وہ کہے گا کہ اے اللہ مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا ○ جواب ملے گا کہ اسی طرح ہونا چاہیے تھا۔ تو نے میری آئی ہوئی آیتوں سے غفلت برتی، آج تیری بھی مطلقاً خبر نہ لی جائے گی ○

آدم وحواء علیہما السلام کو جنت سے نکلنے کا حکم: حضرت آدم وحوا علیہما السلام اور ابلیس لعین سے اسی وقت فرما دیا گیا کہ تم سب جنت سے نکل جاؤ۔ سورۂ بقرہ میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ یعنی اولاد آدم اور اولاد ابلیس۔ تمہارے پاس میرے رسول اور میری کتابیں آئیں گی۔ میری بتائی ہوئی راہ کی پیروی کرنے والے نہ تو دنیا میں رسوا ہوں گے نہ آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ ہاں حکموں کے مخالف میرے رسول کی راہ کے تارک۔ دوسری راہوں پہ چلنے والے دنیا میں بھی تنگ رہیں گے اطمینان اور کشادہ دلی میسر نہ ہوگی اپنی گمراہی کی وجہ سے تنگی میں رہیں گے گو بظاہر کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، رہنے سہنے کی فراخی ہو لیکن دل میں یقین و ہدایت نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ شک وشبہ اور تنگی اور قلت میں ہی مبتلا رہیں گے۔ بدنصیب، رحمت الٰہی سے محرومی، خیر سے خالی۔ کیونکہ اللہ پر ایمان نہیں، اس کے وعدوں کا یقین نہیں، مرنے کے بعد کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ کے ساتھ بدگمان ہیں، گئی ہوئی چیز کو آنے والی نہیں سمجھتے۔ خبیث روزیاں ہیں، گندے عمل ہیں، قبر تنگ وتاریک ہے، وہاں اس طرح دبوچا جائے گا کہ دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں طرف کی پسلیاں دائیں طرف میں گھس جائیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن کی قبر ہرا بھرا سرسبز باغیچہ ہے ستر (٧٠) ہاتھ کی کشادہ ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے گویا چاند اس میں ہے خوب نور اور روشنی پھیل رہی ہے جیسے چودھویں رات کا چاند چڑھا ہوا ہو۔ اس آیت کا شان نزول معلوم ہے کہ میرے ذکر سے منہ پھیرنے والوں کی معیشت تنگ ہے اس سے مراد کافر کی قبر میں اس پر عذاب ہے۔[1] اللہ کی قسم اس پر ننانوے اژدہے مقرر کئے جاتے ہیں ہر ایک کے سات سات سر ہوتے

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٦/٢٢٧) الدر المنثور للسیوطی (٤/٥٥٦)] اس کی سند میں ابن لہیعہ اور دراج عن ابی الہیثم ضعیف ہے۔]

ہیں جو اسے قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔ [۱] اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل منکر ہے۔

ایک عمدہ سند سے بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ [۲] یہ قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھایا جائے گا سوائے جہنم کے کوئی چیز اسے نظر نہ آئے گی۔ نابینا ہوگا اور میدان حشر کی طرف چلایا جائے گا اور جہنم کے ساتھ کھڑا کر دیا جائے گا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَّأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ﴾ [۳] یعنی ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اندھے گونگے بہرے بنا کر حشر میں لے جائیں گے ان کا اصلی ٹھکانا دوزخ ہے۔ یہ کہیں گے کہ میں تو دنیا میں آنکھوں والا خوب دیکھتا بھالتا تھا پھر مجھے اندھا کیوں کر دیا گیا؟ جواب ملے گا کہ یہ بدلہ ہے اللہ کی آیتوں سے منہ موڑ لینے کا اور ایسا ہو جانے کا گویا خبر ہی نہیں۔ پس آج ہم بھی تیرے ساتھ ایسا معاملہ کریں گے کہ جیسے تو ہماری یاد سے اتر گیا۔

جیسے فرمان ہے ﴿فَالْيَوْمَ نَنسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا﴾ [۴] آج ہم انہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے جیسے انہوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔ پس یہ برابر کا اور عمل کی طرح کا بدلہ ہے۔ قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے احکام کا عامل ہوتے ہوئے کسی شخص سے اگر اس کے الفاظ حفظ سے نکل جائیں تو وہ اس وعید میں داخل نہیں۔ اس کے لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جذامی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ [۵] (مسند احمد)

وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِن بِآيَاتِ رَبِّهِ ۚ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ ﴿۱۲۷﴾

ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ہر اس شخص کو جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے، بے شک آخرت کا عذاب نہایت ہی سخت اور بہت دیرپا ہے ○

نافرمانوں کے لیے دنیا وآخرت میں سزائیں: جو حدود الٰہی کی پروا نہ کریں، اللہ کی آیتوں کو جھٹلائیں، انہیں ہم اسی طرح دنیا آخرت کے عذاب میں مبتلا کرتے ہیں خصوصاً آخرت کا عذاب تو بہت ہی بھاری ہے اور وہاں کوئی نہ ہوگا جو بچا سکے۔ دنیا کے عذاب نہ تو سختی میں اس کے مقابلے کے ہیں نہ مدت میں وہ دائمی اور نہایت المناک ہیں۔

---

[۱] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲٤٤۲٦) صحیح ابن حبان (۳۱۲۲) بزار فی کشف الاستار (۲۲۳۳)] امام بزار کے بیان کے مطابق اس میں مجہول راوی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں تمام راوی ثقہ ہیں سوائے واقدی کے (اور وہ ضعیف ہے)۔]

[۲] [حسن: مستدرك حاكم (۲/۳۸۱)] امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[۳] [سورة الاسراء: آیت ۹۷] [۴] [سورة الاعراف: آیت ۵۱]

[۵] [ضعیف: مسند احمد (۵/۲۸۵) ابوداؤد: كتاب الوتر: باب التشديد فيمن حفظ القرآن ثم نسيه (۱٤۷٤) طبرانی کبیر (۳۵۸۸) عبد بن حميد في المنتخب (۳۰٦) مسند بزار (۱٦٤۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۵۱٦)] اس کی سند میں یزید قرشی اور عیسیٰ بن فائد دونوں راوی ضعیف ہیں اور ایک مجہول راوی بھی ہے۔]

ملاعنہ کرنے والوں کو سمجھاتے ہوئے رسول مقبول ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں کے مقابلے میں بہت ہی ہلکی اور ناچیز ہے۔ [1]

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

کیا ان کی رہبری اس بات نے بھی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی بستیاں ہلاک کر دی ہیں جن کے رہنے سہنے کی جگہ چل پھر رہے ہیں' یقیناً اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور تیرے رب کی بات پہلے ہی مقرر شدہ اور وقت معین کردہ نہ ہوتی تو ابھی ہی عذاب آ چمٹتا ○ پس ان کی باتوں پر صبر کر اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور تعریف بیان کرتا رہ۔ سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے' رات کے مختلف وقتوں میں بھی اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح کرتا رہ۔ بہت ممکن ہے کہ تو راضی ہو جائے ○

پہلوں کی تباہی سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت: جو لوگ تجھے نہیں مان رہے اور تیری شریعت کا انکار کر رہے ہیں کیا وہ اس بات سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے کہ ان سے پہلے جنہوں نے یہ ڈھنگ نکالے تھے ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا؟ آج ان کی ایک آنکھ چمکتی ہوئی اور ایک سانس چلتا ہوا اور ایک زبان بولتی ہوئی باقی نہیں بچی' ان کے بلند و بالا پختہ اور خوبصورت کشادہ اور زینت دار محل ویران کھنڈر پڑے ہوئے ہیں جہاں سے ان کی آمد و رفت رہتی ہے اگر یہ عقلمند ہوتے تو یہ سامان عبرت ان کے لئے بہت کچھ تھا۔ کیا یہ زمین میں چل پھر کر قدرت کی ان نشانیوں پر دل سے غور و فکر نہیں کرتے؟ کیا کانوں سے ان کے دردناک افسانے سن کر عبرت حاصل نہیں کرتے؟ کیا ان کی اجڑی ہوئی بستیاں دیکھ کر بھی آنکھیں نہیں کھولتے؟ یہ آنکھوں کے ہی اندھے نہیں بلکہ دل کے بھی اندھے ہیں۔ سورۂ الم سجدہ میں بھی مندرجہ بالا آیت جیسی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ جب تک بندوں پر اپنی حجت ختم نہ کر دے انہیں عذاب نہیں کرتا۔ ان کے لئے اس نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے' اسی وقت ان کو ان کے اعمال کی سزا ملے گی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ادھر گناہ کرتے ادھر پکڑ لئے جاتے۔ تو ان کی تکذیب پر صبر کر' ان کی بے ہودہ باتوں پر برداشت کر۔ تسلی رکھ یہ میرے قبضے سے باہر نہیں۔ سورج نکلنے سے پہلے سے مراد تو نماز فجر ہے اور سورج ڈوبنے سے پہلے سے مراد نماز عصر ہے۔

بخاری مسلم میں ہے کہ ہم ایک مرتبہ رسول مقبول ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا کہ تم عنقریب اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو بغیر مزاحمت اور تکلیف

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب اللعان (۱۴۹۳) ابو داؤد: کتاب الطلاق (۲۲۵۶)]

کے دیکھ رہے ہو پس اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز کی پوری طرح حفاظت کرو۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ [1] مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا ان دونوں وقتوں کی نماز پڑھنے والا آگ میں نہ جائے گا۔ [2] مسند اور سنن میں ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے ادنیٰ درجے کا جنتی وہ ہے جو دو ہزار برس کی راہ تک اپنی ہی اپنی ملکیت دیکھے گا سب سے دور کی چیز بھی اس کے لئے ایسی ہی ہوگی جیسے سب سے نزدیک کی اور سب سے اعلیٰ منزل والے تو دن میں دو دو دفعہ دیدار الٰہی کریں گے [3] پھر فرماتا ہے رات کے وقتوں میں بھی تہجد پڑھا کر۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد مغرب' عشا کی نماز ہے۔ اور دن کے وقتوں میں بھی اللہ کی پاکیزگی بیان کیا کر۔ تاکہ اللہ کے اجر و ثواب سے تو خوش ہو جا۔ جیسے فرمان ہے کہ عنقریب تیرا اللہ تجھے وہ دے گا کہ تو خوش ہو جائے۔ [4]

صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنتیو! وہ کہیں گے ((لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ)) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے اے اللہ ہم بہت ہی خوش ہیں تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ پھر کیا وجہ کہ ہم راضی نہ ہوں۔ جناب باری ارحم الراحمین فرمائے گا لو میں تمہیں ان سب سے افضل چیز دیتا ہوں۔ پوچھیں گے اے اللہ اس سے افضل چیز کیا ہے؟ فرمائے گا میں تمہیں اپنی رضامندی دیتا ہوں کہ اب کسی وقت بھی میں تم سے ناخوش نہ ہوؤں گا۔ [5] اور حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ اسے پورا کرنے والا ہے کہیں گے اللہ کے سب وعدے پورے ہوئے ہمارے چہرے روشن ہیں ہماری نیکیوں کا پلہ گراں رہا ہمیں دوزخ سے ہٹا دیا گیا۔ جنت میں داخل کر دیا اب کون سی چیز باقی ہے؟ اسی

---

[1] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب مواقيت الصلوٰة : باب فضل الصلوٰة العصر (٥٥٤)، (٥٧٣)، (٤٨٥١) صحيح مسلم : كتاب المساجد : باب صلاتی الصبح والعصر (٦٣٣) ابو داؤد : كتاب السنة : باب في الروية (٤٧٢٩) ابن ماجه : كتاب السنة : باب فيما انكرت الجهمية (١٧٧) ترمذی : كتاب صفة الجنة : با ما جاء فی رؤية الرب (٢٥٥١) مسند احمد (٣٦٠/٤)]

[2] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب المساجد : باب صلاتی الصبح والعصر (٦٣٤) ابو داؤد : كتاب الصلوٰة : باب المحافظة على الصلوات (٤٢٧) نسائی : كتاب الصلوة : باب فضل الصلوة العصر (٤٧٢) مسند احمد (١٣٦/٤)]

[3] [ضعیف : ترمذی : كتاب التفسير : باب ومن سورة القيامة (٣٣٣٠)، (٢٥٥٣) مسند احمد (٦٤/٢)] شیخ البانی" اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔[ضعيف ترمذی، السلسلة الضعيفة (١٩٨٥)] شیخ عبد الرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور مولانا مبشر احمد ربانی کے نزدیک بھی یہ روایت ضعیف ہے۔]

[4] [سورة الضحى : آيت ٥]

[5] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (٦٥٤٩) وكتاب التوحيد : باب كلام الرب مع اهل الجنة (٧٥١٨) صحيح مسلم : كتاب الجنة : باب احلال الرضوان على اهل الجنة (٢٨٢٩) ترمذی : كتاب صفة الجنة (٢٥٥٥) مسند احمد (٨٨/٣)]

وقت حجاب اٹھ جائیں گے اور دیدار الٰہی ہوگا۔ اللہ کی قسم اس سے بہتر اور کوئی نعمت نہ ہوگی یہی زیادتی ہے۔ [1]

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿١٣٢﴾

اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھی ہیں تا کہ انہیں اس میں آزمالیں، تیرے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے ○ اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید رکھ اور خود بھی اس پر جما رہ، ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے، بلکہ ہم خود تجھے روزی دیتے ہیں، آخر میں بول بالا پرہیز گاری ہی کا ہے ○

دنیوی ترقی والوں کو حسرت بھری نگاہوں سے مت دیکھو: ان کفار کی دنیوی زینت اور ان کی ٹیپ ٹاپ کو تو حسرت بھری نگاہوں سے نہ دیکھ، یہ تو ذرا سی دیر کی چیزیں ہیں۔ یہ صرف ان کی آزمائش کے لئے انہیں یہاں ملی ہیں کہ دیکھیں شکر و تواضع کرتے ہیں یا ناشکری اور تکبر کرتے ہیں؟ حقیقتاً شکر گزاروں کی کمی ہے۔ ان کے مالداروں کو جو کچھ ملا ہے اس سے تجھے تو بہت ہی بہتر نعمت ملی ہے۔ ہم نے تجھے سات آیتیں دی ہیں جو دوہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم عطا فرما رکھا ہے پس اپنی نظریں ان کے دنیوی ساز و سامان کی طرف نہ ڈال۔ اسی طرح اے رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے اللہ کے پاس جو مہمانداری ہے اس کی نہ تو کوئی انتہا ہے اور نہ اس وقت کوئی اس کے بیان کی طاقت رکھتا ہے۔ تجھے تیرا پروردگار اس قدر دے گا کہ تو راضی رضامند ہو جائے گا۔ اللہ کی دین بہتر اور باقی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایلاء کیا تھا اور ایک بالاخانے میں مقیم تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپ ایک کھردرے بوریے پر لیٹے ہوئے ہیں۔ چمڑے کا ایک ٹکڑا ایک طرف رکھا تھا اور کچھ مشکیں لٹک رہی تھیں۔ یہ بے سروسامانی کی حالت دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے حضور ﷺ نے دریافت کیا کیوں رو دیئے؟ جواب دیا کہ حضور ﷺ قیصر و کسریٰ کس قدر عیش و عشرت میں ہیں اور آپ باوجود ساری مخلوق میں سے اللہ کے برگزیدہ ہونے کے کس حالت میں ہیں؟ آپ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے کیا اب تک تم شک میں ہی ہو؟ ان لوگوں کی اچھائیوں نے دنیا میں ہی جلدی کر لی ہے۔ [2] پس رسول اللہ ﷺ باوجود قدرت اور دسترس کے دنیا سے نہایت ہی بے رغبت تھے۔ جو ہاتھ لگتا اسے راہ للہ دے دیتے اور اپنے لئے پیسہ بھی نہ بچا رکھتے۔ ابن ابی حاتم میں حضور ﷺ کا فرمان مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے تو تم پر سب

---

[1] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب اثبات رؤية المومنين فى الآخرة (١٨١) ترمذى : كتاب صفة الجنة : باب ما جاء فى رؤية الرب تبارك وتعالى (٢٥٥٢)]

[2] [صحيح : صحيح بخارى : كتاب المظالم : باب الغرفة والعلية المتشرفة (٢٤٦٨) صحيح مسلم : كتاب الطلاق : باب فى الايلاء واعتزال النسآء وتخييرهن (١٤٧٩) ترمذى : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة التحريم (٣٣١٨) مسند احمد (١/٣٣)]

سے زیادہ خوف اس وقت کا ہے کہ دنیا تمہارے قدموں میں اپنا تمام ساز وسامان ڈال دے گی۔ اپنی برکتیں تم پر الٹ دے گی۔ الغرض کفار کو زینت کی زندگی' اور دنیا صرف ان کی آزمائش کیلئے دی جاتی ہے۔ اپنے گھرانے کے لوگوں کو نماز کی تلقین کرو تا کہ وہ عذاب الٰہی سے بچ جائیں' خود بھی پابندی کے ساتھ اس کی ادائیگی کرو۔ اپنے آپ کو اور اپنی اہل وعیال کو جہنم سے بچالو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عادت مبارک تھی کہ رات کو جب تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور اسی آیت کی تلاوت فرماتے۔ ہم تجھ سے رزق کے طالب نہیں۔ نماز کی پابندی کرلو اللہ ایسی جگہ سے روزی پہنچائے گا جو خواب وخیال میں بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے لئے چھٹکارا کردیتا ہے اور بے شان وگمان جگہ سے روزی پہنچاتا ہے۔ تمام جنات اور انسان صرف عبادت الٰہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ رزق اور زبردست قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فرماتا ہے ہم خود تمام مخلوق کے روزی رساں ہیں ہم تمہیں طلب کی تکلیف نہیں دیتے۔ حضرت ہشام کے والد صاحب جب امیر امراء کے مکانوں پر جاتے اور ان کا ٹھاٹھ دیکھتے تو واپس اپنے مکان پر آ کر اسی آیت کی تلاوت فرماتے۔ اور کہتے میرے کنبے والو نماز کی حفاظت کرو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تنگی ہوتی تو اپنے گھر کے سب لوگوں کو فرماتے اے میرے گھر والو نمازیں پڑھو نمازیں قائم رکھو۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اپنی ہر گھبراہٹ اور ہر کام کے وقت نماز شروع کردیتے۔ [1] ترمذی' ابن ماجہ وغیرہ کی قدسی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ امیری اور بے پرواہی سے پر کردوں گا۔ تیری فقیری اور حاجت کو دور کر دوں گا اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو میں تیرا دل اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری بند ہی نہ کروں گا۔ [2] ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے اپنی تمام غور وفکر اور قصد وخیال کو اکٹھا کر کے آخرت کا خیال باندھ لیا اور اسی میں مشغول ہو گیا اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی تمام پریشانیوں سے محفوظ کرلے گا۔ اور جس نے دنیا کی فکریں پال لیں یہاں کے غم مول لئے اللہ کو اس کی مطلقاً پرواہ نہ رہے گی خواہ کسی حیرانی میں ہلاک ہو جائے [3] اور روایت میں ہے کہ دنیا کے غموں میں ہی اسی کی فکروں میں ہی مصروف ہو جانے والے کے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ پریشانیاں ڈال دے گا اور اس کی فقیری اس کی آنکھوں کے سامنے کردے گا اور دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے اور جو اپنے دل کا مرکز آخرت کو بنالے گا اپنی نیت وہی رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے ہر کام کا اطمینان نصیب فرمادے گا اس کے

---

[1] [**مرسل** : تفسیر ابن ابی حاتم کما فی الدر المنثور (٥٦١/٤)] اس کی سند میں ثابت راوی تابعی ہیں۔]

[2] [**صحیح** : ترمذی : کتاب صفة القيامة والرقائق (٢٤٦٦) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب الهم بالدنيا (٤١٠٧) مستدرك حاكم (٤٤٣/٢) مسند احمد (٣٥٨/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، السلسلة الصحيحة (١٣٥٩)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [**صحیح** : ابن ماجه : كتاب الزهد : باب الهم بالدنيا (٤١٠٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه ، السلسلة الصحيحة (٩٥٠)]

دل کو سیر اور شیر بنا دے گا اور دنیا اس کے قدموں کی ٹھوکروں میں آیا کرے گی۔ [1] پھر فرمایا دنیا و آخرت میں نیک انجام پرہیز گار لوگ ہی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں۔ وہاں ہمارے سامنے ابن طاب کے باغ کی تر کھجوریں پیش کی گئی ہیں۔ میں نے اس کی تعبیر کی ہے کہ دنیا میں بھی انجام کے لحاظ سے ہمارا ہی پلہ گراں رہے گا اور بلندی اور اونچائی ہم کو ہی ملے گی اور ہمارا دین پاک صاف طیب و طاہر کامل و مکمل ہے۔ [2]

وَ قَالُوْا لَوْ لَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع

کہتے ہیں کہ یہ نبی ہمارے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں لاتا؟ کیا ان کے پاس اگلی کتابوں کی واضح دلیل نہیں پہنچی؟ ○ اگر ہم اس سے پہلے ہی انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یقیناً یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس اپنا رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے ○ کہہ دے کہ ہر ایک انجام کا منتظر ہے۔ پس تم بھی انتظار میں رہو ابھی ابھی قطعاً جان لو گے کہ راہ راست والے کون ہیں؟ اور کون راہ یافتہ ہیں؟ ○

قرآن کریم عظیم معجزہ: کفار یہ بھی کہا کرتے تھے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ نبی ﷺ اپنی سچائی کا کوئی معجزہ ہمیں نہیں دکھاتے؟ جواب ملتا ہے کہ یہ ہے قرآن کریم جو اگلی کتابوں کی خبر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی امی ﷺ پر اتارا ہے جو نہ لکھنا جانیں نہ پڑھنا۔ دیکھ لو اس میں اگلے لوگوں کے حالات ہیں اور بالکل ان کتابوں کے مطابق جو اللہ کی طرف سے اس سے پہلے نازل شدہ ہیں۔ قرآن ان سب کا نگہبان ہے۔ چونکہ اگلی کتابیں کمی بیشی سے پاک نہیں رہیں' اس لئے قرآن اترا ہے کہ ان کی صحت غیر صحت ممتاز کر دے۔ سورۂ عنکبوت میں کافروں کے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا ﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [3] یعنی کہہ دے کہ اللہ رب العالمین ہر قسم کے معجزات کے ظاہر کرنے پر قادر ہیں میں تو صرف تنبیہ کرنے والا رسول ہوں میرے قبضے میں کوئی معجزہ نہیں لیکن کیا

---

[1] [**حسن**: ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب الھم بالدنیا (٤١٠٦) مستدرک حاکم (٤٤٣/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجہ ، التعلیق الرغیب (٨٣/٤)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں نہشل راوی متروک ہے۔]

[2] [**صحیح**: صحیح مسلم : کتاب الرؤیا النبی : باب رؤیا النبی (٢٢٧٠) ابو داؤد : کتاب الادب : باب ما جآء فی الرؤیا (٥٠٢٥)]

[3] [سورة العنكبوت: آیت ٥٠-٥١]

انہیں یہ معجزہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے جو ان کے سامنے برابر تلاوت کی جارہی ہے جس میں ہر یقین والے کے لئے رحمت وعبرت ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسے معجزے ملے کہ انہیں دیکھ کر لوگ ان کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ لیکن مجھے جیتا جاگتا زندہ اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ دیا گیا ہے یعنی اللہ کی یہ کتاب قرآن مجید جو بذریعہ وحی مجھ پر اتری ہے۔ پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن تمام نبیوں کے تابعداروں سے میرے تابعدار زیادہ ہوں گے۔ [1] یہ یاد رہے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ کا اس سے بڑا معجزہ بیان ہوا ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ آپ کے معجزے اور تھے ہی نہیں علاوہ اس پاک اور معجز قرآن کے آپ کے ہاتھوں اس قدر معجزات سرزد ہوئے ہیں جو گنتی میں نہیں آسکتے۔ لیکن ان تمام بے شمار معجزوں سے بڑھ چڑھ کر آپ کا سب سے اعلیٰ معجزہ یہ قرآن کریم ہے۔ اگر اس محترم ختم المرسلین کو بھیجنے سے پہلے ہی ہم ان نہ ماننے والوں کو اپنے عذاب سے ہلاک کردیتے۔ تو ان کا یہ عذر باقی رہ جاتا کہ اگر ہمارے سامنے کوئی پیغمبر آتا کوئی وحی نازل ہوتی تو ہم ضرور اس پر ایمان لاتے اور اس کی تابعداری اور فرماں برداری میں لگ جاتے اور اس ذلت ورسوائی سے بچ جاتے اس لئے ہم نے ان کا یہ عذر بھی کاٹ دیا۔ رسول بھیج دیا' کتاب نازل فرمادی' انہیں ایمان نصیب نہ ہوا' عذابوں کے مستحق بن گئے اور عذر بھی دور ہوگئے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک کیا ہزاروں آیتیں اور نشانات دیکھ کر بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ ہاں جب عذابوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اس وقت ایمان لائیں گے لیکن وہ محض بے سود ہے۔

جیسے فرمایا ہم نے یہ پاک اور بہتر کتاب نازل فرمادی ہے جو بابرکت ہے تم اسے مان لو اور اس کی فرماں برداری کرو تو تم پر رحم کیا جائے گا' الخ۔ یہی مضمون آیت ﴿وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ﴾ [2] الخ' میں ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول کی آمد پر ہم مومن بن جائیں گے معجزہ دیکھ کر ایمان قبول کرلیں گے لیکن ہم ان کی سرشت سے واقف ہیں یہ تمام آیتیں دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ ادھر ہم ادھر تم منتظر ہیں۔ ابھی حال کھل جائے گا کہ راہ مستقیم پر کون ہے؟ حق کی طرف کون چل رہا ہے؟ عذابوں کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی اس وقت معلوم ہوجائے گا کہ کون گمراہی میں مبتلا تھا گھبراؤ نہیں ابھی ابھی جان لوگے کہ کذاب وشریر کون تھا؟ یقیناً مسلمان راہ راست پر ہیں اور غیر مسلم اس سے ہٹے ہوئے ہیں۔

سورۂ طٰہٰ کی تفسیر اللہ کے فضل وکرم سے ختم ہوئی۔ اور اسی کے ساتھ تفسیر محمدی کا سولہواں پارہ بھی ختم ہوا' فالحمد للہ۔



---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب کیف نزل الوحی واوّل ما نزل (٤٩٨١)
صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد (١٥٢)]

[2] [سورة الانعام : آیت ١٠٩ـ١١١]

تفسیر سورہ انبیاء

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف، سورۂ مریم، سورۂ طٰہٰ، سورۂ انبیاء عتاق اول سے ہیں اور یہی تلادی ہیں۔ [1]

رحم وکرم والے اللہ کے نام سے شروع

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ وَ ہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ مُّحۡدَثٍ اِلَّا اسۡتَمَعُوۡہُ وَ ہُمۡ یَلۡعَبُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ لَاہِیَۃً قُلُوۡبُہُمۡ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجۡوَی ٭ۖ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ٭ۖ ہَلۡ ہٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ ۚ اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَ اَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳﴾ قٰلَ رَبِّیۡ یَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ۫ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۴﴾ بَلۡ قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍۭ بَلِ افۡتَرٰىہُ بَلۡ ہُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلۡیَاۡتِنَا بِاٰیَۃٍ کَمَاۤ اُرۡسِلَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۵﴾ مَاۤ اٰمَنَتۡ قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَا ۚ اَفَہُمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ لگا۔ پھر وہ بے خبری میں منہ پھیرے ہوئے ہیں○ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے اسے وہ کھیل کود میں ہی سنتے ہیں○ ان کے دل بالکل غافل ہوتے ہیں، ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں کہ یہ تم ہی جیسا انسان ہے، پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھے جادو میں آ جاتے ہو؟○ پیغمبر نے کہا میرا پروردگار ہر اس بات کو جو آسمان و زمین میں ہے بخوبی جانتا ہے وہ بہت ہی سننے والا اور پورا دانا ہے○ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ یہ قرآن پراگندہ خیالات کا مجموعہ ہے بلکہ اس نے از خود اسے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے، ورنہ ہمارے سامنے یہ کوئی ایسا نشان لائے کہ جیسے اگلے پیغمبر بھیجے گئے تھے○ ان سے پہلے جتنی بستیاں ہم نے اجاڑیں سب ایمان سے خالی تھیں، تو کیا اب یہ ایمان لائیں گے؟○

قرب قیامت پھر بھی انسانی غفلت کم نہ ہوئی: اللہ تعالیٰ عزوجل لوگوں کو متنبہ فرما رہا ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے پھر بھی لوگوں کی غفلت میں کمی نہیں آئی نہ وہ اس کے لئے کوئی تیاری کر رہے ہیں جو انہیں کام آئے۔ دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور ایسے مشغول اور منہمک ہو رہے ہیں کہ قیامت سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ﴾ [2] امر رب آ گیا اب کیوں جلدی مچا رہے ہو؟ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَ انۡشَقَّ الۡقَمَرُ﴾ [3] الخ، قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورۃ الانبیاء (٤٧٣٩)]

[2] [سورۃ النحل: آیت ١]

[3] [سورۃ القمر: آیت ١-٢]

گیا۔الخ۔ابونواس شاعر کا ایک شعر ٹھیک اسی معنی کا یہ ہے۔

اَلنَّاسُ فِیْ غَفَلَاتِہِمْ وَرَحَی الْمَنِیَّۃِ تَطْحَنْ

''موت کی چکی زور زور سے چل رہی ہے اور لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں''

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحب مہمان بن کر آئے انہوں نے بڑے اکرام اور احترام سے انہیں اپنے ہاں اتارا اور ان کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سفارش کی۔ایک دن یہ بزرگ مہمان ان کے پاس آئے اور کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فلاں وادی عطا فرما دی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس بہترین زمین کا ایک ٹکڑا آپ کے نام کر دوں کہ آپ کو بھی فارغ البالی رہے اور آپ کے بعد آپ کے بال بچے بھی آسودگی سے گزر کریں۔حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بھائی مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے کہ ہمیں تو دنیا کڑوی معلوم ہونے لگی ہے۔پھر آپ نے یہی ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ [1]

اس کے بعد کفار قریش اور انہی جیسے اور کافروں کی بابت فرماتا ہے کہ یہ لوگ کلام اللہ اور وحی الٰہی کی طرف کان ہی نہیں لگاتے۔یہ تازہ اور نیا آیا ہوا ذکر دل لگا کر سنتے ہی نہیں۔اس کان سنتے ہیں اس کان اڑا دیتے ہیں۔دل ہنسی کھیل میں مشغول ہیں۔بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تمہیں اہل کتاب کی کتابوں کی باتوں کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے تو کتاب اللہ میں بہت کچھ ردوبدل کر لیا تحریف اور تبدیلی کر لی، کمی زیادتی کر لی اور تمہارے پاس تو اللہ کی اتاری ہوئی خالص کتاب موجود ہے جس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہونے پائی۔ [2] یہ لوگ برائی کر رہے ہیں اپنے دلوں کو اس کے اثر سے خالی رکھنا چاہتے ہیں۔بلکہ یہ ظالم اوروں کو بھی بہاتے ہیں کہتے ہیں کہ اپنے جیسے ایک انسان کی ماتحتی تو ہم نہیں کر سکتے۔تم کیسے لوگ ہو کہ دیکھتے بھالتے جادو کو مان رہے ہو؟ یہ ناممکن ہے کہ ہم جیسے آدمی کو اللہ تعالیٰ رسالت اور وحی کے ساتھ مختص کر دے، پھر تعجب ہے کہ لوگ باوجود علم کے اس کے جادو میں آ جاتے ہیں؟ ان بدکرداروں کے جواب میں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ جو بہتان باندھتے ہیں ان سے کہئے کہ جو اللہ آسمان و زمین کی تمام باتیں جانتا ہے جس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں۔اس نے اس پاک کلام قرآن کریم کو نازل فرمایا۔اس میں اگلی پچھلی تمام خبروں کا موجود ہونا ہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا اتارنے والا عالم الغیب ہے۔وہ تمہاری سب باتوں کا سننے والا اور تمہارے تمام حالات کا علم رکھنے والا ہے۔پس تمہیں اس کا ڈر رکھنا چاہئے۔

پھر کفار کی ضد، ناسمجھی اور کٹ حجتی کا بیان فرما رہا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود حیران ہیں کسی بات پر

---

[1] [ضعیف: یہ روایت دو ضعیف راویوں 'موسیٰ بن عبیدہ اور عبدالرحمٰن بن زید' کی وجہ سے ضعیف ہے۔[دیکھئے: میزان الاعتدال (۲/۲۵٦)، (۲/٥٦٤)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول الله تعالی کل یوم هو فی شان (۷٥۲۳) و کتاب الاعتصام : باب لا تسئلوا اهل الکتاب عن شیء (۷۳٦۳)]

جم نہیں سکتے۔ کبھی کلام اللہ کو جادو کہتے ہیں تو کبھی شاعری کہتے ہیں کبھی پراگندہ اور بے معنی باتیں کہتے ہیں اور کبھی آنحضرت ﷺ کا از خود گھڑ لیا ہوا بتاتے ہیں۔ خیال کرو کہ اپنے کسی قول پر بھروسہ نہ رکھنے والا جو زبان پر چڑھے بک دینے والا بھی مستقل مزاج کہلانے کا مستحق ہے؟ کبھی کہتے تھے اچھا اگر یہ سچا نبی ہے تو حضرت صالح علیہ السلام کی طرح کوئی اونٹنی لے آتا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کا کوئی معجزہ دکھاتا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی معجزہ ظاہر کرتا۔ بے شک اللہ ان چیزوں پر قادر تو ضرور ہے لیکن اگر ظاہر ہوئیں اور پھر بھی یہ اپنے کفر سے نہ ہٹے تو عادت الٰہی کی طرح عذاب الٰہی میں پکڑ لئے جائیں گے اور پیس دیئے جائیں گے۔ عموماً اگلے لوگوں نے یہی کہا اور ایمان نصیب نہ ہوا اور غارت کر دیئے گئے۔ اسی طرح یہ بھی ایسے معجزہ طلب کر رہے ہیں اگر ظاہر ہوئے تو ایمان نہ لائیں گے اور تباہ ہو جائیں گے۔

جیسے فرمان ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ﴾ [1] الخ، جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ گو تمام تر معجزے دیکھ لیں، ایمان قبول نہ کریں گے۔ ہاں عذاب الیم کے معائنہ کے بعد تو فوراً تسلیم کر لیں گے لیکن وہ محض بے سود ہے۔ بات بھی یہی ہے کہ انہیں ایمان لانا ہی نہ تھا ورنہ حضور ﷺ کے بے شمار معجزات روزمرہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ بلکہ آپ کے یہ معجزے دیگر انبیاء علیہم السلام سے بہت زیادہ ظاہر اور کھلے ہوئے تھے۔

ابن ابی حاتم کی ایک غریب روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک مجمع مسجد میں تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کر رہے تھے اتنے میں عبداللہ بن سلول منافق آیا۔ اپنی گدی بچھا کر اپنا تکیہ لگا کر وجاہت سے بیٹھ گیا۔ تھا بھی گورا چٹا بڑھ بڑھ کر فصاحت کے ساتھ باتیں بنانے والا کہنے لگا ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم حضور ﷺ سے کہو کہ آپ کوئی نشان ہمیں دکھائیں جیسے کہ آپ سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام نشانات لائے تھے مثلاً موسیٰ علیہ السلام تختیاں لائے، داؤد علیہ السلام زبور لائے، صالح علیہ السلام اونٹنی لائے، عیسیٰ علیہ السلام انجیل لائے اور آسمانی دستر خوان۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اتنے میں حضور ﷺ گھر سے نکلے تو آپ نے دوسرے صحابہ سے فرمایا کہ حضور ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور اس منافق کی فریاد دربار رسالت میں پہنچاؤ۔ آپ نے ارشاد فرمایا سنو! میرے لئے کھڑے نہ ہو جایا کرو۔ صرف اللہ ہی کیلئے کھڑے ہوا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور ﷺ ہمیں اس منافق سے بڑی ایذا پہنچتی ہے۔ آپ نے فرمایا ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے فرمایا کہ باہر جاؤ اور لوگوں کے سامنے اپنے ان فضائل کو ظاہر کرو اور ان نعمتوں کا بیان کرو جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں میں ساری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنات کو بھی پیغام پہنچا دوں۔ مجھے میرے رب نے اپنی پاک کتاب عنایت فرمائی ہے حالانکہ محض بے پڑھا ہوں۔ میرے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ میرا نام اذان میں رکھا ہے میری حمد فرشتوں سے کرائی ہے۔ مجھے اپنی امداد و نصرت عطا فرمائی ہے رعب میرا میرے آگے آگے کر دیا ہے۔ مجھے حوض کوثر عطا فرمایا ہے جو قیامت کے دن تمام

---

[1] [سورة يونس: آيت ٩٦-٩٧]

اور حوضوں سے بڑا ہوگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے مقام محمود کا وعدہ دیا ہے اس وقت جب کہ سب لوگ حیران و پریشان سر جھکائے ہوئے ہوں گے مجھے اللہ نے اس پہلے گروہ میں چنا ہے جو لوگوں سے نکلے گا۔ میری شفاعت سے میری امت کے ستر ہزار شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔ مجھے غلبہ اور سلطنت عطا فرمائی ہے مجھے جنت نعیم کا وہ بلند و بالا اعلیٰ بالا خانہ ملے گا کہ اس سے اعلیٰ منزل کسی کی نہ ہوگی۔ میرے اوپر صرف وہ فرشتے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ میرے اور میری امت کے لئے غنیمتوں کے مال حلال کئے گئے حالانکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہ تھے۔ [۱]

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ وَمَا جَعَلۡنٰهُمۡ جَسَدًا لَّا يَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوۡا خٰلِدِيۡنَ ۝۸ ثُمَّ صَدَقۡنٰهُمُ الۡوَعۡدَ فَاَنۡجَيۡنٰهُمۡ وَمَنۡ نَّشَآءُ وَاَهۡلَكۡنَا الۡمُسۡرِفِيۡنَ ۝۹

تجھ سے پہلے جتنے پیغمبر ہم نے بھیجے، سبھی مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی اتارتے تھے پس تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر خود تمہیں علم نہ ہو تو ○ ہم نے انہیں ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے ○ پھر ہم نے ان سے کئے ہوئے سب وعدے سچے کئے انہیں اور جن جن کو ہم نے چاہا نجات عطا فرمائی اور حد سے نکل جانے والوں کو غارت کر دیا ○

مشرکین کا انکار کہ کوئی انسان پیغمبر ہو: چونکہ مشرکین اس کے منکر تھے کہ انسانوں میں سے کوئی انسان اللہ کا رسول ہو اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے اس عقیدے کی تردید کرتا ہے۔ فرماتا ہے تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے سب انسان ہی تھے ان میں ایک بھی فرشتہ نہ تھا جیسے دوسری آیت میں ہے ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى﴾ [۲] یعنی تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے اور ان کی طرف وحی نازل فرمائی سب شہروں کے رہنے والے انسان ہی تھے۔ اور آیت میں ہے ﴿قُلۡ مَا كُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [۳] یعنی کہہ دے کہ میں کوئی نیا اور انوکھا اور سب سے پہلا رسول تو ہوں ہی نہیں۔ ان کافروں سے پہلے کے کفار نے بھی نبیوں کے برتنے کا یہی حیلہ اٹھایا تھا جسے قرآن نے بیان فرمایا کہ انہوں نے کہا تھا ﴿اَبَشَرٌ يَّهۡدُوۡنَنَا﴾ [۴] کیا انسان ہمارا رہبر ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ اچھا تم اہل علم سے یعنی یہودیوں اور نصرانیوں سے اور دوسرے گروہ سے پوچھ لو کہ ان کے پاس انسان ہی رسول بنا کر بھیجے گئے تھے یا فرشتے؟ یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ انسانوں کے پاس انہی جیسے انسانوں کو رسول بنا کر بھیجتا ہے تاکہ لوگ ان کے پاس بیٹھ سکیں، ان کی تعلیم حاصل کر سکیں اور ان کی باتیں سمجھ سکیں۔ کیا وہ اگلے پیغمبر سب کے سب ایسے جسم کے نہ تھے جو کھانے پینے کی حاجت نہ رکھتے ہوں۔ بلکہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے۔

---

[۱] [**ضعیف** : اس میں ابن لہیعہ ضعیف اور ایک راوی مجہول ہے۔]

[۲] [یوسف: ۱۰۹] [۳] [الاحقاف: ۹] [۴] [التغابن: ٦]

جیسے فرمان ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ﴾ [1] یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں آمدورفت بھی کرتے تھے یعنی وہ سب انسان تھے انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے اور کام کاج بیوپار تجارت کے لئے بازاروں میں بھی آنا جانا رکھتے تھے پس یہ بات ان کی پیغمبری کے منافی نہیں جیسے مشرکین کا قول تھا ﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ﴾ [2] الخ، یعنی یہ رسول کیسا ہے۔ جو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں آتا جاتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا کہ وہ بھی اس کے ساتھ اس کے دین کی تبلیغ کرتا اچھا یہ نہیں تو اسے کسی خزانے کا مالک کیوں نہیں کر دیا جاتا یا اسے کوئی باغ ہی دے دیا جاتا جس سے یہ بافراغت کھاپی تو لیتا۔ الخ، اسی طرح اگلے پیغمبر بھی دنیا میں نہ رہے آئے اور گئے جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ [3] یعنی تجھ سے پہلے ہم نے کسی انسان کو دوام نہیں بخشا۔ ان کے پاس البتہ وحی الٰہی آتی رہی فرشتہ اللہ کے حکم احکام پہنچا دیا کرتا تھا۔ پھر رب کا جو وعدہ ان سے تھا وہ سچا ہو کر رہا یعنی ان کے مخالفین بوجہ اپنے ظلم کے تباہ ہو گئے اور وہ نجات پا گئے۔ ان کے تابعدار بھی کامیاب ہوئے اور حد سے گزر جانے والوں کو یعنی نبیوں کے جھٹلانے والوں کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔

ع

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْــَٔــلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

یقیناً ہم نے تمہاری جانب کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے کیا پھر بھی تم عقلمندی نہیں کرتے ○ اور بہت سی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ستم گار تھیں اور ان کے بعد ہم نے اور جماعتیں پیدا کر دیں ○ جب انہوں نے ہمارے عذاب کا احساس کر لیا تو لگے اس سے بھاگنے ○ بھاگ دوڑ نہ کرو اور جہاں تمہیں آسودگی تھی وہیں واپس لوٹو اور اپنے مکانات کی طرف جاؤ تا کہ تم سے سوال تو کر لیا جائے ○ کہنے لگے ہائے خرابی ہماری بے شک تھے تو ستم گار ○ پھر تو ان کا یہی قول رہا یہاں تک کہ ہم نے انہیں جڑ سے کٹے ہوئے اور بجھے پڑے ہوئے کر دیا ○

قدر و منزلت والی کتاب: اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس کی قدر و منزلت پر رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے کہ ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف اتاری ہے جس میں تمہاری بزرگی ہے تمہارا

---

[1] [الفرقان: ۲۰]
[2] [الفرقان: ۷،۸]
[3] [سورۃ الانبیاء: آیت ۳۴]

دین، تمہاری شریعت اور تمہاری باتیں۔ (۱) پھر تعجب ہے اس اہم نعمت کی قدر نہیں کرتے؟ اور اس اتنی بڑی شرافت والی کتاب سے غفلت برت رہے ہو؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ (۲) الخ، تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے یہ نصیحت ہے تم اس کے بارے میں ابھی ابھی سوال کیے جاؤ گے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے بہت سی بستیوں کے ظالموں کو پیس کر رکھ دیا ہے۔ اور آیت میں ہے ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد بھی بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں۔ (۳)

اور آیت میں ہے (۴) کتنی ایک بستیاں ہیں جو پہلے بہت عروج پر اتنی رونق پر تھیں لیکن وہاں کے لوگوں کے ظلم کی بنا پر ہم نے ان کا چورا کر دیا، بھس اڑا دیا، آبادی ویرانی سے اور رونق سنسان سناٹے میں بدل گئی۔ ان کی ہلاکت کے بعد اور لوگوں کو ان کا جانشین بنا دیا ایک قوم کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری یونہی آتی رہیں۔ جب ان لوگوں نے عذابوں کو آتا دیکھ لیا یقین ہو گیا کہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اللہ کے عذاب آ گئے۔ تو اس وقت گھبرا کر راہ فرار ڈھونڈنے لگے۔ لگے ادھر ادھر دوڑ دھوپ کرنے اب بھاگو دوڑو نہیں بلکہ اپنے محلات میں اور اپنے عیش و عشرت کے سامانوں میں پھر آ جاؤ تاکہ تم سے سوال و جواب تو ہو جائے کہ تم نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا بھی کیا یا نہیں؟ یہ فرمان بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں ذلیل و حقیر کرنے کے ہوگا۔ اس وقت یہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے صاف کہیں گے کہ بے شک ہم ظالم تھے لیکن اس وقت اقرار بالکل بے نفع ہے۔ پھر تو یہ اقراری ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا ناس ہو جائے اور ان کی آواز دبا دی جائے اور یہ مسل دیئے جائیں۔ ان کا چلنا پھرنا، آنا جانا، بولنا چالنا بند ہو جائے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾

ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کچھ ہنسی کھیل کرنے کے لئے نہیں بنایا ○ اگر ہم یونہی کھیل تماشے کا ہی ارادہ کرتے تو ہم اسے اپنے پاس سے ہی بنا لیتے لیکن ہم کرنے والے ہی نہیں ○ بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں سچ جھوٹ کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے، تم جو باتیں بناتے ہو وہ تمہارے لئے باعث خرابی ہیں ○ آسمانوں اور زمین میں جو ہے اسی اللہ کا ہے، جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں ○

---

(۱) [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱/۱۱۶)]
(۲) [سورۃ الزخرف: آیت ٤٤]
(۳) [سورۃ الاسراء: آیت ۱۷]
(۴) سورۃ الحج: آیت ٤٥]

دن رات تسبیح کرتے رہتے ہیں اور ذرا سی بھی کاہلی نہیں کرتے ○

آسمان وزمین کی پیدائش بیکار نہیں: آسمان وزمین کو اللہ تعالیٰ نے عدل سے پیدا کیا ہے تاکہ بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا دے۔ اس نے انہیں بے کار اور کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ اور آیت میں [1] اس مضمون کے ساتھ ہی بیان ہے کہ یہ گمان تو کفار کا ہے جن کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے۔ [2] دوسری آیت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اگر ہم کھیل تماشا ہی چاہتے تو اسے بنا لیتے۔ ایک معنی یہ ہیں کہ اگر ہم عورت کرنا چاہتے۔ لھو کے معنی اہل یمن کے نزدیک بیوی کے بھی آتے ہیں۔ [3] یعنی اگر ہم بیوی بنانا چاہتے تو عورت میں سے جو ہمارے پاس ہے کسی کو بنا لیتے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اگر اولاد چاہتے تو۔ لیکن یہ دونوں معنی آپس میں لازم ملزوم ہیں۔ بیوی کے ساتھ ہی اولاد ہے۔ جیسے فرمان ہے۔ ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰـهُ اَنْ يَّتَّخِـذَ وَلَدًا﴾ [4] الخ، یعنی اگر اللہ کو یہی منظور ہوتا کہ اس کی اولاد ہو تو اپنی مخلوق میں سے کسی اعلیٰ درجے کی مخلوق کو یہ منصب عطا فرماتا لیکن وہ اس بات سے پاک اور بہت دور ہے۔ اس کی توحید اور غلبہ کے خلاف ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ پس وہ مطلق اولاد سے پاک ہے نہ عیسیٰ علیہ السلام اس کا بیٹا ہے نہ عزیر۔ نہ فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں۔ ان عیسائیوں یہودیوں اور کفار مکہ کی ان لغویات اور تہمت سے اللہ واحد قہار پاک ہے اور بلند ہے۔

﴿اِنْ كُنَّـا فَـاعِلِيْنَ﴾ میں ((اِنْ)) کو نافیہ کہا گیا ہے یعنی ہم یہ کرنے والے ہی نہ تھے۔ [5] بلکہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ "ان" نفی کے لئے ہی ہے۔ [6]

حق کے ساتھ باطل کا خاتمہ: ہم حق کو واضح کرتے ہیں، اسے کھول کر بیان کرتے ہیں جس سے باطل دب جاتا ہے، ٹوٹ کر چورا ہو جاتا ہے اور فوراً ہٹ جاتا ہے۔ وہ ہے بھی اسی لائق، وہ ٹھہر نہیں سکتا نہ جم سکتا ہے نہ دیر تک قائم رہ سکتا ہے۔ اللہ کے لئے جو لوگ اولادیں ٹھہرا رہے ہیں ان کے اس واہی قول کی وجہ سے ان کے لئے ویل ہے انہیں پوری خرابی ہے۔

فرشتے اللہ کی لڑکیاں نہیں: پھر ارشاد فرماتا ہے کہ جن فرشتوں کو تم اللہ کی لڑکیاں کہتے ہو ان کا حال سنو اور اللہ کی الوہیت کی عظمت دیکھو آسمان وزمین کی ہر چیز اسی کی ملکیت میں ہے۔ فرشتے اس کی عبادت میں مشغول ہیں۔ ناممکن ہے کہ کسی وقت سرکشی کریں نہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بندہ رب ہونے سے شرم، نہ فرشتوں کو اللہ کی عبادت سے عار، نہ ان میں سے کوئی تکبر کرے یا عبادت سے جی چرائے اور جو کوئی ایسا کرے تو ایک وقت آ رہا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے میدان محشر میں سب کے ساتھ ہو گا اور اپنا کیا بھرے گا۔ یہ بزرگ فرشتے اس کی عبادت سے تھکتے بھی نہیں، گھبراتے بھی نہیں، سستی اور کاہلی ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ دن رات اللہ کی فرماں برداری میں، اس کی عبادت

---

[1] [سورہ ص: آیت ۲۷]
[2] سورۃ الانبیاء: آیت ۱۷]
[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۴۲۰)]
[4] [سورۃ الزمر: آیت ٤]
[5] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/٤۲۱)]
[6] [الدر المنثور للسیوطی (٥/٦۲۰)]

میں اس کی تسبیح واطاعت میں لگے ہوئے ہیں' نیت اور عمل دونوں موجود ہیں۔اللہ کی کوئی نافرمانی نہیں کرتے' نہ کسی فرمان کی تعمیل سے رکتے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کے مجمع میں تھے کہ فرمایا لوگو! جو میں سنتا ہوں کیا تم بھی سنتے ہو؟ سب نے جواب دیا کہ حضرت ﷺ ہم تو کچھ بھی نہیں سن رہے۔آپ نے فرمایا میں آسمانوں کی چرچراہٹ سن رہا ہوں اور حق تو یہ ہے کہ اسے چرچرانا ہی چاہئے اس لئے کہ اس میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کسی نہ کسی فرشتے کا سر سجدے میں نہ ہو۔ (١) عبداللہ بن حارث بن نوفل فرماتے ہیں میں حضرت کعب احبار رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت میں چھوٹی عمر کا تھا میں نے ان سے اس آیت کا مطلب پوچھا کہ بولنا چالنا' اللہ کا پیغام لے کر جانا' عمل کرنا یہ بھی انہیں تسبیح سے نہیں روکتا؟ میرے اس سوال پر چونک کر آپ نے فرمایا یہ بچہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا بنو عبدالمطلب میں سے ہے آپ نے میری پیشانی چوم لی پیارے بچے تسبیح ان فرشتوں کے لئے ایسی ہی ہے جیسے ہمارے لئے سانس لینا۔ دیکھو چلتے پھرتے بولتے چالتے تمہارا سانس برابر آتا جاتا رہتا ہے۔اسی طرح فرشتوں کی تسبیح ہر وقت جاری رہتی ہے۔ (٢)

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿٢٣﴾

ان لوگوں نے جنہیں معبود بنا رکھا ہے کیا وہ مردوں کو زمین سے زندہ کر دیتے ہیں؟○ اگر آسمان وزمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور معبود بھی ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے اللہ تعالیٰ عرش کا رب اور ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں○ کوئی نہیں جو اس سے باز پرس کر سکے اور اسکے سوا کوئی نہیں جس سے باز پرس نہ کی جاتی ہو○

اگر دوسرا معبود ہوتا تو فساد ہوتا: شرک کی تردید ہو رہی ہے کہ جن جن کو تم اللہ کے سوا پوج رہے ہو ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو مردوں کو جلا سکے۔ کسی میں یا سب میں مل کر بھی یہ قدرت نہیں پھر انہیں اس قدرت والے کے برابر ماننا یا ان کی بھی عبادت کرنا کس قدر نا انصافی ہے؟ پھر فرماتا ہے سنو! اگر یہ مان لیا جائے کہ فی الواقع بہت سے الٰہ ہیں تو لازم آئے گا کہ زمین وآسمان تباہ ہو جائیں جیسے فرمان ہے ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ﴾ (٣) الخ' اللہ کی اولاد نہیں' نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے جو اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو لئے پھرتا اور ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ اوصاف سے مبرا اور منزہ ہے۔

---

(١) [صحيح : ابن نصر فى الصلاة (٢٥٨/١)] شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (١٠٦٠)]

(٢) [تفسير ابن جرير الطبرى (١٢/١٧) ابو الشيخ فى العظمة (٧٣٨/٢) بيهقى فى الشعب (١٦٠)]

(٣) [المومنون: ٩١]

یہاں فرمایا اللہ تعالیٰ مالک عرش ان کے کہے ہوئے ردی اوصاف سے یعنی لڑکے لڑکیوں سے پاک ہے۔اسی طرح شریک اور ساجھی سے' مثل اور ساتھی سے بھی بلند و بالا ہے۔ان کی یہ سب تہمتیں ہیں جن سے اللہ کی ذات برتر ہے۔اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ علی الاطلاق شہنشاہ حقیقی ہے' اس پر کوئی حاکم نہیں۔سب اس کے غلبے اور قہر تلے ہیں۔نہ تو اس کے حکم کا کوئی تعاقب کر سکے نہ اس کے فرمان کو کوئی ٹال سکے۔اس کی کبریائی اور عظمت' جلال اور حکمت علم اور حکمت لطف اور رحمت بے پایاں ہے کسی کو اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں۔سب پست اور عاجز ہیں لاچار اور بے بس ہیں۔کوئی نہیں جو چوں کرے کوئی نہیں جو اس کے سامنے بول سکے کوئی نہیں جسے چوں چراں کا اختیار ہو جو اس سے پوچھ سکے کہ یہ کام کیوں کیا' ایسا کیوں ہوا؟ وہ چونکہ تمام خلق کا خالق ہے سب کا مالک ہے اسے اختیار ہے جس سے جو چاہے سوال کرے ہر ایک کے اعمال کی وہ بازپرس کرے گا۔جیسے فرمان ہے ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ [1] الخ' تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے سوال کریں گے ہر اس فعل کے متعلق جو انہوں نے کیا۔وہی ہے کہ جو اس کی پناہ میں آ گیا سب کے شر سے بچ گیا اور کوئی نہیں جو اس کے مجرم کو پناہ دے سکے۔ [2]

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿٢٥﴾

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ ان سے کہہ دو کہ لاؤ اپنی دلیل پیش کرو' یہ ہے میرے ساتھ والوں کی دلیل اور مجھ سے اگلوں کی دلیل' بات یہ ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے اسی وجہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں ○ تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف بھی وحی فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو ○

غیر اللہ کو پکارنے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں: ان لوگوں نے اللہ کے سوا جن جن کو معبود بنا رکھا ہے ان کی عبادت پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ہم جس اللہ کی عبادت کر رہے ہیں اس میں سچے ہیں ہمارے ہاتھوں میں اعلیٰ تر دلیل کلام اللہ موجود ہے اور اس سے پہلے کی تمام الہامی کتابیں اس کی دلیل میں با آواز بلند شہادت دیتی ہیں جو توحید کی موافقت میں اور کافروں کی خود پرستی کے خلاف میں ہیں۔جو کتاب جس پیغمبر پر اتری اس میں یہ بیان موجود رہا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں لیکن اکثر مشرک حق سے غافل ہیں اور اللہ کی باتوں سے منکر ہیں۔تمام رسولوں کی توحید الٰہی کی ہی تلقین ہوتی رہی۔فرمان ہے ﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ [3] الخ'

---

[1] [الحجر: ٩٢،٩٣] [2] [المومنون: ٨٨]

[3] [سورۃ الزخرف: آیت ٤٥]

تجھ سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں تو خود پوچھ لے کہ ہم نے ان کیلئے اپنے سوا اور کوئی معبود مقرر کیا تھا کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہوں؟

اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ ① ہم نے ہر امت میں اپنا پیغمبر بھیجا جس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ تم سب ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو۔ پس انبیاء علیہم السلام کی شہادت بھی یہی ہے اور خود فطرت اللہ بھی اسی کی شاهد ہے۔ اور مشرکین کی کوئی دلیل نہیں۔ ان کی ساری حجتیں بیکار ہیں اور ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کیلئے سخت عذاب ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾ وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٢٩﴾

مشرک لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے' غلط ہے۔ اللہ پاک ہے' بلکہ وہ سب اس کے ذی عزت بندے ہیں ○ کسی بات میں اللہ پر پیش دستی نہیں کرتے بلکہ اس کے فرمان پر کاربند ہیں ○ وہ ان کے آگے پیچھے کے تمام امور سے واقف ہے وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو وہ تو خود ہیبت اللہ سے لرزاں و ترساں ہیں ○ ان میں سے اگر کوئی بھی کہہ دے کہ اللہ کے سوا میں لائق عبادت ہوں تو ہم اسے دوزخ کی سزا دیں' ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں ○

فرشتے اور ان کے چند اوصاف: کفار مکہ کا خیال تھا کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے' فرشتے اللہ تعالیٰ کے بزرگ بندے ہیں' بڑے بڑائیوں والے ہیں اور ذی عزت ہیں قولاً اور فعلاً ہر وقت اطاعت الٰہی میں مشغول ہیں۔ نہ تو کسی امر میں اس سے آگے بڑھیں' نہ کسی بات میں اس کے فرمان کا خلاف کریں بلکہ جو وہ فرمائے دوڑ کر اس کی بجا آوری کرتے ہیں۔ اللہ کے علم میں گھرے ہوئے ہیں اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں آگے پیچھے' دائیں بائیں کا اسے علم ہے ذرے ذرے کا وہ دانا۔ یہ پاک فرشتے بھی اتنی مجال نہیں رکھتے کہ اللہ کے کسی مجرم کی اللہ کے سامنے اس کی مرضی کے خلاف سفارش کے لئے لب ہلا سکیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ ② وہ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش اس کے پاس لے جا سکے؟۔

اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ ③ یعنی اس کے پاس کسی کی

① [سورۃ النحل: آیت ۳٦] ② [سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۵]
③ [سورہ سبا: آیت ۲۳]

شفاعت اس کی اپنی اجازت کے بغیر چل نہیں سکتی۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ فرشتے اور اللہ کے مقرب بندے کل کے کل خشیت الٰہی سے ہیبت رب سے لرزاں و ترساں رہا کرتے ہیں۔ اور ان میں سے جو بھی خدائی کا دعویٰ کرے ہم اسے جہنم واصل کردیں ظالموں سے ہم ضرور انتقام لے لیا کرتے ہیں یہ بات بطور شرط ہے اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا وقوع بھی ہو۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ خاص بندگان اللہ میں سے کوئی ایسا ناپاک دعویٰ کرے اور ایسی سخت سزا بھگتے۔ اسی طرح کی آیت ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ﴾ [1] اور ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ﴾ [2] الخ' ہے۔ پس نہ تو رحمٰن کی اولاد نہ نبی کریم ﷺ سے شرک ممکن۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا
مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ
بِهِمْ ۪ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ
سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

کیا کافر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان وزمین منہ بند ملے جلے تھے۔ پھر ہم نے انہیں کھول کر جدا جدا کیا' اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا' کیا یہ لوگ پھر بھی یقین نہیں کرتے ○ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنا دیئے تاکہ وہ مخلوق کو ہلا نہ سکے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنا دیں تاکہ وہ ہدایت حاصل کریں ○ آسمان کو محفوظ چھت بھی ہم نے ہی بنایا ہے' لیکن لوگ اس کی قدرت کے نمونوں پر دھیان ہی نہیں دھرتے ○ وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے' ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں ○

قدرتِ الٰہی کا بیان: اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ اس کی قدرت پوری ہے اور اس کا غلبہ زبردست ہے۔ فرماتا ہے کہ جو کافر اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور سب چیز کا نگہبان بھی وہی ہے پھر اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت تم کیوں کرتے ہو؟ ابتداء میں زمین وآسمان ملے جلے ایک دوسرے سے پیوست تہ بہ تہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کیا زمینوں کو نیچے آسمانوں کو اوپر فاصلے سے اور حکم سے قائم کیا۔ سات زمینیں پیدا کیں اور سات ہی آسمان بنائے۔ زمین اور پہلے آسمان کے درمیان جوف اور خلا رکھا۔ آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار اگائی۔ ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ کیا یہ تمام چیزیں جن میں سے ہر ایک صانع کی خودمختار' قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہے اپنے سامنے موجود پاتے ہوئے بھی یہ لوگ اللہ کی عظمت کے قائل ہو کر شرک کو نہیں چھوڑتے؟ ؎

فَفِىْ كُلِّ شَىْءٍ لَّهٗ آيَةٌ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ

---

[1] [سورة الزخرف: آيت ٨١] [2] [سورة الزمر: آيت ٦٥]

یعنی ہر چیز میں اللہ کی حکمرانی اور اس کی واحدانیت کا نشان موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ پہلے رات تھی یا دن؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے زمین و آسمان ملے جلے تہ بہ تہ تھے تو ظاہر ہے کہ ان میں اندھیرا ہو گیا اور اندھیرے کا نام ہی رات ہے تو ثابت ہوا کہ رات پہلے تھی۔ [1] ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا تم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کرو اور جو وہ جواب دیں مجھ سے بھی کہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا زمین و آسمان سب ایک ساتھ تھے' نہ بارش برستی تھی' نہ پیداوار اگتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس میں سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار اگائی۔ جب سائل نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ جواب بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آج مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ قرآن کے علم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ میرے جی میں خیال آتا تھا کہ ایسا تو نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جرأت بڑھ گئی ہو؟ لیکن آج وہ وسوسہ دل سے اتر رہا۔ آسمان کو پھاڑ کر سات آسمان بنائے۔ زمین کے مجموعے کو چیر کر سات زمینیں بنائیں۔

مجاہد رحمہ اللہ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ ملے ہوئے تھے یعنی پہلے ساتوں آسمان ایک ساتھ تھے اور اسی طرح ساتوں زمینیں بھی ملی ہوئی تھیں پھر جدا جدا کر دی گئیں۔ حضرت سعید رحمہ اللہ کی تفسیر ہے کہ یہ دونوں پہلے ایک ہی تھے پھر الگ الگ کر دیئے گئے۔ زمین و آسمان کے درمیان خلا رکھ دی گئی پانی کو تمام جانداروں کی اصل بنا دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب میں آپ کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں آپ ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبردار کر دیں۔ آپ نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں۔ [2] اور روایت میں ہے کہ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا لوگوں کو سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو جب لوگ سوتے ہوئے ہوں تم تہجد کی نماز پڑھا کرو تاکہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ [3] زمین کو جناب باری عزوجل نے پہاڑوں کی میخوں سے مضبوط کر دیا تاکہ وہ ہل جل کر لوگوں کو پریشان نہ کرے مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے۔ زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں اور صرف چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کے لئے کھلا ہوا ہے تاکہ لوگ آسمان کو اور اس کے عجائبات کو بچشم خود ملاحظہ کر سکیں۔ پھر زمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنا دیں کہ لوگ باآسانی اپنے سفر طے کر سکیں اور دور دراز ملکوں میں بھی پہنچ سکیں۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۴۳۳)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۲/۲۹۵) صحیح ابن حبان (۶/۲۹۹) مستدرك حاکم (۴/۱۶۰) ابو نعیم فی الحلیة (۹/۵۹)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابو میمونہ کے اور وہ ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۵/۱۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۷۹۳۲)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: مسند احمد (۲/۴۹۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۰۳۹۹)]

شان الٰہی دیکھئے اس حصے میں اور اس ٹکڑے کے درمیان بلند پہاڑی حائل ہے یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت الٰہی خود اس پہاڑ میں راستہ بنا دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ وہاں اور وہاں کے یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کر لیں۔ آسمان کو زمین پر مثل قبے کے بنا دیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسعت والے اور کشادگی والے ہیں [1] فرماتا ہے قسم آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی۔ [2] ارشاد ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے سروں پر آسمان کو کس کیف کا بنایا ہے اور کس طرح کی زینت دے رکھی ہے اور لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے آسمان میں کوئی سوراخ تک نہیں۔ [3] بنا کہتے ہیں قبے اور خیمے کے کھڑا کرنے کو جیسے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اسلام کی بنیادیں پانچ ہیں [4] جیسے ستون پر کوئی قبہ یا خیمہ کھڑا ہوا ہو۔ پھر آسمان جو مثل چھت کے ہے۔ یہ ہے بھی محفوظ بلند پہرے چوکی والا کہ کہیں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلند و بالا اور صاف ہے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ یہ آسمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا رکی ہوئی موج ہے۔ [5] یہ روایت سنداً غریب ہے۔

لیکن لوگ اللہ کی ان زبردست نشانیوں سے بھی بے پرواہ ہیں۔ جیسے فرمان ہے آسمان و زمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہوں تلے ہیں لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ [6] کوئی غور و فکر نہیں کرتے کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا کتنا بلند کس قدر عظیم الشان یہ آسمان ہمارے سروں پر بغیر ستون کے اللہ نے قائم کر رکھا ہے۔ پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جڑاؤ ہو رہا ہے ان میں بھی کوئی ٹھہرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے پھر سورج کی چال مقرر ہے۔ اس کی موجودگی دن ہے اس کا نظر نہ آنا رات ہے۔ پورے آسمان کا چکر صرف ایک دن رات میں سورج پورا کر لیتا ہے اس کی چال کو اس کی تیزی کو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ یوں قیاس آرائیاں اور اندازے کرنا اور بات ہے۔

بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدت عبادت پوری کر لی مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایہ ہو جایا کرتا تھا اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا۔ اس نے کہا بیٹے تم نے اپنی اس عبادت کے زمانے میں کوئی گناہ کر لیا ہوگا؟ اس نے کہا اماں ایک بھی نہیں۔ کہا پھر تم نے کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہوگا جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں ہوا۔ ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے آسمان کی طرف نظر کی ہو اور غور و تدبر کے بغیر ہی ہٹا لی ہو۔ عابد نے جواب دیا ایسا تو برابر ہوتا رہا فرمایا بس یہی سبب ہے۔ [7] پھر اپنی قدرت کاملہ کی بعض نشانیاں بیان فرماتا ہے کہ رات اور اس کے اندھیرے کو دیکھو دن اور اس کی

---

[1] [الذریات: ٤٧] [2] [الشمس: ٥] [3] [ق : ٦]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان : باب دعاء کم ایمانکم (٨) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان ارکان الاسلام (١٦)]

[5] ابو الشیخ فی العظمة (٥٤١)] [6] [سورہ یوسف: آیت ١٠٥]

[7] [ابن ابی الدنیا فی التفکر والاعتبار]

روشنی پر نظر ڈالو پھر ایک کے بعد دوسرے کا بڑھنا دیکھو سورج چاند کو دیکھو۔ سورج کا نور ایک مخصوص نور ہے اور اس کا آسمان اس کا زمانہ اس کی حرکت اس کی چال علیحدہ ہے۔ چاند کا نور الگ ہے فلک الگ ہے چاند الگ ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے فلک میں گویا تیرتا پھرتا ہے [1] اور حکم الٰہی کی بجا آوری میں مشغول ہے۔ جیسے فرمان ہے وہی صبح کا روشن کرنے والا ہے وہی رات کو پرسکون بنانے والا ہے۔ وہی سورج چاند کا انداز مقرر کرنے والا ہے۔ وہی ذی عزت غلبے والا اور ذی علم علم والا ہے۔ [2]

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

تجھ سے پہلے کے کسی انسان کو بھی ہم نے دوام اور ہمیشگی نہیں دی کیا اگر تو مر گیا تو وہ ہمیشہ کے لئے رہ جائیں گے؟ ○ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

خضر علیہ السلام کی وفات پر استدلال: جتنے لوگ ہوئے سب کو ہی موت ایک روز ختم کرنے والی ہے۔ تمام روئے زمین کے لوگ موت سے ملنے والے ہیں۔ ہاں رب کی جلال واکرام والی ذات ہی ہمیشہ اور لازوال ہے [3] اسی آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام مر گئے۔ یہ غلط ہے کہ وہ اب تک زندہ ہوں کیونکہ وہ بھی انسان ہی تھے ولی ہوں یا نبی ہوں یا رسول ہوں تھے تو انسان ہی۔ ان کفار کی یہ آرزو کتنی ناپاک ہے کہ تم مر جاؤ تو کیا یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ایسا تو محض ناممکن ہے دنیا میں تو چل چلاؤ لگ رہا ہے کسی کو بجز ذات باری کے دوام نہیں۔ کوئی آگے ہے کوئی پیچھے۔ پھر فرمایا موت کا ذائقہ ہر ایک کو چکھنا پڑے گا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ میری موت کے آرزومند ہیں تو کیا اس بارے میں میں ہی اکیلا ہوں؟ یہ وہ ذائقہ نہیں جو کسی کو چھوڑ دے۔ پھر فرماتا ہے بھلائی برائی سے سکھ دکھ سے مٹھاس کڑواہٹ سے کشادگی تنگی ہم اپنے بندوں کو آزما لیتے ہیں تاکہ شکرگزار اور ناشکری اور ناامید کھل جائے صحت و بیماری تونگری فقیری سختی نرمی حلال حرام ہدایت گمراہی اطاعت معصیت [4] یہ سب آزمائشیں ہیں اس میں بھلے برے کھل جاتے ہیں۔ تمہارا سب کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے اس وقت جو جیسا تھا کھل جائے گا۔ بروں کو سزا نیکوں کو جزا ملے گی۔

وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُورِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۵۲۰)]
[2] [سورۃ الانعام: آیت ۹۶]
[3] [سورۃ الرحمن: آیت ۲۶، ۲۷]
[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۴۴۰)]

یہ منکر تجھے جب بھی دیکھتے ہیں مخول میں اڑانے لگتے ہیں' کہ کیا یہی وہ ہے؟ جو تمہارے معبودوں کا برائی سے ذکر کیا کرتا ہے؟' اور وہ خود ہی رحمٰن کی یاد کے بالکل ہی منکر ہیں○ انسان کی جبلت میں جلد بازی رکھی گئی ہے' میں تمہیں اپنے نشانیاں جلد ہی دکھاؤں گا تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو○

انسان کی جبلت میں جلد بازی: ابو جہل وغیرہ کفار قریش آنحضرت ﷺ کو دیکھتے ہی ہنسی مذاق شروع کر دیتے اور آپ کی شان میں بے ادبی کرنے لگتے۔ کہنے لگے لو میاں دیکھ لو' یہی ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں تمہارے بزرگوں کو بیوقوف بتاتے ہیں۔ ایک تو ان کی یہ سرکشی ہے دوسرے یہ کہ خود ذکر رحمٰن کے منکر ہیں۔ اللہ کے منکر' رسول کے منکر۔ اور آیت میں ان کے اسی کفر کا بیان کر کے فرمایا گیا ہے ﴿اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا﴾ [1] یعنی وہ تو کہیے ہم جم رہے ورنہ اس نے تو ہمیں ہمارے پرانے معبودوں سے برگشتہ کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی خیر انہیں عذاب کے معائنہ سے معلوم ہو جائے گا کہ گمراہ کون تھا؟ انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔ [2] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا شروع کیا شام کے قریب جب ان میں روح پھونکی گئی سر آنکھ اور زبان میں جب روح آ گئی تو کہنے لگے الٰہی مغرب سے پہلے ہی پیدائش مکمل ہو جائے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں تمام دنوں میں بہتر و افضل دن جمعہ کا ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی میں داخل ہوئے اسی میں وہاں سے اتارے گئے اسی میں قیامت قائم ہوگی اسی دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت جو بندہ نماز میں ہو اور اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کرے اللہ اسے عطا فرماتا ہے۔ آپ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے وہ ساعت کون سی ہے وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ [3] پہلی آیت میں کافروں کی بدبختی کا ذکر کر کے اس کے بعد ہی انسانی عجلت کا ذکر اس حکمت سے ہے کہ گویا کافروں کی سرکشی سنتے ہی مسلمان کا انتقامی جذبہ بھڑک اٹھتا ہے اور وہ جلد بدلہ لینا چاہتا ہے اس لئے کہ انسانی جبلت میں ہی جلد بازی ہے۔ لیکن عادت الٰہی یہ ہے کہ وہ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھانے والا ہی ہوں کہ عاصیوں پر کس طرح سختی ہوتی

---

[1] [سورة الفرقان: آیت ٤٢]

[2] [سورة الاسراء: آیت ١١]

[3] [صحیح: ابوداؤد : كتاب الجمعة : باب فضل يوم الجمعه وليلة الجمعة (١٠٤٦) نسائی : کتاب الجمعة : باب ذكر الساعة التى يستجاب فيها الدعاء يوم الجمعة (١٤٣١) ترمذی : کتاب الجمعة : باب ما جاء فى الساعة التى ترجى فى ويوم الجمعة (٤٩١) مستدرك حاكم (٢٧٨/١) صحيح ابن حبان (٢٧٧٢) مسند احمد (٤٨٦/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

ہے۔ میرے نبی ﷺ کو مذاق میں اڑانے والوں کی کس طرح کھال ادھڑتی ہے تم ابھی دیکھ لو گے۔ جلدی نہ مچاؤ' دیر ہے اندھیر نہیں' مہلت ہے بھول نہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو بتا دو کہ یہ وعدہ کب ہے؟○ کاش کہ یہ کافر جانتے کہ اس وقت نہ تو یہ کافر لوگ آگ کو اپنے چہروں سے ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی کمروں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی○ ہاں ہاں وعدے کی گھڑی ان کے پاس اچانک آ جائے گی اور انہیں ہکا بکا کر دے گی نہ تو یہ لوگ اسے ٹال سکیں گے اور نہ ذرا سی مہلت دیئے جائیں گے○

عذابِ الٰہی کے طلبگار: عذاب الٰہی کو' قیامت کے آنے کو یہ لوگ چونکہ محال جانتے تھے اس لئے جرأت سے کہتے تھے کہ بتاؤ تو سہی تمہارے یہ ڈراوے کب پورے ہوں گے؟ انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ تم اگر سمجھ دار ہوتے اور اس دن کی ہولناکیوں سے آگاہ ہوتے تو جلدی نہ مچاتے اس وقت عذاب الٰہی اوپر تلے سے اوڑھنا بچھونا بنے ہوئے ہوں گے [1] طاقت نہ ہوگی کہ آگے پیچھے سے اللہ کا عذاب ہٹا سکو۔ گندھک کا لباس ہوگا جس میں آگ لگی ہوئی ہوگی اور کھڑے جل رہے ہوں گے' ہر طرف سے جہنم گھیرے ہوئے ہوگی۔ کوئی نہ ہوگا جو مدد کو اٹھے۔ جہنم اچانک دبوچ لے گی۔ اس وقت حیران و ششدر رہ جاؤ گے' مبہوت اور بے ہوش ہو جاؤ گے' حیران پریشان ہو جاؤ گے۔ کوئی حیلہ نہ ملے گا کہ اسے دفع کرو' اس سے بچ جاؤ اور نہ ایک ساعت کی ڈھیل اور نہ مہلت ملے گی۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

تجھ سے پہلے کے رسولوں کے ساتھ بھی ہنسی مذاق کیا گیا پس ہنسی کرنے والوں پر ہی وہ چیز الٹ پڑی جس کی ہنسی کر رہے تھے۔ پوچھ تو کہ اللہ کے سوا دن رات تمہاری حفاظت کون کرتا ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے ٹال مٹول کرنے والے ہیں○ کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں جو انہیں مصیبتوں سے بچالیں' کوئی بھی خود اپنی مدد کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ کوئی ہماری طرف سے رفاقت کیا جاتا ہے○

انبیاء کی تکذیب کفار کی پرانی عادت: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہیں جو ستایا جا

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۴۱]

رہا ہے، مذاق میں اڑایا جاتا ہے اور جھوٹا کہا جاتا ہے اس پر پریشان نہ ہونا، کافروں کی یہ پرانی عادت ہے۔ اگلے نبیوں کے ساتھ بھی انہوں نے یہی کیا جس کی وجہ سے آخر عذابوں میں پھنس گئے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا﴾ [1] الخ، تجھ سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام بھی جھٹلائے گئے اور انہوں نے اپنے جھٹلائے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔ اللہ کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں۔ پھر اپنی نعمت بیان فرماتا ہے کہ وہ تم سب کی حفاظت دن رات اپنی آنکھوں سے کر رہا ہے جو نہ کبھی تھکیں نہ سوئیں۔ من الرحمٰن کا معنی رحمٰن کے بدلے یعنی رحمٰن کے سوا ہیں۔ عربی شعروں میں بھی من بدل کے معنی میں ہے۔

اسی ایک احسان پر کیا موقوف ہے یہ کفار تو اللہ کے ہر ایک احسان کی ناشکری کرتے ہیں بلکہ اس کی نعمتوں کے منکر اور ان سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ پھر بطور انکار کے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کہ کیا ان کے معبود جو اللہ کے سوا ہیں، انہیں اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں؟ یعنی وہ ایسا نہیں کر سکتے ان کا یہ گمان محض غلط ہے۔ بلکہ ان کے معبودان باطل خود اپنی مدد و حفاظت کے بھی مالک نہیں۔ بلکہ وہ ہم سے بچ بھی نہیں سکتے۔ ہماری جانب سے کوئی خبر ان کے ہاتھوں میں نہیں۔ ایک معنی اس جملے کے یہ بھی ہیں کہ نہ تو وہ کسی کو بچا سکیں نہ خود بچ سکیں۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ڮ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاۗءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿٤٧﴾

بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو فائدوں پر فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کی مدت عمر گزر گئی۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں اب کیا وہی غالب ہیں ○ کہہ دے کہ میں تو تمہیں اللہ کی وحی کے ساتھ آگاہ کر رہا ہوں۔ بہرے لوگ بات نہیں سنتے جب کہ انہیں آگاہ کیا جائے ○ اگر انہیں تیرے رب کے کسی عذاب کی بھانپ بھی لگ جائے تو پکار اٹھتے ہیں ہائے ہماری خرابی یقیناً ہم گنہگار تھے ○ ہم درمیان میں لا رکھیں گے عدل کے ترازو کو قیامت کے دن پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ ایک رائی کے دانے کے برابر جو عمل ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے۔ اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے ○

کفار کے گمراہی پر جمے رہنے کی وجہ: کافروں کے کینہ کی اور اپنی گمراہی پر جم جانے کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ

[1] [سورۃ الانعام: آیت ٣٤]

انہیں کھانے پینے کو ملتا رہا لمبی لمبی عمریں ملیں۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ ہمارے کرتوت اللہ کو پسند ہیں اس کے بعد انہیں نصیحت کرتا ہے کہ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے کافروں کی بستیوں کی بستیاں بوجہ ان کے کفر کے ملیامیٹ کر دیں؟ اس جملے کے اور بھی بہت سے معنی کیے گئے ہیں جو سورۂ رعد میں ہم بیان کر آئے ہیں لیکن زیادہ ٹھیک معنی یہی ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى﴾ ① الخ، ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں ہلاک کیں اور اپنی نشانیاں ہیر پھیر کر کے تمہیں دکھا دیں تاکہ لوگ اپنی برائیوں سے باز آ جائیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے اس کے ایک معنی یہ بھی بیان کیے ہیں کہ ہم کفر پر اسلام کو غالب کرتے چلے آئے ہیں۔ ② کیا تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں پر غالب کر دیا اور کس طرح جھٹلانے والی اگلی امتوں کو اس نے ملیامیٹ کر دیا اور اپنے مومنوں کو نجات دے دی۔ کیا اب بھی یہ لوگ اپنے آپ کو غالب ہی سمجھ رہے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ یہ مغلوب ہیں، ذلیل ہیں، رذیل ہیں، نقصان میں ہیں، بربادی کے ماتحت ہیں میں تو اللہ کی طرف سے مبلغ ہوں، جن جن عذابوں سے تمہیں خبردار کر رہا ہوں یہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ کا کہا ہوا ہے۔ ہاں جن کی آنکھیں اللہ نے اندھی کر دی ہیں، جن کے دل و دماغ بند کر دیئے ہیں انہیں اللہ کی یہ باتیں سود مند نہیں پڑتیں۔ بہروں کو آگاہ کرنا بے کار ہے کیونکہ وہ تو سنتے ہی نہیں۔ ان گنہگاروں پر اک ادنیٰ سا بھی عذاب آ جائے تو واویلا کرنے لگتے ہیں اور اسی وقت بے ساختہ اپنے قصور کا اقرار کر لیتے ہیں۔ قیامت کے دن عدل کا ترازو قائم کیا جائے گا۔ یہ ترازو ایک ہی ہوگا لیکن چونکہ جو اعمال اس میں تولے جائیں گے وہ بہت سے ہوں گے۔ اس اعتبار سے لفظ جمع لائے۔ اس دن کسی پر کسی طرح کا ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا۔ ③ اس لئے کہ حساب لینے والا خود اللہ ہے جو اکیلا ہی تمام مخلوق کے حساب کے لئے کافی ہے۔ ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی وہاں موجود ہو جائے گا۔

اور آیت میں فرمایا تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ فرمان ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ ④ الخ، اللہ تعالیٰ ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا، نیکی کو بڑھاتا ہے اور اس کا اجر اپنے پاس سے بہت بڑا عنایت فرماتا ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنی وصیتوں میں اپنے بیٹے سے فرمایا تھا بیٹے ایک رائی کے دانے برابر بھی جو عمل ہو خواہ وہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں وہ اللہ اسے لائے گا وہ بڑا ہی باریک بین اور باخبر ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے۔ میزان میں وزن دار ہیں اور اللہ کو بہت پیارے ہیں ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾۔ ⑤

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اہل

---

① [سورۃ الاحقاف: آیت ۲۷] ② [تفسیر ابن جریر الطبری (۱/۴۹۴)]

③ [سورۃ الکھف: آیت ۴۹] ④ [سورۃ النساء: آیت ۴۰]

⑤ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالیٰ و نضع الموازین القسط لیوم القیامۃ ( ) صحیح مسلم: کتاب الذکر و الدعا: باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء (۲۶۹۵) ترمذی: کتاب الدعوات (۳۴۶۷) ابن ماجہ: کتاب الادب (۳۸۰۶) مسند احمد (۲/۲۳۲)]

محشر کے سامنے اپنے پاس بلائے گا اور اس کے گناہوں کے ایک کم ایک سو دفتر اس کے سامنے کھولے جائیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے وہاں تک کا ایک ایک دفتر ہوگا پھر اس سے جناب باری دریافت فرمائے گا کہ کیا تجھے اپنے کئے ہوئے ان گناہوں میں سے کسی کا انکار ہے؟ میری طرف سے جو محافظ فرشتے تیرے اعمال لکھنے پر مقرر تھے انہوں نے تجھ پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ یہ جواب دے گا کہ اے اللہ نہ انکار کی گنجائش ہے نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ظلماً لکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تیرے پاس کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی ہے؟ وہ گھبرایا ہوا کہے گا اے اللہ کوئی نہیں۔ پروردگار فرمائے گا کیوں نہیں؟ بے شک تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا اب ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا جس میں ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ لکھا ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے پیش کرو۔ وہ کہے گا اے اللہ یہ پرچہ ان دفتروں کے مقابلے میں کیا کرے گا؟ جناب باری فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اب تمام کے تمام دفتر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس پرچے کا وزن ان تمام دفتروں سے بڑھ جائے گا۔ یہ جھک جائے گا اور وہ اونچے ہو جائیں گے اور اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔

ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی روایت ہے۔ [1] مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن جب ترازو رکھے جائیں گے پس ایک شخص کو لایا جائے گا اور ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور جو کچھ اس پر شمار کیا گیا ہے وہ بھی رکھا جائے گا تو وہ پلڑا جھک جائے گا اور اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ ابھی اس نے پیٹھ پھیری ہی ہوگی کہ اللہ کی طرف سے ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا اور کہے گا جلدی نہ کرو ایک چیز اس کی باقی رہ گئی ہے پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہوگا وہ اس شخص کے ساتھ ترازو کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور یہ پلڑا نیکی کا جھک جائے گا۔ [2]

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے غلام ہیں جو مجھے جھٹلاتے بھی ہیں، میری خیانت بھی کرتے ہیں، میری نافرمانی بھی کرتے ہیں اور میں بھی انہیں مارتا پیٹتا ہوں اور برا بھلا کہتا ہوں۔ اب فرمائیے میرا ان کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا ان کی خیانت، نافرمانی، جھٹلانا وغیرہ جمع کیا جائے گا اور تیرا مارنا پیٹنا برا کہنا بھی۔ اگر تیری سزا ان کی خطاؤں کے برابر ہوئی تو تو چھوٹ گیا۔ نہ عذاب نہ ثواب ہاں اگر تیری سزا کم رہی تو تجھے اللہ کا فضل و کرم ملے گا اور اگر تیری سزا ان کے کرتوتوں سے بڑھ گئی تو تجھ سے اس بڑھی ہوئی سزا کا انتقام لیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ صحابی رونے لگے اور چیخنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا

---

[1] [صحیح] : ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فیمن یموت وھو یشھد ان لا الہ الا اللہ (٢٦٣٩) ابن ماجہ : کتاب الزھد باب ما یرجی من رحمۃ اللہ یوم القیامۃ (٤٣٠٠) مسند احمد (٢/٢١٣) صحیح ابن حبان (٢٢٥) مستدرک حاکم (١/٦)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

[2] [حسن] : مسند احمد (٢/٢٢١۔٢٢٢) مجمع الزوائد (١٠/٨٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (٧٠٦٦)]

اسے کیا ہو گیا؟ کیا اس نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ﴾ الخ' یہ سن کر اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان معاملات کو سن کر تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے ان تمام غلاموں کو آزاد کر دوں۔ آپ گواہ رہیے یہ سب اللہ کی راہ میں آزاد ہیں۔ [1]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿48﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿49﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۭ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿50﴾

یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلے کرنے والی نورانی اور پرہیزگاروں کے لئے وعظ و پند والی کتاب عطا فرمائی تھی ○ جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے خوف کھاتے ہیں اور قیامت کا کھٹکا رکھنے والے ہیں ○ اور یہ نصیحت و برکت والا قرآن بھی ہم ہی نے نازل فرمایا ہے' کیا پھر بھی تم اس کے منکر ہو؟ ○

موسیٰ علیہ السلام کو فرقان کی عطائیگی: ہم پہلے اس بات کو جتا چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اکثر ملا جلا آتا ہے اور اسی طرح تورات اور قرآن کا ذکر بھی عموماً ایک ساتھ ہی ہوتا ہے۔ فرقان سے مراد کتاب [2] یعنی تورات ہے جو حق و باطل' حرام حلال میں فرق کرنے والی تھی۔ [3] اسی سے جناب موسیٰ علیہ السلام کو مدد ملی کل کی کل آسمانی کتابیں حق و باطل' ہدایت و گمراہی' بھلائی برائی' حلال حرام میں جدائی کرنے والی ہوتی ہیں ان سے دلوں میں نورانیت' اعمال میں حقانیت' اللہ کا پند اور نور و روشنی حاصل ہوتی ہے پھر ان متقیوں کا وصف بیان فرماتا ہے کہ وہ اپنے اللہ سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں جیسے جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ﴾ [4] جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور جھکنے والا دل رکھتے ہیں اور آیت میں ہے جو لوگ اپنے رب کا غائبانہ ڈر رکھتے ہیں' ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔ [5]

ان متقیوں کا دوسرا وصف یہ ہے کہ یہ قیامت کا کھٹکا رکھتے ہیں۔ اس کی ہولناکیوں سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اس قرآن عظیم کو بھی ہم نے ہی نازل فرمایا ہے جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آ سکتا۔ جو حکمتوں اور تعریفوں والے اللہ کی طرف سے اترا ہے۔ افسوس! کیا اس قدر وضاحت و حقانیت' صداقت و نورانیت والا قرآن اس قابل ہے کہ تم اس کے منکر بنے رہو؟

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة الانبیاء (۳۱۶۵) مسند احمد (۶/ ۲۸۰)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی (۲۵۳۱) صحیح الترغیب والترهیب (۳۶۰۶) صحیح الجامع الصغیر (۸۰۳۹)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/ ۴۵۳)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/ ۴۵۳)]

[4] [سورۂ ق : آیت ۳۳]

[5] [سورة الملك : آیت ۱۲]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۡ ۖ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾

یقیناً ہم نے ابراہیم کو چھٹپنے (بچپن) میں ہی ان کی راہ یابی دے رکھی تھی اور ہم اس کے احوال سے بخوبی باخبر تھے ○ جب کہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو ہیں کیا؟ ○ سب نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو انہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے ○ آپ نے فرمایا پھر تم آپ اور تمہارے باپ دادا بھی سب یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا رہے ○ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس سچ مچ حق لائے ہیں؟ یا یونہی کھیل بازی کر رہے ہیں؟ ○ آپ نے فرمایا نہیں نہیں درحقیقت تم سب کا پروردگار تو وہ ہے جو آسمان وزمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے میں تو اسی بات کا گواہ اور قائل ہوں ○

ابراہیم علیہ السلام کو بچپن میں ہی رشد وہدایت: فرمان ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے بچپن سے ہی ہدایت عطا فرمائی تھی۔ انہیں اپنی دلیلیں الہام کی تھیں اور بھلائی سمجھائی تھی۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ﴾ [1] یہ ہیں ہماری زبردست دلیلیں جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دی تھیں تا کہ وہ اپنی قوم کو قائل کر سکیں۔ یہ جو قصے مشہور ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دودھ پینے کے زمانے میں ہی انہیں ان کے والد نے ایک غار میں رکھا تھا جہاں سے مدتوں بعد وہ باہر نکلے اور مخلوقات الٰہی پر خصوصاً تاروں وغیرہ پر نظر ڈال کر اللہ کو پہچانا یہ سب بنی اسرائیل کے افسانے ہیں۔

قاعدہ یہ ہے کہ ان میں سے جو واقعہ اس کے مطابق ہو جو حق ہمارے ہاتھوں میں ہے یعنی کتاب وسنت وہ تو سچا ہے اور قابل قبول ہے اس لئے کہ وہ صحت کے مطابق ہے اور جو خلاف ہو وہ مردود ہے۔ اور جس کی نسبت ہماری شریعت خاموش ہو، موافقت ومخالفت کچھ نہ ہو، گو اس کا روایت کرنا بقول اکثر مفسرین جائز ہے لیکن نہ تو ہم اسے سچا کر سکتے ہیں نہ غلط۔

ہاں یہ ظاہر ہے کہ وہ واقعات ہمارے لئے کچھ سند نہیں، نہ ان میں ہمارا کوئی دینی نفع ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہماری جامع نافع، کامل وشامل شریعت اس کے بیان میں کوتاہی نہ کرتی۔ ہمارا اپنا مسلک تو اس تفسیر میں یہ رہا ہے کہ ہم ایسی بنی اسرائیل روایتوں کو وارد نہیں کرتے کیونکہ اس میں سوائے وقت ضائع کرنے کے کوئی نفع نہیں ہاں نقصان کا احتمال زیادہ ہے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ بنی اسرائیل میں روایت کی جانچ پڑتال کا مادہ ہی نہ تھا، وہ سچ

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۸۳]

جھوٹ میں تمیز کرنا جانتے ہی نہ تھے' ان میں جھوٹ سرایت کر گیا تھا جیسے کہ ہمارے حفاظ ائمہ رحمۃ اللہ علیہم نے تشریح کی ہے۔ غرض یہ ہے کہ آیت میں اس امر کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدایت بخشی تھی اور ہم جانتے تھے کہ وہ اس کے لائق ہے۔ بچپنے میں ہی آپ نے اپنی قوم کی غیر اللہ پرستی کو ناپسند فرمایا۔ اور نہایت جرأت سے اس کا سخت انکار کیا اور قوم سے برملا کہا کہ ان بتوں کے اردگرد مجمع لگا کر کیا بیٹھے ہو۔

حضرت اصبغ بن نباتہ رحمۃ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ راہ سے گزر رہے تھے جو دیکھا کر شطرنج باز لوگ بازی کھیل رہے ہیں۔ آپ نے یہی تلاوت فرما کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ میں جلتے ہوئے انگارے لے لے یہ اس شطرنج کے مہروں کے لینے سے اچھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس کھلی دلیل کا جواب ان کے پاس کیا تھا جو دیتے؟ کہنے لگے کہ یہ تو پرانی روش ہے' باپ دادوں سے چلی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا واہ! یہ بھی کوئی دلیل ہوئی؟ ہمارا اعتراض جو تم پر ہے وہی تمہارے اگلوں پر ہے ایک گمراہی میں تمہارے بڑے مبتلا ہوں اور تم بھی اس میں مبتلا ہو جاؤ تو وہ بھلائی بننے سے رہی؟ میں کہتا ہوں تم اور تمہارے باپ دادا سبھی راہ حق سے برگشتہ ہو گئے ہو اور کھلی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اب تو ان کے کان کھڑے ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے عقل مندوں کی توہین دیکھی' اپنے باپ دادوں کی نسبت نہ سننے والے کلمات سنے' اپنے معبودوں کی حقارت ہوتی ہوئی دیکھی تو گھبرا گئے اور کہنے لگے ابراہیم کیا واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو یا مذاق کر رہے ہو؟ ہم نے تو ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ آپ کو تبلیغ کا موقعہ ملا اور صاف اعلان کیا کہ رب تو صرف خالق آسمان وزمین ہی ہے۔ تمام چیزوں کا خالق مالک وہی ہے' تمہارے یہ معبود کسی ادنیٰ سی چیز کے بھی نہ خالق ہیں نہ مالک۔ پھر معبود مسجود کیسے ہو گئے؟ میری گواہی ہے کہ خالق ومالک اللہ ہی لائق عبادت ہے نہ اس کے سوا کوئی رب نہ معبود۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾

اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کا علاج تمہارے پیٹھ پھیر کر جا چکنے کے بعد ضرور کروں گا○ پھر تو ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا یہ بھی اس لئے کہ وہ سب اس کی طرف ہی لوٹیں○ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ ایسا شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے○ بولے ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے تو سنا تھا جسے ابراہیم کہا جاتا ہے○ سب نے کہا اچھا اسے مجمع میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تاکہ سب دیکھیں○ کہنے لگے اے ابراہیم کیا تو نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟○ آپ نے جواب دیا بلکہ اس کام کو ان کے اس بڑے نے کیا ہے تم اپنے ان معبودوں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہوں○

بتوں کو توڑ ڈالا: اوپر ذکر گزرا کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی سے روکا۔ اور جذبہ توحید میں آ کر آپ نے قسم کھالی کہ میں تمہارے ان بتوں کا ضرور کچھ نہ کچھ علاج کروں گا۔ اسے بھی قوم کے بعض افراد نے سنا۔ ان کی عید کا دن جو مقرر تھا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم اپنی رسوم عید ادا کرنے کے لئے باہر جاؤ گے میں تمہارے بتوں کو ٹھیک کر دوں گا۔ عید کے ایک آدھ دن بیشتر آپ کے والد نے آپ سے کہا کہ پیارے بیٹے تم ہمارے ساتھ ہماری عید میں چلو تا کہ تمہیں ہمارے دین کی اچھائی اور رونق معلوم ہو جائے۔ چنانچہ یہ آپ کو لے کر چلا کچھ دور جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام گر پڑے اور فرمانے لگے ابا میں بیمار ہو گیا۔ باپ آپ کو چھوڑ کر مراسم کفر بجالانے کے لئے آگے بڑھ گئے اور جو لوگ راستے سے گزرتے آپ سے پوچھتے کیا بات ہے راستے پر کیسے بیٹھے ہو؟

جواب دیتے کہ میں بیمار ہوں۔ جب عام لوگ نکل گئے اور بڈھے بڑے لوگ رہ گئے تو آپ نے فرمایا تم سب کے چلے جانے کے بعد آج میں تمہارے معبودوں کی مرمت کر دوں گا۔ آپ نے جو فرمایا کہ میں بیمار ہوں تو واقعی آپ اس دن کے اگلے دن قدرے علیل بھی تھے۔ جب کہ وہ لوگ چلے گئے تو میدان خالی پا کر آپ نے اپنا ارادہ پورا کیا اور بڑے بت کو چھوڑ کر تمام بتوں کا چورا کر دیا۔ جیسے اور آیتوں میں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے کہ اپنے ہاتھ سے ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس بڑے بت کے باقی رکھنے میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ اولاً ان لوگوں کے ذہن میں خیال آئے کہ شاید اس بڑے بت نے ان چھوٹے بتوں کو غارت کر دیا ہو گا۔ کیونکہ اسے غیرت معلوم ہوئی ہو گی کہ مجھ بڑے کے ہوتے ہوئے یہ چھوٹے خدائی کے لائق کیسے ہو گئے۔ چنانچہ اس خیال کی پختگی ان کے ذہنوں میں قائم کرنے کے لئے آپ نے کلہاڑا بھی اس کی گردن پر رکھ دیا تھا۔ جیسے کہ مروی ہے۔

جب یہ مشرکین اپنے میلے سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے سارے معبود منہ کے بل اوندھے گرے ہوئے ہیں۔ اور اپنی حالت سے وہ بتا رہے ہیں کہ وہ محض بے جان، بے نفع و نقصان، ذلیل و حقیر چیز ہیں۔ اور گویا اپنی اس حالت سے اپنے پجاریوں کی بے وقوفی پر وہ مہر لگا رہے تھے۔ لیکن ان بیوقوفوں پر الٹا اثر ہوا کہنے لگے یہ کون ظالم شخص تھا جس نے ہمارے معبودوں کی ایسی اہانت کی؟

اس وقت جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ کلام سنا تھا، انہیں خیال آ گیا اور کہنے لگے وہ نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے اسے ہم نے اپنے معبودوں کی مذمت کرتے ہوئے سنا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو پڑھتے اور فرماتے جو نبی آیا جوان۔ جو عالم بنا جوان۔ [1] شان الٰہی دیکھئے جو مقصد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا تھا وہ اب پورا ہو رہا ہے۔ قوم کے یہ لوگ مشورہ کرتے ہیں کہ آؤ سب کو جمع کرو اور اسے بلاؤ اور پھر اس کو سزا دو۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ کوئی ایسا مجمع ہو اور میں اس میں ان کی غلطیاں ان پر واضح کروں اور ان میں توحید کی تبلیغ کروں اور انہیں بتلاؤں کہ یہ کیسے ظالم و جاہل ہیں؟ کہ ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو نفع نقصان کے مالک نہیں بلکہ اپنی جان کا بھی اختیار نہیں رکھتے چنانچہ مجمع ہوا۔ سب چھوٹے بڑے آ گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ملزم کی

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں قابوس راوی کو اہل علم ضعیف کہتے ہیں۔]

حیثیت سے موجود ہوئے اور آپ سے سوال ہوا کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ لغو حرکت تم نے کی ہے؟ اس پر آپ نے انہیں قائل معقول کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ کام تو ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے۔ اور اس کی طرف اشارہ کیا جسے آپ نے توڑا نہ تھا پھر فرمایا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ اپنے ان معبودوں سے ہی کیوں دریافت نہیں کرتے کہ تمہارے ٹکڑے اڑانے والا کون ہے؟ اس سے مقصود خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ تھا کہ یہ لوگ خود بخود ہی سمجھ لیں کہ یہ پتھر کیا بولیں گے؟ اور جب وہ اتنے عاجز ہیں تو یہ لائق عبادت کیسے ٹھہر سکتے ہیں؟ چنانچہ یہ مقصد بھی آپ کا بفضل الٰہی پورا ہوا اور یہ دوسری ضرب بھی کاری لگی۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے ہیں دو تو راہ اللہ ہیں۔ ایک تو ان کا یہ فرمانا کہ ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے۔ دوسرا یہ فرمانا کہ میں بیمار ہوں۔ [1] اور ایک مرتبہ حضرت سارہ کے ساتھ سفر میں تھے اتفاق سے ایک ظالم بادشاہ کی حدود سے آپ گزر رہے تھے آپ نے وہاں منزل کی تھی۔ کسی نے بادشاہ کو خبر کر دی کہ ایک مسافر کے ساتھ بہترین عورت ہے اور وہ اس وقت ہماری سلطنت میں ہے۔ بادشاہ نے جھٹ سپاہی بھیجا کہ وہ حضرت سارہ کو لے آئے۔ اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میری بہن ہے اس نے کہا اسے بادشاہ کے دربار میں بھیجو۔ آپ حضرت سارہ کے پاس گئے اور فرمایا سنو! اس ظالم نے تمہیں طلب کیا ہے اور میں تمہیں اپنی بہن بتا چکا ہوں اگر تم سے بھی پوچھا جائے تو یہی کہنا اس لئے کہ دین کے اعتبار سے تم میری بہن ہو روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مسلمان نہیں۔ یہ کہہ کر آپ چلے آئے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وہاں سے چلیں آپ نماز میں کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت سارہ کو اس ظالم نے دیکھا اور ان کی طرف لپکا اسی وقت اللہ کے عذاب نے اسے پکڑ لیا ہاتھ پاؤں اینٹھ گئے۔ گھبرا کر عاجزی سے کہنے لگا اے نیک عورت اللہ سے دعا کر کہ وہ مجھے چھوڑ دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ہاتھ بھی نہ لگاؤں گا۔ آپ نے دعا کی اسی وقت وہ اچھا ہو گیا لیکن اچھا ہوتے ہی اس نے پھر قصد کیا اور آپ کو پکڑنا چاہا وہی پھر عذاب الٰہی آ پہنچا اور یہ پہلی دفعہ سے زیادہ سخت پکڑ لیا گیا پھر عاجزی کرنے لگا غرض تین دفعہ پے در پے یہی ہوا۔ تیسری دفعہ چھوٹتے ہی اس نے اپنے قریب کے ملازم کو آواز دی اور کہا تو میرے پاس کسی انسان عورت کو نہیں لایا بلکہ شیطانہ کو لایا ہے جا اسے نکال کر ہاجرہ کو اس کے ساتھ کر دے۔ اسی وقت آپ وہاں سے نکال دی گئیں اور حضرت حاجرہ آپ کے حوالے کی گئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی آہٹ پاتے ہی نماز سے فراغت حاصل کی اور دریافت فرمایا کہ کہو کیا گزری؟ آپ نے فرمایا اللہ نے اس کافر کے مکر کو اسی پر لوٹا دیا اور ہاجرہ میری خدمت کے لئے آ گئیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے کہ یہ ہیں تمہاری اماں اے آسمانی پانی کے لڑکو۔ [2]

---

[1] [سورة الصافات: آیت ۸۹]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیآء: باب قول الله تعالیٰ واتخذ الله ابراهیم خلیلا (۳۳۵۸) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب من فضائل ابراهیم الخلیل (۲۳۷۱)]

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

پس یہ لوگ اپنے دلوں میں قائل ہو گئے اور کہنے لگے واقعی ظالم تو تم ہی ہو○ پھر سر ڈال کر کچھ سوچ ساچ کر باوجود قائل ہو جانے کے کہنے لگے کہ یہ تو تجھے ہی معلوم ہے کہ یہ بولنے چالنے والے نہیں○ خلیل اللہ نے اسی وقت فرمایا افسوس کہ تم ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکیں نہ نقصان○ تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو، کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں؟○

ابراہیم علیہ السلام اور قوم کے درمیان گفتگو: بیان ہو رہا ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کی باتیں سن کر انہیں خیال تو پیدا ہو گیا اپنے آپ کو اپنی بیوقوفی پر ملامت کرنے لگے، سخت ندامت اٹھائی اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے بڑی غلطی کی، اپنے معبودوں کے پاس کسی کو حفاظت کے لئے نہ چھوڑا اور چل دیئے۔ پھر غور و فکر کر کے بات بنائی کہ آپ جو کچھ ہم سے کہتے ہیں کہ ان سے ہم پوچھ لیں کہ تمہیں کس نے توڑا ہے تو کیا آپ کو علم نہیں یہ بت بے زبان ہیں؟ عاجزی، حیرت اور انتہائی لاجوابی کی حالت میں انہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑا۔ اب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو خاصا موقعہ مل گیا اور آپ فوراً فرمانے لگے کہ بے زبان بے نفع وضرر چیز کی عبادت کیسی؟ تم کیوں اس قدر بے سمجھ ہو رہے ہو؟ تف ہے تم پر اور تمہارے ان جھوٹے خداؤں پر۔ آہ کس قدر ظلم و جہل ہے کہ ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے اور اللہ واحد کو چھوڑ دیا جائے؟ یہی تھیں وہ دلیلیں جن کا ذکر پہلے ہوا تھا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو وہ دلیلیں سکھا دیں جن سے قوم حقیقت تک پہنچ جائے۔ (1)

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾

کہنے لگے کہ اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو۔ ہم نے فرما دیا اے آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم کیلئے سلامتی اور آرام کی چیز بن جا○ گو انہوں نے ابراہیم کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں ہی نقصان پانے والا کر دیا○

آگ میں پھینک دیا گیا: یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان دلیل سے لاجواب ہو جاتا ہے تو یا نیکی اسے گھسیٹ لیتی ہے یا بدی غالب آ جاتی ہے۔ یہاں ان لوگوں کو ان کی بدبختی نے گھیر لیا اور دلیل سے عاجز آ کر قائل معقول ہو کر لگے اپنے دباؤ کا مظاہرہ کرنے۔ آپس میں مشورہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر اس کی جان لے لو تا کہ ہمارے ان معبودوں کی عزت رہے۔ اس بات پر سب نے اتفاق کر لیا اور لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں یہاں

(1) [سورۃ الانعام : آیت ۸۳]

تک کہ بیمار عورتیں بھی نذر مانتی تھیں تو یہی کہ اگر انہیں شفا ہو جائے تو ابراہیم کے جلانے کو لکڑیاں لائیں گی۔ زمین میں ایک بہت بڑا اور بہت گہرا گڑھا کھودا لکڑیوں سے اسے پر کیا اور انبار کھڑا کر کے اس میں آگ لگائی روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ دیکھی نہیں گئی۔ جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اس کے پاس جانا محال ہو گیا اب گھبرائے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالیں کیسے؟ آخر ایک کردی فارسی اعرابی کے مشورے سے جس کا نام ہیزن تھا ایک منجنیق تیار کرائی گئی کہ اس میں بٹھا کر جھولا کر پھینک دو۔ ① مروی ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت دھنسا دیا اور قیامت تک وہ اندر اترتا جاتا ہے۔ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا آپ نے فرمایا ﴿حَسۡبِیَ اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ﴾ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس بھی جب یہ خبر پہنچی کہ تمام عرب لشکر جرار لے کر آپ کے مقابلے کے لئے آ رہے ہیں تو آپ نے یہی پڑھا تھا۔ ②

یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تو آسمانوں میں اکیلا معبود ہے اور توحید کے ساتھ تیرا عابد زمین پر صرف میں ہی ہوں۔ ③ مروی ہے کہ جب کافر آپ کو باندھنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' تیری ذات پاک ہے' تمام حمد وثنا تیرے ہی لئے سزاوار ہے۔ سارے ملک کا تو اکیلا ہی مالک ہے کوئی بھی تیرا شریک وساجھی نہیں۔ حضرت شعیب جبائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔ واللہ اعلم۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے آسمان وزمین کے درمیان ظاہر ہوئے اور فرمایا کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ آپ نے جواب دیا تم سے تو کوئی حاجت نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے حاجت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بارش کا داروغہ فرشتہ کان لگائے ہوئے تیار تھا کہ کب اللہ کا حکم ہو اور میں اس آگ پر پانی برسا کر اسے ٹھنڈی کر دوں لیکن براہ راست حکم الٰہی آگ کو ہی پہنچا کہ میرے خلیل پر تو سلامتی اور ٹھنڈک بن جا۔ فرماتے ہیں کہ اس حکم کے ساتھ ہی روئے زمین کی آگ ٹھنڈی ہو گئی ④

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس دن دنیا بھر میں آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جوتیاں تو آگ نے جلا دیں لیکن آپ کے ایک رونگٹے کو بھی آگ نہیں لگی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آگ کو حکم ہوا کہ وہ خلیل اللہ علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر آگ کو صرف ٹھنڈا ہونے کا ہی حکم ہوتا تو پھر ٹھنڈک بھی آپ کو ضرر پہنچاتی ⑤ اس

---

① [تفسیر قرطبی (۳۰۳/۱۱)]

② [صحیح: صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله الذين قال لهم الناس (٤٥٦٣)]

③ [ضعیف: مسند بزار : کتاب علامات النبوة : باب ابراهيم الخليل (۲۳٤۹) دارمی فی الرد علی الجهمية (۷۵) ابو نعيم فى الحلية (۱۹/۱)] اس کی سند میں عاصم بن عمر راوی ہے جسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳۷٦٦) میزان (۸۳۲٦)] شیخ البانیؒ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعيفة (۱۲۱٦) ضعيف الجامع الصغير (٤٧٦٧)]

④ [تفسير ابن جرير الطبری (٤٦٦/۱۸)] ⑤ [تفسير ابن جرير الطبری (٤٦٦/۱۸)]

لئے ساتھ ہی فرما دیا گیا کہ ٹھنڈک کے ساتھ سلامتی بن جا۔ مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ کے منہ پر سے پسینہ پونچھ رہے تھے بس اس کے سوا آپ کو آگ نے کوئی تکلیف نہیں دی۔

سدی فرماتے ہیں سایہ یا فرشتہ اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ مروی ہے کہ آپ اس میں چالیس یا پچاس دن رہے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس زمانے میں جو راحت وسرور حاصل تھا ویسا اس سے نکلنے کے بعد حاصل نہیں ہوا کیا اچھا ہوتا کہ میری ساری زندگی اسی میں گزرتی۔ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے سب سے اچھا کلمہ جو کہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے زندہ صحیح سالم نکلے اس وقت آپ کو اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے دیکھ کر آپ کے والد نے کہا ابراہیم تیرا رب بہت ہی بزرگ اور بڑا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس دن جو جانور نکلا وہ آپ کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا رہا سوائے گرگٹ کے۔ (۲) حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے اور اسے فاسق کہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک نیزہ دیکھ کر ایک عورت نے سوال کیا کہ یہ کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ آپ نے فرمایا گرگٹوں کو مار ڈالنے کے لئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اس وقت تمام جانور اس آگ کو بجھا رہے تھے سوائے گرگٹ کے۔ یہ اور پھونک رہا تھا' پس آپ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے۔ (۳) پھر فرماتا ہے کہ ان کا مکر ہم نے ان پر الٹ دیا۔ کافروں نے اللہ کے نبی علیہ السلام کو نیچا کرنا چاہا اللہ نے انہیں نیچا دکھایا۔ حضرت عطیہ عوفی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں جلائے جانے کا تماشا دیکھنے کے لئے ان کافروں کا بادشاہ بھی آیا تھا۔ ادھر خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جاتا ہے ادھر آگ میں سے ایک چنگاری اڑتی ہے اور اس کافر بادشاہ کے انگوٹھے پر آ پڑتی ہے اور وہیں کھڑے کھڑے سب کے سامنے اس طرح اسے جلا دیتی ہے جیسے روئی جل جائے۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰۗىِٕثَ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع

ع۵ ۵

---

(۱) [الد المنثور للسیوطی (۵۷۹/۴)] (۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (۴۶۷/۱۸)]

(۳) [صحیح لغیرہ: ابن ماجہ: کتاب الصید : باب قتل الوزغ (۳۲۳۱) نسائی (۱۸۹/۵) مسند احمد (۸۳/۶) مسند ابو یعلی (۳۱۸/۷) صحیح ابن حبان (۴۴۷/۱۲)] حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۵۶۴۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجہ ، صحیح الترغیب (۲۹۸۰)]

ہم ابراہیم اور لوط کر بچا کر اس زمین کی طرف لے چلے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی ○ اور ہم نے اسے اسحاق عطا فرمایا' اور یعقوب اور زیادہ دیا' اور ہر ایک کو ہم نے نیک کار کیا ○ اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ کے دینے کی وحی کی' اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے ○ ہم نے لوط کو بھی حکمت و علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات دی جہاں کے لوگ گندے کاموں میں مبتلا تھے' اور تھے بھی بدترین گنہگار ○ اور ہم نے لوط کو اپنی مہربانیوں میں داخل کیا بے شک وہ نیک کار لوگوں میں سے تھا ○

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل علیہ السلام کو کافروں کی آگ سے بچا کر شام کے مقدس ملک میں پہنچا دیا۔ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمام میٹھا پانی شام کے صحرہ کے نیچے سے نکلتا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ کو عراق کی سرزمین سے اللہ نے نجات دی اور شام کے ملک میں پہنچایا۔ شام ہی نبیوں کا ہجرت کدہ رہا۔ زمین میں سے جو گھٹتا ہے وہ شام میں بڑھتا ہے اور شام کی کمی فلسطین میں زیادتی ہوتی ہے۔ شام ہی محشر کی سرزمین ہے۔ یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے' یہیں دجال قتل کیا جائے گا۔ بقول کعب احبار آپ حران کی طرف گئے تھے۔ یہاں آ کر آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی لڑکی اپنی قوم کے دین سے بیزار ہے اور اس سے نفرت رکھتی ہے بلکہ ان کے اوپر طعنہ زنی کرتی ہے تو آپ نے ان سے اس قرار پر نکاح کر لیا کہ وہ آپ کے ساتھ ہجرت کر کے یہاں نکل چلے انہی کا نام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہے۔ یہ روایت غریب ہے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت سارہ آپ کے چچا کی صاحبزادی تھیں اور آپ کے ساتھ ہی ہجرت کر کے چلی آئی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ ہجرت مکے شریف میں ختم ہوئی۔

مکے ہی کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ یہ اللہ کا پہلا گھر ہے جو برکت و ہدایت والا ہے' جس میں علاوہ اور بہت سی نشانیوں کے مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس میں آ جانے والا امن و سلامتی میں آ جاتا ہے [1] پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اسحاق دیا اور یعقوب کا عطیہ بھی کیا۔ یعنی لڑکا اور پوتا جیسے فرمان ہے ﴿فَبَشَّرْنٰـهَا بِاِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ﴾ [2] چونکہ خلیل اللہ علیہ السلام کے سوال میں ایک لڑکے ہی کی طلب تھی دعا کی تھی کہ ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [3] اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور لڑکے کے ہاں بھی لڑکا دیا جو سوال سے زائد تھا اور سب کو نیکو کار بنایا ان سب کو دنیا کا مقتدا اور پیشوا بنا دیا کہ بحکم الٰہی خلق اللہ کو راہ حق کی دعوت دیتے رہے ان کی طرف ہم نے نیک کاموں کی وحی فرمائی اس عام بات پر عطف ڈال کر پھر خاص باتیں یعنی نماز اور زکوٰۃ کا بیان فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ وہ علاوہ ان نیک کاموں کے حکم کے خود بھی ان نیکیوں پر عامل تھے۔ پھر حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ لوط علیہ السلام بن ہاران بن آزر۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور آپ کی تابعداری

---

[1] [سورہ آل عمران: آیت ۹۶، ۹۷]

[2] [سورہ ہود: آیت ۷۱]

[3] [الصافات: ۱۰۰]

میں آپ ہی کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ جیسے کلام اللہ شریف میں ہے ﴿فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ﴾ [1] الخ، حضرت لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لائے اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا اور وحی نازل فرمائی اور نبیوں کے پاک زمرے میں داخل کیا۔ اور سدوم اور اس کے آس پاس کی بستیوں کی طرف آپ کو بھیجا۔ انہوں نے نہ مانا مخالفت پر کمر بستگی کر لی۔ جس کے باعث عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے اور فنا کر دیئے گئے، جن کی بربادی کے واقعات اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز میں کئی جگہ بیان ہوئے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ ہم نے انہیں بدترین کام کرنے والے فاسقوں کی بستی سے نجات دے دی اور چونکہ وہ اعلیٰ نیکوکار تھے ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔

وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٧٧﴾

نوح کے اس وقت کو یاد کیجئے جب کہ اس نے اس سے پہلے دعا کی ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی بے چینی سے نجات دی ○ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے تھے ان پر ہم نے اس کی مدد کی، یقیناً وہ برے لوگ تھے پس ہم نے سب کو ڈبو دیا ○

نوح علیہ السلام کی دعا: نوح نبی علیہ السلام کو ان کی قوم نے ستایا، تکلیفیں دیں تو آپ نے اللہ کو پکارا کہ باری تعالیٰ! میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد فرما۔ [2] زمین پر ان کافروں میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ ورنہ یہ تیرے بندوں کو بہکائیں گے۔ اور ان کی اولادیں بھی ایسی ہی فاجر ہوں گی۔ [3] اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو اور مومنوں کو نجات دی۔ اور آپ کی اہل کو بھی سوائے ان کے جن کے نام برباد ہونے والوں میں آ گئے تھے۔ آپ پر ایمان لانے والوں کی بہت ہی کم مقدار تھی۔ [4] قوم کی سختی، ایذا دہی، اور تکلیف سے اللہ عالم نے اپنے نبی کو بچا لیا۔ ساڑھے نو سو سال تک آپ ان میں رہے اور انہیں دین اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر سوائے چند لوگوں کے اور سب اپنے شرک وکفر سے باز نہ آئے بلکہ آپ کو سخت ایذائیں دیں اور ایک دوسرے کو اذیت کے لئے بھڑکاتے رہے۔ ہم نے ان کی مدد فرمائی اور عزت آبرو کے ساتھ کفار کی ایذا رسانی سے چھٹکارا دیا اور ان برے لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور نوح علیہ السلام کی دعا کے مطابق زمین پر ایک بھی کافر نہ بچا سب ڈبو دیئے گئے۔



---

[1] [العنکبوت: ٢٦]

[2] [القمر: ١٠]

[3] [نوح: ٢٦، ٢٧]

[4] [هود: ٤٠]

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝

داؤد اور سلیمان کو یاد کیجئے جب کہ وہ کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں اس میں چر چگ گئی تھیں' ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے ○ اور ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا' ہاں ہر ایک کو ہم نے حکمت وعلم دے رکھا تھا اور داؤد کے تابع ہم نے پہاڑ کر دیئے تھے جو تسبیح کرتے تھے اور پرند بھی' ہم کرنے والے ہی تھے ○ اور ہم نے اسے تمہارے لئے لباس بنانے کی کاریگری سکھائی تا کہ لڑائی کے ضرر سے تمہارا بچاؤ ہو' کیا اب بھی تم شکر گزار بنو گے؟ ○ ہم نے تیز وتند ہواؤں کو سلیمان کے تابع کر دیا جو اس کے فرمان کے مطابق اس زمین کی طرف چلتی تھیں جہاں ہم نے برکت دے رکھی تھی' اور ہم ہر چیز سے باخبر اور دانا ہیں ○ اسی طرح ہم نے بہت سے شیطان بھی اس کے تابع کئے تھے جو اس کے فرمان سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی بہت سے کام کرتے تھے' ان کے نگہبان ہم ہی تھے ○

داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے فیصلے میں اختلاف: ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ کھیتی انگور کی تھی جس کے خوشے لٹک رہے تھے [1] ﴿نَفَشَتْ﴾ کے معنی ہیں رات کے وقت جانوروں کے چرنے کے۔ اور دن کے وقت چرنے کو عربی میں ﴿هَمَل﴾ کہتے ہیں [2] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس باغ کو بکریوں نے بگاڑ دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ باغ کے نقصان کے بدلے یہ بکریاں باغ والے کو دے دی جائیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فیصلہ سن کر عرض کی کہ اے اللہ کے نبی علیہ السلام! اس کے سوا بھی فیصلے کی کوئی صورت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ جواب دیا کہ بکریاں باغ والے کے حوالے کر دی جائیں وہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہے اور باغ بکری والے کو دے دیا جائے یہ اس میں انگور کی بیلوں کی خدمت کرے یہاں تک کہ بیلیں ٹھیک ٹھاک ہو جائیں انگور لگیں اور پھر اسی حالت پر آ جائیں جس پر تھے تو باغ والے کو اس کا باغ سونپ دے اور باغ والا اسے اس کی بکریاں سونپ دے یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ ہم نے اس جھگڑے کا صحیح فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ [3]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ سن کر بکریوں والے اپنا منہ لے کر صرف کتوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے واپس جا رہے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تمہارا فیصلہ کیا ہوا؟

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٨/٤٧٥)] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٨/٤٧٧)]
[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٨/٤٧٥)]

انہوں نے خبر دی تو آپ نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو یہ فیصلہ نہ دیتا بلکہ کچھ اور فیصلہ کرتا حضرت داؤد علیہ السلام کو جب یہ بات پہنچی تو بلوایا اور پوچھا کہ بیٹے کیا فیصلہ کرتے؟ آپ نے وہی اوپر والا فیصلہ سنایا۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان بکریوں نے خوشے اور پتے سب کھا لئے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کے خلاف حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ ان لوگوں کی بکریاں باغ والوں کو دے دی جائیں اور یہ باغ انہیں سونپا جائے جب تک باغ اپنی اسی اصلی حالت پر آئے تب تک بکریوں کے بچے اور ان کا دودھ اور ان کا کل نفع باغ والوں کا۔ پھر ہر ایک کو ان کی چیز سونپ دی جائے۔ قاضی شریح رحمہ اللہ کے پاس بھی ایک ایسا ہی جھگڑا آیا تھا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر دن کو بکریوں نے نقصان پہنچایا ہے تب تو کوئی معاوضہ نہیں۔ اور اگر رات کو نقصان پہنچایا ہے تو بکریوں والے ضامن ہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ [1]

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کسی باغ میں چلی گئی اور وہاں باغ کا بڑا نقصان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ باغ والوں پر دن کے وقت باغ کی حفاظت ہے اور جو نقصان جانوروں سے رات کو ہو اس کا جرمانہ جانور والوں پر ہے۔ [2] اس حدیث میں علتیں نکالی گئی ہیں اور ہم نے کتاب الاحکام میں اللہ کے فضل سے اس کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ سے جب قاضی بننے کی درخواست کی گئی تو وہ حضرت حسن رحمہ اللہ کے پاس آئے اور رو دیئے۔ پوچھا کہ اے ابوسعید! آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اگر قاضی نے اجتہاد کیا پھر بھی غلطی کی وہ جہنمی ہے اور جو خواہش نفس کی طرف جھک گیا وہ بھی جہنمی ہے ہاں جس نے اجتہاد کیا اور صحت پر پہنچ گیا وہ جنت میں پہنچا۔ حضرت حسن یہ سن کر فرمانے لگے سنو! اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی قضاء کا ذکر فرمایا ہے ظاہر ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام اعلیٰ منصب ہوتے ہیں' ان کے قول سے ان لوگوں کی باتیں رد ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف تو بیان فرمائی ہے لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کی مذمت بیان نہیں فرمائی۔ پھر فرمانے لگے سنو تین باتوں کا عہد اللہ نے قاضیوں سے لیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ منصفین احکام شرع دنیوی نفع کی وجہ سے بدل نہ دیں' دوسرے یہ کہ اپنے دلی ارادوں اور خواہشوں کے پیچھے نہ پڑ جائیں' تیسرے یہ کہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [3] یعنی اے داؤد علیہ السلام ہم نے تجھے زمین کا خلیفہ بنایا ہے تو

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۴۷۹)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۵/۴۳۵)، (۵/۴۳۶) ابوداؤد: کتاب البیوع: باب المواشی تفسد زرع قوم (۳۵۷۰)، (۳۵۶۹) ابن ماجہ: کتاب الاحکام: باب الحکم فیما افسدت المواشی (۲۳۳۲) ابن الجارود (۷۹۶) مستدرك حاکم (۲/۴۷) بیهقی فی السنن الکبری (۸/۳۴۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود، ارواء الغلیل (۱۵۲۷) السلسلة الصحیحة (۲۳۸)]

[3] [سورہ ص: آیت ۲۶]

لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلے کرتا رہ' خواہشوں کے پیچھے نہ پڑ کہ اللہ کی راہ سے بہک جائے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ﴾ ① لوگوں سے نہ ڈرو مجھی سے ڈرتے رہا کرو۔ اور فرمان ہے ﴿وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ② میری آیتوں کو معمولی نفع کی خاطر بیچ نہ دیا کرو۔ میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کی معصومیت میں اور ان کی منجانب اللہ ہر وقت تائید ہوتے رہنے میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ رہے اور لوگ تو صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب حاکم اجتہاد اور کوشش کرے پھر صحت تک پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور جب پوری کوشش کے بعد بھی غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ ③ یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت ایاس رحمہ اللہ کو جو وہم تھا کہ باوجود پوری جدوجہد کے بھی خطا کر جائے تو دوزخی ہے یہ غلط ہے' واللہ اعلم۔

سنن کی اور حدیث میں ہے قاضی تین قسم کے ہیں ایک جنتی دو دوزخی۔ جس نے حق کو معلوم کر لیا اور اسی سے فیصلہ کیا وہ جنتی۔ اور جس نے جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا وہ جہنمی اور جس نے حق کو جانتے ہوئے اس کے خلاف فیصلہ دیا وہ بھی جہنمی۔ ④ قرآن کریم کے بیان کردہ اس واقعہ کے قریب ہی وہ قصہ ہے جو مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے دو بچے بھی تھے بھیڑیا آ کر ایک بچے کو اٹھا لے گیا اب ہر ایک دوسری سے کہنے لگی کہ تیرا بچہ گیا اور جو ہے وہ میرا بچہ ہے۔ آخر یہ قصہ داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے بڑی عورت کو ڈگری دے دی کہ یہ بچہ تیرا ہے یہ یہاں سے نکلیں راستے میں حضرت سلیمان علیہ السلام تھے آپ نے دونوں کو بلایا اور فرمایا چھری لاؤ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے آدھا آدھا ان دونوں کو دے دیتا ہوں اس پر بڑی تو خاموش ہو گئی لیکن چھوٹی نے ہائے واویلا شروع کر دیا کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کیجئے یہ لڑکا اسی بڑی کا ہے اسی کو دے دیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام معاملے کو سمجھ گئے اور لڑکا چھوٹی عورت کو دلا دیا۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔ ⑤

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس پر باب باندھا ہے کہ حاکم کو جائز ہے کہ اپنا فیصلہ اپنے دل پر رکھ کر حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے اس کے خلاف کچھ کہے ایسا ہی ایک واقعہ ابن عساکر میں ہے کہ ایک خوبصورت عورت سے ایک

---

① [سورة المائدة: آیت ٤٤] ② [سورة البقرة: آیت ٤١]

③ [صحيح : صحيح بخارى : كتاب الاعتصام : باب اجر الحاكم اذا اجتهد فاصاب او اخطا (٧٣٥٢) صحيح مسلم : كتاب الاقضية : باب بيان اجر الحاكم اذا اجتهد فاصاب او اخطا (١٧١٦) ابن ماجه (٢٣١٤) ابوداؤد (٣٥٧٤) مسند احمد (١٩٨/٤)]

④ [صحيح : ابوداؤد : كتاب الاقضية : باب فى القاضى يخطئ (٣٥٧٣) ابن ماجه : كتاب الاحكام : باب الحاكم يجتهد فيصيب الحق (٢٣١٥) ترمذى : كتاب الاحكام : باب ما جاء فى رسول الله فى القاضى (١٣٢٢) بيهقى فى شعب الايمان (٧٥٣١) مستدرك حاكم (٩٠/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابوداود]

⑤ [صحيح : صحيح بخارى : كتاب الانبيآء : باب قول الله تعالى ووهبنا الداود سليمن (٣٤٢٧) صحيح مسلم : كتاب الاقضية : باب اختلاف المجتهدين (١٧٢٠) مسند احمد (٣٢٢/٢)]

رئیس نے ملنا چاہا لیکن عورت نہ مانی اسی طرح تین اور شخصوں نے بھی اس سے بدکاری کا ارادہ کیا لیکن وہ باز رہی۔ اس پر وہ رو سیاہ خار کھا گئے اور آپس میں اتفاق کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں جا کر سب نے گواہی دی کہ وہ عورت اپنے کتے سے ایسا کام کراتی ہے چاروں کے متفق بیان پر حکم ہوگیا کہ اسے رجم کر دیا جائے۔ اسی شام کو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر خود حاکم بنے اور چار لڑکے ان لوگوں کی طرح آپ کے پاس اس مقدمے کو لائے اور اس عورت کی نسبت یہی کہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا ان چاروں کو الگ الگ کر دو۔ پھر ایک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ اس کتے کا رنگ کیسا تھا؟ اس نے کہا سیاہ۔ پھر دوسرے کو تنہا بلایا اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سرخ۔ تیسرے نے کہا خاکی۔ چوتھے نے کہا سفید آپ نے اسی وقت فیصلہ دیا کہ عورت پر یہ نری تہمت ہے اور ان چاروں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا۔ آپ نے اسی وقت فی الفور ان چاروں امیروں کو بلایا اور اسی طرح الگ الگ ان سے اس کتے کے رنگ کی بابت سوال کیا۔ یہ گڑبڑا گئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا۔ آپ کو ان کا جھوٹ معلوم ہوگیا اور حکم فرمایا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو وہ نورانی گلا عطا فرمایا گیا تھا اور آپ ایسی خوش آوازی اور خلوص کے ساتھ زبور پڑھتے تھے کہ پرند بھی اپنی پرواز چھوڑ کر تھم جاتے تھے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے لگتے تھے اسی طرح پہاڑ بھی۔ ایک روایت میں ہے کہ رات کے وقت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی میٹھی رسیلی اور خلوص بھری آواز سن کر ٹھہر گئے اور دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے کہ یہ تو آل داؤد کی آوازوں کی شیرینی دیئے گئے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری قراءت سن رہے ہیں تو میں اور اچھی طرح پڑھتا۔ [1]

حضرت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تو کسی بہتر سے بہتر باجے کی آواز میں بھی وہ مزہ نہیں پایا جو حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کی آواز میں تھا۔ پس اتنی خوش آوازی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کا ایک حصہ قرار دیا۔ اب سمجھ لیجئے کہ خود داؤد علیہ السلام کی آواز کیسی ہوگی؟۔ پھر اپنا ایک اور احسان بتاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہیں بنانی ہم نے سکھا دی تھیں۔ آپ کے زمانے سے پہلے بغیر کنڈلوں اور بغیر حلقوں کے زرہ بنتی تھیں۔ کنڈلوں دار اور حلقوں والی زرہیں آپ نے ہی بنائیں۔ [2] جیسے اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا کہ وہ بہترین زرہ تیار کریں اور ٹھیک انداز سے ان میں حلقے بنائیں۔ [3] یہ زرہیں میدان جنگ میں کام آتی تھیں۔ پس یہ نعمت وہ تھی جس پر لوگوں کو اللہ کی شکر گزاری کرنی چاہئے۔

ہم نے زور آور ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا جو انہیں ان کے فرمان کے مطابق برکت والی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب حسن الصوت بالقرآۃ للقرآن (۵۰۴۸) صحیح مسلم : کتاب صلوۃ المسافرین : باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن (۷۹۳) ترمذی : کتاب المناقب (۳۸۵۵) مسند احمد (۳۴۹/۵)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۴۸۰/۱۸)]

[3] [سورہ سبا: آیت ۱۰، ۱۱]

زمین یعنی ملک شام میں پہنچا دیتی تھی۔ ہمیں ہر چیز کا علم ہے۔ آپ اپنے تخت پر مع اپنے لاؤلشکر اور سامان اسباب کے بیٹھ جاتے تھے۔ پھر جہاں جانا چاہتے ہوا آپ کو آپ کے فرمان کے مطابق گھڑی بھر میں وہاں پہنچا دیتی۔ تخت کے اوپر سے پرند پر کھول کر آپ پر سایہ ڈالتے جیسے فرمان ہے ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ﴾ [1] الخ۔ یعنی ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ جہاں پہنچنا چاہتے ان کے حکم کے مطابق اسی طرف نرمی سے لے چلتی۔ صبح شام مہینہ مہینہ بھر کی راہ کو طے کر لیتی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چھ ہزار کرسی لگائی جاتی۔ آپ کے قریب مومن انسان بیٹھتے ان کے پیچھے مومن جن ہوتے۔ پھر آپ کے حکم سے سب پرند سایہ کرتے پھر حکم کرتے تو ہوا آپ کو لے چلتی۔

عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کو حکم دیتے وہ مثل بڑے تودے کے جمع ہو جاتی گویا پہاڑ ہے پھر اس کے سب سے بلند مکان پر فرش افروز ہونے کا حکم دیتے پھر پردار گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے فرش پر چڑھ جاتے پھر ہوا کو حکم دیتے وہ آپ کو بلندی پر لے جاتی اس وقت سر نیچا کر لیتے دائیں بائیں بالکل نہ دیکھتے اس میں آپ کی تواضع اور اللہ کی شکر گزاری مقصود ہوتی تھی۔ کیونکہ آپ کو اپنی فروتنی کا علم تھا۔ پھر جہاں آپ حکم دیتے وہیں ہوا آپ کو اتار دیتی۔ اسی طرح سرکش جنات بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے قبضے میں کر دیئے تھے جو سمندروں میں غوطے لگا کر موتی اور جواہر وغیرہ نکال لایا کرتے تھے اور بھی بہت سے کام کاج کرتے تھے جیسے فرمان ہے ﴿وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ﴾ [2] الخ، ہم نے سرکش جنوں کو ان کا ماتحت کر دیا تھا جو معمار تھے اور غوطہ خور۔ اور ان کے علاوہ اور شیاطین بھی ان کے ماتحت تھے جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے اور ہم ہی سلیمان علیہ السلام کے حافظ ونگہبان تھے کوئی شیطان انہیں برائی نہ پہنچا سکتا تھا بلکہ سب کے سب ان کے ماتحت فرماں بردار اور تابع تھے کوئی ان کے قریب بھی نہ پھٹک سکتا تھا آپ کی حکمرانی ان پر چلتی تھی جسے چاہتے قید کر لیتے جسے چاہتے آزاد کر دیتے اسی کو فرمایا کہ اور جنات تھے جو جکڑے رہا کرتے تھے۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾

ایوب کی اس حالت کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا اسے دور کر دیا اور اس کو اہل وعیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے تاکہ سچے بندوں کیلئے سبب نصیحت ہو۔

ایوب علیہ السلام پر آزمائش کا ذکر: حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیفوں کا بیان ہو رہا ہے جو مالی جسمانی اور اولاد پر مشتمل تھیں

---

[1] [سورۂ ص: آیت ٣٦] [2] [سورۂ ص: آیت ٣٧، ٣٨]

ان کے بہت سے قسم قسم کے جانور تھے کھیتیاں باغات وغیرہ تھے اولاد بیویاں' لونڈیاں' غلام' جائیداد اور مال و متاع سبھی کچھ اللہ کا دیا موجود تھا۔ اب جو رب کی طرف سے ان پر آزمائش آئی تو ایک سرے سے سب کچھ فنا ہوتا گیا یہاں تک کہ جسم میں بھی جذام پھوٹ پڑا۔ دل اور زبان کے سوا سارے جسم کا کوئی حصہ اس مرض سے محفوظ نہ رہا۔ یہاں تک کہ آس پاس والے کراہت کرنے لگے۔ شہر کے ایک ویران کونے میں آپ کو سکونت اختیار کرنا پڑی۔ سوائے آپ کی ایک بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے اور کوئی آپ کے پاس نہ رہا' اس مصیبت کے وقت سب نے کنارہ کرلیا یہی ایک تھیں جو ان کی خدمت کرتی تھیں ساتھ ہی محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے' پھر صالح لوگوں کا پھر ان سے نیچے کے درجے والوں کا پھر ان سے کم درجے والوں کا [1] اور روایت میں ہے کہ ہر شخص کا امتحان اس کے دین کے انداز سے ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہے امتحان بھی سخت تر ہوتا ہے [2] حضرت ایوب علیہ السلام بڑے ہی صابر تھے یہاں تک کہ صبر ایوب زبان زد عام ہے۔

یزید بن میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی اہل وعیال مرگئے مال فنا ہوگیا کوئی چیز ہاتھ تلے باقی نہ رہی آپ اللہ کے ذکر میں اور بڑھ گئے کہنے لگے اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے احسان کئے مال دیا اولاد دی اس وقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو ان فکروں سے پاک کر دیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا اگر میرا دشمن ابلیس اس مہربانی کو جان لیتا تو وہ مجھ پر بہت ہی حسد کرتا ابلیس لعین اس قول سے اس وقت کی اس حمد سے جل بھن کر رہ گیا۔ [3] آپ کی دعاؤں میں یہ بھی دعا تھی کہ اے اللہ تو نے جب مجھے تونگر اور اولاد اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور تکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم وستم کیا۔ میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم وگرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادتوں میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا تیری رضامندی کی طلب میں میں اپنی راحت وآرام کو ترک کر دیا کرتا۔ (ابن ابی حاتم) اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ایک بہت لمبا قصہ ہے جسے بہت سے پچھلے مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن اس میں غرابت ہے اور اس کے طول کی وجہ سے ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ مدتوں تک آپ ان بلاؤں میں مبتلا رہے۔

حضرت حسن رحمہ اللہ اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سات سال اور کئی ماہ آپ بیماری میں مبتلا رہے بنو

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب الزھد : باب ما جاء فی الصبر علی البلاء (٢٣٩٨) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب الصبر علی البلاء (٤٠٢٣-٤٠٢٤) مستدرك حاكم (٤١/١) مسند احمد (١٧٢/١)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحة (١٤٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [ایضا]

[3] [الدر المنثور للسیوطی (٥٨٩/٤)]

اسرائیل کے کوڑے پھینکنے کی جگہ آپ کو ڈال رکھا تھا۔ بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے پھر اللہ نے آپ پر رحم وکرم کیا تمام بلاؤں سے نجات دی اجر دیا اور تعریفیں کیں وہب بن منبہ رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ پورے تین سال آپ اس تکلیف میں رہے۔ سارا گوشت جھڑ گیا تھا۔ صرف ہڈیاں اور چمڑہ رہ گیا تھا آپ راکھ میں پڑے رہتے تھے صرف ایک آپ کی بیوی صاحبہ تھیں جو آپ کے پاس تھیں جب زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایک روز عرض کرنے لگیں کہ اے نبی اللہ علیہ السلام آپ اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اس مصیبت کو ہم پر سے ٹال دے۔ آپ فرمانے لگے سنو! ستر برس تک اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت وعافیت میں رکھا تو اگر ستر سال تک میں اس حالت میں رہوں اور صبر کروں تو یہ بھی بہت کم ہے اس پر بیوی صاحبہ کانپ اٹھیں آپ شہر میں جاتیں، لوگوں کا کام کاج کرتیں اور جو ملتا وہ لے آتیں اور آپ کو کھلاتیں پلاتیں۔ آپ کے دو دوست دلی خیر خواہ دوست تھے انہیں شیطان نے جا کر خبر دی کہ تمہارا دوست سخت مصیبت میں مبتلا ہے تم جاؤ ان کی خبر گیری کر و اور اپنے ہاں کی کچھ شراب اپنے ساتھ لے جاؤ وہ پلا دینا اس سے انہیں شفا ہو جائے گی چنانچہ یہ دونوں آئے حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت دیکھتے ہی ان کے آنسو نکل آئے بلبلا کر رونے لگے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے یاد دلایا تو آپ خوش ہوئے انہیں مرحبا کہا وہ کہنے لگے اے جناب آپ شاید کچھ چھپاتے ہوں گے اور ظاہر اس کے خلاف کرتے ہوں گے؟ آپ نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں کیا چھپاتا تھا اور کیا ظاہر کرتا تھا۔ میرے رب نے مجھے اس میں مبتلا کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ میں صبر کرتا ہوں یا بے صبری؟ وہ کہنے لگے اچھا ہم آپ کے واسطے دوا لائے ہیں آپ اسے پی لیجئے شفا ہو جائے گی یہ شراب ہے۔ ہم اپنے ہاں سے لائے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ سخت غضبناک ہوئے اور فرمانے لگے تمہیں شیطان خبیث لایا ہے تم سے کلام کرنا تمہارا کھانا پینا بھی مجھ پر حرام ہے۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ نے ایک گھر والوں کی روٹیاں پکائیں ان کا ایک بچہ سویا ہوا تھا تو انہوں نے اس بچے کے حصے کی ٹکیا انہیں دے دی یہ لے کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آئیں آپ نے کہا یہ آج کہاں سے لائیں؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا ابھی ابھی واپس جاؤ ممکن ہے بچہ جاگ گیا ہو اور اسی ٹکیا کی ضد کرتا ہو اور رو رو کر سارے گھر کو پریشان کرتا ہو۔ آپ روٹی واپس لے چلیں ان کی ڈیوڑھی میں ایک بکری بندھی ہوئی تھی اس نے زور سے آپ کو ٹکر ماری آپ کی زبان سے نکل گیا دیکھو ایوب علیہ السلام کیسے غلط خیال والے ہیں۔ پھر اوپر گئیں تو دیکھا واقعی بچہ جاگا ہوا ہے اور ٹکیا کے لئے مچل رہا ہے اور گھر بھر کا ناک میں دم کر رکھا ہے یہ دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اللہ ایوب علیہ السلام پر رحم کرے، اچھے موقعے پر پہنچی۔ ٹکیا دے دی اور واپس لوٹیں راستے میں شیطان بصورت طبیب ملا اور کہنے لگا کہ تیرے خاوند سخت تکلیف میں مبتلا ہیں مرض پر مدتیں گزر گئیں تم انہیں سمجھاؤ فلاں قبیلے کے بت کے نام پر ایک مکھی مار دیں شفا ہو جائے گی پھر توبہ کر لیں۔ جب آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو ان سے یہ کہا آپ نے فرمایا شیطان خبیث کا جادو تجھ پر چل گیا۔ میں اگر تندرست ہو گیا تو تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔ ایک دن آپ حسب معمول تلاش معاش میں نکلیں گھر گھر پھر آئیں لیکن کہیں کام

نہ لگا مایوس ہو گئیں شام کو پلٹتے وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی بھوک کا خیال آیا تو آپ نے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر ایک امیر لڑکی کے ہاتھ فروخت کردی اس نے آپ کو بہت کچھ کھانے پینے کا اسباب دیا جسے لے کر آپ آئیں حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا یہ آج اتنا سارا اور اتنا اچھا کھانا کیسے مل گیا؟ فرمایا میں نے ایک امیر گھر کا کام کر دیا تھا۔ آپ نے کھا لیا دوسرے روز بھی اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور آپ نے اپنے بالوں کی دوسری لٹ کاٹ کر فروخت کر دی اور کھانا لے آئیں آج بھی یہی کھانا دیکھ کر آپ نے فرمایا واللہ! میں ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتا دے کہ یہ کیسے لائی؟ اب آپ نے اپنا دوپٹا سر سے اتار دیا دیکھا کہ سر کے بال کٹ چکے ہیں اس وقت سخت گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی اور اللہ سے دعا کی کہ مجھے ضرر پہنچا اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے۔ حضرت نوف بکالی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ جو شیطان حضرت ایوب علیہ السلام کے پیچھے پڑا تھا اس کا نام مبسوط تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی صاحبہ عموماً آپ سے عرض کیا کرتی تھیں کہ اللہ سے دعا کرو۔ لیکن آپ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن بنو اسرائیل کے کچھ لوگ آپ کے پاس سے نکلے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے اس شخص کو یہ تکلیف ضرور کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے اس وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ دعا نکل گئی۔ حضرت عبداللہ عبید بن عمیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے ایک دن وہ ملنے کے لئے آئے۔ لیکن جسم کی بدبو کی وجہ سے قریب نہ آ سکے دور ہی کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر اس شخص میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں نہ ڈالتا۔ اس بات نے حضرت ایوب علیہ السلام کو وہ صدمہ پہنچایا جو آج تک آپ کو کسی چیز سے نہ ہوا تھا اس وقت کہنے لگے اے اللہ کوئی رات مجھ پر ایسی نہیں گزری کہ کوئی بھوکا شخص میرے علم میں ہو اور میں نے پیٹ بھر لیا ہو پروردگار اگر میں اپنی اس بات کے نزدیک سچا ہوں تو میری تصدیق فرما۔ اسی وقت آسمان سے آپ کی تصدیق کی گئی اور وہ دونوں سن رہے تھے۔ پھر فرمایا پروردگار کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے پاس ایک سے زائد کپڑے ہوں اور میں نے کسی ننگے کو نہ دیئے ہوں اگر میں اس میں سچا ہوں تو تو میری تصدیق آسمان سے کر۔ اس پر بھی آپ کی تصدیق ان کے سنتے ہوئے کی گئی۔ پھر یہ دعا کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑے کہ اے اللہ میں تو اب سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ تو مجھ سے ان تمام مصیبتوں کو دور نہ کر دے جو مجھ پر نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ اور اس سے پہلے کہ آپ سر اٹھائیں تمام تکلیفیں اور بیماریاں آپ سے دور ہو گئیں جو آپ پر اتری تھیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس تک بلاؤں میں گھرے رہے پھر ان کے دو دوستوں کے آنے کا اور بدگمانی کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میری تو یہ حالت تھی کہ راستہ چلتے دو شخصوں کو جھگڑتا دیکھتا اور ان میں سے کسی کو قسم کھاتے سن لیتا تو گھر آ کر اس کی طرف سے آپ کفارہ ادا کر دیتا کہ ایسا نہ ہو کہ اس نے اللہ کا نام ناحق لیا ہو۔ آپ اپنی اسی بیماری میں اس قدر نڈھال ہو گئے تھے کہ آپ کی بیوی صاحبہ آپ کا ہاتھ تھام کر پاخانہ پیشاب کے لئے لے جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کو حاجت تھی، آپ نے آواز دی لیکن انہیں آنے میں دیر لگی۔ آپ کو سخت تکلیف ہوئی،

اسی وقت آسمان سے ندا آئی کہ اے ایوب اپنی ایڑی زمین پر مارو اسی پانی کو پی بھی لو اور اسی سے نہا بھی لو۔ اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل غریب ہے۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جنت کا حلہ نازل فرمایا جسے پہن کر آپ یکسو ہو کر بیٹھ گئے۔ جب آپ کی بیوی آئیں اور آپ کو نہ پہچان سکیں تو آپ سے پوچھنے لگیں اے اللہ کے بندے یہاں ایک بیمار، بے کس و بے بس تھے تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہوئے؟ کہیں انہیں بھیڑیئے نہ کھا گئے ہوں یا کتے نہ لے گئے ہوں؟ تب آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ بیمار ایوب میں ہی ہوں بیوی صاحبہ کہنے لگیں اے شخص تو مجھ دکھیا عورت سے ہنسی کر رہا ہے اور مجھے مزاق بنا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اللہ نے شفا دے دی اور یہ رنگ روپ بھی۔ آپ کا مال آپ کو واپس دیا گیا آپ کی اولاد وہی آپ کو واپس ملی اور ان کے ساتھ ہی ویسی ہی اور بھی۔ وحی میں یہ خوشخبری بھی آپ کو سنا دی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ قربانی کرو اور استغفار کرو، تیرے اپنوں نے تیرے بارے میں میری نافرمانی کر لی تھی۔

اور روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت عطا فرمائی آسمان سے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں جنہیں لے کر آپ نے اپنے کپڑے میں جمع کرنی شروع کر دیں تو آواز دی گئی کہ اے ایوب کیا تو اب تک آسودہ نہیں ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ اے میرے پروردگار تیری رحمت سے آسودہ کون ہو سکتا ہے؟ [2] پھر فرماتا ہے ہم نے اسے اس کے اہل و عیال عطا فرمائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں وہی لوگ واپس کئے گئے۔ [3] آپ کی بیوی کا نام رحمت تھا۔ یہ قول اگر آیت سے سمجھا گیا ہے تو یہ بھی دور از کار امر ہے اور اگر اہل کتاب سے لیا گیا ہے تو وہ تصدیق تکذیب کے قابل چیز نہیں۔ ابن عساکر نے ان کا نام اپنی تاریخ میں ''لیا'' بتایا ہے۔ یہ منشا بن یوسف بن یعقوب اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی بیٹی ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت ''لیا'' حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں جو شفیعہ کی زمین میں آپ کے ساتھ تھیں۔ مروی ہے کہ آپ سے فرمایا گیا کہ تیرے اہل سب جنت میں ہیں تم کہو تو میں ان سب کو یہاں دنیا میں لا دوں اور کہے تو وہیں رہنے دوں اور دنیا میں ان کا عوض دوں آپ نے دوسری بات پسند

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱٦٧/٢٣) مسند بزار (٢٣٥٧) مسند ابویعلی (٣٦١٧) صحیح ابن حبان (٢٨٩٨) مستدرك حاكم (٥٨١/٢)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ بزار کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (١٣٨٠٠)، (٢١١/٨)]

[2] [صحیح : تفسیر ابن ابی حاتم (٢٤٦١/٨) مسند احمد (٣١٤/٢)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔[الموسوعة الحديثية (٨٠٣٨)] اس کی اصل صحیح بخاری میں موجود ہے۔ دیکھئے: صحیح بخاری : کتاب الغسل : باب من اغتسل عریانا وحده فی الخلوة ومن تستر فالتستر افضل (٢٧٩)، (٣٣٩١)، (٧٤٩٣)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٥٠٦/١٨)]

فرمائی۔ پس آخرت کا اجر اور دنیا کا بدلہ دونوں آپ کو ملا۔ یہ سب کچھ ہماری رحمت کا ظہور تھا۔ اور ہمارے سچے عابدوں کے لئے نصیحت و عبرت تھی' آپ اہل بلا کے پیشوا تھے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ مصیبتوں میں پھنسے ہوئے لوگ اپنے لئے آپ کی ذات میں عبرت دیکھیں' بے صبری سے ناشکری نہ کرنے لگیں اور لوگ انہیں اللہ کے برے بندے نہ سمجھیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام صبر کا پہاڑ ثابت قدمی کا نمونہ تھے اللہ کے لکھے پر' اس کے امتحان پر انسان کو صبر و برداشت کرنی چاہئے نہ جانے قدرت در پردہ اپنی کیا کیا حکمتیں دکھا رہی ہے۔

وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِدۡرِیۡسَ وَ ذَا الۡکِفۡلِ ؕ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۸۵﴾ وَ اَدۡخَلۡنٰہُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِنَا ؕ اِنَّہُمۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۶﴾

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل' یہ سب صابر لوگ تھے ○ ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا' یہ لوگ سب نیک تھے ○

اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام: حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے فرزند تھے۔ سورۂ مریم میں ان کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی ذکر گزر چکا ہے۔ ذوالکفل بظاہر تو نبی ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ نبیوں کے ذکر میں ان کا نام آیا ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ نبی نہ تھے بلکہ ایک صالح شخص تھے اپنے زمانے کے بادشاہ تھے' بڑے ہی عادل اور بامروت۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اس میں توقف کرتے ہیں۔ [1] فاللہ اعلم۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں [2] یہ ایک نیک بزرگ تھے جنہوں نے اپنے زمانے کے نبی علیہ السلام سے عہد و پیمان کئے اور ان پر قائم رہے۔ قوم میں عدل و انصاف کیا کرتے تھے۔ مروی ہے کہ جب حضرت یسع علیہ السلام بہت بوڑھے ہو گئے تو ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں ان کو خلیفہ مقرر کر دوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل کرتا ہے۔ لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرے میں اسے خلافت سونپتا ہوں۔ دن بھر روزے سے رہے رات بھر قیام کرے اور کبھی بھی غصے نہ ہو۔ کوئی اور تو کھڑا نہ ہوا ایک شخص جسے لوگ بہت ہلکے درجے کا سمجھتے تھے کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اس شرط کو پوری کر دوں گا آپ نے پوچھا یعنی تو دنوں میں روزے سے رہے گا اور راتوں کو تہجد پڑھتا رہے گا اور غصہ نہ کرے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ یسع علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب کل سہی۔ دوسرے روز بھی آپ نے اسی طرح مجلس میں عام سوال کیا لیکن اس شخص کے سوا کوئی اور کھڑا نہ ہوا۔ چنانچہ انہی کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ اب شیطان نے چھوٹے چھوٹے شیاطین کو اس بزرگ کے بہکانے کے لئے بھیجنا شروع کیا مگر کسی کی کچھ نہ چلی ابلیس خود چلا دوپہر کو قیلولے کے لئے آپ لیٹے ہی تھے جو خبیث نے کنڈیاں پیٹنی شروع کر دیں آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہنا شروع کیا کہ میں ایک مظلوم ہوں فریادی ہوں میری قوم مجھے ستا رہی ہے۔ میرے ساتھ انہوں نے یہ کیا یہ کیا اب جو لمبا قصہ سنانا شروع کیا تو کسی طرح ختم ہی نہیں کرتا نیند کا سارا وقت اسی میں چلا گیا اور حضرت ذوالکفل دن رات میں بس

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۵۰۷)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۵۰۹)]

صرف اسی وقت ذرا سی دیر کے لئے سوتے تھے۔ آپ نے فرمایا اچھا شام کو آنا میں تمہارا انصاف کر دوں گا اب شام کو جب فیصلے کرنے لگے ہر طرف اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں یہاں تک کہ خود جا کر ادھر ادھر بھی تلاش کیا مگر اسے نہ پایا۔ دوسری صبح کو بھی وہ نہ آیا پھر جہاں آپ دو پہر کو دو گھڑی آرام کرنے کے ارادے سے لیٹے جو یہ خبیث آ گیا اور دروازہ ٹھونکنے لگا آپ نے کھول دیا اور فرمانے لگے میں نے تو تم سے شام کو آنے کو کہا تھا' منتظر رہا لیکن تم نہ آئے۔ وہ کہنے لگا حضرت کیا بتاؤں جب میں نے آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے تم نہ جاؤ ہم تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں میں رک گیا پھر انہوں نے اب انکار کر دیا اور بھی کچھ لمبے واقعات بیان کرنے شروع کر دیئے اور آج نیند بھی کھوئی اب شام کو پھر انتظار کیا لیکن نہ اسے آنا تھا نہ آیا۔ تیسرے دن آپ نے آدمی مقرر کیا کہ دیکھو کوئی دروازے پر نہ آنے پائے مارے نیند کے میری حالت غیر ہو رہی ہے آپ ابھی لیٹے تھے جو وہ مردود پھر آ گیا چوکیدار نے اسے روکا یہ ایک طاق میں سے اندر گھس گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا آپ نے اٹھ کر پہرے دار سے کہا کہ دیکھو میں نے تمہیں ہدایت کر دی تھی پھر بھی آپ نے دروازے کے اندر سے کس کو آنے دیا؟ اس نے کہا نہیں میری طرف سے کوئی نہیں آیا۔ اب جو غور سے آپ نے دیکھا تو دروازے کو بند پایا۔ آپ پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے اس وقت شیطان نے کہا اے ولی اللہ! میں تجھ سے ہارا نہ تو نے رات کا قیام ترک کیا نہ تو اس نوکر پر ایسے موقعہ پر غصے ہوا پس اللہ نے ان کا نام ذوالکفل رکھا۔ اس لئے کہ جن باتوں کی انہوں نے کفالت لی تھیں انہیں پورا کر دکھایا۔ (ابن ابی حاتم)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی کچھ تفسیر کے ساتھ یہ قصہ مروی ہے اس میں ہے کہ بنو اسرائیل کے ایک قاضی نے بوقت مرگ کہا تھا کہ میرے بعد میرا عہدہ کون سنبھالتا ہے؟ اس نے کہا میں۔ چنانچہ انکا نام ذوالکفل ہوا۔ اس میں ہے کہ شیطان جب ان کے آرام کے وقت آیا پہرے والوں نے روکا اس نے اس قدر غل مچایا کہ آپ جاگ گئے دوسرے دن بھی یہی کیا تیسرے دن بھی یہی کیا اب آپ اس کے ساتھ چلنے کے لئے آمادہ ہوئے کہ میں تیرے ساتھ چل کر تیرا حق دلواتا ہوں لیکن راستے میں سے وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت اشعری رحمہ اللہ نے منبر پر فرمایا کہ ذوالکفل نبی نہ تھا بنو اسرائیل کا ایک صالح شخص تھا جو ہر روز سو نمازیں پڑھتا تھا اس کے بعد انہوں نے اس قسم کی عبادتوں کا ذمہ اٹھایا۔ اس لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ ایک منقطع روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی یہ منقول ہے۔ ایک غریب حدیث مسند امام بن حنبل میں ہے اس میں کفل کا ایک واقعہ بیان ہے ذوالکفل نہیں کہا گیا۔ بہت ممکن ہے یہ کوئی اور صاحب ہوں۔ واقعہ اس حدیث میں یہ ہے کہ کفل نامی ایک شخص تھا جو کسی گناہ سے بچتا نہ تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ایک عورت کو ساٹھ دینار دے کر بدکاری کے لئے آمادہ کیا جب اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے تیار ہوا تو وہ عورت رونے اور کانپنے لگی۔ اس نے کہا میں نے تجھ پر کوئی زبردستی تو کی نہیں پھر رونے اور کانپنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا میں نے ایسی کوئی نافرمانی آج تک اللہ تعالیٰ کی نہیں کی۔ اس وقت میری محتاجی نے مجھے یہ برا دن دکھایا ہے۔ کفل نے کہا تو ایک گناہ پر اس قدر پریشان ہے؟ حالانکہ اس

سے پہلے تو نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اسی وقت اسے چھوڑ کر الگ ہو گیا اور کہنے لگا جا یہ دینار میں نے تجھے بخشے۔ قسم اللہ کی آج سے میں کسی قسم کی اللہ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اللہ کی شان اسی رات اس کا انتقال ہوتا ہے۔ صبح لوگ دیکھتے ہیں کہ اس کے دروازے پر قدرتی حروف سے لکھا ہوا تھا کہ اللہ نے کفل کو بخش دیا۔ [1]

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ
اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ
وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾

ذوالنون کو یاد کر جب کہ وہ غصے سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے تنگ نہ پکڑیں گے پھر تو اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھے کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ظالموں میں ہو گیا○ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی، ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچا لیا کرتے ہیں○

یونس علیہ السلام اور ان کی دعا: یہ واقعہ یہاں بھی مذکور ہے اور سورۂ صافات میں بھی ہے اور سورۂ نون میں بھی ہے [2] یہ پیغمبر حضرت یونس بن متی علیہ السلام تھے انہیں موصل کے علاقے کی بستی نینوا کی طرف نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا آپ نے اللہ کی راہ کی دعوت دی لیکن قوم ایمان نہ لائی آپ وہاں سے ناراض ہو کر چل دیئے اور ان لوگوں سے کہنے لگے کہ تین دن میں تم پر عذاب الٰہی آ جائے گا جب انہیں اس بات کی تحقیق ہو گئی اور انہوں نے جان لیا کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے نہیں ہوتے تو یہ سب کے سب چھوٹے بڑے مع اپنے جانوروں اور مویشیوں کے جنگل میں نکل کھڑے ہوئے، بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور بلک بلک کر نہایت گریہ وزاری سے جناب باری تعالیٰ میں فریاد شروع کر دی ادھر ان کی آہ و بکا ادھر جانوروں کی بھیانک صدا، غرض اللہ کی رحمت متوجہ ہو گئی، عذاب اٹھا لیا گیا جیسے فرمان ہے ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ﴾ [3] الخ، یعنی عذابوں کی تحقیق کے بعد کے ایمان نے کسی کو نفع نہیں دیا سوائے قوم یونس کے کہ ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لئے اور دنیا کی رسوائی سے انہیں بچا لیا اور موت تک کی مہلت دے دی۔ حضرت یونس علیہ السلام یہاں سے چل کر ایک کشتی میں سوار ہوئے، آگے جا کر طوفان کے آثار نمودار ہوئے۔ قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے مشورہ یہ ہوا کہ کسی آدمی کو دریا میں ڈال دینا چاہئے کہ وزن کم ہو جائے۔ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا لیکن کسی نے آپ کو دریا میں ڈالنا پسند نہ کیا۔ دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی آپ ہی کا نام نکلا، تیسری مرتبہ پھر قرعہ ڈالا اب کی مرتبہ بھی آپ ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے ﴿فَسَاهَمَ

---

[1] **[ضعیف** : مسند احمد (۲/۲۳) ترمذی : کتاب صفة القیامة (۲۴۹۶) مستدرك حاكم (۴/۲۵۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۴۷۴۷)] ضعیف ترمذی، ضعیف الترغیب (۱۹۶۴) ضعیف الجامع الصغیر (۴۱۵۰) السلسلة الضعیفة (۴۰۸۳)]

[2] [سورة الصافات : آیت ۱۳۹-۱۴۸، سورة القلم : آیت ۴۸-۵۰]

[3] [سورہ یونس: آیت ۹۸]

﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ﴾ [1] اب کے حضرت یونس علیہ السلام خود کھڑے ہو گئے' کپڑے اتار کر دریا میں کود پڑے۔ بحر اخضر سے بحکم الٰہی ایک مچھلی پانی کاٹتی ہوئی آئی اور آپ کو لقمہ بنا کر گئی لیکن بحکم اللہ نہ آپ کی ہڈی توڑی نہ جسم کو کچھ نقصان پہنچایا آپ اس کے لئے غذا نہ تھے بلکہ اس کا پیٹ آپ کے لئے قید خانہ تھا اسی وجہ سے آپ کی نسبت مچھلی کی طرف کی گئی عربی میں مچھلی کو نون کہتے ہیں آپ کا غضب وغصہ آپ کی قوم پر تھا [2] خیال یہ تھا کہ اللہ آپ کو تنگ نہ پکڑے گا پس یہاں ﴿نَقْدِرَ﴾ کے یہ معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد' ضحاک رحمہ اللہ علیہما وغیرہ نے کئے ہیں [3] امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں اور اس کی تائید آیت ﴿وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ﴾ [4] سے بھی ہوتی ہے حضرت عطیہ عوفی رحمہ اللہ نے یہ معنی کئے ہیں کہ ہم اس پر مقدر نہ کریں گے ﴿قَدَرَ﴾ اور ﴿قَدَّرَ﴾ ایک معنی میں بولے جاتے ہیں اس کی سند میں عربی کے شعر کے علاوہ آیت ﴿فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلَى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ﴾ [5] بھی پیش کی جاسکتی ہے ان اندھیروں میں پھنس کر اب یونس علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا سمندر کے نیچے کا اندھیرا' پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا' پھر رات کا اندھیرا یہ اندھیرے سب جمع تھے [6] آپ نے سمندر کی تہہ کی کنکریوں کی تسبیح سنی اور خود تسبیح کرنی شروع کی۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں جا کر پہلے تو سمجھے کہ میں مر گیا پھر پیر کو ہلایا تو یقین ہوا کہ میں زندہ ہوں وہیں سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے بار الٰہی میں نے تیرے لئے اس جگہ کو مسجد بنایا جسے اس سے پہلے کسی نے جائے سجود نہ بنایا ہوگا۔ [7] حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔

ابن جریر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے قید کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ آپ کو نگل لے لیکن اس طرح کہ نہ ہڈی ٹوٹے نہ جسم پر خراش آئے جب آپ سمندر کی تہہ میں پہنچے تو وہاں تسبیح سن کر حیران رہ گئے وحی آئی کہ یہ سمندر کے جانوروں کی تسبیح ہے۔ چنانچہ آپ نے اللہ کی تسبیح شروع کر دی اسے سن کر فرشتوں نے کہا کہ بار الٰہی! یہ آواز تو بہت دور کی اور بہت کمزور ہے کس کی ہے؟ ہم تو نہیں پہچان سکے۔ جواب ملا کہ یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے اس نے میری نافرمانی کی میں نے اسے مچھلی کے پیٹ کے قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ انہوں نے کہا پروردگار ان کے نیک اعمال تو دن رات کے ہر وقت چڑھتے ہی رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش قبول فرمائی اور مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو کنارے پر اگل دے۔ [8] تفسیر ابن کثیر کے ایک نسخے میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو یونس بن متی سے

---

[1] [سورة الصافات: آيت ١٤١]

[2] [تفسير ابن جرير الطبرى (١٨/٥١١)]

[3] [تفسير ابن جرير الطبرى (١٨/٥١٤)]

[4] [سورة الطلاق: آيت ٧]

[5] [سورة القمر: آيت ١٢]

[6] [تفسير قرطبى (١١/٣٣٣)]

[7] [تفسير ابن جرير الطبرى (١٨/٥١٨)]

[8] [ضعيف : تفسير ابن جرير الطبرى (٢٤٧٧٨) بزار فى كتاب التفسير : باب سورة الصافات (٢٢٥٤)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابن اسحاق راوی مدلس ہے۔ [مجمع الزوائد (٧/١٠١)]

افضل کہے۔ اللہ کے اس بندے نے اندھیریوں میں اپنے رب کی تسبیح بیان کی ہے۔ (۱) اوپر جو روایت گزری اس کی وہی ایک سند ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دعا کی تو یہ کلمات عرش کے اردگرد گھومنے لگے فرشتے کہنے لگے بہت دور دراز کی یہ آواز ہے لیکن کان اس سے پہلے اس سے آشنا ضرور ہیں آواز بہت ضعیف ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے پہچانا نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا وہی یونس جس کے پاک عمل قبول شدہ ہر روز تیری طرف چڑھتے تھے اور جن کی دعائیں تیرے پاس مقبول تھیں اے اللہ جیسے وہ آرام کے وقت نیکیاں کرتا تھا تو اس مصیبت کے وقت اس پر رحم کر۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو بغیر تکلیف کے کنارے پر اگل دے۔ (۲)

استغفار ذریعہ نجات: پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور غم سے نجات دے دی۔ ان اندھیروں سے نکال دیا اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ وہ مصیبتوں میں گر کر ہمیں پکارتے ہیں اور ہم ان کی دستگیری فرما کر تمام تکلیفیں آسان کر دیتے ہیں۔ خصوصاً جو لوگ اس دعائے یونس ہی کو پڑھیں۔ جس کی تاکید سید الانبیاء رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

مسند احمد، ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں تھے۔ میں نے سلام کیا آپ نے مجھے بغور دیکھا اور میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے آ کر شکایت کی آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان سے کہا کہ آپ نے ایک مسلمان بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا نہ یہ آئے' نہ انہوں نے سلام کیا' نہ یہ کہ میں نے انہیں جواب نہ دیا ہو۔ اس پر میں نے قسم کھائی تو آپ نے بھی میرے مقابلے میں قسم کھالی پھر کچھ خیال کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے توبہ استغفار کیا اور فرمایا ٹھیک ہے آپ نکلے تھے لیکن میں اس وقت اپنے دل سے وہ بات کہہ رہا تھا جو میں نے رسول اللہ ﷺ نے سنی تھی۔ واللہ! مجھے جب وہ یاد آتی ہے میری آنکھوں پر ہی نہیں بلکہ میرے دل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر کیا ہی تھا جو ایک اعرابی آ گیا اور آپ کو اپنی باتوں میں مشغول کر لیا بہت وقت گزر گیا اب حضور ﷺ وہاں سے اٹھے اور مکان کی طرف تشریف لے چلے میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا جب آپ گھر کے قریب پہنچ گئے مجھے ڈر لگا کہ کہیں آپ اندر نہ چلے جائیں اور میں رہ نہ جاؤں تو میں نے زور زور سے زمین پر پاؤں مار مار کر چلنا شروع کیا میری جوتیوں کی آہٹ سن کر آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابواسحاق؟ میں نے

---

(۱) [ابن ابی شیبۃ (۱۲/۱۵۶) کنز العمال (۱۲/۴۷۶) موسوعۃ اطراف الحدیث (۱۷۰۳۵۱)]

(۲) [ضعیف اخرجہ ابن ابی الدنیا فی الفرج بعد الشدۃ (۳۲) الدر المنثور للسیوطی (۴/۵۹۹)] اس کی سند میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔]

کہا جی ہاں یارسول اللہ ﷺ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا حضور ﷺ آپ نے اول دعا کا ذکر کیا پھر وہ اعرابی آ گیا اور آپ کو مشغول کرلیا۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں وہ دعا ذوالنون علیہ السلام کی تھی جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ سنو! جو بھی مسلمان جس کسی معاملے میں جب کبھی اپنے رب سے یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔ [۱] ابن ابی حاتم میں ہے جو بھی حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔ ابو سعید فرماتے ہیں اسی آیت میں اس کے بعد ہی فرمان ہے ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ [۲] ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ کا وہ نام جس سے وہ پکارا جائے تو قبول فرمالے اور جو مانگا جائے وہ عطا فرمائے وہ حضرت یونس بن متی کی دعا میں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! وہ حضرت یونس علیہ السلام کے لئے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لئے عام جو بھی یہ دعا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی، اسے غم سے چھڑایا اور اسی طرح ہم مومنوں کو چھڑاتے ہیں۔ پس جو بھی اس دعا کو کرے اس سے اللہ کا قبولیت کا وعدہ ہو چکا ہے۔ [۳] ابن ابی حاتم میں ہے کثیر بن معبد فرماتے ہیں میں نے امام حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ابوسعید! اللہ کا وہ اسم اعظم کہ جب اس کے ساتھ اس سے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرمائے کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ برادرزادے کیا تم نے قرآن کریم میں اللہ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟ پھر آپ نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا بھتیجے یہی اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾

---

[۱] [صحیح : مسند احمد (۱/۱۷۰) مستدرك حاكم (۱/۵۰۵) مسند ابويعلى (۷۷۲) ترمذى : كتاب الدعوات (۳۵۰۵) نسائى فى السنن الكبرى فى كتاب عمل اليوم والليلة : باب ذكر دعوة ذى النون (۱۰۴۹۱)، (۶/۱۶۸)] امام حاکم ؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ امام ہیثمی ؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابراہیم بن محمد کے اور وہ ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۷/۱۶۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۴۶۲)] شیخ البانی ؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[۲] [مسند ابو يعلى (۷۰۷) ذخيرة الحفاظ (۵۲۹۱)]

[۳] ضعیف : تفسير ابن جرير الطبرى (۲۴۷۷۹)] اس کی سند میں علی بن زید ضعیف ہے۔ اسے حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [المستدرك (۱/۵۰۵)] مگر اس کی سند میں عمرو بن بکر ضعیف ہے۔]

زکریا کو یاد کر جب کہ اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے تنہا نہ چھوڑ تو سب سے بہتر وارث ہے ○ ہم نے اس کی دعا کو قبول فرما کر یحییٰ عطا فرمایا اور ان کی بیوی کو ان کے لئے بھلا چنگا کر دیا' یہ بزرگ لوگ نیکیوں کی طرف دوڑا کرتے تھے اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے رہتے تھے اور ہمارے سامنے پوری عاجزی کرنے والے تھے ○

زکریا علیہ السلام کی دعا اور بڑھاپے میں اولاد: اللہ تعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ کہ انہوں نے دعا کی کہ مجھے اولاد ہو جو میرے بعد نبی بنے۔ سورۂ مریم اور سورۂ آل عمران میں یہ واقعہ تفصیل سے ہے آپ نے یہ دعا لوگوں سے چھپا کر کی تھی مجھے تنہا نہ چھوڑ یعنی بے اولاد۔ دعا کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جیسے کہ اس دعا کے لائق تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ اور آپ کی بیوی صاحبہ کو جنہیں بڑھاپے تک کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اولاد کے قابل بنا دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں ان کی طول زبانی بند کر دی۔ بعض کہتے ہیں ان کے اخلاق کی کمی پوری کر دی۔ لیکن الفاظ قرآن کے قریب پہلا معنی ہی ہے۔ یہ سب بزرگ نیکیوں کی طرف اور اللہ کی فرمانبرداری کی طرف بھاگ دوڑ کرنے والے تھے۔ لالچ اور ڈر سے اللہ سے دعائیں کرنے والے تھے اور سچے مومن' رب کی باتیں ماننے والے' اللہ کا خوف رکھنے والے' تواضع' انکساری اور عاجزی کرنے والے' اللہ کے سامنے اپنی فروتنی ظاہر کرنے والے تھے۔

مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا لوگو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی اور اس کی پوری ثنا وصفت بیان کرتے رہنے کی اور لالچ اور خوف سے دعائیں مانگنے کی اور دعاؤں میں خشوع وخضوع کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دیکھو اللہ عزوجل نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھرانے کی یہی فضیلت بیان فرمائی ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَالَّتِيٓ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۹۱﴾

اور وہ پاک دامن بیوی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہم نے آپ ان میں اپنے پاس کی روح پھونک دی اور خود انہیں اور ان کے لڑکے کو تمام جہان کیلئے نشان قدرت کر دیا ○

مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر: حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے۔ قرآن کریم میں عموماً حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے قصے کے ساتھ ان کا قصہ بیان ہوتا رہا ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں میں پورا ربط ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام پورے بڑھاپے کے عالم میں' آپ کی بیوی صاحبہ جوانی سے گزری ہوئی اور پوری عمر کی بے اولاد' ان کے ہاں اولاد عطا فرمائی۔ اس قدرت کو دکھا کر پھر محض عورت کو بغیر شوہر کے اولاد عطا فرمانا یہ اس قدرت کا کمال ظاہر کرتا ہے۔ سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم میں بھی یہی ترتیب ہے۔ مراد عصمت والی عورت سے حضرت

مریم رضی اللہ عنہا ہیں، جیسے فرمان ہے ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ [1] الخ، یعنی عمران کی لڑکی مریم جو پاک دامن تھیں، انہیں اور ان کے لڑکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی بے نظیر قدرت کا نشان بنایا کہ مخلوق کو اللہ کی ہر طرح کی قدرت اور اس کے پیدائش پر وسیع اختیارات اور صرف اپنے ارادے سے چیزوں کا بنانا معلوم ہو جائے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی قدرت کی ایک علامت تھے جنات کے لئے بھی اور انسانوں کے لئے۔

إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ﴿٩٣﴾ فَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿٩٤﴾

یہ ہے تم سب کا دین ایک ہی دین اور میں تم سب کا پروردگار پس تم میری ہی عبادت کرو○ لوگوں نے آپ اپنے دین میں فرقہ بندیاں کرلیں، سب کے سب ہماری طرف ہی لوٹنے والے ہیں○ جو بھی نیک عمل کرے اور ہو بھی وہ مومن تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں، ہم تو اس کے لکھ لینے والے ہیں○

تمام ادیان کی بنیاد توحید پر: فرمان ہے کہ تم سب کا دین ایک ہی ہے۔ اوامر و نواہی کے احکام تم سب میں یکساں ہیں۔ ﴿هَٰذِهِ﴾ اسم ہے ﴿إِنَّ﴾ کا اور ﴿أُمَّتُكُمْ﴾ خبر ہے اور ﴿أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ حال ہے۔ یعنی یہ شریعت جو بیان ہوئی تم سب کی متفق علیہ شریعت ہے۔ جس کا اصلی مقصود توحید الٰہی ہے جیسے آیت ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ﴾ [2] سے ﴿فَاتَّقُونِ﴾ تک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ہم انبیاء کی جماعت ایسے ہے جیسے ایک باپ کا فرزند کہ دین سب کا ایک ہے [3] یعنی اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت۔ اگرچہ احکامات شرع مختلف ہیں۔ جیسے فرمان قرآن ہے ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ [4] ہر ایک کی راہ اور طریقہ ہے۔ پھر لوگوں نے اختلاف کیا بعض اپنے نبیوں پر ایمان لائے اور بعض نہ لائے۔ قیامت کے دن سب کو لوٹنا ہماری طرف ہے ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا نیکوں کو نیک بدلہ اور بروں کو بری سزا۔ جس کے دل میں ایمان ہو اور جس کے اعمال نیک ہوں اس کے اعمال اکارت نہ ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا﴾ [5] نیک کام کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے۔ ایسے اعمال کی قدردانی کرتے ہیں، ایک ذرے کے برابر ہم ظلم روا نہیں رکھتے، تمام اعمال لکھ لیتے ہیں، کوئی چیز چھوڑتے نہیں۔

---

[1] [سورة التحريم: آيت ١٢]

[2] [سورة المومنون: آيت ٥١_٥٢]

[3] [صحیح: صحيح بخاری : كتاب احاديث الانبياء : باب قول الله تعالى واذكر فى الكتاب مريم (٣٤٤٣) صحيح مسلم : كتاب الفضائل : باب من فضائل عيسى بن مريم (٢٣٦٥)]

[4] [سورة المائدة: آيت ٤٨] [5] [سورة الكهف: آيت ٣٠]

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾

جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس پر لازم ہے کہ وہاں کے لوگ پھر کر نہیں آنے کے ○ یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ آئیں ○ اور سچا وعدہ قریب آ لگے اس وقت کافروں کی نگاہیں اچانک اوپر کی طرف ہی سل جائیں، ہائے افسوس ہم تو اس حال سے غافل تھے بلکہ فی الواقع ہم قصوروار تھے ○

یاجوج ماجوج یافث کی اولاد: ہلاک شدہ لوگوں کا دنیا کی طرف پھر پلٹنا محال ہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ان کی توبہ مقبول نہیں۔ لیکن پہلا قول اولیٰ ہے۔ یاجوج ماجوج نسل آدم سے ہیں۔ بلکہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے یافث کی اولاد میں سے ہیں جن کی نسل ترک ہیں یہ بھی انہی کا ایک گروہ ہے۔ یہ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کے باہر ہی چھوڑ دیئے گئے تھے۔ آپ نے دیوار بنا کر فرمایا تھا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے۔ اللہ کے وعدے کے وقت اس کا چورا چورا ہو جائے گا میرے رب کا وعدہ حق ہے' الخ۔ یاجوج ماجوج قرب قیامت کے وقت وہاں سے نکل آئیں گے اور زمین میں فساد مچا دیں گے۔ ہر اونچی جگہ کو عربی میں ﴿حدب﴾ کہتے ہیں۔ ان کے نکلنے کے وقت ان کی یہی حالت ہوگی تو اس خبر کو اس طرح بیان کیا جیسے سننے والا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور واقع میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی خبر کس کی ہوگی؟ جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ ہو چکی' ہوئی اور ہونے والی باتوں سے آگاہ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لڑکوں کو اچھلتے کودتے کھیلتے دوڑتے ایک دوسروں کی چٹکیاں بھرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا اسی طرح یاجوج ماجوج آئیں گے۔ بہت سی احادیث میں ان کے نکلنے کا ذکر ہے۔

① مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ لوگوں کے پاس پہنچیں گے جیسے اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾ وہ چھا جائیں گے اور مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں سمٹ آئیں گے اپنے جانوروں کو بھی وہیں لے لیں گے اور اپنا پانی انہیں پلاتے رہیں گے یاجوج ماجوج جس نہر سے گزریں گے اس کا پانی صفاچٹ کر جائیں گے یہاں تک کہ اس میں خاک اڑنے لگے کہ ان کی دوسری جماعت جب وہاں پہنچے گی تو وہ کہے گی شاید اس میں کسی زمانے میں پانی ہوگا۔ جب یہ دیکھیں گے کہ اب زمین پر کوئی نہ رہا اور واقع میں سوائے ان مسلمانوں کے جو اپنے شہروں اور قلعوں میں پناہ گزین ہوں گے کوئی اور وہاں ہوگا بھی نہیں تو یہ کہیں گے کہ اب زمین والوں سے تو ہم فارغ ہو گئے آؤ آسمان والوں کی خبر لیں چنانچہ ان میں سے ایک شریر اپنا نیزہ گھما کر آسمان کی طرف پھینکے گا قدرت الٰہی سے وہ خون آلود ہو کر ان کے پاس

گرے گا یہ بھی ایک قدرتی آزمائش ہوگی اب ان کی گردنوں میں گٹھلی ہو جائے گی اور اسی وبا میں یہ سارے کے سارے ایک دم مرجائیں گے ایک بھی باقی نہ رہے گا سارا شوروغل ختم ہو جائے گا۔ مسلمان کہیں گے کوئی ہے جو اپنی جان ہم مسلمانوں کے لئے ہتھیلی پر رکھ کر شہر سے باہر جائے اور ان دشمنوں کو دیکھے کہ کس حال میں ہیں؟ چنانچہ ایک صاحب اس کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اپنے آپ کو قتل شدہ سمجھ کر اللہ کی راہ میں مسلمانوں کی خدمت کے لئے نکل کھڑے ہوں گے دیکھیں گے کہ سب کا ڈھیر لگ رہا ہے سارے ہلاک شدہ پڑے ہوئے ہیں یہ اسی وقت ندا کرے گا کہ مسلمانو! خوش ہو جاؤ اللہ نے خود تمہارے دشمنوں کو غارت کر دیا یہ ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ اب مسلمان باہر آئیں گے اور اپنے مویشیوں کو بھی لائیں گے ان کے لئے چارہ بجز ان کے گوشت کے اور کچھ نہ ہوگا یہ ان کا گوشت کھا کھا کر خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔ (۱)

(۲) مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے ایک صبح ہی صبح دجال کا ذکر کیا اس طرح کہ ہم سمجھے شاید وہ ان درختوں کی آڑ میں ہے اور اب نکلا ہی چاہتا ہے آپ فرمانے لگے مجھے دجال سے زیادہ خوف تم پر اور چیز کا ہے۔ اگر دجال میری موجودگی میں نکلا تو میں خود اس سے نمٹ لوں گا ورنہ تم میں سے ہر شخص اس سے بچے۔ میں تمہیں اللہ کی امان دے رہا ہوں۔ وہ جواں عمر' الجھے ہوئے بالوں والا' کانا اور ابھری ہوئی آنکھ والا ہے۔ وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں گھومے گا۔ اے بندگان الٰہی تم ثابت قدم رہنا۔ ہم نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ وہ کتنا ٹھہرے گا؟۔

آپ نے فرمایا چالیس دن۔ ایک دن مثل ایک برس کے' ایک دن مثل ایک مہینے کے' ایک دن مثل ایک جمعہ کے اور باقی دن معمولی دنوں جیسے۔ ہم نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ دن سال بھر کے برابر ہوگا اس میں ہمیں یہی پانچ نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا نہیں تم اپنے اندازے سے وقت پر نماز پڑھتے رہا کرنا۔ ہم نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ اس کی رفتار کیسی ہوگی؟ فرمایا جیسے بادل کہ ہوا انہیں ادھر سے ادھر بھگائے لئے جاتی ہو۔ ایک قبیلے کے پاس جائے گا انہیں اپنی طرف بلائے گا وہ اس کی مان لیں گے۔ آسمان کو حکم دے گا کہ ان پر بارش برسائے زمین سے کہے گا کہ ان کے لئے پیداوار اگائے ان کے جانور ان کے پاس موٹے تازے بھرے پیٹ لوٹیں گے۔ ایک قبیلے کے پاس جا کر اپنے آپ کو منوانا چاہے گا وہ انکار کر دیں گے یہ وہاں سے نکلے گا تو ان کے تمام مال اس کے پیچھے لگ جائیں گے وہ بالکل خالی ہاتھ رہ جائیں گے وہ غیر آباد جنگلوں میں جائے گا اور زمین سے کہے گا اپنے خزانے اگل دے وہ اگل دے گی اور سارے خزانے اس کے پیچھے ایسے چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں

---

(۱) [حسن صحیح : ابن ماجه : كتاب الفتن : باب فتنة الدجال و خروج عيسى ابن مريم و خروج ياجوج ماجوج (٤٠٧٩) مستدرك حاكم (٤٨٩/٤) مسند احمد (٧٧/٣) ابن حبان (٦٨٣٠) مسند ابويعلى (١٣٥١)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ بوصیری بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحيح ابن ماجه ، السلسلة الصحيحة (١٧٩٣)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

اپنے سردار کے پیچھے۔ یہ بھی دکھائے گا کہ ایک شخص کو تلوار سے ٹھیک دوٹکڑے کرادے گا اور ادھر ادھر دور دراز پھنکوا دے گا پھر اس کا نام لے کر آواز دے گا تو وہ زندہ چلتا پھرتا اس کے پاس آجائے گا یہ اسی حال میں ہوگا جب اللہ عزوجل حضرت مسیح ابن مریم ﷺ کو اتارے گا آپ دمشق کی مشرقی طرف سفید منارے کے پاس اتریں گے اپنے دونوں ہاتھ دوفرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے آپ اس کا پیچھا کریں گے اور مشرقی باب لد کے پاس اسے پا کر قتل کر دیں گے پھر حضرت عیسیٰ بن مریم ﷺ کی طرف اللہ کی وحی آئے گی کہ میں اپنے ایسے بندوں کو بھیجتا ہوں جن سے لڑنے کی تم میں تاب وطاقت نہیں میرے بندوں کو طور کی طرف سمیٹ لے جا۔ پھر جناب باری تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جیسے فرمایا ﴿وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾ ان سے تنگ آ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی جناب باری تعالیٰ میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر گٹھلی کی بیماری بھیجے گا جو ان کی گردن میں نکلے گی سارے کے سارے اوپر تلے ایک ساتھ ہی مر جائیں گے تب عیسیٰ علیہ السلام مع مومنوں کے آئیں گے۔ دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں سے پٹی پڑی ہے اور ان کی بدبو سے کھڑا نہیں ہوا جاتا۔

آپ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند بھیجے گا جو انہیں اٹھا کر اللہ جانے کہاں پھینک آئیں گے؟ کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں مہبل میں یعنی سورج کے طلوع ہونے کی جگہ میں انہیں پھینک آئیں گے۔ پھر چالیس دن تک تمام زمین پر متواتر پیہم مسلسل بارش برسے گی، زمین دھل کر ہتھیلی کی طرح صاف ہو جائے گی پھر بحکم الٰہی اپنی برکتیں اگا دے گی۔ اس دن ایک جماعت ایک انار سے سیر ہو جائے گی اور اس کے چھلکے تلے سایہ حاصل کر لے گی ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کو اور ایک گائے کا دودھ ایک قبیلے کو اور ایک بکری کا دودھ ایک گھرانے کو کافی ہوگا۔ پھر ایک پاکیزہ ہوا چلے گی جو مسلمانوں کی بغلوں تلے سے نکل جائے گی اور ان کی روح قبض ہو جائے گی پھر روئے زمین پر بدترین شریر لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کودتے ہوں گے انہی پر قیامت قائم ہوگی۔ [۱] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔

③ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ کو ایک بچھو نے کاٹ کھایا تھا تو آپ اپنی انگلی پر پٹی باندھے ہوئے خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا تم کہتے ہو اب دشمن نہیں ہیں لیکن تم تو دشمنوں سے جہاد کرتے ہی رہو گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج آئیں وہ چوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے ان کے چہرے تہہ بہ تہہ ڈھالوں جیسے ہوں گے۔ [۲]

④ یہ روایت سورۂ اعراف کی تفسیر کے آخر میں بیان کر دی گئی ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج والی رات میں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے روز قیامت کا مذاکرہ شروع ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

---

① [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب ذکر الدجال وصفته وما معه (۲۹۳۷) ابو داؤد : کتاب الملاحم : باب خروج الدجال (۴۳۲۱) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب فتنة الدجال (۴۰۷۵) ترمذی : کتاب الفتن : باب ما جآء فی فتنة الدجال (۲۲۴۰)]

② [ضعیف : مسند احمد (۵/۲۷۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۲۳۳۱)]

اس کے علم سے انکار کر دیا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کے واقع ہونے کے وقت کو تو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا ہاں مجھ سے میرے اللہ نے یہ تو فرمایا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے۔ اس کے ساتھ دو ٹہنیاں ہوں گی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا یہاں تک کہ اللہ اسے ہلاک کر دے جب کہ وہ مجھے دیکھے یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی پکار اٹھیں گے کہ اے مسلم یہ ہے میرے سایہ تلے کافر۔ آ اور اسے قتل کر پس اللہ انہیں ہلاک کرے گا اور لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اس وقت یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے پھدکتے آئیں گے جو پائیں گے تباہ کر دیں گے پانی جتنا پائیں گے پی جائیں گے۔ لوگ پھر آ کر اپنے وطنوں میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے شکایت کریں گے تو میں پھر اللہ سے دعا کروں گا اللہ انہیں غارت کر دے گا ساری زمین پر ان کی بدبو پھیل جائے گی پھر بارش برسے گی اور پانی کا بہاؤ ان کے سڑے ہوئے جسموں کو گھسیٹ کر دریا برد کر دے گا۔ میرے رب نے مجھ سے فرما دیا ہے کہ جب یہ سب کچھ ظہور میں آئے گا پھر تو قیامت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسے پورے دنوں حمل والی عورت کا وضع حمل ہونا کہ گھر والوں کو فکر ہوتی ہے کہ صبح بچہ ہوا یا شام ہوا دن کو ہوا یا رات کو ہوا۔ [1] (ابن ماجہ)

اس کی تصدیق کلام اللہ شریف کی اس آیت میں موجود ہے۔ اس بارے میں حدیثیں بکثرت ہیں اور آثار سلف بھی بہت ہیں۔

کعب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے وقت وہ دیوار کو کھودیں گے یہاں تک کہ ان کی کدالوں کی آواز پاس والے بھی سنیں گے رات ہو جائے گی ان میں سے ایک کہے گا کہ اب صبح آتے ہی اسے توڑ ڈالیں گے اور نکل کھڑے ہوں گے صبح یہ آئیں گے تو جیسی کل تھی ویسی ہی آج بھی پائیں گے الغرض یونہی ہوتا رہے گا یہاں کہ اللہ کو ان کو نکالنا منظور ہو گا تو ایک شخص کی زبان سے نکلے گا کہ ہم کل ان شاء اللہ اسے توڑ دیں گے اب جو آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھی ویسی ہی پائیں گے تو کھود کر توڑیں گے اور باہر نکل آئیں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرہ کے پاس سے نکلے گا سارا پانی پی جائے گا دوسرا آئے گا تو کیچڑ بھی چاٹ جائے گا تیسرا آئے گا تو کہے گا شاید یہاں کسی وقت پانی ہو گا؟ لوگ ان سے بھاگ بھاگ کر ادھر ادھر چھپ جائیں گے۔ جب انہیں کوئی بھی نظر نہ پڑے گا تو یہ اپنے تیر آسمانوں کی طرف پھینکیں گے وہاں سے وہ خون آلود ان کی طرف واپس آئیں گے تو یہ فخر کریں گے کہ ہم زمین والوں پر اور آسمان والوں پر غالب آ گئے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ان کے لئے بددعا کریں گے کہ اللہ ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں اور زمین پر ہمارا چلنا پھرنا بھی ضروری ہے تو ہمیں جس طریقے سے چاہ ان سے نجات دے تو اللہ ان کو طاعون میں مبتلا کرے گا گلٹیاں نکل آئیں گی اور سارے کے سارے مر جائیں گے پھر ایک قسم کے پرند آئیں گے جو اپنی چونچ میں انہیں لے کر سمندر میں پھینک آئیں گے پھر

---

[1] [ضعیف : ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب فتنة الدجال (٤٠٨١) مسند احمد (١/٣٧٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجہ ، السلسلة الضعیفہ (٤٣١٨)]

اللہ تعالیٰ نہر حیات جاری کر دے گا جو زمین کو دھو کر پاک صاف کر دے گی اور زمین اپنی برکتیں نکال دے گی ایک انار گھرانے کو کافی ہوگا اچانک ایک شخص آئے گا اور ندا کرے گا کہ ذوالسویقتین نکل آیا ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم ﷺ سات آٹھ سو لشکریوں کا طلایہ بھیجیں گے۔ یہ ابھی راستے میں ہی ہوں گے کہ یمنی پاک ہوا نہایت لطافت سے چلے گی جو تمام مومنوں کی روح قبض کر جائیگی تو روئے زمین پر ردی کھدی لوگ رہ جائیں گے جو چوپایوں جیسے ہوں گے ان پر قیامت قائم ہوگی اس وقت قیامت اس قدر قریب ہوگی جیسے پورے دنوں کی گھوڑی جو جننے کے قریب ہو اور گھوڑی والا اس کے آس پاس گھوم رہا ہو کہ کب بچہ ہو۔ حضرت کعب رحمہ اللہ یہ بیان فرما کر فرمانے لگے اب جو شخص میرے اس قول اور اس کے علم کے بعد بھی کچھ کہے اس نے تکلف کیا۔ کعب رحمہ اللہ کا یہ واقعہ بیان کرنا بہترین واقعہ ہے کیونکہ اس کی شہادت صحیح احادیث میں بھی پائی جاتی ہے۔ حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زمانے میں بیت اللہ شریف کا حج کریں گے۔

چنانچہ مسند امام احمد میں یہ حدیث مرفوعاً مروی ہے کہ آپ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد یقیناً بیت اللہ کا حج کریں گے یہ حدیث بخاری میں بھی ہے۔ [1] جب یہ ہولناکیاں، جب یہ زلزلے، جب یہ بلائیں اور آفات آ جائیں گی تو اس وقت قیامت بالکل قریب آ جائے گی اسے دیکھ کر کافر کہنے لگیں گے یہ نہایت سخت دن ہے ان کی آنکھیں پھٹ جائیں گی اور کہنے لگیں گے ہائے ہم تو غفلت میں ہی رہے۔ ہائے ہم نے اپنا آپ بگاڑا۔ گناہوں کا اقرار اور اس پر شرمسار ہوں گے لیکن اب بے سود ہے۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿98﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿99﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿100﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿101﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿102﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿103﴾

تم اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنو گے، تم سب دوزخ میں جانے والے ہو ○ اگر یہ سچے معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے، سب کے سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ وہ وہاں چلا رہے ہوں گے اور وہاں کچھ بھی نہ سن سکیں گے ○ جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی پہلے ہی ٹھہر چکی ہے وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے وہ تو دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے، اور اپنی من مانی چیزوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ○ وہ بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کر سکے گی ○ اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے، یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے رہے ○

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الحج : باب قول الله تعالی جعل الله الکعبة البیت الحرام (۱۵۹۳)
مسند احمد (۲۷/۳)]

جہنم کا تذکرہ: بت پرستوں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اور تمہارے بت جہنم کی آگ کی لکڑیاں بنو گے جیسے فرمان ہے ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [1] اس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر۔ حبشی زبان میں حطب کو حصب کہتے ہیں یعنی لکڑیاں۔ بلکہ ایک قراءت میں بجائے حصب کے حطب ہے۔ تم سب عابد و معبود جہنمی ہو اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے۔ اگر یہ سچے معبود ہوتے تو کیوں آگ میں جلتے؟ یہاں تو پرستار اور پرستش کئے جانے والے سب ابدی طور پر دوزخی ہو گئے۔ وہ الٹی سانس میں چیخیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ﴾ [2] وہ سیدھی الٹی سانسوں سے چیخیں گے اور چیخوں کے سوا ان کے کان میں اور کوئی آواز نہ پڑے گی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صرف مشرک جہنم میں رہ جائیں گے انہیں آگ کے صندوقوں میں قید کر دیا جائے گا جن میں آگ کے سریے ہوں گے ان میں سے ہر ایک کو یہی گمان ہو گا کہ جہنم میں اس کے سوا اور کوئی نہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن جریر)

حسنیٰ سے مراد رحمت و سعادت ہے۔ دوزخیوں کا اور ان کے عذابوں کا ذکر کر کے اب نیک لوگوں کا اور ان کے جزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے یہ لوگ باایمان تھے ان کے نیک اعمال کی وجہ سے سعادت ان کے استقبال کو تیار تھی جیسے فرمان ہے ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ [3] نیکوں کے لئے نیک اجر ہے اور زیادتی اجر بھی۔ فرمان ہے ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ [4] نیکی کا بدلہ نیک ہی ہے۔ ان کے دنیا کے اعمال نیک تھے تو آخرت میں ثواب اور نیک بدلہ ملا' عذاب سے بچے اور رحمت رب سے سرفراز ہوئے۔ یہ جہنم سے دور کر دیئے گئے کہ اس کی آہٹ تک نہیں سنتے نہ دوزخیوں کا جلنا وہ سنتے ہیں۔ پل صراط پر دوزخیوں کو زہریلے ناگ ڈستے ہیں اور یہ وہاں ہائے ہائے کرتے ہیں جنتی لوگوں کے کان بھی اس دردناک آواز سے ناآشنا رہیں گے۔ اتنا ہی نہیں کہ خوف ڈر سے یہ الگ ہو گئے بلکہ ساتھ ہی راحت و آرام بھی حاصل کر لیا۔ من مانی چیزیں موجود۔ دوامی کی راحت بھی حاضر۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا میں اور عمر اور عثمان اور زبیر اور طلحہ اور عبدالرحمٰن انہی لوگوں میں سے ہیں یا حضرت سعد کا نام لیا۔ رضی اللہ عنہم اتنے میں نماز کی تکبیر ہوئی تو آپ چادر گھسیٹتے ﴿وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا﴾ پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہو گئے اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ایسے ہی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہی لوگ اولیاء اللہ ہیں بجلی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پل صراط سے پار ہو جائیں گے اور کافر وہیں گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ بزرگان دین ہیں جو اللہ والے تھے شرک سے بیزار تھے لیکن ان کے بعد لوگوں نے ان کی مرضی کے خلاف ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی تھی جیسے حضرت عزیز' حضرت مسیح علیہ السلام' فرشتے' سورج' چاند' حضرت مریم وغیرہ۔

---

[1] [سورة البقرة: آيت ٢٤]

[2] [سورة هود: آيت ١٠٦]

[3] [سورة يونس: آيت ٢٦]

[4] [سورة الرحمن: آيت ٦٠]

عبداللہ بن زبعری آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا تیرا خیال ہے کہ اللہ نے آیت ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ اتاری ہے؟ اگر یہ سچ ہے تو کیا سورج، چاند، فرشتے، عزیر، عیسیٰ سب کے سب ہمارے بتوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے؟ اس کے جواب میں آیت ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ [1] اتری اور آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى﴾ نازل ہوئی۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے حضور ﷺ ایک دن ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نضر بن حارث آیا۔ اس وقت مسجد میں اور قریشی بھی بہت سارے تھے۔ نضر بن حارث رسول اللہ ﷺ سے باتیں کر رہا تھا لیکن وہ لاجواب ہو گیا تو آپ نے آیت ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ﴾ سے ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ تک تلاوت فرمائی۔ جب آپ اس مجلس سے چلے گئے تو عبداللہ بن زبعری آیا لوگوں نے اس سے کہا آج نضر بن حارث نے باتیں کیں لیکن بری طرح چت ہوئے اور حضرت یہ فرماتے ہوئے چلے گئے۔ اس نے کہا اگر میں ہوتا تو انہیں جواب دیتا کہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں، یہود عزیر کو، نصرانی عیسیٰ کو تو کیا یہ سب بھی جہنم میں جلیں گے؟ سب کو یہ جواب پسند آیا۔ جب حضور ﷺ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا جس نے اپنی عبادت کرائی وہ عابدوں کے ساتھ جہنم میں ہے یہ بزرگ اپنی عبادتیں نہیں کراتے۔ بلکہ یہ لوگ تو انہیں نہیں شیطان کو پوج رہے ہیں اسی نے انہیں ان کی عبادت کی راہ بتائی ہے۔ آپ کے جواب کے ساتھ ہی قرآنی جواب اس کے بعد کی آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ﴾ میں اترا تو جن نیک لوگوں کی جاہلوں نے پرستش کی تھی وہ اس سے مستثنیٰ ہو گئے۔ چنانچہ قرآن میں ہے ﴿وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ﴾ [2] الخ، یعنی ان میں سے جو اپنی معبودیت اوروں سے منوانی چاہے اس کا بدلہ جہنم ہے ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ اور آیت ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا﴾ [3] الخ، اتری کہ اس بات کے سنتے ہی وہ لوگ متعجب ہو گئے اور کہنے لگے ہمارے معبود اچھے یا وہ یہ تو صرف دھینگا مشتی ہے اور یہ لوگ جھگڑالو ہی ہیں وہ ہمارا انعام یافتہ بندہ تھا۔ اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنایا تھا۔ اگر ہم چاہیں تو تمہارے جانشین فرشتوں کو کر دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نشان قیامت ہیں ان کے ہاتھ سے جو معجزات صادر ہوئے وہ شبہ والی چیزیں نہیں وہ قیامت کی دلیل ہیں، تجھے اس میں کچھ شک نہ کرنا چاہئے میری مانتا چلا جا، یہی صراط مستقیم ہے۔ ابن زبعری کی جرأت کو دیکھئے خطاب اہل مکہ سے ہے اور ان کی ان تصویروں اور پتھروں کے لئے کہا گیا ہے جنہیں وہ سوائے اللہ کے پوجا کرتے تھے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ پاک نفس کے لئے جو غیر اللہ کی عبادت سے روکتے تھے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں لفظ ((ما)) جو یہاں ہے وہ عرب میں ان کے لئے آتا ہے جو بے جان اور بے عقل ہوں۔ یہ ابن زبعری اس کے بعد مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ عنہ یہ بڑے مشہور شاعر تھے۔ پہلے انہوں نے

---

[1] [سورة الزخرف: آیت ۵۷] [2] [سورة الانبياء: آیت ۲۶-۲۹]

[3] [سورة الزخرف: آیت ۵۷]

مسلمانوں کی دل کھول کر دھول اڑائی تھی لیکن مسلمان ہونے کے بعد بڑی معذرت کی۔ موت کی گھبراہٹ' نفخہ کی گھبراہٹ' لوگوں کی جہنم کے داخلے کے وقت کی گھبراہٹ' اس گھڑی کی گھبراہٹ جبکہ جہنم پر ڈھکن ڈھک دیا جائے گا جب کہ موت کو دوزخ جنت کے درمیان ذبح کیا جائے گا۔ غرض کسی اندیشے کا نزول ان پر نہ ہوگا وہ ہر غم وہراس سے دور ہوں گے' پورے مسرور ہوں گے' خوش ہوں گے اور ناخوشی سے کوسوں الگ ہوں گے۔ فرشتوں کے پرے کے پرے ان سے ملاقاتیں کر رہے ہوں گے اور انہیں ڈھارس دیتے ہوئے کہتے ہوں گے کہ اسی دن کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا' اس وقت تم قبروں سے اٹھنے کے دن کے منتظر رہو۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾

جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے مثل لپیٹنے کتاب کے لکھے ہوئے پر' جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے' یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے' اور ہم اسے ضرور کر کے ہی رہیں گے ○

جس روز آسمان لپیٹ لیا جائے گا: یہ قیامت کے دن ہوگا جب ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے جیسے فرمایا ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾ [1] الخ' ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی تھی' جانا ہی نہیں۔ تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ساتوں آسمانوں کو اور وہاں کی کل مخلوق کو ساتوں زمینوں کو اور اس کی کل کائنات کو اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا وہ اس کے ہاتھ میں ایسے ہوں گے جیسے رائی کا دانہ۔ سجل سے مراد کتاب ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مراد یہاں ایک فرشتہ ہے۔ جب کسی کا استغفار چڑھتا ہے تو وہ کہتا ہے اسے نور لکھ لو۔ یہ فرشتہ نامہ اعمال پر مقرر ہے۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی کتاب کو کتابوں کے ساتھ لپیٹ کر اسے قیامت کے لئے رکھ دیتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ نام ہے اس صحابی کا جو حضور ﷺ کا کاتب وحی تھا۔ [3] لیکن یہ روایت ثابت نہیں حفاظ حدیث نے ان سب کو موضوع کہا ہے خصوصاً ہمارے استاد حافظ کبیر ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ نے۔

میں نے اس حدیث کو ایک الگ کتاب میں لکھا ہے۔ امام ابوجعفر بن جریر رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث پر بہت ہی انکار کیا ہے اور اس کی خوب تردید کی اور فرمایا ہے کہ سجل نام کا کوئی صحابی ہے ہی نہیں۔ حضور ﷺ کے تمام

---

[1] [سورة الزمر : آیت ٦٧]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول الله تعالی لما خلقت بیدی (٧٤١٢)]

[3] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الخراج والفئی : باب فی اتخاد الكاتب (٢٩٣٥) نسائی فی السنن الکبری (١١٣٣٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود]

کاتبوں کے نام مشہور و معروف ہیں کسی کا نام سجل نہیں۔ فی الواقع امام صاحب نے درست فرمایا۔ یہ بڑی وجہ ہے اس حدیث کے منکر ہونے کی۔ بلکہ یہ بھی یاد رہے کہ جس نے اس صحابی کا ذکر کیا ہے اس نے اس حدیث پر اعتماد کر کے ذکر کیا ہے جب یہ ثابت ہی نہیں تو پھر ان کا ذکر سرتا پا غلط ٹھہرا۔ صحیح یہی ہے کہ سجل سے مراد صحیفہ ہے جیسے کہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور لغتاً بھی یہی بات ہے پس فرمان ہے جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے اس طرح جیسے لکھی ہوئی کتاب لپیٹی جاتی ہے لام یہاں پر معنی میں علیٰ کے ہے جیسے ﴿ وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴾ [1] میں لام معنی میں علیٰ ہے۔ لغت میں اس کی اور نظیریں بھی ہیں۔ واللہ اعلم یہ یقیناً ہو کر رہے گا۔ اس دن اللہ تعالیٰ نئے سرے سے مخلوق کو پہلے کی طرح پیدا کرے گا۔ جو ابتدا پر قادر تھا وہ اعادہ پر بھی اس سے زیادہ قادر ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اس کے وعدے اٹل ہوتے ہیں، وہ کبھی بدلتے نہیں، نہ ان میں تضاد ہوتا ہے۔ وہ تمام چیزوں پر قادر ہے۔ وہ اسے پورا اور ثابت کر کے ہی رہے گا۔ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر اپنے ایک وعظ میں فرمایا تم لوگ اللہ کے سامنے جمع ہونے والے ہو۔ ننگے پیر، ننگے بدن، بے ختنے جیسے ہم نے پہلی بار پیدا کیا اسی طرح دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے جسے ہم پورا کر کے رہیں گے۔ [2] الخ (بخاری) سب چیزیں نیست و نابود ہو جائیں گی پھر بنائی جائیں گی۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿١٠٦﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾

ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہو کر ہی رہیں گے ○ عبادت گزار بندوں کے لئے تو اس میں کفایت ہے ○ ہم نے تجھے تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے ○

اللہ نیک بندوں کو زمین کا بھی وارث بنائے گا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس طرح آخرت میں دے گا اسی طرح دنیا میں بھی انہیں ملک و مال دیتا ہے، یہ اللہ کا حتمی وعدہ اور سچا فیصلہ ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ﴾ [3] الخ، زمین اللہ کی ہے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے، انجام کار پرہیزگاروں کا حصہ ہے۔ اور فرمان ہے ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی دنیا میں اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور فرمان ہے کہ تم میں سے ایمان داروں اور نیک لوگوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں غالب بنائے گا جیسے کہ ان سے اگلوں کو بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو قوی کر دے گا جس سے وہ خوش ہے۔ اور فرمایا کہ یہ شرعیہ اور قدریہ کتابوں میں مرقوم ہے، یقیناً ہو کر ہی رہے گا۔ زبور سے مراد بقول سعید بن جبیر رحمہ اللہ تورات، انجیل اور قرآن ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں زبور سے مراد کتاب ہے بعض لوگ کہتے ہیں زبور اس کتاب کا نام ہے جو

---

[1] [سورة الصافات: آيت ١٠٣]

[2] [صحيح : صحيح بخارى : كتاب التفسير : سورة الانبياء (٤٧٤٠) صحيح مسلم: كتاب الجنة : باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة (٢٨٦٠) مسند احمد (١/٢٣٥)]

[3] [سورة الاعراف: آيت ١٢٨]

حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری تھی۔ ذکر سے مراد یہاں پر تورات ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ذکر سے مراد قرآن ہے۔ سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں ذکر وہ ہے جو آسمانوں میں ہے یعنی اللہ کے پاس کی ام الکتاب جو سب سے پہلی کتاب ہے یعنی لوح محفوظ۔ یہ بھی مروی ہے کہ زبور اور وہ آسمانی کتابیں جو پیغمبروں پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد پہلی کتاب یعنی لوح محفوظ۔ فرماتے ہیں توراۃ' زبور اور علم الٰہی میں پہلے ہی یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زمین کی بادشاہ بنے گی اور نیک ہو کر جنت میں جائے گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین سے مراد جنت کی زمین ہے۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صالح لوگ ہم ہی ہیں۔ مراد اس سے با ایمان لوگ ہیں۔ اس قرآن میں جو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے پوری نصیحت و کفایت ہے ان کے لئے جو ہمارے عبادت گزار بندے ہیں۔ جو ہماری مانتے ہیں اپنی خواہش کو ہمارے نام پر قربان کر دیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے اس نبی کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے پس اس نعمت کی شکر گزاری کرنے والا دنیا و آخرت میں شادمان ہے اور ناقدری کرنے والا دونوں جہاں میں برباد و ناشاد ہے۔ جیسے ارشاد ہے کہ کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہوں نے نعمت ربانی کی ناشکری کی اور اپنی قوم کو غارت کر دیا۔ اس قرآن کی نسبت فرمایا کہ یہ ایمان والوں کے لئے ہدایت و شفا ہے بے ایمان بہرے اندھے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک موقعہ پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کے لئے بددعا کیجئے آپ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ [1] اور حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں میں تو صرف رحمت و ہدایت ہوں۔ [2] اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ مجھے ایک قوم کی ترقی اور دوسری کے تنزل کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ طبرانی میں ہے کہ ابوجہل نے کہا اے قریشیو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم یثرب میں چلا گیا ہے اپنے طلایئے کے لشکر ادھر ادھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے۔ دیکھو ہوشیار رہنا وہ بھوکے شیر کی طرح تاک میں ہے وہ خار کھائے ہوئے ہے کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے واللہ اس کے جادوگر بے مثال ہیں میں تو اسے یا اس کے ساتھیوں میں سے جس کسی کو دیکھتا ہوں تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ اوس اور خزرج ہمارے دشمن ہیں اس دشمن کو ان دشمنوں نے پناہ دی ہے۔ اس پر مطعم بن عدی کہنے لگے ابوالحکم سنو تمہارے اس بھائی سے جسے تم نے اپنے ملک سے جلاوطن کر دیا ہے میں نے کسی کو زیادہ سچا اور زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا اب جب کہ ایسے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو تو اب تو اسے چھوڑ و تمہیں چاہئے اس سے بالکل الگ تھلگ رہو۔ اس پر ابوسفیان بن حارث کہنے لگا نہیں تمہیں اس پر پوری سختی کرنی چاہئے یاد رکھو اگر اس کے طرفدار تم پر غالب آ گئے تو تم کہیں کے نہ رہو گے وہ رشتہ دیکھیں گے نہ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب النهی عن لعن الدواب وغیرها (۲۵۹۹)]

[2] [صحیح : طبرانی اوسط (۳۰۰۵) ذخیرة الحفاظ (۲۰۶۶) مجمع الزوائد (۶۹/۵) کنز العمال (۴۳۲/۱۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[المشکاة (۵۸۰۰) غایة المرام (۱) صحیح الجامع الصغیر (۲۳۴۵) السلسلة الصحیحة (۴۹۰)]

کنبہ میری رائے میں تو تمہیں مدینے والوں کو تنگ کر دینا چاہئے کہ یا تو محمد ﷺ کو نکال دیں اور وہ بیک بنی دو گوش تن تنہا رہ جائے یا کہ ان مدینے والوں کا صفایا کر دینا چاہئے اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا اور انہیں ناکوں چنے چبوا دوں گا۔

جب حضور ﷺ کو یہ باتیں پہنچیں تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ہی انہیں قتل و غارت کروں گا اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑوں گا۔ میں رحمت ہوں میرا بھیجنے والا اللہ ہے وہ مجھے اس دنیا سے نہ اٹھائے گا جب تک کہ اپنے دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے میرے پانچ نام ہیں محمد، احمد، ماحی یعنی میری وجہ سے اللہ کفر کو مٹا دے گا، حاشر اس لئے کہ لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائیں گے اور عاقب۔ [۱] مسند احمد میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے بسا اوقات احادیث رسول کا مذاکرہ رہا کرتا تھا ایک دن حضرت حذیفہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حذیفہ رضی اللہ عنہ! ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت کر دی ہو تو سمجھ لو کہ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہی ہوں تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے۔ ہاں البتہ میں چونکہ رحمۃ اللعالمین ہوں تو میری دعا ہے کہ اللہ میرے ان الفاظ کو بھی ان لوگوں کے لئے موجب رحمت بنا دے۔ [۲] رہی یہ بات کہ کفار کے لئے آپ رحمت کیسے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ مومنوں کے لئے تو آپ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے اور غیر مومنوں کے لئے آپ دنیا میں رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے، آسمان سے پتھر کے برسائے جانے سے بچ گئے۔ جیسے کہ اگلی امتوں کے منکروں پر یہ عذاب آئے۔

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

کہہ دے کہ میری تو ساری وحی کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے، تو کیا تم بھی اس کے تسلیم کرنے والے ہو؟○ پھر اگر یہ منہ موڑ لیں تو کہہ دے کہ میں نے تو تمہیں یکساں طور پر خبردار کر دیا ہے، مجھے مطلقاً علم

---

[۱] [طبرانی کبیر (۷۶/۱) ، (۱۵۳۲) کنز العمال (۱۱/۴۶۳) مجمع الزوائد (۹۹۴۰) السلسلة الصحیحة (تحت الحدیث / ۴۹۰)]

[۲] [صحیح : مسند احمد (۴۳۷/۵) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی النھی عن سب اصحاب رسول الله (۴۶۵۹) الادب المفرد للبخاری : باب الخروج الی المبقلة وحمل الشیء وعلی عاتقه الی اهله بالزبیل (۲۳۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحه (۱۷۵۸)]

نہیں کہ جس کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے؟○ البتہ اللہ تعالیٰ تو کھلی اور ظاہر بات کو بھی جانتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہے○ مجھے اس کا بھی علم نہیں ممکن ہے یہ تمہاری آزمائش ہو اور ایک وقت مقررہ تک کا فائدہ ہو○ نبی نے کہا کہ اے رب انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما' ہمارا رب بڑا مہربان ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں میں جو تم بیان کیا کرتے ہو○

اللہ ہی معبودِ برحق: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرما دیں کہ میری جانب یہی وحی کی جاتی ہے کہ صرف اللہ ہی معبود برحق ہے تم سب بھی اسے تسلیم کر لو۔ اور اگر تم میری بات پہ یقین نہیں کرتے تو ہم تم جدا ہیں تم ہمارے دشمن ہو ہم تمہارے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر یہ جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو اور میں تمہارے کرتوتوں سے بیزار ہوں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ﴾ [1] یعنی اگر تجھے کسی قوم سے خیانت و بدعہدی کا اندیشہ ہو تو عہد توڑ دینے کی انہیں فوراً خبر دے دو۔

اسی طرح یہاں بھی ہے کہ اگر تم علیحدگی اختیار کرو تو ہمارے تمہارے تعلقات منقطع ہیں۔ یقین مانو کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ پورا ہونے والا تو ضرور ہے اب خواہ ابھی ہو خواہ دیر سے اس کا خود مجھے علم نہیں۔ ظاہر باطن کا عالم اللہ ہی ہے جو تم ظاہر کرو اور چھپاؤ اسے سب کا علم ہے بندوں کے کل اعمال ظاہر اور پوشیدہ اس پر آشکارا ہیں چھوٹا بڑا' کھلا چھپا عمل سب کچھ وہ جانتا ہے۔ ممکن ہے اس کی تاخیر بھی تمہاری آزمائش ہو اور تمہیں تمہاری زندگی تک نفع دینا ہو۔ انبیاء علیہم السلام کو جو دعا تعلیم ہوئی تھی کہ اے اللہ ہم میں اور ہماری قوم میں تو سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ حضور ﷺ کو بھی اسی قسم کی دعا کا حکم ہوا۔ حضور ﷺ جب کبھی کسی غزوے میں جاتے تو دعا کرتے کہ میرے رب! تو سچا فیصلہ فرما۔ ہم اپنے مہربان رب سے ہی مدد طلب کرتے ہیں کہ وہ تمہارے جھوٹے افتراؤں کو ہم سے ٹالے اس میں ہمارا مددگار وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورۂ انبیاء ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الحج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②

سب سے زیادہ مہربان بہت رحم والے اللہ کے نام سے

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرتے رہا کرو' قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے○ جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے

---

[1] [سورۃ الانفال: آیت ۵۸]

والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ متوالے دکھائی دیں گے حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے ○

متقی بن جاؤ اس سے پہلے کہ قیامت آجائے: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تقوے کا حکم فرماتا ہے اور آنے والے دہشت ناک امور سے ڈرا رہا ہے خصوصاً قیامت کے زلزلے سے۔ اس سے مراد یا تو وہ زلزلہ ہے جو قیامت کے قائم ہونے کے درمیان آئے گا۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ [1] الخ، زمین خوب اچھی طرح جھنجوڑ دی جائے گی۔ اور فرمایا ﴿وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾ [2] الخ، یعنی زمین اور پہاڑ اٹھا کر باہم ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ اور فرمان ہے ﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾ [3] الخ، یعنی جب کہ زمین بڑے زور سے ہلنے لگے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ صور کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب آسمان و زمین کو پیدا کر چکا تو صور کو پیدا کیا اسے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دیا وہ اسے منہ میں لئے ہوئے آنکھیں اوپر کو اٹھائے ہوئے عرش کی جانب دیکھ رہے ہیں کہ کب حکم الٰہی ہو اور وہ صور پھونک دیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ایک پھونکنے کی چیز ہے، بہت بری جس میں تین مرتبہ پھونکا جائے گا پہلا نفخہ گھبراہٹ کا ہوگا دوسرا بیہوشی کا۔ تیسرا اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا وہ پھونکیں گے جس سے کل زمین و آسمان والے گھبرا اٹھیں گے سوائے ان کے جنہیں اللہ چاہے۔ بغیر رکے، بغیر سانس لئے بہت دیر تک برابر اسے پھونکتے رہیں گے۔ اسی پہلے صور کا ذکر آیت ﴿وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ [4] میں ہے اس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے زمین کپکپانے لگے گی۔ جیسے فرمان ہے ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾ [5] الخ، جب کہ زمین لرزنے لگے گی اور یکے بعد دیگرے زبردست جھٹکے لگیں گے دل دھڑکنے لگیں گے زمین کی وہ حالت ہو جائے گی جو کشتی کی طوفان میں اور گرداب میں ہوتی ہے یا جیسے کوئی قندیل عرش میں لٹک رہی ہو جسے ہوائیں چاروں طرف جھلا رہی ہوں۔ آہ! یہی وقت ہوگا کہ دودھ پلانے والیاں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے شیاطین بھاگنے لگیں گے زمین کے کناروں تک پہنچ جائیں گے لیکن وہاں سے فرشتوں کی مار کھا کر لوٹ آئیں گے ادھر ادھر حیران پریشان بھاگنے دوڑنے لگیں گے ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگیں گے اسی لئے اس دن کا نام قرآن نے ﴿يوم التناد﴾ رکھا۔ اسی وقت زمین ایک طرف تک پھٹ جائے گی اس وقت کی گھبراہٹ کا اندازہ نہیں ہو سکتا اب آسمان میں انقلابات ظاہر ہوں گے سورج چاند بے نور ہو جائیں گے، ستارے جھڑنے لگیں گے اور کھال ادھڑنے لگے گی۔ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے ہاں مردہ لوگ اس سے بے خبر ہوں گے۔ آیت قرآن ﴿فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ

---

[1] [الزلزلة: ١-٢] [2] [الحاقة: ١٤] [3] [الواقعة: ٤-٦]

[4] [ص: ١٥] [5] [النازعات: ٦-٧]

شَآءَ اللّٰهُ ① میں جن لوگوں کا استثناء کیا گیا ہے کہ وہ بیہوش نہ ہوں گے۔

اس سے مراد شہید لوگ ہیں۔ یہ گھبراہٹ زندوں پر ہوگی شہید اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور روزیاں پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے نجات دے گا اور انہیں پر امن رکھے گا۔ یہ عذاب الٰہی صرف بدترین مخلوق کو ہوگا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ اس سورت کی شروع کی آیتوں میں بیان فرماتا ہے۔ یہ حدیث طبرانی ' ابن جریر' ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے اور بہت مطول ہے اس حصے کو نقل کرنے سے یہاں مقصود یہ ہے کہ اس آیت میں جس زلزلے کا ذکر ہے یہ قیامت سے پہلے ہوگا۔ اور قیامت کی طرف اس کی اضافت بوجہ قریب اور نزدیکی کے ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے اشراط الساعہ وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ یا اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جو قیام قیامت کے بعد میدان محشر میں ہوگا جب کہ لوگ قبروں سے نکل کر میدان میں جمع ہوں گے۔ امام ابن جریر اسے پسند فرماتے ہیں اس کی دلیل میں بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔

(جیسا کہ) حضور ﷺ ایک سفر میں تھے آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تیز تیز چل رہے تھے کہ آپ نے باآواز بلند ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کان میں آواز پڑتے ہی وہ سب اپنی سواریاں لے کر آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے کہ شاید آپ کچھ اور فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون سا دن ہوگا؟ یہ وہ دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو فرمائے گا کہ اے آدم جہنم کا حصہ نکال۔ وہ کہیں گے اے اللہ کتنوں میں سے کتنے؟ فرمائے گا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنم کے لئے اور ایک جنت کے لئے۔ یہ سنتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل دہل گئے' چپ لگ گئی۔ آپ نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ غم نہ کرو' خوش ہو جاؤ' عمل کرتے رہو۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے تمہارے ساتھ مخلوق کی وہ تعداد ہے کہ جس کے ساتھ ہو اسے بڑھا دے یعنی یاجوج ماجوج اور بنی آدم میں سے جو ہلاک ہو گئے اور ابلیس کی اولاد اب صحابہ کی گھبراہٹ کم ہوئی تو آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو اور خوشخبری سنو اس کی قسم جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے تم تو اور لوگوں کے مقابلے پر ایسے ہی ہو جیسے اونٹ کے پہلو کا یا جانور کے ہاتھ کا داغ۔ ②

اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ یہ آیت حالت سفر میں اتری۔ اس میں ہے کہ صحابہ حضور ﷺ کا وہ فرمان سن کر رونے لگے آپ نے فرمایا قریب قریب رہو اور ٹھیک ٹھاک رہو ہر نبوت سے پہلے جاہلیت کا زمانہ رہا ہے وہی

---

① [سورة النمل: آيت ٨٧]

② **[صحیح**: مسند احمد (٤/٤٣٥) ترمذی: كتاب تفسير القران: باب ومن سورة الحج (٣١٦٩) نسائی فی السنن الكبرى فی كتاب التفسير: باب سورة الحج قوله تعالى وترى الناس سكارى وما هم بسكارى (١١٣٤٠) تفسير ابن جرير الطبرى (٢٤٩٠٤) مستدرك حاكم (٢٨/١)] امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ اس حدیث کے متعدد صحیح شواہد بھی موجود ہیں۔ دیکھئے: صحيح بخاری: كتاب الرقاق: باب قوله تعالى ان زلزلة الساعة شیء عظيم (٦٥٣٠) وفی كتاب الرقاق: باب الحشر (٦٥٢٩) صحيح مسلم: كتاب الايمان (٣٧٩) مسند ابو يعلى (٣١٢٢) مستدرك حاكم (٢٩/١) صحيح ابن حبان (١٧٥٢) مجمع الزوائد (٣٩٧/١٠)]

اس گنتی کو پوری کردے گا ورنہ منافقوں سے وہ گنتی پوری ہوگی۔ اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے تو امید ہے کہ اہل جنت کی چوتھائی صرف تم ہی ہوگے یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ اکبر کہا ارشاد ہوا کہ عجب نہیں کہ تم تہائی ہو اس پر انہوں نے پھر تکبیر کہی۔ آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم ہی نصف نصف ہوگے انہوں نے پھر تکبیر کہی۔ راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ پھر آپ نے دو تہائیاں بھی فرمائیں یا نہیں۔ [1]

اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک کی واپسی میں مدینے کے قریب پہنچ کر آپ نے تلاوت آیت شروع کی۔ [2] ایک اور روایت میں ہے کہ جنوں اور انسانوں سے جو ہلاک ہوئے [3] اور روایت میں ہے کہ تم تو ایک ہزار اجزاء میں سے ایک جزء ہی ہو۔ [4]

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو پکارے گا وہ جواب دیں گے ((لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْکَ)) پھر آواز آئے گی اللہ تجھے حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کا حصہ نکال پوچھیں گے کہ اے اللہ کتنا؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ اس وقت حاملہ کے حمل گر جائیں گے، بچے بوڑھے ہو جائیں گے لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے کسی نشے سے نہیں بلکہ اللہ کے عذابوں کی سختی کی وجہ سے۔ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہرے متغیر ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج ماجوج میں سے نوسو ننانوے۔ اور تم میں سے ایک۔ تم تو ایسے ہو جیسے سفید رنگ بیل کے چند سیاہ بال جو اس کے پہلو میں ہوں۔ پھر فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی گنتی چوتھے حصے کی ہوگی ہم نے اس پر تکبیر کہی پھر فرمایا آدھی تعداد میں باقی سب اور۔ اور آدھی تعداد صرف تمہاری۔ [5] اور روایت میں ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر وہ ایک خوش نصیب ہم میں سے کون ہوگا؟ جب کہ یہ حالت ہے۔ [6] اور روایت میں ہے کہ تم اللہ کے سامنے ننگے پیروں ننگے بدن بے ختنہ حاضر کئے

---

[1] **[ضعیف :** ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة الحج (۳۱۶۸) مسند احمد (۴۳۲/٤)] شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] اس میں علی بن زید ضعیف ہے۔]

[2] **[مرسل :** تفسیر ابن جرری الطبری (۲٤۹۰٦)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٤۹۱۰) مسند ابویعلی (۳۱۲۲) مستدرك حاکم (۲۹/۱) صحیح ابن حبان (۷۳٥٤)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابن مہدی کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔[مجمع الزوائد (۳۹٤/۱۰)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [مسند بزار (۳٤۹۷) مجمع الزوائد (۳۹٤/۱۰)] امام ہیثمیؒ نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[5] **[صحیح :** صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله وتری الناس سکری (٤۷٤۱) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب قوله یقول الله لادم اخرج بعث النار (۲۲۲) مسند احمد (۳۲/۳)]

[6] **[صحیح لغیرہ :** مسند احمد (۳۸۸/۱)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے البتہ یہ سند ابراہیم ہجری کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۳٦۷۷)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے سلسلہ صحیحہ میں ذکر فرمایا ہے۔[۳۳۰۷]

جاؤ گے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرد عورتیں ایک ساتھ؟ ایک دوسرے پر نظریں پڑیں گی؟ آپ نے فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا) وہ وقت نہایت سخت اور خطرناک ہوگا۔ [1] (بخاری و مسلم)

مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا دوست اپنے دوست کو قیامت کے دن یاد کرے گا؟ آپ نے فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا) تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ اعمال کے تول کے وقت جب تک کمی زیادتی نہ معلوم ہو جائے۔ اعمال ناموں کے اڑائے جانے کے وقت جب تک دائیں بائیں ہاتھ میں نہ آ جائیں۔ اس وقت جب کہ جہنم میں سے ایک گردن نکلے گی جو گھیر لے گی اور سخت غیظ و غضب میں ہو گی اور کہے گی میں تین قسم کے لوگوں پر مسلط کی گئی ہوں ایک تو وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے رہتے تھے دوسرے وہ جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور تیسرے ہر سرکش، ضدی، متکبر پر پھر تو وہ انہیں سمیٹ لے گی اور چن چن کر اپنے پیٹ میں پہنچا دے گی جہنم پر پل صراط ہوگی جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگی اس پر آنکس اور کانٹے ہوں گے جسے اللہ چاہے پکڑ لے گی اس پر سے گزرنے والے مثل بجلی کے ہوں گے مثل آنکھ جھپکنے کے۔ مثل ہوا کے، مثل تیز رفتار گھوڑوں اور اونٹوں کے، فرشتے ہر طرف کھڑے دعائیں کرتے ہوں گے کہ اللہ سلامتی دے اللہ بچا دے پس بعض تو بالکل صحیح سالم گزر جائیں گے بعض کچھ چوٹ کھا کر بچ جائیں گے بعض اوندھے منہ جہنم میں گریں گے۔ [2] قیامت کے آثار میں اور اس کی ہولناکیوں میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ جن کی جگہ اور ہے۔ یہاں فرمایا قیامت کا زلزلہ نہایت خطرناک ہے بہت سخت ہے نہایت مہلک ہے دل دہلانے والا اور کلیجہ اڑانے والا ہے۔ زلزلہ رعب و گھبراہٹ کے وقت دل کے ہلنے کو کہتے ہیں جیسے آیت میں ہے کہ اس میدان جنگ میں مومنوں کو مبتلا کیا گیا اور سخت جھنجھوڑ دیئے گئے۔ جب تم اسے دیکھو گے یہ ضمیر شان کی قسم سے ہے اسی لئے اس کے بعد اس کی تفسیر ہے کہ اس سختی کی وجہ سے دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور حاملہ کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔ لوگ بدحواس ہو جائیں گے ایسے معلوم ہوں گے جیسے کوئی نشے میں بدمست ہو رہا ہو۔ دراصل وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کے عذابوں کی سختی نے انہیں بے ہوش کر رکھا ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ سرکش شیطان کی ماتحتی میں ○ جس پر قضائے الٰہی لکھ دی گئی ہے کہ جو کوئی اس کی رفاقت کرے وہ اسے گمراہ کر دے گا اور آگ کے عذاب کی طرف اسے لے چلے گا ○

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب الحشر (٦٥٢٧) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فناء الدنیا وبیان الحشر (٢٨٥٩)]

[2] [ضعیف : مسنداحمد (٦/ ١١٠)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس سیاق کے ساتھ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٤٧٩٣)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (١٠/ ٣٥٩)]

کافر لوگ شیطان کے پیروکار: جو لوگ موت کے بعد کی زندگی کے منکر ہیں اور اللہ کو اس پر قادر ہی نہیں مانتے اور فرمان الٰہی سے ہٹ کر' نبیوں کی تابعداری کو چھوڑ کر سرکش انسانوں اور جنوں کی ماتحتی کرتے ہیں ان کی جناب باری تعالیٰ تردید فرما رہا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ جتنے بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں وہ حق سے منہ پھیر لیتے ہیں' باطل کی اطاعت میں لگ جاتے ہیں۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو چھوڑ دیتے ہیں اور گمراہ سرداروں کی ماننے لگتے ہیں' ان کی رائے وخواہش پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ ان کے پاس کوئی صحیح علم نہیں ہوتا۔ یہ جس کی مانتے ہیں وہ تو ازلی مردود ہے اپنی تقلید کرنے والوں کو وہ بہکا تا رہتا ہے اور آخرانہیں عذابوں میں پھانس دیتا ہے جو جہنم کی جلانے والی آگ کے ہیں۔ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں اتری ہے۔ اس خبیث نے کہا تھا کہ ذرا بتلاؤ تو اللہ تعالیٰ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا اس کے اس سوال سے آسمان لرز اٹھا اور اس کی کھوپڑی اڑ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نے ایسا ہی سوال کیا تھا اسی وقت آسمانی کڑاکے نے اسے ہلاک کر دیا۔ [1]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝

لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں کوئی شک ہے تو سوچو تو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا۔ یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں' اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں' پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں۔ پھر تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو' تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت کر لئے جاتے ہیں اور بعض ناکارہ عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیئے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائے' تو دیکھتا ہے کہ زمین بنجر اور خشک ہے پھر جب ہم اس پر بارشیں برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار نباتات اگاتی ہے ○ یہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ اور یہ کہ قیامت قطعاً آنے والی ہے جس میں کوئی شک وشبہ

[1] [مرسل وضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۲٦۷)] اس میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔]

نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا○

منکرین قیامت کے لیے دوبارہ پیدائش پر دلیل و برہان: مخالفین اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل بیان کی جاتی ہے کہ اگر تمہیں دوسری بار کی زندگی سے انکار ہے تو ہم اس کی دلیل میں تمہاری پہلی دفعہ کی پیدائش تمہیں یاد دلاتے ہیں۔ تم اپنی اصلیت پر غور کر کے دیکھو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے بنایا ہے یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جن کی نسل تم سب ہو۔ پھر تم سب کو ذلیل پانی کے قطروں سے پیدا کیا ہے جس نے پہلے خون بستہ کی شکل اختیار کی پھر گوشت کا ایک لوتھڑا بنا۔ چالیس دن تک تو نطفہ اپنی شکل میں بڑھتا ہے پھر بحکم الٰہی اس میں خون کی سرخ پھٹکی پڑتی ہے، پھر چالیس دن بعد وہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس میں کوئی صورت وشبیہ نہیں ہوتی پھر اللہ تعالیٰ اسے صورت عنایت فرماتا ہے سر، ہاتھ، سینہ، پیٹ، رانیں، پاؤں اور کل اعضاء بنتے ہیں۔ کبھی اس سے پہلے ہی حمل ساقط ہو جاتا ہے، کبھی اس کے بعد بچہ گر پڑتا ہے۔ یہ تو تمہارے مشاہدے کی بات ہے۔ اور کبھی ٹھہر جاتا ہے۔ جب اس لوتھڑے پر چالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر کے اس میں روح پھونک دیتا ہے اور جیسے اللہ کی چاہت ہو خوبصورت بدصورت، مرد عورت بنا دیا جاتا ہے۔ رزق، اجل، نیکی، بدی اسی وقت لکھ دی جاتی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس رات تک جمع ہوتی ہے۔ پھر چالیس دن تک خون بستہ کی صورت رہتی ہے، پھر فرشتے کو چار چیزیں لکھ دینے کا حکم دے کر بھیجا جاتا ہے۔ رزق، عمل، شقی یا سعید ہونا لکھ لیا جاتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ [1]

عبداللہ فرماتے ہیں نطفے کے رحم میں ٹھہرتے ہی فرشتہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ یہ مخلوق ہو گا یا نہیں؟ اگر انکار ہوا تو وہ جمتا ہی نہیں۔ خون کی شکل میں رحم اسے خارج کر دیتا ہے اور اگر حکم ملا کہ اس کی پیدائش کی جائے گی تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی؟ نیک ہو گا یا بد؟ اجل کیا ہے۔؟ اثر کیا ہے؟ کہاں مرے گا؟ پھر نطفے سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ پوچھا جاتا ہے رازق کون ہے؟ کہتا ہے اللہ پھر فرشتے سے کہا جاتا ہے تو جا اور اصل کتاب میں دیکھ لے وہیں اس کا سارا حال مل جائے گا پھر وہ پیدا کیا جاتا ہے لکھی ہوئی زندگی گزارتا ہے مقدر کا رزق پاتا ہے مقررہ جگہ چلتا پھرتا ہے پھر موت آتی ہے اور دفن کیا جاتا ہے جہاں دفن ہونا مقدر ہے۔ پھر حضرت عامر رحمہ اللہ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ مضغہ ہونے کے بعد چوتھی پیدائش کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور ذی روح بنتا ہے۔

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائکۃ (۳۲۰۸) و کتاب احادیث الانبیاء (۳۳۳۲) و کتاب القدر (۶۵۹۴) و کتاب التوحید (۷۴۵۴) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب کیفیۃ خلق آدمی فی بطن امہ (۲۶۴۳) ابو داؤد: کتاب السنۃ: باب فی القدر (۴۷۰۸) ابن ماجہ: مقدمہ: باب فی القدر (۷۶) ترمذی: کتاب القدر: باب ما جآء ان الاعمال بالخواتیم (۲۱۳۷) مسند احمد (۳۸۲/۱)]

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ چالیس' پینتالیس دن جب نطفے پر گزر جاتے ہیں تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ یہ دوزخی ہے یا جنتی؟ جو جواب دیا جاتا ہے لکھ لیتا ہے پھر پوچھتا ہے لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ جو جواب ملتا ہے لکھ لیتا ہے پھر عمل' اثر' رزق اور اجل لکھی جاتی ہے اور صحیفہ لپیٹ لیا جاتا ہے جس میں نہ کمی ممکن ہے نہ زیادتی [1] پھر بچہ ہو کر دنیا میں تولد ہوتا ہے نہ عقل ہے نہ سمجھ۔ کمزور ہے اور تمام اعضاء ضعیف ہیں پھر اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہتا ہے ماں باپ کو مہربان کر دیتا ہے۔ دن رات انہیں اس کی فکر رہتی ہے تکلیفیں اٹھا کر پرورش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پروان چڑھاتا ہے۔ یہاں تک کہ عنفوان جوانی کا زمانہ آتا ہے خوبصورت تنومند ہو جاتا ہے بعض تو جوانی میں ہی چل بستے ہیں بعض بوڑھے پھوس ہو جاتے ہیں۔ کہ پھر سے عقل وخرد کھو بیٹھتے ہیں اور بچوں کی طرح ضعیف ہو جاتے ہیں۔ حافظہ' فہم' فکر سب میں فتور پڑ جاتا ہے علم کے بعد بے علم ہو جاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ﴾ [2] الخ' اللہ نے تمہیں کمزوری میں پیدا کیا پھر زور دیا پھر اس قوت و طاقت کے بعد ضعف اور بڑھاپا آیا جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے پورے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔

مسند حافظ ابو یعلی موصلی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بچہ جب تک بلوغت کو نہ پہنچے اس کی نیکیاں اس کے باپ کے یا ماں باپ کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور برائی نہ اس پر ہوتی ہے نہ ان پر۔ بلوغت پر پہنچتے ہی قلم اس پر چلنے لگتا ہے اس کے ساتھ کے فرشتوں کو اس کی حفاظت کرنے اور اسے درست رکھنے کا حکم مل جاتا ہے جب وہ اسلام میں ہی چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تین بلاؤں سے نجات دے دیتا ہے جنون اور جذام سے اور برص سے جب اسے اللہ کے دین پر پچاس سال گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں تخفیف کر دیتا ہے جب وہ ساٹھ سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی کے کاموں کی طرف اس کی طبیعت کا پورا میلان کر دیتا ہے اور اسے اپنی طرف راغب کر دیتا ہے جب وہ ستر برس کا ہو جاتا ہے تو آسمانی فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب وہ اسی (۸۰) برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں تو لکھتا ہے لیکن برائیوں سے تجاوز فرما لیتا ہے جب وہ نوے برس کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اس کے گھرانے والوں کے لئے اسے سفارشی اور شفیع بنا دیتا ہے وہ اللہ کے ہاں امین اللہ کا خطاب پاتا ہے اور زمین میں اللہ کے قیدیوں کی طرح رہتا ہے۔

جب بہت بری ناکارہ عمر کو پہنچ جاتا ہے جب کہ علم کے بعد بے علم ہو جاتا ہے تو جو کچھ وہ اپنی صحت اور ہوش کے زمانے میں نیکیاں کیا کرتا تھا سب اس کے نامہ اعمال میں برابر لکھی جاتی ہیں' اور اگر کوئی برائی ہوگئی تو وہ تو نہیں لکھی جاتی۔ [3] یہ حدیث بہت غریب ہے اور اس میں سخت نکارت ہے باوجود اس کے اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی مسند میں لائے ہیں موقوفاً بھی اور مرفوعاً بھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے اور حضرت

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم : باب کیفیة خلق آدمی فی بطن امه (۲٦٤٣) مسند احمد (٦/٤)]

[2] [سورة الروم: آیت ٥٤]

[3] [**ضعیف**: مسند ابو یعلی (٣٦٧٨)] اس میں خالد زیات اور داؤد دو راوی مجہول ہیں۔]

عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے از فرمان رسول اللہ ﷺ۔ [1] پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری سند سے مرفوعاً یہی وارد کی ہے۔ [2] حافظ ابوبکر بن بزار رحمہ اللہ نے بھی اسے یہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حدیث مرفوع میں بیان کیا ہے [3] (اور مسلمانوں پر رب کی مہربانی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اللہ ہماری عمر میں نیکی کے ساتھ برکت دے آمین)۔

مردوں کے زندہ کر دینے کی ایک دلیل یہ بیان کر کے پھر دوسری دلیل بیان فرماتا ہے کہ چٹیل میدان بے روئیدگی کی خشک اور سخت زمین کو ہم آسمانی پانی سے لہلہاتی اور تروتازہ کر دیتے ہیں طرح طرح کے پھل پھول میوے دانے وغیرہ کے درختوں سے سرسبز ہو جاتی ہے قسم قسم کے درخت اگ آتے ہیں اور جہاں کچھ نہ تھا وہاں سب کچھ ہو جاتا ہے مردہ زمین ایک دن زندگی کے کشادہ سانس لینے لگتی ہے جس جگہ ڈر لگتا تھا وہاں اب راحتِ روح اور نورعین اور سرورقلب موجود ہو جاتا ہے قسم قسم کے طرح طرح کے میٹھے کھٹے خوش ذائقہ مزیدار رنگ روپ والے پھل اور میووں سے لدے ہوئے خوبصورت چھوٹے بڑے درخت جھوم جھوم کر بہار کا لطف دکھانے لگتے ہیں۔ یہی وہ مردہ زمین ہے جو کل تک خاک اڑا رہی تھی آج دل کا سرور اور آنکھوں کا نور بن کر اپنی زندگی کی جوانی کا مزہ دے رہی ہے۔ پھولوں کے چھوٹے پودے دماغ کو مخزن عطار بنا دیتے ہیں دور سے نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکے کتنے خوشگوار معلوم ہوتے ہیں۔ سچ ہے خالق' مدبر' اپنی چاہت کے مطابق کرنے والا' خود مختار حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی مردوں کا زندہ کرنے والا ہے اس کی نشانی مردہ زمین کا زندہ ہونا مخلوق کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ وہ ہر انقلاب پر ہر قلب ماہیت پر قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جس کام کا ارادہ کرتا ہے فرماتا ہے ہو جا۔ پھر ناممکن ہے کہ وہ کہتے ہی ہو نہ جائے۔ یاد رکھو قیامت قطعاً بلاشک وشبہ آنے والی ہی ہے اور قبروں کے مردوں کو وہ قدرت والا اللہ زندہ کر کے اٹھانے والا ہے وہ عدم سے وجود میں لانے پر قادر تھا اور ہے اور رہے گا۔ سورۂ یاسین میں بھی بعض لوگوں کے اس اعتراض کا ذکر کر کے انہیں ان کی پہلی پیدائش یاد دلا کر قائل کیا گیا ہے ساتھ ہی سبز درخت سے آگ پیدا کرنے کی قلب ماہیت کو بھی دلیل میں پیش فرمایا گیا ہے اور آیتیں بھی اس بارے میں بہت سی ہیں۔

حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ جو ابورزین عقیلی کی کنیت سے مشہور ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲/۸۹)] اس کی سند میں فرج بن فضالہ ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو اس راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۳/۲۱۷) مسند ابو یعلی (٤٢٤٦)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [الموضوعات (۱/۱۷۹)] اس کی سند میں یوسف بن ابی ذرہ ضعیف ہے۔ امام ابن معینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا، امام ابن حبانؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے اور فرمایا ہے کہ کسی حال میں بھی اس سے حجت لینا جائز نہیں۔]

[3] [ضعیف : مسند بزار (۳۰۸۷)] اس کی سند میں عبداللہ بن شبیب ضعیف ہے۔]

کرتے ہیں کہ کیا ہم لوگ سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھیں گے؟ اور اس کی مخلوق میں اس دیکھنے کی مثال کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم سب کے سب چاند کو یکساں طور پر نہیں دیکھتے؟ ہم نے کہا ہاں فرمایا پھر اللہ تو بہت بڑی عظمت والا ہے آپ نے پھر پوچھا حضور ﷺ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی بھی کوئی مثال دنیا میں ہے؟ جواب ملا کہ کیا ان جنگلوں سے تم نہیں گزرے جو غیر آباد ویران پڑے ہوں' خاک اڑ رہی ہو' خشک مردہ ہو رہے ہوں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہی ٹکڑا سبزے سے اور قسم قسم کے درختوں سے ہرا بھرا زندہ نو پید ہو جاتا ہے بارونق بن جاتا ہے اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مخلوق میں یہی دیکھی ہوئی مثال اس کا کافی نمونہ اور ثبوت ہے۔ [1] (ابوداؤد وغیرہ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور قیامت قطعاً بے شبہ آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کرے گا وہ یقیناً جنتی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٨ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝٩ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝١٠ ع

بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں ○ اپنا بازو موڑنے والا بن کر اس لئے کہ راہ اللہ سے بہکا دے' اسے دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور قیامت کے دن ہم اسے جہنم میں جلنے کا عذاب چکھائیں گے ○ ان اعمال کی وجہ سے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے تھے یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ○

گمراہ لوگوں کی حالت: چونکہ اوپر کی آیتوں میں گمراہ جاہل مقلدوں کا حال بیان فرمایا تھا یہاں ان کے مرشدوں اور پیروں کا حال بیان فرما رہا ہے کہ وہ بے عقلی اور بے دلیلی سے صرف رائے قیاس اور خواہش نفسانی سے اللہ کے بارے میں کلام کرتے رہتے ہیں' حق سے اعراض کرتے ہیں' تکبر سے گردن پھیر لیتے ہیں' حق کو قبول کرنے سے بے پرواہی کے ساتھ انکار کر جاتے ہیں جیسے فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کھلے معجزوں کو دیکھ کر بھی بے پرواہی کی اور نہ مانے۔ اور آیت میں ہے جب ان سے اللہ کی وحی کی تابعداری کو کہا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تو تو دیکھے گا کہ اے رسول (ﷺ) یہ منافق تجھ سے دور چلے جایا کرتے ہیں۔ سورۂ منافقین میں ارشاد ہوا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اور اپنے لئے رسول اللہ ﷺ سے استغفار کرواؤ تو وہ اپنے سر گھما کر گھمنڈ میں آ کر بے نیازی سے انکار کر جاتے ہیں۔

حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ

---

[1] [حسن: مسند احمد (۱۱/٤) ابو داؤد: كتاب السنة: باب في الرؤية (٤٧٣١) ابن ماجه: مقدمه: باب فيما انكرت الجهمية (۱۸۰) ابن حبان كما في الموارد (۳۹) طبرانی کبیر (۲۰٦/۱۹)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه (۱۸۰۱) صحیح ابوداود (۳۹۵۷)]

﴿لِلنَّاسِ﴾ (1) لوگوں سے اپنے رخسار نہ پھلالیا کر یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھ کران سے تکبر نہ کر۔ اور آیت میں ہے ہماری آیتیں سن کر یہ تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے۔ ﴿لِيُضِلَّ﴾ کا لام یا تو لام عاقبت ہے یا لام تعلیل ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس کا مقصود دوسروں کو گمراہ کرنا نہیں ہوتا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے مراد معانداور انکار ہی ہواور ہوسکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ میں نے اسے ایسا بد خلق اس لئے بنا دیا ہے کہ یہ گمراہوں کا سردار بن جائے۔ اس کے لئے دنیا میں بھی ذلت وخواری ہے جو اس کے تکبر کا بدلہ ہے۔ یہ یہاں تکبر کر کے بڑا بننا چاہتا تھا ہم اسے چھوٹا کر دیں گے یہاں بھی اپنی حاجت میں نا کام اور بے مراد رہے گا۔ اور آخرت کے دن بھی جہنم کی آگ کا لقمہ ہوگا۔ اسے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ یہ تیرے اعمال کا نتیجہ ہے اللہ کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اسے پکڑ لو اور گھسیٹ کر جہنم میں لے جاؤ اور اس کے سر پر آگ جیسے پانی کی دھار بہاؤ۔ لے اب اپنی عزت اور تکبر کا بدلہ لیتا جا۔ یہی وہ ہے جس سے عمر بھر شک شبہ میں رہا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک دن میں وہ ستر ستر مرتبہ آگ میں جل کر بھرتا ہو جائے گا۔ پھر زندہ کیا جائے گا پھر جلایا جائے گا۔ (اعاذنا اللہ)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑫ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں' اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں' اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں' انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اٹھالیا' واقعی یہ کھلا نقصان ہے ○ اللہ کے سوا انہیں پکارا کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکیں نہ نفع' یہی تو دور دراز کی گمراہی ہے ○ اسے پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے بہت ہی قریب ہے' یقیناً برے والی ہیں اور برے ساتھی ○

مطلبی لوگ: حرف کے معنی شک کے' ایک طرف کے ہیں۔ گویا وہ دین کے ایک کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں فائدہ ہوا تو پھولے نہیں سماتے' نقصان دیکھا بھاگ کھڑے ہوئے۔ صحیح بخاری میں (ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی) ہے کہ اعرابی ہجرت کر کے مدینے پہنچتے تھے اب اگر بال بچے ہوئے جانوروں میں برکت ہوئی تو کہتے یہ دین بڑا اچھا ہے اور اگر نہ ہوئے تو کہتے یہ دین تو نہایت برا ہے۔ (2)

ابن ابی حاتم میں آپ ہی سے مروی ہے کہ اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اسلام قبول کرتے واپس جا کر

---

(1) [سورة لقمان: آیت ١٨]

(2) [صحيح: صحيح بخاری: كتاب التفسير: باب ومن الناس من يعبد الله على حرف (٤٧٤٢)]

اگر اپنے ہاں بارش، پانی پاتے، جانوروں میں، گھر بار میں برکت دیکھتے تو اطمینان سے کہتے بڑا اچھا دین ہے اور اگر اس کے خلاف دیکھتے تو جھٹ سے بک دیتے کہ اس دین میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ بروایت عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایسے لوگ بھی تھے جو مدینے پہنچتے ہی اگر ان کے ہاں لڑکا ہوتا یا ان کی اونٹنی بچہ دیتی تو انہیں راحت ہوتی خوش ہو جاتے اور اس دین کی تعریفیں کرنے لگتے اور اگر کوئی بلا، مصیبت آ گئی، مدینے کی ہوا موافق نہ آئی، گھر میں لڑکی پیدا ہوگئی، صدقے کا مال میسر نہ ہوا تو شیطانی وسوسے میں آ جاتے اور صاف کہہ دیتے کہ اس دین پر تو مشکل ہی مشکل ہے۔

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ یہ حالت منافقوں کی ہے۔ دنیا اگر مل گئی تو دین سے خوش ہیں جہاں نہ ملی یا کوئی امتحان آ گیا تو فوراً پلہ جھاڑ لیا کرتے ہیں، مرتد کافر ہو جاتے ہیں۔ یہ پورے بدنصیب ہیں دنیا آخرت دونوں برباد کر لیتے ہیں اس سے زیادہ اور بربادی کیا ہوتی؟ جن ٹھاکروں، بتوں اور بزرگوں سے یہ مدد مانگتے ہیں، جن سے فریاد کرتے ہیں، جن کے پاس اپنی حاجتیں لے جاتے ہیں، جن سے روزیاں مانگتے ہیں، نفع نقصان ان کے ہاتھ میں نہیں۔ سب سے بڑی گمراہی یہی ہے۔ دنیا میں بھی ان کی عبادت سے نقصان نفع سے پیشتر ہی ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں ان سے جو نقصان پہنچے گا اس کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ یہ بت تو ان کے نہایت برے والی اور نہایت برے ساتھی ثابت ہوں گے۔ یا یہ مطلب کہ ایسا کرنے والے خود بہت ہی بد اور بڑے ہی برے ہیں۔ لیکن پہلی تفسیر زیادہ اچھی ہے۔ واللہ اعلم۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ
إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾

ایمان اور نیک اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ لہریں لیتی ہوئی نہروں والی جنتوں میں لے جائے گا، اللہ جو ارادہ کرے اسے کر کے ہی رہتا ہے ○

نیک لوگ: برے لوگوں کا بیان کر کے بھلے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کے دلوں میں یقین کا نور ہے اور جن کے اعمال میں سنت کا ظہور ہے بھلائیوں سے گریزاں ہیں یہ بلند محلات میں عالی درجات میں ہوں گے کیونکہ یہ راہ یافتہ ہیں ان کے علاوہ سب لوگ حواس باختہ ہیں۔ اب جو چاہے کرے جو چاہے رکھے دھرے۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى
السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿١٥﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ
بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ﴿١٦﴾

جس کا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد دونوں جہان میں نہ کرے گا وہ اونچائی پر ایک رسا باندھ کر اپنے حلق میں پھندا پھانس لے پھر دیکھ لے کہ اس کی چالاکیوں سے کیا وہ بات ہٹ جاتی ہے جو اسے تڑپا رہی ہے؟○ ہم نے اسی طرح

اس قرآن کو واضح آیتوں میں اتارا ہے جسے اللہ چاہے ہدایت نصیب فرماتا ہے ○

کفار کا ایک باطل خیال: یعنی جو یہ جان رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی مدد نہ دنیا میں کرے گا نہ آخرت میں وہ یقین مانے کہ اس کا یہ خیال محض خیال ہے۔ آپ کی مدد ہو کر ہی رہے گی چاہے ایسا شخص اپنے غصے میں ہار ہی جائے بلکہ اسے چاہئے کہ اپنے مکان کی چھت میں رسی باندھ کر اپنے گلے میں پھندا ڈال کر اپنے آپ کو ہلاک کر دے۔ ناممکن ہے کہ وہ چیز یعنی اللہ کی مدد اس کے نبی ﷺ کے لئے نہ آئے گو یہ جل جل کر مر جائیں مگر ان کی خیال آرائیاں غلط ثابت ہو کر ہی رہیں گی۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی سمجھ کیخلاف ہو کر ہی رہے گا۔ اللہ کی امداد آسمان سے نازل ہو گی۔ ہاں اگر اس کے بس میں تو ہو ایک رسی لٹکا کر آسمان پر چڑھ جائے اور اس اترتی ہوئی مدد آسمانی کو کاٹ دے۔ لیکن پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے اور اس میں ان کی پوری بے بسی اور نامرادی کا ثبوت ہے کہ اللہ اپنے دین کو اپنی کتاب کو اپنے نبی ﷺ کو ترقی دے گا ہی چونکہ یہ لوگ اسے دیکھ نہیں سکتے اس لئے انہیں چاہئے کہ یہ مر جائیں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [1] الخ، ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد کرتے ہی ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

یہاں فرمایا کہ یہ پھانسی پر لٹک کر دیکھ لے کہ شان محمدی ﷺ کو کس طرح کم کر سکتا ہے؟ اپنے سینے کی آگ کو کسی طرح بجھا سکتا ہے؟ اس قرآن کو ہم نے اتارا ہے جس کی آیتیں الفاظ اور معنی کے لحاظ سے بہت ہی واضح ہیں۔ اللہ کی طرف سے اس کے بندوں پر یہ حجت ہے۔ ہدایت گمراہی اللہ کے ہاتھ ہے۔ اس کی حکمت وہی جانتا ہے کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ وہ سب کا حاکم ہے وہ رحمتوں والا عدل والا غلبے والا عظمت والا اور علم والا ہے۔ کوئی اس پر مختار نہیں۔ جو چاہے کرے سب سے حساب لینے والا وہی ہے اور وہ بھی بہت جلد۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۱۷

ایمان دار اور یہودی اور صابی اور نصرانی اور مجوسی اور مشرکین ان سب کے درمیان قیامت کے دن خود اللہ تعالیٰ فیصلے کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز پر گواہ ہے ○

روز قیامت تمام مذاہب والوں کا فیصلہ: صائبین کا بیان مع اختلاف سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے یہاں فرماتا ہے کہ ان مختلف مذہب والوں کا فیصلہ قیامت کے دن صاف ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جنت دے گا اور کفار کو جہنم واصل کرے گا۔ سب کے اقوال وافعال ظاہر و باطن اللہ پر عیاں ہیں۔

---

[1] [سورۂ غافر: آیت ۵۱۔۵۲]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝۱۸

کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں سب آسمان والے اور سب زمین والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی' ہاں بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے' جسے رب ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○

اللہ کے لیے ہر چیز سجدے میں: مستحق عبادت صرف وحدہ لاشریک اللہ ہے اس کی عظمت کے سامنے ہر چیز سر جھکائے ہوئے ہے خواہ بخوشی خواہ بے خوشی۔ ہر چیز کا سجدہ اپنی وضع میں ہے۔ چنانچہ قرآن نے سائے کا دائیں بائیں اللہ کے سامنے سربسجود ہونا بھی آیت ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾ [1] میں بیان فرمایا ہے آسمانوں کے فرشتے' زمین کے حیوان' انسان' جنات' پرند' چرند' سب کا اس کے سامنے سربسجود ہیں اور اس کی تسبیح اور حمد کر رہے ہیں۔ سورج' چاند' ستارے بھی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے ہیں ان تینوں چیزوں کو الگ اس لئے بیان کیا گیا کہ بعض لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ وہ خود اللہ کے سامنے جھکے ہوئے ہیں اسی لئے فرمایا سورج چاند کو سجدے نہ کرو اس کو سجدے کرو جو ان کا خالق ہے بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ آپ نے جواب دیا اللہ کو علم ہے اور اس کے نبی ﷺ کو۔ آپ نے فرمایا یہ عرش تلے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے پھر اس سے اجازت طلب کرتا ہے وقت آ رہا ہے کہ اس سے ایک دن کہہ دیا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا۔ [2] سنن ابی داؤد' نسائی' ابن ماجہ اور مسند احمد میں گرہن کی حدیث میں ہے کہ سورج چاند اللہ کی مخلوق ہے وہ کسی کی موت پیدائش سے گہن میں نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کسی پر تجلی ڈالتا ہے تو وہ اس کے سامنے جھک جاتا ہے۔ [3]

ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورج چاند اور کل ستارے غروب ہو کر سجدے میں جاتے ہیں اور اللہ سے

---

[1] [سورة النحل: آیت ۴۸]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب صفة الشمس والقمر (۳۱۹۹) و کتاب التفسیر (۴۸۰۳) و کتاب التوحید (۷۴۲۴) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیه الایمان (۱۵۹) ترمذی : کتاب الفتن : باب ما جآء فی طلوع الشمس من مغربها (۲۱۸۶) ابو داؤد : کتاب الحروف و القرائات (۴۰۰۲) مسند احمد (۵/۱۷۷)]

[3] [منکر : ابو داؤد : کتاب الصلوٰة : باب من قال یرکع رکعتین (۱۱۹۳) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوات : باب ما جآء فی صلوٰة الکسوف (۱۲۶۲) نسائی : کتاب الکسوف : باب نوع آخر (۱۴۸۶) بیهقی فی السنن الکبری (۳/۳۳۳) مسند احمد (۴/۲۶۷)] امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے منکر کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

اجازت مانگ کر داہنی طرف سے لوٹ کر پھر اپنے مطلع میں پہنچتے ہیں۔ پہاڑوں اور درختوں کا سجدہ ان کے سائے کا دائیں بائیں پڑنا ہے۔ ایک شخص نے نبی ﷺ سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں جب سجدے میں گیا اور میں نے سنا کہ وہ اپنے سجدے میں یہ پڑھ رہا تھا ((اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَّاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ)) یعنی اے اللہ! اس سجدے کی وجہ سے میرے لئے اپنے پاس اجر و ثواب لکھ اور میرے گناہ معاف فرما اور میرے لئے اسے ذخیرہ آخرت کر اور اسے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کا سجدہ قبول فرمایا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے سجدے کی آیت پڑھی سجدہ کیا اور یہی دعا آپ نے اس سجدے میں پڑھی جسے میں سن رہا تھا۔ [1] (ترمذی وغیرہ)

تمام حیوانات بھی اسے سجدہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اپنے جانور کی پیٹھ کو اپنا منبر نہ بنا لیا کرو بہت سی سواریاں اپنے سوار سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں اور زیادہ ذکر اللہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ [2] اور اکثر انسان بھی اپنی خوشی سے عبادت الٰہی بجا لاتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں ہاں وہ بھی ہیں جو اس سے محروم ہیں تکبر کرتے ہیں سرکشی کرتے ہیں اللہ جسے ذلیل کرے اسے عزیز کون کر سکتا ہے؟ رب فاعل خود مختار ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا یہاں ایک شخص ہے جو اللہ کے ارادوں اور اس کی مشیت کو نہیں مانتا۔ آپ نے اسے فرمایا اے شخص بتا تیری پیدائش اللہ تعالیٰ نے تیری چاہت کے مطابق کی یا اپنی؟ اس نے کہا اپنی چاہت کے مطابق فرمایا یہ بھی بتا کہ جب تو چاہتا ہے مریض ہو جاتا ہے یا جب اللہ چاہتا ہے؟ اس نے کہا جب وہ چاہتا ہے پوچھا پھر تجھے شفا تیری چاہت سے ہوتی ہے یا اللہ کے ارادے سے؟ جواب دیا اللہ کے ارادے سے فرمایا اچھا یہ بھی بتا کہ اب وہ جہاں چاہے گا تجھے لے جائے گا یا جہاں تو چاہے گا کہا جہاں وہ چاہے فرمایا پھر کیا بات باقی رہ گئی؟ سن اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو واللہ میں تیرا سر اڑا دیتا۔

مسلم شریف میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب انسان سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہٹ کر رونے لگتا ہے کہ افسوس ابن آدم کو سجدے کا حکم ملا اس نے سجدہ کر لیا جنتی ہو گیا میں نے انکار کر دیا

---

[1] [حسن : ترمذی : کتاب الصلوۃ : باب یقول فی سجود القرآن (۵۷۹) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاۃ : باب سجود القرآن (۱۰۵۳) صحیح ابن خزیمه (۵۶۲) مستدرك حاکم (۲۱۹/۱) صحیح ابن حبان (۲۷۶۸)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحه (۲۷۱۰)]

[2] [بعضه حسن وبعضه ضعیف : مسند احمد (۴۴۰/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ تک ﴿ ولا تتخذوها کرسی ﴾ حسن ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۵۶۲۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے سوائے ان الفاظ کے ﴿ فرب مرکوبة خیر من راکبها واکثر ذاکر لله منه ﴾۔]

جہنمی بن گیا۔ ① حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ سورۂ حج کو اور تمام سورتوں پر یہ فضیلت ملی کہ اس میں دو آیتیں سجدے کی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں جو ان دونوں پر سجدہ نہ کرے اسے چاہئے اسے پڑھے ہی نہیں۔ ② (ترمذی وغیرہ)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث قوی نہیں لیکن امام صاحب رحمہ اللہ کا یہ قول قابل غور ہے کیونکہ اس کے راوی ابن لہیعہ رحمہ اللہ نے اپنی سماعت کی اس میں تشریح کردی ہے اور ان پر بڑی جرح وتدلیس کی ہے جو اس سے اٹھ جاتی ہے۔ ابوداؤد میں فرمان رسالت مآب ﷺ ہے کہ سورۂ حج قرآن کی اور سورتوں پر یہ فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ ③ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سند سے تو یہ حدیث مستند نہیں لیکن اور سند سے یہ مسند بھی بیان کی گئی ہے مگر صحیح نہیں۔ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ میں اس سورت کی تلاوت کی اور دو بار سجدہ کیا اور فرمایا اسے ان دو سجدوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ (ابوبکر بن عدی)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے پورے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے، تین سورۂ مفصل میں دو سورۂ حج میں۔ ④ (ابن ماجہ وغیرہ) یہ سب روایتیں اس بات کو پوری طرح مضبوط کردیتی ہیں۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ ع

یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں اختلاف کرنے والے ہیں پس کافروں کے لئے تو آگ کے کپڑے بیونت کر کے کاٹے جائیں گے، اور ان کے سروں کے اوپر سے سخت گرم پانی کا تریڑا بہایا جائے گا○ جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں

---

① [**صحیح**: صحیح مسلم : كتاب الايمان : باب بيان اطلاق اسم الكفر على من ترك الصلوٰة (٨١) ابن ماجه : كتاب اقامة الصلوات : باب سجود القرآن (١٠٥٢) مسند احمد (٤٤٣/٢)]

② [**حسن**: ابو داؤد : كتاب تفريع ابواب السجود و كم سجدة فى القرآن (١٤٠٢) ترمذی : كتاب الصلوٰة : باب ما جاء فى السجدة فى الحج (٥٧٨) مستدرك حاكم (٢٢١/١) دارقطنى (٤٠٨/١) مسند احمد (١٥١/٤)] شیخ البانی اسے حسن کہتے ہیں۔[صحيح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

③ [**ضعیف**: المراسيل لابی داود (ص : ١٣)، (٧٨)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

④ [**ضعیف**: ابو داؤد : كتاب سجود القرآن : باب تفريع ابواب السجود و كم سجدة فى القرآن (١٤٠٢) ابن ماجه : كتاب اقامة الصلوات : باب عدد سجود القرآن (١٠٥٧) مستدرك حاكم (٢٢٣/١)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعيف ابو داود ، المشكاة (١٠٢٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

اور کھالیں اگلا دی جائیں گی○ اور انکی سزا کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہیں○ یہ جب بھی وہاں سے وہاں کے غم سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے وہیں لوٹا دیئے جائیں گے جلنے کا عذاب چکھتے رہو○

مومن اور کافر کی مثال: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھیوں رضی اللہ عنہما اور عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے۔ [1] (بخاری و مسلم) صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن میں سب سے پہلے اللہ کے سامنے اپنی حجت ثابت کرنے کے لئے گھٹنوں کے بل گر جاؤں گا حضرت قیس فرماتے ہیں انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ بدر کے دن یہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے آئے تھے علی اور حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم اور شیبہ اور عتبہ اور ولید۔ [2] اور قول ہے کہ مراد مسلمان اور اہل کتاب ہیں۔ اہل کتاب کہتے تھے ہمارا نبی علیہ السلام تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اس لئے ہم اللہ سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہیں۔ مسلمان کہتے تھے کہ ہماری کتاب تمہاری کتاب کا فیصلہ کرتی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اس لئے تم سے ہم اولیٰ ہیں پس اللہ نے اسلام کو غالب کیا اور یہ آیت اتری۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے سچا ماننے والے اور جھٹلانے والے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں مومن و کافر کی مثال ہے وہ قیامت میں مختلف تھے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد جنت و دوزخ کا قول ہے۔ دوزخ کی مانگ تھی کہ مجھے سزا کی چیز بنا۔ اور جنت کی آرزو تھی کہ مجھے رحمت بنا۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ان تمام اقوال کو شامل ہے اور بدر کا واقعہ بھی اس کے ضمن میں آسکتا ہے۔ مومن اللہ کے دین کا غلبہ چاہتے تھے اور کفار نور ایمان کے بجھانے، حق کو پست کرنے اور باطل کے ابھارنے کی فکر میں تھے۔

ابن جریر رحمہ اللہ بھی اس کو مختار بتلاتے ہیں اور یہ ہے بھی بہت اچھا چنانچہ اس کے بعد ہی ہے کہ کفار کے لئے آگ کے ٹکڑے الگ الگ مقرر کر دیئے جائیں گے۔ یہ تانبے کی صورت میں ہوں گے جو بہت ہی حرارت پہنچاتا ہے پھر اوپر سے گرم ابلتے ہوئے پانی کا تریڑا ڈالا جائے گا۔ جس سے آنتیں اور چربی گھل جائے گی اور کھال بھی جھلس کر جھڑ جائے گی۔ ترمذی میں ہے کہ اس گرم آگ جیسے پانی سے ان کی آنتیں وغیرہ پیٹ سے نکل کر پیروں پر گر پڑیں گی۔ پھر جیسے تھے ویسے ہو جائیں گے پھر یہی ہوگا۔ [3] عبداللہ بن سری رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرشتہ اس ڈولچے کو اس کے کڑوں سے تھام کر لائے گا اس کے منہ میں ڈالنا چاہے گا یہ گھبرا کر منہ پھیر لے گا۔ تو فرشتہ اس کے ماتھے پر لوہے کا ہتھوڑا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب قتل ابی جهل (٣٩٦٦) و کتاب التفسیر: باب هذان خصمان اختصموا فی ربهم (٣٩٤٣) صحیح مسلم: کتاب التفسیر: باب فی قوله تعالیٰ هذان خصمان اختصموا فی ربهم (٣٠٣٣)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورة الحج (٤٧٤٤)]

[3] [ضعیف: ترمذی: کتاب صفة جهنم: باب ما جآء فی صفة شراب اهل النار (٢٥٨٢) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٤٩٩٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، المشکاة (٥٦٧٩)]

مارے گا جس سے اس کا سر پھٹ جائے گا وہیں سے اس گرم آگ پانی کو ڈالے گا جو سیدھا پیٹ میں پہنچے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان ہتھوڑوں میں سے جن سے دوزخیوں کی ٹھکائی ہوگی اگر ایک زمین پر لا کر رکھ دیا جائے تو تمام انسان اور جنات مل کر بھی اسے اٹھا نہیں سکتے۔ [1] (مسند) آپ فرماتے ہیں اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے جہنمی اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر جیسے تھے ویسے ہی کر دیئے جائیں گے اگر غساق کا جو جہنمیوں کی غذا ہے ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام اہل دنیا بو کے مارے ہلاک ہو جائیں [2] (مسند احمد) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے لگتے ہی ایک عضو بدن جھڑ جائے گا اور ہائے وائے کا غل مچ جائے گا۔ جب کبھی وہاں سے نکل جانا چاہیں گے وہیں لوٹا دیئے جائیں گے۔

حضرت سلمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہنم کی آگ سخت سیاہ بہت اندھیرے والی ہے اس کے شعلے بھی روشن نہیں نہ اس کے انگارے روشنی والے ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت زید رحمہ اللہ کا قول ہے جہنمی اس میں سانس بھی نہ لے سکیں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں واللہ! انہیں چھوٹنے کی تو آس ہی نہیں رہے گی پیروں میں بوجھل بیڑیاں ہیں ہاتھوں میں مضبوط ہتھکڑیاں ہیں ہاں آگ کے شعلے انہیں اس قدر اونچا کر دیتے ہیں کہ گویا باہر نکل جائیں گے لیکن پھر فرشتوں کے ہاتھوں سے گرز کھا کر تہ میں اتر جاتے ہیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب جلنے کا مزہ چکھو۔ جیسے فرمان ہے ان سے کہا جائے گا کہ اس آگ کا عذاب برداشت کرو جسے آج تک جھٹلاتے رہے۔ [3] زبانی بھی اور اپنے اعمال سے بھی۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾

ایمان والوں اور نیک کام والوں کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں تلے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں۔ جہاں وہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سچے موتی بھی، وہاں ان کا لباس خالص ریشم ہوگا ○ پاکیزہ بات کی رہنمائی کر دی گئی، اور قابل صد تعریف راہ کی ہدایت کر دی گئی ○

اہل جنت کے محلات: اوپر دوزخیوں کا، ان کی سزاؤں کا، ان کے طوق وزنجیر کا، ان کے جلنے جھلسنے کا، ان کے آگ کے لباس کا ذکر کر کے اب جنت کا، وہاں کی نعمتوں کا اور وہاں کے رہنے والوں کا حال بیان فرما رہا ہے۔ اللہ ہمیں اپنی سزاؤں سے بچائے اور جزاؤں سے نوازے آمین! فرماتا ہے ایمان اور نیک عمل کے بدلے جنت ملے گی جہاں کے محلات اور باغات کے چاروں طرف پانی کی نہریں لہریں مار رہی ہوں گی جہاں چاہیں گے وہیں خود

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۳/۲۹) مسند ابو یعلی (۱۳۸۸) اس میں ابن لہیعہ اور دراج ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف: مسند احمد (۳/۸۳) مسند ابو یعلی (۱۳۷۷) اس میں بھی ابن لہیعہ اور دراج ضعیف ہے۔]

[3] [سورۃ السجدہ: آیت ۲۰]

بخو دان کا رخ ہو جایا کرے گا۔ سونے کے زیوروں سے سجے ہوئے ہوں گے موتیوں میں تل رہے ہوں گے۔ متفق علیہ حدیث میں ہے مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ [1] کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت میں ایک فرشتہ ہے جس کا نام مجھے معلوم ہے وہ اپنی پیدائش سے مومنوں کے زیور بنا رہا ہے اور قیامت تک اسی کام میں رہے گا اگر ان میں سے ایک کنگن بھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو سورج کی روشنی اس طرح جاتی رہے جس طرح اس کے نکلنے سے چاند کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ دوزخیوں کے کپڑوں کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یہاں جنتیوں کے کپڑوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ نرم چمکیلے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ جیسے سورۂ دہر میں ہے کہ ان کے لباس سبز ریشمی ہوں گے اور چاندی کے کنگن ہوں گے اور شراب طہور کے جام پر جام پی رہے ہوں گے۔ یہ ہے تمہاری جزا اور یہ ہے تمہاری بار آور سعی کا نتیجہ۔

صحیح حدیث میں ہے ریشم تم نہ پہنو جو اسے دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت کے دن اس سے محروم رہے گا۔ [2] حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہیں فرماتے ہیں جو اس دن ریشمی لباس سے محروم رہا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ کیونکہ جنت والوں کا یہی لباس ہے۔ ان کو پاک بات سکھا دی گئی۔ جیسے فرمان ہے ﴿تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾ [3] ایماندار بحکم الٰہی جنت میں جائیں گے جہاں ان کا تحفہ آپس میں سلام ہوگا۔ اور آیت میں ہے ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور سلام کر کے کہیں گے تمہارے صبر کا کیا ہی اچھا انجام ہوا۔

اور جگہ فرمایا ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيمًا إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا﴾ [4] وہاں کوئی لغو بات اور رنج دینے والی بات نہ سنیں گے بجز سلام اور سلامتی کے۔ پس انہیں وہ مکان دے دیا گیا جہاں صرف دل لبھانے والی آوازیں اور سلام ہی سلام سنتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے وہاں مبارک سلامت کی آوازیں ہی آئیں گی برخلاف دوزخیوں کے کہ ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہیں' جھڑکے جاتے ہیں اور سرزنش کی جارہی ہے کہ ایسے عذاب برداشت کرو وغیرہ۔ اور انہیں وہ جگہ دی گئی کہ یہ نہال نہال ہو گئے اور بیساختہ ان کی زبان سے اللہ کی حمد ادا ہونے لگی۔ کیونکہ بیشمار بے نظیر رحمتیں پالیں۔

صحیح حدیث میں ہے کہ جیسے بے قصد و بے تکلف سانس آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح بہشتیوں کو تسبیح و حمد کا الہام ہوگا۔ [5] بعض مفسرین کا قول ہے کہ طیب کلام سے مراد قرآن کریم ہے اور ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے حدیث کے ورد اور اذکار ہیں اور صراط حمید سے مراد اسلامی راستہ ہے۔ یہ تفسیر بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں۔ واللہ اعلم

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الطهارة: باب تبليغ الحلية حيث يبلغ الوضوء (۲۵۰) نسائی (۱۴۹) مسند احمد (۲/۲۳۲)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه (۵۸۳۰) صحیح مسلم: کتاب اللباس: باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال (۲۰۶۹)]

[3] [سورة ابراهيم: آیت ۲۳]

[4] [سورة الواقعه: آیت ۲۵_۲۶]

[5] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب في صفات الجنة واهلها (۲۸۳۵) مسند احمد (۳/۳۴۹)]

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَٰهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾

جن لوگوں نے کفر کیا اور راہ اللہ سے روکنے لگے اور اس حرمت والی مسجد سے بھی جسے ہم نے تمام لوگوں کے لئے مساوی کر دیا ہے' وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر کے ہوں' جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں الحاد کا ارادہ کرے' ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے ○

مسجد حرام سے روکنے والے کفار کی تردید: اللہ تعالیٰ کافروں کے اس فعل کی تردید کرتا ہے جو وہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے تھے وہاں انہیں احکام حج ادا کرنے سے باز رکھتے تھے باوجود اس کے اولیاء اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر مدینے شریف کا ہے۔ جیسے سورۂ بقرہ کی آیت ﴿يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ [1] الخ' میں ہے یہاں فرمایا کہ باوجود کفر کے۔ پھر یہ بھی فعل ہے کہ اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے مسلمانوں کو روکتے ہیں جو درحقیقت اس کے اہل ہیں۔ یہی ترتیب اس آیت کی ہے ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ﴾ [2] الخ' یعنی ان کی صفت یہ ہے کہ ان کے دل ذکر اللہ سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

مسجد حرام جو اللہ نے سب کے لئے یکساں طور پر باحرمت بنائی ہے مقیم اور مسافر کے حقوق میں کوئی کمی زیادتی نہیں رکھی۔ اہل مکہ بھی مسجد حرام میں اتر سکتے ہیں اور باہر والے بھی۔ وہاں کی منزلوں میں وہاں کے باشندے اور بیرون ممالک کے لوگ سب ایک ہی حق رکھتے ہیں۔ اس مسئلے میں امام شافعی' امام اسحاق بن راہویہ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی موجودگی میں اختلاف کیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ تو فرمانے لگے کے مکے کی حویلیاں ملکیت میں لائی جا سکتی ہیں۔ ورثے میں بٹ سکتی ہیں اور کرائے پر بھی دی جا سکتی ہیں۔ دلیل یہ دی کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کل آپ مکے میں اپنے ہی مکان میں اتریں گے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ عقیل نے ہمارے لئے کون سی حویلی چھوڑی ہے؟ پھر فرمایا کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کافر کا۔ [3] اور دلیل یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خرید کر وہاں جیل خانہ بنایا تھا۔ طاؤس اور عمرو بن دینار بھی اس مسئلے میں امام صاحب کے ہم نوا ہیں۔

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۷]   [2] [سورۃ الرعد: آیت ۲۸]

[3] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب این رکز النبی الرایة یوم الفتح (۴۲۸۲) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب النزول بمکة للحاج وتوریث دورها (۱۳۵۱) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب دخول مکة (۲۹۴۲)، (۲۷۳۰) ابو داؤد : کتاب الفرائض : باب هل یرث المسلم الکافر (۲۹۱۰) مسند احمد (۲۰۱/۵)]

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ وہ ورثے میں بٹ نہیں سکتے نہ کرائے پر دیئے جاسکتے ہیں۔ سلف میں ایک جماعت یہی کہتی ہے مجاہد اور عطا رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ اس کی دلیل ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے حضرت علقمہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صدیقی اور فاروقی خلافت میں مکے کی حویلیاں آزاد اور بے ملکیت استعمال کی جاتی رہیں اگر ضرورت ہوتی تو رہتے ورنہ اور کو بسنے کے لئے دے دیتے۔ [1] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نہ تو مکے شریف کے مکانوں کو بیچنا جائز ہے نہ ان کا کرایہ لینا۔ حضرت عطا رحمہ اللہ بھی حرم میں کرایہ لینے کو منع کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مکے شریف کے گھروں کے دروازے رکھنے سے روکتے تھے کیونکہ صحن میں حاجی لوگ ٹھہرا کرتے تھے۔ سب سے پہلے گھر کا دروازہ سہیل بن عمرو نے بنایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت انہیں حاضری کا حکم بھیجا انہوں نے آ کر کہا مجھے معاف فرمایا جائے میں سوداگر شخص ہوں میں نے ضرورتاً یہ دروازے بنائے ہیں تاکہ میرے جانور میرے بس میں رہیں۔ آپ نے فرمایا پھر خیر ہم اسے تیرے لئے جائز رکھتے ہیں۔ اور روایت میں حکم فاروقی ان الفاظ میں مروی ہے کہ اے اہل مکہ اپنے مکانوں کے دروازے نہ رکھو تاکہ باہر کے لوگ جہاں چاہیں ٹھہریں۔ عطا فرماتے ہیں شہری اور غیر وطنی ان میں برابر ہیں جہاں چاہیں اتریں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مکے شریف کے گھروں کا کرایہ کھانے والا اپنے پیٹ میں آگ بھرنے والا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ان دونوں کے درمیان کا مسلک پسند فرمایا ہے یعنی ملکیت کو اور ورثے کو تو جائز بتایا ہاں کرائے کو ناجائز کہا ہے اس سے دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ بالحاد میں ((بـا)) زائد ہے جیسے تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ میں۔ [2] اور اعشی کے شعر ((ضَمِنَتْ بِرِزْقِ عِيَالِنَا اَرْمَاحُنَا)) الخ' میں یعنی ہمارے گھرانے کی روزیاں ہمارے نیزوں پر موقوف ہیں الخ' اور شاعروں کے اشعار میں ((بـا)) کا ایسے موقعوں پر زائد آنا مستعمل ہوا ہے لیکن اس سے بھی عمدہ بات یہ ہے کہ ہم کہیں کہ یہاں کا فعل ((يَهُـــمُّ)) کے معنی کا متضمن ہے اس لئے ((با)) کے ساتھ متعدی ہوا ہے۔ الحاد سے مراد کبیرہ شرمناک گناہ ہے ﴿بِظُلْمٍ﴾ سے مراد قصداً ہے۔ تاویل کی رو سے نہ ہونا ہے۔ اور معنی شرک کے غیر اللہ کی عبادت کے بھی کئے گئے ہیں۔ یہ بھی مطلب ہے کہ حرم میں اللہ کے حرام کئے ہوئے کام کو حلال سمجھ لینا جیسے گناہ' قتل' بے جا ظلم وستم وغیرہ۔ ایسے لوگ دردناک عذابوں کے سزاوار ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو بھی یہاں برا کام کرے یہ حرم شریف کی خصوصیت ہے کہ غیر وطنی لوگ جب کسی بدکام کا ارادہ بھی کرلیں تو بھی انہیں سزا ہوتی ہے چاہے اسے عملاً نہ کریں ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص عدن میں ہو اور حرم میں الحاد وظلم کا ارادہ رکھتا ہو تو بھی اللہ اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائے گا۔

---

[1] [ضعیف :ابن ماجه : كتاب المناسك : باب اجر بيوت مكة (٣١٠٧)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ابن ماجه] مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورة المومنون: آیت ٢٠]

حضرت شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس نے تو اس کو مرفوع بیان کیا تھا لیکن میں اسے مرفوع نہیں کرتا۔ [1] اس کی اور سند بھی ہے جو صحیح ہے اور موقوف ہونا بہ نسبت مرفوع ہونے کے زیادہ ٹھیک ہے عموماً قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے، واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کسی پر برائی کے صرف ارادے سے برائی نہیں لکھی جاتی لیکن اگر دور دراز مثلاً عدن بیٹھ کر بھی یہاں کسی شخص کے قتل کا ارادہ کرے تو اللہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہاں یا نہیں کہنے پر یہاں قسمیں کھانا بھی الحاد میں داخل ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اپنے خادم کو یہاں گالی دینا بھی الحاد میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے امیر شخص کا یہاں تجارت کرنا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مکے میں اناج کا بیچنا۔ حبیب بن ابو ثابت فرماتے ہیں گراں فروشی کے لئے اناج کو یہاں روک رکھنا۔

ابن ابی حاتم میں بھی فرمان رسول سے یہی منقول ہے۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن انیس کے بارے میں اتری ہے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہاجر اور ایک انصار کے ساتھ بھیجا تھا ایک مرتبہ ہر ایک اپنے اپنے نسب نامے پر فخر کرنے لگا اس نے غصے میں آ کر انصاری کو قتل کر دیا اور مکے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور دین اسلام چھوڑ بیٹھا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جو الحاد کے بعد مکہ کی پناہ لے۔ [3] ان آثار سے گو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کام الحاد میں سے ہیں لیکن حقیقتاً یہ ان سب سے زیادہ اہم بات ہے بلکہ اس سے بڑی چیز پر اس میں تنبیہ ہے۔ اسی لئے جب ہاتھی والوں نے بیت اللہ کی خرابی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیج دیئے جنہوں نے ان پر کنکریاں پھینک کر ان کا بھس اڑا دیا اور وہ دوسروں کے لئے باعث عبرت بنا دیئے گئے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک لشکر اس بیت اللہ کے غزوے کے ارادے سے آئے گا جب وہ بیداء میں پہنچیں گے تو سب کے سب مع اول آخر کے دھنسا دیئے جائیں گے' [4] الخ۔ حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہیں آپ یہاں الحاد کرنے سے بچیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہاں ایک قریشی الحاد کرے گا اس کے گناہ اگر تمام جن وانس کے گناہوں سے تولے جائیں تو بھی بڑھ جائیں دیکھو خیال رکھو تم وہی نہ بن جانا [5] (مسند احمد)

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷/۱۴۱) الدر المنثور للسیوطی (۴/۶۳۳) مسند احمد (۱/۴۲۸) مسند ابو یعلی (۵۳۸۴) مستدرك حاكم (۲/۳۸۸) مسند بزار (۲۲۳۶)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۷/۷۳)]

[2] [ضعیف: ابو داؤد: کتاب المناسك: باب تحريم مكة (۲۰۲۰) التاريخ الكبير للبخاری (۷/۲۵۵) الدر المنثور للسیوطی (۴/۶۳۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود (۴۴۰) ضعیف الجامع الصغیر (۱۸۴)]

[3] [ضعیف ابن ابی حاتم۔ اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

[4] [صحیح صحیح بخاری: کتاب البیوع: باب ما ذكر في الاسواق (۲۱۱۸)]

[5] [مسند احمد (۲/۱۳۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اور امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۶۲۰۰) مجمع الزوائد] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

اور روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ نصیحت آپ نے انہیں حطیم میں بیٹھ کر کی تھی۔ [1]

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

جب کہ ہم نے ابراہیم کو کعبے کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف' قیام' رکوع' سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھنا○ لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پاپیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آ جائیں گے○

توحید ہی مسجد حرام کی اولین بنیاد: یہاں مشرکین کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھر جس کی بنیاد اول دن سے اللہ کی توحید پر رکھی گئی ہے تم نے اس میں شرک جاری کر دیا اس گھر کے بانی خلیل اللہ علیہ السلام ہیں سب سے پہلے آپ نے ہی اسے بنایا۔ آنحضور ﷺ سے ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ حضور ﷺ سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ فرمایا مسجد حرام۔ میں نے کہا پھر؟ فرمایا بیت المقدس۔ میں نے کہا ان دونوں کے درمیان کس قدر مدت کا فاصلہ ہے؟ فرمایا چالیس سال کا۔ [2] اللہ کا فرمان ہے ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا﴾ [3] الخ' دو آیتوں تک۔ اور آیت میں ہے ہم نے ابراہیم واسماعیل علیہما السلام سے وعدہ لیا کہ میرے گھر کو پاک رکھنا الخ' بیت اللہ شریف کی بناء کا کل ذکر ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس لئے یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں فرمایا اسے صرف میرے نام پر بنا اور اسے پاک رکھ یعنی شرک وغیرہ سے اور اسے خاص کر دے ان کے لئے جو موحد ہیں۔ طواف وہ عبادت ہے جو ساری زمین بجز بیت اللہ کے میسر ہی نہیں نہ جائز ہے۔ پھر طواف کے ساتھ نماز کو ملایا' قیام' رکوع' سجدے کا ذکر فرمایا۔ اس لئے کہ جس طرح طواف اس کے ساتھ مخصوص ہے نماز کا قبلہ بھی یہی ہے ہاں اس حالت میں کہ انسان کو معلوم نہ ہو یا جہاد میں ہو یا سفر میں ہو نفل نماز پڑھ رہا ہو تو بے شک قبلہ کی طرف منہ نہ ہونے کی حالت میں بھی نماز ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔ اور یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کی طرف تمام انسانوں کو بلا۔ مذکور ہے کہ آپ نے اس وقت عرض کی کہ باری تعالیٰ میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟۔ جواب ملا کہ آپ کے ذمے صرف پکارنا ہے آواز پہنچانا میرے ذمے ہے۔ پس آپ نے مقام ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر یا ابوقبیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا

---

[1] [مسند احمد (۱۹۶/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اور امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ اور صحیح کے راوی ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۷۰۴۳) مجمع الزوائد (۲۸۴/۳)] حافظ زبیر علی زئی نے اسے بھی حسن کہا ہے۔]

[2] [صحیح: صحيح بخارى : كتاب احاديث الانبياء (۳۳۶۶-۳۴۲۵) صحيح مسلم : كتاب المساجد ومواضع الصلوة (۵۲۰) ابن ماجه : كتاب المساجد والجماعات : باب اى مسجد وضع اولا (۷۵۳) نسائى : كتاب المساجد : باب ذكر أى مسجد وضع اولا (۶۹۱) مسند احمد (۱۵۰/۵)]

[3] [سورة آل عمران: آيت ۹۶-۹۷]

کی لوگو! تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو۔ پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی۔ یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی سنائی دی۔ ہر پتھر درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا با آواز بلند لبیک پکارا۔ بہت سے سلف سے یہ منقول ہے واللہ اعلم۔ پھر فرمایا پیدل لوگ بھی آئیں گے اور سواریوں پر سوار بھی آئیں گے۔ اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جسے طاقت ہو اس کے لئے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ پہلے پیدل والوں کا ذکر ہے پھر سواروں کا۔ تو ان کی طرف توجہ زیادہ ہوئی اور ان کی ہمت کی قدر دانی کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میری یہ تمنا باقی رہ گئی کہ کاش کہ میں پیدل حج کرتا۔ اس لئے کہ فرمان الٰہی میں پیدل والوں کا ذکر ہے۔ لیکن اکثر بزرگوں کا قول ہے کہ سواری پر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے باوجود کمال قدرت کے پا پیادہ حج نہیں کیا تو سواری پر حج کرنا حضور ﷺ کی پوری اقتدا ہے پھر فرمایا دور دراز سے حج کے لئے آئیں گے۔ خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا بھی یہی تھی کہ ﴿فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ﴾ [1] لوگوں کے دلوں کو اسے تو ان کی طرف متوجہ کر دے۔ آج دیکھ لو وہ کون سا مسلمان ہے جس کا دل کعبے کی زیارت کا مشتاق نہ ہو؟ اور جس کے دل میں طواف کی تمنائیں تڑپ نہ رہی ہوں۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب فرمائے)

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ
مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا
تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

اپنے فائدے کے حاصل کرنے کو آ جائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں، پس تم آپ بھی اسے کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ○ پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف ادا کریں○

حج میں دنیوی واخروی فوائد: دنیا اور آخرت کے فوائد حاصل کرنے کے لئے آئیں۔ اللہ کی رضا کے ساتھ ہی دنیاوی مفاد تجارت وغیرہ کا بھی فائدہ اٹھائیں۔ جیسے فرمایا ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ [2] الخ، موسم حج میں تجارت کرنا ممنوع نہیں۔ مقررہ دنوں سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے حضور ﷺ کا فرمان ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں کے عمل سے افضل نہیں۔ لوگوں نے پوچھا جہاد بھی نہیں؟ فرمایا جہاد بھی نہیں، بجز اس مجاہد کے عمل کے جس نے اپنی جان و مال اللہ کی راہ میں قربان کر دیا ہو [3] (صحیح بخاری) میں

---

[1] [سورۃ ابراھیم: آیت ۳۷] [2] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۹۸]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب العیدین: باب فضل العمل فی ایام التشریق (۹۶۹) ترمذی: کتاب الصوم باب ما جاء فی العمل فی ایام العشر (۷۵۷) ابن ماجہ: کتاب الصیام: باب صیام العشر (۱۷۲۷) ابو داؤد: کتاب الصوم: باب فی صوم العشر (۲۴۳۸) مسند احمد (۱/۲۲۴)]

نے اس حدیث کو اس کی تمام سندوں کے ساتھ ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں سے بڑا اور پیارا نہیں پس تم ان دس دنوں میں ((لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ)) اور ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ)) اور ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ)) بکثرت پڑھا کرو۔ [1] انہی دس دنوں کی قسم ﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ [2] کی آیت میں ہے۔ بعض سلف کہتے ہیں ﴿وَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ﴾ [3] سے بھی مراد یہی دن ہیں۔ ابوداؤد میں ہے حضور ﷺ ان دنوں میں روزے سے رہا کرتے تھے۔ [4] بخاری شریف میں ہے حضرت ابن عمر، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ان دنوں بازار میں آتے اور تکبیر پکارتے، بازار والے بھی آپ کے ساتھ تکبیریں پڑھنے لگتے۔ [5] ان ہی دس دنوں میں عرفے کا دن ہے جس دن کے روزے کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ گزشتہ اور آئندہ دو سال کے گناہ اس سے معاف ہو جاتے ہیں۔ [6] (صحیح مسلم شریف) ان ہی دس دنوں میں قربانی کا دن یعنی بقرہ عید کا دن ہے جس کا نام اسلام میں حج اکبر کا دن ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ سب دنوں سے افضل ہے۔ الغرض سارے سال میں ایسی فضیلت کے دن اور نہیں جیسے کہ حدیث شریف میں ہے۔ دس دن رمضان شریف کے آخری دس دنوں سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ جو رمضان کے اس آخری عشرہ میں ہوتا ہے وہ سب ان دنوں میں بھی ہوتا ہے مزید برآں ان میں فریضہ حج ادا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان شریف کے آخری دس دن افضل ہیں کیونکہ انہیں میں لیلۃ القدر ہے۔ جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ تیسرا قول درمیانہ ہے کہ دن تو یہ افضل راتیں، رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی افضل ہیں۔ اس قول کے مان لینے سے مختلف دلائل میں جمع ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ **ایام معلومات** کی تفسیر میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قربانی کا دن اور اس کے بعد کے تین دن ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے یہی مروی ہے اور ایک روایت سے امام احمد حنبل رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ بقرہ عید اور اس کے بعد کے دو دن۔ اور ایام معدودات سے بقرہ عید اور اس کے بعد کے تین دن۔ اس کی اسناد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تک صحیح ہیں۔ سدی رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اس کی اور اس سے پہلے کے قول کی تائید فرمان باری ﴿عَلٰى مَا

---

[1] [صحیح :مسند احمد (۲/۷۵)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے (یعنی شواہد کی بنا پر یہ صحیح ہے)۔[الموسوعة الحديثية (٥٤٤٦)]

[2] [سورة الفجر: آيت ١-٢] [3] [سورة الاعراف: آيت ١٤٢]

[4] [صحیح :ابو داؤد : كتاب الصيام : باب من قال الاثنين والخميس (٢٤٥٢) نسائي : كتاب الصيام : باب صوم النبى بابى وامى (٢٣٧١)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[5] [صحيح بخارى : كتاب العيدين : باب فضل العمل فى ايام التشريق]

[6] [صحیح :صحيح مسلم : كتاب الصيام : باب استحباب صيام ثلاثة ايام من كل شهر (١١٦٢) ابو داؤد : كتاب الصيام : باب فى صوم الدهر تطوعا (٢٤٢٥) ابن ماجه : كتاب الصيام : باب صيام يوم عرفة (١٧٣٠) ترمذى : كتاب الصوم : باب ما جآء فى فضل الصوم عرفة (٧٤٩)]

﴿مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ سے ہوتی ہے کیونکہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی کے وقت اللہ کا نام لینا

عرفے کا دن بقرہ عید کا دن اور اس کے بعد کا ایک دن ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا

((بهيمة الانعام)) ... ہے کہ مراد یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق ہیں۔

... آیت ﴿ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ﴾ ① میں مفصل موجود ہے۔

... لی ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا واجب

... چنانچہ حدیث شریف

... پھر آپ

... طواف بیت اللہ، شیطانوں کو کنکر مارنا وغیرہ سب کچھ لازم ہے۔ ان

[المائدة: ٢]

② صحیح مسلم: کتاب الحج: باب حجة النبی (۱۲۱۸)

[الجمعة: ١٠]

[الحج: ٣٦]

تمام احکام کو پورا کریں اور صحیح طور پر بجالائیں اور بیت اللہ شریف کا طواف کریں جو یوم النحر کو واجب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حج کا آخری کام طواف ہے۔ حضور ﷺ نے بھی کیا جب آپ دس ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف واپس آئے تو سب سے پہلے شیطانوں کو سات سات کنکریاں ماریں۔ پھر قربانی کی' پھر سر منڈوایا' پھر لوٹ کر بیت اللہ آ کر طواف بیت اللہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بخاری ومسلم میں مروی ہے کہ لوگوں کو حکم کیا گیا ہے کہ ان کا آخری کام طواف بیت اللہ ہو۔ ہاں البتہ حائضہ عورتوں کو رعایت کر دی گئی ہے۔ [۱] بیت العتیق کے لفظ سے استدلال کر کے فرمایا گیا ہے کہ طواف کرنے والے کو حطیم بھی اپنے طواف کے اندر لینا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ بھی اصل بیت اللہ شریف میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بناء میں یہ داخل تھا گو قریش نے نیا بناتے وقت اسے باہر چھوڑ دیا لیکن اس کی وجہ بھی خرچ کی کمی تھی نہ کہ اور کچھ۔ اس لئے حضور ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا اور فرما بھی دیا کہ حطیم بیت اللہ شریف میں داخل ہے۔ اور آپ نے دونوں شامی رکنوں کو ہاتھ نہیں لگایا نہ بوسہ دیا کیونکہ وہ بناء ابراہیم کے مطابق پورے نہیں۔ اس آیت کے اترنے کے بعد حضور ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا۔ [۲] پہلے اسی طرح کی عمارت تھی کہ یہ اندر تھا اسی لئے اسے پرانا گھر کہا گیا یہی سب سے پہلا اللہ کا گھر ہے۔ اور وجہ یہ بھی ہے کہ طوفان نوح میں سلامت رہا۔ اور یہ بھی وجہ کہ کوئی سرکش اس پر غالب نہیں آ سکا۔ یہ ان سب کی دستبرد سے آزاد ہے جس نے بھی اس سے برا قصد کیا وہ تباہ ہوا۔ اللہ نے اسے سرکشوں کے تسلط سے آزاد کر لیا ہے۔ ترمذی میں اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی ہے [۳] جو حسن غریب ہے اور ایک اور

چاہئے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہئے ○ اللہ کی توحید کو مانتے ہوئے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے۔ سنو اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا تو گویا آسمان سے گر پڑا اب اسے یا تو پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی ○

بت پرستی سے بچو: فرماتا ہے یہ تو تھے احکام حج اور ان پر جو جزا ملتی ہے اس کا بیان۔ اب اور سنو جو شخص حرمات الٰہی کی عزت کرے یعنی گناہوں سے اور حرام کاموں سے بچے' ان کے کرنے سے اپنے آپ کو روکے اور ان سے بھاگتا رہے اس کے لئے اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ جس طرح نیکیوں کے کرنے پر اجر ہے اسی طرح برائیوں کے چھوڑنے پر بھی ثواب ہے مکہ حج عمرہ بھی حرمات الٰہی ہیں۔ تمہارے لئے چوپائے سب حلال ہیں ہاں جو حرام تھے وہ تمہارے سامنے بیان ہو چکے ہیں۔ یہ جو مشرکوں نے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام نام رکھ چھوڑے ہیں یہ اللہ نے نہیں بتلائے۔ اللہ کو جو حرام کرنا تھا بیان فرما چکا جیسے مردار جانور' بوقت ذبح بہا ہوا خون' سور کا گوشت' اللہ کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کیا ہوا' گلا گھٹا ہوا وغیرہ۔

تمہیں چاہئے کہ بت پرستی کی گندگی سے دور رہو ((مـن)) یہاں پر بیان جنس کے لئے ہے۔ اور جھوٹی بات سے بچو۔ اس آیت میں شرک کے ساتھ جھوٹ کو ملا دیا جیسے آیت ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ﴾ [1] الخ' یعنی میرے رب نے گندے کاموں کو حرام کر دیا خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ۔ اور گناہوں کو اور سرکشی کو اور بے علمی کے ساتھ اللہ پر باتیں بنانے کو۔ اسی میں جھوٹی گواہی بھی داخل ہے بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے پوچھا کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ بتاؤں؟ صحابہ نے کہا ارشاد ہو فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا پھر تکیے سے الگ ہٹ کر فرمایا اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادت دینا۔ اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ اب نہ فرماتے۔ [2] مسند احمد میں حضور ﷺ نے اپنے خطبے میں کھڑے ہو کر تین بار فرمایا جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کر دی گئی پھر آپ نے مندرجہ بالا فقرہ تلاوت فرمایا۔ [3] اور روایت میں ہے کہ صبح کی نماز کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر یہ فرمایا۔ [4] ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا

---

[1] [سورة الاعراف: آیت ۳۳]

[2] [صحیح بخاری : کتاب الشهادات : باب ما قیل فی شهادة الزور (۲٦٥٤) و کتاب الادب (٥٩٧٦) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الکبائر و اکبرها (۸۷) ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ماجاء فی حقوق الوالدین (۱۹۰۱)، (۲۳۰۱) (۳۰۱۹)]

[3] [ضعیف مسند احمد (۱۷۸/٤) ترمذی : کتاب الشهادات : باب ماجاء فی شهادة الزور (۲۲۹۹) ابوداود : کتاب القضاء : باب فی شهادة الزور (۳۵۹۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، ضعیف ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف مسند احمد (۳۲۱/٤) ابو داؤد : کتاب القضاء : باب فی شهادة الزور (۳۵۹۹) ابن ماجه (۲۳۷۲) ترمذی (۲۳۰۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه، السلسلة الضعیفة (۱۱۱۰)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

یہ فرمان ہے۔ اللہ کے دین کو خلوص کے ساتھ تھام لو۔ باطل سے ہٹ کر حق کی طرف آ جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والوں میں نہ بنو۔ پھر مشرک کی تباہی کی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی آسمان سے گر پڑے پس یا تو اسے پرندے ہی اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی ہلاکت کے دور دراز گڑھے میں پہنچا دے گی۔ چنانچہ کافر کی روح کو لے کر جب فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اس کے دروازے نہیں کھلتے۔ اور وہیں سے پھینک دی جاتی ہے اسی کا بیان اس آیت میں ہے یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ سورۂ ابراہیم میں گزر چکی ہے۔ سورۂ انعام میں ان مشرکوں کی ایک اور مثال بیان فرمائی ہے۔ یہ اس کی مثل کے ہے جسے شیطان باؤلا بنا دے۔ الخ۔

ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾ ع

یہ سن لیا اب اور سنو اللہ کی نشانیوں کی جو عزت وحرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے ○ ان میں تمہارے لئے ایک مقرر وقت تک کا فائدہ ہے پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ خانہ کعبہ ہے ○

حجاج کے لیے قربانی کے جانور: اللہ کے شعائر کی جن میں قربانی کے جانور بھی شامل ہیں حرمت وعزت بیان ہو رہی ہے کہ احکام الٰہی پر عمل کرنا اللہ کے فرمان کی توقیر کرنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی قربانی کے جانوروں کو فربہ اور عمدہ کرنا۔ سہل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم قربانی کے جانوروں کو پال کر انہیں فربہ اور عمدہ کرتے تھے تمام مسلمانوں کا یہی دستور تھا۔ [1] (بخاری شریف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو سیاہ رنگ کے جانوروں کے خون سے ایک سفید رنگ جانور کا خون اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ [2] (مسند احمد ٬ ابن ماجہ) پس اگر چہ اور رنگت جانور بھی جائز ہیں لیکن سفید رنگ کے جانور افضل ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے چتکبرے بڑے بڑے سینگوں والے اپنی قربانی میں ذبح کئے۔ [3] ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا بڑا سینگ والا چتکبرا ذبح کیا جس کے منہ پر آنکھوں کے پاس اور پیروں پر سیاہ رنگ تھا۔ [4] (سنن)

---

[1] [صحیح بخاری تعلیقا : کتاب الاضاحی ، فتح الباری (۱۰/۹)]

[2] [حسن: مسند احمد (۲/۴۱۷) مستدرك حاكم (۴/۲۲۷)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۳۳۹۲) السلسلة الصحيحة (۱۸۶۱)] البتہ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۹۳۹۳)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الاضاحی : باب التكبير عند الذبح (۵۵۶۵) صحیح مسلم : کتاب الاضاحی : باب استحباب استحسان (۱۹۶۶) ترمذی : کتاب الاضاحی : باب ماجاء فی الاضحية بكبشين (۱۴۹۴) نسائی : كتاب الضحايا : باب الكبش (۴۳۹۳) مسند احمد (۳/۱۷۰)]

[4] [صحیح: ابوداؤد : کتاب الاضاحی : باب ما يستحب من الضحايا (۲۷۹۶) ابن ماجه : کتاب الاضاحی : باب ما يستحب من الاضاحی (۳۱۲۸) ترمذی : کتاب الاضاحی : باب ما جآء فی ما يستحب من الاضاحی (۱۴۹۶)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود ، المشكاة (۱۳۶۶)]

امام ترمذی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے دو مینڈھے بہت موٹے تازے چکنے چتکبرے خصی ذبح کئے۔ [1] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم قربانی کے لئے جانور خریدتے وقت اس کی آنکھوں کو اور کانوں کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا کریں۔ اور آگے سے کٹے ہوئے کان والے، پیچھے سے کٹے ہوئے کان والے، لمبائی میں چرے ہوئے کان والے یا سوراخ دار کان والے کی قربانی نہ کریں۔ [2] (احمد اہل سنن) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ صحیح کہتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ نے سینگ ٹوٹے ہوئے اور کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے [3] اس کی شرح میں حضرت سعید بن میبّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب کہ آدھا یا آدھے سے زیادہ کان یا سینگ نہ ہو۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں اگر اوپر سے کسی جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے عربی میں ((قصماً)) کہتے ہیں اور جب نیچے کا حصہ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے عضب کہتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جائز ہی نہیں۔ (بظاہر یہی قول مطابق حدیث ہے) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر سینگ سے خون جاری ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے، واللہ اعلم۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ چار قسم کے عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں کانا جانور جس کا بھینگا ظاہر ہو اور وہ بیمار جانور جس کی بیماری کھلی ہوئی ہو اور وہ لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور وہ دبلا پتلا مریل جانور جو گودے کے بغیر کا ہو گیا ہو۔ [4] (احمد و اہل سنن) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ صحیح کہتے ہیں۔ یہ عیوب وہ ہیں جن سے جانور گھٹ جاتا ہے۔ اس کا گوشت ناقص ہو جاتا ہے اور بکریاں چرتی چگتی رہتی ہیں اور یہ بوجہ اپنی کمزوری کے چارہ پورا نہیں پاتا۔ اسی لئے اس حدیث کے مطابق امام شافعی وغیرہ کے نزدیک اس کی قربانی ناجائز ہے۔ ہاں بیمار جانور کے بارے میں جس کی بیماری خطرناک درجے کی

---

[1] [صحیح : ابن ماجہ : کتاب الاضاحی : باب اضاحی رسول الله (۳۱۲۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه ، ارواء الغلیل (۱۱۳۸)]

[2] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الضحایا : باب مایکره من الضحایا (۲۸۰۴) ابن ماجه : کتاب الاضاحی : باب ما یکره ان یضحی به (۳۱۴۲) ترمذی : کتاب الاضاحی : باب ما یکره من الاضاحی (۱۴۹۸) نسائی : کتاب الضحایا : باب المقابلة (۴۳۷۷) مسند احمد (۱/۸۰) صحیح ابو داود للألبانی]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۱/۸۳) ابو داؤد : کتاب الاضاحی : باب ما یکره من الضحایا (۲۸۰۵) ترمذی : کتاب الاضاحی : باب فی الضحیة بعضباء القرن والاذن (۱۵۰۴) ابن ماجه : کتاب الاضاحی : باب ما یکره ان یضحی به (۳۱۴۵) نسائی : کتاب الضحایا : باب العضباء (۴۳۸۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود، الارواء (۱۱۴۹)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الاضاحی : باب ما یکره من الضحایا (۲۸۰۲) ترمذی : کتاب الاضاحی : باب مالا یجوز من الاضاحی (۱۴۹۷) ابن ماجه : کتاب الاضاحی : باب ما یکره ان یضحی به (۳۱۴۴) نسائی : کتاب الضحایا : باب ما نهی عنه من الاضاحی العوراء (۴۳۷۴) مسند احمد (۴/۲۸۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة ، صحیح ابوداود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ عبد الرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

نہ ہو بہت کم ہو امام صاحب کے دونوں قول ہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا بالکل سینگ کٹے جانور سینگ ٹوٹے جانور اور کانے جانور سے اور بالکل کمزور جانور سے جو ہمیشہ ریوڑ کے پیچھے رہ جاتا ہو بوجہ کمزوری کے یا بوجہ زیادہ عمر ہو جانے کے اور لنگڑے جانور سے [1] پس ان کل عیوب والے جانوروں کی قربانی ناجائز ہے۔ ہاں اگر قربانی کے لئے صحیح سالم بے عیب جانور مقرر کر دینے کے بعد اتفاقاً اس میں کوئی ایسی بات آ جائے مثلاً لنگڑا وغیرہ ہو جائے تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو مسند احمد میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے قربانی کے لئے جانور خریدا اس پر ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور اس کی ران کا بوٹا توڑ لیا میں نے حضور ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم اسی جانور کی قربانی کر سکتے ہو۔ [2] پس خریدتے وقت جانور کا فربہ ہونا تیار ہونا بے عیب ہونا چاہئے جیسے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ آنکھ کان دیکھ لیا کرو۔ [3] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک نہایت عمدہ اونٹ قربانی کے لئے نامزد کیا لوگوں نے اس کی قیمت تین سو اشرفی لگائی تو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے بیچ دوں اور اس کی قیمت سے اور جانور بہت سے خرید لوں اور انہیں راہ اللہ قربان کر دوں آپ نے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ اسی کو فی سبیل اللہ ذبح کرو۔ [4]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قربانی کے اونٹ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ محمد بن ابی موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں عرفات میں ٹھہرنا اور مزدلفہ اور رمی جمار اور سر منڈوانا اور قربانی کے اونٹ یہ سب شعائر اللہ ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان سب سے بڑھ کر بیت اللہ شریف ہے۔ پھر فرماتا ہے ان جانوروں کے بالوں میں' اون میں تمہارے لئے فوائد ہیں ان پر تم سوار ہوتے ہو ان کی کھالیں تمہارے لئے کار آمد ہیں۔ یہ سب ایک مقررہ وقت تک۔ یعنی جب تک اسے راہ للہ نامزد نہیں کیا ان کا دودھ پیو ان سے نسلیں حاصل کرو جب قربانی کے لئے مقرر

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الضحایا : باب ما یکرہ من الضحایا (۲۸۰۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ اس میں ابوحمید راوی مجہول ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۳۲/۳) بیھقی فی السنن الکبری (۲۸۹/۹) مسند طیالسی (۲۲۳۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ سند جابر جعفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام نسائیؒ نے اسے متروک کہا ہے، امام ابن حزمؒ اسے کذاب کہتے ہیں، امام عقیلیؒ نے ذکر کیا ہے کہ اسے سعید بن جبیر نے کذاب کہا ہے۔ نیز اس کی سند میں محمد بن قرظہ راوی مجہول ہے جیسا کہ تقریب میں ہے۔]

[3] [صحیح : ابو داؤد: کتاب الضحایا : باب ما یکرہ من الضحایا (۲۸۰٤) نسائی : کتاب الضحایا (٤۳۷۷) ابن ماجہ : کتاب الاضاحی (۳۱٤۲) ترمذی : کتاب الاضاحی (۱٤۹۸) مسند احمد (۸۰/۱) مستدرك حاکم (۲۲٤/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

[4] [ضعیف : مسند احمد (۱٤۵/۲) ابو داؤد : کتاب المناسك : باب تبدیل الھدی (۱۷۵٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود]

کر دیا پھر وہ اللہ کی چیز ہو گیا۔ اور بزرگ کہتے ہیں اگر ضرورت ہو تو اب بھی سواری کی اجازت ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک شخص کو اپنی قربانی کا جانور ہانکتے ہوئے دیکھ کر آپ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اس نے کہا حضور ﷺ میں اسے قربانی کی نیت کا کر چکا ہوں۔ آپ نے دوسری یا تیسری بار فرمایا افسوس بیٹھ کیوں نہیں جاتا۔ [1] صحیح مسلم شریف میں ہے جب ضرورت اور حاجت ہو تو سوار ہو جایا کرو۔ [2] ایک شخص کی قربانی کی اونٹنی نے بچہ دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ اس کو دودھ پیٹ بھر کر پی لینے دے پھر بھی اگر بچ رہے تو خیر تو اپنے کام میں لا اور قربانی والے دن اسے اور اس کے بچے کو دونوں کو بنام اللہ ذبح کر دے۔

پھر فرماتا ہے ان کی قربان گاہ بیت اللہ شریف ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ﴾ [3] اور آیت میں ﴿وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ﴾ [4] بیت العتیق کے معنی اس سے پہلے ابھی بیان ہو چکے ہیں فالحمد للہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بیت اللہ کا طواف کرنے والا احرام سے حلال ہو جاتا ہے۔ دلیل میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٥﴾

ہر ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر نام اللہ لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں، سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ' اے نبی عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے ○ انہیں جب اللہ کا ذکر کیا جائے ان کے دل تھرا جاتے ہیں انہیں جو برائی پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں نمازوں کی حفاظت و اقامت کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ بھی دیتے رہتے ہیں ○

ہر امت میں قربانی کی مشروعیت: فرمان ہے کہ کل امتوں میں ہر مذہب میں ہر گروہ کو ہم نے قربانی کا حکم دیا تھا۔ ان کے لئے ایک دن عید کا مقرر تھا۔ وہ بھی اللہ کے نام پر ذبیحہ کرتے تھے۔ سب کے سب مکے شریف میں اپنی قربانیاں بھیجتے تھے۔ تاکہ قربانی کے چوپائے جانوروں کے ذبح کرنے کے وقت اللہ کا نام ذکر کریں۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الحج: باب رکوب البدن (١٦٩٠) صحیح مسلم: کتاب الحج: باب جواز رکوب البدنة (١٣٢٢) ابن ماجه: کتاب المناسك: باب رکوب البدن (٣١٠٤) ترمذی: کتاب الحج: باب ما جآء فی رکوب البدنة (٩١١)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الحج: باب جواز رکوب البدنة (١٣٢٤) نسائی: کتاب المناسك (٢٨٠١) ابو داؤد: کتاب المناسك (١٧٦١) مسند احمد (٣/٣٢٤)]

[3] [سورة المائدہ: آیت ٩٥] [4] [سورة الفتح: آیت ٢٥]

حضور ﷺ کے پاس بھی دو مینڈھے چتکبرے بڑے بڑے سینگوں والے لائے گئے آپ نے انہیں لٹا کر ان کی گردن پر پاؤں رکھ کر ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ پڑھ کر ذبح کیا۔ (۱)

مسند احمد میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت۔ پوچھا ہمیں اس میں کوئی ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ دریافت کیا اور ''اون'' کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ان کے ہر روئیں کے بدلے ایک نیکی۔ اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ بھی لائے ہیں۔ (۲) تم سب کا اللہ ایک ہے گو شریعت کے بعض احکام ادل بدل ہوتے رہے لیکن توحید میں' اللہ کی یگانگت میں' کسی رسول کو کسی نیک امت کو اختلاف نہیں ہوا۔ سب اللہ کی توحید' اسی کی عبادت کی طرف تمام جہان کو بلاتے رہے۔ سب پر اول وحی یہی نازل ہوتی رہی۔ پس تم سب اس کی طرف جھک جاؤ' اس کے ہو کر رہو' اس کے احکام کی پابندی کرو' اس کی اطاعت میں استحکام کرو۔ جو لوگ مطمئن ہیں' جو متواضع ہیں' جو تقوے والے ہیں' جو ظلم سے بیزار ہیں' مظلومی کی حالت میں بدلہ لینے کے خوگر نہیں' مرضی مولا' رضائے رب پر راضی ہیں انہیں خوشخبریاں سنا دیں' وہ مبارکباد کے قابل ہیں۔ جو ذکر الٰہی سنتے ہیں دل نرم' اور خوف الٰہی سے پر کر کے رب کی طرف جھک جاتے ہیں' کٹھن کاموں پر صبر کرتے ہیں' مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں واللہ! اگر تم نے صبرو برداشت کی عادت نہ ڈالی تو تم برباد کر دیئے جاؤ گے۔ والمقیمی کی قرات اضافت کے ساتھ تو جمہور کی ہے۔ لیکن ابن سمیقع نے ((وَالْمُقِيْمِى)) پڑھا ہے اور الصلوٰۃ کا زبر پڑھا ہے۔ امام حسن رحمہ اللہ نے پڑھا تو ہے نون کے حذف اور اضافت کے ساتھ لیکن الصلوٰۃ کا زبر پڑھا ہے اور فرماتے ہیں کہ نون کا حذف یہاں پر بوجہ خفی کے ہے کیونکہ اگر بوجہ اضافت مانا جائے تو اس کا زبر لازم ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ بوجہ قرب کے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ فریضہ الٰہی کے پابند ہیں اور اللہ کا حق ادا کرنے والے ہیں اور اللہ کا دیا ہوا دیتے رہتے ہیں' اپنے گھرانے کے لوگوں کو' فقیروں محتاجوں کو اور تمام مخلوق کو جو بھی ضرورت مند ہوں سب کے ساتھ سلوک واحسان سے پیش آتے ہیں۔ اللہ کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں منافقوں کی طرح نہیں کہ ایک کام کریں تو ایک کو چھوڑیں۔ سورۂ براۃ میں بھی یہی صفتیں بیان فرمائی ہیں اور وہیں پوری تفسیر بھی بحمد للہ ہم کر آئے ہیں۔

---

(۱) [صحيح: صحيح بخاری: كتاب الاضاحى: باب التكبير عند الذبح (٥٥٦٤) صحيح مسلم: كتاب الاضاحى: باب استحباب استحسان الضحية (١٩٦٦)]

(۲) [ضعيف: مسند احمد (٣٦٨/٤) ابن ماجه: كتاب الاضاحى: باب ثواب الاضحية (٣١٢٧) طبرانى كبير (١٩٧/٥) مسند عبد بن حميد (٢٥٩) مستدرك حاكم (٣٨٩/٢)] شیخ البانی ؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ابن ماجه] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ عبد الرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں نفیع راوی ضعیف ہے، اسی طرح عائذ اللہ کو بھی امام ابو حاتم ؒ نے متروک کہا ہے اور امام بخاری ؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی حدیث صحیح نہیں۔]

﴿رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ سے ہوتی ہے کیونکہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی کے وقت اللہ کا نام لینا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ عرفے کا دن بقرہ عید کا دن اور اس کے بعد کا ایک دن ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے۔ حضرت اسلم سے مروی ہے کہ مراد یوم عرفہ یوم نحر اور ایام تشریق ہیں۔ ((بهيمة الانعام)) سے مراد اونٹ گائے اور بکری ہیں۔ جیسے سورۂ انعام کی آیت ﴿ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ﴾ [1] میں مفصل موجود ہے۔

پھر فرمایا اسے خود کھاؤ اور محتاجوں کو کھلاؤ۔ اس سے بعض لوگوں نے دلیل لی ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے۔ اکثر بزرگوں کا مذہب ہے کہ یہ رخصت ہے یا استحباب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قربانی کی تو حکم دیا کہ ہر اونٹ کے گوشت کا ایک ٹکڑا نکال کر پکا لیا جائے پھر آپ نے وہ گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ [2] امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اسے پسند کرتا ہوں کہ قربانی کا گوشت قربانی کرنے والا کھالے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے۔

ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشرک لوگ اپنی قربانیوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے اس کے برخلاف مسلمانوں کو اس کے گوشت کے کھانے کی اجازت دی گئی اب جو چاہے کھائے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور حضرت عطا رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں کا یہ حکم ﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا﴾ [3] کی طرح ہے یعنی جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کھیلو۔ اور سورۂ جمعہ میں فرمان ہے ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ﴾ [4] جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں حکم ہے شکار کرنے کا اور زمین میں روزی تلاش کرنے کے لئے پھیل جانے کا لیکن یہ حکم وجوبی اور فرضی نہیں اسی طرح اپنی قربانی کے گوشت کو کھانے کا حکم بھی ضروری اور واجب نہیں۔ امام ابن جریر بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گوشت کے دو حصے کر دیئے جائیں ایک حصہ خود قربانی کرنے والے کا دوسرا حصہ فقیر فقراء کا۔ بعض کہتے ہیں تین حصے کرنے چاہئیں تہائی اپنا تہائی ہدیہ دینے کے لئے اور تہائی صدقہ کرنے کے لئے۔ پہلے قول والے اوپر کی آیت کی سند لاتے ہیں اور دوسرے قول والے آیت ﴿وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ [5] کو دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ اس کا پورا بیان آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ سے مطلب وہ بے بس انسان ہے جو احتیاج ہونے پر بھی سوال سے بچتا ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو دست سوال دراز نہ کرتا ہو بیمار ہو کم بینائی والا ہو۔

حج کے مسائل: پھر وہ احرام کھول ڈالیں سر منڈوالیں کپڑے پہن لیں ناخن کٹوالیں وغیرہ احکام حج پورے کر لیں۔ نذریں پوری کرلیں حج کی قربانی کی اور جو ہو۔ پس جو شخص حج کے لئے نکلا اس کے ذمے طواف بیت اللہ طواف صفا مروہ عرفات کے میدان میں جانا مزدلفے کی حاضری شیطانوں کو کنکر مارنا وغیرہ سب کچھ لازم ہے۔ ان

---

[1] [سورة الانعام: آیت ۱۴۳]

[2] [صحیح صحيح مسلم : كتاب الحج : باب حجة النبى (۱۲۱۸)]

[3] [المائده: ۲] [4] [الجمعه: ۱۰] [5] [الحج: ۳٦]

تمام احکام کو پورا کریں اور صحیح طور پر بجالائیں اور بیت اللہ شریف کا طواف کریں جو یوم النحر کو واجب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حج کا آخری کام طواف ہے۔ حضور ﷺ نے بھی کیا جب آپ دس ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف واپس آئے تو سب سے پہلے شیطانوں کو سات سات کنکریاں ماریں۔ پھر قربانی کی' پھر سر منڈوایا' پھر لوٹ کر بیت اللہ آ کر طواف بیت اللہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ لوگوں کو حکم کیا گیا ہے کہ ان کا آخری کام طواف بیت اللہ ہو۔ ہاں البتہ حائضہ عورتوں کو رعایت کر دی گئی ہے۔ (۱) بیت العتیق کے لفظ سے استدلال کر کے فرمایا گیا ہے کہ طواف کرنے والے کو حطیم بھی اپنے طواف کے اندر لینا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ بھی اصل بیت اللہ شریف میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بناء میں یہ داخل تھا گو قریش نے نیا بناتے وقت اسے باہر چھوڑ دیا لیکن اس کی وجہ بھی خرچ کی کمی تھی نہ کہ اور کچھ۔ اس لئے حضور ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا اور فرما بھی دیا کہ حطیم بیت اللہ شریف میں داخل ہے۔ اور آپ نے دونوں شامی رکنوں کو ہاتھ نہیں لگایا نہ بوسہ دیا کیونکہ وہ بناء ابراہیم کے مطابق پورے نہیں۔ اس آیت کے اترنے کے بعد حضور ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا۔ (۲) پہلے اسی طرح کی عمارت تھی کہ یہ اندر تھا اسی لئے اسے پرانا گھر کہا گیا یہی سب سے پہلا اللہ کا گھر ہے۔ اور وجہ یہ بھی ہے کہ طوفان نوح میں سلامت رہا۔ اور یہ بھی وجہ کہ کوئی سرکش اس پر غالب نہیں آ سکا۔ یہ ان سب کی دستبرد سے آزاد ہے جس نے بھی اس سے برا قصد کیا وہ تباہ ہوا۔ اللہ نے اسے سرکشوں کے تسلط سے آزاد کر لیا ہے۔ ترمذی میں اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی ہے (۳) جو حسن غریب ہے اور ایک اور سند سے مرسلاً بھی مروی ہے۔

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝۳۱

یہ ہے اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے اس کے اپنے لئے اس کے رب کے پاس بہتری ہے اور تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کر دیئے گئے ہیں بجز ان کے جو تمہارے سامنے بیان کئے گئے ہیں پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا

---

(۱) [صحیح : صحيح بخاری : كتاب الحج : باب طواف الوداع (١٧٥٥) صحيح مسلم : كتاب الحج : باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض (١٣٢٨)]

(۲) [الدر المنثور للسيوطی (٤١/٦)]

(۳) [ضعیف : ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الحج (٣١٧٠) تفسير ابن جرير الطبری (٢٥١١٧) مستدرك حاكم (٣٨٩/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ترمذی، السلسلة الضعيفه (٣٢٢٢)]

وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے نشانات مقرر کر دیئے ہیں ان میں تمہیں نفع ہے پس انہیں کھڑا نام اللہ پڑھ کر نحر کرو پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو اسے خود بھی کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔ اسی طرح ہم نے چوپایوں کو تمہارا ماتحت کر رکھا ہے کہ تم شکر گزاری کرو○

قربانی کے اونٹ اللہ کے شعائر میں سے: یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ اس نے جانور پیدا کئے اور انہیں اپنے نام پر قربان کرنے اور اپنے گھر بطور قربانی کے پہنچانے کا حکم فرمایا اور انہیں شعائر اللہ قرار دیا اور حکم فرمایا ﴿لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾ [1] الخ' نہ تو اللہ کے ان عظمت والے نشانات کی بے ادبی کرو' نہ حرمت والے کی گستاخی کرو' لہٰذا ہر اونٹ گائے جو قربانی کے لئے مقرر کر دیا جائے۔ وہ بدن میں داخل ہے۔ گو بعض لوگوں نے صرف اونٹ کو ہی بدن کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اونٹ تو ہے ہی گائے بھی اس میں شامل ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس طرح اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے قربان ہو سکتا ہے اسی طرح گائے بھی۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم اونٹ میں سات شریک ہو جائیں اور گائے میں بھی سات آدمی شرکت کر لیں۔ [2] امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں ان دونوں جانوروں میں دس دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں مسند احمد اور سنن نسائی میں ایسی حدیث بھی آئی ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا ان جانوروں میں تمہارا اخروی نفع ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں بقرہ عید والے دن انسان کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں' کھروں اور بالوں سمیت انسان کی نیکیوں میں پیش کیا جائے گا۔ یاد رکھو قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے پس ٹھنڈے دل سے قربانیاں کرو [3] (ابن ماجہ' ترمذی) حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تو قرض اٹھا کر بھی قربانی کیا کرتے تھے اور لوگوں کے دریافت کرنے پر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس میں تمہارا بھلا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کسی خرچ کا افضل اللہ تعالیٰ کے نزدیک

---

[1] [سورة المائده: آيت ۲]

[2] [**صحيح**: صحيح مسلم: كتاب الحج: باب جواز الاشتراك فى الهدى (۱۳۱۸) ابو داؤد: كتاب الاضاحى: باب فى البقر والجزور (۲۸۰۹) ابن ماجه: كتاب الاضاحى: باب البدنة على سبعة والبقرة (۳۱۳۲) ترمذى: كتاب الاضاحى: با ما جآء فى الاشتراك فى الاضحية (۱۵۰۲)]

[3] [**ضعيف**: ترمذى: كتاب الاضاحى: باب ما جآء فى فضل الاضحية (۱۴۹۳) ابن ماجه: كتاب الاضاحى: باب ثواب الاضحية (۳۱۲۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعيف ترمذى، التعليق الرغيب (۱۰۱/۲)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں ابو مثنیٰ راوی ضعیف ہے۔]

بہ نسبت اس خرچ کے جو بقرہ عید والے دن کی قربانی پر کیا جائے ہرگز افضل نہیں۔ [١] (دار قطنی) پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے لئے ان جانوروں میں ثواب ہے' نفع ہے' ضرورت کے وقت دودھ پی سکتے ہو' سوار ہو سکتے ہو۔ پر ان کی قربانی کے وقت اپنا نام پڑھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عیدالاضحیٰ کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی نماز سے فراغت پاتے ہی آپ کے سامنے مینڈھا لایا گیا جسے آپ نے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ پڑھ کر ذبح کیا پھر کہا اے اللہ! یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے جو قربانی نہ کر سکے اس کی طرف سے ہے [٢] (احمد' داؤد' ترمذی) فرماتے ہیں عید والے دن آپ کے پاس دو مینڈھے لائے گئے انہیں قبلہ رخ کر کے آپ نے ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [٣] اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ [٤] اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ﴾ پڑھ کر ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ کہہ کر ذبح کر ڈالا۔ [٥]

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھے موٹے تازے تیار عمدہ بڑے سینگوں والے چتکبرے خریدتے' جب نماز پڑھ کر خطبے سے فراغت پاتے ایک جانور آپ کے پاس لایا جاتا وہیں عیدگاہ میں ہی خود اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ! یہ میری ساری امت کی طرف سے ہے جو بھی توحید و سنت کا گواہ ہے پھر دوسرا جانور حاضر کیا جاتا جسے ذبح کر کے فرماتے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد کی طرف سے ہے پھر دونوں کا گوشت مسکینوں کو بھی دیتے اور آپ اور آپ کے گھر والے بھی کھاتے۔ [٦] (احمد ابن ماجہ)

صواف کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اونٹ کو تین پیروں پر کھڑا کر کے اس کا بایاں ہاتھ باندھ کر ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ)) پڑھ کر اسے نحر کرنے کے کئے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کو قربان کرنے کے لئے بٹھایا ہے تو آپ نے فرمایا کھڑا کر دے

---

[١] [ضعیف : دار قطنی (٢٨٢/٤)] اس میں ابراہیم خوزی راوی متروک ہے۔]

[٢] [صحیح : ابو داؤد : كتاب الضحايا : باب فی الشاة يضحی بها عن جماعة (٢٨١٠) ترمذی : كتاب الاضاحی : باب ما يقول اذا ذبيح (١٥٢١) مسند ابو يعلى (١٧٩٢) مسند احمد (٣٦٢/٣) مستدرك حاكم (٢٢٩/٤)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، ارواء الغلیل (١١٣٨)]

[٣] [سورة الانعام: آیت ٧٩]

[٤] [سورة الانعام: آیت ١٦٢-١٦٣]

[٥] [ضعیف : ابو داؤد : كتاب الاضاحی : باب ما يستحب من الضحايا (٢٧٩٥) ابن ماجه : كتاب الاضاحی : باب اضاحی رسول الله (٣١٢١)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود ، المشكاة (١٤٦١)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[٦] [صحیح : مسند احمد (٨/٦) ابن ماجه : كتاب الاضاحی : باب اضاحی رسول الله (٣١٢٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه ، ارواء الغلیل (١١٣٨)]

اور اس کا پیر باندھ کر اسے نحر کر یہی سنت ہے ابوالقاسم ﷺ کی۔ [1] حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر کے ہی نحر کرتے تھے۔ [2] (ابوداود) حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن عبدالملک سے فرمایا تھا کہ بائیں طرف سے نحر کیا کرو۔ حجۃ الوداع کا بیان کرتے ہوئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کئے آپ کے ہاتھ میں حربہ تھا جس سے آپ زخمی کررہے تھے۔ [3] ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں صوافن ہے یعنی کھڑے کر کے پاؤں باندھ کر۔ صواف کے معنی خالص کے بھی کئے گئے ہیں یعنی جس طرح جاہلیت کے زمانے میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے تھے تم نہ کرو' صرف اللہ واحد کے نام پر ہی قربانیاں کرو۔ پھر جب یہ زمین پر گر پڑیں یعنی نحر ہو جائیں ٹھنڈے پڑ جائیں تو خود کھاؤ اوروں کو بھی کھلاؤ' نیزہ مارتے ہی ٹکڑے کاٹنے شروع نہ کرو جب تک روح نہ نکل جائے اور ٹھنڈا نہ پڑ جائے چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ روحوں کے نکالنے میں جلدی نہ کرو۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سلوک کرنا لکھ دیا ہے۔ دشمنوں کو میدان جنگ میں قتل کرتے وقت بھی نیک سلوک رکھو اور جانوروں کو ذبح کرتے وقت بھی اچھی طرح سے نرمی کے ساتھ ذبح کرو' چھری تیز کرلیا کرو اور جانور کو تکلیف نہ دیا کرو۔ [4] فرمان ہے کہ جانور میں جب تک جان ہے اور اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے اس کا کھانا حرام ہے۔ [5] (احمد' ابوداؤد' ترمذی) پھر فرمایا اسے خود کھاؤ بعض سلف تو فرماتے ہیں یہ کھانا مباح ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مستحب ہے اور لوگ کہتے ہیں واجب ہے۔ اور مسکینوں کو بھی دو خواہ گھروں میں بیٹھنے والے ہوں خواہ در بدر سوال کرنے والے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ قانع تو وہ ہے جو صبر سے گھر میں بیٹھا رہے اور معتر وہ ہے جو ادھر ادھر آئے جائے لیکن تاہم سوال نہ کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع وہ ہے جو صرف سوال پر بس کرے۔ اور معتر وہ ہے جو سوال تو نہ کرے لیکن اپنی عاجزی مسکینی کا اظہار کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ قانع وہ ہے جو مسکین ہو آنے جانے والا۔ اور معتر سے مراد دوست اور ناتواں لوگ اور وہ پڑوسی جو گو

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الحج : باب نحر الابل مقیدہ (۱۷۱۳) صحیح مسلم : کتاب الحج: باب نحر البدن قیاما معقولة (۱۳۲۰) ابو داؤد (۱۷۶۸) مسند احمد (۳/۲)]

[2] [صحیح : ابو داؤد (۱۷۶۷) صحیح ابوداود]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الحج : باب حجة النبی (۱۲۱۸)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصید والذ بائح : باب الامر باحسان الذبح (۱۹۵۵) ابو داؤد : کتاب الاضاحی : باب فی النهی ان تصبر البهائم (۲۸۱۵) ابن ماجه : کتاب الذبائح : باب اذا ذبحتم فاحسنو الذبح (۳۱۷۰) نسائی : کتاب الضحایا : باب الامر باحداد الشفرة (۴۴۱۰) ترمذی : کتاب الدیات : باب ماجاء فی النهی عن المثلة (۱۴۰۹) مسند احمد (۱۲۳/۴)]

[5] [صحیح : ابو داؤد: کتاب الصید : باب صید قطع منه قطعة (۲۸۵۸) ترمذی : کتاب الاطعمة : باب ما قطع من الحی فهو میت (۱۴۸۰) مستدرك حاكم (۲۳۹/۴) مسند احمد (۲۱۸/۵)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی ،شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

مالدار ہوں لیکن تمہارے ہاں جو آئے جائے اسے وہ دیکھتے ہوں۔ وہ بھی ہیں جو طمع رکھتے ہوں اور وہ بھی جو امیر فقیر موجود ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع سے مراد اہل مکہ ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ قانع سے مراد تو سائل ہے کیونکہ وہ اپنا ہاتھ سوال کے لئے دراز کرتا ہے۔ اور معتر سے مراد وہ جو ہیرے پھیرے کرے کہ کچھ مل جائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنے چاہئیں۔ تہائی اپنے کھانے کو تہائی دوستوں کے دینے کو تہائی صدقہ کرنے کو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے تمہیں قربانی کے گوشت کو جمع کر رکھنے سے منع فرمادیا تھا کہ تین دن سے زیادہ تک نہ روکا جائے اب میں اجازت دیتا ہوں کہ کھاؤ جمع کرو جس طرح چاہو۔ [1] اور روایت میں ہے کہ کھاؤ جمع کرو اور صدقہ کرو۔ [2] اور روایت میں ہے کھاؤ اور کھلاؤ اور راہ للہ دو۔ بعض لوگ کہتے ہیں قربانی کرنے والا آدھا گوشت آپ کھائے اور باقی آدھا صدقہ کردے کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے خود کھاؤ اور محتاج فقیر کو کھلاؤ۔ اور حدیث میں بھی ہے کہ کھاؤ، جمع، ذخیرہ کرو اور راہ للہ دو۔ اب جو شخص اپنی قربانی کا سارا گوشت خود ہی کھا جائے تو ایک قول یہ بھی ہے کہ اس پر کچھ حرج نہیں۔ بعض تو کہتے ہیں اس پر ویسی ہی قربانی یا اس کی قیمت ادائیگی ہے بعض کہتے ہیں آدھی قیمت دے، بعض آدھا گوشت۔ بعض کہتے ہیں اس کے اجزاء میں سے چھوٹے سے چھوٹے جزء کی قیمت اس کے ذمے ہے باقی معاف ہے۔ کھال کے بارے میں مسند احمد میں حدیث ہے کہ کھاؤ اور فی اللہ دو اور اس کے چمڑوں سے فائدہ اٹھاؤ لیکن انہیں بیچو نہیں۔ [3] بعض علماء نے بیچنے کی رخصت دی ہے۔ بعض کہتے ہیں غریبوں میں تقسیم کردیئے جائیں۔

مسئلہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے ہمیں اس دن نماز عید ادا کرنی چاہئے پھر لوٹ کر قربانیاں کرنی چاہئیں جو ایسا کرے اس نے سنت کی ادائیگی کی۔ اور جس نے نماز سے پہلے ہی قربانی کرلی اس نے گویا اپنے والوں کے لئے گوشت جمع کرلیا اسے قربانی سے کوئی لگاؤ نہیں۔ [4] (بخاری مسلم) اسی

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الاضاحی : باب بیان ما کان فی النھی عن اکل لحوم الاضاحی بعد ثلاث (۱۹۷۷) ترمذی : کتاب الاضاحی : باب ما جآء فی الرخصة فی اکلھا بعد ثلاث (۱۵۱۰) ابن ماجه : کتاب الاشربه : باب ما رخص فیه من ذلك (۳٤۰٥) نسائی : کتاب الاشربة : باب الاذن فی شیء منھا (٥٦٥٥)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم (۱۹۷۱) نسائی : کتاب الضحایا : باب الادخار من الاضاحی (٤٤۳٦) ابو داؤد : کتاب الضحایا : باب فی حبس لحوم الاضاحی (۲۸۱۲)]

[3] [ضعیف : مسند احمد (٤/١٥) مجمع الزوائد (٤/٢٦)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ ابن جریج مدلس ہے اور اس نے عن سے روایت بیان کی ہے اور زبید کسی بھی صحابی کو نہی ملا لہٰذا یہ منقطع بھی ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٦٢١١)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العیدین : باب سنة العیدین (۹٥۱ـ ۹٥٥) صحیح مسلم : کتاب الاضاحی : باب فی وقتھا (۱۹٦۱) ترمذی : کتاب الاضاحی : باب ما جآء فی الذبح بعد الصلوٰة (۱٥۰۸) ابو داؤد : کتاب الضحایا : باب ما یجوز من السن فی الضحایا (۲۸۰۰) نسائی : کتاب العیدین : باب الخطبة فی العیدین بعد الصلوٰة (۱٥۷۱) مسند احمد (٤/۳۰۳)]

لئے امام شافعی رحمہ اللہ اور علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قربانی کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج نکل آئے اور اتنا وقت گزر جائے کہ نماز ہو لے اور دو خطبے ہو لیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے بعد کا اتنا وقت بھی کہ امام ذبح کر لے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں ہے امام جب تک قربانی نہ کرے تم قربانی نہ کرو۔ [1] امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تو گاؤں والوں پر عید کی نماز ہی نہیں اس لئے کہتے ہیں کہ طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں ہاں شہری لوگ جب تک امام نماز سے فارغ نہ ہو لے قربانی نہ کریں۔ واللہ اعلم۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف عید والے دن ہی قربانی کرنا مشروع ہے اور قول ہے کہ شہر والوں کے لئے تو یہی ہے کہ یہاں قربانیاں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ لیکن گاؤں والوں کے لئے عید کا دن اور اس کے بعد کے ایام تشریق۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دسویں اور گیارھویں تاریخ سب کے لئے قربانی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کے بعد کے دو دن۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کا دن اور اس کے بعد تین دن جو ایام تشریق کے ہیں۔ امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے کیونکہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام تشریق سب قربانی کے ہیں [2] (احمد' ابن حبان) کہا گیا ہے کہ قربانی کے دن ذی الحجہ کے خاتمہ تک ہیں لیکن یہ قول غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسی وجہ سے ہم نے ان جانوروں کو تمہارا فرماں بردار اور زیر اثر کر دیا ہے کہ جب تم چاہو سواری کر لو جب چاہو دودھ نکال لو جب چاہو ذبح کر کے گوشت کھا لو۔ جیسے سورۂ یٰسین میں ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا﴾ سے ﴿اَفَلَا تَشْكُرُوْنَ﴾ [3] تک بیان ہوا ہے۔ یہی فرمان یہاں ہے کہ اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کرو اور ناشکری' ناقدری نہ کرو۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیز گاری پہنچتی ہے' اسی طرح اللہ نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع کر دیا ہے کہ تم اس کی رہنمائی کے شکریئے میں اس کی بڑائیاں بیان کرو' نیک لوگوں کو خوشخبری سنا دے○

اللہ تعالیٰ کو صرف تقویٰ پہنچتا ہے: ارشاد ہوتا ہے کہ قربانیوں کے وقت اللہ کا نام بڑائی سے لیا جائے۔ اسی لئے قربانیاں مقرر ہوئی ہیں کہ خالق رازق اسے مانا جائے نہ قربانیوں کے گوشت وخون سے اللہ کو کوئی نفع ہوتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے غنی ہے اور کل بندوں سے بے نیاز ہے۔ جاہلیت کی بیوقوفی میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قربانی کے جانور کا گوشت اپنے بتوں کے سامنے رکھ دیتے تھے اور ان پر خون کا چھینٹا دیتے تھے۔ یہ بھی دستور تھا

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الاضاحی : باب سن الاضحیة (١٩٦٤)]

[2] [ضعیف ومنقطع : مسند احمد (٤/٨٢) بیهقی فی السنن الکبری (٥/٢٩٥) ابن حبان فی الموارد (١٠٠٨) طبرانی (٢/١٣٨)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [سورة یسین: آیت ٧١-٧٣]

کہ بیت اللہ شریف پر قربانی کے خون چھڑ کتے‘ مسلمان ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا کرنے کے بارے میں سوال کیا جس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تو تقویٰ کو دیکھتا ہے اسی کو قبول فرماتا ہے اور اسی کا بدلہ عنایت فرماتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں۔ [1] اور حدیث میں ہے کہ خیرات وصدقہ سائل کے ہاتھ میں پڑے اس سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے۔ قربانی کے جانور کے خون کا قطرہ زمین پر ٹپکے اس سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے۔ [2] اس کا مطلب یہی ہے کہ خون کا قطرہ الگ ہوتے ہی قربانی مقبول ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ عامر شعبی رحمہ اللہ سے قربانی کی کھالوں کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا اللہ کو گوشت وخون نہیں پہنچتا اگر چاہو بیچ دو‘ اگر چاہو خود رکھ لو‘ اگر چاہو راہ اللہ دے دو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے قبضے میں دیا ہے۔ کہ تم اللہ کے دین اور اس کی شریعت کی راہ پا کر اس کی مرضی کے کام کرو اور نا مرضی کے کاموں سے رک جاؤ۔ اور اس کی عظمت و کبریائی بیان کرو۔ جو لوگ نیک کار ہیں‘ حدود اللہ کے پابند ہیں‘ شریعت کے عامل ہیں‘ رسولوں کی صداقت تسلیم کرتے ہیں‘ وہ مستحق مبارکباد اور لائق خوشخبری ہیں۔

مسئلہ: امام ابوحنیفہ‘ مالک ثوری رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جس کے پاس نصاب زکوٰۃ جتنا مال ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے گھر میں مقیم ہو۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جسے وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ [3] اس روایت میں غرابت ہے اور امام احمد رحمہ اللہ اسے منکر فرماتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر دس سال تک ہر سال قربانی کرتے رہے۔ [4] (ترمذی) امام شافعی رحمہ اللہ اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ قربانی واجب وفرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی فرضیت نہیں۔ [5] یہ بھی روایت پہلے

---

[1] [صحیح] صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الظلم المسلم وخذله واحتقاره (٢٥٦٤)]

[2] [ضعیف] ترمذی : کتاب الاضاحی : باب ما جآء فی فضل الاضحیة (١٤٩٣) ابن ماجه : کتاب الاضاحی : باب ثواب الاضحیة (٣١٢٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (١٠١/٢) السلسلة الضعیفة (٥٢٦)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں ابو المثنی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [حسن] مسند احمد (٣٢١/٢) ابن ماجه : کتاب الاضاحی : باب الاضاحی واجبة هي ام لا؟ (٣١٢٣) مستدرك حاکم (٣٨٩/٢) دار قطنی (٢٨٥/٤) ابن عدی فی الکامل (٢٤٢/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[التعلیق الرغیب (١٠٣/٢) تخریج مشکلة الفقر (١٠٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ تاہم شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور شیخ البانیؒ نے جو اسے حسن کہا ہے وہ ان کی غلطی ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٨٢٧٣)]

[4] [ضعیف] مسند احمد (٣٨/٢) ترمذی : کتاب الاضاحی : باب الدلیل علی ان الاضحیة سنة (١٥٠٧) ضعیف ترمذی للألبانی]

[5] [ضعیف] ابن ماجه : کتاب الزکاة : باب ما ادی زکاته لیس بکنز (١٧٨٩) ضعیف ابن ماجه ، السلسلة الضعیفة (٤٣٨٣)]

بیان ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی تمام امت کی طرف سے قربانی کی پس وجوب ساقط ہو گیا۔ حضرت شریح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ یہ دونوں بزرگ قربانی نہیں کرتے تھے اس ڈر سے کہ لوگ ان کی اقتدا کریں گے۔ بعض لوگ کہتے ہیں قربانی سنت کفایہ ہے' جب کہ محلے میں سے یا گلی میں سے یا گھر میں سے کسی ایک نے کر لی باقی سب نے ایسا نہ کیا۔ اس لئے کہ مقصود صرف شعار کا ظاہر کرنا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں فرمایا ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ہے اور عتیرہ ہے جانتے ہو عتیرہ کیا ہے؟ وہی جسے تم ((رجبیـــــہ)) کہتے ہو۔ [1] اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اپنے پورے گھر کی طرف سے ایک بکری راہ اللہ ذبح کر دیا کرتے تھے اور خود بھی کھاتے' اوروں کو بھی کھلاتے۔ پھر لوگوں نے اس میں وہ کر لیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ [2] (ترمذی' ابن ماجہ) حضرت عبداللہ بن ہشام اپنی اور اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے۔ [3] (بخاری) اب قربانی کے جانور کی عمر کا بیان ملاحظہ ہو۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں نہ ذبح کرو مگر مسنہ بجز اس صورت کے کہ وہ تم پر بھاری پڑ جائے پھر بھیڑ کا بچہ بھی چھ ماہ کا ذبح کر سکتے ہو۔ [4] زہری رحمہ اللہ تو کہتے ہیں کہ جزعہ یعنی چھ ماہ کا کوئی جانور قربانی میں کام نہیں آ سکتا اور اس کے بالمقابل اوزاعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ ہر جانور کا جزعہ کافی ہے۔ لیکن یہ دونوں قول افراط تفریط والے ہیں۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تو وہ جائز ہے جو ثنی ہو۔ اور بھیڑ کا چھ ماہ کا بھی جائز ہے۔ اونٹ تو ثنی ہوتا ہے جب پانچ سال پورے کر کے چھٹے میں لگ جائے۔ اور گائے جب دو سال پورے کر کے تیسرے میں لگ جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین گزار کر چوتھے میں لگ گیا ہو۔ اور بکری کا ثنی وہ ہے جو دو سال گزار چکا ہو اور جذعہ کہتے ہیں اسے جو سال بھر کا ہو گیا ہو اور کہا گیا ہے جو دس ماہ کا ہو۔ ایک قول ہے جو آٹھ ماہ کا ہو ایک قول ہے جو چھ ماہ کا ہو اس سے کم مدت کا کوئی قول نہیں۔ اس سے کم عمر والے کو حمل کہتے ہیں۔ جب تک کہ اسکی پیٹھ پر بال کھڑے ہوں اور بال لیٹ جائیں اور دونوں جانب جھک جائیں تو اسے جذع کہا جاتا ہے' واللہ اعلم۔

---

[1] [حسن: ابو داؤد: کتاب الضحایا: باب ما جآء فی ایجاب الاضاحی (۲۷۸۸) نسائی: کتاب الفرع والعتیرۃ (۴۲۲۹) ابن ماجہ: کتاب الاضاحی: باب الاضاحی واجبۃ ام لا (۳۱۲۵) ترمذی: کتاب الاضاحی: باب الاضحیۃ فی کل عام (۱۵۱۸) صحیح ابوداود، صحیح ترمذی للألبانی]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب الاضاحی: باب ما جآء ان الشاۃ الواحدۃ تجزی عن اھل البت (۱۵۰۵) ابن ماجہ: کتاب الاضاحی: باب من ضحی بشاۃ عن اھلہ (۳۱۴۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، ارواء الغلیل (۱۱۴۲)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاحکام: باب بیعۃ الصغیر (۷۲۱۰)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الاضاحی: باب سن الاضحیۃ (۱۹۶۳) ابو داؤد: کتاب الضحایا: باب ما یجوز فی الضحایا من السن (۲۷۹۷) ابن ماجہ: کتاب الاضاحی: باب یجزئ من الاضاحی (۳۱۴۱) نسائی: کتاب الضحایا: باب المسنۃ والجزعۃ (۴۳۸۳) مسند احمد (۳/۳۱۲)]

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝۳۸

سن رکھو یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دے گا' کوئی خیانت کرنے والا ناشکرا اللہ کو ہرگز پسند نہیں ○

اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے خبر دے رہا ہے کہ جو اس کے بندے اس پر بھروسہ رکھیں اس کی طرف جھکتے رہیں انہیں وہ اپنی امان نصیب فرماتا ہے' شریروں کی برائیاں دشمنوں کی بدیاں خود ہی ان سے دور کر دیتا ہے' اپنی مدد ان پر نازل فرماتا ہے' اپنی حفاظت میں انہیں رکھتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ [1] یعنی کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [2] الخ' جو اللہ پر بھروسہ رکھے اللہ آپ اسے کافی ہے الخ' دغا باز ناشکرے اللہ کی محبت سے محروم ہیں اپنے عہد و پیمان پورے نہ کرنے والے اللہ کی نعمتوں کے منکر اللہ کے پیار سے دور ہیں۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ ۝۳۹ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۴۰

جن مسلمانوں سے کافر جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں' بے شک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے ○ یہ وہ ہیں جنہیں بلاوجہ ان کے گھروں سے نکالا گیا صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار فقط اللہ ہے' اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسروں سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں بھی ویران کر دی جاتیں جہاں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے' جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا' بے شک اللہ تعالیٰ قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے ○

جہاد کی اجازت دے دی گئی: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم مکے سے بھی نکالے جانے لگے اور کفار مکے سے چڑھ دوڑے تب جہاد کی اجازت کی یہ آیت اتری۔ بہت سے سلف سے منقول ہے کہ جہاد کی یہ پہلی آیت ہے جو قرآن میں اتری۔ اس سے بعض بزرگوں نے استدلال کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے شریف سے ہجرت کی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا کہ افسوس کفار نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن سے نکالا یقیناً یہ تباہ ہوں گے۔ پھر یہ آیت اتری تو صدیق رضی اللہ عنہ نے جان لیا

---

[1] [سورة الزمر: آیت ٣٦]

[2] [سورة الطلاق : آیت ٣]

کہ جنگ ہو کر رہے گی۔ (۱) اللہ اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے۔ اگر چاہے تو بے لڑے بھڑے انہیں غالب کر دے لیکن وہ آزمانا چاہتا ہے اسی لئے حکم دیا کہ ان کفار کی گردنیں مارو۔ الخ' اور آیت میں ہے فرمایا ﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِأَيْدِيكُمْ﴾ (۲) الخ' ان سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور رسوا کرے گا اور ان پر تمہیں غالب کرے گا اور مومنوں کے حوصلے نکالنے کا موقع دے گا کہ ان کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں ساتھ ہی جسے چاہے گا توفیق توبہ دے گا اللہ علم وحکمت والا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ﴾ (۳) الخ' یعنی کیا تم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اب تک تو وہ کھل کر سامنے نہیں آئے جو مجاہد ہیں' اللہ' رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی سے دوستی اور یگانگت نہیں کرتے۔ سمجھ لو کہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ اور آیت میں ہے کیا تم نے ہی گمان کیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک مجاہدین اور صابرین دوسروں سے ممتاز نہیں ہوئے۔ (۴) اور آیت میں فرمایا ہے ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَا أَخْبَارَكُمْ﴾ (۵) ہم تمہیں یقیناً آزمائیں گے یہاں تک کہ تم میں سے غازی اور صبر کرنے والے ہمارے سامنے نمایاں ہو جائیں۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ پھر فرمایا اللہ ان کی امداد پر قادر ہے۔ اور یہی ہوا بھی کہ اللہ نے اپنے لشکر کو دنیا پر غالب کر دیا۔ جہاد کو شریعت نے جس وقت مشروع فرمایا وہ وقت بھی اس کے لئے بالکل مناسب اور نہایت ٹھیک ٹھاک تھا۔ جب حضور ﷺ مکے میں رہے مسلمان بہت ہی کمزور تھے تعداد بھی دس کے مقابلے میں ایک بمشکل بیٹھتا۔ چنانچہ جب لیلۃ العقبہ میں انصاریوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تو انہوں نے کہا اگر حضور ﷺ حکم دیں تو اس وقت منیٰ میں اتنے مشرکین جمع ہیں ان پر شبخون ماریں۔ لیکن آپ نے فرمایا مجھے ابھی اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ یاد رہے کہ یہ بزرگ صرف اسی (۸۰) سے کچھ اوپر تھے۔ جب مشرکوں کی بغاوت بڑھ گئی' جب وہ سرکشی میں حد سے گزر گئے حضور ﷺ کو سخت ایذائیں دیتے دیتے اب آپ کے قتل کرنے کے درپے ہو گئے آپ کو جلاوطن کرنے کے منصوبے گانٹھنے لگے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیئے۔ بیک بنی ودو گوش وطن مال اسباب' اپنوں غیروں کو چھوڑ کر جہاں جس کا موقعہ بنا گھبرا کر چل دیا کچھ تو حبشہ پہنچے کچھ مدینے گئے۔ یہاں تک کہ خود آفتاب رسالت کا طلوع بھی مدینے شریف میں ہوا۔ اہل مدینہ محمدی جھنڈے تلے جوش وخروش سے جمع لشکری صورت مرتب ہوگئی۔ کچھ مسلمان ایک جھنڈے تلے دکھائی دینے لگے' قدم ٹکانے کی جگہ مل گئی۔ اب دشمنان دین سے جہاد کے احکام نازل ہوئے تو سب سے پہلے یہی آیت اتری۔ اس میں بیان فرمایا

---

(۱) [صحیح الاسناد : مسند احمد (۱/۲۱٦) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الحج (۳۱۷۱) نسائی : کتاب الجهاد : باب وجوب الجهاد (۳۰۸۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۲) [سورة التوبة: آيت ۱٤-۱٥]

(۳) [سورة التوبة: آيت ١٦]

(۴) [سورة آل عمران : آيت ١٤٢]

(۵) [سورة محمد: آيت ٣١]

گیا کہ یہ مسلمان مظلوم ہیں' ان کے گھر بار ان سے چھین لئے گئے ہیں' بے وجہ گھر سے بے گھر کر دیئے گئے ہیں' مکے سے نکال دیئے گئے' مدینے میں بے سروسامانی میں پہنچے۔ ان کا کوئی جرم بجز اس کے سوا نہ تھا کہ صرف اللہ کے پرستار تھے رب کو ایک مانتے تھے اپنا پروردگار صرف اللہ کو جانتے تھے۔ یہ استثناء منقطع ہے گو مشرکین کے نزدیک تو یہ امر اتنا بڑا جرم ہے جو ہرگز کسی صورت سے معافی کے قابل نہیں۔ فرمان ہے ﴿يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ﴾ [1] الخ، تمہیں اور ہمارے رسول کو صرف اس بناء پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارا حقیقی پروردگار ہے۔ خندقوں والوں کے قصے میں فرمایا ﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ [2] یعنی دراصل ان کا کوئی قصور نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب' مہربان' ذی احسان پر ایمان لائے تھے۔ مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم خندق کھودتے ہوئے اپنے رجز میں کہہ رہے تھے

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ... وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ... وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ... اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی موافقت میں تھے اور قافیہ کا آخری حرف آپ بھی ان کے ساتھ ادا کرتے اور ((اَبَيْنَا)) کہتے ہوئے خوب بلند آواز کرتے۔ [3] پھر فرماتا ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک کا علاج دوسرے سے نہ کرتا اگر ہر سیر پر سوا سیر نہ ہوتا تو زمین میں شر فساد مچ جاتا' ہر قوی ہر کمزور کو نگل جاتا۔ عیسائی عابدوں کے چھوٹے عبادت خانوں کو صوامع کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ صابی مذہب کے لوگوں کے عبادت خانوں کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں مجوسیوں کے آتش کدوں کو صوامع کہتے ہیں۔ مقاتل کہتے ہیں یہ وہ گھر ہیں جو راستوں پر ہوتے ہیں۔ بیع ان سے بڑے مکانات ہوتے ہیں یہ بھی نصرانیوں کے عابدوں کے عبادت خانے ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ یہودیوں کے کنیسا ہیں۔ صلوات کے بھی ایک معنی تو یہی کئے گئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں مراد گرجا ہیں۔ بعض کا قول ہے صابی لوگوں کا عبادت خانہ۔ راستوں پر جو عبادت کے گھر اہل کتاب کے ہوں یا انہیں صلوات کہا جاتا ہے اور مسلمانوں کے ہوں انہیں مساجد۔ فیھا کی ضمیر کا مرجع مساجد ہے اس لئے کہ سب سے پہلے یہی لفظ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ سب جگہیں ہیں یعنی تارک الدنیا لوگوں کے صوامع' نصرانیوں کے بیع' یہودیوں کے صلوات اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں نام اللہ خوب لیا جاتا ہے۔

بعض علماء کا بیان ہے کہ اس آیت میں اقل سے اکثر کی طرف کی ترقی کی صنعت رکھی گئی ہے پس سب سے زیادہ آباد سب سے بڑا عبادت گھر جہاں کے عابدوں کا قصد صحیح نیت عمل صالح ہے وہ مسجدیں ہیں۔ پھر فرمایا اللہ اپنے دین کے مددگاروں کا خود مددگار ہے جیسے فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ

---

[1] [سورۃ الممتحنہ: آیت ۱] [2] [سورۃ البروج: آیت ۸]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب (۴۱۰۶) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب غزوۃ الاحزاب وھی الخندق (۱۸۰۳)]

یَنۡصُرۡكُمۡ﴾ [۱] الخ، یعنی اے مسلمانو! اگر تم اللہ کے دین کی امداد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ کفار پر افسوس ہے اور ان کے اعمال غارت ہیں۔ پھر اپنے دو وصف بیان فرمائے قوی ہونا کہ ساری مخلوق کو پیدا کر دیا' عزت والا ہونا کہ سب اس کے ماتحت ہر ایک اس کے سامنے ذلیل و پست سب اس کی مدد کے محتاج وہ سب سے بے نیاز جسے وہ مدد دے وہ غالب جس پر سے اس کی مدد ہٹ جائے وہ مغلوب۔ فرماتا ہے ﴿وَلَقَدۡ سَبَقَتۡ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِنَّهُمۡ لَهُمُ الۡمَنۡصُوۡرُوۡنَ﴾ [۲] الخ، یعنی ہم نے تو پہلے سے ہی اپنے رسولوں سے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کی یقینی طور پر مدد کی جائے گی اور یہ کہ ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا۔ اور آیت میں ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ﴾ [۳] الخ، خدا کہہ چکا ہے کہ میں اور میرا رسول ﷺ غالب ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوت و عزت والا ہے۔

اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ ۝۴۱

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں' تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے ○

اسلامی حکومت کے لیے لائحہ عمل: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت ہمارے بارے میں اتری ہے۔ ہم بے سب خارج از وطن کئے گئے تھے۔ پھر ہمیں اللہ نے سلطنت دی' ہم نے نماز و روزہ کی پابندی کی' بھلے احکام دیئے' برائی سے روکنا جاری کیا۔ پس یہ آیت میرے ساتھیوں کے بارے میں ہے۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے اصحاب رسول ہیں رضی اللہ عنہم۔ خلیفۂ رسول حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے خطبے میں اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا اس میں صرف بادشاہوں کا بیان ہی نہیں بلکہ بادشاہ رعایا دونوں کا بیان ہے۔ بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوق الٰہی تم سے برابر لے اللہ کے حق کی کوتاہی کے بارے میں تمہیں پکڑے اور ایک کا حق دوسرے سے دلوائے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراط مستقیم سمجھاتا رہے۔ تم پر اس کا یہ حق ہے کہ ظاہر و باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت گزاری کرو۔ عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسی آیت کا مضمون آیت ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ﴾ [۴] میں ہے۔ کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ ہے۔ عمدہ نتیجہ پرہیزگاروں کا ہوگا۔ ہر نیکی کا بدلہ اسی کے ہاں ہے۔

---

[۱] [سورة محمد: آیت ۷-۸]

[۲] [الصافات: ۱۷۱-۱۷۳]

[۳] [المجادلہ: ۲۱]

[۴] [النور: ۵۵]

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿٤٢﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿٤٣﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٤﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿٤٥﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾

اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور عاد اور ثمود ○ اور قوم ابراہیم اور قوم لوط ○ اور مدین والے بھی اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلا چکے ہیں موسیٰ بھی جھٹلائے جا چکے ہیں۔ تو میں نے کافروں کو یونہی سی مہلت دی پھر انہیں دھر دبایا' پھر میرا عذاب کیسا ہوا؟ ○ بہت سی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے تہہ و بالا کر دیا اس لئے کہ وہ ظالم تھے پس وہ اپنی چھتوں کے بل اوندھی پڑی ہیں اور بہت سے آباد کنویں بے کار پڑے ہیں اور بہت سے پکے اور بلند محل ویران پڑے ہیں ○ کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی؟ جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا کافر کانوں سے ہی ان واقعات کو سن لیتے بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں ○

پیغمبر کو تسلی: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ منکروں کا انکار آپ کے ساتھ کوئی نئی چیز نہیں۔ نوح علیہ السلام سے لے کر موسیٰ علیہ السلام تک کے کل انبیاء علیہم السلام کا انکار کفار برابر کرتے چلے آئے ہیں۔ دلائل سامنے تھے' حق سامنے تھا لیکن منکروں نے مان کر نہ مانا۔ میں نے کافروں کو مہلت دی کہ یہ سوچ سمجھ لیں اپنے انجام پر غور کر لیں۔ لیکن جب وہ نمک حرامی سے باز نہ آئے تو آخر کار میرے عذابوں میں گرفتار ہوئے' دیکھ لے کہ میری پکڑ کیسی بے پناہ ثابت ہوئی کس قدر دردناک انجام ہوا۔ سلف سے منقول ہے کہ فرعون کے حکمرانی کے دعوے اور اللہ کی پکڑ کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھٹکارا نہیں ہوتا پھر آپ نے آیت ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ تلاوت کی'[1] پھر فرمایا کہ کئی ایک بستیوں والے ظالموں کو جنہوں رسولوں کی تکذیب کی تھی' ہم نے غارت کر دیا۔ جن کے محلات کھنڈر بنے پڑے ہیں' اوندھے گرے ہوئے ہیں' ان کی منزلیں ویران ہو گئیں' ان کی آبادیاں ویران ہو گئیں' ان کے کنویں خالی پڑے ہیں' جو کل تک آباد تھے آج خالی ہیں' ان کے چونہ گچ محل جو دور سے سفید چمکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے' جو بلند و بالا اور پختہ تھے وہ آج ویران پڑے ہیں' وہاں الو بول رہا ہے'

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب التفسیر : باب وکذلك اخذ ربك اذا اخذ القری وهی ظالمة (٤٦٨٦) صحیح مسلم : کتاب البر و الصلة : باب تحریم الظلم (٢٥٨٣) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب العقوبات (٤٠١٨) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة هود (٣١١٠)]

ان کی مضبوطی انہیں نہ بچا سکی' ان کی خوبصورتی اور پائیداری بیکار ثابت ہوئی۔ رب کے عذاب نے تہس نہس کر دیا جیسے فرمان ہے ﴿اَیۡنَمَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ﴾ [1] یعنی گو تم چونہ گچ پکے قلعوں میں محفوظ ہو لیکن موت وہاں بھی تمہیں چھوڑنے گی نہیں۔ کیا وہ خود زمین میں چلے پھرے نہیں یا کبھی غور و فکر بھی نہیں کیا کہ کچھ عبرت حاصل ہوتی ؟ امام ابن ابی دنیا کتاب التفکر والاعتبار میں روایت لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! لوہے کی نعلین پہن کر لوہے کی لکڑی لیکر زمین میں چل پھر کر آثار و عبرت کو دیکھ وہ ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ تیری لوہے کی جوتیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور لوہے کی لکڑی بھی ٹوٹ پھوٹ جائے۔ اسی کتاب میں بعض دانشمندوں کا قول ہے کہ وعظ کے ساتھ اپنے دل کو زندہ کر۔ اور غور و فکر کے ساتھ اسے نورانی کر اور زہد اور دنیا سے بچنے کے ساتھ اسے مار دے اور یقین کے ساتھ اس کو قوی کر لے اور موت کے ذکر سے اسے ذلیل کر دے اور فنا کے یقین سے اسے صبر دے۔ دنیا کی مصیبتیں اس کے سامنے رکھ کر اس کی آنکھیں کھول دے زمانے کی تنگی اسے دکھا کر اسے دہشت ناک بنا دے دنوں کے الٹ پھیر اسے سمجھا کر بیدار کر دے۔ گزشتہ واقعات سے اسے عبرتناک بنا۔ اگلوں کے قصے اسے سنا کر ہوشیار رکھ۔ ان کے شہروں میں اور ان کی سوانح میں اسے غور و فکر کرنے کا عادی بنا۔ اور دیکھ کہ گنہگاروں کے ساتھ اس کا معاملہ کیا ہوا کس طرح وہ لوٹ پوٹ کر دیئے گئے۔ پس یہاں بھی یہی فرمان ہے کہ اگلوں کے واقعات سامنے رکھ کر دلوں کو سمجھدار بناؤ ان کی ہلاکت کے سچے افسانے سن کر عبرت حاصل کرو۔ سن لو آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سب سے برا اندھا پن دل کا ہے گو آنکھیں صحیح سالم موجود ہوں۔ دل کے اندھے پن کی وجہ سے نہ تو عبرت حاصل ہوتی ہے نہ خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے۔ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن سارہ اندلسی نے جن کا انتقال ۵۱۷ھ میں ہوا ہے اس مضمون کو اپنے چند اشعار میں خوب نبھایا ہے وہ فرماتے ہیں۔ اے وہ شخص جو گناہوں میں لذت پا رہا ہے کیا اپنے بڑھاپے اور اپنے نفس کی برائی سے بھی تو بے خبر ہے؟ اگر نصیحت اثر نہیں کرتی تو کیا دیکھنے سننے سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی؟ سن لے آنکھیں اور کان اپنا کام نہ کریں تو اتنا برا نہیں جتنا برا یہ ہے کہ واقعات سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ یاد رکھ نہ تو دنیا باقی رہے گی نہ آسمان نہ سورج چاند۔ گو جی نہ چاہے مگر دنیا سے تم کو ایک روز بادل ناخواستہ کوچ کرنا پڑے گا۔ کیا امیر ہو کیا غریب ہو کیا شہری ہو یا دیہاتی۔

وَیَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ وَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ ؕ وَاِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَکَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَمۡلَیۡتُ لَہَا وَہِیَ ظَالِمَۃٌ ثُمَّ اَخَذۡتُہَا ۚ وَاِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ ﴿۴۸﴾

عذاب کو تجھ سے جلدی طلب کر رہے ہیں اللہ ہرگز اپنا وعدہ نہیں ٹالنے کا ہاں البتہ تیرے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی

---

[1] [سورۃ النساء: آیت ۷۸]

کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے ○ بہت سی ناانصافی کرنے والوں کی بستیوں کو میں نے ڈھیل دی پھر آخرش انہیں پکڑ لیا میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے ○

کفار کی عذاب مانگنے میں عجلت : اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام سے فرما رہا ہے کہ یہ ملحد کفار اللہ کو اس کے رسول ﷺ کو اور قیامت کے دن کو جھٹلانے والے تجھ سے عذاب طلب کرنے میں جلدی کر رہے ہیں کہ جلد ان عذابوں کو کیوں نہیں برپا کر دیا جاتا جن سے ہمیں ہر وقت ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ اللہ سے بھی کہتے تھے کہ الٰہی اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے سنگ باری کر اور کسی طرح کا دردناک عذاب بھیج۔ کہتے تھے کہ حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا معاملہ صاف کر دے۔ اللہ فرماتا ہے یاد رکھو اللہ کا وعدہ اٹل ہے قیامت اور عذاب آ کر ہی رہیں گے۔ اولیا اللہ کی عزت اور اعداء اللہ کی ذلت یقینی اور ہو کر رہنے والی ہے اصمعی کہتے ہیں میں ابوعمرو بن علا کے پاس تھا کہ عمرو بن عبید آیا اور کہنے لگا کہ اے ابوعمرو! کیا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے اسی وقت عذاب کی ایک آیت تلاوت کی اس پر آپ نے فرمایا کیا تو عجمی ہے؟ سن عرب میں وعد کا یعنی اچھی بات سے وعدہ خلافی کو برا فعل سمجھا جاتا ہے لیکن ایعاد کا یعنی سزا کے احکام رد و بدل یا معافی بری نہیں سمجھی جاتی بلکہ وہ کرم و رحم سمجھا جاتا ہے دیکھو شاعر کہتا ہے ؎

فَاِنِّیْ وَاِنْ اَوْعَدْتُّهٗ اَوْ وَعَدْتُّهٗ لَمُخْلِفُ اِیْعَادِیْ وَمُنْجِزٌ مَوْعِدِیْ

میں کسی کو سزا کا کہوں یا اس سے انعام کا وعدہ کروں۔ تو یہ تو ہوسکتا ہے کہ میں اپنی دھمکی کے خلاف کر جاؤں بلکہ قطعاً ہرگز سزا نہ دوں لیکن اپنا وعدہ تو ضرور پورا کر کے ہی رہوں گا۔ الغرض سزا کا وعدہ کر کے سزا نہ کرنا یہ وعدہ خلافی نہیں۔ لیکن رحمت و انعام کا وعدہ کر کے پھر روک لینا یہ بری صفت ہے جس سے اللہ کی ذات پاک ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ایک ایک دن اللہ کے نزدیک تمہارے ہزار ہزار دنوں کے برابر ہے بہ اعتبار اس کے حلم اور بردباری کے ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ وہ ہر وقت ان کی گرفت پر قادر ہے اس لئے عجلت کیا ہے؟ گو کتنی ہی مہلت مل جائے گو کتنی ہی رسی دراز ہو جائے لیکن جب چاہے گا سانس لینے کی بھی مہلت نہ دے گا اور پکڑ لے گا۔ اس کے بعد ہی فرمان ہوتا ہے۔ بہت سی بستیوں کے لوگ ظلم پر کمر کسے ہوئے تھے میں نے بھی ان سے چشم پوشی کر رکھی تھی۔ جب مست ہو گئے تو اچانک گرفت کر لی سب مجبور ہیں سب کو میرے ہی سامنے ہونا ہے سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں فقراء مسلمان مالدار مسلمانوں سے آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے یعنی پانچ سو برس پہلے۔ [1]

اور روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا آدھے دن کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا کیا تو نے قرآن

---

[1] حسن صحیح : ترمذی : کتاب الزھد : باب ما جآء ان الفقراء المھاجرین (۲۳۵۳ـ ۲۳۵٤) ابن ماجه : کتاب الزھد : باب منزلة الفقراء (٤١٢٢) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۳٤۸) ابن حبان (٦٧٦) مسند احمد (۲/۲۹٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، التعلیق الرغیب (٤/۸۸)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

نہیں پڑھا؟ میں نے کہا ہاں تو یہی آیت سنائی۔ یعنی اللہ کے ہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔ ابوداؤد کی کتاب الملاحم کے آخر میں حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ میری امت کو آدھے دن تک تو ضرور مؤخر رکھے گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آدھا دن کتنے عرصے کا ہوا؟ آپ نے فرمایا پانچ سو سال کا۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو پڑھ کر فرمانے لگے یہ ان دنوں میں سے جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا (ابن جریر)

بلکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں اس بات کو کھلے لفظ میں بیان کیا ہے مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت مثل آیت ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ﴾ [2] الخ' کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے' پھر اس کی طرف چڑھاتا ہے۔ ایک ہی دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے۔

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ ایک نومسلم اہل کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ نے آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک مثل ایک ہزار سال کے ہے جو تم گنتے ہو۔ اللہ نے دنیا کی اجل چھ دن کی کی ہے ساتویں دن قیامت ہے اور ایک ایک دن مثل ہزار ہزار سالوں کے ہے پس چھ دن گزر گئے اور اب تم ساتویں دن میں ہو اب تو بالکل اس حاملہ کی طرح ہے جو پورے دنوں میں ہو اور نہ جانے کب بچہ ہو جائے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٥١﴾

اعلان کر دے کہ لوگو! میں تمہیں کھلم کھلا چوکنا کرنے والا ہی ہوں ○ پس جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ہیں ان ہی کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے ○ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو پست کرنے کے درپے رہتے ہیں وہی دوزخی ہیں ○

عذاب کا نزول اللہ کے ہاتھ میں: چونکہ کفار عذاب مانگا کرتے تھے اور ان کی جلدی مچاتے رہتے تھے ان کے جواب میں اعلان کرایا جا رہا ہے کہ لوگو! میں تو اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تمہیں رب کے عذابوں سے جو تمہارے آگے ہیں چوکنا کر دوں' تمہارا حساب میرے ذمے نہیں۔ عذاب اللہ کے بس میں ہے چاہے اب لائے چاہے دیر سے لائے۔ مجھے کیا معلوم کہ تمہاری قسمت میں ہدایت ہے اور کون اللہ کی رحمت سے محروم رہنے والا ہے چاہت

[1] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الملاحم : باب قیام الساعۃ (۴۳۵۰) مسند احمد (۱۴۶۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ امام مناویؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] جبکہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف و منقطع کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ السجدہ: آیت ۵]

اللہ کی ہی پوری ہونی ہے حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے مختار اور کرتا دھرتا وہی ہے کسی کو اس کے سامنے چوں چراں کی مجال نہیں وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ میری حیثیت تو صرف ایک آگاہ کرنے کی ہے۔ جن کے دلوں میں یقین وایمان ہے اور اس کی شہادت انکے اعمال سے بھی ثابت ہے۔ انکے کل گناہ معافی کے لائق ہیں اور ان کی کل نیکیاں قدردانی کے قابل ہیں۔ رزق کریم سے مراد جنت ہے۔ جو لوگ اوروں کو بھی اللہ کی راہ سے' اطاعت رسول ﷺ سے روکتے ہیں وہ جہنمی ہیں' سخت عذابوں اور تیز آگ کے ایندھن ہیں' اللہ ہمیں بچائے اور آیت میں ہے کہ ایسے کفار کو انکے فساد کے بدلے عذاب پر عذاب ہیں۔ [1]

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ‌ ۚ فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ۙ‏ ﴿۵۲﴾ لِّيَجۡعَلَ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡقَاسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ‌ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَفِىۡ شِقَاقٍ ۢ بَعِيۡدٍ ۙ‏ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَـعۡلَمَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اَنَّهُ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَيُؤۡمِنُوۡا بِهٖ فَتُخۡبِتَ لَهٗ قُلُوۡبُهُمۡ‌ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ‏ ﴿۵۴﴾

ہم نے تجھ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا' پس شیطان کی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے۔ پھر اپنی باتیں پکی کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ دانا اور باحکمت ہے ○ یہ اس لئے کہ شیطانی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں۔ بے شک گنہگار لوگ دور دراز کی مخالفت میں ہیں ○ اور اس لئے بھی کہ جنہیں علم عطا فرمایا گیا ہے وہ یقین کرلیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سراسر حق ہی ہے' پھر وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل انکی طرف جھک جائیں' یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان داروں کی راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہے ○

وحی میں باطل کی آمیزش ممکن نہیں: یہاں پر اکثر مفسرین نے غرانیق کا قصہ نقل کیا ہے اور یہ بھی کہ اس واقعہ کی وجہ سے اکثر مہاجرین حبش یہ سمجھ بیٹھے کہ مشرکین مکہ مسلمان ہوگئے واپس مکے آگئے۔ لیکن یہ روایت ہر سند سے مرسل ہے۔ کسی صحیح سند سے مروی نہیں' واللہ اعلم۔ چنانچہ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ شریف میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی جب یہ آیتیں پڑھ رہے تھے ﴿اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى﴾ [2] تو شیطان نے آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ ڈالے کہ ((تِلۡكَ الۡغَرَانِيۡقُ الۡعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ تُرۡتَجٰى)) پس مشرکین خوش ہوگئے کہ آج تو حضور ﷺ نے ہمارے معبودوں کی تعریف کی جو اس

---

[1] [سورۃ النحل: آیت ۸۸]

[2] [سورۃ النجم: آیت ۱۹۔۲۰]

سے پہلے آپ نے کبھی نہیں کی۔ چنانچہ ادھر حضور ﷺ نے سجدہ کیا ادھر وہ سب بھی سجدے میں گر پڑے اس پر یہ آیت اتری اسے ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے یہ مرسل ہے [1] مسند بزار میں بھی اس کے ذکر کے بعد ہے کہ صرف اسی سند سے ہی یہ متصلاً مروی ہے صرف امیہ بن خالد ہی اسے وصل کرتے ہیں وہ مشہور ثقہ ہیں۔ یہ صرف طریق کلبی سے ہی مروی ہے۔ [2] ابن ابی حاتم نے اسے دو سندوں سے لیا ہے لیکن دونوں مرسل ہیں' ابن جریر میں بھی مرسل ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتے ہوئے حضور ﷺ کو اونگھ آ گئی اور شیطان نے آپ کی زبان پر ڈالا ((وَاِنَّ شَفَاعَتَهَا لَتُرْتَجٰى وَاِنَّهَا لَمَعَ الْغَرَانِيْقِ الْعُلٰى)) نکلوا دیا۔ مشرکین نے ان لفظوں کو پکڑ لیا اور شیطان نے یہ بات پھیلا دی۔ اس پر یہ آیت اتری اور اسے ذلیل ہونا پڑا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ سورۂ النجم نازل ہوئی اور مشرکین کہہ رہے تھے کہ اگر یہ شخص ہمارے معبودوں کا اچھے لفظوں میں ذکر کرے تو ہم اسے اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیں مگر اس کا تو یہ حال ہے کہ یہود و نصاریٰ اور جو لوگ اس کے دینی مخالف ہیں ان سب سے زیادہ گالیوں اور برائی سے ہمارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس وقت حضور ﷺ پر اور آپ کے اصحاب پر سخت مصائب توڑے جا رہے تھے۔ آپ کو ان کی ہدایت کی لالچ تھی جب سورۂ نجم کی تلاوت آپ نے شروع کی اور ﴿وَلَهُ الْاُنْثٰى﴾ [3] تک پڑھا تو شیطان نے بتوں کے ذکر کے وقت یہ کلمات ڈال دیئے ((وَاِنَّهُنَّ لَهُنَّ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَهِيَ الَّتِيْ تُرْتَجٰى)) یہ شیطان کی مقفی عبارت تھی۔ ہر مشرک کے دل میں یہ کلمے بیٹھ گئے اور ایک ایک کو یاد ہو گئے یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ نے سورۂ نجم کے خاتمے پر سجدہ کیا تو سارے مسلمان اور مشرکین بھی سجدے میں گر پڑے' ہاں ولید بن مغیرہ چونکہ بہت ہی بوڑھا تھا اس لئے اس نے ایک مٹھی مٹی کی بھر کر اونچی لے جا کر اس کو اپنے ماتھے سے لگا لیا۔ اب ہر ایک کو تعجب ہونے لگا کیونکہ حضور ﷺ کے ساتھ دونوں فریق سجدے میں شامل تھے۔ مسلمانوں کو تعجب تھا کہ یہ لوگ ایمان تو لائے نہیں' یقین نہیں' پھر ہمارے ساتھ حضور ﷺ کے سجدے پر سجدہ انہوں نے کیسے کیا؟ شیطان نے جو الفاظ مشرکوں کے کانوں میں جھونکے تھے وہ مسلمانوں نے سنے ہی نہ تھے ادھر ان کے دل خوش ہو رہے تھے کیونکہ شیطان نے اس طرح آواز ملائی کہ مشرکین اس میں کوئی تمیز ہی نہیں کر سکتے تھے وہ تو سب کو اسی یقین پر پکا کر چکا تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اسی سورت کی ان دونوں آیتوں کو تلاوت فرمایا ہے پس دراصل مشرکین کا سجدہ اپنے بتوں کو تھا۔ شیطان نے اس واقعہ کو اتنا پھیلا دیا کہ مہاجرین حبشہ کے کانوں میں بھی یہ بات پہنچی۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جب سنا کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں بلکہ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور ولید بن مغیرہ سجدہ نہ کر سکا تو اس نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر اس پر سر ٹکا لیا۔ مسلمان اب پورے امن

---

[1] [مرسل و ضعیف تفسیر ابن جریر الطبری ۲۵۳۳۱)]

[2] [ضعیف اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [سورة النجم : آیت ۲۱]

اور اطمینان سے ہیں تو انہوں نے وہاں سے واپسی کی ٹھانی اور خوشی خوشی مکے پہنچے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے شیطان کے ان الفاظ کی قلعی کھل چکی تھی اللہ نے ان الفاظ کو ہٹا دیا تھا اور اپنا کلام محفوظ کر دیا تھا یہاں مشرکین کی آتش عداوت اور بھڑک اٹھی تھی اور انہوں مسلمانوں پر نئے مصائب کے بادل برسانے شروع کر دیئے تھے یہ روایت مرسل ہے۔ بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ میں بھی یہ روایت ہے امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ بھی اسے اپنی سیرت میں لائے ہیں لیکن یہ سندیں مرسلات ہیں اور منقطعات ہیں۔ واللہ اعلم۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں یہ سب کچھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کے کلام سے اسی طرح کی روایتیں وارد کی ہیں۔ پھر خود ہی ایک سوال وارد کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچاؤ کا ذمہ دار محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے تو ایسی بات کیسے واقع ہوگئی۔ پھر بہت سے جواب دیئے ہیں جن میں ایک لطیف جواب یہ بھی ہے کہ شیطان نے یہ الفاظ لوگوں کے کانوں میں ڈالے اور انہیں وہم ڈالا کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے ہیں حقیقت میں ایسا نہ تھا یہ صرف شیطانی حرکت تھی نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز۔ [1] واللہ اعلم۔ اور بھی اسی قسم کے بہت سے جواب متکلمین نے دیئے ہیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بھی شفا میں اسے چھیڑا ہے اور ان کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ کا اپنا فرمان اس بات کا ثبوت ہے کہ شیطان کا تصرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ناممکن ہے۔ مگر جب کہ وہ آرزو کرتا ہے الخ، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی ہے کہ اس میں پریشان خاطر نہ ہوں اگلے نبیوں رسولوں پر بھی ایسے اتفاقات آئے۔ بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ اس کی آرزو میں جب نبی بات کرتا ہے تو شیطان اس کی بات میں بول شامل کر دیتا ہے اس شیطان کے ڈالے ہوئے باطل کر کے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو محکم کرتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ﴿تَمَنّٰی﴾ کا معنی ﴿قَالَ﴾ کے ہیں ﴿اُمْنِیَّتِہٖ﴾ کے معنی ﴿قِرَائَتِہٖ﴾ کے ہیں ﴿اِلاَّ اَمَانِیَّ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ پڑھتے ہیں لکھتے نہیں۔ بغوی رحمہ اللہ اور اکثر مفسرین کہتے ہیں ﴿تَمَنّٰی﴾ کے معنی تلا کے ہیں یعنی جب کتاب اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس کی تلاوت میں کچھ ڈال دیتا ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح میں شاعر نے کہا ہے:

تَمَنّٰی کِتَابَ اللّٰہِ اَوَّلَ لَیْلَۃٍ وَاٰخِرَھَا لَاقٰی حَمَامَ الْمَقَادِرِ

یہاں بھی لفظ ﴿تَمَنّٰی﴾ پڑھنے کے معنی میں ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں یہ قول بہت قریب کی تاویل والا ہے۔ نسخ کے حقیقی معنی اختتام ازالہ اور رفع کے یعنی ہٹانے اور مٹا دینے کے ہیں یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ شیطان کے القا کو باطل کر دیتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام بحکم الٰہی شیطان کی زیادتی کو مٹا دیتے ہیں اور اللہ کی آیتیں مضبوط رہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کا جاننے والا ہے۔ کوئی مخفی بات بھی، کوئی راز بھی اس پر پوشیدہ نہیں، وہ حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ یہ اس لئے کہ جن کے دلوں میں شک، شرک، کفر اور نفاق ہے، ان کے لئے یہ فتنہ

---

[1] [امام ابن العربی رحمہ اللہ، قاضی عیاض رحمہ اللہ، امام شوکانی رحمہ اللہ، علامہ آلوسی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور دیگر متعدد کبار علماء و محققین کا اتفاق ہے کہ یہ قصہ باطل و بے بنیاد ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے "نصب المجانیق لنسف قصۃ الغرانیق" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ قصہ باطل ہے۔]

بن جائے۔ چنانچہ مشرکین نے اسے اللہ کی طرف سے مان لیا حالانکہ وہ الفاظ شیطانی تھے۔ لہٰذا بیمار دل والوں سے مراد منافق ہیں اور سخت دل والوں سے مراد مشرک ہیں۔ یہ بھی قول ہے کہ مراد یہود ہیں۔ ظالم حق سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ وہ سیدھے راستے سے گم ہو گئے ہیں۔ اور جنہیں صحیح علم دیا گیا ہے جس سے وہ حق باطل میں تمیز کر لیتے ہیں انہیں اس بات کے بالکل حق ہونے کا اور منجانب اللہ ہونے کا صحیح یقین ہو جائے اور وہ کامل الایمان بن جائیں اور سمجھ لیں کہ بے شک یہ اللہ کا کلام ہے جبھی تو اس قدر اس کی حفاظت صیانت اور نگہداشت ہے۔ کہ کسی جانب سے، کسی طریق سے اس میں باطل کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔ حکیم وحمید اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے پس انکے دل تصدیق سے پر ہو جاتے ہیں، جھک کر رغبت سے متوجہ ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایمانداروں کی رہبری دنیا میں حق اور ہدایت کی طرف کرتا ہے صراط مستقیم سمجھا دیتا ہے اور آخرت میں عذابوں سے بچا کر بلند درجوں میں پہنچاتا ہے اور نعمتیں نصیب فرماتا ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ع

کافر اس وحی اللہ میں ہمیشہ شک شبہ ہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اچانک ان کے سروں پر قیامت آ جائے یا ان کے پاس اس دن کا عذاب آ جائے جو خیر سے خالی ہے ○ اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی وہی ان میں فیصلے فرمائے گا، ایمان اور نیک عمل والے تو نعمتوں سے بھرپور جنتوں میں ہوں گے ○ اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو نہ مانا تھا ان کے لئے ذلیل کرنے والے عذاب ہی ہوں گے ○

کفار ہمیشہ شک میں رہیں گے: یعنی کافروں کو جو شک شبہ اللہ کی وحی یعنی قرآن میں ہے وہ ان کے دلوں سے نہیں جائے گا۔ شیطان یہ غلط گمان قیامت تک ان کے دلوں سے نہ نکلنے دے گا۔ قیامت اور اس کے عذاب ان کے پاس ناگہاں آ جائیں گے۔ اس وقت یہ محض بے شعور ہوں گے جو مہلت انہیں مل رہی ہے اس سے یہ مغرور ہو گئے ہیں۔ جس قوم کے پاس اللہ کے عذاب آئے اسی حالت میں آئے کہ وہ ان سے نڈر بلکہ بے پرواہ ہو گئے تھے اللہ کے عذابوں سے غافل وہی ہوتے ہیں جو پورے فاسق اور علانیہ ہوں۔ یا انہیں بے خبر دن کا عذاب پہنچے جو دن ان کے لیے منحوس ثابت ہوگا۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے اور بعض نے کہا ہے مراد اس سے قیامت کا دن ہے یہی قول صحیح ہے گو بدر کا دن بھی ان کے لئے عذاب اللہ کا دن تھا۔ اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی جیسے اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کا مالک ہے اور آیت میں ہے اس دن رحمٰن کا ہی ملک ہوگا اور وہ دن کافروں پر نہایت ہی گراں گزرے گا۔ فیصلے خود اللہ کرے گا۔ جن کے دلوں میں اللہ پر ایمان

رسول ﷺ کی صداقت اور ایمان کے مطابق جن کے اعمال تھے جن کے دل اور عمل میں موافقت تھی۔ جن کی زبانیں دل کے مانند تھیں وہ جنت کی نعمتوں میں مالا مال ہوں گے جو نعمتیں نہ فنا ہوں نہ گھٹیں نہ بگڑیں نہ کم ہوں۔ جن کے دلوں میں حقانیت سے کفر تھا' جو حق کو جھٹلاتے تھے' نبیوں کے خلاف کرتے تھے' اتباع حق سے تکبر کرتے تھے ان کے تکبر کے بدلے انہیں ذلیل کرنے والے عذاب ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾ [1] جو لوگ میری عبادتوں سے سرکشی کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۵۸﴾ لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِکَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِیَ عَلَیْهِ لَیَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾

اور جن لوگوں نے راہ اللہ میں ترک وطن کیا پھر وہ شہید کر دیئے گئے یا اپنی موت مر گئے اللہ تعالیٰ انہیں ضرور بہترین روزیاں عطا فرمائے گا' اور بے شک اللہ تعالیٰ البتہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ○ انہیں اللہ تعالیٰ ایسی جگہ پہنچائے گا کہ وہ اس سے راضی ہو جائیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ علم اور بردباری والا ہے۔ بات یہی ہے' اور جس نے بدلہ لیا اسی کے برابر جو اس کے ساتھ کیا گیا تھا پھر اگر اس سے زیادتی کی جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا' بیشک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے ○

جنہیں اللہ بہترین رزق عطا فرمائیں گے: یعنی جو شخص اپنا وطن اپنے اہل وعیال اپنے دوست احباب چھوڑ کر اللہ کی رضامندی کے لئے اس کی راہ میں ہجرت کر جائے اس کے رسول ﷺ کی اور اس کے دین کی مدد کے لئے پہنچے پھر وہ میدان جہاد میں دشمن کے ہاتھوں شہید کیا جائے یا بے لڑے بھڑے اپنی قضا کے ساتھ اپنے بستر پر اسے موت آ جائے' اسے بہت بڑا اجر اور زبردست ثواب اللہ کی طرف سے ہے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِکْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ﴾ [2] یعنی جو شخص اپنے گھر اور دیس کو چھوڑ کر اللہ رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے' پھر اسے موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے طے ہو چکا ہے۔ ان پر اللہ کا فضل ہوگا' انہیں جنت کی روزیاں ملیں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہترین رازق ہے انہیں پروردگار جنت میں پہنچائے گا جہاں یہ خوش خوش ہوں گے جیسے فرمان ہے کہ جو ہمارے مقربوں میں سے ہے اس کے لئے راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں بھرے باغات ہیں ایسے لوگوں کو راحت ورزق اور جنت ملے گی۔ اپنی راہ کے سچے مہاجروں کو' اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو' اپنی نعمتوں

[1] [سورۃ غافر: آیت ۶۰]
[2] [سورۃ النساء: آیت ۱۰۰]

کے مستحق لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ وہ بڑے علم والا ہے بندوں کے گناہ معاف فرماتا ہے ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتا ہے ان کی ہجرت کو قبول کرتا ان کے توکل کو خوب جانتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوں مہاجر ہوں یا نہ ہوں وہ رب کے پاس زندگی اور روزی پاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا﴾ [1] خدا کی راہ کے شہیدوں کو مردہ نہ سمجھو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں جو بیان ہو چکیں۔ پس فی سبیل اللہ شہید ہونے والوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہے اس آیت سے اور اسی بارے کی احادیث سے بھی۔ حضرت شرحبیل بن سمط فرماتے ہیں کہ روم کے ایک قلعے کے محاصرے پر ہمیں مدت گزر چکی اتفاق سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص راہ اللہ کی تیاری میں مرجائے تو اس کا اجر اور رزق برابر اللہ کی طرف سے ہمیشہ اس پر جاری رہتا ہے اور وہ فتنے میں ڈالنے والوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر تم چاہو تو آیت ﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا﴾ الخ' پڑھ لو۔ [2] حضرت ابو قبیل اور ربیعہ بن سیف معافری کہتے ہیں ہم روس کے جہاد میں تھے ہمارے ساتھ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ تھے۔ دو جنازے ہمارے پاس سے گزرے جن میں ایک شہید تھا دوسرا اپنی موت مرا تھا لوگ شہید کے جنازے پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت یہ شہید ہیں اور یہ دوسرے شہادت سے محروم ہیں آپ نے فرمایا واللہ! مجھے تو دونوں باتیں برابر ہیں۔ خواہ اس کی قبر میں سے اٹھوں خواہ اس کی مٹی میں سے۔ سنو! کتاب اللہ میں ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور روایت میں ہے کہ آپ مرے ہوئے کی قبر پر ہی ٹھہرے رہے اور فرمایا تمہیں اور کیا چاہئے جنت' جگہ اور عمدہ روزی۔ اور روایت میں ہے کہ آپ اس وقت امیر تھے۔ یہ آخری آیت صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس چھوٹے سے لشکر کے بارے میں اتری ہے جن سے مشرکین کے ایک لشکر نے باوجود ان کے رک جانے کے حرمت کے مہینے میں لڑائی کی۔ اللہ نے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور مخالفین کو نیچا کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ
سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ
الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾

یہ اس لئے کہ اللہ رات کو دن میں پہنچاتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے اور بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ○ یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اسکے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہی ہے اور بے شک اللہ ہی

---

[1] [سورۃ آل عمرآن: آیت ۱۶۹]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷/۱۳۶)] آیت کے ذکر کے علاوہ یہ روایت دیکھئے: صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب فضل الرباط فی سبل اللہ عزو جل (۱۹۱۳)]

بلندی والا اور کبریائی والا ہے ○

اللہ تعالیٰ ہی مدبر الامور: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ خالق اور متصرف صرف وہی ہے' اپنی ساری مخلوق میں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ فرمان ہے ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ [1] الخ' الٰہی تو ہی مالک الملک ہے جسے چاہے ملک دے جس سے چاہے لے لے جسے چاہے عزت کا جھولا جھلائے' جسے چاہے در در سے بھیک منگائے' ساری بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں' تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ دن کو رات میں' رات کو دن میں تو ہی لے جاتا ہے۔ زندے کو مردے سے مردے کو زندے سے تو ہی نکالتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب روزیاں پہنچاتا ہے۔ پس کبھی دن بڑے راتیں چھوٹی' کبھی راتیں بڑی دن چھوٹے جیسے گرمیوں اور جاڑوں میں ہوتا ہے۔ بندوں کی تمام باتیں اللہ سنتا ہے ان کی تمام حرکات وسکنات دیکھتا ہے کوئی حال اس پر پوشیدہ نہیں۔ اس کا کوئی اور نہیں۔ زبردست غلبے والا' بڑی شان والا وہی ہے' جو چاہتا ہے ہوتا ہے' جو نہیں چاہتا ناممکن کہ وہ ہو جائے۔ ہر شخص اس کے سامنے فقیر' ہر ایک اس کے آگے عاجز۔ اس کے سوا جسے لوگ پوجیں وہ باطل' کوئی نفع نقصان کسی کے ہاتھ نہیں' وہ بلندیوں والا' عظمتوں والا ہے۔ ہر چیز اس کے ماتحت' اس کے زیر حکم۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' نہ اس کے سوا کوئی رب' نہ اس سے کوئی بڑا' نہ اس پر کوئی غالب۔ وہ تقدس کرنے والا' عزت وجلالت والا' ظالموں کی کہی ہوئی تمام فضول باتوں سے پاک' سب خوبیوں والا' تمام نقصانات سے دور۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؗ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ؗ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ ع

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے' بے شک اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا باخبر ہے ○ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے' اور یقیناً اللہ وہی ہے بے نیاز تعریفوں والا ○ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے بس میں کر دی ہیں اور اس کے فرمان سے پانی میں چلتی ہوئی کشتیاں بھی' وہی آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر اس کی پروانگی بغیر گر نہ پڑے' بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت ونرمی کرنے والا اور مہربان ہے ○ اسی نے تمہیں جلایا ہے پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر وہی تمہیں زندہ کر دے گا' کہ بے شک انسان البتہ ناشکرا ہے ○

---

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ۲۶-۲۷]

اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا بیان: اپنی عظیم الشان قدرت اور زبردست غلبے کو بیان فرما رہا ہے کہ سوکھی غیر آباد مردہ زمین پر اس کے حکم سے ہوائیں بادل لاتی ہیں جو پانی برساتے ہیں اور زمین لہلہاتی ہوئی سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے گویا جی اٹھتی ہے۔ یہاں پر ((ف)) تعقیب کے لئے ہے ہر چیز کی تعقیب اسی کے انداز سے ہوتی ہے۔ نطفے کا علقہ ہونا پھر علقے کا مضغہ ہونا جہاں بیان فرمایا ہے وہاں بھی ((ف)) آئی ہے اور ہر صورت میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ حجاز کی بعض زمینیں ایسی بھی ہیں کہ بارش کے ہوتے ہی معاً سرخ وسبز ہو جاتی ہیں' فاللہ اعلم۔ زمین کے گوشوں میں اور اس کے اندر جو کچھ ہے' سب اللہ کے علم میں ہے۔ ایک ایک دانہ اس کی دانست میں ہے۔ پانی وہیں پہنچتا ہے اور وہ اگ آتا ہے۔ جیسے حضرت لقمان رحمۃ اللہ کے قول میں ہے کہ اے بچے! اگر چہ کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو۔ چاہے کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں' یا زمین میں اللہ اسے ضرور لائے گا' اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور باخبر ہے (۱) ایک اور آیت میں ہے زمین وآسمان کی ہر پوشیدہ چیز کو اللہ ظاہر کر رہے گا۔ (۲) ایک آیت میں ہے' ہر پتے کے جھڑنے کا' ہر دانے کا جو' زمین کے اندھیروں میں ہو ہر تر وخشک چیز کا اللہ کو علم ہے اور وہ کھلی کتاب میں ہے۔ (۳) ایک اور آیت میں ہے کوئی ذرہ آسمان وزمین میں اللہ سے پوشیدہ نہیں' کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں جو ظاہر کتاب میں نہ ہو۔ (۴) امیہ بن ابوصلت یا زید بن عمرو بن نفیل کے قصیدے میں ہے۔

وَقُوْلَا لَهٗ مَنْ يُنْبِتُ الْحَبَّ فِي الثَّرٰى فَيُصْبِحُ مِنْهُ الْبَقْلُ يَهْتَزُّ رَابِيَا
وَيَخْرُجُ مِنْهُ حَبَّهٗ فِي رُؤُسِهٖ فَفِي ذَاكَ آيَاتٌ لِّمَنْ كَانَ وَاعِيَا

''اے میرے دونوں پیغمبرو! تم اس سے کہو کہ مٹی میں سے دانے کون نکالتا ہے کہ درخت پھوٹ کر جھومنے لگتا ہے اور اس کے سر پر بال نکل آتی ہے؟ عقل مند کے لئے تو اس میں قدرت کی ایک چھوڑ کئی نشانیاں موجود ہیں۔''

تمام کائنات کا مالک وہی ہے۔ وہ ہر ایک سے بے نیاز ہے۔ ہر ایک اس کے سامنے فقیر اور اس کی بارگاہ عالی کا محتاج ہے۔ سب انسان اس کے غلام ہیں۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ کل حیوانات' جمادات' کھیتیاں' باغات اس نے تمہارے فائدے کے لئے تمہاری ماتحتی میں دے رکھے ہیں۔ آسمان وزمین کی چیزیں تمہارے لئے سرگرداں ہیں۔ اس کا احسان وفضل وکرم ہے کہ اسی کے حکم سے کشتیاں تمہیں ادھر ادھر لے جاتی ہیں۔ تمہارے مال ومتاع ان کے ذریعے یہاں سے وہاں پہنچتے ہیں۔ پانی کو چیرتی ہوئیں' موجوں کو کاٹتی ہوئیں بحکم الٰہی ہواؤں کے ساتھ تمہارے نفع کے لئے چل رہی ہیں۔ یہاں کی ضرورت کی چیزیں وہاں سے وہاں کی یہاں سے برابر پہنچتی ہیں۔ وہ خود آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر گر نہ پڑے ورنہ ابھی وہ حکم دے تو یہ زمین پر آ رہے اور تم سب ہلاک ہو جاؤ۔

انسانوں کے گناہوں کے باوجود اللہ ان پر رأفت وشفقت' بندہ نوازی اور غلام پروری کر رہا ہے۔ جیسے فرمان ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ﴾ (۱) الخ 'لوگوں کے گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ

---

(۱) [الرعد: ٦]

ان پر صاحب مغفرت ہے۔ ہاں بیشک وہ سخت عذابوں والا بھی ہے۔ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے، وہی تمہیں فنا کرے گا، وہی پھر دوبارہ پیدا کرے گا۔ جیسے فرمایا ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ﴾ [1] الخ، تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردہ تھے، اسی نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا، پھر دوبارہ زندہ کردے گا۔ پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ایک اور آیت میں ہے ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ﴾ [2] الخ، اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر تمہیں قیامت والے دن جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں جمع کرے گا۔ اور جگہ فرمایا "وہ کہیں گے اے اللہ تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا"، پس کلام کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اللہ کے ساتھ تم دوسروں کو شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟ دوسروں کی عبادت اس کے ساتھ کیسے کرتے ہو؟ پیدا کرنے والا فقط وہی، روزی دینے والا صرف وہی، مالک و مختار فقط وہی۔ تم کچھ نہ تھے اس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہاری موت کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا یعنی قیامت کے دن۔ انسان بڑا ہی ناشکرا اور بے قدر ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ۭ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا جسے وہ بجا لانے والے ہیں پس انہیں اس امر میں تجھ سے جھگڑا نہ کرنا چاہئے تو اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلا تارہ، یقیناً تو ٹھیک ہدایت پر ہی ہے ○ پھر بھی اگر یہ لوگ تجھ سے الجھنے لگیں تو تو کہہ دینا کہ تمہارے اعمال سے اللہ بخوبی واقف ہے ○ بیشک تمہارے سب کے اختلافات کا فیصلہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آپ کردے گا ○

مناسک کا مفہوم: اصل میں عربی زبان میں منسک کا لفظی ترجمہ وہ جگہ ہے، جہاں انسان جانے آنے کی عادت ڈال لے۔ احکام حج کی بجا آوری کو اسی لئے ((مَنَاسِكَ)) کہا جاتا ہے کہ لوگ بار بار وہاں جاتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں۔ منقول ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ ہر امت کے پیغمبر کے لئے ہم نے شریعت مقرر کی ہے، اس امر یہ میں لوگ نہ لڑیں، سے مراد یہ مشرک لوگ ہیں اور اگر مراد ہر امت کے بطور قدرت کے ان کے افعال کا تقرر کرنا ہے جیسے سورہ بقرہ میں فرمان ہے کہ ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جدھر وہ متوجہ ہوتا ہے یہاں بھی ہے کہ وہ اس کے بجالانے والے ہیں تو ضمیر کا اعادہ بھی خود ان پر ہی ہے یعنی یہ اللہ کی قدرت اور ارادے سے کر رہے ہیں ان کے جھگڑنے سے تو بددل نہ ہو اور حق سے نہ ہٹ۔ اپنے رب کی طرف بلا تارہ اور اپنی ہدایت و استقامت پر مکمل یقین رکھ۔ یہی راستہ حق سے ملانے والا ہے، کامیابی سے ہمکنار کرنے والا ہے۔ جیسے فرمایا ہے ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ [3] الخ، خبردار کہیں یہ لوگ تجھے اللہ کی آیتوں کے تیرے پاس پہنچ جانے پر بھی روک نہ دیں، اپنے

---

[1] [البقرہ: ۲۸] [2] [الجاثیہ: ۲۶] [3] [سورۃ القصص: آیت ۸۷]

رب کے راستے کی دعوت عام برابر دیتا رہ۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی حق قبول کرنے سے جائے تو اس سے کنارہ اختیار کیجئے اور کہہ دیجئے کہ اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔ جیسے کئی جگہ اسی مضمون کو دہرایا ہے ایک اور جگہ ہے کہ ''اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو ان سے کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو میں تمہارے کرتوت سے بیزار ہوں''۔ پس یہاں بھی ان کے کان کھول دیئے کہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر وہ تمہاری ادنیٰ سی ادنیٰ حرکت کو بھی جانتا ہے اور وہی ہم تم میں کافی شاہد ہے۔ قیامت کے دن ہم میں فیصلہ اللہ خود کردے گا اور اس وقت سارے اختلافات مٹ جائیں گے جیسے فرمان ہے تو اسی کی دعوت دیتا رہ اور ہمارے حکم پر ثابت قدم رہ اور کسی کی خواہش کے پیچھے نہ لگ اور صاف اعلان کردے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب پر میرا ایمان ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍ ؕ
اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

کیا تجھے اتنا بھی علم نہیں کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے، یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے ۝

زمین وآسمان کی ہر چیز پروردگار کے علم میں: رب کے کمال علم کا بیان ہو رہا ہے کہ زمین وآسمان کی ہر چیز اس کے علم کے احاطہ میں ہے، ایک ذرہ بھی اس سے باہر نہیں۔ کائنات کے وجود سے پہلے ہی کائنات کا علم اسے تھا بلکہ اس نے لوح محفوظ میں لکھوا دیا تھا۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا۔ مخلوق کی تقدیر لکھی۔ [1] سنن کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے دریافت کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ ہونے والا ہے پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اسے قلم نے قلمبند کرلیا۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سو سال کی راہ میں اللہ نے لوح محفوظ کو پیدا کیا اور مخلوق کی پیدائش سے پہلے جب کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تھا قلم کو لکھنے کا حکم دیا اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا میرا علم جو مخلوق کے متعلق قیامت تک کا ہے۔ پس قلم چل پڑا اور قیامت تک کے ہونے والے امور جو علم الٰہی میں تھے اس نے لکھ لئے۔ پس اسی کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں فرما رہا ہے کہ کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی ہر ایک چیز کا میں عالم ہوں۔ پس یہ اس کا کمال علم ہے کہ چیز کے وجود سے پہلے اسے معلوم ہے بلکہ لکھ بھی لیا ہے اور وہ سب یونہی واقع میں ہونے والا ہے۔ اللہ کو بندوں کے تمام اعمال کا علم ان کے عمل سے پہلے ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کرنے سے پہلے اللہ جانتا تھا، ہر فرماں بردار اور نافرمان اس کے علم میں تھا اور اس کی کتاب میں لکھا ہوا تھا اور ہر چیز اس کے علمی احاطے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب القدر: باب حجاج آدم و موسیٰ علیهما السلام (۲۶۵۳)]

[2] [حسن: ترمذی: کتاب القدر: باب اعظام امر الایمان بالقدر (۲۱۵٤)، (۳۳۱۹) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی القدر (٤٧٠٠) بیهقی فی الاسماء والصفات (ص: ۳۷۸)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

کے اندر ہی اندر تھی اور یہ امر اللہ پر مشکل بھی نہ تھا۔ سب کتاب میں تھا اور رب پر بہت ہی آسان۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾

ع ۹ / ۱۴

اللہ کے سوا انہیں پوج رہے ہیں، جس کی کوئی ربانی دلیل نازل نہیں ہوئی نہ وہ خود ہی اس کا کوئی علم رکھتے ہیں، ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں ○ جب ان کے سامنے ہمارے کلام کی کھلی ہوئی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو تو کافروں کے چہروں پر ناخوشی کے صاف آثار پہچان لیتا ہے، وہ تو قریب ہوتے ہیں کہ ہماری آیتیں سنانے والوں پر حملہ کر بیٹھیں، کہہ دے کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ ناخوشی کی خبر دوں؟ وہ آگ ہے جس کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کر رکھا ہے، اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے ○

کفار شیطان کے مقلد: بلا سند، بغیر دلیل کے اللہ کے سوا دوسرے کی پوجا پاٹ عبادت و بندگی کرنے والوں کا جہل و کفر بیان فرماتا ہے کہ شیطانی تقلید اور باپ دادا کی دیکھا دیکھی کے سوا نہ کوئی نقلی دلیل ان کے پاس ہے نہ عقلی۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ﴾ [1] الخ، جو بھی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو بے دلیل پکارے اس سے اللہ خود باز پرس کرلے گا ناممکن ہے کہ ایسے ظالم چھٹکارا پا جائیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں کہ اللہ کے سوا کسی عذاب سے انہیں بچالے۔ ان پر اللہ کے پاک کلام کی آیتیں، صحیح دلیلیں، واضح حجتیں جب پیش کی جاتی ہیں تو ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اللہ کی توحید، رسولوں کی اتباع کو صاف طور پر بیان کیا تو انہیں سخت غصہ آیا، ان کی شکلیں بدل گئیں، تیوریوں پر بل پڑنے لگے آستینیں چڑھنے لگیں اگر بس چلے تو زبان کھینچ لیں، ایک لفظ حقانیت کا زمین پر نہ آنے دیں۔ اسی وقت گلا گھونٹ دیں، ان سچے خیر خواہوں کی، اللہ کے دین کے مبلغوں کی برائیاں کرنے لگتے ہیں۔ زبانیں ان کے خلاف چلنے لگتی ہیں اور ممکن ہو تو ہاتھ ان کے خلاف اٹھنے میں نہیں رکتے۔ فرمان ہوتا ہے کہ نبی ﷺ ان سے کہہ دو کہ ایک طرف تو تم جو دکھ ان اللہ کے دین کے متوالوں کو پہنچانا چاہتے ہو اسے وزن کرو دوسری طرف اس دکھ کا وزن کرلو جو تمہیں یقیناً تمہارے کفر و انکار کی وجہ سے پہنچنے والا ہے پھر دیکھو کہ بدترین چیز کون سی ہے؟ وہ آتش دوزخ اور وہاں کے طرح طرح کے عذاب؟ یا جو تکلیف تم ان سچے موحدوں کو پہنچانا چاہتے ہو؟ گو یہ بھی تمہارے ارادے ہی ارادے ہیں۔ اب تم ہی سمجھ لو کہ جہنم کیسی بری جگہ ہے؟ کس قدر ہولناک ہے؟ کس قدر ایذا دہندہ ہے؟ اور کتنی مشکل والی جگہ ہے؟ یقیناً وہ نہایت ہی بدترین جگہ اور بہت ہی خوفناک مقام ہے، جہاں راحت و آرام کا نام بھی نہیں۔

---

[1] [سورۃ المومنون: آیت ۱۱۷]

يَاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے ذرا کان لگا کر سن تو لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکار رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے○ انہوں نے اللہ کے مرتبے کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں، اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور و قوت والا اور غالب و زبردست ہے○

باطل معبودوں کی کمزوری کا بیان: اللہ کے ماسوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کی کمزوری اور ان کے پجاریوں کی کم عقلی بیان ہو رہی ہے کہ اے لوگو! یہ جاہل جس کی بھی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں، رب کے ساتھ یہ جو شرک کرتے ہیں، ان کی ایک مثال نہایت عمدہ اور بالکل واقعہ کے مطابق بیان ہو رہی ہے ذرا توجہ سے سنو کہ ان کے تمام کے تمام بت، بزرگ وغیرہ جنہیں یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں، جمع ہو جائیں اور ایک مکھی بنانا چاہیں تو سارے عاجز آ جائیں گے اور ایک مکھی بھی پیدا نہ کر سکیں گے۔ مسند احمد کی حدیث قدسی میں فرمان الٰہی ہے اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح کسی کو بنانا چاہتا ہے۔ اگر واقعہ میں کسی کو یہ قدرت حاصل ہے تو ایک ذرہ، ایک مکھی یا ایک دانہ اناج کا ہی خود بنا دیں۔ [1] بخاری و مسلم میں الفاظ یوں ہیں کہ وہ ایک ذرہ یا ایک جو ہی بنا دیں۔ [2] اچھا اور بھی ان کے معبودان باطل کی کمزوری اور ناتوانی سنو کہ یہ ایک مکھی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے وہ ان کا حق ان کی چیز ان سے چھینے چلی جا رہی ہے، یہ بے بس ہیں، یہ بھی تو نہیں کر سکتے کہ اس سے اپنی چیز ہی واپس لے لیں بھلا مکھی جیسی حقیر اور کمزور مخلوق سے بھی جو اپنا حق نہ لے سکے اس سے بھی زیادہ کمزور، بودا ضعیف ناتوان بے بس اور گرا پڑا کوئی اور ہو سکتا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں طلب سے مراد بت اور مطلوب سے مراد مکھی ہے امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں اور ظاہر لفظوں سے بھی ظاہر ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد اللہ کے سوا اور معبود۔ اللہ کی قدر و عظمت ہی ان کے دلوں میں نہیں رچی اگر ایسا ہوتا تو اتنے بڑے توانا اللہ کے ساتھ ایسی ذلیل مخلوق کو کیوں شریک کر لیتے۔ جو مکھی اڑانے کی بھی قدرت نہیں رکھتی جیسے مشرکین قریش کے بت تھے۔ اللہ اپنی قدرت و قوت میں یکتا ہے تمام چیزیں بے نمونہ سب سے پہلی پیدائش میں اس نے پیدا کر دی ہیں کسی ایک سے بھی مدد لئے بغیر سب کو

---

[1] صحیح: مسند احمد (۲/۳۹۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۷۱٦٦)]

[2] صحیح: صحیح بخاری: كتاب اللباس: باب نقض الصور (۵۹۵۳) و كتاب التوحيد (۷۵۵۹) صحيح مسلم: كتاب اللباس: باب تحريم تصوير صورة الحيوان (۲۱۱۱)]

ہلاک کر کے دوبارہ اس سے بھی زیادہ آسانی سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ بڑی مضبوط پکڑ والا ابتدا اور اعادہ کرنے والا رزق دینے والا اور بے انداز قوت رکھنے والا ہے' سب کچھ اس کے سامنے پست ہے' کوئی اس کے ارادے کو بدلنے والا اس کے فرمان کو ٹالنے والا اور اس کی عظمت اور سلطنت کا مقابلہ کرنے والا نہیں' وہ واحد وقہار ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾

فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسولوں کو اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے' بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے وہ بخوبی جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے' اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔

اللہ جسے چاہتا ہے پیغمبری کے لیے چنتا ہے: اپنی مقرر کردہ تقدیر کے جاری کرنے اور اپنی مقرر کردہ شریعت کو اپنے رسول ﷺ تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ جس فرشتے کو چاہتا ہے' مقرر کر لیتا ہے اسی طرح لوگوں میں سے بھی پیغمبری کی خلعت جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ بندوں کے سب اقوال سنتا ہے ایک ایک بندہ اور اس کے اعمال اس کی نگاہ میں ہیں وہ بخوبی جانتا ہے کہ منصب نبوت کا مستحق کون ہے؟ جیسے فرمایا ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ [1] رب ہی کو علم ہے کہ منصب رسالت کا صحیح طور پر اہل کون ہے؟ رسولوں کے آگ پیچھے کا اللہ کو علم ہے' کیا اس تک پہنچا' کیا اس نے پہنچایا' سب اس پر ظاہر وباہر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾ [2] الخ' یعنی وہ غیب کا جاننے والا ہے اپنے غیب کا کسی پر اظہار نہیں کرتا۔ ہاں جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے اس کے آگے پیچھے پہرے مقرر کر دیتا ہے تا کہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے اور اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو ان کے پاس ہے اور ہر چیز کی گنتی تک اس کے پاس شمار ہو چکی ہے۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے رسولوں کا نگہبان ہے جو انہیں کہا سنا جاتا ہے اس پر خود گواہ ہے خود ہی ان کا حافظ ہے اور ان کا مددگار بھی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ [3] الخ' اے رسول ﷺ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے اترا ہے' پہنچا دے اگر ایسا نہ کیا تو حق رسالت ادا نہ ہوگا تیرا بچاؤ اللہ کے ذمے ہے' الخ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ۩ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ
فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ
قَبْلُ وَفِىْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ
عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ
مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾

السجدة ۶ عند الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲ ع ۱۰

[1] [سورة الانعام: آیت ۱۲۴] [2] [سورة الجن: آیت ۲۶-۲۸] [3] [سورة المائدہ: آیت ۶۷]

اے ایمان والو! رکوع سجدہ کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ○ اور راہ اللہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا اس کا حق ہے' اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی' دین تمہارے باپ ابراہیم کا' اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی تا کہ پیغمبر تم پر گواہ ہو جائے اور تم اور تمام لوگوں کے گواہ بن جاؤ' پس تمہیں چاہئے کہ نمازیں قائم رکھو اور زکوتیں ادا کرتے رہو اور اللہ کو مضبوط تھام لو' وہی تمہارا ولی اور مالک ہے' پس کیا ہی اچھا مالک ہے؟ اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے؟○

سورۂ حج کا دوسرا سجدہ: اس دوسرے سجدے کے بارے میں دو قول ہیں۔ پہلے سجدے کی آیت کے موقعہ پر ہم نے وہ حدیث بیان کر دی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سورۂ حج کو دو سجدوں سے فضیلت دی گئی جو یہ سجدے نہ کرے وہ یہ پڑھے ہی نہیں''۔ [1] پس رکوع سجدہ عبادت اور بھلائی کا حکم کر کے فرماتا ہے۔

جہاد کی ترغیب: اپنے مال' جان اور اپنی زبان سے راہ اللہ میں جہاد کرو اور حق جہاد ادا کرو۔ جیسے حکم دیا ہے کہ اللہ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے' اسی نے تمہیں برگزیدہ اور پسندیدہ کر لیا ہے۔ اور امتوں پر تمہیں شرافت وکرامت وبزرگی عطا فرمائی۔ کامل رسول ﷺ اور کامل شریعت سے تمہیں آسان' سہل اور عمدہ بنا دیا۔ وہ احکام تم پر نہ رکھے' وہ سختی تم پر نہ کی وہ بوجھ تم پر نہ ڈالے جو تمہارے بس کے نہ ہوں جو تم پر گراں گزریں۔ جنہیں تم بجا نہ لا سکو۔ اسلام کے بعد سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ تاکید والا رکن نماز ہے۔ اسے دیکھئے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوئے ہوں تو چار رکعت فرض اور پھر اگر سفر ہو تو وہ بھی دو ہی رہ جائیں۔ اور خوف میں تو حدیث کے مطابق صرف ایک ہی رکعت وہ بھی سواری پر ہو تو اور پیدل ہو تو' رو بہ قبلہ ہو تو اور دوسری طرف توجہ ہو تو۔ اسی طرح یہی حکم سفر کی نفل نماز کا ہے کہ جس طرف سواری کا منہ ہو پڑھ سکتے ہیں۔ پھر نماز کا قیام بوجہ بیماری کے ساقط ہو جاتا ہے۔ مریض بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے' اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے ادا کر لے۔ اسی طرح اور فرائض اور واجبات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں اللہ تعالیٰ نے آسانیاں رکھی ہیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے میں یک طرفہ اور بالکل آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ [2] جب آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو فرمایا تھا تم خوشخبری سنانا' نفرت نہ دلانا' آسانی کرنا' سختی نہ کرنا [3] اور بھی اس مضمون کی بہت سی حدیثیں ہیں۔

---

[1] [ضعیف :مسند احمد (۱۵۱/٤) ابوداؤد : کتاب سجود القرآن : باب تفریع ابواب السجود (۱٤۰۲) ترمذی : کتاب الصلوۃ : باب ما جآء فی السجدۃ فی الحج (۵۷۸) دارقطنی (٤۰۸/۱) مستدرك حاکم (۲۲۱/۱)] امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [بلوغ المرام (۷۰/۱)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود]

[2] [إسناده ضعیف :مسند احمد (۲٦٦/۵) طبرانی کبیر (۲۵۷/۸) ابن سعد فی الطبقات (۱۹۲/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲۲۹۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں علی بن یزید الھانی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب ما یکره التنازع والاختلاف فی الحرب (۳۰۳۸) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب فی الامر بالتسییر وترك التنفیر (۱۷۳۳)]

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ تمہارے دین میں کوئی تنگی وسختی نہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ملۃ کا نصب بہ نزع خفض ہے گویا اصل میں ((كَمِلَّةِ اَبِيْكُمْ)) تھا۔ اور ہوسکتا ہے کہ ((اِلْزَمُوْا)) کو محذوف مانا جائے اور ملة کو اس کا مفعول قرار دیا جائے۔ اس صورت میں یہ اسی آیت کی طرح ہو جائے گا ﴿ دِيْنًا قِيَمًا ﴾ الخ، اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے، ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے۔ کیونکہ ان کی دعا تھی کہ ہم دونوں باپ بیٹوں کو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو مسلمان بنا دے۔ لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ قول کچھ جچتا نہیں کہ پہلے سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے سے ہو اس لئے کہ یہ تو بہت ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس امت کا نام اس قرآن میں مسلم نہیں رکھا۔ تو ''پہلے سے'' کے لفظ کے معنی یہ ہیں کہ پہلی کتابوں میں اور ذکر میں اور اس پاک اور آخری کتاب میں۔ یہی قول حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے اور یہی درست ہے کیونکہ اس سے پہلے اس امت کی بزرگی اور فضیلت کا بیان ہے ان کے دین کے آسان ہونے کا ذکر ہے۔ پھر انہیں دین کی مزید رغبت دلانے کے لئے بتایا جا رہا ہے کہ یہ دین وہ ہے جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ پھر اس امت کی بزرگی کے لئے اور انہیں مائل کرنے کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارا ذکر میری سابقہ کتابوں میں بھی ہے۔

مدتوں سے انبیاء علیہم السلام کی آسمانی کتابوں میں تمہارے چرچے چلے آ رہے ہیں۔ سابقہ کتابوں کے پڑھنے والے تم سے خوب آگاہ ہیں۔ پس اس قرآن سے پہلے اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلم ہے اور خود اللہ کا رکھا ہوا ہے۔ نسائی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''جو شخص جاہلیت کے دعوے اب بھی کرے (یعنی باپ دادوں پر، حسب نسب پر فخر کرے دوسرے مسلمانوں کو کمینہ اور ہلکا خیال کرے) وہ جہنم کا ایندھن ہے''۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ وہ روزے رکھتا ہو؟ اور نمازیں بھی پڑھتا ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اگرچہ وہ روزے دار اور نمازی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو نام رکھے ہیں انہی ناموں سے اپنے آپ کو منسوب کرو اور دوسرے مسلمانوں کو بھی پکارا کرو۔ یعنی مسلمین، مومنین اور عباد اللہ۔ [1] سورۂ بقرہ کی آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا﴾ [2] الخ، کی تفسیر میں ہم اس حدیث کو بیان کر چکے ہیں۔ پھر فرماتا ہے ہم نے تمہیں عادل عمدہ بہتر امت اس لئے بنایا ہے اور اس لئے تمام امتوں میں تمہاری عدالت کی شہرت کر دی ہے کہ تم قیامت کے دن اور لوگوں پر شہادت دو۔ تمام اگلی امتیں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور فضیلت کا اقرار کریں گی کہ اس امت کو اور تمام امتوں پر سرداری حاصل ہے اس لئے ان کی گواہی ان پر معتبر مانی جائے گی اس بارے میں کہ ان کے رسولوں نے اللہ کا پیغام انہیں پہنچا دیا ہے، وہ تبلیغ

---

[1] [صحیح ترمذی : كتاب الامثال : باب ما جآء فى مثل الصلوٰة والصيام والصدقة (٢٨٧٣) مستدرك حاكم (٣١/٣٩١) صحيح ابن حبان (٦٢٣٣) مسند طيالسى (١١٦١) مسند ابو يعلى (١٥٧١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، المشكاة (٣٦٩٤) صحيح الجامع الصغير (١٧٢٤)] شیخ عبد الرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [البقرة: ٢١]

کا فرض ادا کر چکے ہیں اور خود رسول اللہ ﷺ اس امت پر شہادت دیں گے کہ آپ نے انہیں دین حق پہنچا دیا اور حق رسالت ادا کر دیا اس بابت جتنی حدیثیں ہیں اور اس بارے کی جتنی تفسیر ہے وہ ہم سب کی سب سورۂ بقرہ کی سترھویں رکوع کی آیت ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ [1] الخ، کی تفسیر میں لکھ آئے ہیں اس لئے یہاں اسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں وہیں دیکھ لی جائے وہیں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کا واقعہ بھی بیان کر دیا ہے پھر فرماتا ہے کہ اتنی بڑی عظیم الشان نعمت کا شکریہ تمہیں ضرور ادا کرنا چاہئے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ جو اللہ کے فرائض تم پر ہیں انہیں شوق وخوشی سے بجالاؤ۔ خصوصاً نماز اور زکوٰۃ کا پورا خیال رکھو جو کچھ اللہ نے واجب کیا ہے اسے دلی محبت سے بجالاؤ اور جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کے پاس نہ پھٹکو۔ پس نماز جو خالص رب کی ہے۔ اور زکوٰۃ جس میں رب کی عبادت کے علاوہ مخلوق کے ساتھ احسان بھی ہے کہ امیر لوگ اپنے مال کا ایک حصہ فقیروں کو خوشی خوشی دیتے ہیں۔ ان کا کام چلتا ہے دل خوش ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی اللہ کی طرف سے بہت آسانی ہے حصہ بھی کم ہے اور سال بھر میں ایک ہی مرتبہ۔ زکوٰۃ کے کل احکام سورۂ توبہ کی آیت زکوٰۃ ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ [2] الخ، کی تفسیر میں ہم نے بیان کر دیئے ہیں۔ وہیں دیکھ لئے جائیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اللہ پر پورا بھروسہ رکھو، وہ تمہارا مولیٰ ہے، تمہارا حافظ ہے، ناصر ہے، تمہیں تمہارے دشمنوں پر کامیابی عطا فرمانے والا ہے۔ وہ جس کا ولی بن گیا اسے کسی اور کی ولایت کی ضرورت نہیں، سب سے بہتر والی وہی ہے سب سے بہتر مددگار وہی ہے، تمام دنیا گو دشمن ہو جائے لیکن وہ سب پر قادر ہے اور سب سے قوی ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت وہیب بن ورد سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! اپنے غصے کے وقت تو مجھے یاد کر لیا کر۔ میں بھی اپنے غضب کے وقت تجھے معافی فرما دیا کروں گا۔ اور جن پر میرا عذاب نازل ہوگا میں تجھے ان میں سے بچا لوں گا۔ برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد نہ کروں گا۔ اے ابن آدم! جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو صبر وضبط سے کام لے، مجھ پر نگاہیں رکھ، میری مدد پر بھروسہ رکھ، میری امداد پر راضی رہ، یاد رکھ میں تیری مدد کروں یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں بھلائیوں کی توفیق دے اپنی امداد نصیب فرمائے آمین)۔ واللہ اعلم۔ الحمد للہ سورۂ حج کی تفسیر ختم ہوئی۔ اور اسی کے ساتھ اللہ کے فضل وکرم سے سترھویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔



---

[1] [البقرہ: ۱۴۳]   [2] [التوبۃ: ٦٠]

تفسیر سورۃ المومنون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱

الجزء الثامن عشر (۱۸) — وقف لازم

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

یقیناً ایمان داروں نے نجات حاصل کرلی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں ○ جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں ○ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں ○ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں ○ اس کے سوا جو اور ڈھونڈیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں ○ جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کیا کرتے ہیں ○ یہی وارث ہیں ○ جو فردوس کے وارث ہوں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے ○

اہل ایمان کی صفات: نسائی، ترمذی اور مسند احمد میں مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اترتی تو ایک ایسی میٹھی، بھینی بھینی، ہلکی ہلکی سی آواز آپ کے پاس سنی جاتی جیسے شہد کی مکھیوں کے اڑنے کی بھنبھناہٹ کی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ یہی حالت طاری ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وحی اتر چکی تو آپ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھی کہ اے اللہ! تو ہمیں زیادہ کر کم نہ کر، ہمارا اکرام کر، اہانت نہ کر، ہمیں انعام عطا فرما، محروم نہ رکھ، ہمیں دوسروں کے مقابلے میں فضیلت دے، ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما، ہم سے خوش ہو جا اور ہمیں خوش کردے۔ عربی کے الفاظ یہ ہیں۔ ﴿اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضَ عَنَّا وَاَرْضِنَا﴾ پھر فرمایا مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں، جو ان پر مر گیا وہ جنتی ہو گیا۔ پھر آپ نے مندرجہ بالا دس آیتیں تلاوت فرمائیں۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو منکر

[1] مسند احمد (۱/۳٤) مستدرك حاكم (۲/۳۹۲) ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة المومنون (۳۱۷۳) نسائی فی السنن الكبرى (۱٤۳۹) التاريخ الكبير للبخاری (۲/٤/٤۱۳) الدر المنثور للسيوطی (۵/۳)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں یونس بن سلیم راوی مجہول ہے۔]

بتاتے ہیں کیونکہ اس کا راوی صرف یونس بن سلیم ہے جو محدثین کے نزدیک معروف نہیں۔ نسائی میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات واخلاق کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا' پھر ان آیتوں کی ﴿يُحَافِظُونَ﴾ تک تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا یہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے۔ مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن پیدا کی اور اس میں درخت وغیرہ اپنے ہاتھ سے لگائے تو اسے دیکھ کر فرمایا کچھ بول۔ اس نے یہی آیتیں تلاوت کیں جو قرآن میں نازل ہوئیں۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی ہے۔ فرشتے اس میں جب داخل ہوئے' کہنے لگے واہ واہ! یہ تو بادشاہوں کی جگہ ہے۔ اور روایت میں ہے اس کا گارہ مشک کا تھا۔ [1] اور روایت میں ہے کہ اس میں وہ وہ چیزیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں' نہ کسی دل میں سمائیں۔ [2] اور روایت میں ہے کہ جنت نے جب ان آیتوں کی تلاوت کی تو جناب باری نے فرمایا مجھے اپنی بزرگی اور جلال کی قسم تجھ میں بخیل ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔ [3] اور حدیث میں ہے کہ اس کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے اور دوسری سرخ یاقوت کی اور تیسری سبز زبرجد کی۔ اس کا گارہ مشک کا ہے اس کی گھاس زعفران ہے۔ اس روایت کے آخر میں ہے کہ اس حدیث کو بیان فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿وَمَنْ يُّوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [4] پڑھی۔ [5]

الغرض فرمان ہے کہ مومن مراد کو پہنچ گئے' وہ سعادت پا گئے۔ انہوں نے نجات پالی۔ ان مومنوں کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں اللہ کا خوف رکھتے ہیں خشوع وخضوع اور سکون کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ دل حاضر رکھتے ہیں نگاہیں نیچے ہوتی ہیں' بازو جھکے ہوئے ہوتے ہیں' محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔ لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان کی نگاہیں نیچی ہوگئیں' سجدے کی جگہ سے اپنی نگاہ نہیں ہٹاتے تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ جائے نماز سے ادھر ادھر ان کی نظر نہیں جاتی تھی اگر کسی کو اس کے سوا عادت پڑ گئی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ایسا کیا کرتے تھے [6] پس یہ خضوع وخشوع

---

[1] [ضعیف :مسند بزار (۳۵۰۸) طبرانی اوسط (۳۷۰۱) ابو نعیم فی الحلیة (۲۰۴/۶) مجمع البحرین (۴۸٦۰)] اس کی سند میں عدی بن فضل ضعیف ہے۔ امام نسائی نے اسے غیر ثقہ، امام ابوداود نے اسے ضعیف اور امام ابوحاتم نے اسے متروک کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۱۴۳۹) مجمع الزوائد (۳۹۷/۱۰)] اس کی سند میں بقیہ راوی مدلس ہے اور اس نے عن سے روایت بیان کی ہے۔]

[3] [ضعیف : طبرانی (۱۲۷۲۳)] اس کی سند میں محمد بن عثمان اور ابو صالح راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [سورة الحشر: آیت ۹]

[5] [ضعیف :صفة الجنة لابن ابی الدنیا (۲۰) اس کی سند میں محمد بن زیاد کلبی راوی ضعیف ہے۔]

[6] [مرسل :تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵۴۲۵)]

اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے، جس کا دل فارغ ہو، خلوص حاصل ہو اور نماز میں پوری دلچسپی ہو اور تمام کاموں سے زیادہ اسی میں دل لگتا ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے خوشبو اور عورتیں زیادہ پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے [1] (نسائی) ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے نماز کے وقت اپنی لونڈی سے کہا کہ پانی لاؤ، نماز پڑھ کر راحت حاصل کروں تو سننے والوں کو ان کی یہ بات گراں گزری۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے۔ اے بلال اٹھو اور نماز کے ساتھ ہمیں راحت پہنچاؤ۔ [2]

پھر اور وصف بیان ہوا کہ وہ باطل، شرک گناہ، اور ہر ایک بیہودہ اور بے فائدہ قول وعمل سے بچتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ [3] وہ لغویات سے بزرگانہ گزر جاتے ہیں وہ برائی اور بے سود کاموں سے اللہ کی روک کی وجہ سے رک جاتے ہیں۔ اور ان کا یہ وصف ہے کہ یہ مال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اکثر مفسرین یہی فرماتے ہیں لیکن اس میں ایک بات یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت کے دوسرے سال میں ہوتی ہے پھر مکی آیت میں اس کا بیان کیسے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل زکوٰۃ تو مکہ میں ہی واجب ہو چکی تھی ہاں اس کی مقدار، مال کا نصاب وغیرہ یہ سب احکام مدینے میں مقرر ہوئے۔ دیکھئے سورۂ انعام بھی مکیہ ہے اور اس میں یہی زکوٰۃ کا حکم موجود ہے ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ [4] یعنی کھیتی کے کٹنے والے دن اس کی زکوٰۃ ادا کر دیا کرو۔ ہاں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ مراد زکوٰۃ سے یہاں نفس کو شرک وکفر کے میل کچیل سے پاک کرنا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾ [5] الخ، جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اس نے فلاح پالی۔ اور جس نے اسے خراب کر لیا وہ نامراد ہوا۔ یہی ایک قول آیت ﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ [6] الخ، میں بھی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں دونوں زکوٰتیں ایک ساتھ مراد لی جائیں۔ یعنی زکوٰۃ نفس بھی اور زکوٰۃ مال بھی۔ فی الواقع مومن کامل وہی ہے جو اپنے نفس کو بھی پاک رکھے اور اپنے مال کی زکوٰۃ بھی دے۔ واللہ اعلم۔

پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے دوسری عورتوں سے اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں۔ یعنی حرام کاری سے بچتے ہیں۔ زنا، لواطت وغیرہ سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ ہاں ان کی بیویاں جو اللہ نے ان پر حلال کی ہیں اور جہاد میں ملی ہوئی لونڈیاں جو ان پر حلال ہیں۔ ان کے ساتھ ملنے میں ان پر کوئی ملامت اور حرج نہیں۔ جو شخص ان کے سوا دوسرے طریقوں سے یا کسی دوسرے سے خواہش پوری کرے وہ حد سے گزر

---

[1] [حسن: مسند احمد (۱۲۸/۳) نسائی : کتاب عشرة النسآء : باب حب النسآء (۳۳۹۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الـموسوعة الحديثية (۱۲۲۹۳)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ [المشکاۃ (۵۲٦۱) الروض النضير (۵۳) صحيح الجامع الصغير (۳۱۲٤)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۳۷۱/۵) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی صلوٰة العتمة (٤۹۸٦)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود ، المشكاة (۱۲۵۳)]

[3] [سورة الفرقان: آیت ۷۲]

[4] [سورة الانعام: آیت ۱٤۱]

[5] [سورة الشمس: آیت ۹۔۱۰]

[6] [سورة فصلت: آیت ٦۔۷]

جانے والا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے غلام کو لے لیا اور اپنی سند میں یہی آیت پیش کی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے صحابہ کے سامنے اس معاملے کو پیش کیا۔ صحابہ نے فرمایا اس نے غلط معنی مراد لئے۔ اس پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس غلام کا سر منڈوا کر جلاوطن کر دیا اور اس عورت سے فرمایا اس کے بعد تو ہر مسلمان پر حرام ہے، لیکن یہ اثر منقطع ہے۔ [1] اور ساتھ ہی غریب بھی ہے امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اسے سورۂ مائدہ کی تفسیر کے شروع میں وارد کیا ہے لیکن اس کے وارد کرنے کی موزوں جگہ یہی تھی۔ اسے عام مسلمانوں پر حرام کرنے کی وجہ اس کے ارادے کے خلاف اس کے ساتھ معاملہ کرنا تھا۔ واللہ اعلم

امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے موافقین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اپنے ہاتھ سے خاص پانی نکال ڈالنا حرام ہے کیونکہ یہ بھی ان دونوں حلال صورتوں کے علاوہ ہے اور مشت زنی کرنے والا شخص حد سے آگے گزر جانے والا ہے۔ امام حسن بن عرفہ رحمہ اللہ نے اپنے مشہور جزء میں ایک حدیث وارد کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سات قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ انہیں عالموں کے ساتھ جمع کرے گا۔ اور انہیں سب سے پہلے جہنم میں جانے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل کرے گا یہ اور بات ہے کہ وہ توبہ کرلیں۔ توبہ کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ مہربانی سے رجوع فرماتا ہے۔ ایک تو ہاتھ سے نکاح کرنے والا یعنی مشت زنی کرنے والا۔ اور اغلام کرنے والا اور کرانے والا۔ اور نشے باز شراب کا عادی اور اپنے ماں باپ کو مارنے پیٹنے والا یہاں تک کہ وہ چیخ پکار کرنے لگیں۔ اور اپنے پڑوسیوں کو ایذا پہنچانے والا یہاں تک کہ وہ اس پر لعنت بھیجنے لگیں۔ اور اپنی پڑوسن سے بدکاری کرنے والا۔ [2] لیکن اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ واللہ اعلم۔ اور وصف یہ ہے کہ وہ اپنی امانتیں اور اپنے وعدے پورے کرتے ہیں، امانت میں خیانت نہیں کرتے بلکہ امانت کی ادائیگی میں سبقت کرتے ہیں، وعدے پورے کرتے ہیں، اس کے خلاف عادتیں منافقوں کی ہوتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جب بات کرے، جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے خلاف کرے۔ (۳) جب امانت دیا جائے خیانت کرے۔ [3]

پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ نمازوں کی ان کی اوقات پر حفاظت کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو وقت پر ادا کرنا۔ پوچھا گیا پھر؟ فرمایا

---

[1] [منقطع : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱۲۷۷)، (۵۸۶/۹)]

[2] [ضعیف : بیهقی فی شعب الایمان (۵۴۷۰)] اس میں مسلمہ بن جعفر اور حسان بن حمید دونوں راوی مجہول ہیں جیسا کہ امام ذہبیؒ نے فرمایا ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۳۴) و کتاب المظالم (۲۳۲۷) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (۵۹) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی علامة المنافق (۲۶۳۱) ابو داؤد : کتاب السنة (۴۶۸۸) مسند احمد (۳۵۷/۲)]

ماں باپ سے سلوک کرنا۔ پوچھا گیا پھر؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ [1] (بخاری ومسلم) حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وقت، رکوع، سجدہ وغیرہ کی حفاظت مراد ہے۔ان آیات پر دوبارہ نظر ڈالو۔شروع میں بھی نماز کا بیان ہوا اور آخر میں بھی نماز کا بیان ہوا۔جس سے ثابت ہوا کہ نماز سب سے افضل ہے۔

حدیث شریف میں ہے سیدھے سیدھے رہو اور تم ہرگز احاطہ نہ کرسکو گے۔جان لو کہ تمہارے تمام اعمال میں بہترین عمل نماز ہے۔دیکھو وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کرسکتا ہے۔ [2] ان سب صفات کو بیان فرما کر ارشاد ہوا ہے کہ یہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کے دائمی وارث ہوں گے۔حضور ﷺ کا فرمان ہے اللہ سے جب جنت مانگو جنت الفردوس مانگو، وہ سب سے اعلیٰ اور اوسط جنت ہے۔وہیں سے جنت کی سب نہریں جاری ہوتی ہیں اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ [3] (بخاری ومسلم) فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی دو دو جگہیں ہیں۔ایک منزل جنت میں ایک جہنم میں، جب کوئی دوزخ میں گیا تو اس کی منزل کے وارث جنتی بنتے ہیں۔اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ [4] مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنتی تو اپنی جنت کی جگہ سنوار لیتا ہے اور جہنم کی جگہ ڈھا دیتا ہے۔اور دوزخی اس کے خلاف کرتا ہے، کفار جو عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے، انہوں نے عبادت ترک کردی تو ان کے لئے جو انعامات تھے وہ ان سے چھین کر سچے مومنوں کے حوالے کردیئے گئے۔اسی لئے انہیں وارث کہا گیا۔صحیح مسلم میں ہے کچھ مسلمان پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر آئیں گے، جنہیں اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر ڈال دے گا اور انہیں بخش دے گا۔ [5]

اور سند سے مروی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک ایک یہودی یا نصرانی دے گا کہ یہ تیرا فدیہ ہے جہنم سے۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جب یہ حدیث سنی تو راوی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قسم دی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب موقیت الصلاۃ : باب فضل الصلاۃ لوقتها (٥٢٧) و کتاب الجهاد (٢٧٨٢) و کتاب الادب (٥٩٧٠) و کتاب التوحید (٧٥٣٤) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب کون الایمان بالله تعالی افضل الاعمال (٨٥) نسائی : کتاب المواقیت : باب فضل الصلاۃ لمواقیتها (٦١١) ترمذی : کتاب الصلاۃ (١٧٣) مسند احمد (٤٥١/١)]

[2] [صحیح : ابن ماجه : کتاب الطهارۃ : باب المحافظة علی الوضوء (٢٧٧) مسند احمد (٢٧٦/٥) ، (٢٨٢/٥) مستدرک حاکم (١٣٠/١)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجه ، ارواء الغلیل (٤١٢) صحیح الترغیب (١٩٢) المشکاۃ (٢٩٢)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب درجات المجاهدین (٢٧٩٠) مسند احمد (٣٣٥/٢)]

[4] [صحیح : ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة الجنة (٤٣٤١)] حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔[الزوائد (٣٢٧/٣)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه ، السلسلة الصحیحة (٢٢٧٩)]

[5] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب التوبة : باب فی سعة رحمة الله تعالی علی المومنین (٢٧٦٧ـ ٥١)]

انہوں نے تین مرتبہ قسم کھا کر حدیث کو دہرایا۔ [1] اس جیسی آیت یہ بھی ہے ﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ [2] الخ، اسی جیسی آیت یہ بھی ہے ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا﴾ [3] الخ، فردوس رومی زبان میں باغ کو کہتے ہیں بعض سلف کہتے ہیں کہ اس باغ کو جس میں انگور کی بیلیں ہوں۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

یقیناً ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے ○ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا ○ پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا پھر گوشت کے ٹکڑے میں ہم نے ہڈیاں پیدا کر دیں پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا پھر ایک اور ہی پیدائش میں پیدا کر دیا' برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے اچھی پیدائش کرنے والا ہے ○ اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مرجانے والے ہو۔ پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے ○

انسان کی پیدائش: اللہ تعالیٰ پیدائش کی ابتدا بیان کرتا ہے کہ اصل آدم مٹی سے ہے' جو کیچڑ کی اور بجنے والی مٹی کی صورت میں تھی پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پانی سے ان کی اولاد پیدا ہوئی۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کر کے پھر انسان بنا کر زمین پر پھیلا دیا۔ [4] مسند میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک کی ایک مٹھی سے پیدا کیا' جسے تمام زمین پر سے لیا تھا۔ پس اسی اعتبار سے اولاد آدم کے رنگ روپ مختلف ہوئے' کوئی سرخ ہے' کوئی سفید ہے' کوئی سیاہ ہے' کوئی اور رنگ کا ہے۔ ان میں نیک ہیں اور بد بھی ہیں۔ [5] ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ﴾ میں ضمیر کا مرجع جنس انسان کی طرف ہے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ [6] اور آیت میں ہے ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ○ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴾ [7] پس

---

[1] [ایضا]

[2] [سورۃ مریم: آیت ٦٣]

[3] [سورۃ الزخرف: آیت ٧٢]

[4] [سورۃ الروم: آیت ٢٠]

[5] [صحیح: مسند احمد (٤/٤٠٠) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی القدر (٤٦٩٣) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة البقره (٢٩٥٥) تفسیر ابن جریر الطبری (١/٢١٤) ابن خزیمة فی التوحید (ص ٦٤) مستدرك حاكم (٢/٢٦١) صحیح ابن حبان (٦١٦٠) ابو نعیم فی الحلیة (٨/١٣٥) مسند عبد بن حمید (٥٤٩) ابن سعد فی الطبقات (١/٢٣) بیهقی فی الاسماء والصفات (٣٢٧) ابن عساکر (٢/٣٠٧)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (١٦٣٠)]

[6] [سورۃ السجدہ: آیت ٨'٧]

[7] [سورۃ المرسلات: آیت ٢٠'٢٣]

انسان کے لئے ایک مدت معین تک اس کی ماں کا رحم ہی ٹھکانا ہوتا ہے جہاں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔ پھر نطفے کی جو ایک اچھلنے والا پانی ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے' شکل بدل کر سرخ رنگ کی بوٹی کی شکل میں بدل جاتا ہے پھر اسے گوشت کے ایک ٹکڑے کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے جس میں کوئی شکل اور کوئی خط نہیں ہوتا۔ پھر ان میں ہڈیاں بنا دیں' سر ہاتھ پاؤں ہڈی رگ پٹھے وغیرہ بنائے' پیٹھ کی ہڈی بنائی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں انسان کا تمام جسم گل سڑ جاتا ہے' سوائے ریڑھ کی ہڈی کے۔ اسی سے پیدا کیا جاتا ہے اور اسی سے ترکیب دی جاتی ہے۔ [1] پھر ان ہڈیوں کو وہ گوشت پہناتا ہے تاکہ وہ پوشیدہ اور قوی رہیں۔ پھر اس میں روح پھونکتا ہے' جس سے وہ ہلنے جلنے' چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے اور ایک جاندار انسان بن جائے۔ دیکھنے کی سمجھنے کی اور حرکت و سکون کی قدرت عطا فرماتا ہے۔ وہ بابرکت اللہ سب سے اچھی پیدائش کا پیدا کرنے والا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نطفے پر چار مہینے گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو تین تین اندھیریوں میں اس کی روح پھونکتا ہے۔ یہی معنی ہے کہ ہم پھر اسے دوسری ہی پیدائش میں پیدا کرتے ہیں یعنی دوسری قسم کی اس پیدائش سے مراد روح کا پھونکا جانا ہے۔ پس ایک حالت سے دوسری اور دوسری سے تیسری کی طرف ماں کے پیٹ میں ہی ہیر پھیر ہونے کے بعد بالکل ناسمجھ پیدا ہوتا ہے پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ جوان بن جاتا ہے' پھر ادھیڑ پن آتا ہے' پھر بوڑھا ہو جاتا ہے' پھر بالکل ہی بڈھا ہو جاتا ہے۔ الغرض روح کا پھونکا جانا اور پھر انقلابات کا آنا شروع ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ صادق و مصدوق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی ہے۔ پھر چالیس دن تک وہ خون بستہ کی صورت میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور بحکم الٰہی چار باتیں لکھ لی جاتی ہیں۔ روزی' اجل' عمل اور نیک یا بد' برا یا بھلا ہونا پس قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ ایک شخص جنتی عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت سے صرف ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے لیکن تقدیر کا وہ لکھا غالب آ جاتا ہے اور خاتمہ کے وقت دوزخی کام کرنے لگتا ہے اور اسی پر مرتا اور جہنم رسید ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک انسان برے کام کرتے کرتے دوزخ سے ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے لیکن پھر تقدیر کا لکھا آگے بڑھ جاتا ہے اور جنت کے اعمال پر خاتمہ ہو کر داخل فردوس بریں ہو جاتا ہے۔ [2] (بخاری و مسلم وغیرہ)

---

[1] [صحیح صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قولہ ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت (٤٨١٤) صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب ما بین النفختین (٢٩٥٥) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی ذکر البعث والصور (٤٧٤٣) ابن ماجه : کتاب الزهد (٤٢٦٦) مسند احمد (٢/٣٢٢)]

[2] [صحیح صحیح بخاری : کتاب القدر (٦٥٩٤) و کتاب التوحید (٧٤٥٤) و کتاب بدء الخلق (٣٢٠٨) و کتاب احادیث الانبیاء (٣٣٣٢) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کیفیة الخلق الادمی فی بطن امه (٢٦٤٣) ترمذی : کتاب القدر : باب ما جآء ان الاعمال بالخواتیم (٢١٣٧) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (٤٧٠٨)]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نطفہ جب رحم میں پڑتا ہے تو وہ ہر ہر بال اور ناخن کی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اس کی شکل جمے ہوئے خون جیسی ہو جاتی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے اصحاب سے باتیں بیان کر رہے تھے کہ ایک یہودی آ گیا تو کفار قریش نے اس سے کہا یہ نبوت کے دعوے دار ہیں اس نے کہا اچھا میں ان سے ایک سوال کرتا ہوں جسے نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھ کر پوچھتا ہے کہ بتاؤ انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا مرد عورت کے نطفے سے۔ مرد کا نطفہ غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کا نطفہ رقیق اور پتلا ہوتا ہے اس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔ اس نے کہا۔ آپ سچے ہیں اگلے نبیوں کا بھی یہی قول ہے۔ [1] رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب نطفے کو رحم میں چالیس دن گزر جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے کہ اے اللہ یہ نیک ہوگا یا بد؟ مرد ہوگا یا عورت؟ جو جواب ملتا ہے وہ لکھ لیتا ہے اور عمل، عمر اور نرمی گرمی سب کچھ لکھ لیتا ہے پھر دفتر لپیٹ لیا جاتا ہے۔ اس میں کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہتی۔ [2] بزار کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو عرض کرتا ہے اے اللہ اب نطفہ ہے، اے اللہ اب لوتھڑا ہے، اے اللہ اب گوشت کا ٹکڑا ہے جناب باری اسے پیدا کرنا چاہتا ہے وہ پوچھتا ہے اے اللہ مرد ہو یا عورت، شقی ہو یا سعید؟ رزق کیا ہے؟ اجل کیا ہے؟ اس کا جواب دیا جاتا ہے اور یہ سب چیزیں لکھ لی جاتی ہیں۔ [3] ان سب باتوں اور اتنی کامل قدرتوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ سب سے اچھی پیدائش کرنے والا اللہ برکتوں والا ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب کی موافقت چار باتوں میں کی ہے جب یہ آیت اتری کہ ہم نے انسان کو بجتی مٹی سے پیدا کیا ہے تو بے ساختہ میری زبان سے ﴿فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ نکلا۔ اور وہی پھر اترا۔ [4] زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو جب رسول کریم ﷺ اوپر والی آیتیں لکھوا رہے تھے اور ﴿ثُمَّ اَنْشَانَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ﴾ تک لکھوا چکے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ کہا ﴿فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ اسے سن کر اللہ کے نبی ﷺ ہنس دیئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیسے ہنسے؟ آپ نے فرمایا اس آیت کے خاتمے پر بھی یہی ہے۔ [5] اس حدیث کی سند میں ایک راوی جابر جعفی ہے جو بہت ہی ضعیف ہے اور یہ روایت بالکل منکر ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی مدینے میں تھے نہ کہ مکے میں۔

---

[1] [**ضعیف ومنقطع**: مسند احمد (۱/۴٦۵) طبرانی کبیر (۱۰۳٦۰) مسند بزار (۲۳۷٦)] اس میں حسین اشقر راوی ضعیف ہے۔]

[2] [**صحیح**: صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کیفیة خلق الادمی فی بطن امه و کتابة رزقه (۲٦۴۴)]

[3] [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب القدر (٦۵۹۵) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کیفیة خلق الآدی فی بطن امه (۲٦۴٦) مسند احمد (۳/۱۴۸)]

[4] [**ضعیف**: مسند طیالسی (۴۱)] اس میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔]

[5] [**ضعیف**: طبرانی اوسط کما في مجمع البحرین (۱۱۱۸۷)] اس میں جابر جعفی ضعیف ہے۔]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ بھی مدینے کا واقعہ ہے اور یہ آیت مکے میں نازل ہوئی ہے پس مندرجہ بالا روایت بالکل منکر ہے۔ واللہ اعلم۔ اس پہلی پیدائش کے بعد تم مرنے والے ہو پھر قیامت کے دن دوسری دفعہ پیدا کئے جاؤ گے پھر حساب کتاب ہوگا خیر وشر کا بدلہ ملے گا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں اور ہم مخلوقات سے غافل نہیں ہیں۔

آسمانوں کی پیدائش: انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے آسمانوں کی پیدائش کا بیان ہو رہا ہے۔ جن کی بناوٹ انسانی بناوٹ سے بہت بڑی، بہت بھاری اور اور بہت بڑی صنعت والی ہے۔ سورۂ الم سجدہ میں بھی اسی کا بیان ہے۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز کی اول رکعت میں پڑھا کرتے تھے وہاں پہلے آسمان وزمین کی پیدائش کا ذکر ہے پھر انسانی پیدائش کا بیان ہے۔ پھر قیامت کا اور سزا جزا کا ذکر ہے وغیرہ۔ آسمانوں کا ہے وغیرہ۔ سات آسمانوں کے بنانے کا ذکر کیا ہے جیسے فرمان ہے ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ﴾ [1] الخ، ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اوپر تلے ساتوں آسمانوں کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی جیسی زمینیں بھی۔ اس کا حکم ان کے درمیان نازل ہوتا ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور تمام چیزوں کو اپنے وسیع علم سے گھیرے ہوئے ہے۔ اللہ اپنی مخلوق سے غافل نہیں۔ جو چیز زمین میں جائے جو زمین سے نکلے اللہ کے علم میں ہے آسمان سے جو اترے اور جو آسمان کی طرف چڑھے وہ جانتا ہے جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے ایک ایک عمل کو وہ دیکھ رہا ہے۔ آسمان کی بلند و بالا چیزیں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں، پہاڑوں کی چوٹیاں، سمندروں، میدانوں، درختوں کی اسے خبر ہے۔ درختوں کا کوئی پتا نہیں گرتا جو اس کے علم میں نہ ہو۔ کوئی دانہ زمین کی اندھیریوں میں ایسا نہیں جاتا جسے وہ نہ جانتا ہو۔ کوئی تر خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

وقف لازم

ع ۲

ہم ایک صحیح انداز سے آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر اسے زمین میں ٹھہرا دیتے ہیں اور ہم اس کے لے جانے پر یقیناً قادر

[1] [سورة بنی اسرائيل: آيت ٤٤]

ہیں○ اسی پانی کے ذریعہ سے، ہم تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں' کہ تمہارے لئے ان میں بہت سے میوے ہوتے ہیں انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو○ اور وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے' جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے○ تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑی بھاری عبرت ہے' ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور بھی بہت سے نفع تمہارے لئے ان میں ہیں۔ ان میں سے بعض بعض کو تم کھاتے بھی ہو○ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو○

آسمان سے بقدرِ ضرورت بارش کا نزول: اللہ تعالیٰ کی یوں تو بے شمار اور ان گنت نعمتیں ہیں۔ لیکن چند بڑی نعمتوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آسمان سے بقدر حاجت وضرورت بارش برساتا ہے نہ تو بہت زیادہ کہ زمین خراب ہو جائے اور پیداوار گل سڑ جائے نہ بہت کم کہ پھل پیدا ہی نہ ہو۔ بلکہ اس اندازے سے کہ کھیتی سرسبز رہے' باغات ہرے بھرے رہیں۔ حوض' تالاب' نہریں' نالے دریا بہہ نکلیں نہ پینے کی کمی ہو نہ پلانے کی۔ یہاں تک کہ جس جگہ زیادہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے زیادہ ہوتی ہے اور جہاں کم کی ضرورت ہوتی ہے کم ہوتی ہے اور جہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں ہوتی وہاں پانی نہیں برستا لیکن ندیوں اور نالوں کے ذریعہ قدرت برساتی پانی پہنچا کر وہاں کی زمین کو سیراب کر دیتی ہے۔ جیسے کہ مصر کے علاقے کی زمین جو دریائے نیل کی تری سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ اسی پانی کے ساتھ سرخ مٹی کھچ کر جاتی ہے جو حبشہ کے علاقہ میں ہوتی ہے وہاں کی بارش کے ساتھ وہ مٹی بہہ کر پہنچتی ہے جو زمین پر ٹھہر جاتی ہے اور زمین قابل زراعت ہو جاتی ہے ورنہ وہاں کی شور زمین کھیتی باڑی کے قابل نہیں۔ سبحان اللہ اس لطیف وخبیر' غفور ورحیم اللہ کی کیا کیا قدرتیں اور حکمتیں ہیں۔ زمین میں اللہ پانی کو ٹھہرا دیتا ہے زمین میں اس کو چوس لینے اور جذب کر لینے کی قابلیت اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے تا کہ دانوں کو اور گٹھلیوں کو اندر ہی اندر وہ پانی پہنچا دے۔

پھر فرماتا ہے، ہم اس کے لے جانے اور دور کر دینے پر یعنی نہ برسانے پر بھی قادر ہیں اگر چاہیں شور' سنگلاخ زمین پر' پہاڑوں اور بیکار بنوں میں برسا دیں۔ اگر چاہیں پانی کو کڑوا کر دیں نہ پینے کے قابل رہے نہ پلانے کے' نہ کھیت اور باغات کے مطلب کا رہے' نہ نہانے دھونے کے مقصد کا۔ اگر چاہیں زمین میں وہ قوت ہی نہ رکھیں کہ وہ پانی کو جذب کر لے بلکہ پانی اوپر ہی اوپر تیرتا پھرے' یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ایسی دور دراز جھیلوں میں پانی پہنچا دیں کہ تمہارے لئے بیکار ہو جائے۔ اور تم کوئی فائدہ اس سے نہ اٹھا سکو۔ یہ خاص اللہ کا فضل وکرم اور اس کا لطف ورحم ہے کہ وہ بادلوں سے میٹھا عمدہ ہلکا اور خوش ذائقہ پانی برساتا ہے پھر اسے زمین میں پہنچاتا ہے اور ادھر ادھر ریل پیل کر دیتا ہے کھیتیاں الگ پکتی ہیں باغات الگ تیار ہوتے ہیں' خود پیتے ہو' اپنے جانوروں کو پلاتے ہو' نہاتے دھوتے ہو' پاکیزگی اور ستھرائی حاصل کرتے ہو۔ فالحمد للہ۔ آسمانی بارش سے رب العالمین تمہارے لئے روزیاں اگاتا ہے' لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں' کہیں سرسبز باغ ہیں جو خوشنما اور خوش منظر ہونے کے علاوہ مفید اور فیض والے ہیں۔ کھجور انگور جو اہل عرب کا دل پسند میوہ ہے۔ اور اسی طرح ہر ملک والوں کے لئے الگ الگ طرح

طرح کے میوے اس نے پیدا کر دیئے ہیں۔ جن کے حصول کے عوض اللہ کی شکر گزاری بھی کسی کے بس کی نہیں۔ بہت میوے تمہیں اس نے دے رکھے ہیں جن کی خوبصورتی بھی تم دیکھتے ہو اور ان کے ذائقے سے بھی کھا کر فائدہ اٹھاتے ہو۔ پھر زیتون کے درخت کا ذکر فرمایا۔ طور سینا وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات چیت کی تھی اور اس کے ارد گرد کی پہاڑیاں۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو ہرا اور درختوں والا ہو ورنہ اسے جبل کہیں گے طور نہیں کہیں گے۔ پس طور سینا میں جو درخت زیتون پیدا ہوتا ہے اس میں سے تیل نکلتا ہے جو کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے۔ حدیث میں ہے زیتون کا تیل کھاؤ وہ مبارک درخت میں سے نکلتا ہے [1] (احمد)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحب عاشورے کی شب مہمان بن کر آئے تو آپ نے انہیں اونٹ کی سری اور زیتون کھلایا اور فرمایا یہ اس مبارک درخت کا تیل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے۔ [2] پھر چوپایوں کا ذکر ہو رہا ہے اور ان سے جو فوائد انسان اٹھا رہے ہیں ان نعمتوں کا اظہار ہو رہا ہے کہ ان کا دودھ پیتے ہیں، ان کا گوشت کھاتے ہیں، ان کے بالوں اور اون سے لباس وغیرہ بناتے ہیں، ان پر سوار ہوتے ہیں۔ ان پر اپنا سامان اسباب لادتے ہیں اور دور دراز تک پہنچتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو وہاں تک پہنچنے میں جان آدھی رہ جاتی۔ بیشک اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربانی اور رحمت والا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ﴾ [3] الخ، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ خود ہم نے انہیں چوپایوں کا مالک بنا رکھا ہے کہ یہ ان کے گوشت کھائیں، ان پر سواریاں لیں اور طرح طرح کے نفع حاصل کریں۔ کیا اب بھی ان پر ہماری شکر گزاری واجب نہیں؟ یہ خشکی کی سواریاں ہیں پھر تری کی سواریاں کشتی جہاز وغیرہ الگ ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾

یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے

---

[1] [**حسن لغیرہ**: مسند احمد (۴۹۷/۳) مستدرك حاكم (۳۹۷/۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحيح الترغيب (۲۱۲۷) السلسلة الصحيحة (۳۷۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [**صحیح**: ترمذی : كتاب الاطعمة : باب ما جآء فى اكل الزيت (۱۸۵۱ـ ۱۸۵۲) ابن ماجه : كتاب الاطعمة : باب الزيت (۳۳۱۹) عبد بن حميد فى المنتخب (۱۳) مستدرك حاكم (۳۹۸/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ترمذى]

[3] [سورة يسين : آيت ۷۱ـ ۷۳]

سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم تقویٰ نہیں رکھتے ؟○ اس کی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے' اگر اللہ ہی کو منظور ہوتا تو کسی فرشتے کو اتارتا۔ ہم نے تو اسے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانوں میں سنا ہی نہیں○ یقیناً اس شخص کو جنون ہے پس تم اسے ایک وقت مقررہ تک ڈھیل دو○

نوح علیہ السلام نے دعوتِ توحید پیش کی: نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بشیر و نذیر بنا کر ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ نے ان میں جا کر پیغام الٰہی پہنچایا کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا حقدار کوئی نہیں۔ تم اللہ کے سوا اس کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہوئے اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ قوم کے بڑوں نے اور سرداروں نے کہا یہ تو تم جیسا ہی ایک انسان ہے۔ نبوت کا دعویٰ کر کے تم سے بڑا بننا چاہتا ہے سرداری حاصل کرنے کی فکر میں ہے بھلا انسان کی طرف وحی کیسے آتی ؟ اللہ کا ارادہ نبی بھیجنے کا ہوتا تو کسی آسمانی فرشتے کو بھیج دیتا۔ یہ تو ہم نے کیا' ہمارے باپ دادوں نے بھی نہیں سنا کہ انسان اللہ کا رسول بن جائے۔ یہ تو کوئی دیوانہ شخص ہے کہ ایسے دعوے کرتا ہے اور ڈینگیں مارتا ہے۔ اچھا خاموش رہو دیکھ لو ہلاک ہو جائے گا۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

نوح نے دعا کی کہ اے میرے پالنے والے ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد کر○ تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنا جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابل پڑے تو تو ہر قسم کا ایک ایک جوڑا اس میں رکھ لے اور اپنی اہل کو بھی مگر ان میں سے جس کی بابت ہماری بات پہلے گزر چکی ہے' خبردار!! جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے بارے میں مجھ سے کچھ کلام نہ کرنا' وہ تو سب ڈبوئے جائیں گے○ جب تو اور تیرے ساتھی کشتی پر بااطمینان بیٹھ جاؤ تو کہنا کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی○ اور کہنا کہ اے میرے رب مجھے بابرکت اتارنا' اور تو ہی بہتر اتارنے والا ہے۔ یقیناً اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں اور ہم بے شک آزمائش کرنے والے ہیں○

نوح علیہ السلام کی دعا اور کشتی بنانے کا حکم: جب نوح علیہ السلام ان سے تنگ آ گئے اور مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے پروردگار میں لاچار ہو گیا ہوں میری مدد فرما۔ جھٹلانے والوں پر مجھے غالب کر۔ اسی وقت فرمان الٰہی آیا کہ کشتی بناؤ اور خوب مضبوط چوڑی چکلی۔ اس میں ہر قسم کا ایک ایک جوڑا رکھ لو۔ حیوانات' نباتات' پھل وغیرہ

وغیرہ اور اسی میں اپنے اہل والوں کو بھی بٹھا لو مگر جس پر اللہ کی طرف سے ہلاکت سبقت کر چکی ہے جو ایمان نہیں لائے۔ جیسے آپ کی قوم کے کافر اور آپ کا لڑکا اور آپ کی بیوی۔ واللہ اعلم۔ اور جب تم عذاب آسمانی بصورت بارش اور پانی آتا دیکھ لو پھر مجھ سے ان ظالموں کی سفارش نہ کرنا۔ پھر ان پر رحم نہ کرنا، نہ ان کے ایمان کی امید رکھنا۔ بس پھر تو یہ سب غرق ہو جائیں گے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوگا اس کا پورا قصہ سورۂ ھود کی تفسیر میں گزر چکا ہے اس لئے ہم نہیں دہراتے۔ جب تو اور تیرے مومن ساتھی کشتی پر سوار ہو جاؤ تو کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ نے تمہاری سواری کے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے ہیں تاکہ تم سواری لے کر اپنے رب کی نعمت کو مانو اور سوار ہو کر کہو کہ وہ اللہ پاک ہے، جس نے ان جانوروں کو ہمارا تابع بنا دیا ہے حالانکہ ہم میں خود اتنی طاقت نہ تھی بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہی کہا اور فرمایا آؤ اس میں بیٹھ جاؤ اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے پس شروع کے وقت بھی اللہ کو یاد کیا۔ اور جب وہ ٹھہرنے لگی تب بھی اللہ کو یاد کیا اور دعا کی کہ اے اللہ مجھے مبارک منزل پر اتارنا اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ اس میں یعنی مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی نشانیاں ہیں۔ اللہ کی الوہیت کی علامتیں ہیں۔ اس کی قدرت، اس کا علم اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ یقیناً رسولوں کو بھیج کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش اور ان کا پورا امتحان کر لیتا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

ان کے بعد ہم نے اور بھی امتیں پیدا کیں ○ پھر ان میں خود ان میں سے ہی رسول بھیجے کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم کیوں نہیں ڈرتے؟ ○ سرداران قوم نے جواب دیا جو قوم کفر کرتی تھی اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتی تھی اور ہم نے انہیں دنیوی زندگی میں خوش حال کر رکھا تھا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے تمہاری ہی خوراک یہ بھی

کھاتا ہے اور تمہارے پینے کا پانی ہی یہ بھی پیتا ہے ○ اگر تم نے اپنے جیسے ہی انسان کی تابعداری کر لی تو بے شک تم سخت خسارے والے ہو ○ کیا یہ تمہیں اس بات سے دھمکاتا ہے کہ جب تم مر کر صرف خاک اور ہڈی رہ جاؤ گے تو تم پھر زندہ کئے جاؤ گے؟ ○ نہیں نہیں دور اور بہت دور ہے وہ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو ○ یہ تو صرف زندگانی دنیا ہی ہے، ہم مرتے جیتے رہتے ہیں یہ نہیں کہ ہم پھر بھی اٹھائے جائیں ○ یہ تو وہ شخص ہے، جس نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لیا ہے، ہم تو اس پر یقین لانے والے نہیں ہیں ○ نبی نے دعا کی کہ پروردگار ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد کر ○ جواب ملا کہ یہ تو بہت ہی جلد اپنے کئے پر پچھتانے لگیں گے ○ بالآخر عدل کے تقاضے کے مطابق انہیں چیخ نے پکڑ لیا اور ہم نے انہیں کوڑا کرکٹ کر ڈالا، پس ظالموں کے لئے دوری ہو جیو ○

قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بہت سی امتیں آئیں۔ جیسے عاد جو ان کے بعد آئی یا ثمود قوم جن پر چیخ کا عذاب آیا تھا۔ جیسے کہ اس آیت میں ہے۔ ان میں بھی اللہ کے رسول علیہ السلام آئے۔ اللہ کی عبادت اور اس کی توحید کی تعلیم دی۔ لیکن انہوں نے جھٹلایا، اتباع سے انکار کیا۔ محض اس بنا پر کہ یہ انسان ہیں۔ قیامت کو بھی نہ مانا، جسمانی حشر کے منکر بن گئے اور کہنے لگے کہ یہ بالکل دور دراز قیاس ہے۔ بعثت ونشر، حشر و قیامت کوئی چیز نہیں۔ اس شخص نے یہ سب باتیں از خود گھڑ لی ہیں ہم ایسی فضول باتوں کو ماننے والے نہیں۔ نبی علیہ السلام نے دعا کی اور ان پر مدد طلب کی۔ اسی وقت جواب ملا کہ تیری ناموافقت ابھی ابھی ان پر عذاب بن کر برسے گی اور یہ آٹھ آٹھ آنسو روئیں گے۔ آخر ایک زبردست چیخ اور بے پناہ چنگھاڑ کے ساتھ تلف کر دیئے گئے اور مستحق بھی اسی کے تھے۔ تیز و تند آندھی اور پوری طاقتور ہوا اس کے ساتھ ہی فرشتے کی دل دہلانے والی خوفناک آواز نے انہیں پارہ پارہ کر دیا وہ ہلاک اور تباہ ہو گئے۔ بھوسہ بن کر اڑ گئے۔ صرف مکانات کے کھنڈران گئے گزرے ہوئے لوگوں کی نشاندہی کے لئے رہ گئے۔ وہ کوڑے کرکٹ کی طرح محض ناچیز ہو گئے۔ ایسے ظالموں کے لئے دوری ہے۔ ان پر رب نے ظلم نہیں کیا بلکہ انہی کا کیا ہوا تھا جو ان کے سامنے آیا پس اے لوگو! تمہیں بھی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾

ان کے بعد ہم نے اور بھی بہت سی امتیں پیدا کیں ○ نہ تو کوئی امت اپنی اجل سے آگے بڑھی اور نہ پیچھے رہی ○ پھر ہم نے لگاتار رسول بھیجے، جس امت کے پاس اس کا رسول آیا اس نے جھٹلایا۔ پس ہم نے ایک کو دوسرے کے پیچھے لگا دیا اور انہیں افسانہ بنا دیا، ان لوگوں کو دوری ہے جو ایمان قبول نہیں کرتے ○

پیغمبروں کا سلسلہ جاری رہا: ان کے بعد بھی بہت سی امتیں اور مخلوق آئی جو ہماری پیدا کردہ تھی۔ ان کی پیدائش سے پہلے ان کی اجل جو قدرت نے مقرر کی تھی، اسے اس نے پورا کیا نہ تقدیم ہوئی نہ تاخیر۔ پھر ہم نے پے در پے

لگاتار رسول بھیجے۔ ہر امت میں پیغمبر آیا اس نے لوگوں کو پیغام الٰہی پہنچایا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے ماسوا کسی کی پوجا نہ کرو۔ بعض راہ راست پر آ گئے اور بعض پر کلمہ عذاب راست آ گیا۔ تمام امتوں کی اکثریت نبیوں کی منکر رہی۔ جیسے سورۂ یاسین میں فرمایا ﴿يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ﴾ (۱) الخ' افسوس ہے بندوں پر ان کے پاس جو رسول آیا انہوں نے اسے مذاق میں اڑایا۔ ہم نے یکے بعد دیگرے سب کو غارت اور فنا کر دیا ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِن بَعْدِ نُوحٍ﴾ (۲) نوح علیہ السلام کے بعد بھی ہم نے کئی ایک بستیاں تباہ کر دیں۔ انہیں ہم نے پرانے افسانے بنا دیا وہ نیست و نابود ہو گئے اور قصے ان کے باقی رہ گئے۔ بے ایمانوں کے لئے رحمت سے دوری ہے۔

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٤٥﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ﴿٤٦﴾ فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ ﴿٤٧﴾ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾

پھر ہم نے موسیٰ کو اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور ظاہر غلبے کے ساتھ بھیجا ○ فرعون اور اس کے لشکروں کی طرف پس انہوں نے تکبر کیا اور تھے ہی وہ سرکش ○ لوگ کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے جیسے دو شخصوں پر ایمان لائیں؟ حالانکہ خود ان کی قوم بھی ہماری ماتحت ہے ○ پس انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا آخر وہ بھی ہلاک شدہ لوگوں میں مل گئے ○ ہم نے موسیٰ کو کتاب بھی دے رکھی تھی کہ لوگ راہ راست پر آ جائیں ○

فرعون کی طرف توحید کا پیغام: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور قوم فرعون کے پاس پوری دلیلوں اور زبردست معجزوں کے ساتھ بھیجا۔ لیکن انہوں نے بھی سابقہ کافروں کی طرح اپنے نبیوں کی تکذیب و مخالفت کی۔ اور سابقہ کفار کی طرح یہی کہا کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی نبوت کے قائل نہیں۔ ان کے دل بھی بالکل ان جیسے ہی ہو گئے۔ بالآخر ایک ہی دن میں ایک ساتھ سب کو اللہ تعالیٰ نے دریا برد کر دیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کی ہدایت کے لئے تورات ملی۔ دوبارہ مومنوں کے ہاتھوں کافر ہلاک کئے گئے۔ جہاد کے احکام اترے اس طرح عام عذاب سے کوئی امت' فرعون اور قوم فرعون یعنی قبطیوں کے بعد ہلاک نہیں ہوئی۔ ایک اور آیت میں فرمان ہے گزشتہ امتوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لئے بصیرت' ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (۳)

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿٥٠﴾ ع ۳

ہم نے ابن مریم کو اور اس کی والدہ کو ایک نشانی بنایا اور ان دونوں کو بلند صاف قرار والی اور جاری پانی والی جگہ میں پناہ دی ○

(۱) [سورة يسين: آيت ۳۰] (۲) [سورة بني اسرائيل: آيت ۱۷]
(۳) [سورة القصص: آيت ۴۳]

عیسیٰ و مریم علیہما السلام اللہ کی نشانی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم کو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کی ایک زبردست نشانی بنایا آدم کو مرد وعورت کے بغیر پیدا کیا۔ حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کیا۔ بقیہ انسانوں کو مرد وعورت سے پیدا کیا۔ ربوہ کہتے ہیں بلند زمین کو جو ہری اور پیداوار کے قابل ہو وہ جگہ گھاس پانی والی تر وتازہ اور ہری بھری تھی۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس غلام اور نبی کو اور ان کی صدیقہ والدہ کو جو اللہ کی بندی اور لونڈی تھیں جگہ دی تھی۔ وہ جاری پانی والی ستھری ہموار زمین تھی۔ کہتے ہیں یہ ٹکڑا مصر کا تھا یا دمشق کا یا فلسطین کا۔ ربوہ ریتلی زمین کو بھی کہتے ہیں چنانچہ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تیرا انتقال ربوہ میں ہوگا۔ وہ ریتلی زمین میں فوت ہوئے۔ [1] ان تمام اقوال میں زیادہ قریب قول وہ ہے کہ مراد اس سے نہر ہے جیسے اور آیت میں اس طرح بیان کیا ہے ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾ [2] تیرے رب نے تیرے قدموں تلے ایک جاری نہر بہادی ہے۔ پس یہ مقام بیت المقدس کا مقام ہے تو گویا اس آیت کی تفسیر یہ آیت ہے اور قرآن کی تفسیر اولاً قرآن سے پھر حدیث سے پھر آثار سے کرنی چاہئے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُوا۟ مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعْمَلُوا۟ صَٰلِحًا ۖ إِنِّى بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾ وَإِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱتَّقُونِ ﴿٥٢﴾ فَتَقَطَّعُوٓا۟ أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٥٣﴾ فَذَرْهُمْ فِى غَمْرَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٥٤﴾ أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِۦ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِى ٱلْخَيْرَٰتِ ۚ بَل لَّا يَشْعُرُونَ ﴿٥٦﴾

اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں ○ یقیناً تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں تم سب کا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرتے رہا کرو ○ پھر انہوں نے خود ہی اپنے امر کے اپنے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے۔ ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر اترا رہا ہے ○ پس تو بھی انہیں ان کی غفلت میں ہی کچھ مدت پڑا رہنے دے ○ کیا یہ یوں سمجھ بیٹھے ہیں؟ کہ ہم جو بھی ان کے مال واولاد بڑھا رہے ہیں ○ وہ انکے لئے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں، نہیں نہیں بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں ○

انبیاء علیہم السلام کو بھی حلال کھانے کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کو حکم فرماتا ہے کہ وہ حلال لقمہ کھائیں اور نیک اعمال بجا لایا کریں۔ پس ثابت ہوا کہ لقمہ حلال عمل صالح کا مددگار ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام نے سب بھلائیاں جمع کر لیں۔ قول، فعل، دلالت، نصیحت سب انہوں نے سمیٹ لی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے سب بندوں کی طرف سے نیک بدلے دے۔ یہاں کوئی رنگت، مزہ بیان نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ حلال چیزیں کھاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے بننے کی اجرت میں سے کھاتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے کوئی نبی ایسا نہیں جس

---

[1] [ضعیف: ۔ طبرانی اوسط کما فی مجمع البحرین (۱۱۱۸۸)] اس میں رواد بن جراح راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ مریم: آیت ۲٤]

نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ لوگوں نے پوچھا آپ سمیت؟ آپ نے فرمایا ہاں میں بھی چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ① اور حدیث میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت کا کھایا کرتے تھے۔ ② بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے اللہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ روزہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ قیام حضرت داؤد علیہ السلام کا قیام ہے۔ آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات نماز تہجد پڑھتے اور چھٹا حصہ سو جاتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے۔ ایک دن نہ رکھتے تھے۔ میدان جنگ میں کبھی پیٹھ نہ دکھاتے۔ ③ ام عبداللہ (اخت) شداد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ شام کے وقت بھیجا تاکہ آپ اس سے اپنا روزہ افطار کریں، دن کا آخری حصہ تھا اور دھوپ کی تیزی تھی تو آپ نے قاصد کو واپس کر دیا کہ اگر تیری بکری کا ہوتا تو خیر اور بات تھی۔ انہوں نے پیغام بھیجا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے یہ دودھ اپنے مال سے خرید کیا ہے پھر آپ نے پی لیا۔ دوسرے دن مائی صاحبہ حاضر خدمت ہو کر عرض کرتی ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گرمی میں میں نے دودھ بھیجا بہت دیر سے بھیجا تھا آپ نے میرے قاصد کو واپس کر دیا۔ آپ نے فرمایا ہاں مجھے یہی فرمایا گیا ہے۔ ''انبیاء علیہم السلام صرف حلال کھاتے ہیں اور صرف نیک عمل کرتے ہیں'' ④ اور حدیث میں ہے آپ نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ پاک کو ہی قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پاک چیز کھاؤ اور نیک کام کرو میں تمہارے اعمال کا عالم ہوں۔ یہی حکم ایمان والوں کو دیا کہ اے ایماندارو! جو حلال چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں، انہیں کھاؤ۔ پھر آپ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے پراگندہ بالوں والا غبار آلود چہرے والا ہوتا ہے لیکن کھانا پینا پہننا حرام کا ہوتا ہے وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر اے رب اے رب کہتا ہے لیکن ناممکن ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے۔ ⑤ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن غریب بتلاتے ہیں۔

پھر فرمایا اے پیغمبرو! تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے ایک ہی ملت ہے یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف دعوت دینا۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ پس مجھ سے ڈرو۔ سورۂ انبیاء میں اس کی تفسیر و

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاجارۃ : باب رعی الغنم علی قراریط (۲۲۶۲) ابن ماجہ : کتاب التجارات : باب الصناعات (۲۱۴۹)]

② [صحیح :صحیح بخاری : کتاب البیوع : باب کسب الرجل وعملہ بیدہ (۲۰۷۲ـ ۲۰۷۳)]

③ [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التہجد : باب من نام عند السحر (۱۱۳۱) و کتاب احادیث الانبیاء (۳۴۲۰) صحیح مسلم : کتاب الصیام : باب النہی عن صوم الدھر (۱۱۵۹) ابو داؤد : کتاب الصیام : باب فی صوم یوم و فطر یوم (۲۴۴۸) ابن ماجہ : کتاب الصیام : باب ما جآء فی صیام داؤد (۱۷۱۲) نسائی : کتاب قیام اللیل : باب ذکر صلاۃ بنی اللہ داؤد باللیل (۱۶۳۱) مسند احمد (۱۸۹/۲)]

④ [ضعیف :طبرانی کبیر (۱۷۴/۲۵) مستدرک حاکم (۱۲۵/٤) مجمع الزوائد (۲۹۱/۱۰)] اس کی سند میں ابن ابی مریم راوی ضعیف ہے جیسا کہ امام ہیثمی اور امام ذہبی نے فرمایا ہے۔]

⑤ [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا (۱۰۱۵) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ البقرۃ (۲۹۸۹) مسند احمد (۳۲۸/۲)]

تشریح ہو چکی ہے ﴿اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ پر نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے۔ جن امتوں کی طرف حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے تھے انہوں نے اللہ کے دین کے ٹکڑے کر دیئے اور جس گمراہی پر اڑ گئے اسی پر نازاں وفرحاں ہو گئے اس لئے کہ اپنے نزدیک اسی کو ہدایت سمجھ بیٹھے۔ پس بطور ڈانٹ کے فرمایا انہیں ان کے بہکنے بھٹکنے میں ہی چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ان کی تباہی کا وقت آ جائے۔ کھانے پینے دیجئے' مست و بے خود ہونے دیجئے' ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا۔ کیا یہ مغرور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو مال واولاد انہیں دے رہے ہیں وہ ان کی بھلائی اور نیکی کی وجہ سے ان کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو انہیں دھوکہ لگا ہے یہ اس سے سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم جیسے یہاں خوش حال ہیں وہاں بھی بے سزا رہ جائیں گے یہ محض غلط ہے جو کچھ انہیں دنیا میں ہم دے رہے ہیں وہ تو صرف ذرا سی دیر کی مہلت ہے لیکن یہ بے شعور ہیں۔ یہ لوگ اصل تک پہنچے ہی نہیں۔ جیسے فرمان ہے۔ ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ﴾ [1] الخ' تجھے ان کے مال واولاد دھوکے میں نہ ڈالیں اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ اس سے انہیں دنیا میں عذاب کرے۔ اور آیت میں ہے یہ ڈھیل صرف اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اپنے گناہوں میں اور بڑھ جائیں۔ اور جگہ ہے۔ مجھے اور اس بات کو جھٹلانے والوں کو چھوڑ دے ہم انہیں اس طرح بتدریج پکڑیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو۔ اور آیتوں میں فرمایا ہے ﴿ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا﴾ [2] الخ' یعنی مجھے اور اسے چھوڑ دے جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے اور بکثرت مال دیا ہے اور ہمہ وقت موجود فرزند دیئے ہیں اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا ہے پھر اسے ہوس ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں' ہرگز نہیں وہ ہماری باتوں کا مخالف ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَا اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ [3] الخ' تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں مجھ سے قربت نہیں دے سکتیں مجھ سے قریب تو وہ ہے جو ایماندار اور نیک عمل ہو۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی اللہ کا شکر ہے پس تم انسانوں کو مال اور اولاد سے نہ پرکھو بلکہ انسان کی کسوٹی ایمان اور نیک عمل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے اخلاق بھی تم میں اسی طرح تقسیم کئے ہیں جس طرح روزیاں تقسیم فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت رکھے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت نہ رکھے ہاں دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے پوری محبت رکھتا ہو۔ پس جسے اللہ دین دے سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو جائے۔ اور بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ ایذاؤں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا دھوکے بازی' ظلم وغیرہ۔ سنو! جو بندہ حرام مال حاصل کر کے اس کے خرچ میں برکت نہیں ہے' اس کا صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ جو چھوڑ کر جاتا ہے وہ اس کا جہنم کا توشہ ہوتا ہے اللہ

---

[1] [سورة التوبة: آيت ٥٥]
[2] [سورة المدثر: آيت ١١-١٦]
[3] [سورة سبا: آيت ٣٧]

تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا ہاں برائی کو بھلائی سے رفع کرتا ہے۔ خبیث خبیث کو نہیں مٹاتا۔ [1]

إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ۝

یقیناً جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں ○ اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں ○ اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ○ اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ○ یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں ○

اللہ کی ہیبت سے کانپنے والے: فرمان ہے کہ احسان اور ایمان کے ساتھ ہی ساتھ نیک اعمال اور پھر اللہ کی ہیبت سے تھرتھرانا اور کانپتے رہنا یہ ان کی صفت ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مومن نیکی اور خوف الٰہی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ منافق برائی کے ساتھ نڈر اور بےخوف ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شرعی اور فطری آیات اور نشانیوں پر یقین رکھتے ہیں جیسے حضرت مریم کا وصف بیان ہوا ہے کہ وہ اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کا یقین رکھتی تھیں اللہ کی قدرت قضا اور شرع کا انہیں کامل یقین تھا۔ اللہ کے ہر امر کو وہ محبوب رکھتے ہیں' اللہ کے منع کردہ ہر کام کو ناپسند رکھتے ہیں' ہر خبر کو وہ سچ مانتے ہیں۔ وہ موحد ہوتے ہیں' شرک سے بیزار رہتے ہیں' اللہ کو واحد اور بے نیاز جانتے ہیں۔ اسے بے اولاد اور بیوی کے بغیر مانتے ہیں' بینظیر اور بے کفو سمجھتے ہیں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اللہ کے نام پر خیراتیں کرتے ہیں لیکن خوف زدہ رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو قبول نہ ہوئی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جن سے زنا' چوری اور شراب خوری ہو جاتی ہے؟ لیکن ان کے دل میں خوف الٰہی ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اے صدیق کی لڑکی رضی اللہ عنہا! یہ وہ نہیں بلکہ یہ وہ ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں' صدقے کرتے ہیں لیکن قبول نہ ہونے سے ڈرتے ہیں یہی ہیں جو نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں۔ [2] (ترمذی) اس آیت کی دوسری قراءت ﴿يَأْتُونَ مَا أَتَوا﴾ بھی یعنی کرتے ہیں جو کرتے ہیں لیکن دل ان کے ڈرتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ابو عاصم گئے۔ آپ نے مرحبا کہا اور کہا برابر آتے کیوں نہیں ہو؟ جواب دیا اس لئے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو۔ لیکن آج میں ایک آیت کے الفاظ کی تحقیق کے لئے حاضر ہوا ہوں ﴿يُؤْتُونَ مَا آتَوا﴾ ہیں یا ﴿يَأْتُونَ مَا أَتَوا﴾ ہیں؟ آپ نے فرمایا

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۱/۳۸۷) مجمع الزوائد (۱/۱۵۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صباح بن محمد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۳٦۷۲)]

[2] [صحیح ترمذی: كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة المومنون (۳۱۷۵) مستدرك حاكم (۲/۳۹۳) مسند احمد (٦/۱۵۹)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

کیا ہونا تمہارے لئے زیادہ مناسب ہے؟ میں نے کہا آخر کے الفاظ اگر ہوں تو گویا میں نے ساری دنیا پائی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ خوشی مجھے ہوگی آپ نے فرمایا پھر تم خوش ہو جاؤ۔ واللہ! میں نے اسی طرح انہی الفاظ کو پڑھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو سنا ہے۔[1] اس کا ایک راوی اسماعیل بن مسلم مکی ضعیف ہے۔ ساتوں مشہور قراءتوں اور جمہور کی قراءت میں وہی ہے جو موجودہ قرآن میں ہے اور معنی کی رو سے بھی زیادہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہیں سابق قرار دیا ہے اور اگر دوسری قراءت کو لیں تو یہ سابق نہیں بلکہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾
بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾
حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا
لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾
مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے ان کے اوپر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائیگا ○ بلکہ ان کے دل اس طرف سے غفلت میں ہیں اور ان کے لئے اس کے سوا بھی بہت سے اعمال ہیں جنہیں وہ کرنے والے ہیں ○ یہاں تک کہ ہم نے ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیا تو وہ گریہ وزاری کرنے لگے ○ آج مت چلاؤ یقیناً تم ہمارے مقابلہ پر مدد نہ کئے جاؤ گے ○ میری آیتیں تو تمہارے سامنے پڑھی جایا کرتی تھیں پھر بھی تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے بھاگتے تھے ○ اکڑتے اینٹھتے تھے افسانہ گوئی کرتے اسے چھوڑ دیتے تھے ○

اللہ کے احکام انسانی طاقت سے باہر نہیں: اللہ تعالیٰ نے شریعت آسان رکھی ہے۔ ایسے احکام نہیں دیئے جو انسانی طاقت سے خارج ہوں۔ پھر قیامت کے دن وہ ان کے اعمال کا حساب لے گا جو سب کے سب کتابی صورت میں لکھے ہوئے موجود ہوں گے۔ یہ نامہ اعمال صحیح صحیح طور پر ان کا ایک ایک عمل بتا دے گا۔ کسی طرح کا ظلم کسی پر نہ کیا جائے گا کوئی نیکی کم نہ ہوگی ہاں اکثر مومنوں کی برائیاں معاف کر دی جائیں گی۔ لیکن مشرکوں کے دل قرآن سے بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں۔ اس کے سوا بھی ان کی اور بداعمالیاں بھی ہیں جیسے شرک وغیرہ جسے یہ دھڑلے سے کر رہے ہیں۔ تا کہ ان کی برائیاں انہیں جہنم سے دور نہ رہنے دیں۔ چنانچہ وہ حدیث گزر چکی جس میں فرمان ہے کہ انسان نیکی کے کام کرتے کرتے جنت سے صرف ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے جو اس پر تقدیر کا لکھا غالب آ جاتا ہے اور بداعمالیاں شروع کر دیتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہنم واصل ہو جاتا ہے۔[2] یہاں

---

[1] [**ضعیف**: مسند احمد (٦/٩٥)] اس میں اسماعیل بن مسلم مکی راوی ضعیف ہے جیسا کہ امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے۔ [مجمع الزوائد (٧/٧٢)]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب القدر (٦٥٩٤) و کتاب بدء الخلق (٣٢٠٨) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب کیفیة خلق آدمی فی بطن امه (٢٦٤٣) مسند احمد (١/٣٨٢)]

تک کہ جب ان میں سے آسودہ حال دولت مند لوگوں پر عذاب الٰہی آ پڑتا ہے تو اب وہ فریاد کرنے لگتے ہیں۔ سورۂ مزمل میں فرمان ہے کہ مجھے اور ان مالدار جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجئے انہیں کچھ مہلت اور دیجئے ہمارے پاس بیڑیاں بھی ہیں اور جہنم بھی ہے اور گلے میں اٹکنے والا کھانا ہے اور دردناک سزا ہے۔ [1] اور آیت میں ہے ﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾ [2] یعنی ہم نے ان سے پہلے اور بھی بہت سی بستیوں کو تباہ کر دیا اس وقت انہوں نے واویلا شروع کی جب کہ وہ محض بے سود تھی۔ یہاں فرماتا ہے آج تم کیوں شور مچا رہے ہو؟ کیوں فریاد کر رہے ہو؟ کوئی بھی تمہیں آج کام نہیں آ سکتا تم پر عذاب الٰہی آ پڑے اب چیخنا چلانا سب بے سود ہے۔ کون ہے؟ جو میرے عذابوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے؟ پھر ان کا ایک بڑا گناہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ میری آیتوں کے منکر تھے انہیں سنتے تھے اور ٹال جاتے تھے' بلائے جاتے تھے لیکن انکار کر دیتے تھے توحید کا انکار کرتے تھے شرک پر عقیدہ رکھتے تھے حکم تو بلند و برتر اللہ ہی کا چلتا ہے۔ ﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ﴾ حال ہے' ان کے حق سے ہٹنے اور حق کا انکار کرنے سے۔ آیت یہ ہے کہ یہ اس وقت تکبر کرتے تھے اور حق اور اہل حق کو حقیر سمجھتے تھے۔ اس معنی کی رو سے ﴿بِهٖ﴾ کی ضمیر کا مرجع یا تو حرم ہے یعنی مکہ کہ یہ اس میں بیہودہ بکواس بکتے تھے۔ یا قرآن ہے جسے یہ مذاق میں اڑاتے تھے کبھی شاعری کہتے تھے کبھی کہانت وغیرہ۔ یا خود آنحضرت ﷺ ہیں کہ راتوں کو بیکار بیٹھے ہوئے اپنے گپ شپ میں حضور ﷺ کو کبھی شاعر کہتے' کبھی کاہن کہتے' کبھی جادوگر کہتے' کبھی جھوٹا کہتے' کبھی مجنون بتلاتے۔ حالانکہ حرم اللہ کا گھر ہے قرآن اللہ کا کلام ہے حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جنہیں اللہ نے اپنی مدد پہنچائی اور مکے پر قابض کیا۔ ان مشرکین کو وہاں سے ذلیل و پست کر کے نکالا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ یہ لوگ بیت اللہ کی وجہ سے فخر کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ اولیاء اللہ ہیں حالانکہ یہ خیال محض وہم تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مشرکین قریش بیت اللہ پر فخر کرتے تھے اپنے آپ کو اس کا مہتمم اور متولی بتلاتے تھے حالانکہ نہ اسے آباد کرتے تھے نہ اس کا صحیح ادب کرتے تھے۔ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے یہاں پر بہت کچھ لکھا ہے حاصل سب کا یہی ہے۔

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْـَٔـلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ڰ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾

الربع

[1] [سورۃ المزمل: آیت ۱۱-۱۳] [2] [سورۃ ص: آیت ۳]

کیا انہوں نے اس بات میں غور و فکر ہی نہیں کیا؟ یا ان کے پاس وہ آیا جو ان کے اگلے باپ دادوں کے پاس نہیں آیا تھا؟○ یا انہوں نے اپنے پیغمبر کو پہچانا نہیں کہ اس کے منکر ہو رہے ہیں؟○ یا کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ جبکہ وہ تو ان کے پاس حق لایا ہے ہاں ان میں کے اکثر حق سے چڑنے والے ہیں○ اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزیں درہم برہم ہو جائیں، حق تو یہ ہے کہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچا دی ہے لیکن اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں○ کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے؟ یاد رکھ کہ تیرے رب کی اجرت بہت ہی بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی رساں ہے○ یقیناً تو تو انہیں راہ راست کی طرف بلا رہا ہے○ بیشک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے مڑ جانے والے ہیں○ اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور ان کی تکلیفیں دور کر دیں تو یہ تو اپنی سرکشی میں جم کر اور بہکنے لگیں○

مشرکین کا قرآن کریم میں غور نہ کرنا: اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس فعل پر اظہار کر رہا ہے جو وہ قرآن کے نہ سمجھنے اور اس میں غور و فکر نہ کرنے میں کر رہے تھے اور اس سے منہ پھیر لیتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ رب العزت نے ان پر اپنی وہ پاک اور برتر کتاب نازل فرمائی تھی جو کسی نبی پر نہیں اتاری گئی، یہ سب سے اکمل، اشرف اور افضل کتاب ہے۔ ان کے باپ دادے جاہلیت میں مرے تھے جن کے ہاتھوں میں کوئی الہامی کتاب نہ تھی ان میں کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا۔ تو انہیں چاہئے تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی مانتے کتاب اللہ کی قدر کرتے اور دن رات اس پر عمل کرتے جیسے کہ ان میں کے سمجھ داروں نے کیا کہ وہ مسلمان متبع رسول ہو گئے۔ اور اپنے اعمال سے اللہ کو راضی رضا مند کر دیا۔ افسوس کفار نے عقلمندی سے کام نہ لیا۔ قرآن کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑ کر ہلاک ہو گئے۔ کیا یہ لوگ محمد ﷺ کو جانتے نہیں؟ کیا آپ کی صداقت، امانت، دیانت انہیں معلوم نہیں؟ آپ تو انہی میں پیدا ہوئے انہی میں پلے انہی میں بڑے ہوئے پھر کیا وجہ ہے کہ آج اسے جھوٹا کہنے لگے جسے اس سے پہلے سچا کہتے تھے؟ دو غلے ہو رہے تھے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شاہ حبش نجاشی رحمہ اللہ سے سر دربار یہی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین وحدہ لاشریک نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے جس کا نسب، جس کی صداقت، جس کی امانت ہمیں خوب معلوم تھی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ سے بوقت جنگ میدان میں یہی فرمایا تھا۔ ابوسفیان صخر بن حرب نے شاہ روم سے یہی فرمایا تھا کہ جب سر دربار اس نے ان سے اور ان کے ساتھیوں سے پوچھا تھا۔ حالانکہ اس وقت تک وہ مسلمان بھی نہیں تھے لیکن انہیں آپ کی صداقت، امانت، دیانت، سچائی اور نسب کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑا۔ [1] کہتے تھے کہ اسے جنون ہے یا اس نے قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے حالانکہ بات اس طرح نہیں۔ حقیقت صرف یہ ہے کہ ان کے دل ایمان سے خالی ہیں یہ قرآن پر نظریں نہیں ڈالتے اور جو زبان پر آتا ہے بک دیتے ہیں قرآن تو وہ کلام ہے جس کی مثل اور نظیر سے ساری دنیا عاجز آ گئی۔ باوجود سخت مخالفت کے اور باوجود پوری کوشش اور انتہائی مقابلے کے کسی سے نہ بن پڑا کہ اس جیسا قرآن خود بنا لیتا یا سب کی مدد لے کر اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاتا۔ یہ

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۷) صحیح مسلم: کتاب الجھاد: باب کتب النبی الی ھرقل (۱۷۷۳)]

تو سراسر حق ہے اور انہیں حق سے چڑ ہے پچھلا جملہ حال ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ خبر یہ مستانفہ ہو واللہ اعلم۔ مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ایک شخص سے فرمایا مسلمان ہو جا اس نے کہا اگر چہ مجھے یہ ناگوار ہو؟ آپ نے فرمایا اگر چہ ناگوار ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کو راستے میں ملا آپ نے اس سے فرمایا اسلام قبول کر اسے یہ برا محسوس ہوا۔ اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا دیکھو اگر تم کسی غیر آباد خطرناک غلط راستے پر چلے جا رہے ہو اور تمہیں ایک شخص ملے جس کے نام نسب سے، جس کی سچائی اور امانت داری سے تم بخوبی واقف ہو وہ تم سے کہے کہ اس راستے پر چلو جو وسیع آسان سیدھا اور صاف ہے بتاؤ تم اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلو گے یا نہیں؟ اس نے کہا ضرور۔ آپ نے فرمایا بس تم یقین مانو قسم اللہ کی تم اس دنیوی سخت دشوار گزار اور خطرناک راہ سے بھی زیادہ بری راہ پر ہو اور میں تمہیں سیدھی راہ کی دعوت دیتا ہوں میری مان لو۔ مذکور ہے کہ ایک اور ایسے ہی شخص سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا جب کہ اس نے دعوت اسلام کا برا منایا کہ بتا تو؟ اگر تیرے دو ساتھی ہوں ایک تو سچا امانت دار دوسرا جھوٹا خیانت پیشہ بتاؤ تم کس سے محبت کرو گے؟ اس نے کہا سچے امین سے۔ فرمایا اسی طرح تم لوگ اپنے رب کے نزدیک ہو۔ حق سے مراد بقول سدی رحمۃ اللہ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اگر انہی کی مرضی کے مطابق شریعت مقرر کرتے تو زمین و آسمان بگڑ جاتے جیسے اور آیت میں ہے کہ کافروں نے کہا ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے شخص کے اوپر یہ قرآن کیوں نہ اترا؟ (۱) اس کے جواب میں فرمان ہے کہ کیا اللہ کی رحمت کی تقسیم ان کے ہاتھوں میں ہے؟ اور آیت میں ہے کہ اگر رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک یہ ہوتے تو یہ اپنی بخیلی کی وجہ سے دنیا کو ترسا دیتے۔ (۲) اور آیت میں ہے کہ اگر انہیں ملک کے کسی حصہ کا مالک بنا دیا گیا ہوتا تو یہ تو کسی کو ایک کوڑی بھی نہ پرکھاتے۔ (۳) پس آیتوں میں جناب باری تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ انسانی دماغ مخلوق کے انتظام کی قابلیت میں نااہل ہے۔ یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ اس کی صفتیں، اس کے فرمان، اس کے افعال، اس کی شریعت، اس کی تقدیر، اس کی تدبیر تمام مخلوق سے حاوی ہے اور تمام مخلوق کی حاجت برآری اور ان کی مصلحت کے مطابق ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ پالنہار ہے۔ پھر فرمایا اس قرآن کو ان کی نصیحت کے لئے ہم لائے اور یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ تو تبلیغ قرآن پر ان سے کوئی اجرت نہیں مانگتا تیری نظریں اللہ پر ہیں وہی تجھے اس کا اجر دے گا۔ جیسے فرمایا جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ بھی تمہیں ہی دیا، میں تو اجر کا طالب صرف اللہ سے ہی ہوں۔ ایک آیت میں ہے حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ اعلان کر دو کہ نہ میں کوئی بدلہ چاہتا ہوں نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔ اور جگہ ہے کہہ دے کہ میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں چاہتا۔ صرف قرابت داری کی محبت کا خواہاں ہوں۔ (۱) سورۂ یاسین میں ہے کہ شہر کے دور کے کنارے سے جو شخص دوڑا ہوا آیا اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! نبیوں کی اطاعت کرو جو تم سے کسی اجر کے خواہاں نہیں۔ (۲) یہاں فرمایا وہی بہترین رزاق ہے۔ تو لوگوں کو صحیح راہ کی طرف بلا رہا ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ سوئے ہوئے تھے جو دو فرشتے آئے ایک آپ کے پاؤں میں بیٹھا دوسرا سر کی طرف۔ پہلے نے دوسرے سے کہا ان کی اور

دوسروں کی امت کی مثالیں بیان کرو اس نے کہا ان کی مثال ان مسافروں کے قافلے کی مثل ہے۔ جو ایک بیابان چٹیل میدان میں تھے ان کے پاس نہ توشہ تھا' نہ دانہ پانی' نہ آگے بڑھنے کی قوت' نہ پیچھے ہٹنے کی طاقت۔ حیران تھے کہ کیا ہوگا اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بھلا آدمی ایک شریف انسان عمدہ لباس پہنے ہوئے آرہا ہے اس نے آتے ہی ان کی گھبراہٹ اور پریشانی دیکھ کر ان سے کہا کہ اگر تم میرا کہا مانو اور میرے پیچھے چلو تو میں تمہیں پھلوں سے لدے ہوئے باغوں اور پانی سے بھرے ہوئے حوضوں پر پہنچا دوں۔ سب نے اس کی بات مان لی اور اس نے انہیں فی الواقع ہرے بھرے تر و تازہ باغوں اور جاری چشموں میں پہنچا دیا۔ یہاں ان لوگوں نے بے روک ٹوک کھایا پیا اور آسودہ حالی کی وجہ سے موٹے تازے ہو گئے۔ ایک دن اس نے کہا دیکھو میں تمہیں اس ہلاک و افلاس جگہ سے بچا کر یہاں لایا اور اس فارغ البالی میں پہنچایا۔ اب اگر تم میری مانو تو میں تمہیں اس سے بھی اعلیٰ باغات اور اس سے طیب جگہ اور اس سے بھی زیادہ لہردار نہروں کی طرف لے چلوں۔ اس پر ایک جماعت تو تیار ہو گئی اور انہوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن دوسری جماعت نے کہا ہمیں اور زیادہ کی ضرورت نہیں۔ پس یہیں رہ پڑے۔ [1]

ابو یعلی موصلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں تمہیں اپنی باہوں میں سمیٹ کر تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر جہنم سے روک رہا ہوں۔ لیکن تم پرنالوں اور برساتی کیڑوں کی طرح میرے ہاتھوں سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گر رہے ہو کیا تم یہ چاہتے ہو؟ کہ میں تمہیں چھوڑ دوں؟ سنو! میں تو حوض کوثر پر بھی تمہارا پیشوا اور میر سامان ہوں۔ وہاں تم اکا دکا اور گروہ گروہ بن کر میرے پاس آؤ گے۔ میں تمہیں تمہاری نشانیوں علامتوں اور ناموں سے پہچان لوں گا۔ جیسے کہ ایک نو وارد انجان آدمی اپنے اونٹوں کو دوسروں کے اونٹوں سے تمیز کر لیتا ہے۔ میرے دیکھتے ہوئے تم میں سے بعض کو بائیں طرف والے عذاب کے فرشتے پکڑ کر لے جانا چاہیں گے تو میں جناب باری تعالیٰ میں عرض کروں گا کہ اے اللہ! یہ میری قوم کے' میری امت کے لوگ ہیں۔ پس جواب دیا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالیں تھیں؟ یہ تو آپ کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل لوٹتے ہی رہے۔ میں انہیں بھی پہچان لوں گا جو قیامت کے دن اپنی گردن پر بکری لئے ہوئے آئے گا جو بکری چیخ رہی ہوگی وہ میرا نام لے کر آوازیں دے رہا ہوگا۔ لیکن میں اس سے صاف کہہ دوں گا کہ میں اللہ کے سامنے تجھے کچھ کام نہیں آ سکتا میں نے تو اللہ کی باتیں پہنچا دی تھیں۔ اسی طرح کوئی ہوگا جو اونٹ کو لئے ہوئے آئے گا جو بلبلا رہا ہوگا۔ ندا کرے گا کہ اے محمد (ﷺ) اے محمد (ﷺ)! میں کہہ دوں گا کہ میں اللہ کے ہاں تیرے لئے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں نے تو حق بات تمہیں پہنچا دی تھی۔ بعض آئیں گے جن کی گردن پر گھوڑا سوار ہوگا جو ہنہنا رہا ہوگا وہ بھی مجھے آواز دے گا اور میں یہی جواب دوں گا۔ بعض آئیں گے اور مشکیں لادے ہوئے پکاریں گے یا محمد (ﷺ) یا محمد (ﷺ)! میں کہوں گا تمہارے کسی معاملہ سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میں تو تم تک حق بات پہنچا چکا تھا۔ [2] امام علی بن

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱/۲۶۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۴۰۳)]

[2] [المطالب العالیه لابن حجر (۳۷۵/۵) مسند بزار (۹۰۰) مجمع الزوائد (۸۵/۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔]

مدنی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند ہے تو حسن لیکن اس کا ایک راوی حفص بن حمید مجہول ہے لیکن امام یحیٰ بن ابی معین نے اسے صالح کہا ہے اور نسائی اور ابن حبان نے بھی اسے ثقہ کہا ہے۔ آخرت کا یقین نہ رکھنے والے راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں۔ جب کوئی شخص سیدھی راہ سے ہٹ گیا تو عرب کہتے ہیں ((نَكَبَ فُلَانٌ عَنِ الطَّرِيْقِ)) ان کے کفر کی پختگی بیان ہو رہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سے سختی کو ہٹا دے انہیں قرآن سنا اور سمجھا بھی دے تو بھی یہ اپنے کفر و عناد سے، سرکشی اور تکبر سے باز نہ آئیں گے۔ جو کچھ نہیں ہوا وہ جب ہوگا تو کس طرح ہوگا اس کا علم اللہ کو ہے۔ اس لئے اور جگہ ارشاد فرما دیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان میں بھلائی دیکھتا تو ضرور انہیں اپنے احکام سنا تا اگر انہیں سنا تا بھی تو وہ منہ پھیرے ہوئے اس سے گھوم جاتے یہ تو جہنم کے سامنے کھڑے ہو کر ہی یقین کریں گے اور اس وقت کہیں گے کاش کہ ہم لوٹا دیئے جاتے اور رب کی باتوں کو نہ جھٹلاتے اور یقین مند ہو جاتے۔ اس سے پہلے جو چھپا تھا وہ اب کھل گیا۔ بات یہ ہے کہ اگر یہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو پھر سے منع کردہ کاموں کی طرف لوٹ آئیں گے۔ (۱) پس یہ وہ بات ہے جو ہوگی نہیں لیکن اگر ہو تو کیا ہو؟ اسے اللہ جانتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ((لَوْ)) سے جو جملہ قرآن کریم میں ہے وہ کبھی واقع ہونے والا نہیں۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ ع وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾

ہم نے انہیں عذاب میں بھی پکڑا تاہم یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی ○ یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو اسی وقت فوراً مایوس ہو گئے ○ وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے، مگر تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو ○ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کر کے زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے ○ یہ وہی ہے جو جلاتا اور مارتا ہے اور رات دن کے ردوبدل کا مختار بھی وہی ہے کیا تم کو سمجھ بوجھ نہیں؟ ○ بلکہ ان لوگوں نے بھی ویسی ہی بات کہی جو اگلے کہتے چلے آئے ○ کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے کیا پھر بھی ہم کھڑے کئے جانے والے ہیں؟ ○ ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے پہلے ہی سے یہ وعدہ ہوتا چلا آیا ہے کچھ نہیں یہ تو صرف اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں ○

سزا کے باوجود کفر نہ چھوٹا: فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں ان کی برائیوں کی وجہ سے سختیوں اور مصیبتوں میں بھی مبتلا

کیا لیکن تاہم نہ تو انہوں نے اپنا کفر چھوڑا نہ اللہ کی طرف جھکے بلکہ کفر وضلالت پر اڑے رہے۔ نہ ان کے دل نرم ہوئے نہ یہ سچے دل سے ہماری طرف متوجہ ہوئے نہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلَوْ لَا اِذْ جَآءَ هُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا﴾ [1] الخ، ہمارا عذاب دیکھ کر یہ ہماری طرف عاجزی سے کیوں نہ جھکے؟ بات یہ ہے ان کے دل سخت ہو گئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت میں اس قحط سالی کا ذکر ہے جو قریشیوں پر حضور ﷺ کے نہ ماننے کے صلے میں آئی تھی جس کی شکایت لے کر ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے اور آپ کو اللہ کی قسمیں دے کر رشتے داریوں کے واسطے دلا کر کہا تھا کہ ہم تو اب لید اور خون کھانے لگے ہیں۔ [2] (نسائی)

بخاری و مسلم میں ہے کہ قریش کی شرارتوں سے تنگ آ کر رسول اللہ ﷺ نے ان پر بددعا کی تھی کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں سات سال کی قحط سالی آئی تھی، ایسے ہی قحط سے اے اللہ تو ان پر میری مدد فرما۔ [3] ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ کو قید کر دیا گیا۔ وہاں ایک نوعمر شخص نے کہا میں آپ کو جی بہلانے کے لئے کچھ اشعار سناؤں؟ تو آپ نے فرمایا "اس وقت ہم عذاب اللہ میں ہیں اور قرآن نے ان کی شکایت کی ہے جو ایسے وقت بھی اللہ کی طرف نہ جھکیں"۔ پھر آپ نے تین روزے برابر رکھے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ یہ بیچ میں افطار کئے بغیر کے روزے کیسے؟ تو جواب دیا کہ ایک نئی چیز ادھر سے ہوئی یعنی قید، تو ایک نئی چیز ہم نے کی یعنی زیادتی عبادت۔ یہاں تک کہ حکم الٰہی آ پہنچا اچانک وقت آ گیا اور جس عذاب کا وہم وگمان بھی نہ تھا وہ آ پڑا تو تمام خیر سے مایوس ہو گئے آس ٹوٹ گئی اور حیرت زدہ ہو گئے۔ اللہ کی نعمتوں کو دیکھو، اس نے کان دیئے آنکھیں دیں، دل دیا، عقل فہم عطا فرمائی کہ غور وفکر کر سکو، اللہ کی وحدانیت کو اس کے اختیار کو سمجھ سکو۔ لیکن جیسے نعمتیں بڑھیں، شکر کم ہوئے۔ جیسے فرمان ہے تو گو حرص کر لیکن ان میں سے اکثر بے ایمان ہیں۔ (۴) پھر اپنی عظیم الشان سلطنت اور قدرت کا بیان فرما رہا ہے اس نے مخلوق کو پیدا کر کے وسیع زمین پر پھیلا دیا ہے پھر قیامت کے دن بکھرے ہوؤں کو سمیٹ کر اپنے پاس جمع کرے گا اب بھی اسی نے پیدا کیا ہے پھر بھی وہی جلائے گا، کوئی چھوٹا بڑا آگے پیچھے کا باقی نہ بچے گا۔ وہی بوسیدہ اور کھوکھلی ہڈیوں کا زندہ کرنے والا اور لوگوں کو مار ڈالنے والا ہے، اسی کے حکم سے دن چڑھتا ہے، رات آتی ہے۔ ایک ہی نظام کے مطابق ایک کے بعد ایک آتا جاتا ہے، نہ سورج چاند سے آگے نکلے، نہ رات دن پر سبقت کرے، کیا تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ اتنے بڑے نشانات دیکھ کر اپنے اللہ کو پہچان لو؟ اور اس کے غلبے اور اس کے علم کے قائل بن جاؤ بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے کافر ہوں یا گزشتہ زمانوں کے ان سب کے دل یکساں ہیں۔ زبانیں بھی ایک ہی ہیں وہی بکواس جو گزشتہ لوگوں کی تھی وہی ان کی ہے۔ کہ مر کر مٹی ہو جانے اور

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۴۳]

[2] [حسن: نسائی فی التفسیر (۳۷۲) مستدرك حاكم (۲/۳۹٤) صحیح ابن حبان (۹٦۷) طبرانی کبیر (۱۲۰۳۸)] امام حاکم اور امام ذہبی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاستسقاء (۱۰۰۷)، (۱۰۲۰)، (٤۷۷٤) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب الدخان (۲۷۹۷) مسنداحمد (۱/۳۸۰)]

صرف بوسیدہ ہڈیوں کی صورت حال میں باقی رہ جانے کے بعد بھی دوبارہ پیدا کیے جائیں یہ سمجھ سے باہر ہے ہم سے بھی یہی کہا گیا ہمارے باپ دادوں کو بھی اس سے دھمکایا گیا لیکن ہم نے تو کسی کو مر کر زندہ ہوتے نہیں دیکھا ہمارے خیال میں تو یہ صرف بکواس ہے۔ دوسری آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا کیا جب ہم بوشیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت بھی پھر زندہ کیے جائیں گے؟ جناب باری نے فرمایا جسے تم انہونی بات سمجھ رہے ہو وہ تو ایک آواز کے ساتھ ہو جائے گی اور ساری دنیا اپنی قبروں سے نکل کر ایک میدان میں ہمارے سامنے آ جائے گی۔ سورۂ یاسین میں بھی یہ اعتراض اور جواب ہے۔ کہ کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ ضدی جھگڑالو بن بیٹھا۔ اور اپنی پیدائش کو بھول بسر گیا اور ہم پر اعتراض کرتے ہوئے مثالیں دینے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون جلائے گا؟ اے نبی ﷺ تم انہیں جواب دو کہ انہیں نئے سرے سے وہ اللہ پیدا کرے گا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا اور جو ہر چیز کی پیدائش کا عالم ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾

پوچھ تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر جانتے ہو ○ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی، کہہ دے کہ پھر تم نصیحت کیوں حاصل نہیں کرتے؟ ○ دریافت کر کہ ساتوں آسمانوں کا اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟ ○ بلاتامل جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے، کہہ دے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ ○ پوچھ کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا اگر تم جانتے ہو تو بتلا دو ○ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے، کہہ دے کہ پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو؟ ○ حق یہ ہے کہ ہم نے انہیں حق پہنچا دیا ہے اور یہ بے شک جھوٹے ہیں ○

خالق ارض وسماء اور عبادت کا اکیلا مستحق صرف اللہ تعالیٰ: اللہ تعالیٰ جل وعلا اپنی وحدانیت، خالقیت، تصرف اور ملکیت کا ثبوت دیتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ معبود برحق صرف وہی ہے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرنی چاہئے۔ وہ واحد اور لاشریک ہے، پس اپنے محترم رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے دریافت فرمائیں تو وہ صاف لفظوں میں اللہ کے رب ہونے کا اقرار کریں گے اور اس میں کسی کو شریک نہیں بتائیں گے۔ آپ انہی کے جواب کو لے کر انہیں قائل کریں کہ جب خالق، مالک، صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں پھر معبود بھی تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کیوں کی جائے؟ واقعہ یہی ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو بھی مخلوق اور مملوک رب جانتے تھے لیکن انہیں مقربان رب سمجھ کر اس نیت سے ان کی عبادت کرتے تھے کہ وہ ہمیں بھی

مقرب بارگاہ اللہ بنادیں گے پس حکم ہوتا ہے کہ زمین اور زمین کی تمام چیزوں کا خالق مالک کون ہے؟ اس کی بابت ان مشرکوں سے سوال کرو۔ ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ واحد ولاشریک لہ ہے۔ اب تم پھر ان سے کہو کہ کیا اب بھی اس اقرار کے بعد تم اتنا نہیں سمجھتے کہ عبادت کے لائق بھی وہی ہے کیونکہ خالق ورزاق وہی ہے۔ پھر پوچھو کہ اس بلند وبالا آسمان کا' اس کی مخلوق کا خالق کون ہے؟ جو عرش جیسی زبردست چیز کا رب ہے؟ جو مخلوق کی چھت ہے جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''اللہ کی شان بہت بڑی ہے' اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے قبہ کی طرح بنا کر بتایا'' [1] (ابوداود) ایک اور حدیث میں ہے۔ ''ساتوں آسمان' زمین اور ان کی کل مخلوق کرسی کے مقابلے پر ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں کوئی حلقہ ہو اور کرسی اپنی تمام چیزوں سمیت عرش کے مقابلے میں بھی ایسی ہی ہے''۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ عرش کی ایک جانب سے دوسری جانب کی دوری پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ اور ساتویں زمین سے اس کی بلندی پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ عرش کا نام عرش اس کی بلندی کی وجہ سے ہی ہے۔ کعب احبار سے مروی ہے کہ آسمان عرش کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کوئی قندیل آسمان وزمین کے درمیان ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آسمان وزمین بمقابلہ عرش الٰہی ایسے ہیں جیسے کوئی چھلا کسی چٹیل وسیع میدان میں پڑا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عرش کی قدر وعظمت کا کوئی بھی سوائے اللہ کے صحیح اندازہ نہیں کرسکتا۔ بعض سلف کا قول ہے کہ عرش سرخ رنگ یاقوت کا ہے اس آیت میں عرش عظیم کہا گیا ہے اور اس سورت کے آخر میں عرش کریم کہا گیا ہے یعنی بہت بڑا اور بہت حسن وخوبی والا۔ پس لمبائی چوڑائی' وسعت وعظمت' حسن وخوبی میں وہ بہت ہی اعلیٰ وبالا ہے۔ اسی لئے لوگوں نے اسے یاقوت سرخ کہا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ تمہارے رب کے پاس رات دن کچھ نہیں اس کے عرش کا نور اس کے چہرے کے نور سے ہے۔ الغرض اس سوال کا جواب بھی وہ یہی دیں گے کہ آسمان اور عرش کا رب اللہ ہے۔ تو تم کہو کہ تم اس کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے؟ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کیوں کر رہے ہو۔

کتاب التفکر والاعتبار میں امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عموماً اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ ''جاہلیت کے زمانے میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی تھا' ایک مرتبہ اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ نے۔ کہا میرے والد کو کس نے پیدا کیا؟ کہا۔ اللہ نے۔ پوچھا مجھے کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے۔ بچے نے پوچھا اور ان آسمانوں کو؟ اس نے کہا اللہ نے۔ پوچھا اور زمین کو؟ اس نے جواب دیا اللہ نے۔ پوچھا اور ان پہاڑوں کو اماں کس نے بنایا ہے؟ ماں نے جواب دیا ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پوچھا اور ان ہماری بکریوں کا خالق کون ہے؟ ماں نے کہا اللہ ہی ہے۔ اس نے کہا سبحان اللہ۔ اللہ کی اتنی بڑی شان ہے؟ بس اس قدر

---

[1] [**ضعیف**: ابو داؤد: کتاب السنة : باب فی الجهمية (٤٧٢٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود ، المشكاة (٥٧٢٧)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

عظمت اس کے دل میں اللہ کی سما گئی کہ وہ تھر تھر کانپنے لگا اور پہاڑ سے گر پڑا اور جان اللہ کے سپرد کر دی۔ [۱]

اس کا ایک راوی ذرا ٹھیک نہیں' واللہ اعلم۔ دریافت کرو کہ تمام ملک کا مالک' ہر چیز کا مختار کون ہے؟ حضور ﷺ کی قسم عموماً ان لفظوں میں ہوتی تھی کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جب کوئی تاکیدی قسم کھاتے تو فرماتے اس کی قسم جو دلوں کا مالک اور ان کا پھیرنے والا ہے۔ [۲] پھر یہ بھی پوچھ کہ وہ کون ہے؟ جو سب کو پناہ دے اور اس کی دی ہوئی پناہ کو کوئی توڑ نہ سکے اور اس کے مقابلے پر کوئی پناہ دے نہ سکے' کسی کی پناہ کا وہ پابند نہیں۔ یعنی اتنا بڑا سید و مالک کہ تمام خلق' ملک' حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے بتاؤ وہ کون ہے؟ عرب میں دستور تھا کہ سردار قبیلہ اگر کسی کو پناہ دے دے تو سارا قبیلہ اس کا پابند ہے لیکن قبیلے میں سے کوئی کسی کو اپنی پناہ میں لے لے تو سردار پر اس کی پابندی نہیں۔ پس یہاں اللہ کی عظمت و سلطنت بیان ہو رہی ہے کہ وہ قادر مطلق ہے' حاکم کل ہے۔ اس کا ارادہ کوئی بدل نہیں سکتا۔ اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا۔ اس سے کوئی باز پرس کر نہیں سکتا۔ اس کی چاہت کے بغیر پتا ہل نہیں سکتا۔ وہ سب سے باز پرس کر لے لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اس سے کوئی سوال کر سکے۔ اس کی عظمت' اس کی کبریائی' اس کا غلبہ' اس کا دباؤ' اس کی قدرت' اس کی عزت' اس کی حکمت' اس کا عدل بے پایاں اور بے مثل ہے۔ سب مخلوق اس کے سامنے عاجز' پست اور لاچار ہے۔ رب ساری مخلوق کی باز پرس کرنے والا ہے۔ اس سوال کا جواب بھی ان کے پاس اس کے سوا کوئی اور نہیں کہ وہ اقرار کریں کہ اتنا بڑا بادشاہ ایسا خود مختار اللہ واحد ہی ہے۔ کہہ دے کہ پھر تم پر کیا ٹپکی پڑی ہے؟ کون سا جادو تم پر ہو گیا ہے؟ کہ باوجود اس اقرار کے پھر بھی دوسروں کی پرستش کرتے ہو؟ ہم تو ان کے سامنے حق واضح کر چکے' توحید ربوبیت کے ساتھ ساتھ توحید الوہیت بیان کر دی۔ صحیح دلیلیں اور صاف باتیں پہنچا دیں اور ان کا غلط ہونا ظاہر کر دیا کہ یہ شریک بنانے میں جھوٹے ہیں اور ان کا جھوٹ خود ان کے اقرار سے ظاہر و باہر ہے۔ جیسے کہ سورت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے کی کوئی سند نہیں۔ صرف باپ دادا کی تقلید پر ضد ہے۔ اور وہ یہی کہتے بھی تھے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی پر پایا اور ہم ان کی تقلید نہیں چھوڑیں گے۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ۙ۹۱ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۹۲ ع

ع ۵ ۱۵

نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لئے پھرتا اور ہر ایک

---

[۱] [ضعیف: ابن عدی فی الکامل (۱۷۸/۴)] اس کی سند میں عبداللہ بن جعفر راوی ضعیف ہے۔]

[۲] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب القدر: باب یحول بین المرء وقلبه (۶۶۱۷) و کتاب الایمان والنذور: باب کیف کانت یمین النبی (۶۶۲۸) نسائی: کتاب الایمان والنذور (۳۷۹۲) ترمذی: کتاب الایمان والنذور: باب ما جآء کیف کان یمین النبی (۱۵۴۰) مسند احمد (۲/۲۵)]

دوسرے پر بلند ہونا چاہتا' جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں ان سے اللہ نرالا ہے ○ وہ غائب حاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بالاتر ○

اللہ اولاد اور شرکاء سے بے نیاز: اللہ تعالیٰ اس سے اپنی برتری بیان فرما رہا ہے کہ اس کی اولاد ہو یا اس کا شریک ہو۔ ملک میں' تصرف میں' عبادت کا مستحق ہونے میں' وہ یکتا' اور نہ اسکی اولاد ہے' نہ اس کا شریک ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ کئی ایک اللہ ہیں تو ہر ایک اپنی مخلوق کا مستقل مالک ہونا چاہئے تو موجودات میں نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ حالانکہ کائنات کا انتظام مکمل ہے' عالم علوی اور اور عالم سفلی' آسمان وزمین وغیرہ کمال ربط کے ساتھ اپنے اپنے مقررہ کام میں مشغول ہیں۔ دستور سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ ان سب کا مالک اللہ ایک ہی ہے نہ کہ متفرق کئی ایک۔ اور بہت سے الٰہ مان لینے کی صورت میں یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ ہر ایک دوسرے کو پست و مغلوب کرنا اور خود غالب اور طاقتور ہونا چاہے گا۔ اگر غالب آ گیا تو مغلوب الٰہ نہ رہا اگر غالب نہ آیا تو وہ خود اللہ نہیں۔ پس یہ دونوں دلیلیں بتا رہی ہیں کہ اللہ ایک ہی ہے۔ متکلمین کے طور پر اس دلیل کو دلیل تمانع کہتے ہیں۔ ان کی تقریر یہ ہے کہ اگر دو اللہ مانے جائیں یا اس سے زیادہ پھر ایک تو ایک جسم کی حرکت کا ارادہ کر لے اور دوسرا اس کے سکون کا ارادہ کرے اب اگر دونوں کی مراد حاصل نہ ہو تو دونوں ہی عاجز ٹھہرے اور جب عاجز ٹھہرے تو اللہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ واجب عاجز نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ دونوں کی مراد پوری ہو کیونکہ ایک کے خلاف دوسرے کی چاہت ہے۔ تو دونوں کی مراد کا حاصل ہونا محال ہے۔ اور یہ محال لازم ہوا ہے یا اس وجہ سے کہ دو یا دو سے زیادہ اللہ فرض کئے گئے تھے۔ پس یہ تعدد میں باطل ہو گیا۔ اب رہی تیسری صورت یعنی یہ کہ ایک کی چاہت پوری ہو اور ایک کی نہ ہو تو جس کی پوری ہوئی وہ تو غالب اور واجب رہا اور جس کی پوری نہ ہوئی وہ مغلوب اور ممکن ہوا۔ کیونکہ واجب کی صفت یہ نہیں کہ وہ مغلوب ہو تو اس صورت میں بھی معبودوں کی کثرت تعداد باطل ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ ایک ہے وہ ظالم' سرکش' حد سے گزر جانے والے مشرک جو اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں اور اس کے شریک بتاتے ہیں' ان کے ان بیان کردہ اوصاف سے ذات الٰہی بلند و بالا اور برتر اور منزہ ہے۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو مخلوق سے پوشیدہ ہے۔ اور اسے بھی جو مخلوق پر عیاں ہے۔ پس وہ ان تمام شرکاء سے پاک ہے' جسے منکر اور مشرک شریک الٰہ بتاتے ہیں۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾

تو دعا کیا کر کہ اے میرے پروردگار! اگر تو مجھے وہ دکھائے جس کا وعدہ انہیں دیا جا رہا ہے ○ تو اے رب تو مجھے ان ظالموں

کے گروہ میں نہ کرنا○ ہم جو کچھ وعدے انہیں دے رہے ہیں سب کو تجھے دکھا دینے پر یقیناً قادر ہیں○ برائی کو اس طریقے سے دور کر جو سراسر بھلائی والا ہو، جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں ہم بخوبی واقف ہیں○ اور دعا کر کہ اے میرے پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں○ اور اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ جائیں○

ظالموں پر عذاب کے وقت پناہ کی دعا: سختیوں کے اترنے کے وقت کی دعا تعلیم ہو رہی ہے کہ اگر تو ان بدکاروں پر عذاب لائے اور میں ان میں موجود ہوں۔ تو مجھے ان عذابوں سے بچا لینا۔ مسند احمد اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی دعاؤں میں یہ جملہ بھی ہوتا تھا کہ اے اللہ! جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کر، تو مجھے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے اٹھا لے۔ [1] اللہ تعالیٰ اس تعلیم دینے کے بعد فرماتا ہے کہ ہم ان عذابوں کو تجھے دکھا دینے پر قادر ہیں۔ جو ان کفار پر ہماری جانب سے اترنے والے ہیں۔ پھر وہ بات سکھائی جاتی ہے جو تمام مشکلوں کی دوا، اور دفع کرنے والی ہے اور وہ یہ کہ برائی کرنے والے سے بھلائی کی جائے۔ تا کہ اس کی عداوت محبت اور نفرت الفت سے بدل جائے۔ جیسے ایک اور آیت میں بھی ہے کہ بھلائی سے دفع کر تو جانی دشمن، دلی دوست بن جائے گا۔ لیکن یہ کام انہیں سے ہو سکتا ہے جو صبر کرنے والے ہوں۔ یعنی اس حکم کی تعمیل اور اس صفت کی تحصیل صرف ان لوگوں سے ہو سکتی ہے جو لوگوں کی تکلیف کو برداشت کر لینے کے عادی ہو جائیں۔ اور گو وہ برائی کریں لیکن یہ بھلائی کرتے جائیں۔ یہ وصف انہی لوگوں کا ہے جو بڑے نصیب دار ہوں۔ دنیا اور آخرت کی بھلائی جن کی قسمت میں ہو۔

شیطان سے بچاؤ کی دعائیں: انسان کی برائی سے بچنے کی بہترین ترکیب بتا کر پھر شیطان کی برائی سے بچنے کی ترکیب بتائی جاتی ہے کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں شیطان سے بچا لے۔ اس لئے کہ اس کے فن فریب سے بچنے کا ہتھیار تمہارے پاس سوائے اس کے اور نہیں۔ وہ سلوک واحسان سے بس میں نہیں آنے کے۔ استعاذہ کے بیان میں ہم لکھ آئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ﴾ پڑھا کرتے تھے۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان میرے کسی کام میں حائل ہو اور وہ میرے پاس پہنچ جائے۔ پس ہر ایک کام کے شروع میں اللہ کا ذکر شیطان کی شمولیت کو روک دیتا ہے۔ کھانا پینا، جماع ذبح وغیرہ کل کاموں کے شروع کرنے سے پہلے اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَدَمِ وَمِنَ الْغَرَقِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ﴾ [2] اے اللہ! میں تجھ سے بڑے بڑھاپے سے اور ڈوب کر مر جانے سے پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی کہ موت کے وقت شیطان مجھ کو بہکاوے۔ مسند احمد میں ہے

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۵/۲۴۳) ترمذی: کتاب تفسیر القران: باب ومن سورة ص (۳۲۳۵)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، مختصر العلو (۱۱۹)] شیخ عبد الرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الصلاة: باب فی الاستعاذه (۱۵۵۲) نسائی: کتاب الاستعاذه: باب الاستعاذه من التردی والهدم (۵۵۳۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ ایک دعا سکھاتے تھے کہ نیند اچاٹ ہو جانے کے مرض کو دور کرنے کے لئے ہم سوتے وقت پڑھا کریں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا دستور تھا کہ اپنی اولاد میں سے جو ہوشیار ہوتے انہیں یہ دعا سکھا دیا کرتے اور جو چھوٹے ناسمجھ ہوتے یاد نہ کر سکتے ان کے گلے میں اس دعا کو لکھ کر لٹکا دیتے۔ [1] ابوداؤد' ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتاتے ہیں۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ
كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے ○ کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کر لوں ہرگز ایسا نہیں ہونے کا' یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے' ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے انکے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک ○

موت کے بعد کفار کی حسرت و آرزو: بیان ہو رہا ہے کہ موت کے وقت کفار اور بدترین گنہگار سخت نادم ہوتے ہیں اور حسرت و افسوس کے ساتھ آرزو کرتے ہیں کہ کاش کہ ہم دنیا کی طرف لوٹائے جائیں۔ تاکہ ہم نیک اعمال کر لیں۔ لیکن اس وقت یہ امید فضول' یہ آرزو لاحاصل ہے۔ چنانچہ سورۂ منافقون میں فرمایا جو ہم نے دیا ہے ہماری راہ میں دیتے رہو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اس وقت وہ کہے کہ اے اللہ! ذرا سی مہلت دے دے تو میں صدقہ خیرات کر لوں اور نیک بندہ بن جاؤں لیکن اجل آ چکنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی' تمہارے تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ خبردار ہے۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں مثلاً ﴿يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ﴾ [2] سے ﴿مِنْ زَوَالٍ﴾ تک اور ﴿يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ﴾ سے ﴿نَعْمَلُ﴾ [3] تک اور ﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ سے ﴿مُوْقِنُوْنَ﴾ [4] تک اور ﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا﴾ سے ﴿لَكٰذِبُوْنَ﴾ [5] تک اور ﴿وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ سے ﴿مِنْ سَبِيْلٍ﴾ [6] تک اور آیت ﴿قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا﴾ [7] اور اس کے بعد کی آیت ﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا﴾ [8] الخ' وغیرہ۔ ان آیتوں میں بیان ہوا ہے کہ ایسے بدکار لوگ موت دیکھ کر

---

[1] [حسن دون الجملة : ابو داؤد : کتاب الطب : باب کیف الرقی (۳۸۹۳) ترمذی : کتاب الدعوات (۳۵۲۸)] شیخ البانی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس جملہ ﴿ وکان عبد الله الخ﴾ کے علاوہ حسن ہے۔ [صحیح ابوداود]

[2] [ابراهيم : ٤٤]

[3] [الاعراف : ٥٣]

[4] [السجده : ١٢]

[5] [الانعام : ٢٧_٢٨]

[6] [الشورى : ٤٤]

[7] [المؤمن : ١١]

[8] [فاطر : ٣٧]

قیامت کے دن اللہ کے سامنے کی پیشی کے وقت جہنم کے سامنے کھڑے ہوکر دنیا میں واپسی آنے کی تمنا کریں گے اور نیک اعمال کرنے کا وعدہ کریں گے۔ لیکن ان وقتوں میں ان کی طلب پوری نہ ہوگی۔ یہ تو وہ کلمہ ہے جو بہ مجبوری ایسے آڑے وقتوں میں ان کی زبان سے نکل ہی جاتا ہے اور یہ بھی کہ یہ کہتے ہیں مگر کرنے کے نہیں۔ اگر دنیا میں واپس لوٹائے جائیں تو عمل صالح کر کے نہیں دینے کے۔ بلکہ ویسے ہی رہیں گے جیسے پہلے رہے تھے۔ یہ تو جھوٹے اور لپاڑیئے ہیں۔ کتنا مبارک وہ شخص ہے جو اس زندگی میں نیک عمل کر لے۔ اور کیسے بدنصیب یہ لوگ ہیں کہ آج نہ انہیں مال واولاد کی تمنا ہے۔ نہ دنیا اور زینت کی خواہش ہے صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ دوروز کی زندگی اور ہو جائے تو کچھ نیک اعمال کرلیں لیکن تمنا بیکار، آرزو بے سود۔ یہ بھی مروی ہے کہ ان کی تمنا پر انہیں اللہ ڈانٹ دے گا اور فرمادے گا کہ یہ بھی تمہاری بات ہے عمل اب بھی نہیں کرو گے۔ حضرت علاء بن زیاد رحمہ اللہ کیا ہی عمدہ بات فرماتے ہیں۔ تم یوں سمجھ لو کہ میری موت آ چکی تھی، لیکن میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے چندروز کی مہلت دے دی جائے تاکہ میں نیکیاں کرلوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کافر کی اس امید کو یاد رکھو اور خود زندگی کی گھڑیاں اطاعت اللہ میں بسر کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کافر اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اپنا جہنم کا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب مجھے لوٹا دے میں توبہ کرلوں گا اور نیک اعمال کرتا رہوں گا جواب ملتا ہے کہ جتنی عمر تجھے دی گئی تھی تو ختم کر چکا پھر اس کی قبر اس پر سمٹ جاتی ہے اور تنگ ہو جاتی ہے اور سانپ بچھو چمٹ جاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں گنہگار پر ان کی قبریں بڑی مصیبت کی جگہیں ہوتی ہیں۔ ان کی قبروں میں انہیں کالے ناگ ڈستے رہتے ہیں۔ جن میں سے ایک بہت بڑا اس کے سرہانے ہوتا ہے اور ایک اتنا ہی بڑا پاؤں کی طرف ہوتا ہے وہ سر کی طرف سے ڈسنا اور اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے یہ پیروں کی طرف سے کاٹنا اور اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے یہاں تک کہ بیچ کی جگہ آ کر دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں پس یہ ہے وہ دوزخ جہاں یہ قیامت تک رہیں گے۔ ﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ﴾ کے معنی کئے گئے ہیں کہ ان کے آگے برزخ ایک حجاب اور آڑ ہے دنیا اور آخرت کے درمیان۔ وہ نہ تو صحیح طور پر دنیا میں ہیں کہ کھائیں پئیں نہ آخرت میں ہیں کہ اعمال کے پورے بدلے میں آ جائیں۔ بلکہ بیچ ہی بیچ میں ہیں۔ پس اس آیت میں ظالموں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ انہیں عالم برزخ میں بھی بڑے بھاری عذاب ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ﴾ [1] ان کے آگے جہنم ہے اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾ [2] ان کے آگے بہت سخت عذاب ہے برزخ کا۔ قبر کا یہ عذاب ان پر قیامت کے قائم ہونے تک برابر جاری رہے گا۔ جیسے حدیث میں ہے کہ وہ اس میں برابر عذاب میں رہے گا یعنی زمین میں۔ [3]

---

[1] [سورة الجاثیه : آیت ۱۰]

[2] [سورة ابراهیم : آیت ۱۷]

[3] [صحيح : ترمذی : كتاب الجنائز : باب ما جآء في عذاب القبر (۱۰۷۱)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذی ، السلسلة الصحيحه (۱۳۹۱)]

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

پس جب کہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ گچھ ○ جن کے ترازو کا پلہ بھاری ہوگیا وہ تو نجات والے ہوگئے ○ اور جن کے ترازو کا پلہ ہلکا ہوگیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کرلیا جو ہمیشہ کے لئے جہنم واصل ہوئے ○ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے ○

پھر جب صور میں پھونکا جائے گا: جب جی اٹھنے کا صور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں گے' اس دن نہ تو رشتے ناتے باقی رہیں گے۔ نہ کوئی کسی سے پوچھے گا' نہ باپ کو اولاد پر شفقت ہوگی' نہ اولاد باپ کا غم کھائے گی۔ عجب آپا دھاپی ہوگی۔ جیسے فرمان ہے کہ ''کوئی دوست کسی دوست سے ایک دوسرے کو دیکھنے کے باوجود کچھ نہ پوچھے گا۔ صاف دیکھے گا کہ قریبی شخص ہے مصیبت میں ہے' گناہوں کے بوجھ سے دب رہا ہے لیکن اس کی طرف التفات تک نہ کرے گا' نہ کچھ پوچھے گا بلکہ آنکھ پھیر لے گا''۔ (۴) جیسے خود قرآن میں ہے کہ ''اس دن آدمی اپنے بھائی سے' اپنی ماں سے' اپنے باپ سے' اپنی بیوی سے اور اپنے بچوں سے بھاگتا پھرے گا'' (۵) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا' پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ جس کسی کا کوئی حق کسی دوسرے کے ذمے ہو وہ آئے اور اس سے اپنا حق لے جائے۔ تو اگرچہ کسی کا حق اپنے باپ کے ذمے یا اپنی اولاد کے ذمے ہو وہ بھی خوش ہوتا ہوا اور دوڑتا ہوا آئے گا اور اپنے حق کے تقاضے شروع کرے گا''۔ جیسے آیت میں ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے' جو چیز اسے ناخوش کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے۔ قیامت کے روز سب رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے لیکن میرا نسب' میرا سبب' میری رشتے داری نہ ٹوٹے گی'' [۱] اس حدیث کی اصل بخاری مسلم میں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے' اسے ناراض کرنے والی اور اسے ستانے والی چیزیں مجھے ناراض کرنے والی اور مجھے تکلیف پہنچانے والی ہیں'' [۲] مسند احمد میں ہے رسول

---

[۱] [صحیح : مسند احمد (۴/۳۲۳) مجمع الزوائد (۹/۲۰۳)]

[۲] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل الصحابة : باب مناقب قرابة رسول الله (۳۷۱۴) وحدیث (۳۷۶۷) و کتاب النکاح (۵۲۳۰) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب فضائل فاطمة (۲۴۴۹) ترمذی : کتاب المناقب : باب ما جآء فی فضل فاطمة (۳۸۶۷) ابن ماجه : کتاب النکاح : باب الغیرة (۱۹۹۸) ابو داؤد : کتاب النکاح : باب ما یکره ان یجمع بینهن من النسآء (۲۰۷۱) مسند احمد (۴/۳۲۸)]

اللہ ﷺ نے منبر پر فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رشتہ بھی آپ کی قوم کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ واللہ! میرا رشتہ دنیا میں اور آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اے لوگو! میں تمہارا میر سامان ہوں، جب تم آؤ گے ایک شخص کہے گا کہ یارسول اللہ ﷺ میں فلاں بن فلاں ہوں، میں جواب دوں گا کہ ہاں نسب تو میں نے پہچان لیا لیکن تم لوگوں نے میرے بعد بدعتیں ایجاد کی تھیں اور ایڑیوں کے بل مرتد ہو گئے تھے۔ [1] مسند امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں ہم نے کئی سندوں سے یہ روایت وارد کی ہے کہ جب آپ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو فرمایا کرتے تھے واللہ! مجھے اس نکاح سے صرف یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہر سبب ونسب قیامت کے دن کٹ جائے گا مگر میرا نسب اور سبب۔ [2]

یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے ان کا مہر از روئے تعظیم و بزرگی چالیس ہزار مقرر کیا تھا۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کل رشتے ناتے اور سسرالی تعلقات بجز میرے ایسے تعلقات کہ قیامت کے دن کٹ جائیں گے۔ [3] ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جہاں میرا نکاح ہوا ہے اور جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ رہیں تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ [4] جس کی ایک نیکی بھی گناہوں سے بڑھ گئی وہ کامیاب ہو گیا۔ جہنم سے آزاد اور جنت میں داخل ہو گیا اپنی مراد کو پہنچ گیا اور جس سے ڈرتا تھا اس سے بچ گیا۔ اور جن کی برائیاں بھلائیوں سے بڑھ گئیں، وہ ہلاک ہوئے، نقصان میں آ گئے، حضور ﷺ فرماتے ہیں، قیامت کے دن ترازو پر ایک فرشتہ مقرر ہو گا جو ہر انسان کو لا کر ترازو کے پاس بیچوں بیچ کھڑا کرے گا، پھر نیکی تولی جائے گی۔ اگر نیکی بڑھ گئی تو یہ آواز بلند کرے گا کہ فلاں بن فلاں نجات پا گیا اب اسکے بعد ہلاکت اس کے پاس بھی نہیں آئے گی اور اگر بدی بڑھ گئی تو ندا کرے گا اور سب کو سنا کر کہے گا کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہلاک ہوا۔ اب وہ بھلائی سے محروم ہو گیا۔ [5] اس کی سند ضعیف ہے۔ داؤد بن محبر راوی ضعیف ومتروک ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

دوزخ کی آگ ان کے منہ جھلس دے گی، چہروں کو جلا دے گی۔ کمر کو سلگا دے گی یہ بے بس ہوں گے، آگ کو ہٹا نہ سکیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں، ''پہلے ہی شعلے کی لپٹ ان کا سارا گوشت پوست ہڈیوں سے الگ

---

[1] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۳/۱۸) مجمع الزوائد (۱۰/۳۶٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۱۱۳۸)]

[2] [مسند عمر بن الخطاب لابن كثير (۱/۳۸۹) مستدرك حاكم (۳/۱٤۲)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے حسن بن سہیل کے اور وہ ثقہ ہے۔[مجمع الزوائد (۹/۱۷۳)]

[3] [صحیح بالشواهد : طبرانی کبیر (۳/٤۵) مسند بزار (۲٤٤۵) بیهقی فی السنن الکبری (۷/٦٤) المختاره للمقدسی (۲۸۱) تاریخ دمشق (۱۹/۱۱۹) طبرانی اوسط (۳۹٦۳)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحيحة (۲۳٦)]

[4] [ضعیف : تاریخ دمشق (۱۹/۱۱۹) طبرانی اوسط (۳۹٦۱)] حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ اس کی سند کمزور ہے۔[فتح الباری (۷/۸۵)] اس کی سند میں عمار بن سیف راوی ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف : ابو نعیم فی الحلیة كما فی تخریج الاحیاء (٤۰۹۸)]

کر کے ان کے قدموں میں ڈال دے گی' وہ وہاں بدشکل ہوں گے' دانت نکلے ہوئے ہوں گے' ہونٹ اوپر چڑھا ہوا اور نیچے گرا ہوا ہوگا۔ اوپر کا ہونٹ تو تالو تک پہنچا ہوا ہوگا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک آ جائے گا''۔ (۱)

أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿١٠٧﴾

کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے ○ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی واقعی ہم تھے ہی گمراہ ○ اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا ہی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں ○

سب کچھ جاننے کے باوجود گمراہی: کافروں کو ان کے کفر اور گناہوں پر اور ایمان نہ لانے پر قیامت کے دن جو ڈانٹ ڈپٹ ہوگی' اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ''میں نے تمہاری طرف رسول بھیجے تھے' تم پر کتابیں نازل فرمائی تھیں' تمہارے شک زائل کر دیئے تھے' تمہاری کوئی حجت باقی نہ رکھی تھی'' جیسے فرمان ہے کہ ''تاکہ لوگوں کا عذر رسولوں کے آنے کے بعد باقی نہ رہے''۔ (۲) اور فرمایا ''ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں' عذاب نہیں کرتے''۔ (۳) ایک اور آیت میں ہے ''جب جہنم میں کوئی جماعت جائے گی' اس سے وہاں کے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے آگاہ کرنے والے آئے نہ تھے''؟ اس وقت یہ حرماں نصیب لوگ اقرار کریں گے کہ ''بیشک تیری حجت پوری ہوگئی تھی لیکن ہم اپنی بدقسمتی اور سخت دلی کے باعث درست نہ ہوئے۔ اپنی گمراہی پر اڑ گئے اور راہ راست پر نہ چلے۔ اللہ اب تو ہمیں پھر دنیا کی طرف بھیج دے اگر اب ایسا کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں اور مستحق سزا ہیں''۔ (۴) جیسے فرمان ہے ﴿فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ﴾ (۵) ہمیں اپنی تقصیروں کا اقرار ہے' کیا اب کسی طرح بھی چھٹکارے کی راہ مل سکتی ہے؟ لیکن جواب دیا جائے گا کہ اب سب راہیں بند ہیں۔ دار عمل فنا ہو گیا' اب دار جزا ہے۔ توحید کے وقت شرک کیا' اب پچھتانے سے کیا حاصل؟

قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٠٨﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ﴿١١٠﴾ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿١١١﴾

---

(۱) [ضعیف : مسند احمد (۳/۸۸) ترمذی : کتاب صفة جهنم : باب ما جاء فی صفة طعام اهل النار (۲۵۸۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۱۸۳۶)]

(۲) [سورة النساء : آیت ۱۶۵] (۳) [سورة بنی اسرائیل : آیت ۱۵]

(۴) [سورة الملك : آیت ۸۔۱۱] (۵) [سورة غافر : آیت ۱۱۔۱۲]

اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو○ میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو برابر کہتی رہی کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لا چکے ہیں تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے○ لیکن تم انہیں مذاق میں ہی اڑاتے رہے یہاں تک کہ ان کے پیچھے تم میری یاد بھلا بیٹھے اور تم ان سے مخول ہی کرتے رہے○ میں نے آج انہیں ان کے اس صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ وہ خاطر خواہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں○

جہنم سے نکلنے کی آرزو: کافر جب بھی جہنم سے نکلنے کی آرزو کریں گے تو انہیں جواب ملے گا کہ اب تو تم اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو گے۔ خبردار! اب یہ سوال مجھ سے نہ کرنا۔ آہ! یہ کلام رحمٰن ہوگا جو دوزخیوں کو ہر خیر سے مایوس کر دے گا۔ اللہ ہمیں بچائے۔ اے رحمتوں والے اللہ ہمیں اپنے رحم کے دامن میں چھپا لے اور اپنی ڈانٹ ڈپٹ اور غصے سے بچالے' (آمین) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ" جہنمی پہلے تو داروغہ جہنم کو بلائیں گے' چالیس سال تک پکارتے رہیں گے لیکن کوئی جواب نہ پائیں گے' چالیس برس کے بعد جواب ملے گا کہ تم یہیں پڑے رہو۔ ان کی پکار کی نہ تو کوئی وقعت داروغہ جہنم کے پاس ہوگی نہ اللہ جل وعلا کے پاس۔ پھر براہ راست اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ اے اللہ! اب تو ہمیں یہاں سے نجات دے۔ اگر اب بھی ہم یہی برے کام کریں تو جو چاہے سزا کرنا۔ اس کا جواب انہیں دنیا کی دگنی عمر تک نہ دیا جائے گا۔ پھر فرمایا جائے گا کہ رحمت سے دور ہو کر ذلیل وخوار ہو کر اسی دوزخ میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ اب یہ مایوس ہو جائیں گے اور گدھوں کی طرح چلاتے اور شور مچاتے جلتے بھنتے رہیں گے۔ اس وقت ان کے چہرے بدل جائیں گے صورتیں مسخ ہو جائیں گی' یہاں تک کہ بعض مومن شفاعت کی اجازت لے کر آئیں گے لیکن یہاں کسی کو نہیں پہچانیں گے۔ جہنمی انہیں دیکھ کر کہیں گے کہ میں فلاں ہوں لیکن یہ جواب دیں گے کہ غلط ہے ہم تمہیں نہیں پہچانتے۔ اب دوزخی لوگ اللہ کو پکاریں گے وہ جواب پائیں گے جو اوپر مذکور ہوا پھر دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور یہ وہیں سڑتے رہیں گے۔ انہیں شرمندہ اور پشیمان کرنے کے لئے ان کا ایک زبردست گناہ پیش کیا جائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے بندوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کی دعاؤں پر دل لگی کرتے تھے۔ وہ مومن اپنے رب سے بخشش ورحمت طلب کرتے تھے' اسے ارحم الراحمین کہہ کر پکارتے تھے۔ لیکن یہ اسے ہنسی میں اڑاتے تھے اور ان کی عبادتوں اور دعاؤں پر ہنستے تھے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ﴾ [1] الخ' یعنی گنہگار ایمانداروں سے ہنستے تھے اور انہیں مذاق اڑاتے تھے۔ اب ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اپنے ایماندار' صبر گزاروں کو بدلہ دے دیا ہے وہ سعادت' سلامت' نجات' فلاح پا چکے ہیں اور پورے کامیاب ہو چکے ہیں۔

قٰلَ کَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ

---

[1] [سورۃ المطففین: آیت ۲۹]

عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾

اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ تم زمین میں بہ اعتبار برسوں کی گنتی کے کس قدر رہے؟ ○ وہ کہیں گے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم، گنتی گننے والوں سے بھی پوچھ لیجئے ○ اللہ تعالیٰ فرمائے گا فی الواقع تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو، اے کاش تم اسے پہلے سے ہی جان لیتے؟ ○ کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے؟ ○ اللہ سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے، اسکے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بزرگ عرش کا مالک ہے ○

تھوڑی سی زندگی اور گناہوں کے انبار: بیان ہو رہا ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی عمر میں یہ بدکاریوں میں مشغول ہو گئے اگر نیکوکار رہتے تو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ ان نیکیوں کا بڑا اجر پاتے۔ آج ان سے سوال ہوا کہ تم دنیا میں کس قدر رہے؟ جواب دیں گے کہ بہت ہی کم ایک دن یا اس سے بھی کم۔ حساب داں لوگوں سے دریافت کر لیا جائے۔ جواب ملے گا کہ اتنی مدت ہو یا زیادہ لیکن واقع میں وہ آخرت کی مدت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اگر تم اسی کو جانتے ہوتے تو اس فانی کو اس جاودانی پر ترجیح نہ دیتے۔ اور برائی کر کے اس تھوڑی سی مدت میں اس قدر اللہ کو ناراض نہ کر دیتے۔ وہ ذرا سا وقت اگر صبر وضبط سے اطاعت الٰہی میں بسر کر دیتے تو آج راج تھا۔ خوشی ہی خوشی تھی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنتی اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے تو جناب باری عزوجل مومنوں سے پوچھے گا کہ تم دنیا میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے یہی کوئی ایک آدھ دن۔ اللہ فرمائے گا پھر تو تم بہت ہی اچھے رہے کہ اتنی سی دیر کی نیکیوں کا یہ بدلہ پایا کہ میری رحمت، رضامندی اور جنت، حاصل کر لی۔ جہاں ہیشگی ہے۔ پھر جہنمیوں سے یہی سوال ہو گا وہ بھی اتنی ہی مدت بتائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہاری تجارت بڑی گھاٹے والی ہوئی کہ اتنی سی مدت میں تم نے میری ناراضگی، غصہ اور جہنم خرید لیا جہاں تم ہمیشہ پڑے رہو گے۔ ''کیا تم لوگ یہ سمجھے ہوئے ہو کہ تم بیکار، بے قصد وارادہ پیدا کئے گئے ہو؟ کوئی حکمت تمہاری پیدائش میں نہیں؟ محض کھیل کے طور پر تمہیں پیدا کر دیا گیا ہے؟ کہ مثل جانوروں کے تم اچھلتے کودتے پھرو؟۔ تو اب عذاب کے مستحق نہ ہوؤ؟ یہ گمان غلط ہے تم عبادت کے لئے اللہ کے حکموں کی بجا آوری کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ تم یہ خیال کر کے بے فکر ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہی نہیں؟ یہ بھی غلط خیال ہے۔ جیسے فرمایا ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ [1] کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مہمل چھوڑ دیئے جائیں گے؟ اللہ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ کوئی عبث کام کرے، بیکار بنائے، بگاڑے، وہ سچا بادشاہ اس سے پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عرش عظیم کا مالک ہے جو تمام مخلوق پر مثل چھت چھایا ہوا ہے۔ وہ بہت بھلا اور عمدہ ہے۔

خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو! تم بیکار اور عبث پیدا نہیں کئے گئے اور تم مہمل چھوڑ نہیں دیئے گئے۔ یاد رکھو وعدے کا ایک دن ہے

[1] [سورة القيامة: آيت ٣٦]

جس میں خود اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کے لئے نازل ہوگا۔ وہ نقصان میں پڑا اس نے خسارہ اٹھایا وہ بد نصیب اور بد بخت ہوگیا' وہ محروم اور خالی ہاتھ رہا' جو اللہ کی رحمت سے دور ہوگیا اور جنت سے روک دیا گیا' جس کی چوڑائی مثل زمینوں اور آسمانوں کے ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں رہا کہ کل قیامت کے دن عذاب الٰہی سے وہ بچ جائے گا' جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے' اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کیلئے بے تکان خرچ کر رہا ہے اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے تم سے گزشتہ لوگ ہلاک ہوئے' جن کے قائم مقام اب تم ہو۔ اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آئندہ آنے والے آئیں گے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سمٹ کر اس خیر الوارثین کے دربار میں حاضری دے گی۔ لوگو! خیال تو کرو کہ تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں اپنی گور کی طرف جا رہے ہو' تمہارے پھل پک رہے ہیں' تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں' تمہاری عمریں پوری ہو رہی ہیں۔ تمہاری اجل نزدیک آگئی ہے' تم زمین کے گڑھوں میں دفن کر دیئے جاؤ گے جہاں نہ کوئی بستر ہوگا' نہ تکیہ' دوست احباب چھوٹ جائیں گے' حساب کتاب شروع ہو جائے گا' اعمال سامنے آجائیں گے' جو چھوڑ آئے وہ دوسروں کا ہو جائے گا۔ جو آگے بھیج چکے' اسے سامنے پاؤ گے' نیکیوں کے محتاج ہو گے' بدیوں کی سزائیں بھگتو گے۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو' اس کی باتیں سامنے آجائیں اس سے پہلے موت تم کو اچک لے جائے۔ اس سے پہلے جواب دہی کے لئے تیار ہو جاؤ' اتنا کہا تھا کہ رونے کے غلبہ نے آواز بلند کر دی۔ منہ پر چادر کا کونہ ڈال کر رونے لگے اور حاضرین کی بھی آہ وزاری شروع ہوگئی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بیمار شخص جسے کوئی جن ستا رہا تھا'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے اَفَحَسِبْتُمْ سے سورت کے ختم تک کی آیتیں اس کے کان میں تلاوت فرمائیں وہ اچھا ہوگیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا۔ ''عبداللہ رضی اللہ عنہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟ آپ نے بتایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ آیتیں اس کے کان میں پڑھ کر اسے جلا دیا۔ واللہ! ان آیتوں کو اگر کوئی باایمان اور بایقین شخص کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ [1] ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور حکم فرمایا کہ ہم صبح شام ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ پڑھتے رہیں ہم نے برابر اس کی تلاوت دونوں وقت جاری رکھی۔ الحمدللہ! ہم سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔ [2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کا ڈوبنے سے بچاؤ کشتیوں میں سوار ہونے کے وقت

---

[1] [موضوع: ابو نعیم فی الحلية (۱/ ۷۰) مسند ابو یعلی (۵۰۴۵)] امام شوکانیؒ ،امام سیوطیؒ اور امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ [الفوائد المجموعة (ص : ۳۰۹) اللآلی المصنوعة (ص : ۲۲۵) الموضوعات (۲۵٦/۱)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۸٤٦۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (۲۱۸۹)]

[2] [الدرالمنثور للسیوطی (۳٤/۵)]

یہ کہنا ہے۔ [1] ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْحَقِّ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ [2] بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [3]۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ
لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے، بے شک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں ○ تو دعا کرتا رہ کہ اے مرے رب تو بخشش اور رحم کر اور تو سب مہربانوں سے بہتر مہربانی والا ہے ○

مشرک کے پاس شرک کی کوئی دلیل نہیں: مشرکوں کو اللہ واحد ڈرا رہا ہے اور بیان فرما رہا ہے کہ ان کے پاس ان کے شرک کی کوئی دلیل نہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب شرط ﴿فَاِنَّمَا﴾ والے جملے کے ضمن میں ہے یعنی اس کا حساب اللہ کے ہاں ہے۔ کافر اس کے پاس کامیاب نہیں ہو سکتے۔ وہ نجات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایک شخص سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تو کس کو پوجتا ہے؟ اس نے کہا اللہ اور فلاں فلاں کو۔ آپ نے دریافت کیا کہ ان میں سے کس کو سمجھتا ہے کہ تیری مصیبتوں میں تیرے کام آئے؟ اس نے کہا صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کو۔ آپ نے فرمایا جب کام آنے والا وہی ہے تو پھر اس کے ساتھ ان دوسروں کی عبادت کی کیا ضرورت؟ کیا تیرا، خیال ہے کہ وہ اکیلا تجھے کافی نہ ہوگا؟ اس نے کہا یہ تو نہیں کہہ سکتا، البتہ ارادہ یہ ہے کہ اوروں کی عبادت کر کے اس کا پورا شکر بجا لا سکوں۔ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! علم کے ساتھ یہ بے علمی؟ جانتے ہو اور پھر انجان بن جاتے ہو؟ اب کوئی جواب بن نہ پڑا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو جانے کے بعد کہا کرتے تھے مجھے حضور ﷺ نے قائل کر دیا۔ یہ حدیث مرسل ہے ترمذی میں سنداً بھی مروی ہے۔ پھر ایک دعا تعلیم فرمائی گئی۔ غفر کے معنی جب وہ مطلق ہو تو گناہوں کو مٹا دینے اور انہیں لوگوں سے چھپا دینے کے آتے ہیں۔ اور رحمت کے معنی صحیح راہ پر قائم رکھنے اور اچھے اقوال و افعال کی توفیق دینے کے ہوتے ہیں۔ الحمد للہ سورۂ مومنون کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ نور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱﴾ اَلزَّانِيَةُ
وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ
اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾

[1] [ضعیف طبرانی کبیر (۱۲/۱۲٤) مجمع الزوائد (۱۰/۱۳۲)] اس میں نہشل راوی متروک ہے۔]

[2] [سورۃ الزمر: آیت ٦٧] [3] [سورۃ ھود: آیت ٤١]

اللہ رحمان ورحیم کے نام سے شروع

یہ ہے وہ سورت جسے ہم نے نازل فرمایا ہے اور مقرر کر دیا ہے اور جس میں ہم نے کھلے احکام اتارے ہیں تا کہ تم یاد رکھو ○ زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیے اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو؛ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے ○

زنا کی حد کا بیان: اس بیان سے کہ ہم نے اس سورت کو نازل فرمایا ہے اس سورت کی بزرگی اور ضرورت کو ظاہر کرنا ہے۔ لیکن اس سے یہ مقصود نہیں کہ اور سورتیں ضروری اور بزرگی والی نہیں۔ ﴿فَرَضْنٰهَا﴾ کے معنی مجاہد و قتادہ رحمۃ اللہ علیہما نے یہ بیان کئے ہیں کہ حلال و حرام، امر و نہی اور حدود وغیرہ کا اس میں بیان ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے ہم نے تم پر اور تمہارے بعد والوں پر مقرر کر دیا ہے۔ [1] اس میں صاف صاف، کھلے کھلے، روشن احکام بیان فرمائے ہیں تا کہ تم نصیحت و عبرت حاصل کرو، احکام الٰہی کو یاد رکھو اور پھر ان پر عمل کرو۔ پھر زنا کاری کی شرعی سزا بیان فرمائی۔ زنا کار یا تو کنوارہ ہوگا یعنی کنوارا یا شادی شدہ ہوگا یعنی وہ جو حریت بلوغت اور عقل کی حالت میں نکاح شرعی کے ساتھ کسی عورت سے ملا ہو۔ پس کنوارا جس کا نکاح ابھی نہیں ہوا وہ اگر زنا کر بیٹھے تو اس کی حد وہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی یعنی سو کوڑے۔ اور جمہور علماء کے نزدیک اسے ایک سال کی جلا وطنی بھی دی جائے گی۔ ہاں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ جلا وطنی امام کی رائے پر ہے اگر وہ چاہے دے چاہے نہ دے۔ جمہور کی دلیل تو بخاری مسلم کی حدیث ہے جس میں ہے کہ دو اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ایک نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرا بیٹا اس کے ہاں غلام تھا وہ اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا، میں نے اس کے فدیئے میں ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دی۔ پھر میں نے علماء سے دریافت کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے بیٹے پر شرعی سزا سو کوڑوں کی ہے اور ایک سال کی جلا وطنی اور اس کی بیوی پر رجم یعنی سنگ ساری ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! میں تم میں اللہ کی کتاب کا صحیح فیصلہ کرتا ہوں۔ لونڈی اور بکریاں تو تجھے واپس دلوا دی جائیں گی اور تیرے بچے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اے انیس تو اس کی بیوی کا بیان لے۔ یہ حضرت انیس رضی اللہ عنہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص تھے اگر وہ اپنی سیاہ کاری کا اقرار کرے تو تو اسے سنگسار کر دینا۔ چنانچہ اس بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے اقرار کیا اور انہیں رجم کر دیا گیا۔ [2] اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کنوارے پر سو کوڑوں کے ساتھ ہی سال بھر تک کی جلا وطنی بھی ہے اور اگر شادی شدہ ہے

---

[1] [صحیح بخاری تعلیقا : کتاب التفسیر : سورہ نور]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الوکالة : باب الوکالة فی الحدود (۲۳۱٤) و کتاب الصلح (۲٦۹٥) و کتاب الشروط (۲۷۲٤) و کتاب الایمان والنذور (٦٦۳۳) و کتاب الحدود (٦۸۲۷) صحیح مسلم : کتاب الحدود : باب من اعترف علی نفسه بالزنی (۱٦۹۷ـ ۱٦۹۸) ابو داؤد : کتاب الحدود : باب فی المرأة التی امر النبی (٤٤٤٥) ابن ماجه : کتاب الحدود : باب درالزنا (۲٥٤۹) ترمذی : کتاب الحدود : باب ما جآء فی الرجم علی الثیب (۱٤۳۳) نسائی : کتاب آداب القضاة : باب صون النسآء من مجلس الحکم (٥٤۱۳) مسند احمد (٤/۱۱٥)]

تو وہ رجم کر دیا جائے گا۔ چنانچہ موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی۔ اس کتاب اللہ میں جرم کرنے کے حکم کی آیت بھی تھی جسے ہم نے تلاوت کیا، یاد کیا، اس پر عمل بھی کیا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی رجم ہوا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے، ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کے اس فریضے کو جسے اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا۔ چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں۔ کتاب اللہ کا حکم مطلق حق ہے۔ اس پر جو زنا کرے اور شادی شدہ ہو، خواہ مرد ہو، خواہ عورت ہو، جب کہ اس کے زنا پر شرعی دلیل ہو یا حمل ہو یا اقرار ہو۔ [1] یہ حدیث بخاری و مسلم میں اس سے بھی مطول ہے۔ [2] مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ ہم رجم یعنی سنگساری کا مسئلہ قرآن میں نہیں پاتے، قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ یاد رکھو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا، اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے، قرآن میں جو نہ تھا، عمر نے لکھ دیا تو میں آیت رجم کو اسی طرح لکھ دیتا، جس طرح نازل ہوئی تھی۔ [3] یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں رجم کا ذکر کیا اور فرمایا رجم ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ اگر لوگوں کے اس کہنے کا کھٹکا نہ ہوتا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ میں زیادتی کی جو اس میں نہ تھی تو میں کتاب اللہ کے ایک طرف آیت رجم لکھ دیتا۔ عمر بن خطاب، عبدالرحمٰن بن عوف اور فلاں رضی اللہ عنہم اور فلاں کی شہادت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا۔ یاد رکھو تمہارے بعد ایسے لوگ آنے والے ہیں جو رجم کو اور شفاعت کو اور عذاب قبر کو جھٹلائیں گے۔ اور اس بات کو بھی کہ کچھ لوگ جہنم سے اس کے بعد نکالے جائیں گے کہ وہ کوئلے ہو گئے ہوں۔ [4] مسند احمد میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رجم کے حکم کے انکار کرنے کی ہلاکت سے بچنا۔ [5] امام ترمذی رحمہ اللہ بھی اسے لائے ہیں اور اسے صحیح کہا ہے۔ [6] ابو یعلی

---

[1] [موطا : كتاب الحدود : باب ماجآء فى الرجم (٨)، (٨٢٣/٢)]

[2] [صحيح: صحيح بخارى : كتاب المظالم : باب ماجآء فى السقائف (٢٤٦٢) و كتاب المغازى (٤٠٢١) و كتاب الحدود (٦٨٢٩) صحيح مسلم : كتاب الحدود : باب رجم الثيب فى الزنا (١٦٩١) ابن ماجه : كتاب الحدود : باب الرجم (٢٥٥٣) ابو داؤد : كتاب الحدود : باب فى الرجم (٤٤١٨) ترمذى : كتاب الحدود : باب ما جآء فى تحقيق الرجم (١٤٣٢)]

[3] [صحيح : مسند احمد (٢٩/١)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٩٧)]

[4] [اسناده ضعيف : مسنداحمد (٢٣/١)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٥٦)]

[5] [صحيح : مسنداحمد (٣٦/١)]

[6] [صحيح : ترمذى : كتاب الحدود : باب ماجآء فى تحقيق الرجم (١٤٣١)]

موصلی میں ہے کہ لوگ مروان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ نے فرمایا ''ہم قرآن میں پڑھتے تھے کہ شادی شدہ مرد یا عورت جب زنا کاری کریں تو انہیں ضرور رجم کردو۔ مروان نے کہا پھر تم نے اس آیت کو قرآن میں کیوں نہ لکھا؟ فرمایا سنو! ہم میں جب اس کا ذکر چلا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں تمہاری تشفی کر دیتا ہوں۔ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے آپ سے ہی ذکر کیا اور رجم کا بیان کیا۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ رجم کی آیت لکھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا' اب تو میں اسے لکھ نہیں سکتا۔ یا اسی کے مثل۔ یہ روایت نسائی میں بھی ہے' [1] پس ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ رجم کی آیت پہلے لکھی ہوئی تھی پھر تلاوت میں منسوخ ہوگئی اور حکم باقی رہا۔ واللہ اعلم۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بیوی کے رجم کا حکم دیا' جس نے اپنے ملازم سے بدکاری کرائی تھی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز رضی اللہ عنہ کو اور ایک غامدیہ عورت کو رجم کرایا۔ ان سب واقعات میں یہ مذکور نہیں کہ رجم سے پہلے آپ نے انہیں کوڑے بھی لگوائے ہوں۔ بلکہ ان سب صحیح اور صاف حدیث میں صرف رجم کا ذکر ہے کسی میں بھی کوڑوں کا بیان نہیں۔ اسی لئے جمہور علماء اسلام کا یہی مذہب ہے۔ ابوحنیفہ' مالک' شافعی رحمہم اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے اسے کوڑے مارنے چاہئیں۔ پھر رجم کرنا چاہئے تاکہ قرآن وحدیث پر عمل ہو جائے جیسے کہ حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ کے پاس شراجہ لائی گئی جو شادی شدہ عورت تھی اور زنا کاری میں آئی تھی تو آپ نے جمعرات کے دن تو اسے کوڑے لگوائے اور جمعہ کے دن سنگسار کرادیا۔ اور فرمایا کہ کتاب اللہ پر عمل کر کے میں نے کوڑے پٹوائے اور سنت رسول اللہ پر عمل کر کے سنگسار کرایا۔

مسند احمد' سنن اربعہ اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری بات لے لو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راستہ نکال دیا۔ کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کرلے تو سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ شادی شدہ کے ساتھ کرے تو رجم۔ [2] پھر فرمایا اللہ کے حکم کے ماتحت اس حد کے جاری کرنے میں تمہیں ان پر ترس اور رحم نہ کھانا چاہئے۔ دل کا رحم اور چیز ہے اور وہ تو ضرور ہوگا لیکن حد کے جاری کرنے میں امام کا سزا میں کمی کرنا اور سستی کرنا بری چیز ہے۔ جب امام یعنی سلطان کے پاس کوئی ایسا واقعہ جس میں حد ہو' پہنچ جائے تو اسے چاہئے کہ یہ حد جاری کرے اور اسے نہ چھوڑے۔ حدیث میں ہے درگزر کرو' جو بات مجھ تک پہنچی اور اس میں حد ہو تو وہ تو واجب اور ضروری ہوگئی۔ [3] اور

---

[1] [نسائی فی السنن الکبری (٧١٤٥۔٧١٤٨)]

[2] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الحدود : باب حد الزنی (١٦٩٠) ابن ماجه : کتاب الحدود : با ب حد الزنا (٢٥٥٠) ابو داؤد : کتاب الحدود : باب فی الرجم (٤٤١٥) ترمذی : کتاب الحدود : باب ما جآء فی الرجم علی الثیب (١٤٣٤) مسند احمد (٥/٣١٣)]

[3] [صحیح :مستدرك حاکم (٤/٣٨٣) ابو داؤد : کتاب الحدود : باب یعفی عن الحدود مالم تبلغ السلطان (٤٣٧٦) نسائی : کتاب قطع السارق : باب ما یکون حرزا وما لا یکون (٤٨٨٩)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

حدیث میں ہے کہ حد کا زمین میں قائم ہونا' زمین والوں کے لئے چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔ [1] یہ بھی قول ہے کہ ترس کھا کر' مار کو نرم نہ کر دو بلکہ درمیانہ طور پر کوڑے لگاؤ' یہ بھی نہ ہو کہ ہڈی توڑ دو۔ تہمت لگانے والی حد کے جاری کرنے کے وقت اس کے جسم پر کپڑے ہونے چاہئیں۔ ہاں زانی پر حد کے جاری کرنے کے وقت کپڑے نہ ہوں۔ یہ قول حضرت حماد بن ابوسلیمان رحمہ اللہ کا ہے۔ اسے بیان فرما کر آپ نے یہی جملہ ﴿وَلَا تَأْخُذْكُمْ﴾ الخ' پڑھا تو حضرت سعید بن ابی عروبہ نے پوچھا یہ حکم میں ہے؟۔ کہا ہاں حکم میں ہے اور کوڑوں میں یعنی حد کے قائم کرنے میں اور سخت چوٹ مارنے میں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی لونڈی نے جب زنا کیا تو آپ نے اس کے پیروں اور کمر پر کوڑے مارے تو حضرت نافع رحمہ اللہ نے اسی آیت کا یہ جملہ تلاوت کیا کہ اللہ کی حد کے جاری کرنے میں تمہیں ترس نہ آنا چاہئے تو آپ نے فرمایا کیا تیرے نزدیک میں نے اس پر کوئی ترس کھایا ہے؟ سنو اللہ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم نہیں دیا نہ یہ فرمایا کہ اس کے سر پر کوڑے مارے جائیں۔ میں نے اسے طاقت سے کوڑے لگائے ہیں اور پوری سزا دی ہے۔ پھر فرمایا اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت پر ایمان ہے تو تمہیں اس حکم کی بجا آوری کرنی چاہئے اور زانیوں پر حدیں قائم کرنے میں پہلوتہی نہ کرنی چاہئے۔ اور انہیں ضرب بھی شدید مارنی چاہئے لیکن ہڈی توڑنے والی نہیں۔ تاکہ وہ اپنے اس گناہ سے باز رہیں اور ان کی یہ سزا دوسروں کے لئے بھی عبرت بنے۔ رحم بری چیز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بکری کو ذبح کرتا ہوں لیکن میرا دل دکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا' اس رحم پر بھی تجھے اجر ملے گا۔ [2] پھر فرماتا ہے ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا مجمع ہونا چاہئے تاکہ سب کے دل میں ڈر بیٹھ جائے اور زانی کی رسوائی بھی ہو تاکہ اور لوگ اس سے رک جائیں۔ اسے علانیہ سزا دی جائے' اسے مخفی طور پر مار پیٹ کر نہ چھوڑا جائے۔ ایک شخص اور اس سے زیادہ بھی ہو جائیں تو جماعت ہوگئی اور آیت پر عمل ہو گیا اسی کو لے کر امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ ایک شخص بھی طائفہ ہے۔ عطا رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دو ہونے چاہئیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں چار ہوں۔ زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں تین یا تین سے زیادہ۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار اور اس سے زیادہ کیونکہ زنا میں چار سے کم گواہ نہیں ہیں' چار ہوں یا اس سے زیادہ۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ ربیعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں پانچ ہوں۔ حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک دس۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں ایک جماعت ہو۔ تاکہ نصیحت' عبرت اور سزا ہو۔ نصر بن علقمہ رحمہ اللہ نے اس جماعت کی موجودگی کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ ان لوگوں کے لئے جن پر حد جاری ہی ہے دعاء مغفرت و رحمت کریں۔

---

[1] [حسن صحیح ابن حبان (۴۳۹۷) نسائی : کتاب قطع السارق : باب الترغیب فی اقامة الحد (۴۹۰۹) ابن ماجه : کتاب الحدود : باب اقامة الحدود (۲۵۳۸)] شیخ البانی ؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجه، السلسلة الصحیحه (۲۳۱) المشکاة (۳۵۸۸)]

[2] [صحیح مسند احمد (۴۳۶/۳) الادب المفرد للبخاری (۳۷۳) طبرانی صغیر (۱۰۹/۱) بزار فی کشف الاستار (۶۸/۲) ابو نعیم فی الحلیة (۳۴۳/۶) مستدرك حاکم (۵۸۷/۳)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۲۶)]

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً ز وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ج وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾

زانی مرد بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے اور سے زنا کاری نہیں کرسکتا اور زنا کار عورت بھی بجز زانی یا مشرک مرد کے اور سے بدکاری نہیں کرتی' ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا ○

زانی سے نکاح پر صرف زانیہ ہی رضامند ہوتی ہے: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ زانی سے زنا کاری پر رضامند وہی عورت ہوتی ہے جو بدکار ہو یا مشرکہ ہو۔ کہ وہ اس برے کام کو عیب ہی نہیں سمجھتی۔ ایسی بدکار عورت سے وہی مرد ملتا ہے جو اسی جیسا بدچلن ہو یا مشرک ہو جو اس کی حرمت کا قائل ہی نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بہ سند صحیح مروی ہے کہ یہاں نکاح سے مراد جماع ہے یعنی زانیہ عورت سے زنا کار یا مشرک مرد ہی زنا کرتا ہے۔ یہی قول مجاہد عکرمہ' سعید بن جبیر' عروہ بن زبیر' مکحول' ضحاک' مقاتل بن حیان اور بہت سے بزرگ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم سے مروی ہے۔ مومنوں پر یہ حرام ہے یعنی زنا کاری اور زانیہ عورتوں سے نکاح کرنا یا عفیفہ اور پاکدامن عورتوں کو ایسے زانیوں کے نکاح میں دینا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بدکار عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں پر حرام ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ [1] یعنی مسلمانوں کو جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہئے ان میں یہ تینوں اوصاف ہونے چاہئیں وہ پاک دامن ہوں۔ وہ بدکار نہ ہوں۔ نہ چوری چھپے برے لوگوں سے میل ملاپ کرنے والی ہوں۔ یہی تینوں وصف مردوں میں بھی ہونے کا بیان کیا گیا ہے۔ اسی لئے امام احمد رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ نیک اور پاک دامن مسلمان کا نکاح بدکار عورت سے صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے ہاں بعد از توبہ عقد نکاح درست ہے۔ اسی طرح بھولی بھالی' پاک دامن' عفیفہ عورتوں کا نکاح زانی اور بدکار لوگوں سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔ جب تک وہ سچے دل سے اپنے اس ناپاک فعل سے توبہ نہ کرلے۔ کیونکہ فرمان الٰہی ہے کہ یہ مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ ایک شخص نے ام مہزول نامی ایک بدکار عورت سے نکاح کر لینے کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کی تو آپ نے یہی آیت پڑھ سنائی۔ [2] ایک اور روایت میں ہے کہ اس کی طلب اجازت پر یہ آیت اتری۔ [3] ترمذی شریف میں ہے کہ ایک صحابی جن کا نام مرثد بن ابو مرثد رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ مکہ سے مسلمان قیدیوں کو اٹھا لایا کرتے تھے اور مدینے پہنچا دیا کرتے تھے۔ عناق نامی ایک بدکردار عورت مکے میں رہا کرتی تھی۔ جاہلیت کے زمانے میں ان کا اس عورت سے تعلق تھا۔ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۲۵]

[2] [حسن: مسند احمد (۱۵۹/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۷۰۹۹)]

[3] [صحیح: مسند احمد (۲۲۵/۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵۷۴۲) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۳۵۹) مستدرک حاکم (۱۹۳/۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ہیثمیؒ احمد کے راویوں کو ثقہ کہتے ہیں۔ [مجمع الزوائد (۷۴/۷)]

ایک قیدی کو لانے کے لئے مکہ شریف گیا۔ میں ایک باغ کی دیوار کے نیچے پہنچا رات کا وقت تھا چاندنی چٹکی ہوئی تھی۔ اتفاق سے عناق آ پہنچی اور مجھے دیکھ لیا بلکہ پہچان بھی لیا اور آواز دے کر کہا کیا مرثد ہے؟ میں نے کہا ہاں مرثد ہوں۔ اس نے بڑی خوشی ظاہر کی اور مجھ سے کہنے لگی چلو رات میرے ہاں گزارنا میں نے کہا عناق اللہ تعالیٰ نے زنا کاری حرام کر دی ہے۔ جب وہ مایوس ہو گئی تو اس نے مجھے پکڑوانے کے لئے غل مچانا شروع کیا کہ اے خیمے والو ہوشیار ہو جاؤ دیکھو چور آ گیا ہے۔ یہی ہے جو تمہارے قیدیوں کو چرا کر لے جایا کرتا ہے۔ لوگ جاگ اٹھے اور آٹھ آدمی مجھے پکڑنے کے لئے میرے پیچھے دوڑے۔ میں مٹھیاں بند کر کے خندق کے راستے بھاگا اور ایک غار میں جا چھپا۔ یہ لوگ بھی میرے پیچھے ہی پیچھے غار میں آ پہنچے لیکن میں انہیں نہ ملا۔ یہ وہیں پیشاب کرنے کو بیٹھے واللہ! ان کا پیشاب میرے سر پر آ رہا تھا۔ لیکن اللہ نے انہیں اندھا کر دیا۔ ان کی نگاہیں مجھ پر نہ پڑیں۔ ادھر ادھر ڈھونڈ بھال کر واپس چلے گئے۔ میں نے کچھ دیر گزار کر جب یہ یقین کر لیا کہ وہ پھر سو گئے ہوں گے تو یہاں سے نکلا مکے کی راہ لی اور وہیں پہنچ کر اس مسلمان قیدی کو اپنی کمر پر چڑھایا اور وہاں سے لے بھاگا۔ وہ بھاری بدن کے تھے۔ میں جب اذخر میں پہنچا تو تھک گیا میں نے انہیں کمر سے اتارا ان کے بندھن کھول دیئے اور آزاد کر دیا۔ اب اٹھاتا چلاتا مدینے پہنچ گیا۔ چونکہ عناق کی محبت میرے دل میں تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ میں اس سے نکاح کر لوں۔ آپ خاموش ہو رہے۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا پھر بھی آپ خاموش رہے اور یہ آیت اتری۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا اے مرثد رضی اللہ عنہ! زانیہ سے نکاح زانی یا مشرک ہی کرتا ہے تو اس سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دے۔ [1] امام ابو داؤد اور نسائی بھی اسے اپنی سنن کی کتاب النکاح میں لائے ہیں۔ [2] ابو داؤد وغیرہ میں ہے زانی جس پر کوڑے لگ چکے ہوں وہ اپنے جیسی سے ہی نکاح کر سکتا ہے۔ [3]

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں نہ جائیں گے اور جن کی طرف اللہ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔ (۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) عورتیں جو مردوں کی مشابہت کریں (۳) اور دیوث۔ اور تین قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔ (۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) ہمیشہ کا نشے کا عادی (۳) اور اللہ کی راہ میں دے کر احسان جتانے والا۔ [4] مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں تین قسم

---

[1] [حسن : ترمذی: کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة النور (۳۱۷۷)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[2] [صحیح : ابو داؤد : کتاب النکاح : باب فی قوله تعالی الزانی الا ینکح لا زانیة (۲۰۵۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

[3] [صحیح : ابو داؤد : کتاب النکاح : باب فی قوله تعالی الزانی الا ینکح لا زانیة (۲۰۵۲) مسند احمد (۳۲٤/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [حسن : مسند احمد (۱۳٤/۲) نسائی : کتاب الزکاة : باب المنان بما اعطی (۲۵٦۳) بیهقی فی السنن الکبری (۳۸۸/۸)] شیخ شعیب ارناؤط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٦۱۸۰)]

کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے (۱) ہمیشہ کا شرابی۔ (۲) ماں باپ کا نافرمان۔ (۳) اور اپنے گھر والوں میں خباثت کو برقرار رکھنے والا۔ [۱] ابوداؤد طیالسی میں ہے جنت میں کوئی دیوث نہیں جائے گا۔ [۲] ابن ماجہ میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے پاک ہو کر ملنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ پاک دامن عورتوں سے نکاح کرے جو لونڈیاں نہ ہوں۔ [۳] اس کی سند ضعیف ہے۔ دیوث کہتے ہیں بے غیرت شخص کو۔ نسائی میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اپنی بیوی سے بہت ہی محبت ہے لیکن اس میں یہ عادت ہے کہ کسی ہاتھ کو واپس نہیں لوٹاتی۔ آپ نے فرمایا طلاق دے دے اس نے کہا مجھے تو صبر نہیں آنے کا۔ آپ نے فرمایا پھر جا اس سے فائدہ اٹھا۔ [۴] لیکن یہ حدیث ثابت نہیں اس کا راوی عبدالکریم قوی نہیں۔ دوسرا راوی اس کا ہارون ہے جو اس سے قوی ہے مگر ان کی روایت مرسل ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے۔ یہی روایت مسند میں مروی ہے لیکن امام نسائی رحمہ اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ مسند کرنا خطا ہے اور صواب یہی ہے کہ یہ مرسل ہے۔ یہ حدیث کی اور کتابوں میں اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ تو اسے منکر کہتے ہیں۔ امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ یہ جو کہا ہے کہ وہ کسی چھونے والے کے ہاتھ کو لوٹاتی نہیں اس سے مراد بے حد سخاوت ہے کہ وہ کسی سائل سے انکار ہی نہیں کرتی۔ لیکن اگر یہی مطلب ہوتا تو حدیث میں بجائے ((لَامِسٍ)) کے لفظ کے ((مُلْتَمِسٍ)) کا لفظ ہونا چاہئے تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی خصلت ایسی معلوم ہوتی تھی نہ یہ کہ وہ برائی کرتی تھی کیونکہ اگر یہی عیب ہوتا تو پھر آنحضرت ﷺ اس صحابی کو اس کے رکھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ یہ تو دیوثی ہے۔ جس پر سخت وعید آئی ہے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ خاوند کو اس کی عادت ایسی لگی ہو اور اس کا اندیشہ ظاہر کیا ہو تو آپ نے مشورہ دیا کہ پھر طلاق دے دو لیکن جب اس نے کہا مجھے اس سے بہت ہی محبت ہے تو آپ نے بسانے کی اجازت دے دی کیونکہ محبت تو موجود ہے۔ اسے ایک خطرے کے صرف وہم پر توڑ دینا ممکن ہے کوئی برائی پیدا کر دے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

الغرض زانیہ عورتوں سے پاک دامن مسلمانوں کو نکاح کرنا منع ہے ہاں جب وہ توبہ کر لیں تو نکاح حلال ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک ایسی ہی واہی عورت سے میرا تعلق تھا۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں توبہ کی توفیق دی تو میں چاہتا ہوں کہ اس سے نکاح کر لوں لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ زانی ہی زانیہ اور مشرکہ

---

[۱] [صحیح بالشواھد : مسند احمد (۲/۶۹، ۱۲۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٥٣٧٢)]

[۲] [مسند طیالسی (٦٤٢)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[۳] [ضعیف : ابن ماجه : كتاب النكاح : باب تزويج الحرائر والولود (١٨٦٢)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[۲/۲۶۱] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعيف ابن ماجه ، السلسلة الضعيفة (١٤١٧)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، اس میں سلام بن سوار اور کثیر بن سلیم راوی ضعیف ہے۔]

[۴] [حسن : نسائی : كتاب النكاح : باب تزويج الزانية (٣٢٣١)] حافظ زبیر علی زئی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

سے نکاح کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں اس آیت کا یہ مطلب نہیں۔ تم اس سے اب نکاح کر سکتے ہو جاؤ اگر کوئی گناہ ہو تو میرے ذمے۔ حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے جب یہ ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کے بعد کی آیت ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (1) سے امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵

جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں ○ ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں، تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے ○

حدِ قذف کا بیان: جو لوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زنا کاری کی تہمت لگائیں اور ثبوت نہ دے سکیں۔ تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں گے، ہاں اگر شہادت پیش کر دیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے ان پر حد جاری کی جائے گی۔ اگر شہادت نہ پیش کر سکے تو اسی (۸۰) کوڑے بھی لگیں گے، اور آئندہ کے لئے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے۔ اس آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کر دیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی اور بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے، نہ مردود الشہادۃ بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائے گی ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی طرح ہٹ نہیں سکتی۔ امام مالک، احمد اور شافعی رحمہم اللہ کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسق ہٹ جائے گا۔ سید التابعین حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں صرف فسق دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں شعبی اور ضحاک رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اس نے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے۔ واللہ اعلم

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۷ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۸ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۹ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

(1) [سورۃ النور : آیت ۳۲]

جولوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اوران کا کوئی گواہ بجز خودان کی اپنی ذات کے نہ ہوتو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ سچوں میں سے ہیں ○ اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو ○ اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اسکا خاوند جھوٹ بولنے والوں میں ہے ○ اور پانچویں دفعہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر اسکا خاوند سچوں میں ہو ○ اگر اللہ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا اور اللہ توبہ قبول کرنے والا با حکمت ہے ○

لعان کا بیان: ان آیتوں میں اللہ رب العزت نے ان خاوندوں کے لئے جو اپنی بیویوں کی نسبت ایسی بات کہہ دیں چھٹکارے کی صورت بیان فرمائی ہے کہ جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو لعان کر لیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ امام کے سامنے آ کر وہ اپنا بیان دے جب شہادت نہ پیش کر سکے تو حاکم اسے چار گواہوں کے قائم مقام پر چار قسمیں دے گا اور یہ قسم کھا کر کہے گا کہ وہ سچا ہے جو بات کہتا ہے وہ حق ہے۔ پانچویں دفعہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔ اتنا کہتے ہی امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک اس کی عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ یہ مہر ادا کر دے گا اور عورت پر حد زنا ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ عورت بھی سامنے ملاعنہ کرے تو حد اس پر سے ہٹ جائے گی۔ یہ بھی چار مرتبہ حلفیہ بیان دے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اس نکتہ کو بھی خیال میں رکھئے کہ عورت کے لئے غضب کا لفظ کہا گیا اس لئے کہ عموماً کوئی مرد نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بیوی کو خواہ مخواہ تہمت لگائے اور اپنے آپ کو بلکہ اپنے کنبے کو بھی بدنام کرے عموماً وہ سچا ہی ہوتا ہے اور اپنے صدق کی بنا پر ہی وہ معذور سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی لئے پانچویں مرتبہ میں اس سے یہ کہلوایا گیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب آئے۔ پھر غضب والے وہ ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل ورحم تم پر نہ ہوتا تو ایسی آسانیاں تم پر نہ ہوتیں بلکہ تم پر مشقت اترتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمایا کرتا ہے گو کیسے ہی گناہ ہوں اور گو کسی وقت بھی توبہ ہو وہ حکیم ہے' اپنی شرع میں' اپنے حکموں میں' اپنی ممانعت میں۔

اس آیت کے بارے میں جو روایتیں ہیں وہ بھی سن لیجئے ''مسند احمد میں ہے جب یہ آیت اتری تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو انصار کے سردار ہیں کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آیت اسی طرح اتاری گئی ہے؟ آپ نے فرمایا انصار یو سنتے نہیں ہو؟ یہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ درگزر فرمائیے یہ صرف ان کی بڑھی چڑھی غیرت کا باعث ہے اور کچھ نہیں ان کی غیرت کا یہ حال ہے کہ انہیں کوئی بیٹی دینے کی جرأت نہیں کرتا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو میرا ایمان ہے کہ یہ حق ہے لیکن اگر میں کسی کو اس کے پاؤں پکڑے ہوئے دیکھ لوں تو بھی میں اسے کچھ نہیں کہہ سکتا یہاں تک کہ میں چار گواہ لاؤں تب تک تو وہ اپنا کام پورا کر لے گا۔ اس بات کو ذرا سی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ حضرت ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ آئے یہ ان تین شخصوں میں سے جن کی توبہ قبول کی گئی۔ انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں

سنیں۔ صبح ہی صبح رسول اللہ ﷺ سے یہ ذکر کیا آپ کو بہت برا معلوم ہوا اور طبیعت پر نہایت ہی شاق گزرا۔ سب انصار جمع ہو گئے اور کہنے لگے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے قول کی وجہ سے ہم اس آفت میں مبتلا کئے گئے مگر اس صورت میں کہ رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ کو تہمت کی حد لگائیں اور اس کی شہادت کو مردود ٹھہرائیں۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے واللہ! میں سچا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا چھٹکارا کر دے گا۔ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ میں دیکھتا ہوں کہ میرا کلام آپ کی طبیعت پر بہت گراں گزرا۔ یارسول اللہ ﷺ مجھے اللہ کی قسم میں سچا ہوں' اللہ خوب جانتا ہے۔ لیکن چونکہ گواہ پیش نہیں کر سکتے تھے قریب تھا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں حد مارنے کو فرماتے اتنے میں وحی اترنا شروع ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے چہرے کو دیکھ کر علامت سے پہچان گئے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب اتر چکی تو آپ نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا اے ہلال خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کشادگی اور چھٹی نازل فرمائی۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے الحمد للہ! مجھے اللہ رحیم کی ذات سے یہی امید تھی۔ پھر آپ نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بلوایا اور ان دونوں کے سامنے آیت ملاعنہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا دیکھو آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے سخت ہے۔ ہلال رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یارسول اللہ میں بالکل سچا ہوں۔ اس عورت نے کہا حضور ﷺ یہ جھوٹ کہہ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ اچھا لعان کرو۔ تو ہلال رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ اس طرح چار قسمیں کھاؤ اور پانچویں دفعہ یوں کہو۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ جب چار بار کہہ چکے اور پانچویں بار کی نوبت آئی تو آپ سے کہا گیا کہ ہلال اللہ سے ڈر جا۔ دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں سے بہت ہلکی ہے یہ پانچویں بار تیری زبان سے نکلتے ہی تجھ پر عذاب واجب ہو جائے گا تو آپ نے کہا یارسول اللہ ﷺ قسم اللہ کی جس اللہ نے مجھے دنیا کی سزا سے میری صداقت کی وجہ سے بچایا' اسی طرح آخرت کے عذاب سے بھی میری سچائی کی وجہ سے میرا رب مجھے محفوظ رکھے گا۔ پھر پانچویں دفعہ کے الفاظ بھی زبان سے ادا کر دیئے۔ اب اس عورت سے کہا گیا کہ تو چار دفعہ قسمیں کھا کہ یہ جھوٹا ہے۔ جب وہ چاروں قسمیں کھا چکی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پانچویں دفعہ کے اس کلمہ کہنے سے روکا اور جس طرح حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کو سمجھایا گیا تھا اس سے بھی فرمایا تو اسے کچھ خیال پیدا ہو گیا۔ رکی و جھجکی' زبان کو سنبھالا' قریب تھا کہ اپنے قصور کا اقرار کر لے لیکن پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لئے اپنی قوم کو رسوا نہیں کرنے کی۔ پھر کہہ دیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ پس آنحضرت ﷺ نے ان دونوں میں جدائی کرا دی اور حکم دے دیا کہ اسے جو اولاد ہو وہ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہ کی جائے۔ نہ اسے حرام کی اولاد کہا جائے جو اس بچے کو حرامی کہے یا اس عورت پر تہمت رکھے وہ حد لگایا جائے گا' یہ بھی فیصلہ دیا کہ اس کا کوئی نان نفقہ اس کے خاوند پر نہیں کیونکہ جدائی کر دی گئی ہے۔ نہ طلاق ہوئی ہے نہ خاوند کا انتقال ہوا ہے اور فرمایا دیکھو! اگر یہ بچہ سرخ سفید رنگ موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو تو اسے ہلال کا سمجھنا اور اگر وہ پتلی پنڈلیوں والا سیاہی مائل رنگ کا پیدا ہو تو اس شخص کا سمجھنا جس کے ساتھ اس پر الزام قائم کیا گیا ہے۔ جب بچہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس بری صفت پر تھا جو الزام کی حقانیت کی نشانی تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر

یہ مسئلہ قسموں پر طے شدہ نہ ہوتا تو میں اس عورت کو قطعاً حد لگا تا۔ یہ صاحبزادے بڑے ہو کر مصر کے والی بنے تھے اور ان کی نسبت ان کی ماں کی طرف تھی۔ [1] (ابوداؤد) اس حدیث کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں۔ بخاری شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ شریک بن سحماء کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی۔ اور حضور ﷺ کے سامنے جب حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تھا گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ ایک شخص اپنی بیوی کو برے کام پر دیکھ کر گواہ ڈھونڈ ھنے جائے؟ لیکن آنحضرت ﷺ یہی فرماتے رہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے سامنے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی توبہ کر کے اپنے جھوٹ سے ہٹتا ہے؟ اور روایت میں ہے کہ پانچویں دفعہ آپ نے کسی سے کہا کہ اس کا منہ بند کر دو پھر اسے نصیحت کی۔ اور فرمایا اللہ کی لعنت سے ہر چیز ہلکی ہے۔ اسی طرح اس عورت کے ساتھ کیا گیا۔ [2] سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لعان کرنے والے مرد و عورت کی نسبت مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ان میں جدائی کرادی جائے؟ یہ واقعہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی امارت کے زمانہ کا۔ مجھ سے تو اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا تو میں اپنے مکان سے چل کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی منزل پر آیا۔ اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ! سب سے پہلے یہ بات فلاں بن فلاں نے دریافت کی تھی کہ یارسول اللہ ﷺ کوئی شخص اپنی عورت کو کسی برے کام پر پائے تو اگر زبان سے نکالے تو بھی بڑی بے شرمی کی بات ہے اور اگر خاموش رہے تو بھی بڑی بے غیرتی کی خاموشی ہے۔ آپ سن کر خاموش ہو رہے۔ پھر وہ آیا اور کہنے لگا حضور ﷺ میں نے جو سوال جناب سے کیا تھا افسوس وہی واقعہ میرے ہاں پیش آیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی ہی آیتیں نازل فرمائیں آپ ﷺ نے دونوں کو پاس بلا کر ایک ایک کو الگ الگ نصیحت کی۔ بہت کچھ سمجھایا لیکن ہر ایک نے اپنا سچا ہونا ظاہر کیا پھر دونوں نے آیت کے مطابق قسمیں کھائیں اور آپ نے ان میں جدائی کرادی۔ [3] ایک اور روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک مجمع شام کے وقت جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک انصاری نے کہا جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پائے تو اگر وہ

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱/ ۲۳۸، ۲۳۹) ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی اللعان (۲۲۵۶)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابو داود] اس کی سند میں عباد بن منصور ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشهادات (۲۶۷۱) و کتاب التفسیر (٤٧٤٧) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب اللعان (۲۰۶۷) ابوداؤد : کتاب الطلاق : باب فی اللعان (۲۲۵٦) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة النور (۳۱۷۹)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطلاق : باب قول الامام للمتلاعنین ان احدکما کاذب (۵۳۱۲) صحیح مسلم : کتاب اللعان (۱٤۹۳) ترمذی : کتاب الطلاق : باب ما جاء فی اللعان (۱۲۰۲)، (۳۱۷۸) نسائی : کتاب الطلاق : باب کیف اللعان (۳٤۹۹) مسند احمد (۲/ ۱۹)]

اسے مار ڈالے تو تم اسے مار ڈالو گے اور اگر زبان سے نکالے تو تم شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسی کو کوڑے لگاؤ گے اور اگر یہ اندھیر دیکھ کر خاموش ہو کر بیٹھ رہے تو یہ بڑی بے غیرتی اور بڑی بے حیائی ہے۔ واللہ! اگر میں صبح تک زندہ رہا تو آنحضرت ﷺ سے اس کی بابت دریافت کروں گا۔ چنانچہ اس نے انہی لفظوں میں حضور ﷺ سے پوچھا اور دعا کی کہ یا اللہ اس کا فیصلہ نازل فرما۔ پس آیت لعان اتری اور سب سے پہلے یہی شخص اس میں مبتلا ہوا۔ (۱) اور روایت میں ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ذرا جا کر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرو کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا کرے؟ ایسا تو نہیں کہ وہ قتل کرے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا؟ چنانچہ عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ اس سوال سے بہت ناراض ہوئے۔ جب عویمر رضی اللہ عنہ سے ملے تو پوچھا کہ کہو تم نے حضور ﷺ سے دریافت کیا؟ اور آپ ﷺ نے کیا جواب دیا؟ عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے مجھ سے کوئی اچھی خدمت نہیں لی افسوس! میرے اس سوال پر رسول اللہ ﷺ نے عیب پکڑا اور برا مانا۔ عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا میں خود جا کر آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ یہاں آئے تو حکم نازل ہو چکا تھا چنانچہ لعان کے بعد عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب اگر میں اسے اپنے گھر میں لے جاؤں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ تہمت باندھی تھی۔ پس آپ کے حکم سے پہلے ہی اس عورت کو جدا کر دیا۔ پھر تو لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ مقرر ہو گیا۔ (۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ یہ عورت حاملہ تھی اور ان کے خاوند نے اس سے انکار کیا کہ یہ حمل ان سے ہوا۔ اس لئے یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا رہا پھر مسنون طریقہ یوں جاری ہوا کہ یہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور ماں اس کی وارث ہوگی۔ (۳) ایک مرسل اور غریب حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر تمہارے ہاں ایسی واردات ہو تو کیا کرو گے؟ دونوں نے کہا گردن اڑا دیں گے۔ ایسے وقت چشم پوشی وہی کر سکتے ہیں جو دیوث ہوں، اس پر یہ آیتیں اتریں۔ (۴) ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلا لعان مسلمانوں میں ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے درمیان ہوا تھا۔

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب اللعان (۱٤۹٥) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب اللعان (۲۰٦۸) ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی اللعان (۲۲٥۳) بیهقی (٤۰٥/۷) مسند احمد (٤۲۱/۱)]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری: کتاب الصلاة (٤۲۳) و کتاب الطلاق (٥۲۰۹) و کتاب التفسیر (٤۷٤٥) و کتاب الحدود (٦۸٥٤) و کتاب الاحکام (۷۱٦٥) صحیح مسلم : کتاب اللعان (۱٤۹۲) ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی اللعان (۲۲٤٥۔ ۲۲٤۷) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب اللعان (۲۰٦٦) نسائی: کتاب الطلاق : باب الرخصة فی ذلك (۳٤۳۱)]

(۳) [ایضا]

(۴) [ضعیف: مسند بزار (۲۲۳۷) مجمع الزوائد (۷٤/۷)] اس کی سند میں ابن اسحاق مدلس راوی ہے اور اس نے عن سے روایت بیان کی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾

جو لوگ یہ بہت بڑا طوفان باندھ لائے ہیں یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے، تم اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، ہاں ان میں سے ہر شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے آپ کمایا ہے اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کو سرانجام دیا ہے اس کے لئے عذاب بھی بہت ہی بڑا ہے ○

واقعہ افک کا بیان: اس آیت سے لے کر دسویں آیت تک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ منافقین نے آپ پر بہتان باندھا تھا جس پر اللہ کو بہ سبب قرابت داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیرت آئی اور یہ آیتیں نازل فرمائیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر حرف نہ آئے۔ ان بہتان بازوں کی ایک پارٹی تھی۔ اس لعنتی کام میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن ابی بن سلول تھا جو تمام منافقوں کا گرو گھنٹال تھا۔ اس نے ایک ایک کے کان میں بنا بنا کر اور مصالحہ چڑھا چڑھا کر یہ باتیں خوب گھڑ گھڑ کر پہنچائی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض مسلمانوں کی زبان بھی کھلنے لگی تھی اور یہ چہ میگوئیاں قریب قریب مہینے بھر تک چلتی رہیں۔ یہاں تک کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اس واقعے کا پورا بیان صحیح احادیث میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ سفر میں جانے کے وقت آپ اپنی بیویوں کے نام قرعہ ڈالتے اور جس کا نکلتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ ایک غزوے کے موقعہ پر میرا نام نکلا۔ میں آپ کے ساتھ چلی، یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے۔ میں اپنے ہودج میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ کہیں اترتا تو میرا ہودج اتار لیا جاتا۔ میں اسی میں بیٹھی رہتی جب قافلہ چلتا یونہی ہودج رکھ دیا جاتا۔ ہم گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوے سے فارغ ہوئے، واپس لوٹے مدینے کے قریب آ گئے رات کو چلنے کی آواز لگائی گئی میں قضاء حاجت کے لئے نکلی اور لشکر کے پڑاؤ سے دور جا کر میں نے قضاء حاجت کی۔ پھر واپس لوٹی، لشکر گاہ کے قریب آ کر میں نے اپنے گلے کو ٹٹولا تو ہار نہ پایا۔ میں واپس اس کے ڈھونڈھنے کے لئے چلی اور تلاش کرتی رہی۔ یہاں یہ ہوا کہ لشکر نے کوچ کر دیا جو لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ میں حسب عادت اندر ہی ہوں۔ ہودج اٹھا کر اوپر رکھ دیا اور چل پڑے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس وقت عورتیں نہ کچھ ایسا کھاتی پیتی تھیں نہ وہ بھاری بدن کی بوجھل تھیں۔ تو میرے ہودج کو اٹھانے والوں کو میرے ہونے نہ ہونے کا مطلق پتہ نہ چلا۔ اور میں اس وقت اوائل کی عمر کی تو تھی ہی۔ الغرض بہت دیر کے بعد مجھے میرا ہار ملا جب میں یہاں پہنچی تو کسی آدمی کا نام و نشان بھی نہ تھا نہ کوئی پکارنے والا، نہ جواب دینے والا، میں اپنے نشان کے مطابق وہیں پہنچی، جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا اور وہیں انتظار میں بیٹھ گئی تاکہ جب آگے چل کر میرے نہ ہونے کی خبر پائیں گے تو مجھے تلاش کرنے کے لئے یہیں آئیں گے۔ مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔

اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے رہے تھے اور پچھلی رات کو چلے تھے، صبح کی روشنی میں یہاں پہنچ گئے۔ ایک سوتے ہوئے آدمی کو دیکھ کر خیال آنا ہی تھا۔ غور سے دیکھا تو چونکہ پردے کے حکم سے پہلے مجھے انہوں نے دیکھا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی پہچان گئے اور با آواز بلند ان کی زبان سے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ نکلا ان کی آواز سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر سنبھل بیٹھی، انہوں نے جھٹ اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر اپنا پاؤں رکھا میں اٹھی اور اونٹ پر سوار ہوگئی۔ انہوں نے اونٹ کو کھڑا کر دیا اور بھگاتے ہوئے لے چلے، قسم اللہ کی نہ وہ مجھ سے کچھ بولے نہ میں نے ان سے کوئی کلام کیا نہ سوائے انا للہ کے میں نے ان کے منہ سے کوئی کلمہ سنا۔ دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلے سے مل گئے۔ پس اتنی سی بات کو ہلاک ہونے والوں نے تبنگڑ بنالیا۔ ان کا سب سے بڑا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ مدینے آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینے بھر تک بیماری میں گھر ہی میں رہی، نہ میں نے کچھ سنا، نہ کسی نے مجھ سے کہا جو کچھ غل غپاڑہ لوگوں میں ہو رہا تھا، میں اس سے محض بے خبر تھی۔ البتہ میرے جی میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے؟ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی۔ مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کیسی ہے! اور کوئی بات نہ کرتے اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا مگر بہتان بازوں کی تہمت سے میں بالکل غافل تھی۔

اب سنئے! اس وقت تک گھروں میں پاخانے نہیں ہوتے تھے اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں قضاء حاجت کے لئے جایا کرتے تھے۔ عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں۔ گھروں میں پاخانے سے عام طور پر نفرت تھی۔ حسب عادت میں، ام مسطح بنت ابی رہم بن عبدالمطلب بن عبدالمناف کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے چلی۔ اس وقت میں بہت ہی کمزور ہو رہی تھی یہ ام مسطح میرے والد صاحب رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں ان کی والدہ صخر بن عامر کی لڑکی تھیں، ان کے لڑکے کا نام مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب تھا۔ جب ہم واپس آنے لگے تو حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کا پاؤں چادر کے دامن میں الجھا اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ مسطح غارت ہو۔ مجھے بہت برا لگا اور میں نے کہا تم نے بہت برا کلمہ بولا، توبہ کرو، تم اسے گالی دیتی ہو جس نے جنگ بدر میں شرکت کی۔ اس وقت ام مسطح رضی اللہ عنہا نے کہا بھولی بیوی آپ کو کیا معلوم؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی ان لوگوں میں ہے جو آپ کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی میں ان کے سر ہوگئی کم از کم مجھ سے سارا واقعہ تو کہو۔ اب انہوں نے بہتان باز لوگوں کی تمام کارستانیاں مجھے سنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، رنج و غم کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ مارے صدمے کے میں تو اور بیمار ہوگئی۔ بیمار تو میں پہلے سے ہی تھی، اس خبر نے تو نڈھال کر دیا، جوں توں کر کے گھر پہنچی۔ اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے میکے جا کر اور اچھی طرح معلوم کرلوں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے؟ اور کیا کیا مشہور کیا جا رہا ہے؟ اتنے میں رسول

اللہ ﷺ میرے پاس آئے‘ سلام کیا اور دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو اپنے والد صاحب کے ہاں ہو آؤں۔ آپ نے اجازت دے دی‘ میں یہاں آئی‘ اپنی والدہ سے پوچھا کہ اماں جان لوگوں میں کیا باتیں پھیل رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا بیٹی یہ تو نہایت معمولی بات ہے تم اتنا دل بھاری نہ کرو‘ کسی شخص کی اچھی بیوی جو اسے محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں وہاں ایسی باتوں کا کھڑا ہونا لازمی امر ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ میری نسبت ایسی افواہیں اڑا رہے ہیں؟ اب تو مجھے غم و رنج نے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے۔ اس وقت سے جو رونا شروع ہوا واللہ ایک دم بھر کے لئے میرے آنسو نہیں تھمے‘ میں سر ڈال کر روتی رہتی۔ کس کا کھانا پینا‘ کس کا سونا بیٹھنا‘ کہاں کی بات چیت‘ غم و رنج اور رونا ہے اور میں ہوں۔ ساری رات اسی حالت میں گزری کہ آنسو کی لڑی نہ تھمی دن کو بھی یہی حال رہا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلوایا‘ وحی میں دیر ہوئی‘ اللہ کی طرف سے آپ کو بات معلوم نہ ہوئی تھی‘ اس لئے آپ نے ان دونوں حضرات سے مشورہ کیا کہ آپ مجھے الگ کر دیں یا کیا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو صاف کہا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کی اہل پر کوئی برائی نہیں جانتے۔ ہمارے دل ان کی عفت‘ عزت اور شرافت کی گواہی دینے کے لئے حاضر ہیں۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے آپ پر کوئی تنگی نہیں‘ عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں۔ اگر آپ گھر کی خادمہ سے پوچھیں تو آپ کو صحیح واقعہ معلوم ہو سکتا ہے۔ آپ نے اسی وقت گھر کی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور ان سے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوئی بات شک و شبہ والی کبھی بھی دیکھی ہو تو بتاؤ۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے ان سے کوئی بات کبھی اس قسم کی نہیں دیکھی۔ ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی کبھی گندھا ہوا آٹا یونہی رکھا رہتا ہے اور سو جاتی ہیں تو بکری آ کر کھا جاتی ہے‘ اس کے سوا میں نے ان کا کوئی قصور کبھی نہیں دیکھا۔

چونکہ کوئی ثبوت اس واقعہ کا نہ ملا اس لئے اسی دن رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کون ہے؟ جو مجھے اس شخص کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب تو میری گھر والیوں میں بھی ایذائیں پہنچانا شروع کر دی ہیں۔ واللہ! میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے اپنی گھر والیوں میں سوائے بھلائی کے کوئی چیز معلوم نہیں‘ جس شخص کا نام یہ لوگ لے رہے ہیں‘ میری دانست تو اس کے متعلق بھی سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں وہ میرے ساتھ ہی گھر میں آتا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے یارسول اللہ ﷺ میں موجود ہوں اگر وہ قبیلہ اوس کا شخص ہے تو ابھی ہم اس کی گردن تن سے الگ کرتے ہیں اور اگر وہ ہمارے خزرج بھائیوں سے ہے تو بھی آپ جو حکم دیں ہمیں اس کی تعمیل میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے یہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ تھے تو یہ بڑے نیک بخت مگر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اس وقت کی گفتگو سے انہیں اپنے قبیلے کے حمیت آ گئی اور ان کی طرف داری کرتے

ہوئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے نہ تو تو اسے قتل کرے گا نہ اس کے قتل پر تو قادر ہے اگر وہ تیرے قبیلے کا ہوتا تو تو اس کا قتل کیا جانا کبھی پسند نہ کرتا۔ یہ سن کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہوتے تھے کہنے لگے اے سعد بن عبادہ! تم جھوٹ کہتے ہو ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے آپ منافق آدمی ہیں کہ منافقوں کی طرف داری کر رہے ہیں۔ اب ان کی طرف سے ان کا قبیلہ ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گیا اور قریب تھا کہ اوس اور خزرج کے یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑ پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سے ہی انہیں سمجھانا اور چپ کرانا شروع کیا یہاں تک کہ دونوں طرف خاموشی ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی چپکے ہو رہے یہ تو تھا وہاں کا واقعہ۔ میرا حال یہ تھا کہ یہ سارا دن بھی رونے میں ہی گزرا۔ میرے اس رونے نے ماں باپ کے بھی ہوش گم کر دیئے تھے سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ رونا میرا کلیجہ پھاڑ دے گا۔ دونوں حیرت زدہ مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے رونے کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا اتنے میں انصار کی ایک عورت آئیں اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگیں ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ قسم اللہ کی جب سے یہ بہتان بازی ہوئی تھی آج تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کبھی نہیں بیٹھے تھے۔ مہینہ بھر گزر گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی حالت تھی۔ کوئی وحی نہیں آئی تھی کہ فیصلہ ہو سکے۔ آپ نے بیٹھتے ہی اول تو تشہد پڑھا پھر امابعد فرما کر فرمایا کہ اے عائشہ! تیری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ اگر تو واقعی پاک دامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاکیزگی ظاہر فرما دے گا اور اگر فی الحقیقت تو کسی گناہ میں آلودہ ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور توبہ کر، بندہ جب گناہ کر کے اپنے گناہ کے اقرار کے ساتھ اللہ کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ پس آپ اتنا فرما کر خاموش ہو گئے یہ سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا۔ آنسو تھم گئے یہاں تک کہ میری آنکھوں کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا۔ میں نے اول تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی جواب دیجئے لیکن انہوں نے فرمایا کہ واللہ! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں؟ اب میں نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ میں کیا جواب دوں؟ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا۔ میری عمر کچھ ایسی بڑی تو نہ تھی اور نہ مجھے زیادہ قرآن حفظ تھا۔ میں نے کہا۔ آپ سب نے ایک بات سنی اسے آپ نے دل میں بٹھا لیا اور گویا سچ سمجھ لیا۔ اب اگر میں کہوں کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ واقعی میں اس سے بالکل بری ہوں لیکن تم لوگ نہیں مانو گے۔ ہاں اگر میں کسی امر کا اقرار کر لوں حالانکہ اللہ کو خوب علم ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں تو تم ابھی مان لو گے۔ میری اور تمہاری مثال تو بالکل حضرت ابو یوسف علیہ السلام کا یہ قول ہے ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾ [1] پس صبر ہی اچھا ہے جس میں شکایت کا نام ہی نہ ہو اور تم جو باتیں بناتے ہو ان میں اللہ ہی میری مدد کرے، اتنا کہہ کر میں نے کروٹ پھیر لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اللہ کی قسم مجھے یقین تھا

---

[1] [سورۃ یوسف: آیت ۱۸]

کہ چونکہ میں پاک ہوں اللہ تعالیٰ میری براءت اپنے رسول ﷺ کو ضرور معلوم کرا دے گا لیکن یہ تو میرے شان گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوں۔ میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر جانتی تھی کہ میرے بارے میں کلام اللہ کی آیتیں اتریں۔ ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو میری براءت دکھا دے۔ واللہ! ابھی نہ تو رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے ہلے تھے اور نہ گھر والوں سے کوئی گھر سے باہر نکلا تھا کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی۔ اور چہرہ پر وہی آثار ظاہر ہوئے جو وحی کے وقت ہوتے تھے۔ اور پیشانی سے پسینے کی پاک بوندیاں ٹپکنے لگیں۔ سخت جاڑوں میں بھی وحی کے نزول کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی، جب وحی اتر چکی تو ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ ہنسی سے شگفتہ ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا عائشہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری براءت نازل فرما دی ہے۔ اسی وقت میری والدہ نے فرمایا بچی حضور ﷺ کے سامنے کھڑی ہو جاؤ میں نے جواب دیا کہ واللہ! نہ تو میں آپ کے سامنے کھڑی ہوں گی اور نہ سوائے اللہ کے اور کسی کی تعریف کروں گی اسی نے میری براءت اور پاکیزگی بیان فرمائی ہے۔ پس ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ﴾ سے لے کر دس آیتوں تک نازل ہوئیں۔

ان آیتوں کے اترنے کے بعد اور میری پاک دامنی ثابت ہو چکنے کے بعد اس شر کے پھیلانے میں حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے اور انہیں میرے والد صاحب ان کی محتاجی اور ان کی قرابت داری کی وجہ سے ہمیشہ کچھ دیتے رہتے تھے۔ اب انہوں نے کہا جب اس شخص نے میری بیٹی پر تہمت باندھنے میں حصہ لیا تو اب میں اس کے ساتھ کچھ بھی سلوک نہ کروں گا۔ اس پر آیت ﴿وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ﴾ الخ، نازل ہوئی، یعنی تم میں سے جو لوگ بزرگی اور وسعت والے ہیں، انہیں نہ چاہئے کہ قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ کے مہاجروں سے سلوک نہ کرنے کی قسم کھا بیٹھیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ یہ بخشش والا اور مہربانی والا اللہ تمہیں بخش دے؟ اسی وقت اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم اللہ کی میں تو اللہ کی بخشش کا خواہاں ہوں۔ چنانچہ اسی وقت سے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا وظیفہ جاری کر دیا اور فرما دیا کہ واللہ! اب عمر بھر تک اس میں کمی یا کوتاہی نہ کروں گا۔ میرے اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بھی جو آپ کی بیوی صاحبہ تھیں دریافت فرمایا تھا۔ یہی بیوی صاحبہ تھیں جو حضور ﷺ کی تمام بیویوں میں میرے مقابلے کی تھیں لیکن یہ اپنی پرہیزگاری اور دین داری کی وجہ سے صاف بچ گئیں اور جواب دیا کہ حضور ﷺ میں تو سوائے بہتری کے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی۔ میں اپنے کانوں کو اور اپنی نگاہ کو محفوظ رکھتی ہوں۔ گو انہیں ان کی بہن حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بہت کچھ بہلاوے بھی دیئے بلکہ لڑ پڑیں لیکن انہوں نے اپنی زبان سے میری برائی کا کوئی کلمہ نہیں نکالا۔ ہاں ان کی بہن نے تو زبان کھول دی اور میرے بارے میں ہلاک ہونے والوں میں شامل ہوگئی۔ [1] یہ روایت بخاری مسلم وغیرہ حدیث

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشهادات : باب تعدیل النسآء بعضهن بعضا (٢٦٦١) و کتاب المغازی : باب حدیث الافك (٤١٤١) صحیح مسلم : کتاب التوبة : باب فی حدیث الافك (٢٧٧٠) مسند احمد (٦/١٩٤)]

لگے بیٹی میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ ابھی اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ یہاں میرے پیچھے گھر کی خادمہ سے بھی میری بابت رسول اللہ ﷺ نے اور لوگوں کی موجودگی میں دریافت فرمایا۔ جس پر اس نے جواب دیا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی برائی نہیں دیکھتی بجز اس کے کہ وہ آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوتی ہیں' بے خبری سے سو جاتی ہیں۔ بسا اوقات آٹا بکریاں کھا جاتی ہیں۔ بلکہ اسے بعض لوگوں نے بہت ڈانٹا ڈپٹا بھی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ سچ بات جو ہو بتا دے اس پر بہت سختی کی لیکن اس نے کہا واللہ! ایک سنار خالص سونے میں جس طرح کوئی عیب کسی طرح تپا تپا کر بھی بتا نہیں سکتا۔ اسی طرح میں صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتی۔ جب اس شخص کو یہ اطلاع پہنچی جنہیں بدنام کیا جا رہا تھا تو اس نے کہا قسم اللہ کی میں نے تو آج تک کسی عورت کا بازو کبھی کھولا ہی نہیں۔ بالآخر یہ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس عصر کی نماز کے بعد تشریف لائے تھے۔ اس وقت میری ماں اور میرے باپ میرے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ انصاریہ عورت جو آئی تھیں وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی تھیں اس میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے مجھے نصیحت شروع کی اور مجھ سے حقیقت حال دریافت کی تو میں نے کہا ہائے کیسی بے شرمی کی بات ہے؟ اس عورت کا بھی تو خیال نہیں؟ اس میں ہے کہ میں نے بھی اللہ کی حمد و ثنا کے بعد جواب دیا تھا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے اس وقت ہر چند حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام تلاش کیا لیکن واللہ! وہ زبان پر نہ چڑھا' اس لئے میں نے ابو یوسف کہہ دیا۔ اس میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے وحی کے اترنے کے بعد مجھے خوش خبری سنائی واللہ اس وقت میرا غم بھرا غصہ بہت ہی بڑھ گیا تھا۔ میں نے اپنے ماں باپ سے بھی کہا

کے اس پاس بھی پاس نہیں آ سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اماں صاحبہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے آخری وقت آئے تو فرمانے لگے ام المومنین آپ خوش ہو جائیے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ رہیں اور حضور ﷺ محبت سے پیش آتے رہے اور حضور ﷺ نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا اور آپ کی براءت آسمان سے نازل ہوئی۔ ④ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنے لگیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرا نکاح آسمان سے اترا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری پاکیزگی کی شہادت قرآن میں آسمان سے اتری جب کہ صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ مجھے اپنی سواری پر بٹھالائے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ تو بتاؤ جب تم اس اونٹ پر سوار ہوئی تھیں تو تم نے کیا کلمات کہے تھے؟ آپ نے فرمایا ﴿حَسْبِیَ

---

① [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة (٤٧٥٧)]

② [حسن : مسند احمد (٦/٣٥) ابو داؤد : کتاب الحدود : باب فی حد القاذف (٤٤٧٤) ابن ماجه : کتاب الحدود : باب حد القذف (٢٥٦٧) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة النور (٣١٨٠)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

③ [صحیح :صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء (٣٣٨٨) و کتاب المغازی (٤١٤٣) مسند احمد (٦/٣٦٧)]

④ [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ولولا اذ سمعتوه قلتم ما یکون لنا (٤٧٥٣)]

اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ﴾ اس پر وہ بول اٹھیں کہ تم نے مومنوں کا کلمہ کہا تھا۔ پھر فرمایا جس جس نے پاک دامن صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی ہے ہر ایک کو بڑا عذاب ہوگا اور جس نے اس کی ابتدا اٹھائی ہے' جو اسے ادھر ادھر پھیلا تا رہا ہے اس کے لئے سخت تر عذاب ہیں۔ اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ملعون ہے۔ ٹھیک قول یہی ہے گو کسی نے کہا کہ مراد اس سے حسان ہیں لیکن یہ قول ٹھیک نہیں۔ چونکہ یہ قول بھی ہے اس لئے ہم نے اسے بیان کر دیا ہے ورنہ اس کے بیان میں بھی چنداں نفع نہیں' کیونکہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بڑے بزرگ صحابہ میں سے ہیں۔ ان کی بہت سی فضیلتیں اور بزرگیاں احادیث میں موجود ہیں۔ یہی تھے جو کافر شاعروں کی ہجو کے شعروں کا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیتے تھے۔ انہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''تم کفار کی مذمت بیان کرو جبرائیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں''۔ (۱) حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں عزت سے بٹھایا۔ حکم دیا کہ ان کے لئے گدی بچھادو' جب وہ واپس چلے گئے تو میں نے کہا کہ آپ انہیں کیوں آنے دیتی ہیں؟ ان کے آنے سے کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ان میں سے جو تہمت کا والی ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا اندھا ہونے سے بڑا عذاب اور کیا ہوگا یہ نابینا ہو گئے تھے۔ تو فرمایا شاید یہی عذاب عظیم ہو۔ پھر فرمایا تمہیں نہیں خبر؟ یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں کے ہجو والے اشعار کا جواب دینے پر مقرر تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح میں شعر پڑھا تھا کہ آپ پاک دامن' بھولی' تمام اوچھے کاموں سے' غیبت اور برائی سے پرہیز کرنے والی ہیں' تو آپ نے فرمایا تم تو ایسے نہ تھے۔ (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شعروں سے زیادہ اچھے اشعار نظر نہیں آتے اور میں جب کبھی ان شعروں کو پڑھتی ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ حسان جنتی ہیں۔ وہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے اپنے شعروں میں فرماتے تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے' جس کا میں جواب دیتا ہوں اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے پاؤں گا۔ میرے باپ دادا اور میری عزت و آبرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سے قربان ہے' میں ان سب کو فنا کر کے بھی تمہاری بدزبانیوں کے مقابلے سے ہٹ نہیں سکتا۔ تجھ جیسا شخص جو میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کف پا کی ہمسری بھی نہیں کر سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرے؟ یاد رکھو تم جیسے بد حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نیک پر فدا ہیں۔ جب تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے تو اب میری زبان سے جو تیز دھار اور بے عیب تلوار سے بھی تیز ہے۔ بچ کر تم کہاں جاؤ گے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا یہ لغو کلام نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں لغو کلام تو شاعروں کی وہ بکواس ہے جو عورتوں وغیرہ کے بارے میں ہوتی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کیا قرآن میں نہیں کہ اس تہمت میں بڑا حصہ لینے والے کے لئے برا عذاب

---

(۱) [صحیح صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائکة صلوات الله علیهم (۳۲۱۳) و کتاب الادب : باب هجاء المشرکین (٦١٥٣) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب فضائل حسان بن ثابت (٢٤٨٦)]

(۲) [صحیح صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله یعظکم الله ان تعودوا لمثله ابدا (٤٧٥٥)]

ہے؟ فرمایا ہاں لیکن کیا جو عذاب انہیں ہوا بڑا نہیں؟ آنکھیں ان کی جاتی رہیں' تلوار ان پر اٹھی' وہ تو کہئے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ رک گئے ورنہ عجب نہیں کہ ان کی نسبت یہ بات سن کر انہیں قتل ہی کر ڈالتے۔

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾

اسے سنتے ہی مومن مردوں عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی؟ اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے ○ وہ اس بات پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ اور جب گواہ نہیں لائے تو یہ بہتان باز لوگ یقیناً اللہ کے نزدیک محض جھوٹے ہیں ○

آداب کی تعلیم: ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں جو کلمات منہ سے نکالے وہ ان کی شایاں شان نہ تھے بلکہ انہیں چاہئے تھا کہ یہ کلام سنتے ہی اپنی شرعی ماں کے ساتھ کم از کم وہ خیال کرتے جو اپنے نفسوں کے ساتھ کرتے' جب کہ وہ اپنے آپ کو بھی ایسے کام کے لائق نہ پاتے تو شان ام المومنین رضی اللہ عنہا کو اس سے بہت اعلیٰ اور بالا جانتے۔ ایک واقعہ بھی بالکل اسی طرح کا ہوا تھا۔ حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی صاحبہ ام ایوب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا آپ نے وہ بھی سنا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کہا جا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور یہ یقیناً جھوٹ ہے۔ ام ایوب تم ہی بتاؤ کیا تم کبھی ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا نعوذ باللہ ناممکن۔ آپ نے فرمایا پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو تم سے کہیں افضل اور بہتر ہیں۔ پس جب آیتیں اتریں تو پہلے تو بہتان بازوں کا ذکر ہوا۔ یعنی حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا پھر ان آیتوں میں ذکر ہوا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی بات چیت کا جو اوپر مذکور ہوئی۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ یہ مقولہ ابی بن کعب کا رضی اللہ عنہ تھا الغرض مومنوں کو صاف باطن رہنا چاہئے اور اچھے خیال کرنے چاہئیں بلکہ زبان سے بھی ایسے واقعہ کی تردید اور تکذیب کر دینی چاہئے۔ اس لئے کہ جو کچھ واقعہ گزرا اس میں شک وشبہ کی گنجائش بھی نہ تھی۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کھلم کھلا سواری پر سوار دن دیہاڑے بھرے لشکر میں پہنچتی ہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اگر اللہ نہ کرے خاکم بدہن کوئی بھی ایسی بات ہوتی تو یہ اس طرح کھلے بندوں عام مجمع میں نہ آتے بلکہ خفیہ طور پر شامل ہو جاتے جو کسی کو کانوں کان خبر تک نہ پہنچے۔ پس ظاہر ہے کہ بہتان بازوں کی زبان نے جو قصہ گھڑا وہ محض جھوٹ اور افترا ہے۔ جس سے انہوں نے اپنے ایمان اور اپنی عزت کو غارت کیا پھر فرمایا کہ ان بہتان بازوں نے جو کچھ کہا اپنی سچائی پر چار گواہ واقعہ کے کیوں پیش نہیں کئے؟ اور جب کہ یہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو شرعاً اللہ کے نزدیک وہ جھوٹے ہیں۔ فاسق وفاجر ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتا تو یقیناً تم نے جس بات کے چرچے شروع کر رکھے تھے اس بارے میں تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا ○ جب کہ تم اسے اپنی زبانوں سے نقل در نقل کرنے لگے اور اپنے منہ سے وہ بات نکالنے لگے جس کی تمہیں مطلق خبر نہ تھی۔ گو تم اسے ہلکی بات سمجھتے رہے لیکن اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی ○

اللہ کے فضل نے عذاب روک رکھا ہے: فرمان ہے کہ اے وہ لوگو! جنہوں نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بابت اپنی زبانوں کو بری حرکت دی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا کہ وہ دنیا میں تمہاری توبہ قبول کر لے اور آخرت میں تمہیں تمہارے ایمان کی وجہ سے معاف فرما دے تو جس بہتان میں تم نے اپنی زبانیں ہلائیں اس میں تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے دلوں میں ایمان تھا لیکن رواداری میں کچھ کہہ گئے تھے جیسے حضرت مسطح، حضرت حسان، حضرت حمنہ رضی اللہ عنہم۔ لیکن جن کے دل ایمان سے خالی تھے جو اس طوفان کے اٹھانے والے تھے جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ منافقین یہ لوگ اس حکم میں نہیں۔ کیونکہ نہ اس کے پاس ایمان تھا نہ عمل صالح۔ یہ بھی یاد رہے کہ جس بدی پر جو وعید ہے وہ اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب توبہ نہ ہو اور اس کے مقابلہ میں اس جیسی یا اس سے بڑی نیکی نہ ہو۔ جب کہ تم اس بات کو پھیلا رہے تھے اس سے سن کر اس سے کہی اور اس نے سن کر دوسرے سے کہی۔ [1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قراءت میں ﴿اِذْ تَلِقُوْنَهٗ﴾ ہے [2] یعنی جب کہ تم اس جھوٹ کی اشاعت کر رہے تھے۔ پہلی قراءت جمہور کی ہے اور یہ قراءت ان کی ہے جنہیں اس آیت کا زیادہ علم تھا۔ اور تم وہ بات زبان سے نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ تم گو اس کلام کو ہلکا سمجھتے رہے لیکن دراصل اللہ کے نزدیک وہ بڑا بھاری کلام تھا۔ کسی مسلمان عورت کی نسبت ایسی تہمت جرم عظیم ہے۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے اوپر ایسا کلمہ، سمجھ لو کہ کتنا بڑا کبیرہ گناہ ہوا؟ اسی لئے رب کی غیرت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر خاتم الانبیاء سید المرسلین کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی ثابت فرمائی۔ ہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے اس بے حیائی سے دور رکھا ہے پس کیسے ممکن تھا کہ تمام نبیوں کی بیویوں سے افضل اور ان کی سردار۔ تمام نبیوں سے افضل اور تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اس میں آلودہ ہوں۔ حاشا و کلا۔ پس تم گو اس کلام کو بے وقعت سمجھو لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ انسان بعض مرتبہ اللہ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ کہہ گزرتا ہے جس کی کوئی وقعت اس کے نزدیک نہیں ہوتی لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم کے اتنے

---

[1] [صحیح بخاری تعلیقا : کتاب التفسیر سورۃ النور : باب قوله ولولا فضل الله علیکم ورحمته]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب اذا تلقونه بالسنتکم وتقولون بافواهکم (۴۷۵۲)]

نیچے طبقے میں پہنچ جاتا ہے کہ جتنی نیچی زمین آسمان سے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نیچا ہوتا ہے۔ [1]

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾

تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں اے اللہ تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان اور تہمت ہے ○ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام نہ کرنا! اگر تم سچے مومن ہو ○ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں بیان فرما رہا ہے۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے ○

بولنے سے پہلے تحقیق: پہلے تو نیک گمانی کا حکم دیا۔ یہاں دوسرا حکم دے رہا ہے کہ بھلے لوگوں کی شان میں کوئی برائی کا کلمہ بغیر تحقیق ہرگز نہ نکالنا چاہئے۔ برے خیالات' گندے الزامات اور شیطانی وسوسوں سے دور رہنا چاہئے۔ کبھی ایسے کلمات زبان سے نہ نکالنے چاہئیں' گو دل میں کوئی ایسا وسوسہ شیطانی پیدا بھی ہو تو زبان قابو میں رکھنی چاہئے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے درگزر فرما لیا ہے' جب تک وہ زبان سے نہ کہیں یا عمل میں نہ لائیں [2]

(بخاری و مسلم) تمہیں چاہئے تھا کہ ایسے بے ہودہ کلام کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ ہم ایسی لغو بات سے اپنی زبان نہیں بگاڑتے۔ ہم سے یہ بے ادبی نہیں ہو سکتی کہ اللہ کے خلیل اور اس کے رسول ﷺ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کوئی ایسی لغو بات کہیں' اللہ کی ذات پاک ہے۔ دیکھو خبردار! آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ ہو ورنہ ایمان کے ضبط ہونے کا اندیشہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایمان سے ہی کورا ہو تو وہ تو بے ادب' گستاخ اور بھلے لوگوں کی اہانت کرنے والا ہوتا ہی ہے۔ احکام شرعیہ کو اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے۔ اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب حفظ اللسان (٦٤٧٧ـ ٦٤٧٨) صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب حفظ اللسان (٢٩٨٨)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العتق : باب الخطاء والنسیان فی العتاقة (٢٥٢٨) و کتاب الطلاق (٥٢٦٩) و کتاب الایمان والنذور (٦٦٦٤) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تجاوز الله عن حدیث النفس (١٢٧) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب من طلق فی نفسه ولم یتکلم به (٢٠٤٠) ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی الوسوسة بالطلاق (٢٢٠٩) ترمذی : کتاب الطلاق واللعان : باب ما جآء فیمن یحدث نفسه بطلاق امراته (١١٨٣) نسائی : کتاب الطلاق (٣٤٦٤)]

جولوگ مسلمانوں میں برائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔

برائی و بے حیائی کی اشاعت حرام ہے: یہ تیسری تنبیہ ہے کہ جو شخص کوئی ایسی بات سنے اسے اس کا پھیلانا حرام ہے جو ایسی بری خبروں کو اڑاتے پھرتے ہیں۔ دنیوی سزا یعنی حد لگے گی اور اخروی سزا یعنی عذاب جہنم بھی ہوگا۔ اللہ عالم ہے تم بے علم ہو پس تمہیں اللہ کی طرف تمام امور لوٹانے چاہئیں۔ حدیث شریف میں ہے بندگان اللہ کو ایذا نہ دو انہیں عار نہ دلاؤ۔ ان کی خفیہ باتوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب ٹٹولے گا۔ اللہ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے یہاں تک رسوا کرے گا کہ اس کے گھر والے بھی اسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے۔ (1)

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢١﴾

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت ہے اور یہ بھی کہ اللہ بڑی شفقت رکھنے والا مہربان ہے ○ اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے تو وہ تو بے حیائی کے کاموں کا ہی حکم کرے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے پاک کرنا چاہے کر دیتا ہے اللہ سب سننے والا سب جاننے والا ہے ○

شیطانی راستوں پر چلنے کی ممانعت: یعنی اگر اللہ کا فضل و رحم نہ ہوتا تو اس وقت کوئی اور ہی بات ہو جاتی مگر اس نے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمالی۔ پاک ہونے والوں کو بذریعہ حد شرعی کے پاک کر دیا۔ شیطانی طریقوں پر شیطانی راہوں میں نہ چلو اس کی باتیں نہ مانو۔ وہ تو برائی کا بدی کا بدکاری کا بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ پس تمہیں اس کی باتیں ماننے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس کے عمل سے بچنا چاہئے۔ اس کے وسوسوں سے دور رہنا چاہئے۔ اللہ کی ہر نافرمانی میں قدم شیطان کی پیروی ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے فلاں چیز نہ کھانے کی قسم کھالی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان کا بہکاوا ہے اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور اسے کھالو۔ ایک شخص نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے کہا کہ میں نے اپنے بچے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ شیطانی حرکت

(1) **صحیح لغیرہ:** مسند احمد (۲۷۹/۵)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے میمون بن عجلان کے اور وہ ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۸۶/۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۴۰۲)]

ہے' ایسا نہ کرو' اس کے بدلے ایک بھیڑ ذبح کرو۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ میرے اور میری بیوی کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ وہ بگڑ کر کہنے لگیں کہ ایک دن وہ یہودیہ ہے اور ایک دن نصرانیہ ہے اور اس کے تمام غلام آزاد ہیں' اگر تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے۔ میں نے آ کر عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ شیطانی حرکت ہے۔ زینب بنت ام سلمہ جو اس وقت سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والی عورت تھیں' انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا اور عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کی بیوی نے بھی یہی بتایا۔ پھر فرماتا ہے اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تم میں سے ایک بھی اپنے آپ کو شرک و کفر' برائی اور بدی سے نہ بچا سکتا۔ یہ رب کا احسان ہے کہ وہ تمہیں توبہ کی توفیق دیتا ہے پھر تم پر مہربانی سے رجوع کرتا ہے اور تمہیں پاک صاف بنا دیتا ہے۔ اللہ جسے چاہے پاک کرتا ہے اور جسے چاہے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں سننے والا' ان کے احوال کو جاننے والا ہے۔ ہدایت یافتہ اور گمراہ سب اس کی نگاہ میں ہیں اور اس میں بھی اس حکیم مطلق کی بے پایاں حکمت ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٢﴾

تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قربت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو راہ اللہ دینے سے قسم نہ کھا لینی چاہئے بلکہ معاف کر دینا اور درگزر کر لینا چاہئے' کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف فرما دے؟ اللہ قصوروں کا معاف کرنے والا مہربان ہے ○

اہل ثروت کو نصیحت: تم میں سے جو کشادہ روزی والے' صاحب قدرت ہیں۔ صدقہ اور احسان کرنے والے ہیں انہیں اس بات کی قسم نہ کھانی چاہئے کہ وہ اپنے قرابت داروں' مسکینوں' مہاجروں کو کچھ دیں گے ہی نہیں۔ اس طرح انہیں متوجہ فرما کر پھر اور نرم کرنے کے لئے فرمایا کہ ان کی طرف سے کوئی قصور بھی سرزد ہو گیا ہو تو انہیں معاف کر دینا چاہئے۔ ان سے کوئی ایذا یا برائی پہنچی ہو تو ان سے درگزر کر لینا چاہئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا علم و کرم اور لطف و رحم ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔ یہ آیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جب کہ آپ نے حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی قسم کا سلوک کرنے سے قسم کھا لی تھی کیونکہ بہتان صدیقہ رضی اللہ عنہا میں یہ بھی شامل تھے۔ جیسے کہ پہلے کی آیتوں کی تفسیر میں یہ واقعہ گزر چکا ہے تو جب حقیقت اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی' ام المومنین رضی اللہ عنہا بری ہو گئیں۔ مسلمانوں کے دل روشن ہو گئے' مومنوں کی توبہ قبول ہو گئی' تہمت رکھنے والوں میں سے بعض کو حد شرعی لگ چکی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ فرمایا جو آپ کی خالہ کے فرزند تھے اور مسکین شخص تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ان کی پرورش کرتے رہتے تھے' یہ مہاجر تھے لیکن اس بارے میں اتفاقیہ زبان کھل گئی تھی۔ انہیں تہمت کی حد لگائی گئی تھی۔ حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سخاوت مشہور تھی۔ کیا اپنے کیا غیر سب کے ساتھ آپ کا سلوک عام تھا۔ آیت کے یہ خصوصی الفاظ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کان میں پڑے کہ کیا تم بخشش الٰہی کے طالب نہیں ہو؟ آپ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ہاں قسم ہے اللہ کی ہماری تو عین چاہت ہے کہ اللہ ہمیں بخشے اور اسی وقت سے مسطح رضی اللہ عنہ کو جو کچھ دیا کرتے تھے، جاری کر دیا۔ گویا ان آیتوں میں ہمیں تلقین ہوئی کہ جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ ہماری تقصیر معاف ہو جائے۔ ہمیں چاہئے کہ دوسروں کی تقصیروں سے بھی درگزر کر لیا کریں۔ یہ بھی خیال میں رہے کہ جس طرح آپ نے پہلے یہ فرمایا تھا کہ واللہ میں اس کے ساتھ کبھی بھی سلوک نہ کروں گا۔ اب عہد کیا کہ واللہ! میں اس سے کبھی بھی اس کا مقررہ روزینہ نہ روکوں گا۔ سچ ہے صدیق صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾

جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی باایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے ○ جب کہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ، پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے ○ اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ حق و انصاف کے ساتھ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی ظاہر کرنے والا ہے ○

مومنہ عورتوں پر تہمت لگانے والے ملعون: جب کہ عام مسلمان عورتوں پر طوفان اٹھانے والوں کی سزا یہ ہے تو انبیاء علیہم السلام کی بیویوں پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، بہتان باندھنے والوں کی سزا کیا ہوگی؟ اور خصوصاً اس بیوی پر جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا تھیں۔ علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ان آیتوں کے نزول کے بعد بھی جو شخص ام المومنین رضی اللہ عنہا کو اس الزام سے یاد کرے، وہ کافر ہے کیونکہ اس نے قرآن پاک کے خلاف کیا۔ آپ کی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ بھی مثل صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہیں۔ واللہ اعلم۔ فرماتا ہے کہ ایسے موذی بہتان پرداز دنیا اور آخرت میں لعنت اللہ کے مستحق ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ [1] الخ، یعنی جو لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے رسوا کرنے والے عذاب تیار ہیں۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مخصوص ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی فرماتے ہیں۔ سعید بن جبیر، مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی قول ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ نقل کیا ہے لیکن پھر جو تفصیل وار روایت لائے ہیں اس میں آپ پر تہمت لگنے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے اور اس آیت کے نازل ہونے کا ذکر ہے لیکن آپ کے ساتھ اس حکم کے مخصوص ہونے کا ذکر نہیں۔ پس سبب نزول گو خاص ہو لیکن حکم عام رہتا ہے۔ ممکن

---

[1] [سورۃ الاحزاب: آیت ۵۷]

ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا بھی یہی مطلب ہو۔ واللہ اعلم۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کل ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا تو یہ حکم ہے لیکن اور مومنہ عورتوں کا یہ حکم نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت سے تو مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں کہ اہل نفاق جو اس تہمت میں تھے' سب راندہ درگاہ ہوئے۔ لعنتی ٹھہرے اور غضب اللہ کے مستحق بن گئے۔ اس کے بعد عام مومنہ عورتوں پر بدکاری کا بہتان باندھنے والوں کے حکم میں آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا﴾ [1] الخ' اتری پس انہیں کوڑے لگیں گے اگر انہوں نے توبہ کی تو توبہ تو قبول ہے لیکن گواہی ان کی ہمیشہ تک غیر معتبر رہے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ سورۂ نور کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آیت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے بارے میں اتری ہے۔ ان بہتان بازوں کی توبہ بھی قبول نہیں۔ اس آیت میں ابہام ہے۔ اور چار گواہ نہ لا سکنے کی آیت عام ایمان دار عورتوں پر تہمت لگانے کے حق میں ہے' ان کی توبہ معقول ہے' یہ سن کر اکثر لوگوں کا ارادہ ہوا کہ آپ کی پیشانی چوم لیں۔ کیونکہ آپ نے نہایت ہی عمدہ تفسیر کی تھی۔ ابہام سے مراد یہ ہے کہ ہر پاک دامن عورت کی شان میں حرمت تہمت عام ہے۔ اور ایسے سب ملعون ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر ایک بہتان باز اس حکم میں شامل ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بطور اولیٰ ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی عموم ہی کو پسند فرماتے ہیں اور یہی صحیح بھی ہے اور عموم کی تائید میں یہ حدیث بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سات گناہوں سے بچو جو مہلک ہیں۔ پوچھا گیا وہ کیا کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو' کسی کو بلاوجہ مار ڈالنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' جہاد سے بھاگنا' پاک دامن بھولی مومنہ پر تہمت لگانا۔ [2] (بخاری مسلم) اور حدیث میں ہے پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والے کی سو سال کی نیکیاں غارت ہیں۔ [3]

بدن کے اعضا بھی گواہی دیں گے: ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ جب مشرکین دیکھیں گے کہ جنت میں سوائے نمازوں کے اور کوئی نہیں بھیجا جاتا تو وہ کہیں گے آؤ ہم بھی انکار کر دیں چنانچہ اپنے شرک کا یہ انکار کر دیں گے۔ اسی وقت ان کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور ہاتھ پاؤں گواہی دینے لگیں گے اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کافروں کے سامنے جب ان کی بداعمالیاں پیش کی جائیں گی تو وہ انکار کر جائیں گے اور اپنی بے گناہی بیان کرنے لگیں گے تو کہا جائے گا یہ ہیں تمہارے پڑوسی یہ تمہارے خلاف شہادت دے رہے ہیں۔ یہ کہیں گے یہ سب جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا کہ اچھا خود تمہارے کنبے کے لوگ موجود ہیں۔ یہ کہہ

---

[1] [سورۃ نور: آیت ٤]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الوصایا: باب قول اللہ تعالی ان الذین یأکلون اموال الیتمیٰ ظلما (٢٧٦٦) و کتاب الطب (٥٧٦٤) و کتاب الحدود (٦٨٥٧) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان الکبائر واکبرھا (٨٩) نسائی: کتاب الوصایا: باب اجتناب اکل مال الیتیم (٣٧٠١) ابو داؤد: کتاب الوصایا: باب ما جآء فی التشدید فی اکل مال الیتیم (٢٨٧٤)]

[3] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (٣٠٢٣)] اس میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔]

دیں گے یہ بھی جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا۔ اچھا تم قسمیں کھاؤ' یہ قسمیں کھالیں گے پھر اللہ انہیں گونگا کر دے گا اور خود ان کے ہاتھ پاؤں ان کی بداعمالیوں کی گواہی دیں گے۔ پھر انہیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ [1] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ہنس دیئے اور فرمانے لگے۔ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا اللہ ہی جانتا ہے آپ نے فرمایا بندہ قیامت کے دن اپنے رب سے جو حجت بازی کرے گا اس پر یہ کہے گا کہ اللہ کیا تو نے مجھے ظلم سے نہیں روکا تھا؟ اللہ فرمائے گا ہاں۔ تو یہ کہے گا' بس آج جو گواہ میں سچا مانوں' اسی کی شہادت میرے بارے میں معتبر مانی جائے۔ اور وہ گواہ سوا میرے اور کوئی نہیں۔ اللہ فرمائے گا' اچھا یونہی سہی تو اپنا گواہ رہ۔ اب منہ پر مہر لگ جائے گی اور اعضا سے سوال ہوگا تو وہ سارے عقد کھول دیں گے۔ اس وقت بندہ کہے گا' تم غارت ہو جاؤ' تمہیں بربادی آئے تمہاری طرف سے ہی تو میں لڑ جھگڑ رہا تھا۔ [2] (مسلم) قتادہ رحمہ اللہ فرماتے تھے اے ابن آدم! تو خود اپنی بداعمالیوں کا گواہ ہے' تیرے کل اعضا تیرے خلاف بولیں گے' ان کا خیال رکھ اللہ سے پوشیدگی اور ظاہری میں ڈرتا رہ۔ اس کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہیں' اندھیرا اس کے سامنے روشنی کی مانند ہے۔ چھپا ہوا اس کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ اللہ کے ساتھ نیک گمانی کی حالت میں مرو۔ اللہ ہی کے ساتھ ہماری قوتیں ہیں۔ یہاں دین سے مراد حساب ہے۔ جمہور کی قراءت میں حق کا زبر ہے کیونکہ وہ دین کی صفت ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے حق پڑھا ہے اس بنا پر کہ یہ لغت ہے لفظ اللہ کی۔ ابی بن کعب کے مصحف میں ﴿يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ الْحَقُّ دِينَهُمْ﴾ بعض سلف سے پڑھنا مروی ہے اس وقت جان لیں گے کہ اللہ کے وعدے وعید حق ہیں۔ اس کا حساب عدل والا ہے' ظلم سے دور ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ ع ۹

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں' اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں' ایسے پاک لوگوں کے متعلق جو کچھ بکواس بہتان باز کر رہے ہیں وہ اس سے بالکل بے لگاؤ ہیں' ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی○

خبیث عورتوں کے لیے خبیث مرد: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایسی بری بات برے لوگوں کے لئے ہے۔ بھلی بات کے حقدار بھلے لوگ ہوتے ہیں۔ یعنی اہل نفاق نے صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت باندھی اور ان کی شان میں جو بدالفاظی کی اس کے لائق وہی ہیں اس لئے کہ وہی بد ہیں اور خبیث ہیں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ پاک ہیں اس لئے وہ پاک کلموں کے لائق ہیں وہ ناپاک بہتان سے بری ہیں۔ یہ آیت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر طرح طیب ہیں' ناممکن ہے کہ ان کے نکاح

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵۸۸۸)] اس میں دراج عن ابی الہیثم ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزھد: باب الدنیا سجن المومن وجنة الکافر (۲۹۶۹)]

میں اللہ کسی ایسی عورت کو دے جو خبیثہ ہو۔ خبیثہ عورتیں تو خبیث مردوں کے لائق ہوتی ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ لوگ ان تمام تہمتوں سے پاک ہیں جو دشمنان اللہ باندھ رہے ہیں۔ انہیں ان کی بدکلامیوں سے جو رنج وایذا پہنچی وہ بھی ان کے لئے باعث مغفرت گناہ بن جائے گی۔ اور یہ چونکہ حضور ﷺ کی بیوی ہیں، جنت عدن میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہیں گی۔ ایک مرتبہ اسیر بن جابر حضرت عبداللہ کے پاس آ کر کہنے لگے آج تو میں نے ولید بن عقبہ سے ایک نہایت ہی عمدہ بات سنی تو حضرت عبداللہ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ مومن کے دل میں پاک بات اترتی ہے اور وہ اس کے سینے میں آ جاتی ہے پھر وہ اسے زبان سے بیان کرتا ہے، وہ بات چونکہ بھلی ہوتی ہے، بھلے سننے والے اسے اپنے دل میں بٹھا لیتے ہیں اور اسی طرح بری بات برے لوگوں کے دلوں سے سینوں تک اور وہاں سے زبانوں تک آتی ہے، برے لوگ اسے سنتے ہیں اور اپنے دل میں بٹھاتے ہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ جو شخص بہت سی باتیں سنے، پھر ان میں جو سب سے خراب ہو اسے بیان کرے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بکریوں والے سے ایک بکری مانگے وہ اسے کہے کہ جا اس ریوڑ میں سے تجھے جو پسند ہو لے لے۔ یہ جائے اور ریوڑ کے کتے کا کان پکڑ کر لے جائے [۱] اور حدیث میں ہے حکمت کا کلمہ مومن کی گم گشتہ دولت ہے جہاں سے پائے لے لے۔ [۲]

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰٓى
اَهْلِهَا ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوا فِيهَآ اَحَدًا فَلَا
تَدْخُلُوهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۚ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ
فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام کرو، یہی تمہارے لئے سراسر بہتری ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو○ اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ ملے تو بھی پروانگی ملے بغیر اندر نہ جاؤ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ ہی جاؤ۔ یہی بات تمہارے لئے زیادہ ستھرائی والی ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ خوب جانتا ہے○ ہاں غیر آباد گھروں میں جہاں تمہارا کوئی فائدہ یا اسباب ہو، جانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں تم جو

---

[۱] [ضعیف : ابن ماجه : كتاب الزهد : باب الحكمة (٤١٧٢) مسند احمد (٢/٣٥٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه ، السلسلة الضعيفة (١٧٦١)] اس میں علی بن زید ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[۲] [ضعیف : ابن ماجه : كتاب الزهد : باب الحكمة (٤١٦٩) ترمذی : كتاب العلم : باب فضل الفقة على العباد (٢٦٧٧)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابن ماجه] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

کچھ بھی ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اللہ سب کچھ جانتا ہے ○

کسی کے گھر میں داخلے کے آداب: شرعی ادب بیان ہو رہا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت مانگو، جب اجازت ملے جاؤ پہلے سلام کرو۔ اگر پہلی دفعہ کی اجازت طلبی پر جواب نہ ملے تو پھر اجازت مانگو۔ تین مرتبہ اجازت چاہو اگر پھر بھی اجازت نہ ملے تو لوٹ جاؤ۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ تین دفعہ اجازت مانگی، جب کوئی نہ بولا تو آپ واپس لوٹ گئے۔ تھوڑی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا! دیکھو عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ آنا چاہتے ہیں، انہیں بلا لو لوگ گئے دیکھا تو وہ چلے گئے ہیں۔ واپس آ کر عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی۔ دوبارہ جب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ واپس کیوں چلے گئے تھے؟ جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تین دفعہ اجازت چاہنے کے بعد بھی اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ۔ میں نے تین بار اجازت چاہی جب جواب نہ آیا تو میں اس حدیث پر عمل کر کے واپس لوٹ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس پر کسی گواہ کو پیش کرو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ آپ وہاں سے اٹھ کر ایک انصار کے مجمع میں پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا تم میں سے کسی نے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سنا ہو تو میرے ساتھ چل کر عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دے۔ انصار نے کہا یہ مسئلہ تو عام ہے بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم سب نے سنا ہے ہم اپنے سب سے نو عمر لڑکے کو تیرے ساتھ کر دیتے ہیں، یہی گواہی دے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا کہ میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت افسوس کرنے لگے کہ بازاروں کے لین دین نے مجھے اس مسئلہ سے غافل رکھا۔ [1]

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی۔ فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ! حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تو کہہ دیا لیکن ایسی آواز سے کہ آپ نہ سنیں۔ چنانچہ تین بار یہی ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرتے۔ آپ جواب دیتے لیکن اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنیں نہیں۔ اس کے بعد آپ وہاں سے واپس لوٹ چلے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے لپکے ہوئے آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تمام آوازیں میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں۔ میں نے ہر سلام کا جواب بھی دیا لیکن اس خیال سے کہ آپ کی دعائیں بہت ساری لوں اور زیادہ برکت حاصل کروں جواب اس طرح نہ دیا کہ آپ کو سنائی دے اب آپ چلئے! تشریف رکھئے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گئے۔ انہوں نے آپ کے سامنے کشمش لا کر رکھی آپ نوش فرمائیں اور فارغ ہو کر فرمانے لگے تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا۔ فرشتے تم پر رحمت بھیج رہے ہیں، تمہارے ہاں روزے داروں نے روزہ کھولا۔ [2] اور روایت میں

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب البیوع : باب الخروج فی التجارۃ (۲۰۶۲) و کتاب الاعتصام (۷۳۵۳) صحیح مسلم : کتاب الآداب : باب الاستئذان (۲۱۵۳) ابو داؤد : کتاب الادب : باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان (۵۱۸۱) مسند احمد (۳۹۸/۱)]

[2] [حسن : مسند احمد (۱۳۸/۳) مجمع الزوائد (۳۴/۸)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

ہے کہ جس وقت حضور ﷺ نے سلام کیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آہستہ جواب دیا تو ان کے لڑکے حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ حضور ﷺ کو اجازت کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو دیکھو حضور ﷺ دوبارہ سلام کہیں گے' ہمیں دوبارہ آپ کی دعا ملے گی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہاں جا کر حضور ﷺ نے غسل کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے زعفران یا ورس سے رنگی ہوئی چادر پیش کی' جو آپ نے جسم مبارک پر لپیٹ لی' پھر ہاتھ اٹھا کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی کہ اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنے درود ورحمت نازل فرما پھر حضور ﷺ نے وہیں کھانا تناول فرمایا جب واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے گدھے پر پالان کس لائے۔ اسے حضور ﷺ کی سواری کے لئے پیش کیا اور اپنے لڑکے قیس سے کہا تم حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ جاؤ یہ ساتھ چلے مگر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا قیس آؤ تم بھی سوار ہو جاؤ انہوں نے کہا حضور ﷺ مجھ سے تو یہ نہ ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا دو باتوں میں سے ایک تمہیں ضرور کرنی ہوگی یا تو میرے ساتھ اس جانور پر سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے واپس جانا منظور کر لیا۔ [1] یہ یاد رہے کہ اجازت مانگنے والا گھر سے دروازے کے بالمقابل کھڑا نہ رہے بلکہ دائیں بائیں قدرے کھسک کر کھڑا رہے۔ کیونکہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ جب کسی کے ہاں جاتے تو اس کے دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ ادھر یا ادھر قدرے دور ہو کر زور سے سلام کہتے اس وقت تک دروازوں پر پردے بھی نہیں ہوتے تھے۔ [2] حضور ﷺ کے مکان کے دروازے کے سامنے ہی کھڑے ہو کر ایک شخص نے اجازت مانگی تو آپ نے اسے تعلیم دی کہ نظر نہ پڑے اسی لئے تو اجازت مقرر کی گئی ہے۔ پھر دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر آواز دینے کے کیا معنی؟ یا تو ذرا سا ادھر ہو جاؤ یا ادھر۔ [3] ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی تیرے گھر میں تیری اجازت کے بغیر جھانکنے لگے اور تو اسے کنکر مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھے کوئی گناہ نہ ہوگا۔ [4] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے والد مرحوم کے قرضے کی ادائیگی کی فکر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' دروازہ پر دستک دی تو آپ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا میں۔ آپ نے فرمایا ''میں میں''۔ گویا آپ نے اس کہنے کو ناپسند فرمایا [5] کیونکہ ''میں'' کہنے سے

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الادب : باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیذان (٥١٨٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : ابوداؤد (٥١٨٦) صحیح ابوداود للألبانی ، المشکاۃ للألبانی (٤٦٧٣)]

[3] [صحیح : ابو داؤد (٥١٧٤) صحیح ابوداود للألبانی ، التعلیق الرغیب (٢٧٣/٣)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدیات : باب من اطلع فی بیت قوم (٦٩٠٢) صحیح مسلم : کتاب الآداب : باب تحریم النظر فی بیت غیرہ (٢١٥٨) مسند احمد (٢٤٣/٢)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاستیذان : باب اذا قال من ذا ؟ فقال انا (٦٢٥٠) صحیح مسلم : کتاب الآداب : باب کراھیة قول المستاذن انا (٢١٥٥) ابن ماجہ: کتاب الادب : باب الاستیذان (٣٧٠٩) ابو داؤد : کتاب الادب : باب الرجل یستاذن بالدق (٥١٨٧) ترمذی : کتاب الاستیذان : باب ما جآء فی التسلیم (٢٧١١) مسند احمد (٣٢٠/٣)]

یہ تو معلوم نہیں ہوسکتا کون ہے؟ جب تک نام یا مشہور کنیت نہ بتائی جائے ''میں'' تو ہر شخص اپنے لئے کہہ سکتا ہے۔ پس اجازت طلبی کا اصلی مقصود حاصل نہیں ہوسکتا۔

استئذ ان' استناس ایک ہی بات ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے ﴿تَسْتَاْنِسُوْا﴾ کاتبوں کی غلطی ہے۔ ﴿تَسْتَاذِنُوْا﴾ لکھنا چاہئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہی قراءت تھی اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بھی۔ لیکن یہ بہت غریب ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے مصحف میں ﴿حَتّٰی تُسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهَا وَتَسْتَاْذِنُوْا﴾ ہے۔ صفوان بن امیہ جب مسلمان ہوگئے تو ایک مرتبہ کلدہ بن حنبل کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ آپ اس وقت وادی کے اونچے حصے میں تھے یہ سلام کئے بغیر اور اجازت لئے بغیر ہی آپ کے پاس پہنچ گئے آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ اور کہو السلام علیکم کیا میں آ ؤں؟[1] اور حدیث میں ہے قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص آپ کے گھر آیا اور کہنے لگا میں اندر آ جاؤں؟ آپ نے اپنے غلام سے فرمایا جاؤ اور اسے اجازت مانگنے کا طریقہ سکھاؤ کہ پہلے تو سلام کرے پھر دریافت کرے۔ اس شخص نے یہ سن لیا اور اسی طرح سلام کر کے اجازت چاہی آپ نے اجازت دے دی اور وہ اندر آ گئے۔[2] ایک اور حدیث میں ہے آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا تھا[3] اور حدیث میں ہے کلام سے پہلے سلام ہونا چاہئے۔[4] یہ حدیث ضعیف ہے' ترمذی میں موجود ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قضا حاجت سے فارغ ہو کر آ رہے تھے لیکن دھوپ کی تاب نہ لا سکے تو ایک قریش کی جھونپڑی کے پاس پہنچ کر فرمایا السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟ اس نے کہا سلامتی سے آ جاؤ آپ نے پھر یہی کہا اس نے پھر یہی جواب دیا۔ آپ کے پاؤں جل رہے تھے کبھی اس قدم پر سہارا لیتے' کبھی اس قدم پر' فرمایا یوں کہو کہ آ جاؤ اب آپ اندر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چار عورتیں گئیں۔ اجازت چاہی کہ کیا ہم آ جائیں؟ آپ نے فرمایا نہیں! تم میں جو اجازت کا طریقہ جانتی ہو اسے کہو کہ وہ اجازت لے۔ تو ایک عورت نے پہلے سلام کیا' پھر اجازت مانگی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔ پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنی ماں اور بہنوں کے پاس بھی جانا ہو تو ضرور اجازت لے لیا کرو۔ انصار کی ایک عورت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں بعض دفعہ گھر میں اس حالت میں ہوتی ہوں کہ اگر میرے باپ بھی آ جائیں یا میرا اپنا لڑکا بھی اس وقت آ جائے تو مجھے برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ حالت ایسی حالت نہیں ہوتی کہ اس وقت کسی کی بھی نگاہ مجھ پر پڑے تو میں ناخوش نہ ہوؤں۔ اور گھر والوں میں

---

[1] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب کیف الاستیذان (۵۱۷۶) ترمذی : کتاب الاستیذان : باب ما جآء فی التسلیم قبل الاستیذان (۲۷۱۰) مسند احمد (۴۱۴/۳) صحیح ابو داود للألبانی]

[2] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب کیف الاستیذان (۵۱۷۷)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود ، السلسلة الصحیحه (۸۱۸)]

[3] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵۹۱۷)]

[4] [حسن : ترمذی : کتاب الاستیذان : باب ما جآء فی السلام قبل الکلام (۲۶۹۹)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحة (۸/۶)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

سے کوئی آ ہی جاتا ہے اس وقت یہ آیت اتری۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ تین آیتیں ہیں کہ لوگوں نے ان پر عمل چھوڑ رکھا ہے ایک تو یہ کہ اللہ فرماتا ہے تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھتا ہو۔ اور لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ امیر ہو۔ اور ادب کی آیتیں بھی لوگ چھوڑے بیٹھے ہیں۔ حضرت عطا رحمہ اللہ نے پوچھا۔ میرے گھر میں میری یتیم بہنیں ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتی ہیں اور میں ہی انہیں پالتا ہوں کیا ان کے پاس جانے کے لئے بھی مجھے اجازت کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ضرور اجازت طلب کیا کرو میں نے دوبارہ یہی سوال کیا کہ شاید کوئی رخصت کا پہلو نکل آئے لیکن آپ نے فرمایا کیا تم انہیں ننگا دیکھنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا پھر ضرور اجازت مانگا کرو۔ میں نے پھر یہی سوال دوہرایا تو آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کا حکم مانے گا یہ نہیں؟ میں نے کہا ہاں مانوں گا۔ آپ نے فرمایا پھر بغیر اطلاع ہرگز ان کے پاس بھی نہ جاؤ۔ حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں محرمات ابدیہ پر ان کی عریانی کی حالت میں نظر پڑ جائے اس سے زیادہ برائی میرے نزدیک اور کوئی نہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اپنی ماں کے پاس بھی گھر میں بغیر اطلاع کے نہ جاؤ۔ عطا رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ بیوی کے بھی بغیر اجازت کے نہ جائے؟ فرمایا یہاں اجازت کی ضرورت نہیں۔ یہ قول بھی محمول ہے اس پر کہ اس سے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں لیکن تاہم اطلاع ضرور ہونی چاہئے ممکن ہے وہ اس وقت ایسی حالت میں ہو کہ وہ نہیں چاہتی کہ خاوند بھی اس حالت میں اسے دیکھے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب میرے پاس گھر آتے تو کھنکار کر آتے۔ کبھی بلند آواز سے دروازے کے باہر کسی سے باتیں کرنے لگتے تا کہ گھر والوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو جائے [2] چنانچہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے ﴿تَسْتَأْنِسُوْا﴾ کے معنی بھی یہی کئے ہیں کہ کھنکار دینا، تھوک دینا وغیرہ۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مستحب ہے کہ جب انسان اپنے گھر میں جانا چاہے باہر سے ہی کھنکار دے یا جوتیوں کی آہٹ سنا دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سفر سے رات کے وقت بغیر اطلاع گھر آ جانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس سے گویا گھر والوں کی خیانت کا پوشیدہ طور پر ٹٹولنا ہے [3] آپ ایک مرتبہ ایک سفر سے صبح کے وقت آئے تو حکم دیا کہ بستی کے پاس لوگ اتریں تا کہ مدینے میں خبر مشہور ہو جائے، شام کو اپنے گھروں میں جانا۔ اس لئے کہ اس اثناء میں عورتیں اپنی صفائی ستھرائی کر لیں۔ [4] اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سلام تو ہم جانتے ہیں لیکن استیناس کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ یا الحمدللہ یا اللہ

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵۹۲۱)] اس میں اشعث بن سوار ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵۹۲٤)] اس میں ایک راوی مجہول ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العمرۃ : باب لا یطرق اھلہ اذا بلغ المدینۃ (۱۸۰۱) صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب کراھۃ الطروق (۷۱۵۔۱۸٤)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب النکاح : باب طلب الولد (۵۲٤۵۔ ۵۲٤٦) صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب کراھۃ الطروق (۷۱۵۔۱۸۱) مسند احمد (۳/۳۰۳)]

اکبر بلند آواز سے کہہ دینا یا کھنکار دینا جس سے گھر والے معلوم کر لیں کہ فلاں آ رہا ہے۔ [1] حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تین بار کی اجازت اس لئے مقرر کی ہے کہ پہلی دفعہ میں تو گھر والے معلوم کر لیں کہ فلاں ہے۔ دوسری دفعہ میں وہ سنبھل جائیں اور ہوشیار ہو جائیں۔ تیسری مرتبہ میں اگر وہ چاہیں اجازت دیں چاہیں منع کر دیں۔ جب اجازت نہ ملے پھر دروازے پر ٹھہرا رہنا برا ہے' لوگوں کو اپنے اور اشغال ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ وہ اس وقت اجازت نہیں دے سکتے۔ مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں سلام کا دستور نہ تھا' ایک دوسرے سے ملتے تھے لیکن سلام نہ کرتے تھے۔ کسی کے ہاں جاتے تھے تو اجازت نہیں لیتے تھے یونہی جا دھمکے پھر کہہ دیا کہ میں آ گیا ہوں۔ تو بسا اوقات یہ گھر والے پر گراں گزرتا ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں کبھی ایسے حال میں ہوتا کہ اسے اس کا آنا بہت برا لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام بُرے دستور اچھے آداب سکھا کر بدل دیئے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہی طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس میں مکان والے اور آنے والے کو دونوں کو راحت ہے۔ یہ چیزیں تمہاری نصیحت اور خیر خواہی کی ہیں۔ اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو بے اجازت اندر نہ جاؤ۔ کیونکہ یہ دوسرے کی ملک میں تصرف کرنا ہے جو نا جائز ہے۔ مالک مکان کو حق ہے اگر وہ چاہے اجازت دے' چاہے روک دے۔ اگر تمہیں کہا جائے' لوٹ جاؤ تو تمہیں واپس چلا جانا چاہئے۔ اس میں برا ماننے کی بات نہیں بلکہ یہ تو بڑا ہی پیارا طریقہ ہے۔ بعض مہاجرین افسوس کیا کرتے تھے کہ ہمیں اپنی پوری عمر میں اس آیت پر عمل کرنے کا موقعہ نہیں ملا کہ کوئی ہم سے کہتا لوٹ جاؤ اور ہم اس آیت کے ماتحت وہاں سے واپس ہو جاتے' اجازت نہ ملنے پر دروازے پر ٹھہرے رہنا بھی منع فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔ یہ آیت اگلی آیت سے مخصوص ہے اس میں ان گھروں میں بلا اجازت جانے کی رخصت ہے جہاں کوئی نہ ہو اور وہاں اس کا کوئی سامان وغیرہ ہو۔ جیسے کہ مہمان خانہ وغیرہ۔ یہاں جب پہلی مرتبہ اجازت مل گئی ہر بار کی اجازت ضروری نہیں۔ تو گویا یہ آیت سے استثناء ہے۔ اسی طرح کے ایسے ہی تاجروں کے گودام مسافر خانے وغیرہ ہیں۔ اور اول بات زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔ زید رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد اس سے بیت الشعر ہے

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں' یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے' لوگ جو کچھ کریں اللہ سب سے خبردار ہے ○

نظریں نیچی رکھنے کا حکم: حکم ہوتا ہے کہ جن چیزوں کا دیکھنا میں نے حرام کر دیا ہے ان پر نگاہیں نہ ڈالو۔ حرام چیزوں سے آنکھیں نیچی کر لو۔ اگر بالفرض اچانک نظر پڑ جائے تو بھی دوبارہ نظر بھر کر نہ دیکھو۔ صحیح مسلم میں ہے

---

[1] [ضعیف : ابن ابی شیبة فی المصنف (٦٠٧/٨) ابن ماجه (٣٧٠٧) طبرانی کبیر (١٧٨/٤)] حافظ بوصیریؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [الزوائد (١٧١/٣) فتح الباری (١١/٨)]

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نگاہ پڑ جانے کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنی نگاہ فوراً ہٹالو۔ (۱) نیچی نگاہ کرنا یا اُدھر اُدھر دیکھنے لگ جانا اللہ کی حرام کردہ چیز کو نہ دیکھنا آیت کا مقصود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی نظر پر نظر نہ جماؤ' اچانک جو پڑ گئی وہ تو معاف ہے قصداً معاف نہیں۔ (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا ''راستوں پر بیٹھنے سے بچو''۔ لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کام کاج کے لئے وہ تو ضروری ہے۔'' آپ نے فرمایا اچھا تو راستوں کا حق ادا کرتے رہو' انہوں نے کہا وہ کیا؟ فرمایا ''نیچی نگاہ رکھنا' کسی کو ایذا نہ دینا' سلام کا جواب دینا' اچھی باتوں کی تعلیم کرنا' بری باتوں سے روکنا''۔ (۳) آپ فرماتے ہیں چھ چیزوں کے تم ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔ بات کرتے ہوئے جھوٹ نہ بولو۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔ وعدہ خلافی نہ کرو۔ نظر نیچی رکھو۔ ہاتھوں کو ظلم سے بچائے رکھو۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ (۴) صحیح بخاری میں ہے جو شخص زبان اور شرمگاہ کو اللہ کے فرمان کے ماتحت رکھے۔ میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ (۵) عبیدہ کا قول ہے کہ جس چیز کا نتیجہ نافرمانی رب ہو' وہ کبیرہ گناہ ہے چونکہ نظر پڑنے کے بعد دل میں فساد کھڑا ہوتا ہے' اس لئے شرمگاہ کو بچانے کے لئے نظریں نیچی رکھنے کا فرمان ہوا۔ نظر بھی ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ پس زنا سے بچنا بھی ضروری ہے اور نگاہ نیچی رکھنا بھی ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے''۔ (۶) محرمات کو نہ دیکھنے سے دل پاک ہوتا ہے اور دین صاف ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنی نگاہ حرام چیزوں پر نہیں ڈالتے۔ اللہ ان کی آنکھوں میں نور بھر دیتا ہے۔ اور ان کے دل بھی نورانی کر دیتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں جس کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑ جائے پھر وہ اپنی نگاہ ہٹالے۔ اللہ تعالیٰ اس

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الآداب : باب نظر الفجأة (۲۱۵۹) ترمذی : کتاب الادب : باب ما جآء فی نظرة الفجاءة (۲۷۷۶) ابو داؤد : کتاب النکاح : باب فی ما یومر به من غض البصر (۲۱۴۸) مسند احمد (۳۵۸/٤)]

(۲) [حسن : مسند احمد (۳۵۱/۵) مستدرك حاكم (۱۹٤/۲) ابو داؤد : کتاب النکاح : باب فی ما یومر به من غض البصر (۲۱٤۹) ترمذی : کتاب الادب : باب ما جآء فی نظر الفجاءة (۲۷۷۷)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ جبکہ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود ، صحیح ترمذی]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاستئذان : باب قوله الله تعالى يايها الذين امنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم (٦٢٢٩) صحيح مسلم : كتاب اللباس : باب النهي عن الجلوس في انطرقات (۲۱۲۱) مسند احمد (۳٦/۳)]

(۴) [ضعیف : طبرانی کبیر (۸۰۱۸) مجمع الزوائد (۳۰۱/۱۰)] اس میں فضال راوی ضعیف ہے۔]

(۵) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب حفظ اللسان (٦٤٧٤)]

(۶) [صحیح : مسند احمد (۳/۵) مستدرك حاكم (۱۷۹/٤) ابو داؤد: کتاب الحمام : باب ما جآء فی التعری (٤٠١٧) ابن ماجه : كتاب النكاح : باب التستر عند الجماع (۱۹۲۰) ترمذی : کتاب الادب : باب ما جآء فی حفظ العورة (۲۷٦۹)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجه ، صحیح ابو داود ، المشکاة (۳۱۱۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

کے بدلے ایک ایسی عبادت اسے عطا فرماتا ہے جس کی لذت وہ اپنے دل میں پاتا ہے۔ [۱] اس حدیث کی سندیں تو ضعیف ہیں مگر یہ رغبت دلانے کے بارے میں ہے۔ اور ایسی احادیث میں سند کی اتنی زیادہ دیکھ بھال نہیں ہوتی۔ طبرانی میں ہے کہ یا تو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو گے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو گے اور اپنے منہ سیدھے رکھو گے یا اللہ تمہاری صورتیں بدل دے گا۔ [۲] ((اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ كُلِّ عَذَابِهٖ)) فرماتے ہیں۔ نظر ابلیسی تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اللہ کے خوف سے اپنی نگاہ روک رکھے اللہ اس کے دل میں ایسا نور ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ اسے مزہ آنے لگتا ہے۔ [۳] لوگوں کا کوئی عمل اللہ پر پوشیدہ نہیں۔ وہ آنکھوں کی خیانت کو، دل کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ابن آدم کے ذمے اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ لامحالہ پالے گا، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ زبان کا زنا بولنا ہے۔ کانوں کا زنا سننا ہے۔ ہاتھوں کا زنا تھامنا ہے۔ پیروں کا زنا چلنا ہے۔ دل خواہش تمنا اور آرزو کرتا ہے۔ پھر شرمگاہ تو سب کو سچا کر دیتی ہے یا سب کو جھوٹا بنا دیتی ہے۔ [۴] (رواہ البخاری تعلیقًا) اکثر سلف لڑکوں کو گھورا گھاری سے بھی منع کرتے تھے۔ اکثر ائمہ صوفیہ نے اس بارے میں بہت کچھ سختی کی ہے۔ اہل علم کی جماعت نے اس کو مطلق حرام کہا ہے اور بعض نے اسے کبیرہ گناہ فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر آنکھ قیامت کے دن روئے گی مگر وہ آنکھ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے دیکھنے سے بند رہے اور وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں جاگتی رہے اور وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئے۔ گو اس میں سے آنسو صرف مکھی کے سر کے برابر ہی نکلا ہو۔ [۵]

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

---

[۱] [ضعیف : مسند احمد (٥/٢٦٤) طبرانی کبیر (٧٨٤٢)] اس میں علی بن یزید راوی ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٢٢٧٨)]

[۲] [ضعیف : طبرانی کبیر (٧٨٤٠)] اس کی سند میں علی بن یزید ضعیف ہے۔]

[۳] [ضعیف : طبرانی کبیر (١٠٣٦٢) مجمع الزوائد (١٢٩٤٦)] اس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی راوی ضعیف ہے۔]

[۴] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاستئذان : باب زنا الجوارح دون الفرج (٦٢٤٣ - ٦٦١٢) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب قدر علی ابن آدم حظ من الزنی وغیرہ (٢٦٥٧)]

[۵] [ضعیف : ابو نعیم فی الحلیة (٣/١٦٣)] اس میں عمر بن صهبان ضعیف ہے۔]

مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مارے رہیں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے' اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ○

خواتین کو بھی نظریں نیچی رکھنے کا حکم: یہاں اللہ تعالیٰ مومنہ عورتوں کو چند حکم دیتا ہے تا کہ باغیرت مردوں کو تسکین ہو اور جاہلیت کی بری رسمیں نکل جائیں۔ مروی ہے کہ اسماء بنت مرشدہ رضی اللہ عنہا کا مکان بنو حارثہ کے محلے میں تھا۔ ان کے پاس عورتیں آتی تھیں اور دستور کے مطابق اپنے پیروں کے زیور' سینے اور بال کھولے ہوئے آیا کرتی تھیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یہ کیسی بری بات ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ پس حکم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کو بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں۔ سوا اپنے خاوند کے کسی کو بہ نظر شہوت نہ دیکھنا چاہئے۔ اجنبی مردوں کی طرف تو دیکھنا ہی حرام ہے خواہ شہوت سے ہو خواہ بغیر شہوت کے۔ ابو داؤد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما بیٹھی تھیں کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ پردہ کر لو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو نابینا ہیں' نہ ہمیں دیکھیں گے' نہ پہچانیں گے۔ آپ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو کہ اس کو نہ دیکھو؟[1] ہاں بعض علماء نے بے شہوت نظر کو حرام نہیں کہا۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ عید کے دن حبشی لوگوں نے مسجد میں ہتھیاروں کے کرتب شروع کئے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا آپ دیکھ رہی تھیں یہاں تک کہ جی بھر گیا اور تھک کر چلی گئیں۔[2] عورتوں کو بھی اپنی عصمت کا بچاؤ چاہئے' بدکاری سے دور رہیں' اپنا آپ کسی کو نہ دکھائیں۔ اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زینت کی کسی چیز کو ظاہر نہ کریں ہاں جس کا چھپانا ممکن ہی نہ ہو' اس کی اور بات ہے جیسے چادر اور اوپر کا کپڑا وغیرہ جنکا پوشیدہ رکھنا عورتوں کے لئے ناممکنات سے ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد چہرہ' پہنچوں تک کے ہاتھ اور انگوٹھی ہے۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ یہی زینت کے وہ محل ہیں' جن کے ظاہر کرنے سے شریعت نے ممانعت کر دی۔ جب کہ حضرت عبداللہ سے

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۲۹۶/٦) بیہقی فی السنن الکبری (۹۱/۷) صحیح ابن حبان (۵۵۷۵) ترمذی: کتاب الادب: باب ماجآء فی احتجاب النساء من الرجال (۲۷۷۸) ابو داؤد: کتاب اللباس: باب فی قولہ تعالیٰ وقل للمومنات یغضضن من ابصار ھن (۴۱۱۲)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود، المشکاۃ (۳۱۱٦) ارواء الغلیل (۱۸۰٦)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الصلاۃ: باب اصحاب الحراب فی المسجد (۴۵۵)، (۹۵۰) صحیح مسلم: کتاب صلاۃ العیدین: باب الرخصۃ فی اللعب الذی لامعصیۃ فیہ (۸۹۲)]

روایت ہے کہ وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں یعنی بالیاں ہار پاؤں کا زیور وغیرہ۔ فرماتے ہیں زینت دو طرح کی ہے ایک تو وہ جسے خاوند ہی دیکھے جیسے انگوٹھی اور کنگن اور دوسرے زینت وہ جسے غیر بھی دیکھیں جیسے اوپر کا کپڑا۔ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی آیت میں جن رشتہ داروں کا ذکر ہے ان کے سامنے تو کنگن دوپٹہ بالیاں کھل جائیں تو حرج نہیں لیکن اور لوگوں کے سامنے صرف انگوٹھیاں ظاہر ہو جائیں تو پکڑ نہیں۔ اور روایت میں انگوٹھیوں کے ساتھ ہی پیر کے خلخال کا بھی ذکر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے منہ اور پہنچوں سے کی ہو۔ جیسے ابو داؤد میں ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں کپڑے باریک پہنے ہوئے تھیں تو آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا جب عورت بلوغت کو پہنچ جائے تو سوا اس کے اور اس کے یعنی چہرے کے اور پہنچوں کے اس کا کوئی عضو دکھانا ٹھیک نہیں۔ [1] لیکن یہ مرسل ہے۔ خالد بن دریک رحمہ اللہ اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور ان کا ام المومنین رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرنا ثابت نہیں۔ واللہ اعلم۔

عورتوں کو چاہئے کہ اپنے دوپٹوں سے یا اور کپڑے سے بکل مارلیں تا کہ سینہ اور گلے کا زیور چھپا رہے۔ جاہلیت میں اس کا بھی رواج نہ تھا۔ عورتیں اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتی تھیں بسا اوقات گردن اور بال چوٹی بالیاں وغیرہ صاف نظر آتی تھیں۔ ایک اور آیت میں ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے' اپنی بیٹیوں سے اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے' اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تا کہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔ خمر خمار کی جمع ہے خمار کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو ڈھانپ لے۔ چونکہ دوپٹہ سر کو ڈھانپ لیتا ہے اس لئے اسے بھی خمار کہتے ہیں۔ پس عورتوں کو چاہئے کہ اپنی اوڑھنی سے یا کسی اور کپڑے سے اپنا گلا اور سینہ بھی چھپائے رکھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے شروع شروع ہجرت کی تھی کہ جب یہ آیت اتری انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ڈوپٹے بنائے۔ بعض نے اپنے تہبند کے کنارے کاٹ کر ان سے سر ڈھک لیا۔ [2] ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس عورتوں نے قریش عورتوں کی فضیلت بیان کرنی شروع کی تو آپ نے فرمایا ان کی فضیلت کی قائل میں بھی ہوں لیکن واللہ! میں نے انصار کی عورتوں سے افضل عورتیں نہیں دیکھیں' ان کے دلوں میں جو کتاب اللہ کی تصدیق اور اس پر کامل ایمان ہے' وہ بے شک قابل قدر ہے۔ سورۂ نور کی آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ﴾ جب نازل ہوئی اور ان کے مردوں نے گھر میں جا کر یہ آیت انہیں سنائی' اسی وقت ان عورتوں نے اس پر عمل کر لیا اور صبح کی نماز میں وہ آئیں تو سب کے سروں پر دوپٹے موجود تھے۔ گویا ڈول رکھے ہوئے ہیں۔ [3] اس کے بعد ان مردوں کا بیان فرمایا جن کے سامنے عورت ہوسکتی ہے اور بغیر بناؤ سنگھار کے ان

---

[1] [صحیح : ابو داؤد : کتاب اللباس : باب فیما تبدی المرأة من زینتها (٤١٠٤) صحیح ابو داود للألبانی.]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ولیضربن بخمر هن علی جیوبهن (٤٧٥٨)]

[3] [صحیح : ابو داؤد، بالاختصار : کتاب اللباس : باب فی قوله تعالی یدنین علیهن من جلا بیبهن (٤١٠١)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود، حجاب المراة المسلمة (ص ٣٨)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

سامنے شرم وحیاء کے ساتھ آ جاسکتی ہے گوبعض ظاہری زینت کی چیزوں پر بھی ان کی نظر پڑ جائے۔ سوائے خاوند کے کہ اس کے سامنے تو عورت اپنا پورا بناؤ سنگھار زیب وزینت کرے۔ گو چچا اور ماموں بھی ذی محرم ہیں لیکن ان کا نام یہاں اس لئے نہیں لیا گیا کہ ممکن ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کے سامنے ان کے محاسن بیان کریں۔ اس لئے ان کے سامنے بغیر دوپٹے کے نہ آنا چاہئے۔ پھر فرمایا تمہاری عورتیں یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے بھی اس زینت کے اظہار میں کوئی حرج نہیں۔ اہل ذمہ کی عورتوں کے سامنے اس لئے رخصت نہیں دی گئی کہ بہت ممکن ہے وہ اپنے مردوں میں ان کی خوبصورتی اور زینت کا ذکر کریں۔ گو مومن عورتوں سے بھی یہ خوف ہے مگر شریعت نے چونکہ اسے حرام قرار دیا ہے اس لئے مسلمان عورتیں تو ایسا نہ کریں گی لیکن ذمی کافروں کی عورتوں کو اس سے کون سی چیز روک سکتی ہے؟ بخاری مسلم میں ہے کہ کسی عورت کو جائز نہیں کہ دوسری عورت سے مل کر اس کے اوصاف اپنے خاوند کے سامنے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ (۱)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں حمام میں جاتی ہیں، ان کے ساتھ مشرکہ عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ سنو کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ وہ اپنا جسم کسی غیر مسلمہ عورت کو دکھائے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ بھی ﴿اَوْ نِسَآئِهِنَّ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد اس سے مسلمان عورتیں ہیں تو ان کے سامنے وہ زینت ظاہر کرسکتی ہے جو اپنے ذی محرم رشتے داروں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے۔ یعنی گلا، بالیاں اور ہار۔ پس مسلمان عورت کو ننگے سر کسی مشرکہ عورت کے سامنے ہونا جائز نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم بیت المقدس پہنچے تو ان کی بیویوں کے لئے دایہ یہودیہ اور نصرانیہ عورتیں ہی تھیں۔ پس اگر یہ ثابت ہو جائے تو محمول ہوگا ضرورت پر یا ان عورتوں کی ذلت پر۔ پھر اس میں غیر ضروری جسم کا کھلنا بھی نہیں۔ واللہ اعلم۔ ہاں مشرکہ عورتوں میں جو لونڈیاں باندیاں ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ بعض کہتے ہیں غلاموں کا بھی یہی حکم ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس انہیں دینے کے لئے ایک غلام لے کر آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسے دیکھ کر اپنے آپ کو اپنے ڈوپٹے میں چھپانے لگیں۔ لیکن چونکہ کپڑا چھوٹا تھا، سر ڈھانپتی تھیں تو پیر کھل جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا بیٹی کیوں تکلیف کرتی ہو میں تو تمہارا والد ہوں اور یہ تمہارا غلام ہے۔ (۲) ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اس غلام کا نام عبداللہ بن مسعدہ تھا۔ یہ فزاری تھے۔ سخت سیاہ فام۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے انہیں پرورش کر کے آزاد کر دیا تھا۔ صفین کی جنگ میں یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت مخالف تھے۔ مسند احمد میں ہے کہ

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب لا تباشر المرأة المرأة (٥٢٤٠) ترمذی: کتاب الادب: باب فی کراھیة مباشرة الرجال الرجال (٢٧٩٢) ابو داؤد: کتاب النکاح: باب فی ما یومر به من غض البصر (٢١٥٠) مسند احمد (١/٤٤٠)]

(۲) [صحیح: ابو داؤد: کتاب اللباس: باب فی العبد ینظر الی شعر مولاته (٤١٠٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود، ارواء لغلیل (١٧٩٩)]

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا۔ تم میں سے جس کسی کا مکاتب غلام ہو جس سے یہ شرط ہوگئی ہو کہ اتنا اتنا روپیہ دے دے تو تو آزاد' پھر اس کے پاس اتنی رقم بھی جمع ہوگئی ہو تو چاہئے کہ اس سے پردہ کرے [1] پھر بیان فرمایا کہ نوکر چاکر' کام کاج کرنے والے ان مردوں کے سامنے جو مردانگی نہیں رکھتے عورتوں کی خواہش جنہیں نہیں۔ اس مطلب کے ہی وہ نہیں' ان کا حکم بھی ذی محرم مردوں کا ہے یعنی ان کے سامنے بھی اپنی ایسی زینت کے اظہار میں مضائقہ نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سست ہوگئے ہیں عورتوں کے کام کے ہی نہیں۔ لیکن وہ مخنث اور ہیجڑے جو بدزبان اور برائی کے پھیلانے والے ہوتے ہیں ان کا یہ حکم نہیں۔ جیسے کہ بخاری مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک ایسا ہی شخص حضور ﷺ کے گھر آیا تھا چونکہ اسے اسی آیت کے ماتحت آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے سمجھا اسے منع نہ کیا تھا اتفاق سے اسی وقت رسول اللہ ﷺ آ گئے' اس وقت وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب طائف کو فتح کرائے گا تو میں تجھے غیلان کی لڑکی دکھاؤں گا کہ آتے ہوئے اس کے پیٹ پر چار شکنیں پڑتی ہیں اور واپس جاتے ہوئے آٹھ نظر آتی ہیں۔ اسے سنتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا خبردار! ایسے لوگوں کو ہرگز نہ آنے دیا کرو۔ [2] اس سے پردہ کرلو۔ چنانچہ اسے مدینے سے نکال دیا گیا۔ بیداء میں یہ رہنے لگے وہاں سے جمعہ کے روز آجاتا اور لوگوں سے کھانے پینے کو کچھ لے جاتا۔ [3] چھوٹے بچوں کے سامنے ہونے کی اجازت ہے جو اب تک عورتوں کے مخصوص اوصاف سے واقف نہ ہوں۔ عورتوں پر ان کی للچائی ہوئی نظریں نہ پڑتی ہوں۔ ہاں جب وہ اس عمر کو پہنچ جائیں کہ ان میں تمیز آجائے۔ عورتوں کی خوبیاں ان کی نگاہوں میں ناچنے لگیں' خوبصورت بدصورت کا فرق معلوم کرلیں۔ پھر ان سے بھی پردہ ہے گو وہ پورے جوان نہ بھی ہوئے ہوں۔ بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! عورتوں کے پاس جانے سے بچو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! دیور جیٹھ؟ آپ نے فرمایا وہ تو موت ہے؟ [4] پھر فرمایا کہ عورتیں اپنے پیروں کو زمین پر زور زور سے مار کر نہ چلیں

---

[1] [مسند احمد (٦/٢٨٩) مسند ابو یعلی (٢٩٥٦) بیهقی فی السنن الکبری (١٠/٣٢٧) ابو داؤد : کتاب العتق : باب فی المکاتب یوذی بعض کتابته (٣٩٢٨) ابن ماجه : کتاب العتق : باب المکاتب (٢٥٢٠) ترمذی : کتاب البیوع : باب ما جآء فی المکاتب اذا کان عنده ما یؤدی (١٢٥٩)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود ، ارواء الغلیل (١٧٦٩)] تاہم حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الطائف (٤٣٢٤) و کتاب اللباس (٥٨٨٧) و کتاب النکاح (٥٢٣٥) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب منع المخنث من الدخول علی النسآء الاجانب (٢١٨٠) ابن ماجه : کتاب الحدود : باب المخنثین (٢٦١٤) ابو داؤد : کتاب الادب : باب الحکم فی المخنثین (٤٩٢٩) مسند احمد (٦/٢٩٠)]

[3] [صحیح : مسند احمد (٦/١٥٢) ابو داؤد : کتاب اللباس : باب فی قوله تعالی غیر اولی الاربة (٤١٠٧ ـ ٤١٠٩)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب النکاح : باب لا یخلون رجل بامرأة الا ذو محر (٥٢٣٢) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب تحریم الخلوة (٢١٧٢) مسند احمد (٤/١٤٩)]

جاہلیت میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ زور سے پاؤں زمین پر رکھ کر چلتی تھیں تا کہ پیر کا زیور بجے۔ اسلام نے اس سے منع فرما دیا۔ پس عورت کو ہر ایک ایسی حرکت منع ہے جس سے اس کا کوئی چھپا ہوا سنگھار کھل سکے۔ پس اسے گھر سے عطر اور خوشبو لگا کر باہر نکلنا بھی ممنوع ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ہر آنکھ زانیہ ہے۔ عورت جب عطر لگا کر پھول پہن کر مہکتی ہوئی مردوں کی کسی مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔ [1] ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک عورت خوشبو سے مہکتی ہوئی ملی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تو مسجد سے آرہی ہے؟ اس نے کہا ہاں فرمایا کیا تم نے خوشبو لگائی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو عورت اس مسجد میں آنے کے لئے خوشبو لگائے اس کی نماز نامقبول ہے جب تک کہ وہ لوٹ کر جنابت کی طرح غسل نہ کرلے۔ [2] ترمذی میں ہے کہ اپنی زینت کو غیر جگہ ظاہر کرنے والی عورت کی مثال قیامت کے اس اندھیرے جیسی ہے جس میں نور نہ ہو۔ [3] ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں عورتوں کو راستے میں ملے جلے چلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا عورتو! ادھر ادھر ہو جاؤ تمہیں بیچ راہ میں نہ چلنا چاہئے۔ یہ سن کر عورتیں دیوار سے لگ کر چلنے لگیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے دیواروں سے رگڑتے تھے۔ [4] پھر فرماتا ہے کہ اے مومنو! میری بات پر عمل کرو ان نیک صفتوں کو لے چلو جاہلیت کی بدخصلتوں سے رک جاؤ۔ پوری فلاح اور نجات اور کامیابی اسی کے لئے ہے جو اللہ کا فرماں بردار ہو اس کے منع کردہ کاموں سے رک جاتا ہو اللہ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآىِٕكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاۗءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٤/٤١٤) ابو داؤد : کتاب الترجل : باب فی طیب المرأة للخروج (٤١٧٣) نسائی : کتاب الزینة : باب ما یکرہ للنساء من الطیب (٥١٢٩) ترمذی : کتاب الادب : باب ما جاء فی کراھیة خروج المرأة متعطرة (٢٧٨٦)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابو داود ، المشکاة (٦٥)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [حسن صحیح : مسند احمد (٢/٢٤٦) ابو داؤد : کتاب الترجل : باب فی طیب المرأة للخروج (٤١٧٤) ابن ماجه (٤٠٠٢)] شیخ البانیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجه ، السلسلة الصحیحه (١٠٣١)]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب الرضاع : باب ماجاء فی کراھیة خروج النساء فی الزینة (١١٦٧)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفة (١٨٠٠)]

[4] [حسن : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی مشی النسآء مع الرجال فی الطریق (٥٢٧٢)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ابو داود ، السلسلة الصحیحه (٨٥٦)] تاہم حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شداد راوی مجہول اور اس کا والد مستور ہے۔]

تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۗ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع

تم میں سے جو مرد عورت مجرد ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور اپنے نیک بخت غلام لونڈیوں کا بھی اور اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے امیر بنا دے گا' اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے ○ ان لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہئے جو اپنا نکاح کرنے کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل وکرم سے مالدار بنا دے' تمہارا غلاموں میں سے جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادگی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریرانہیں کر دیا کرو۔ اگر تم کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو اور اللہ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے انہیں بھی دو۔ تمہاری جو لونڈیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انہیں دنیا کی زندگی کے فائدے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو' اور جو انہیں مجبور کر دے تو اللہ اس پر جبر کے بعد بخش دینے والا اور مہربانی کرنے والا ہے ○ ہم نے تمہاری طرف کھلی اور روشن آیتیں اتار دی ہیں اور ان لوگوں کی کہاوتیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ○

نکاح اور پاکدامنی کی ترغیب: اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام بیان فرما دیئے ہیں اولاً نکاح کا۔ علماء کی جماعت کا خیال ہے کہ جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو' اسے نکاح کر لینا چاہئے۔ نکاح نظر کو نیچی رکھنے والا' شرمگاہ کو بچانے والا ہے اور جسے طاقت نہ ہو وہ لازمی طور پر روزے رکھے' یہی اس کے لئے خصی ہونا ہے۔ [1] (بخاری مسلم) سنن میں ہے آپ فرماتے ہیں زیادہ اولاد جن سے ہونے کی امید ہو ان سے نکاح کرو تا کہ نسل بڑھے میں تمہارے ساتھ اور امتوں میں فخر کرنے والا ہوں۔ ایک روایت میں ہے یہاں تک کہ کچے گرے ہوئے بچے کی گنتی کے ساتھ بھی۔ [2] ایامی جمع ہے ایم کی۔ جوہری رحمہ اللہ کہتے ہیں اہل لغت کے نزدیک بے بیوی کا مرد اور بے خاوند کی عورت کو "ایم" کہتے ہیں' خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو۔ پھر مزید رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الصوم: باب الصوم لمن خاف علی نفسه الغربة (۱۹۰۵)، (۵۰۶۵) صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب استحباب النکاح لمن تاقت (۱۴۰۰) ابو داؤد: کتاب النکاح: باب التحریض علی النکاح (۲۰۴۶) ابن ماجه: کتاب النکاح: باب ما جاء فی فضل النکاح (۱۸۴۵) ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جاء فی فضل التزویج والحث علیه (۱۰۸۱) نسائی: کتاب الصیام (۲۲۴۲) مسند احمد (۳۷۸/۱)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۱۵۸/۳) ابو داؤد: کتاب النکاح: باب النهی عن تزویج من لم یلد من النسآء (۲۰۵۰) نسائی: کتاب النکاح: باب کراهیة تزویج العقیم (۳۲۲۹) صحیح ابن حبان (۴۰۲۸) بیهقی فی السنن الکبری (۸۱/۷)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] جبکہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

اگروہ مسکین بھی ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل وکرم سے مالدار بنادے گا۔ خواہ وہ آزاد ہوں خواہ وہ غلام ہوں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ہے تم نکاح کے بارے میں اللہ کا حکم مانو' وہ تم سے اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امیری کو نکاح میں طلب کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' تین قسم کے لوگوں کی مدد کا اللہ کے ذمے حق ہے۔ نکاح کرنے والا جو حرام کاری سے بچنے کی نیت سے نکاح کرے۔ وہ لکھت لکھ دینے والا غلام جس کا ارادہ ادائیگی کا ہو' وہ غازی جو اللہ کی راہ میں نکلا ہو۔ [1] (ترمذی وغیرہ) اس کی تائید میں وہ روایت ہے' جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا نکاح ایک عورت سے کرادیا' جس کے پاس سوائے تہبند کے اور کچھ نہ تھا کہ لوہے کی انگوٹھی بھی اس کے پاس سے نہیں نکلی تھی اس فقیری اور مفلسی کے باوجود آپ نے اس کا نکاح کرادیا اور مہر یہ ٹھہرایا کہ جو قرآن اسے یاد ہے' اپنی بیوی کو یاد کرادے۔ [2] یہ اسی بنا پر کہ نظریں اللہ کے فضل وکرم پر تھیں کہ وہ مالک انہیں وسعت دے گا اور اتنی روزی پہنچائے گا کہ اسے اور اس کی بیوی کو کفایت ہو۔ ایک حدیث اکثر لوگ وارد کیا کرتے ہیں کہ فقیری میں بھی نکاح کیا کرو اللہ تمہیں غنی کردے گا میری نگاہ سے تو یہ حدیث نہیں گزری۔ نہ کسی قوی سند سے نہ ضعیف سند سے۔ اور نہ ہمیں ایسی لا پتہ روایت کے اس مضمون میں کوئی ضرورت ہے کیونکہ قرآن کی اس آیت اور احادیث میں یہ چیز موجود ہے' فالحمدللہ۔ پھر حکم دیا کہ جنہیں نکاح کا مقدور نہیں وہ حرام کاری سے بچیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے جوان عمر کے لوگو! تم میں سے جو نکاح کی وسعت رکھتے ہوں' وہ نکاح کرلیں یہ نگاہ کو نیچی کرنے والا' شرمگاہ کو بچانے والا ہے اور جسے اس کی طاقت نہ ہو وہ اپنے ذمے روزوں کا رکھنا ضروری کرلے یہی اس کے لئے خصی ہونا ہے۔ یہ آیت مطلق ہے اور سورۂ نساء کی آیت اس سے خاص ہے یعنی یہ فرمان ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا﴾ [3] پس لونڈیوں سے نکاح کرنے سے صبر کرنا بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں اولاد پر غلامی کا حرف آتا ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہے کہ جو مرد کسی عورت کو دیکھے اور اس کے دل میں خواہش پیدا ہو اسے چاہئے کہ اگر اس کی بیوی موجود ہو تو اس کے پاس چلا جائے ورنہ اللہ کی مخلوق میں نظر ڈالے اور صبر کرے یہاں تک کہ اللہ اسے غنی کردے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے فرماتا ہے جو غلاموں کے مالک ہیں کہ اگر ان کے غلام ان سے اپنی آزادگی کی بابت تحریر کرنی چاہیں تو وہ انکار نہ کریں۔ غلام اپنی کمائی سے وہ مال جمع کرکے اپنے آقا کو دے دے گا اور آزاد ہو جائے گا۔ اکثر علماء فرماتے ہیں یہ حکم ضروری نہیں فرض واجب نہیں بلکہ بطور استحباب کے اور خیر خواہی

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب فضائل الجهاد: باب ماجاء فی المجاهد والناکح (۱٦٥٥) ابن ماجه: کتاب العتق: باب المکاتب (۲٥۱۸) نسائی: کتاب الجهاد: باب فضل الروحة فی سبیل الله عزو جل (۳۱۲۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی، غایة المرام (۲۱۰)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب تزویج المعسر (٥۰٥۷) صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب الصداق وجواز کونه تعلیم القرآن (۱٤۲٥)]

[3] [سورة النسآء: آیت ۲٥]

کے ہے۔ آقا کو اختیار ہے کہ غلام جب کوئی ہنر جانتا ہو اور وہ کہے کہ مجھ سے اسی قدر روپیہ لے لو اور مجھے آزاد کر دو تو اسے اختیار ہے خواہ اس قسم کا معاہدہ کرے یا نہ کرے۔ علماء کی ایک اور جماعت آیت کے ظاہری الفاظ کو لے کر کہتی ہے کہ آقا پر واجب ہے کہ جب اس کا غلام اس سے اپنی آزادگی کی بابت تحریر چاہے وہ اس کی بات کو قبول کر لے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام سیرین نے جو مالدار تھا ان سے درخواست کی کہ مجھ سے میری آزادی کی کتابت کر لو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انکار کیا' دربار فاروقی میں مقدمہ گیا' آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور ان کے نہ ماننے پر کوڑے لگوائے اور یہی آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہ انہوں نے تحریر لکھوا دی۔ (بخاری) عطاء رحمہ اللہ سے دونوں قول مروی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا پہلا قول یہی تھا لیکن نیا قول یہ ہے کہ واجب نہیں کیونکہ حدیث میں ہے مسلمان کا مال بغیر اس کی دلی خوشی کے حلال نہیں۔ [1] امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ واجب نہیں۔ میں نے نہیں سنا کہ کسی امام نے کسی آقا کو مجبور کیا ہو کہ وہ اپنے غلام کی آزادگی کی تحریر کر دے' اللہ کا یہ حکم بطور اجازت کے ہے نہ کہ بطور وجوب کے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کے نزدیک مختار کل وجوب کا ہے۔ خیر سے مراد امانت داری' سچائی' مال اور مال کے حاصل کرنے پر قدرت وغیرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر تم اپنے ان غلاموں میں جو تم سے مکاتبت کرنا چاہیں' مال کے کمانے کی صلاحیت دیکھو تو ان کی اس خواہش کو پوری کرو ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالیں گے [2] یعنی ان سے سوال کریں گے اور رقم پوری کرنا چاہیں گے اس کے بعد فرمایا ہے کہ انہیں اپنے مال میں سے کچھ دو۔ یعنی جو رقم ٹھہر چکی ہے' اس میں سے کچھ معاف کر دو۔ چوتھائی یا تہائی یا آدھا یا کچھ حصہ۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال زکوٰۃ سے ان کی مدد کرو آقا بھی اور دوسرے مسلمان بھی اسے مال زکوٰۃ دیں تاکہ وہ مقررہ رقم پوری کر کے آزاد ہو جائے۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جن تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ پر برحق ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے لیکن یہ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ابوامیہ نے مکاتبہ کیا تھا جب وہ اپنی رقم کی پہلی قسط لے کر آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اپنی اس رقم میں دوسروں سے بھی مدد طلب کرو اس نے جواب دیا کہ امیر المومنین آپ آخری قسط تک تو مجھے ہی محنت کرنے دیجئے۔ فرمایا نہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کے اس فرمان کو ہم چھوڑ نہ بیٹھیں کہ انہیں اللہ کا وہ مال دو جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے۔ پس یہ پہلی قسطیں تھیں جو اسلام میں ادا کی گئیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت تھی کہ شروع شروع میں آپ نہ کچھ دیتے تھے نہ معاف فرماتے تھے کیونکہ خیال ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو آخر میں یہ رقم پوری نہ کر سکے تو میرا دیا ہوا مجھے ہی واپس آ جائے۔ ہاں آخری قسطیں ہوتیں تو جو چاہتے اپنی طرف سے معاف کر دیتے۔ [3] ایک غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ چوتھائی چھوڑ دو۔ لیکن صحیح یہی

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۵/۷۲) مسند ابو یعلی (۱۵۷۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ البتہ یہ سند علی بن زید کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۰۶۹۵)]

[2] [مرسل وضعیف : المراسیل لابی داود (۱۶۲)]

[3] [موقوف: مستدرك حاكم (۲/۳۹۷)]

ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اپنی لونڈیوں سے زبردستی بدکاریاں نہ کراؤ۔ جاہلیت کے بدترین طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنی لونڈیوں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ زنا کاری آئیں اور وہ رقم اپنے مالکوں کو دیں۔ اسلام نے آ کر اس بدرسم کو توڑا۔ منقول ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں اتری ہے' وہ ایسا ہی کرتا تھا کہ روپیہ بھی ملے اور لونڈی زادوں سے شان ریاست بھی بڑے۔ اس کی لونڈی کا نام معاذہ تھا۔ اور روایت میں ہے کہ اس کا نام مسیکہ تھا۔ اور یہ بدکاری سے انکار کرتی تھی۔ جاہلیت میں تو یہ کام چلتا رہا یہاں تک کہ اسے ناجائز اولاد بھی ہوئی لیکن اسلام لانے کے بعد اس نے انکار کر دیا' اس پر اس منافق نے اسے زدوکوب کیا۔ پس یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ بدر کا ایک قریشی عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کی لونڈی سے ملے' لونڈی بوجہ اپنے اسلام کے حرام کاری سے بچتی تھی۔ عبداللہ کی خواہش تھی کہ یہ اس قریشی سے ملے' اس لئے اسے مجبور کرتا اور مارتا پیٹتا تھا۔ پس یہ آیت اتری۔ اور روایت میں ہے کہ یہ سردار منافقین اپنی اس لونڈی کو اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے بھیج دیا کرتا تھا۔ اسلام کے بعد اس لونڈی سے جب یہ ارادہ کیا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنی یہ مصیبت بیان کی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دربار محمدی میں یہ بات پہنچائی۔ آپ نے حکم دیا کہ اس لونڈی کو اس کے ہاں نہ بھیجو۔ اس نے لوگوں میں غل مچانا شروع کیا کہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری لونڈیوں کو چھین لیتا ہے اس پر یہ آسمانی حکم اترا۔ ایک روایت میں ہے کہ مسیکہ اور معاذہ دو لونڈیاں دو شخصوں کی تھیں' جو ان سے بدکاری کراتے تھے۔ اسلام کے بعد مسیکہ اور اس کی ماں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی' اس پر یہ آیت اتری۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ لونڈیاں پاک دامنی کا ارادہ کریں اس سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ اگر ان کا ارادہ یہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ اس وقت واقعہ یہی تھا اس لئے یوں فرمایا گیا۔ پس اکثریت اور غلبہ کے طور پر یہ فرمایا گیا ہے کوئی قید اور شرط نہیں۔ اس سے غرض ان کی یہ تھی کہ مال حاصل ہو' اولادیں ہوں جو لونڈیاں غلام بنیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے کی اجرت سے منع فرما دیا۔ [1] ایک اور روایت میں ہے زنا کاری کی خرچی اور پچھنے لگانے والی قیمت اور کتے کی قیمت خبیث ہے۔ [2] پھر فرماتا ہے جو شخص ان لونڈیوں پر جبر کرے تو انہیں اللہ بوجہ ان کی مجبوری کے بخش دے گا اور ان کے مالکوں کو جنہوں نے ان پر دباؤ اور زبردستی ڈالی تھی انہیں پکڑ لے گا۔ اس صورت میں یہی گنہگار رہیں گے۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿رَحِيمٌ﴾ کے بعد ﴿وَاِثْمُهُنَّ عَلٰى مَنْ اَكْرَهَهُنَّ﴾ ہے۔ یعنی اس حالت میں جبر اور زبردستی کرنے والوں پر گناہ ہے۔ مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا سے' بھول سے اور جن کاموں پر وہ مجبور کر دیئے جائیں' ان پر زبردستی کی جائے ان سے درگزر فرما لیا ہے۔ [3] ان احکام کو تفصیل وار

---

[1] [صحیح :صحيح مسلم : كتاب المساقاة : باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن (١٥٦٨)]

[2] [صحیح :صحيح مسلم: كتاب المساقاة : باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن (١٥٦٨)]

[3] [صحیح :ابن ماجه : كتاب الطلاق : باب الطلاق المكره (٢٠٤٣) صحيح ابن ماجه للألباني]

بیان کرنے کے بعد فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے پاک کلام قرآن کریم کی یہ روشن وواضح آیات تمہارے سامنے بیان فرمادیں۔ اگلے لوگوں کے واقعات بھی تمہارے سامنے آچکے کہ ان میں مخالف حق کا انجام کیا اور کیسا ہوا؟ وہ ایک افسانہ بنا دیئے گئے اور آنے والوں کے لئے ایک عبرتناک واقعہ بنا دیئے گئے کہ متقی ان سے عبرت حاصل کریں اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے' قرآن میں تمہارے اختلافات کے فیصلے موجود ہیں۔ تم سے پہلے زمانہ کے لوگوں کی خبریں موجود ہیں۔ بعد میں ہونے والے امور کے احوال کا بیان ہے۔ یہ مفصل ہے بکواس نہیں اسے جو بھی بے پرواہی سے چھوڑے گا' اسے اللہ برباد کردے گا اور جو اس کے سوا دوسری کتاب میں ہدایت تلاش کرے گا اسے اللہ گمراہ کردے گا۔ [1]

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ
زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ
وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا' اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو۔ وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی قندیل میں ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے گو اسے مطلقاً آگ لگی ہی نہ ہو' نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے' لوگوں کے سمجھانے کو یہ مثالیں بیان فرما رہا ہے' اللہ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے O

اللہ آسمان وزمین کا نور: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اللہ ہادی ہے' آسمان والوں کا اور زمین والوں کا۔ وہی ان دونوں میں سورج چاند اور ستاروں کی تدبیر کرتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کا نور ہدایت ہے۔ ابن جریر اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے نور کی مثال یعنی اس کا نور رکھنے والے مومن کی مثال جس کے سینے میں ایمان وقرآن ہے' اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ اولاً اپنے نور کا ذکر کیا پھر مومن کی نورانیت کا کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے کے نور کی مثال بلکہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ اس کو اس طرح پڑھتے تھے ﴿مَثَلُ نُوْرِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس طرح پڑھنا بھی مروی ہے ﴿كَذٰلِكَ نُوْرُ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ﴾ بعض کی قراءت میں ﴿اَللّٰهُ نَوَّرَ﴾ ہے یعنی اس نے آسمان وزمین کو نورانی بنا دیا ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسی کے نور سے آسمان وزمین روشن ہیں۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ جس دن اہل طائف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذا پہنچائی تھی آپ نے اپنی دعا میں فرمایا تھا ﴿اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فی فضل القرآن (۲۹۰۶)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں حارث اعور ضعیف ہے۔]

الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ یَّحِلَّ بِیْ غَضَبُكَ اَوْ یَنْزِلَ بِیْ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ اس دعا میں ہے کہ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ میں آ رہا ہوں جو اندھیروں کو روشن کر دیتا ہے اور جس پر دنیا آخرت کی صلاحیت موقوف ہے'[1] الخ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضور ﷺ رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تب یہ فرماتے کہ ''اللہ تیرے ہی لئے سب تعریف سزاوار ہے تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا نور ہے''۔[2] ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمہارے رب کے ہاں رات اور دن نہیں' اس کے چہرے کے نور کی وجہ سے اس کے عرش کا نور ہے۔ نورہ کی ضمیر کا مرجع بعض کے نزدیک تو لفظ اللہ ہی ہے یعنی اللہ کی ہدایت جو مومن کے دل میں ہے اس کی مثال یہ ہے اور بعض کے نزدیک مومن ہے جس پر سیاق کلام کی دلالت ہے یعنی مومن کے دل کے نور کی مثال مثل طاق کے ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ ایک شخص ہے جو اپنے رب کی دلیل اور ساتھ ہی شہادت لئے ہوئے ہے پس مومن کے دل کی صفائی کو بلور کے فانوس سے مشابہت دی اور پھر قرآن اور شریعت سے جو مدد اسے ملتی رہتی ہے اسے زیتون کے اس تیل سے تشبیہ دی جو خود صاف شفاف چمکیلا اور روشن ہے۔ پس طاق اور طاق میں چراغ اور وہ بھی روشن چراغ۔ یہودیوں نے اعتراضاً کہا تھا کہ اللہ کا نور آسمانوں کے پار کیسے ہوتا ہے؟ تو مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جیسے فانوس کے شیشے سے روشنی۔ پس فرمایا کہ اللہ آسمان و زمین کا نور ہے مشکوٰۃ کے معنی گھر کے طاق کے ہیں یہ مثال اللہ نے اپنی فرمانبرداری کی دی ہے اور اپنی اطاعت کو نور فرمایا ہے پھر اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ حبشہ کی لغت میں اسے طاق کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ایسا طاق جس میں کوئی اور سوراخ وغیرہ نہ ہو۔ فرماتے ہیں اسی میں قندیل رکھی جاتی ہے۔ پہلا قول زیادہ قوی ہے یعنی قندیل رکھنے کی جگہ۔ چنانچہ قرآن میں بھی ہے کہ اس میں چراغ ہے۔ پس مصباح سے مراد نور ہے یعنی قرآن اور ایمان جو مسلمان کے دل میں ہوتا ہے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں چراغ مراد ہے پھر فرمایا یہ روشنی جس میں بہت ہی خوبصورتی ہے' یہ صاف قندیل میں ہے' یہ مومن کے دل کی مثال ہے۔ پھر وہ قندیل ایسی ہے جیسے موتی جیسا چمکیلا روشن ستارہ۔ اس کی دوسری قراءت ﴿دُرِّیٌّ دِرِّیٌّ﴾ بھی ہے۔ یہ ماخوذ ہے ﴿دَرْءٌ﴾ سے جس کے معنی دفع کے ہیں۔ مطلب چمکدار اور روشن ستارہ ہے جو خوب ظاہر ہو اور بڑا ہو۔ پھر اس چراغ میں تیل بھی مبارک درخت زیتون کا ہو۔ زیتونۃ کا لفظ بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ پھر وہ زیتون کا درخت بھی نہ مشرقی ہے کہ اول دن سے اس پر دھوپ آ جائے۔ اور نہ مغربی ہے کہ غروب سورج سے پہلے اس پر سے سایہ ہٹ جائے بلکہ وسط جگہ میں ہے۔ صبح سے شام تک سورج کی صاف روشنی میں رہے۔

پس اس کا تیل بھی بہت صاف' چمکدار اور معتدل ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ

---

[1] [السیرة النبویة (۱/ ۴۲۰)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التہجد : باب التہجد باللیل (۱۱۲۰) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب صلاة النبی ودعائه باللیل (۷۶۹) مسند احمد (۱/ ۳۵۸)]

درخت میدان میں ہے کوئی درخت، پہاڑ، غار یا کوئی اور چیز اسے چھپائے ہوئے نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس درخت کا تیل بہت صاف ہوتا ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبح سے شام تک کھلی ہوا اور صاف دھوپ اسے پہنچتی رہتی ہے کیونکہ وہ کھلے میدان میں درمیان کی جگہ ہے۔ اسی وجہ سے اس کا تیل بہت پاک صاف اور روشن چمکدار ہوتا ہے اور اسے نہ مشرقی کہہ سکتے ہیں نہ مغربی۔ ایسا درخت بہت سرسبز اور کھلا ہوتا ہے پس جیسے یہ درخت آفتوں سے بچا ہوا ہوتا ہے، اسی طرح مومن فتنوں سے محفوظ ہوتا ہے اگر کسی فتنے کی آزمائش میں پڑتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم رکھتا ہے پس اسے چار صفتیں قدرت دے دیتی ہیں (۱) بات میں سچ (۲) حکم میں عدل (۳) بلا پر صبر (۴) نعمت پر شکر پھر وہ اور تمام انسانوں میں ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی زندہ مردوں میں ہو۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر یہ درخت دنیا میں زمین پر ہوتا تو ضرور تھا کہ مشرقی ہوتا یا مغربی لیکن یہ تو نور الٰہی کی مثال ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے نیک مرد کی جو نہ یہودی ہے نہ نصرانی۔ ان سب اقوال میں بہترین قول پہلا قول ہے کہ وہ درمیانہ زمین میں ہے کہ صبح سے شام تک بے روک ہوا اور دھوپ پہنچتی ہے کیونکہ چاروں طرف سے کوئی آڑ نہیں تو لامحالہ ایسے درخت کا تیل بہت زیادہ صاف ہوگا اور لطیف اور چمکدار ہوگا۔ اسی لئے فرمایا کہ خود وہ تیل اتنا لطیف ہے کہ گویا بغیر جلائے روشنی دے۔ نور پر نور ہے۔ یعنی ایمان کا نور پھر اس پر نیک اعمال کا نور۔ خود زیتون کا تیل روشن پھر وہ جل رہا ہے اور روشنی دے رہا ہے پس اسے پانچ نور حاصل ہو جاتے ہیں اس کا کلام نور ہے، اس کا عمل نور ہے، اس کا آنا نور ہے، اس کا جانا نور ہے، اور اس کا آخری ٹھکانا نور ہے یعنی جنت۔ کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ آپ کی نبوت اس قدر ظاہر ہے کہ گو آپ زبانی نہ بھی فرمائیں تاہم لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ جیسے یہ زیتون کہ بغیر روشن کئے روشن ہے۔ تو دونوں یہاں جمع ہیں ایک زیتون کا ایک آگ کا۔ ان کے مجموعے سے روشنی حاصل ہوئی، اسی طرح نور قرآن اور نور ایمان جمع ہو جاتے ہیں اور مومن کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے پسند فرمائے، اپنی ہدایت کی راہ لگا دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا پھر اس دن ان پر اپنا نور ڈالا جسے وہ نور پہنچا اس نے راہ پائی اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہوا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم کے مطابق چل کر خشک ہو گیا۔ [1] (مسند وغیرہ) اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل کی ہدایت کی مثال نور سے دے کر پھر فرمایا کہ اللہ یہ مثالیں لوگوں کے سمجھنے کے لئے بیان فرما رہا ہے، اسکے علم میں بھی کوئی اس جیسا نہیں، وہ ہدایت وضلالت کے ہر مستحق کو بخوبی جانتا ہے۔ مسند کی ایک حدیث میں ہے دلوں کی چار قسمیں ہیں ایک تو صاف اور روشن۔ ایک غلاف دار اور بندھا ہوا۔ ایک الٹا اور اوندھا۔ ایک پھرا ہوا الٹا سیدھا۔ پہلا دل تو مومن کا دل ہے جو نورانی ہوتا ہے اور دوسرا دل کافر کا دل ہے اور تیسرا دل منافق کا دل ہے کہ اس نے جانا پھر

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۲/۱۷٦) مستدرك حاكم (۱/۳۰) صحیح ابن حبان (٦١٦٩) ترمذی: كتاب الايمان: باب ما جاء فی افتراق هذه الامة (۲٦٤۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحيحة (۱۰۷٦)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

انجان ہو گیا۔ پہچان لیا پھر منکر ہو گیا۔ چوتھا دل وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی ہے۔ ایمان کی مثال تو اس میں ترکاری کے درخت کی مانند ہے کہ اچھا پانی اسے بڑھا دیتا ہے اور اس میں نفاق کی مثال مثل پھوڑے کے ہے کہ خون پیپ اسے ابھار دیتا ہے۔ [1] اب ان میں سے جو غالب آ گیا وہ اس دل پر چھا جاتا ہے۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

ان گھروں میں جن کے ادب و احترام کا اور نام الٰہی وہاں لئے جانے کا حکم ربانی ہے، وہاں صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں ○ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر اللہ سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی ○ اس ارادے سے کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے بلکہ اپنے فضل سے اور کچھ زیادتی بھی عطا فرمائے اللہ جسے چاہے بے شمار روزیاں دیتا ہے ○

اہل ایمان کے اوصاف: مومن کے دل کی اور اس میں جو ہدایت و علم ہے اس کی مثال اوپر والی آیت میں اس روشن چراغ سے دی تھی جو شیشہ کی ہانڈی میں ہو اور صاف زیتون کے روشن تیل سے جل رہا ہو اس لئے یہاں اس کی جگہ بیان فرمائی کہ ان کی موجودگی مسجدوں میں ہو جو سب سے زیادہ بہترین اور اللہ کی محبوب جگہیں ہیں۔ جہاں اس کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کی توحید بیان کی جاتی ہے۔ جن کی نگہبانی اور پاک صاف رکھنے کا اور بیہودہ اقوال و افعال سے بچانے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ﴿اَنْ تُرْفَعَ﴾ کے معنی اس میں بے ہودگی نہ کرنے کے ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے یہی مسجدیں ہیں جن کی تعمیر، آبادی، ادب اور پاکیزگی کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ کعب رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ زمین پر مسجدیں میرا گھر ہیں، جو بھی باوضو میرے گھر میں میری ملاقات کے لئے آئے گا، میں اس کی عزت کروں گا ہر اس شخص پر جس سے ملنے کے لئے کوئی اس کے گھر آئے حق ہے کہ وہ اس کی تکریم کرے (تفسیر ابن ابی حاتم) مسجدوں کے بنانے اور ان کا ادب احترام کرنے انہیں خوشبودار اور پاک صاف رکھنے کے بارے میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں جنہیں بحمد اللہ میں نے ایک مستقل کتاب میں لکھا ہے یہاں بھی ان میں سے تھوڑی بہت وارد کرتا ہوں، اللہ مدد

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۳/۱۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے کیونکہ ایک تو اس میں ارسال ہے اور دوسرے اس میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کرے اسی پر ہمارا بھروسہ اور توکل ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسی جیسا گھر جنت میں بناتا ہے۔ [1] (بخاری مسلم) فرماتے ہیں نام اللہ کے ذکر کیے جانے کے لئے جو شخص مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔ [2] (ابن ماجہ) حضور ﷺ نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور پاک صاف اور خوشبودار رکھی جائیں۔ [3] (ترمذی وغیرہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے لوگوں کے لئے مسجدیں بناؤ جہاں انہیں جگہ ملے لیکن سرخ یا زرد رنگ سے بچو تاکہ لوگ فتنے میں نہ پڑیں۔ [4] (بخاری شریف) ایک ضعیف سند سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب تک کسی قوم نے اپنی مسجدوں کو ٹیپ ٹاپ والا نقش ونگار اور رنگ وروغن والا نہ بنایا ان کے اعمال برے نہیں ہوئے۔ [5] (ابن ماجہ) اس کی سند ضعیف ہے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے مسجدوں کو بلند و بالا اور پختہ بنانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ تم یقیناً مسجدوں کو مزین، منقش اور رنگ دار کرو گے جیسے کہ یہود و نصاریٰ نے کیا۔ [6] (ابوداؤد) فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں آپس میں ایک دوسرے پر فخر وغرور نہ کرنے لگیں۔ [7] (ابوداؤد وغیرہ) ایک شخص مسجد میں اپنے اونٹ ڈھونڈتا ہوا آیا اور کہنے لگا ہے کوئی جو مجھے میرے سرخ رنگ کے اونٹ کا پتہ دے۔ آپ نے بددعا کی کہ اللہ کرے تجھے نہ ملے۔ مسجدیں تو جس مطلب کے لئے بنائی گئی ہیں، اسی کام کے لئے ہیں۔ [8] (مسلم) حضور ﷺ نے مسجدوں میں خرید وفروخت، تجارت کرنے سے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الصلوٰۃ: باب من بنی مسجدا (٤٥٠) صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ: باب فضل بناء المساجد والحث علیها (٥٣٣) ترمذی: کتاب الصلاۃ: باب ما جآء فی فضل بنیان المسجد (٣١٨) مسند احمد (١/٦١)]

[2] [صحیح: مسند احمد (١/٢٠) ابن ماجه: کتاب المساجد: باب من بنی لله مسجدا (٧٣٥) صحیح ابن ماجه للألبانی، التعلیق الرغیب (١/١١٧)]

[3] [صحیح: مسند احمد (٦/٢٧٩) ابو داؤد: کتاب الصلوٰۃ: باب اتخاذ المساجد فی الدور (٤٥٥) ابن ماجه: کتاب المساجد: باب تطهیر المساجد وتطییبها (٧٥٩) ترمذی: کتاب الصلاۃ: باب ما ذکر فی تطییب المساجد (٥٩٤)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

[4] [صحیح بخاری تعلیقا: کتاب الصلاۃ: باب بنیان المسجد]

[5] [ضعیف: ابن ماجه: کتاب المساجد: باب تشیید المساجد (٧٤١)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه، السلسلة الضعیفه (٤٤٧)]

[6] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الصلوٰۃ: باب فی بناء المساجد (٤٤٨) صحیح ابو داود للألبانی]

[7] [صحیح: مسند احمد (٣/١٤٥) ابو داؤد: کتاب الصلوٰۃ: باب فی بناء المساجد (٤٤٩) ابن ماجه: کتاب المساجد: باب تشیید المساجد (٧٣٩) نسائی: کتاب المساجد: باب المباهاة فی المسجد (٦٩٠)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[8] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ: باب النهی عن نشد الضلالة فی المسجد (٥٦٩) ابن ماجه: کتاب المساجد: باب النهی عن انشاد الضوال فی المسجد (٧٦٥)]

اور وہاں اشعار کے گائے جانے سے منع فرما دیا ہے۔ [1] (احمد وغیرہ) فرمان ہے کہ جسے مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو کہ اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب کسی کو گم شدہ جانور مسجد میں تلاش کرتا ہوا پاؤ تو کہو کہ اللہ کرے نہ ملے۔ [2] (ترمذی) ارشاد ہے بہت سی باتیں مسجد کے لائق نہیں، مسجد کو راستہ نہ بنایا جائے، مسجد میں ہتھیار نہ نکالے جائیں۔ مسجد میں تیر کمان پر نہ لگایا جائے نہ تیر پھیلائے جائیں، نہ کچا گوشت لایا جائے، نہ یہاں حد ماری جائے، نہ یہاں باتیں اور قصے کہے جائیں نہ اسے بازار بنایا جائے [3] (ابن ماجہ)

فرمان ہے کہ ہماری مسجدوں سے اپنے بچوں کو، دیوانوں کو، خرید و فروخت کو، لڑائی جھگڑے کو اور بلند آواز سے بولنے کو اور حد جاری کرنے کو اور تلواروں کے ننگی کرنے کو روکو۔ ان کے دروازوں پر وضو وغیرہ کی جگہ بناؤ اور جمعہ کے دن انہیں خوشبو سے مہکا دو [4] (ابن ماجہ) اس کی سند ضعیف ہے۔ بعض علماء نے بلا وضو ضرورت کے بغیر مسجدوں کو گزر گاہ بنانا مکروہ کہا ہے۔ ایک اثر میں ہے کہ جو شخص بغیر نماز پڑھے مسجد سے گزر جائے، فرشتے اس پر تعجب کرتے ہیں ہتھیاروں اور تیروں سے جو منع فرمایا یہ اس لئے کہ مسلمان وہاں بکثرت جمع ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کو لگ جائے۔ اسی لئے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ کوئی تیر یا نیزہ لے کر گزرے تو اسے چاہئے کہ اس کا پھل اپنے ہاتھ میں رکھے تا کہ کسی کو ایذا نہ پہنچے۔ [5] کچا گوشت لانا اس لئے منع ہے کہ خوف ہے اس میں سے خون نہ ٹپکے جیسے کہ حائضہ عورت کو بھی اسی وجہ سے مسجد میں آنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ مسجد میں حد لگانا اور قصاص لینا منع کیا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ شخص مسجد کو نجس کر دے۔ بازار بنانا اس لئے منع ہے کہ وہ خرید و فروخت کی جگہ ہے اور مسجد میں یہ دونوں باتیں منع ہیں۔ کیونکہ مسجدیں ذکر اللہ اور نماز کی جگہ ہیں۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے اس اعرابی سے فرمایا جس نے مسجد کے کسی گوشے میں پیشاب کر دیا تھا کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں، بلکہ وہ اللہ کے ذکر اور نماز کی

---

[1] [صحیح :ابو داؤد : کتاب الصلوٰۃ : باب التحلق یوم الجمعۃ قبل الصلوۃ (۱۰۷۹) ترمذی : کتاب الصلوٰۃ : باب ما جآء فی کراهیۃ البیع (۳۲۲) نسائی : کتاب المساجد : باب النهی عن البیع و الشراء (۷۱۵) ابن ماجه : کتاب المساجد : باب باب ما یکره فی المساجد (۷۴۹) مسند احمد (۱۷۸/۲)]

[2] [صحیح :ترمذی : کتاب البیوع (۱۳۲۱) صحیح ابن حبان (۱۶۵۰) مستدرك حاکم (۵۶/۲) صحیح مسلم (۵۶۸) ابو داؤد (۴۷۳) مسند احمد (۳۴۹/۲)]

[3] [ضعیف دون الجملة الاولی :ابن ماجه : کتاب المساجد : باب ما یکره فی المساجد (۷۴۸)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے مگر اس کا پہلا جملہ صحیح ہے۔[ضعیف ابن ماجه ، السلسلة الصحیحه (۱۰۰۱)]

[4] [ضعیف :ابن ماجه (۷۵۰)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابن ماجه ، ارواء الغلیل (۳۶۲/۷)]

[5] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الصلاة : باب المرور فی المسجد (۴۵۲) صحیح مسلم : کتاب البرو الصلة : باب امرمن مر بسلاح (۲۶۱۵) ابن ماجه : کتاب الادب : باب من کان معه سهام فلیاخذ بنصالها (۳۷۷۸) ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی النبل یدخل فی المسجد (۲۵۸۷) مسند احمد (۴۱۰/۴)]

جگہ ہے۔ پھر اس کے پیشاب پر ایک بڑا ڈول پانی کا بہانے کا حکم دیا۔ [۱] دوسری حدیث میں ہے اپنے بچوں کو اپنی مسجدوں سے روکو [۲] اس لئے کہ کھیل کود ہی ان کا کام ہے اور مسجد میں یہ مناسب نہیں۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب کسی بچے کو مسجد میں کھیلتا ہوا دیکھ لیتے تو اسے کوڑے سے پیٹتے اور عشا کی نماز کے بعد مسجد میں کسی کو نہ رہنے دیتے۔ دیوانوں کو بھی مسجدوں سے روکا گیا کیونکہ وہ بے عقل ہوتے ہیں اور لوگوں کے مذاق کا ذریعہ ہوتے ہیں اور مسجد اس تماشے کے لائق نہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ ان کی نجاست وغیرہ کا خوف ہے۔ بیع وشرا سے روکا گیا کیونکہ وہ ذکر اللہ سے مانع ہے۔ جھگڑوں کی مصالحتی مجلس منعقد کرنے سے اس لئے منع کر دیا گیا کہ اس میں آوازیں بلند ہوتی ہیں ایسے الفاظ بھی نکل جاتے ہیں جو آداب مسجد کے خلاف ہیں۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ فیصلے مسجد میں نہ کئے جائیں اسی لئے اس جملے کے بعد بلند آواز سے منع فرمایا۔ سائب بن یزید کندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''میں مسجد میں کھڑا تھا کہ اچانک مجھ پر کسی نے کنکر پھینکا' میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے مجھ سے فرمانے لگے' جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لاؤ' جب میں آپ کے پاس انہیں لایا تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ تم کون ہو؟ یا پوچھا کہ ''تم کہاں کے ہو'' انہوں نے کہا کہ ''ہم طائف کے رہنے والے ہیں'' آپ نے فرمایا ''اگر تم یہاں کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا تم مسجد نبوی میں اونچی اونچی آوازوں سے بول رہے ہو؟ [۳] (بخاری) ایک شخص کی اونچی آواز سن کر جناب فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ ''جانتا بھی ہے کہ تو کہاں ہے''؟ (نسائی) اور مسجد کے دروازوں پر وضو کرنے اور پاکیزگی حاصل کرنے کی جگہ بنانے کا حکم دیا۔ مسجد نبوی کے قریب ہی کنویں تھے جن میں سے پانی کھینچ کر پیتے تھے اور وضو اور پاکیزگی حاصل کرتے تھے۔ اور جمعہ کے دن اسے خوشبودار کرنے کا حکم ہوا اس دن لوگ بکثرت جمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابویعلی موصلی میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر جمعہ کے دن مسجد نبوی کو مہکا دیا کرتے تھے۔

بخاری و مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جماعت کی نماز انسان کی اکیلی نماز پر جو گھر میں یا دوکان پر پڑھی جائے' پچیس درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے' یہ اس لئے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کر کے صرف نماز کے ارادے سے چلتا ہے تو ہر قدم کے اٹھانے پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور جب نماز پڑھ چکتا ہے پھر جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ رہے' فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اے اللہ اس پر اپنی

---

[۱] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الادب : باب الرفق فی الامر کله (٦٠٢٥) صحیح مسلم : کتاب الطهارة : باب وجوب غسل البول وغیره (٢٨٤) ابن ماجه : کتاب الطهارة : باب الارض یصیبها البول کیف تغسل (٥٢٨) نسائی : کتاب الطهارة (٥٣) مسند احمد (٣/٢٢٦)]

[۲] [ضعیف :ابن ماجه : کتاب المساجد : باب ما یکره فی المساجد (٧٥٠)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه ، ارواء الغلیل (٧/٣٦٢)]

[۳] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الصلوٰة : باب رفع الصوت فی المسجد (٤٧٠)]

رحمت نازل فرما اور اس پر رحم کر۔ اور جب تک جماعت کے انتظار میں رہے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے“[۱] دارقطنی میں ہے مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔[۲] سنن میں ہے اندھیروں میں مسجد جانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ انہیں قیامت کے دن پورا پورا نور ملے گا۔[۳] یہ بھی مستحب ہے کہ مسجد میں جانے والا پہلے اپنا داہنا قدم رکھے اور یہ دعا پڑھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مسجد میں آتے یہ کہتے ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ فرمان ہے کہ جب کوئی شخص یہ پڑھتا ہے شیطان کہتا ہے میرے شر سے یہ تمام دن کے لئے محفوظ ہو گیا۔[۴] مسلم میں حضور ﷺ کا فرمان مروی ہے کہ تم میں سے جب کوئی مسجد میں جانا چاہے یہ دعا پڑھے ﴿اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ﴾ اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب مسجد سے باہر جائے یہ کہے ﴿اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ﴾ پروردگار تو میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔[۵] ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں جائے تو اللہ کے نبی ﷺ پر سلام بھیجے پھر ﴿اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ﴾ پڑھے اور جب مسجد سے نکلے تو نبی اللہ ﷺ پر سلام بھیج کر ﴿اَللّٰهُمَّ اَعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھے۔[۶] ترمذی وغیرہ میں ہے کہ جب آپ مسجد میں آتے تو درود پڑھ کر ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ﴾ پڑھتے اور جب مسجد سے نکلتے تو درود کے بعد ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ

---

[۱] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الصلوٰۃ : باب الصلوٰۃ فی مسجد السوق (٤٧٧) صحیح مسلم : کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ : باب فضل صلوٰۃ المکتوبۃ فی الجماعۃ وفضل انتظار الصلوٰۃ (٦٤٩) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب ما جآء فی فضل المشی الی الصلاۃ (٥٥٩) ابن ماجہ : کتاب المساجد : باب فضل الصلاۃ فی جماعۃ (٧٨٦) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ما جآء فی فضل الجماعۃ (٢١٥) مسند احمد (٢٥٢/٢)]

[۲] [موقوف :مستدرک حاکم (٢٤٦/١) دارقطنی (٤٢٠/١)]

[۳] [صحیح :ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب ما جآء فی المشی الی الصلاۃ فی الظلم (٥٦١) ترمذی : کتاب الصلاۃ (٢٢٣)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ھے ۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[۴] [صحیح :ابو داؤد : کتاب الصلوٰۃ : باب ما یقول الرجل عند دخولہ المسجد (٤٦٦) صحیح ابوداود]

[۵] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب صلوٰۃ المسافرین : باب ما یقول اذا دخل المسجد (٧١٣) ابو داؤد : کتاب الصلوٰۃ : باب ما یقول الرجل عند دخولہ المسجد (٤٦٥) ابن ماجہ : کتاب المساجد : باب الدعاء عند دخول المسجد (٧٧٢) نسائی : کتاب المساجد : باب القول عند دخول المسجد (٧٣٠) مسند احمد (٤٩٧/٣)]

[۶] [صحیح :ابن ماجہ : کتاب المساجد : باب الدعاء عند دخول المسجد (٧٧٣) مستدرک حاکم (٢٠٧/١)] امام حاکم ؒ اور امام ذہبی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی ؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجہ]

﴿ذُنُوبِی وَافْتَحْ لِی اَبْوَابَ فَضْلِكَ﴾ پڑھتے۔ [1] اس حدیث کی سند متصل نہیں۔ الغرض یہ اور ان جیسی اور بہت سی حدیثیں اس آیت کے متعلق ہیں جو مسجد اور احکام کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اور آیت میں ہے تم ہر مسجد میں اپنا منہ سیدھا رکھو۔ اور خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارو۔ ایک اور آیت میں ہے کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ اللہ کا نام ان میں لیا جائے یعنی کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے۔ صبح شام وہاں اس اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں آصال جمع ہے اصیل کی شام کے وقت کو اصیل کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جہاں کہیں قرآن میں تسبیح کا لفظ ہے وہاں مراد نماز ہے۔ پس یہاں مراد صبح کی اور عصر کی نماز ہے۔ پہلے پہلے یہی دو نمازیں فرض ہوئی تھیں پس وہی یاد دلائی گئیں ایک قراءت میں ﴿يُسَبَّحُ﴾ ہے اور اس قراءت پر آصال پر پورا وقف ہے۔ اور رجال سے پھر دوسری بات شروع ہے گویا کہ وہ مفسر ہے فاعل محذوف کے لئے۔ تو گویا کہا گیا کہ وہاں تسبیح کون کرتے ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ ایسے لوگ اور يُسَبِّحُ کی قرأت پر رجال فاعل ہے تو وقف فاعل کے بیان کے بعد چاہئے۔ کہتے ہیں رجال اشارہ ہے ان کے بہترین مقاصد اور ان کی پاک نیتوں اور اعلیٰ کاموں کی طرف یہ اللہ کے گھروں کے آباد رکھنے والے ہیں۔ اس کی عبادت کی جگہیں ان سے زینت پاتی ہیں' توحید اور شکرگزاری کرنے والے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ﴾ [2] الخ' یعنی مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ سے کئے تھے انہیں پورے کر دکھایا۔ ہاں عورتوں کے لئے تو مسجد کی نماز سے افضل گھر کی نماز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عورت کی نماز اپنے گھر میں بہتر ہے' اس کے حجرے کی نماز سے اور اس کے حجرے کی نماز سے اس کے اندر والے کمرے کی نماز افضل ہے۔ [3] مسند میں ہے کہ عورتوں کی بہترین مسجد گھر کے اندر کا کونا ہے۔ [4] مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا بہت پسند کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ مجھے بھی معلوم ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تیری اپنے گھر کی نماز صحن کی نماز سے اور حجرے کی نماز گھر کی نماز سے اور گھر کی کوٹھڑی کی نماز حجرے کی نماز سے افضل ہے۔ اور محلے کی مسجد سے افضل گھر کی نماز ہے۔ یہ سن کر مائی صاحبہ نے اپنے گھر کے بالکل انتہائی حصے میں ایک جگہ کو بطور مسجد کے مقرر کر لیا اور آخری گھڑی تک وہیں نماز پڑھتی رہیں۔ [5] ہاں البتہ عورتوں کے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٤٢٥/٥) ترمذی : کتاب الصلوٰۃ : باب ما جآء ما یقول عند دخوله المسجد (٣١٤) ابن ماجه : کتاب المساجد : باب الدعاء عند دخول المسجد (٧٧١)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجه ، تخریج الکلم الطیب (١٦٣)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ الاحزاب: آیت ٢٣]

[3] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب التشدید فی ذلك (٥٧٠) صحیح ابو داود]

[4] [حسن بالشواهد : مسند احمد (٢٩٧/٦) مستدرك حاكم (٢٠٩/١)]

[5] [حسن : مسند احمد (٣٧١/٦) صحیح ابن حبان (٢٢١٧) مجمع الزوائد (٣٣/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٧٠٩٠)]

لئے بھی مسجد میں مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ضرور ہے۔ بشرطیکہ مردوں پر اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں اور نہ خوشبو لگا کر نکلیں۔ صحیح حدیث میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو ① (بخاری مسلم وغیرہ) ابوداؤد میں ہے کہ عورتوں کے لئے ان کے گھر افضل ہیں۔ ② اور حدیث میں ہے کہ وہ خوشبو استعمال کر کے نہ نکلیں۔ ③ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آپ نے عورتوں سے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد آنا چاہے تو خوشبو بھی نہ لگائے'' ④ بخاری و مسلم میں ہے کہ مسلمان عورتیں صبح کی نماز میں آتی تھیں پھر وہ اپنی چادروں میں لپٹی چلی جاتی تھیں اور رات کے اندھیرے کی وجہ سے وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ ⑤ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتوں نے یہ جو نئی باتیں نکالی ہیں اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو پالیتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے جیسے کہ بنو اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ ⑥ (بخاری مسلم) ایسے لوگ جنہیں خرید و فروخت یاد الٰہی سے نہیں روکتی۔ جیسے ارشاد ہے ایمان والو مال واولاد تمہیں ذکر اللہ سے غافل نہ کردے۔ سورۂ جمعہ میں ہے کہ جمعہ کی اذان سن کر ذکر اللہ کی طرف چل پڑو اور تجارت چھوڑ دو۔ مطلب یہ ہے کہ ان نیک لوگوں کو دنیا اور متاع دنیا آخرت اور ذکر اللہ سے غافل نہیں کر سکتی' انہیں آخرت اور آخرت کی نعمتوں پر یقین کامل ہے اور انہیں ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں اور یہاں کی چیزوں کو فانی جانتے ہیں اس لئے انہیں چھوڑ کر اس طرف توجہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو' اس کی محبت کو' اس کے احکام کو مقدم کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تجارت پیشہ حضرات کو اذان سن کر اپنے کام کاج چھوڑ کر مسجد کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا یہ لوگ انہی میں سے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سوداگر یا تجارت کروں اس میں مجھے ہر دن تین سو اشرفیاں ملتی ہوں لیکن میں نمازوں کے وقت یہ سب چھوڑ کر ضرور چلا جاؤں گا۔ میرا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تجارت کرنا حرام ہے بلکہ یہ ہے کہ ہم میں یہ وصف ہونا چاہئے' جو اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ سالم بن عبداللہ نماز کے لئے جا رہے تھے۔ دیکھا کہ مدینہ شریف کے سوداگر اپنی اپنی دوکانوں پر کپڑے

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجمعہ (۹۰۰) صحیح مسلم : کتاب الصلوٰۃ : باب خروج النسآء الی المساجد (۴۴۲) ابو داؤد (۵۶۷) مسند احمد (۷۶/۲)]

② [ابو داود : ایضا]

③ [صحیح بالشواھد : مسند احمد (۵۲۸/۲) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب ما جآء فی خروج النسآء الی المسجد (۵۶۵)]

④ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلوٰۃ : باب خروج النسآء الی المساجد (۴۴۳) مسند احمد (۳۶۳/۶)]

⑤ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلاۃ : باب فی کم تصلی المرأۃ من الثیاب (۳۷۲) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب استحباب التبکیر بالصبح (۶۴۵) ترمذی : کتاب الصلوٰۃ : باب ما جآء فی التغلیس بالفجر (۱۵۳) ابو داؤد : کتاب الصلوٰۃ : باب وقت الصبح (۴۲۳) مسند احمد (۱۷۹/۶)]

⑥ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب انتظار الناس قیام الامام العالم (۸۶۹) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب خروج النسآء المساجد (۴۴۵)]

ڈھک کرنماز کے لئے گئے ہوئے ہیں اور کوئی بھی دوکان پر موجود نہیں تو یہی آیت پڑھی اور فرمایا یہ انہی میں سے ہیں جن کی تعریف جناب باری نے بیان فرمائی ہے۔اس بات کا سلف میں یہاں تک خیال تھا کہ ترازو اٹھائے تول رہے ہیں اور اذان کان میں پڑی تو ترازو رکھ دی اور مسجد کی طرف چل دیئے فرض نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کا انہیں عشق تھا۔وہ نماز کے اوقات کی ارکان اور آداب کی حفاظت کے ساتھ نمازوں کے پابند تھے۔یہ اس لئے کہ دلوں میں خوف الٰہی تھا قیامت کا آنا برحق جانتے تھے اس دن کی خوفناکی سے واقف تھے کہ سخت تر گھبراہٹ اور کامل پریشانی اور بے حد الجھن کی وجہ سے آنکھیں پتھرا جائیں گی دل ڈر جائیں گے کلیجے دہل جائیں گے۔جیسے فرمان ہے کہ میرے نیک بندے میری محبت کی بنا پر مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہیں محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے کھلا رہے ہیں ہمارا مقصد تم سے شکریہ طلب کرنے یا بدلہ لینے کا نہیں۔ہمیں تو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر ہے جب کہ لوگ مارے رنج وغم کے منہ بسورے ہوئے اور تیوریاں بدلے ہوئے ہوں گے۔پس اللہ ہی انہیں اس دن کی مصیبتوں سے نجات دے گا اور انہیں تروتازگی بشاشت ہنسی خوشی اور راحت وآرام سے ملا دے گا۔اور ان کے صبر کے بدلے انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔

یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان کی نیکیاں مقبول ہیں ان کی برائیاں معاف ہیں ان کے ایک ایک عمل کا بہترین بدلہ مع زیادتی اور اللہ کے فضل کے انہیں ضرور ملنا ہے۔جیسے فرمان ہے اللہ تعالیٰ بقدر ایک ذرے کے بھی ظلم نہیں کرتا۔اور آیت میں ہے نیکی دس گنا کردی جاتی ہیں۔اور آیت میں ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے گا اسے اللہ تعالیٰ بڑھا چڑھا کر زیادہ کردے گا۔فرمان ہے ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [1] بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہے۔یہاں فرمان ہے وہ جسے چاہے بے حساب دیتا ہے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ دودھ لایا گیا آپ نے اپنی مجلس کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو پلانا چاہا مگر سب روزے سے تھے۔اس لئے آپ ہی کے پاس پھر برتن آیا۔آپ نے یہی آیت ﴿يَخَافُوْنَ﴾ سے پڑھی اور پی لیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن جب کہ اول آخر سب جمع ہوں گے اللہ تعالیٰ ایک منادی کو حکم دے گا جو باآواز بلند ندا کرے گا جسے تمام اہل محشر سنیں گے کہ آج سب کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ پھر فرمائے گا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں لین دین اور تجارت ذکر اللہ سے روکتا نہ تھا پس وہ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ بہت ہی کم ہوں گے سب سے پہلے انہیں حساب سے فارغ کردیا جائے گا۔ [2] آپ فرماتے ہیں ان کی نیکیوں کا اجر یعنی جنت بھی انہیں ملے گی اور مزید فضل الٰہی یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے ان کے ساتھ احسان کئے ہوں گے اور وہ مستحق شفاعت ہوں گے ان سب کی شفاعت کا منصب انہیں حاصل ہو جائے گا۔ [3]

---

[1] [سورة البقرة: آيت ٢٦١]

[2] [الدر المنثور للسيوطی (٥/٩٥)]

[3] [ضعيف : طبرانی كبير (١٠٤٦٢)]

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ ع

کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے' لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے' اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے○ یا مثل ان اندھیروں کے ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہہ میں ہوں' جسے اوپر تلے کی موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو' پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں' الغرض اندھیریاں ہیں جو اوپر تلے پے در پے ہیں' جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی غالباً نہ دیکھ سکے' بات یہ ہے کہ جسے اللہ ہی نور نہ دے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی○

کفار کے لیے دو مثالیں: یہ دو مثالیں ہیں اور دو قسم کے کافروں کی ہیں۔ جیسے سورۂ بقرہ کے شروع میں دو مثالیں دو قسم کے منافقوں کی بیان ہوئی ہیں۔ ایک آگ کی ایک پانی کی۔ اور جیسے کہ سورۂ رعد میں ہدایت و علم کی جو انسان کے دل میں جگہ پکڑ جائے۔ ایسی ہی دو مثالیں آگ اور پانی بیان ہوئی ہیں۔ دونوں سورتوں میں ان آیتوں کی تفسیر کامل گزر چکی ہے۔ فالحمدللہ یہاں پہلی مثال تو ان کافروں کی ہے جو کفر کی طرف دوسروں کو بھی بلاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت گمراہ ہیں۔ ان کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی پیاسے کو جنگل میں دور سے ریت کا چمکتا ہوا تودہ دکھائی دیتا ہے اور وہ اسے پانی کا موج دریا سمجھ بیٹھتا ہے۔ قیعہ جمع ہے قاع کی جیسے جار کی جمع ہے جیرہ اور قاع واحد بھی ہوتا ہے اور جمع قیعان ہوتی ہے جیسے جار کی جمع جیران ہے۔ معنی اس کے چٹیل وسیع پھیلے ہوئے میدان کے ہیں۔ ایسے ہی میدانوں میں سراب نظر آیا کرتے ہیں۔ دوپہر کے وقت بالکل یہی معلوم ہوتا ہے کہ پانی کا وسیع دریا لہریں لے رہا ہے۔ جنگل میں جو پیاسا ہو' پانی کی تلاش میں اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور اسے پانی سمجھ کر جان توڑ کوشش کر کے وہاں تک پہنچتا ہے لیکن حیرت و حسرت سے اپنا منہ لپیٹ لیتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ وہاں پانی کا قطرہ چھوڑ نام و نشان بھی نہیں۔ اسی طرح یہ کفار ہیں کہ اپنے دل میں سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ اعمال کئے ہیں' بہت سی بھلائیاں جمع کر لی ہیں لیکن قیامت کے دن دیکھیں گے کہ ایک نیکی بھی ان کے پاس نہیں یا تو ان کی بدنیتی سے وہ غارت ہو چکی ہے یا شرع کے مطابق نہ ہونے سے وہ برباد ہو گئی ہے۔ غرض ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے ان کے کام جہنم رسید ہو چکے ہیں' یہاں یہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے ہیں۔ حساب کتاب کے موقعہ پر اللہ خود موجود ہے اور وہ ایک ایک عمل کا حساب لے رہا ہے اور کوئی عمل ان کا قابل ثواب نہیں نکلتا۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ یہودیوں سے قیامت کے

دن سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے رہے؟ وہ جواب دیں گے کہ اللہ کے بیٹے عزیر کی۔ کہا جائے گا کہ جھوٹے ہو اللہ کا کوئی بیٹا نہیں اچھا بتاؤ اب کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے اللہ ہم بہت پیاسے ہو رہے ہیں' ہمیں پانی پلوایا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو وہ کیا نظر آ رہا ہے؟ تم وہاں کیوں نہیں جاتے؟ اب انہیں دور سے جہنم ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں سراب ہوتا ہے جس پر جاری پانی کا دھوکہ ہوتا ہے یہ وہاں جائیں گے اور دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ (۱) یہ مثال تو تھی جہل مرکب والوں کی۔

اب جہل بسیط والوں کی مثال سنئے جو کورے مقلد تھے' اپنی گرہ کی عقل مطلق نہیں رکھتے تھے مندرجہ بالا مثال والے ائمہ کفر کی پوری تقلید کرتے تھے اور آنکھیں بند کئے ان کی آواز پر لگے ہوئے تھے کہ ان کی مثال گہرے سمندر کی تہہ کے اندھیروں جیسی ہے جسے اوپر سے تہہ بہ تہہ موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو اور پھر اوپر سے ابر ڈھانکے ہوئے ہوں۔ یعنی اندھیرے پر اندھیرا ہو۔ یہاں تک کہ ہاتھ کو ہاتھ بھی سجھائی نہ دیتا ہو۔ یہی حال ان سفلے جاہل کافروں کا ہے کہ نرے مقلد ہیں۔ یہاں تک کہ جس کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اسے بھی صحیح طور پر نہیں پہچانتے' اس کا بھی حق یا ناحق پر ہونا انہیں معلوم نہیں۔ کوئی ہے جس کی تقلید کر رہے ہیں لیکن معلوم نہیں کہ وہ انہیں کہاں لے جا رہا ہے؟ چنانچہ مثالاً کہا جاتا ہے کہ کسی جاہل سے پوچھا گیا کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا ان کے ساتھ جا رہا ہوں۔ پوچھنے والے نے پھر دریافت کیا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ اس نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ پس جیسے اس سمندر پر موجیں اُٹھ رہی ہیں' اسی طرح کافر کے دل پر' اس کے کانوں پر' اس کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے' ﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ﴾ (۲) الخ' تو نے انہیں دیکھا؟ جنہوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے اور اللہ نے انہیں علم پر بہکا دیا ہے اور ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسے لوگ پانچ اندھیروں میں ہوتے ہیں (۱) کلام۔ (۲) عمل۔ (۳) جانا۔ (۴) آنا۔ (۵) انجام سب اندھیروں میں ہیں۔ جسے اللہ اپنے نور کی طرف ہدایت نہ کرے وہ نورانیت سے خالی رہ جاتا ہے۔ جہالت میں رہ کر ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ﴾ (۳) جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی ہادی نہیں ہوتا۔ یہ اس کے مقابل ہے جو مومنوں کی مثال کے بیان میں فرمایا تھا کہ اللہ اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے جسے چاہے۔ اللہ تعالیٰ عظیم و کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں میں نور پیدا کر دے اور ہمارے دائیں بائیں بھی نور عطا فرمائے اور ہمارے نور کو بڑھا دے اور اسے بہت بڑا اور زیادہ کرے۔ آمین

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله ان الله لا يظلم مثقال ذرة (٤٥٨١) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب معرفة طريق الرؤية (١٨٣)]

(۲) [سورة الجاثية: آیت ٢٣]

(۳) [سورة الاعراف: آیت ١٨٦]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ آسمان وزمین کی کل مخلوق اور پر پھیلائے اڑنے والے پرند اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں' ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے' لوگ جو کچھ کریں اس سے اللہ بخوبی واقف ہے ○ زمین وآسمان کی بادشاہت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے' اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے ○

ہر چیز اللہ کی تسبیح میں مشغول: کل کے کل انسان' جنات' فرشتے اور حیوان یہاں تک کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح کے بیان میں مشغول ہیں ایک اور جگہ ہے کہ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان میں جو ہیں سب اللہ کی پاکیزگی کے بیان میں مشغول ہیں اپنے پروں سے اڑنے والے پرند بھی اپنے رب کی عبادت اور پاکیزگی کے بیان میں مشغول ہیں ان سب کو جو جو تسبیح لائق تھی اللہ نے انہیں سکھا دی ہے' سب کو اپنی عبادت کے مختلف جداگانہ طریقے سکھا دیئے ہیں اور اللہ پر کوئی کام مخفی نہیں' وہ عالم کل ہے۔ حاکم' متصرف' مالک' مختار کل' معبود حقیقی' آسمان وزمین کا بادشاہ وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اس کے حکموں کو کوئی ٹالنے والا نہیں قیامت کے دن سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے' وہ جو چاہے گا اپنی مخلوقات میں حکم فرمائے گا برے لوگ برا بدلہ پائیں گے۔ نیک نیکیوں کا پھل حاصل کریں گے خالق مالک وہی ہے' دنیا اور آخرت کا حاکم حقیقی وہی ہے اور اسی کی ذات لائق حمد وثنا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالٰی بادلوں کو چلاتا ہے۔ پھر انہیں ملاتا ہے۔ پھر انہیں تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے۔ پھر تو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان میں سے مینہ برستا ہے' وہی آسمان کی جانب سے اولوں کے پہاڑوں میں سے اولے برساتا ہے۔ پھر جنہیں چاہے ان کے پاس انہیں برسائے اور جن سے چاہے ان سے انہیں ہٹا دے' بادل ہی سے نکلنے والی بجلی کی چمک ایسی ہوتی ہے کہ گویا اب آنکھوں کی روشنی لے چلی ○ اللہ ہی دن اور رات کو ردوبدل کرتا رہتا ہے' آنکھوں والوں کے لئے تو اس میں یقیناً بڑی عبرتیں ہیں ○

بادلوں کے آنے میں اللہ کی نشانی: پہلے دھوئیں جیسے بادل اول اول تو قدرت الٰہی سے اٹھتے ہیں پھر مل جل کر وہ

جسم ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر جم جاتے ہیں پھر ان میں سے بارش برستی ہے ہوائیں چلتی ہیں زمین کو قابل بناتی ہیں پھر ابر کو اٹھاتی ہیں پھر انہیں ملاتی ہیں پھر وہ پانی سے بھر جاتے ہیں پھر برس پڑتے ہیں۔ پھر آسمان سے اولوں کے برسانے کا ذکر ہے اس جملے میں پہلا من ابتداء غایت کا ہے دوسرا تبعیض کا ہے تیسرا جنس کا یہ کہ اس تفسیر کی بنا پر ہے کہ آیت کے معنی یہ کئے جائیں کہ اولوں کے پہاڑ آسمان پر ہیں۔ اور جن کے نزدیک یہاں پہاڑ کا لفظ ابر کے لئے ہی بطور کنایہ ہے ان کے نزدیک من ثانیہ بھی ابتدأ غایت کے لئے ہے لیکن وہ پہلے کا بدل ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کے بعد کے جملے کا یہ مطلب ہے کہ بارش اور اولے جہاں اللہ برسانا چاہے وہاں اس کی رحمت سے برستے ہیں اور جہاں نہ چاہے نہیں برستے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اولوں سے جن کی چاہے کھیتیاں اور باغات خراب کر دیتا ہے اور جن پر مہربانی فرمائے انہیں بچالیتا ہے۔ پھر بجلی کی چمک کی قوت بیان ہو رہی ہے کہ قریب ہے وہ آنکھوں کی روشنی کھو دے۔ دن رات کا تصرف بھی اسی کے قبضے میں ہے جب چاہتا ہے دن کو چھوٹا اور رات کو بڑی کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے رات کو بڑی کر کے دن کو چھوٹا کر دیتا ہے یہ تمام نشانیاں ہیں جو قدرت قادر کو ظاہر کرتی ہیں اللہ کی عظمت کو آشکارا کرتی ہیں جیسے فرمان ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش رات دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾

تمام کے تمام چلنے پھرنے والے جانداروں کو اللہ ہی نے پانی سے پیدا کیا ہے ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت کا بیان: اللہ تعالی اپنی کامل قدرت اور زبردست سلطنت کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی ہے سانپ وغیرہ دیکھو جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں انسان اور پرند کو دیکھو ان کے دو پاؤں ہوتے ہیں جن پر چلتے ہیں حیوانوں اور چوپاؤں کو دیکھو وہ چار پاؤں پر چلتے ہیں وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہو سکتا وہ قادر کل ہے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾

بلاشک وشبہ ہم نے روشن اور واضح آیتیں اتار دی ہیں اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے ○

یہ حکمت بھرے احکام یہ روشن مثالیں اس قرآن کریم میں اللہ ہی نے بیان فرمائی ہیں عقلمندوں کو ان کے سمجھنے کی توفیق دی ہے رب جسے چاہے اپنی سیدھی راہ پر لگائے۔

وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۗ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور رسول پر اور فرمانبردار ہوئے۔ پھر ان میں سے ایک فرقہ اس کے بعد بھی پھر جاتا ہے' یہ ایمان والے ہیں ہی نہیں○ جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے○ ہاں اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع وفرماں بردار ہو کر ان کی طرف چلے آتے ہیں○ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا یہ شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اللہ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی نہ کر دیں؟' بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی بڑے بے انصاف ہیں○ ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سنا اور مان لیا' یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں○ جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں وہی نجات پانے والے ہیں○

منافقین کی حالت کا بیان: منافقوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ زبان سے تو ایمان واطاعت کا اقرار کرتے ہیں لیکن دل سے اس کے خلاف ہیں۔ عمل کچھ ہے قول کچھ ہے۔ اس لئے کہ دراصل ایماندار نہیں۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص بادشاہ کے سامنے بلوایا جائے اور وہ نہ جائے وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے۔ جب انہیں ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے' قرآن وحدیث کے ماننے کو کہا جاتا ہے تو یہ منہ پھیر لیتے ہیں اور تکبر کرنے لگتے ہیں جیسے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ﴾ سے ﴿صُدُوْدًا﴾ [1] تک کی آیتوں میں بیان گزر چکا ہے ہاں اگر انہیں شرعی فیصلے میں اپنا نفع نظر آتا ہو تو لمبے لمبے کلمے پڑھتے ہوئے' گردن ہلاتے ہوئے ہنسی خوشی چلے آئیں گے اور جب معلوم ہو جائے کہ شرعی فیصلہ ان کی طبعی خواہش کے خلاف ہے' دنیوی مفاد کے خلاف ہے تو حق کی طرف مڑ کر دیکھیں گے بھی نہیں۔ پس ایسے لوگ پکے کافر ہیں۔ اس لئے کہ تین حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہ ان کے دلوں میں ہی بے ایمانی گھر کر گئی ہے یا انہیں اللہ کے دین کی حقانیت میں شکوک ہیں یا خوف ہے کہ کہیں اللہ اور رسول ان کا حق نہ مار لیں' ان پر ظلم وستم کریں گے اور یہ تینوں صورتیں کفر کی ہیں۔ اللہ ان میں سے ہر ایک کو جانتا ہے جو جیسا باطن میں

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۶۰۔۶۱]

ہے اس کے پاس وہ ظاہر ہے۔ دراصل یہی لوگ جابر ہیں' ظالم ہیں' اللہ اور رسول اللہ اس سے پاک ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانے میں ایسے کافر جو ظاہر میں مسلمان تھے' بہت سے تھے انہیں جب اپنا مطلب قرآن وحدیث میں نکلتا نظر آتا تو خدمت نبوی میں اپنے جھگڑے پیش کرتے اور جب انہیں دوسروں سے مطلب براری نظر آتی تو سرکار محمد ﷺ میں آنے سے صاف انکار کر جاتے پس یہ آیت اتری اور حضور ﷺ نے فرمایا جن دو شخصوں میں کوئی جھگڑا ہو اور وہ اسلامی حکم کے مطابق فیصلے کی طرف بلایا جائے تو وہ اس سے انکار کرے وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے۔ [1] یہ حدیث غریب ہے۔ پھر سچے مومنوں کی شان بیان ہوتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی تیسری چیز کو داخل دین نہیں سمجھتے۔ وہ تو قرآن وحدیث سنتے ہی' اس کی دعوت کی ندا کان میں پڑتے ہی صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا یہ کامیاب' بامراد اور نجات یافتہ لوگ ہیں۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی ہیں' انصاری ہیں' انصاروں کے ایک سردار ہیں' انہوں نے اپنے بھیجتے عبادہ بن امیہ سے بوقت انتقال فرمایا کہ آؤ مجھ سے سنو کہ تمہارے ذمے کیا ہے؟ سننا اور ماننا سختی میں بھی آسانی میں بھی' خوشی میں بھی ناخوشی میں بھی' اس وقت بھی جب کہ تیرا حق دوسرے کو دیا جا رہا ہو' اپنی زبان کو عدل اور سچائی کے ساتھ سیدھی رکھ۔ کام کے اہل لوگوں سے کام کو نہ چھینو' ہاں اگر کسی کھلی نافرمانی کا وہ حکم دیں تو نہ ماننا۔ کتاب اللہ کے خلاف کوئی بھی کہے ہرگز نہ ماننا۔ کتاب اللہ کی پیروی میں لگے رہنا۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام بغیر اللہ کی اطاعت کے نہیں اور بہتری جو کچھ ہے وہ جماعت کی' اللہ کی' اس کے رسول کی' خلیفۃ المسلمین کی اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلام کا مضبوط کڑا' اللہ کی وحدانیت کی گواہی' نماز کی پابندی' زکوٰۃ کی ادائیگی اور مسلمانوں کے بادشاہوں کی اطاعت ہے جو احادیث وآثار' کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بارے میں اور مسلمان بادشاہوں کی ماننے کے بارے میں مروی ہیں وہ اس کثرت سے ہیں کہ سب یہاں کسی طرح بیان ہو ہی نہیں سکتیں جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کا فرمانبردار بن جائے جو حکم ملے بجالائے جس چیز سے روک دیں رک جائے جو گناہ ہو جائے اس سے خوف کھاتا رہے آئندہ کے لئے اس سے بچتا رہے ایسے لوگ تمام بھلائیوں کو سمیٹنے والے اور تمام برائیوں سے بچ جانے والے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں وہ نجات یافتہ ہیں۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۭ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

بڑی پختگی کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ آپ کا حکم ہوتے ہی یہ نکل کھڑے ہوں گے' کہہ دے کہ بس قسمیں نہ

[1] [ضعیف : طبرانی کبیر (۶۹۳۹) مجمع الزوائد (۷۰۲۲)] روح بن عطاء اکثر اہل علم کے نزدیک ضعیف ہے۔]

کھاؤ تمہاری اطاعت کی حقیقت معلوم ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے ○ کہہ دے کہ اللہ کا حکم مانو، رسول اللہ کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جواب دہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے، ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو، سنو رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے ○

جھوٹی قسمیں کھانے والے منافق: اہل نفاق کا حال بیان ہو رہا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اپنی ایمانداری اور خیر خواہی جتاتے ہوئے قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم جہاد کے لئے تیار بیٹھے ہیں بلکہ بے قرار ہیں، آپ کے حکم کی دیر ہے فرمان ہوتے ہی گھر بار بال بچے چھوڑ کر میدان جنگ میں پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان سے کہہ دو کہ قسمیں نہ کھاؤ تمہاری اطاعت کی حقیقت تو روشن ہے، زبانی ڈینگیں بہت ہیں، عملی حصہ صفر ہے۔ تمہاری قسموں کی حقیقت بھی معلوم ہے، دل میں کچھ ہے، زبان پر کچھ ہے، جتنی زبان مومن ہے، اتنا ہی دل کافر ہے۔ یہ قسمیں صرف مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ ان قسموں کو تو یہ لوگ ڈھال بنائے ہوئے ہیں تم سے ہی نہیں بلکہ کافروں کے سامنے بھی ان کی موافقت اور ان کی امداد کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن اتنے بزدل ہیں کہ ان کا ساتھ خاک بھی نہیں دے سکتے۔ اس جملے کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہیں تو معقول اور پسندیدہ اطاعت کا شیوہ چاہئے نہ کہ قسمیں کھانے اور ڈینگیں مارنے کا۔ تمہارے سامنے مسلمان موجود ہیں دیکھو! نہ وہ قسمیں کھاتے ہیں، نہ بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہیں، ہاں کام کے وقت سب سے آگے نکل آتے ہیں اور فعلی حصہ بڑھ چڑھ کر لیتے ہیں۔ اللہ پر کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں وہ اپنے بندوں کے ایک ایک عمل سے باخبر ہے۔ ہر عاصی اور مطیع اس پر ظاہر ہے۔ ہر ایک کے باطن پر بھی اس کی نگاہیں ویسی ہی ہیں جیسی ظاہر پر، گو تم ظاہر کچھ کرو لیکن وہ باطن پر بھی آگاہ ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی یعنی قرآن اور حدیث کی اتباع کرو اگر تم اس سے منہ موڑ لو اسے چھوڑ دو تو تمہارے اس گناہ کا وبال میرے نبی ﷺ پر نہیں۔ اس کے ذمے تو صرف پیغام الٰہی پہنچانا اور ادائے امانت کر دینا ہے۔ تم پر وہ ہے جس کے ذمے دار تم ہو یعنی قبول کرنا، عمل کرنا وغیرہ۔ ہدایت صرف اطاعت رسول میں ہے، اس لئے کہ صراط مستقیم کا داعی وہی ہے جو صراط مستقیم اس اللہ تک پہنچاتی ہے جس کی سلطنت تمام زمین آسمان ہے رسول اللہ ﷺ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہی ہے۔ سب کا حساب ہمارے ذمے ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ﴾ [1] الخ، تو صرف ناصح و واعظ ہے انہیں نصیحت کر دیا کر، تو ان کا کفیل یا داروغہ نہیں۔

وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعیاء علیہ السلام نبی کی طرف وحی الٰہی آئی کہ تو بنی اسرائیل کے مجمع میں کھڑا ہو جا میں تیری زبان سے جو چاہوں گا نکلواؤں گا، چنانچہ آپ کھڑے ہوئے تو آپ کی زبان سے بحکم الٰہی یہ خطبہ بیان ہوا اے آسمان سن، اے زمین خاموش رہ، اللہ تعالیٰ ایک شان پوری کرنا اور ایک امر کی تدبیر کرنا چاہتا ہے جسے وہ پورا

---

[1] [سورة الغاشية: آيت ۲۱-۲۲]

کرنے والا ہے وہ چاہتا ہے کہ جنگلوں کو آباد کر دے۔ ویرانے کو بسا دے' صحراؤں کو سرسبز بنا دے' فقیروں کو غنی کر دے' چرواہوں کو سلطان بنا دے' ان پڑھوں میں سے ایک امی کو نبی بنا کر بھیجے جو نہ بد گو ہو نہ بد اخلاق ہو' نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا ہو' اتنا مسکین صفت اور متواضع ہو کہ اس کے دامن کی ہوا سے چراغ بھی نہ بجھے جس کے پاس وہ گزرا ہو۔ اگر وہ سوکھے بانسوں پر پیر رکھ کر چلے تو بھی چرچراہٹ کسی کے کان میں نہ پہنچے میں اسے بشیر ونذیر بنا کر بھیجوں گا' وہ زبان کا پاک ہوگا' اندھی آنکھیں اس کی وجہ سے روشن ہو جائیں گی' بہرے کان اس کے باعث سننے لگیں گے' غلاف والے دل اس کی برکت سے کھل جائیں گے ہر ایک بھلے کان سے میں اسے سنوا دوں گا ہر ایک خلق کریم سے میں اسے سرفراز فرماؤں گا سکینت اس کا لباس ہوگی' نیکی اس کا وطیرہ ہوگا' تقویٰ اس کا ضمیر ہوگا' حکمت اس کی باتیں ہوں گی' صدق ووفا اس کی طبیعت ہوگی' عفو ودرگزر کرنا اور عمدگی وبھلائی چاہنا اس کی خصلت ہوگی حق اس کی شریعت ہوگا' عدل اس کی سیرت ہوگی' ہدایت اس کی امام ہوگی' اسلام اس کی ملت ہوگا' احمد اس کا نام ہوگا (ﷺ) گمراہی کے بعد اس کی وجہ میں ہدایت پھیلا دوں گا' جہالت کے بعد علم چمک اٹھے گا' پستی کے بعد اس کی وجہ سے ترقی ہوگی نادانی اس کی ذات سے دانائی میں بدل جائے گی کمی زیادتی سے بدل جائے گی۔ فقیری کو اس کی وجہ سے میں امیری سے بدل دوں گا' اس کی ذات سے جدا جدا لوگوں کو میں ملا دوں گا' فرقت کے بعد الفت ہوگی' انتشار کے بعد اتحاد ہوگا' اختلاف کے بعد اتفاق ہوگا۔ مختلف دل' جداگانہ خواہشیں ایک ہو جائیں گی' بیشمار بندگان رب ہلاکت سے بچ جائیں گے' اس کی امت کو میں تمام امتوں سے بہتر کر دوں گا جو لوگوں کے نفع کے لئے ہوگی' بھلائیوں کا حکم کرنے والی برائیوں سے روکنے والی ہوگی' موحد مومن مخلص ہوں گے' اللہ کے بھیجے رسول اللہ کی طرف سے جو کچھ لائے ہیں یہ سب مانیں گے کسی کے منکر نہ ہوں گے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں نیک اعمال کئے ہیں اللہ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا حاکم بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو حاکم بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا' کہ میری عبادت کرتے رہیں گے۔ میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے' اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہی ہیں ○

عنقریب اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے وعدہ فرما رہا ہے کہ آپ کی امت کو زمین کا مالک بنا دے گا' لوگوں کا سردار بنا دے گا' ملک ان کی وجہ سے آباد ہوگا' بندگان رب ان سے دل شاد ہوں

گے۔آج یہ لوگوں سے لرزاں وترساں ہیں کل یہ باامن واطمینان ہوں گے' حکومت ان کی ہوگی' سلطنت ان کے ہاتھوں میں ہوگی الحمدللہ یہی ہوا بھی۔مکہ' خیبر' بحرین' جزیرہ عرب اور یمن تو خود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی موجودگی میں فتح ہوگیا۔ حجر کے مجوسیوں نے جزیہ دے کر ماتحتی قبول کرلی' شام کے بعض حصوں کا بھی یہی حال ہوا۔شاہ روم ہرقل نے تحفے تحائف روانہ کئے۔ مصر کے والی نے بھی خدمت اقدس میں تحفے بھیجے' اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے' عمان کے شاہوں نے بھی یہی کیا اور اس طرح اپنی اطاعت گزاری کا ثبوت دیا۔حبشہ کے بادشاہ اصحمہ رحمۃ اللہ علیہ تو مسلمان ہی ہوگئے اور ان کے بعد جو والی حبشہ ہوا۔اس نے بھی سرکار محمد ﷺ میں عقیدت مندی کے ساتھ تحائف روانہ کئے۔ پھر جب کہ اللہ تعالیٰ رب العزت نے اپنے محترم رسول ﷺ کو اپنی مہمانداری میں بلوالیا' آپ کی خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنبھالی' جزیرہ عرب کی حکومت کو مضبوط اور مستقل بنایا اور ساتھ ہی ایک جرار لشکر سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں بلاد فارس کی طرف بھیجا جس نے وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا' کفر کے درختوں کو چھانٹ دیا اور اسلامی پودے ہر طرف لگا دیئے۔حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ امراء کے ماتحت شام کے ملکوں کی طرف لشکر اسلام کے جاں بازوں کو روانہ فرمایا۔انہوں نے بھی یہاں محمدی جھنڈا بلند کیا اور صلیبی نشان اوندھے منہ گرائے' پھر مصر کی طرف مجاہدین کا لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سرداری میں روانہ فرمایا۔ بصریٰ دمشق' حران وغیرہ کی فتوحات کے بعد آپ بھی راہی ملک بقا ہوئے اور بہ الہام الٰہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فاروق کے زبردست زور آور ہاتھوں میں سلطنت اسلام کی باگیں دے گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ آسمان تلے کسی نبی کے بعد ایسے خلیفوں کا دور نہیں ہوا۔آپ کی قوت' طبیعت' آپ کی نیکی' سیرت' آپ کے عدل کا کمال' آپ کی اللہ ترسی کی مثال دنیا میں آپ کے بعد تلاش کرنا محض بے سود اور بالکل لاحاصل ہے۔تمام ملک شام' پورا علاقہ مصر' اکثر حصہ فارس' آپ کی خلافت کے زمانے میں فتح ہوا۔سلطنت کسریٰ کے ٹکڑے اڑ گئے' خود کسریٰ کو منہ چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی۔کامل ذلت واہانت کے ساتھ بھاگتا پھرا۔ قیصر کو فنا کردیا۔نام مٹادیا۔شام کی سلطنت سے دست بردار ہونا پڑا۔قسطنطنیہ میں جاکر منہ چھپایا۔ان سلطنتوں کی صدیوں کی دولت جمع کئے ہوئے بے شمار خزانے ان بندگان رب نے اللہ کے نیک نفس اور مسکین خصلت بندوں پر خرچ کئے اور اللہ کے وہ وعدے پورے ہوئے جو اس نے حبیب اکرم ﷺ کی زبان سے کہلوائے تھے۔صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آتا ہے اور مشرق ومغرب کی انتہا تک اللہ کا دین پھیل جاتا ہے۔اللہ کا لشکر ایک طرف اقصیٰ مشرق تک اور دوسری طرف انتہا مغرب تک پہنچ کر دم لیتے ہیں۔اور مجاہدوں کی آب دار تلواریں اللہ کی توحید کو دنیا کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں پہنچادیتی ہیں۔ اندلس' قبرص' قیروان' سبتہ یہاں تک کہ چین تک آپ کے زمانے میں فتح ہوئے کسریٰ قتل کردیا گیا اس کا ملک تو ایک طرف نام ونشان تک کھود کر پھینک دیا گیا اور ہزار ہا برس کے آتش کدے بجھا دیئے گئے اور ہر اونچے ٹیلے سے صدائے اللہ اکبر آنے لگی دوسری جانب مدائن' عراق' خراسان' اھواز سب فتح ہوگئے ترکوں سے جنگ عظیم ہوئی آخران کا بڑا بادشاہ

خاقان خاک میں ملا ذلیل وخوار ہوا اور زمین کے مشرقی اور مغربی کونوں نے اپنے خراج بارگاہ خلافت عثمانی میں پہنچوائے۔ حق تو یہ ہے کہ مجاہدین کی ان جانبازیوں میں جان ڈالنے والی چیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن کی برکت تھی آپ کو قرآن سے کچھ ایسا شغف تھا جو بیان سے باہر ہے۔ قرآن کے جمع کرنے' اس کے حفظ کرنے' اس کی اشاعت کرنے' اس کے سنبھالنے میں جو نمایاں خدمتیں خلیفہ ثالث نے انجام دیں وہ یقیناً عدیم المثال ہیں۔ آپ کے زمانے کو دیکھو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کو دیکھو کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرق ومغرب دیکھ لی عنقریب میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک اس وقت مجھے دکھائی گئی ہے۔ [1] (مسلمانو! رب کے اس وعدے کو پیغمبر کی اس پیش گوئی کو دیکھو پھر تاریخ کے اوراق پلٹو اور اپنی گزشتہ عظمت وشان کو دیکھو آؤ نظریں ڈالو کہ آج تک اسلام کا پرچم بحمد للہ بلند ہے اور مسلمان ان مجاہدین کرام کی مفتوح زمینوں میں شاہانہ حیثیت سے چل پھر رہے ہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں مسلمانو حیف اور صد حیف اس پر جو قرآن حدیث کے دائرے سے باہر نکلے حسرت اور صد حسرت اس پر جو اپنے آبائی ذخیرے کو غیر کے حوالے کرے۔ اپنے آباؤ اجداد کے خون کے قطروں سے خریدی ہوئی چیز کو اپنی نالائقیوں اور بے دینیوں سے غیر کی بھینٹ چڑھا دے اور سکھ سے بیٹھا' لیٹا رہے۔ اللہ ہمیں کامل ایمان عطا کر اللہ ہمیں سچا ذوق دے۔ اللہ ہمیں اسلامی سپاہ بنا اللہ ہمیں اپنے لشکر کی توفیق دے۔ اللہ ہمیں اپنا لشکری بنالے۔ آمین آمین) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوگوں کا کام بھلائی سے جاری رہے گا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلفاء ہوں گے پھر آپ نے ایک جملہ آہستہ بولا جو راوی حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سن نہ سکے تو انہوں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا انہوں نے بیان کیا کہ یہ فرمایا ہے یہ سب کے سب قریشی ہوں گے۔ [2] (مسلم) آپ نے یہ بات اس شام کو بیان فرمائی تھی جس دن حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ ان بارہ خلیفوں کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ وہ خلفاء نہیں جو شیعوں نے سمجھ رکھے ہیں کیونکہ شیعوں کے اماموں میں تو بہت سے وہ بھی ہے جنہیں خلافت وسلطنت کا کوئی حصہ بھی پوری عمر میں نہیں ملا تھا اور یہ بارہ خلفاء ہوں گے' سب کے سب قریشی ہوں گے' حکم میں عدل کرنے والے ہوں گے' ان کی بشارت اگلی کتابوں میں بھی ہے اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ یہ سب کے سب یکے بعد دیگرے ہوں گے بلکہ ان کا ہونا یقینی ہے خواہ پے در پے کچھ ہوں خواہ متفرق زمانوں میں کچھ ہوں۔ چنانچہ چاروں خلیفے تو بالترتیب

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض (۲۸۸۹) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب ما یکون من الفتن (۳۹۵۲) ابو داؤد : کتاب الفتن : باب ذکر الفتن ودلائلها (۴۲۵۲) ترمذی : کتاب الفتن : باب ما جآء فی سوال النبی ثلاثا فی امته (۲۱۷۶)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاحکام : باب استخلاف (۷۲۲۲۔ ۷۲۲۳) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب الناس تبع لقریش والخلافة فی قریش (۱۸۲۱) ترمذی : کتاب الفتن : باب ما جآء فی الخلفاء (۲۲۲۳) ابو داؤد : کتاب المهدی (۴۲۷۹) مسند احمد (۸۶/۵)]

ہوئے اول ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم ان کے بعد پھر سلسلہ ٹوٹ گیا پھر بھی خلیفہ ہوئے اور ممکن ہے آگے چل کر بھی ہوں۔ ان کے صحیح زمانوں کا علم اللہ ہی کو ہے ہاں اتنا یقینی ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی انہی بارہ میں سے ہوں گے جن کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جن کی کنیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کے مطابق ہوگی تمام زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے کہ وہ ظلم وناانصافی سے بھر گئی ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر کاٹ کھانے والا ملک ہوجائے گا۔ ①

ابوالعالیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بیس سال تک مکہ میں رہے اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف دنیا کو دعوت دیتے رہے لیکن یہ زمانہ پوشیدگی کا' ڈر خوف کا اور بے اطمینانی کا تھا' جہاد کا حکم نہیں آیا تھا۔ مسلمان بے حد کمزور تھے اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا۔ مدینے پہنچے جہاد کا حکم ملا جہاد شروع ہوا دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ اہل اسلام بہت خائف تھے۔ خطرے سے کوئی وقت خالی نہیں جاتا تھا صبح شام صحابہ ہتھیاروں سے آراستہ رہتے تھے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اسی طرح خوف زدہ ہی رہیں گے؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہماری زندگی کی کوئی گھڑی بھی اطمینان سے نہیں گزرے گی؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہتھیار اتار کر بھی ہمیں کبھی آسودگی کا سانس لینا میسر آئے گا؟ آپ نے پورے سکون سے فرمایا کچھ دن اور صبر کرلو پھر تو اس قدر امن واطمینان ہوجائے گا کہ پوری مجلس میں' بھرے دربار میں چوکڑی بھر کر آرام سے بیٹھے ہوئے رہو گے۔ ایک کے پاس کیا کسی کے پاس بھی کوئی ہتھیار نہ ہوگا کیونکہ کامل امن وامان پورا اطمینان ہوگا۔ اسی وقت یہ آیت اتری۔ پھر تو اللہ کے نبی جزیرہ عرب پر غالب آگئے عرب میں بھی کوئی کافر نہ رہا مسلمانوں کے دل خوف سے خالی ہوگئے اور ہتھیار ہر وقت لگائے رہنے ضروری نہ رہے۔ پھر یہی امن وراحت کا دور دورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد بھی تین خلافتوں تک رہا یعنی ابوبکر وعمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے تک۔ پھر مسلمان ان جھگڑوں میں پڑ گئے جو رونما ہوئے پھر خوف زدہ رہنے لگے اور پہرے دار' چوکیدار' داروغے وغیرہ مقرر کیے اپنی حالتوں کو متغیر کیا تو متغیر ہوگئے۔ ② بعض سلف سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے بارے میں اس آیت کو پیش کیا۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس وقت یہ آیت اتری ہے اس وقت ہم انتہائی خوف اور اضطراب کی حالت میں تھے جیسے فرمان ہے۔ ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ③ الخ' یعنی وہ وقت بھی تھا کہ تم بے حد کمزور اور تھوڑے تھے'

---

① [صحیح :مسند احمد (۵/۲۲۱) مستدرك حاكم (۳/۱۴۵) ابو داؤد : كتاب السنة : باب فی الخلفاء (۴۶۴۶) ترمذی : كتاب الفتن : باب ما جآء فی الخلافة (۲۲۲۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود ، صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

② [مرسل :تفسیر ابن جریر الطبری (۲۶۱۷۹)]

③ [الانفال : ۲۶]

اور قدم قدم اور دم دم پر خوف زدہ رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھا دی تمہیں قوت وطاقت عنایت فرمائی اور امن وامان دیا۔ پھر بیان فرمایا کہ جیسے ان سے پہلے کے لوگوں کو اس نے زمین کا مالک کر دیا تھا جیسے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا ﴿عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ﴾ [1] الخ، بہت ممکن ہے بلکہ بہت ہی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے اور تمہیں ان کا جانشین بنا دے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ﴾ [2] یعنی ہم نے ان پر احسان کرنا چاہا جو زمین بھر میں سب سے زیادہ ضعیف اور ناتواں تھے۔

پھر فرمایا کہ ان کے دین کو جو اللہ کا پسندیدہ ہے جما دے گا۔ اور اسے قوت وطاقت دے گا۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جب بطور وفد آپ کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تو نے حیرہ دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں حیرہ کو نہیں جانتا ہاں نام سنا ہے آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ میرے، اس دین کو کامل طور پر پھیلائے گا یہاں تک کہ امن وامان ہو جائے گا کہ حیرہ سے ایک سانڈنی سوار عورت تنہا نکلے گی اور وہ بیت اللہ تک پہنچ کر طواف سے فارغ ہو کر واپس ہو گی نہ خوف زدہ ہو گی نہ ہی اس کے ساتھ محافظ ہو گا۔ یقین مان کہ کسریٰ بن ھرمز شاہ ایران کے خزانے فتح ہوں گے حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے تعجب سے پوچھا کیا شاہ ایران کسریٰ بن ھرمز کے خزانے مسلمانوں کی فتوحات میں آئیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہاں اسی کسریٰ بن ھرمز کے۔ سنو! اس قدر مال بڑھ جائے گا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اب تم دیکھ لو کہ فی الواقع حیرہ سے عورتیں بغیر کسی کی پناہ کے آتی جاتی ہیں۔ اس پیشین گوئی کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے دیکھ لیا دوسری پیشین گوئی تو میری نگاہوں کے سامنے پوری ہوئی کسریٰ کے خزانے فتح کرنے والوں میں خود میں موجود تھا اور تیسری پیشین گوئی بھی یقیناً پوری ہو کر رہے گی کیونکہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ [3] مسند احمد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اس امت کو ترقی اور برتری کی مدد اور دین کی اشاعت کی بشارت دو۔ ہاں جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے حاصل کرنے کے لئے کرے وہ جان لے کہ آخرت میں اسے کوئی حصہ نہ ملے گا۔ [4]

پھر فرماتا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ مسند میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی لکڑی تھی آپ نے میرے نام سے مجھے آواز دی میں نے لبیک وسعدیک کہا پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد اسی طرح مجھے پکارا اور میں نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو اللہ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے آپ نے فرمایا بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد مجھے پکارا اور میں نے

---

[1] [الاعراف : ۱۲۹] [2] [القصص : ٥-٦]

[3] [صحیح صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب علامات النبوة فی الاسلام (۳٥۹٥)]

[4] [صحیح مسند احمد (٥/۱۳٤) مستدرك حاكم (٤/۳۱۱) الموسوعة الحديثية]

جواب دیا تو آپ نے فرمایا جانتے ہو جب بندے اللہ کا حق ادا کریں تو اللہ کے ذمے بندوں کا حق کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہ انہیں عذاب نہ کرے [1] (بخاری و مسلم) پھر فرمایا اس کے بعد جو منکر ہو جائے وہ یقیناً فاسق ہے۔ شان الٰہی دیکھو جتنا جس زمانے میں اسلام کا زور رہا اتنی ہی مدد اللہ کی ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے ایمان میں بڑھے ہوئے تھے فتوحات میں بھی سب سے آگے نکل گئے جوں جوں ایمان کمزور ہوتا گیا دنیوی حالت سلطنت و شوکت بھی گرتی گئی۔ بخاری و مسلم میں ہے میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ برسر حق رہے گی اور وہ غالب اور نڈر رہے گی ان کے مخالف ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے قیامت تک یہ اسی طرح رہے گی [2] اور روایت میں ہے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے گا [3] ایک اور روایت میں ہے یہاں تک کہ یہی جماعت سب سے آخر دجال سے جہاد کرے گی [4] اور حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے تک یہ لوگ کافروں پر غالب رہیں گے [5] یہ سب روایتیں صحیح ہیں اور ایک ہی مطلب سب کا ہے۔

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَ لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع ۱۳

نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○ یہ خیال تو کبھی بھی نہ کرنا کہ منکر لوگ زمین میں ادھر ادھر بھاگ کر ہمیں ہرا دینے والے ہیں' ان کا اصلی ٹھکانا تو جہنم ہے' جو یقیناً بہت ہی برا ٹھکانا ہے ○

نماز، زکوٰۃ اور اطاعتِ رسول کی ترغیب: اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو صرف اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے کہ اس کے لئے نمازیں پڑھتے رہو۔ اور ساتھ ہی اس کے بندوں کے ساتھ احسان و سلوک کرتے رہو۔ ضعیفوں' مسکینوں' فقیروں کی خبر گیری کرتے رہو۔ مال میں سے اللہ کا حق یعنی زکوٰۃ نکالتے رہو۔ اور ہر امر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہو۔ جس بات کا وہ حکم فرمائے بجالاؤ جس امر سے وہ روکیں رک جاؤ یقین جانو کہ اللہ کی رحمت کے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب اللباس : باب ارداف الرجل خلف الرجل (۵۹۶۷) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا (۳۰)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قوله الله تعالی انما قولنا لشیء اذا اردنا (۷۴۵۹) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب قوله لا تزال طائفة منه التی ظاهرین علی الحق (۱۹۲۰)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب قوله لا تزال طائفة منه التی (۱۹۲۳)، (۱۹۲۰) ابوداؤد : کتاب الفتن : باب ذکر الفتن ودلائلها (۴۲۵۲) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب ما یکون من الفتن (۳۹۵۲) ترمذی : کتاب الفتن : باب ما جآء فی سوال النبی ثلاثا امته (۲۱۷۶)]

[4] [ضعیف : مسند بزار (۳۳۸۷)]

[5] [ضعیف وله شاهد : مسند ابو یعلی (۲۰۷۸)] اس کی سند ضعیف ہے مگر اس کا صحیح شاہد موجود ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم (۱۵۶)]

حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ﴾ (۱) یہی لوگ ہیں جن پر ضرور ضرور اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اے نبی ﷺ یہ گمان نہ کرنا کہ آپ کو جھٹلانے والے اور آپ کی نہ ماننے والے ہم پر غالب آ جائیں گے یا ادھر ادھر بھاگ کر ہمارے بے پناہ عذابوں سے بچ جائیں گے۔ ہم تو ان کا اصلی ٹھکانا جہنم میں مقرر کر چکے ہیں جو نہایت بری جگہ ہے۔ قرار گاہ کے اعتبار سے بھی اور بازگشت کے اعتبار سے بھی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۚ مِّن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ۚ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ۚ طَوَّافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٨﴾ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٩﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٦٠﴾

اے ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں، اپنے آنے کی تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے، نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تینوں وقت تمہارے خلوت اور پردے کے ہیں، ان وقتوں کے ماسوا نہ تو تم پر کوئی گناہ ہیں نہ ان پر، تم سب آپس میں ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والے ہو ہی، اللہ تعالیٰ یوں ہی کھول کھول کر اپنے احکام تم سے بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمت والا ہے ○ تم میں کے بچے بھی جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان سے پہلے کے بڑے لوگ اجازت مانگ لیا کرتے ہیں، انہیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہیے، اللہ تعالیٰ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے، اللہ ہی علم و حکمت والا ہے ○ بوڑھی بڑی عورتیں جنہیں نکاح کی امید و خواہش ہی نہ رہی ہو، وہ اگر اپنے کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والیاں نہ ہوں، لیکن تاہم اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے بہت افضل ہے، اللہ ہے سنتا جانتا ○

گھروں میں داخلے کا ادب: اس آیت میں قریبی رشتے داروں کو بھی حکم ہو رہا ہے کہ وہ بھی اجازت حاصل کر کے آیا کریں۔ اس سے پہلے کی اس سورت کی شروع کی آیت میں جو حکم تھا وہ اجنبیوں کے لئے تھا۔ پس فرماتا ہے کہ تین وقتوں میں غلاموں کو بلکہ نابالغ بچوں کو بھی اجازت مانگنی چاہیے۔ صبح کی نماز سے پہلے کیونکہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے۔ اور دوپہر کو جب کہ انسان دو گھڑی راحت حاصل کرنے کے عموماً اپنے گھر میں بالائی کپڑے اتار کر

(۱) [سورۃ التوبۃ: آیت ۷۱]

سوتا ہے اور عشاء کی نماز کے بعد کیونکہ وہ بھی بال بچوں کے ساتھ سونے کا وقت ہے۔ پس تین وقتوں میں نہ جائیں انسان بےفکری سے اپنے گھر میں کس حالت میں ہو؟ اس لئے گھر کے لونڈی غلام اور چھوٹے بچے بھی بے اطلاع ان وقتوں میں چپ چاپ نہ گھس آئیں۔ ہاں ان خاص وقتوں کے علاوہ انہیں آنے کے لئے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا آنا جانا تو ضروری ہے بار بار کے آنے جانے والے ہیں ہر وقت کی اجازت طلب ان کے لئے اور نیز تمہارے لئے بڑی حرج کی چیز ہوگی ایک حدیث میں ہے کہ بلی نجس نہیں وہ تو تمہارے گھروں میں تمہارے آس پاس گھومنے پھرنے والی ہے۔ [1] حکم تو یہی ہے اور عمل اس پر بہت کم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تین آیتوں پر عموماً لوگوں نے عمل چھوڑ رکھا ہے۔ ایک تو یہی آیت اور ایک سورۂ نسا کی آیت ﴿وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ﴾ [2] اور ایک سورۂ حجرات کی آیت ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ﴾ [3] الخ' شیطان لوگوں پر چھا گیا اور انہیں ان آیتوں پر عمل کرنے سے غافل کر دیا گویا ان پر ایمان ہی نہیں میں نے تو اپنی اس لونڈی سے بھی کہہ رکھا ہے کہ ان تینوں وقتوں میں بے اجازت ہرگز نہ آئے۔ [4] پہلی آیت میں تو تین وقتوں میں لونڈی غلاموں اور نابالغ بچوں کو بھی اجازت لینے کا حکم ہے دوسری آیت میں ورثے کی تقسیم کے وقت جو قرابت دار اور یتیم مسکین آ جائیں انہیں بنام الٰہی کچھ دے دینے اور ان سے نرمی سے بات کرنے کا حکم ہے اور تیسری آیت میں حسب نسب پر فخر نہ کرنے بلکہ قابل اکرام خوف الٰہی کے ہونے کا ذکر ہے۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کیا یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اس نے کہا پھر لوگوں نے اس پر عمل کیوں چھوڑ رکھا ہے؟ فرمایا اللہ سے توفیق طلب کرنی چاہئے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت پر عمل کے ترک کی ایک بڑی وجہ مال داری اور فراخی ہے۔ پہلے تو لوگوں کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اپنے دروازوں پر پردے لٹکا لیتے یا کشادہ گھر کئی کئی الگ الگ کمروں والے ہوتے تو بسا اوقات لونڈی غلام بے خبری میں چلے آتے اور میاں بیوی مشغول ہوتے تو آنے والے بھی شرما جاتے اور گھر والوں پر بھی شاق گزرتا۔ اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کشادگی دی' کمرے جدا گانہ بن گئے' دروازے باقاعدہ لگ گئے' دروازوں پر

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۵/۳۰۳) ابو داؤد: کتاب الطهارة: باب سؤر الهرة (۷۵) ابن ماجه: کتاب الطهارة: باب الوضوء بسؤر الهرة (۳۶۷) ترمذی: کتاب الطهارة: باب ما جآء فی سؤر الهرة (۹۲) نسائی: کتاب الطهارة: باب سؤر الهرة (۶۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، ارواء الغلیل (۱۷۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ عبد الرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [سورة النسآء: آیت ۸]

[3] [سورة الحجرات: آیت ۱۳]

[4] [صحیح الاسناد موقوف: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی الاستئذان فی العورات الثلاث (۵۱۹۱)]

پردے پڑ گئے تو محفوظ ہو گئے۔ حکم الٰہی کی مصلحت پوری ہو گئی اس لئے اجازت کی پابندی اٹھ گئی اور لوگوں نے اس میں سستی اور غفلت شروع کر دی۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی تین وقت ایسے ہیں کہ انسان کو ذرا فرصت ہوتی ہے گھر میں ہوتا ہے اللہ جانے کس حالت میں ہو اس لئے لونڈی غلاموں کو بھی اجازت کا پابند کر دیا کیونکہ اسی وقت میں عموماً لوگ اپنی گھر والیوں سے ملتے ہیں تاکہ نہا دھو کر بہ آرام گھر سے نکلیں اور نمازوں میں شامل ہوں یہ بھی مروی ہے کہ ایک انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ کھانا پکایا لوگ بلا اجازت ان کے گھر میں جانے لگے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو نہایت بری بات ہے کہ غلام بے اجازت گھر میں آ جائے ممکن ہے میاں بیوی ایک ہی کپڑے میں ہوں۔ پس یہ آیت اتری۔ (۱) اس آیت کے منسوخ نہ ہونے پر اس آیت کے خاتمے کے الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں کہ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ ہاں جب بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو پھر انہیں تین وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں بھی اجازت لینی چاہئے۔ چھوٹے بچوں کو گھر میں اپنے ماں باپ کے پاس جانے کے لئے بھی ان تین وقتوں میں جن کا بیان اوپر گزرا اجازت مانگنی ضروری ہے۔ لیکن بعد از بلوغت تو ہر وقت اطلاع کر کے ہی جانا چاہئے جیسے کہ اور بڑے لوگ اجازت مانگ کر آتے ہیں خواہ اپنے ہوں خواہ پرائے۔ جو بڑھیا عورتیں اس عمر کو پہنچ جائیں کہ نہ اب انہیں مرد کی خواہش رہے نہ نکاح کی توقع حیض بند ہو جائے، عمر سے اتر جائیں تو ان پر پردے کی وہ پابندیاں نہیں جو اور عورتوں پر ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آیت ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ﴾ (۲) سے یہ آیت مستثنیٰ ہے۔ (۳) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسی عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ برقعہ اور چادر اتار دیا کریں صرف دوپٹے میں اور کرتے پاجامے میں رہیں۔ آپ کی قراءت بھی ﴿اَنْ یَّضَعْنَ مِنْ ثِیَابِهِنَّ﴾ ہے۔ مراد اس سے دوپٹے کے اوپر کی چادر ہے۔ تو بڑھیا عورتیں جب کہ موٹا چوڑا دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہوں انہیں اس کے اوپر اور چادر ڈالنا ضروری نہیں۔ لیکن مقصود اس سے بھی اظہار زینت نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب اس قسم کے سوالات عورتوں نے کئے تو آپ نے فرمایا تمہارے لئے بناؤ سنگھار بیشک حلال اور طیب ہے لیکن غیر مردوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے نہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ جب بالکل بڑھیا پھوس ہو گئیں تو آپ نے اپنے غلام کے ہاتھوں اپنے سر کے بالوں میں مہندی لگوائی جب ان سے اس کا سوال کیا گیا تو فرمایا میں ان عمر رسیدہ عورتوں میں ہوں جنہیں خواہش نہیں رہی۔ آخر میں فرمایا گو چادر کا نہ لینا ان بڑی بوڑھی عورتوں کے لئے جائز تو ہے مگر تاہم افضل یہی ہے کہ چادروں اور برقعوں میں ہی رہیں۔ اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔

---

(۱) [مرسل وضعیف: یہ روایت مرسل ہونے کی بنا پر ضعیف ہے۔]

(۲) [سورة النور: آیت ۳۱]

(۳) [حسن: ابو داؤد: كتاب اللباس: باب فی قوله تعالى وقل للمومنات یغضضن من ابصارهن (۴۱۱۱)] شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۧ ﴿۶۱﴾

اندھے پر لنگڑے پر بیمار پر اور خود تم پر مطلقاً کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھا لو یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنی چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیوں کے مالک تم ہو یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھا لو، تم پر اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم سب ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ، پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے والوں کو سلام کر لیا کرو۔ دعا خیر ہے جو بابرکت اور پاکیزہ ہے اللہ کی طرف سے نازل شدہ، یوں ہی اللہ تعالیٰ کھول کھول کر تم سے اپنے احکام بیان فرما رہا ہے تا کہ تم سمجھ لو ○

جہاد میں شامل نہ ہونے کے شرعی عذر: اس آیت میں جس حرج کے نہ ہونے کا ذکر ہے اس کی بابت حضرت عطاء رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں مراد اس سے اندھے، لولے، لنگڑے کا جہاد میں نہ آنا ہے جیسے کہ سورۂ فتح میں ہے تو یہ لوگ اگر جہاد میں شامل نہ ہوں تو ان پر بوجہ ان کے معقول شرعی عذر کے کوئی حرج نہیں۔ سورۂ براۃ میں ہے ﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ﴾ [1] الخ، بوڑھے بڑوں پر اور بیماروں پر اور مفلسوں پر جب کہ وہ تہہ دل سے دین حق کے اور رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ ہوں کوئی حرج نہیں، بھلے لوگوں پر کوئی سرزنش نہیں، اللہ غفور و رحیم ہے۔ ان پر بھی اسی طرح کوئی حرج نہیں جو سواری نہیں پاتے اور تیرے پاس آتے ہیں تو تیرے پاس سے بھی انہیں سواری نہیں مل سکتی۔ حضرت سعید رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں لوگ اندھوں، لولوں، لنگڑوں اور بیماروں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج جانتے تھے کہ ایسا نہ ہو وہ کھا نہ سکیں اور ہم زیادہ کھا لیں یا اچھا اچھا کھا لیں تو اس آیت میں انہیں اجازت ملی کہ اس میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ کراہت کر کے بھی ان کے ساتھ کھانے کو نہیں بیٹھتے تھے، یہ جاہلانہ عادتیں شریعت نے اٹھا دیں۔ مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ لوگ ایسے لوگوں کو اپنے باپ، بھائی، بہن وغیرہ قریبی رشتہ داروں کے ہاں پہنچا آتے تھے کہ وہ وہاں کھا لیں یہ لوگ اس سے عار کرتے کہ ہمیں اوروں کے گھر لے جاتے ہیں

[1] [سورہ التوبۃ: آیت ۹۱]

اس پر یہ آیت اتری۔ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ انسان جب اپنے بہن بھائی کے گھر جاتا وہ نہ ہوتے اور عورتیں کوئی کھانا انہیں پیش کرتیں تو یہ اسے نہیں کھاتے تھے کہ مرد تو ہیں نہیں نہ ان کی اجازت ہے۔ تو جناب باری تعالیٰ نے اس کے کھالینے کی رخصت عطا فرمائی۔ یہ جو فرمایا کہ خود تم پر بھی حرج نہیں یہ تو ظاہر ہی تھا۔ اس کا بیان اس لئے کیا گیا کہ اور چیز کا اس پر عطف ہو اور اس کے بعد کا بیان اس حکم میں برابر ہو۔ بیٹوں کے گھروں کا بھی یہی حکم ہے گو لفظوں میں بیان نہیں آیا لیکن ضمناً ہے۔ بلکہ اسی آیت سے استدلال کر کے بعض نے کہا ہے کہ بیٹے کا مال بمنزلہ باپ کے مال کے ہے۔ مسند اور سنن میں کئی سندوں سے حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ [۱] اور جن لوگوں کے نام آئے ہیں ان سے استدلال کر کے بعض نے کہا ہے کہ قرابت داروں کا نان نفقہ بعض کا بعض پر واجب ہے جیسے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اور امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب کا مشہور مقولہ ہے جس کی کنجیاں تمہاری ملکیت میں ہیں اس سے مراد غلام اور داروغے ہیں کہ وہ اپنے آقا کے مال سے حسب ضرورت و دستور کھا پی سکتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں جاتے تو ہر ایک کی چاہت یہی ہوتی کہ ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں۔ جاتے ہوئے اپنے خاص دوستوں کو کنجیاں دے جاتے اور ان سے کہہ دیتے کہ جس چیز کے کھانے کی تمہیں ضرورت ہو ہم تمہیں رخصت دیتے ہیں لیکن تاہم یہ لوگ اپنے آپ کو امین سمجھ کر اور اس خیال سے کہ مبادا ان لوگوں نے بادل ناخواستہ اجازت دی ہو، کسی کھانے پینے کی چیز کو نہ چھوتے اس پر یہ حکم نازل ہوا۔

پھر فرمایا کہ تمہارے دوستوں کے گھروں سے بھی کھالینے میں تم پر کوئی پکڑ نہیں جب کہ تمہیں علم ہو کہ وہ اس سے برا نہ مانیں گے اور ان پر یہ شاق نہ گزرے گا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تو جب اپنے دوست کے ہاں جائے تو بلا اجازت اس کے کھانے کو کھالینے کی رخصت ہے۔ پھر فرمایا تم پر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں اور جدا جدا ہو کر کھانے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْٓا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [۲] اتری یعنی اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں کہا کھانے پینے کی چیزیں بھی مال ہیں تو ہمیں یہ بھی حلال نہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ کھائیں چنانچہ وہ اس سے بھی رک گئے اس پر یہ آیت اتری اسی طرح تنہا خوری سے بھی کراہت کرتے تھے جب تک کوئی ساتھی نہ ہو کھاتے نہیں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں دونوں باتوں کی اجازت دی یعنی دوسروں کے ساتھ کھانے کی اور تنہا کھانے کی۔ قبیلہ بنو کنانہ کے لوگ خصوصیت سے اس مرض میں مبتلا تھے بھوکے ہوتے تھے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہو کھاتے نہ تھے سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے پس ایک آیت

---

[۱] [حسن صحیح: ابو داؤد: کتاب البیوع: باب فی الرجل یاکل من مال ولدہ (۳۵۳۰) ابن ماجہ: کتاب التجارات: باب ما للرجل من مال ولدہ (۲۲۹۲) مسند احمد (۱۷۹/۲)] شیخ البانی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[۲] [سورۃ النسآء: آیت ۲۹]

میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی اس سخت رسم کو مٹا دیا۔ اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رخصت ہے لیکن یہ یاد رہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل ہے اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم کھاتے تو ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی آپ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے؟ جمع ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی۔ [1] ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مل کر کھاؤ تنہا نہ کھاؤ' برکت مل کر بیٹھنے میں ہے۔ [2] پھر تعلیم ہوئی کہ گھروں میں سلام کر کے جایا کرو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جب تم گھر میں جاؤ تو اللہ کا سکھایا ہوا بابرکت بھلا سلام کہا کرو۔ میں نے تو آزمایا ہے کہ یہ سراسر برکت ہے۔ ابن طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم میں سے جو گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کہے۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ فرمایا مجھے تو یاد نہیں کہ اس کے وجوب کا قائل کوئی ہو لیکن ہاں مجھے تو یہ بہت ہی پسند ہے کہ جب بھی گھر میں جاؤ سلام کر کے جاؤ۔ میں تو اسے کبھی نہیں چھوڑتا ہاں یہ اور بات ہے کہ بھول جاؤ۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب مسجد میں جاؤ تو کہو ((اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ)) اور جب اپنے گھر میں جاؤ تو اپنے بال بچوں کو سلام کرو' اور جب کسی ایسے گھر میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو تو اس طرح کہو ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ﴾ یہ بھی مروی ہے کہ یوں کہو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ﴾ یہی حکم دیا جا رہا ہے۔ ایسے وقتوں میں تمہارے سلام کا جواب اللہ کے فرشتے دیتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی ﷺ نے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے فرمایا ہے اے انس! کامل وضو کرو تمہاری عمر بڑھے گی۔ جو میرا امتی ملے سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی' گھر میں سلام کر کے جایا کرو گھر کی خیریت بڑھے گی۔ ضحیٰ کی نماز پڑھتے رہو تم سے اگلے لوگ جو اللہ والے بن گئے تھے ان کا یہی طریقہ تھا۔ اے انس! چھوٹوں پر رحم کر بڑوں کی عزت و توقیر کر تو قیامت کے دن میرا ساتھی ہو گا۔ [3] پھر فرماتا ہے یہ دعائے خیر ہے جو اللہ کی طرف سے تمہیں تعلیم کی گئی ہے برکت والی اور عمدہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں نے تو التحیات قرآن سے ہی سیکھی ہے نماز کی التحیات یوں ہے ﴿اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ

---

[1] [حسن : مسند احمد (۳/ ۵۰۱) ابو داؤد : کتاب الاطعمة : باب فی الاجتماع علی الطعام (۳۷۶۴) ابن ماجه : کتاب الاطعمة : باب الاجتماع علی الطعام (۳۲۷۶)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داؤد ، صحیح ابن ماجه]

[2] [ضعیف جدا : ابن ماجه : کتاب الاطعمة : باب الاجتماع علی الطعام (۳۲۸۷)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت سخت ضعیف ہے البتہ پہلا جملہ صحیح ہے۔ [صحیح ابن ماجه ، السلسلة الصحیحه (۲۶۹۱)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔] حافظ بوصیریؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الزوائد (۳/ ۷۷)]

[3] [ضعیف : ابن عدی فی الکامل (۵/ ۳۸۲)] اس میں عوید بن ابی عمران راوی ضعیف ہے۔]

عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ﴾ اسے پڑھ کر نمازی کو اپنے لئے دعا کرنی چاہئے پھر سلام پھیر دے۔ انہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً صحیح مسلم شریف میں اس کے سوا بھی مروی ہے۔ [1] واللہ اعلم۔ اس سورت کے احکام کا ذکر کر کے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے اپنے واضح احکام مفید فرمان کھول کھول کر اسی طرح بیان فرمایا کرتا ہے تا کہ وہ غور و فکر کریں، سوچیں، سمجھیں اور عقل مندی حاصل کریں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾

با ایمان لوگ تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں اور جب کسی ایسے معاملہ میں جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے وہ نبی کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں کہیں نہیں جاتے، جو لوگ ایسے موقع پر تجھ سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں یہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں، پس جب ایسے لوگ تجھ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت طلب کریں تو تو ان میں سے جسے چاہے اجازت دے دیا کر اور ان کے لئے اللہ سے بخشش کی دعا مانگا کر، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○

جاتے وقت بھی اجازت مانگو: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ایک ادب اور بھی سکھاتا ہے کہ جیسے آتے ہوئے اجازت مانگ کر آتے ہو ایسے ہی جانے کے وقت بھی میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگ کر جاؤ۔ خصوصاً ایسے وقت جب کہ مجمع ہو اور کسی ضروری امر پر مجلس ہوئی ہو مثلاً نماز جمعہ ہے یا نماز عید ہے یا جماعت ہے یا کوئی مجلس شوریٰ ہے تو ایسے موقعوں پر جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لو ہرگز ادھر ادھر نہ جاؤ مومن کامل کی ایک نشانی یہ بھی ہے۔ پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ جب یہ اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ سے اجازت چاہیں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور ان کے لئے طلب بخشش کی دعائیں بھی کرتے رہیں۔ ابو داؤد وغیرہ میں ہے، جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں جائے تو اہل مجلس کو سلام کر لیا کرے اور جب وہاں سے آنا چاہے تو بھی سلام کر لیا کرے آخری دفعہ کا سلام بھی پہلی مرتبہ کے سلام سے کچھ کم نہیں ہے۔ [2] یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام صاحب نے اسے حسن فرمایا ہے۔

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب التشھد فی الصلاۃ (٤٠٣)]

[2] [حسن صحیح : مسند احمد (٢٨٧/٢) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی السلام اذا قام من المجلس (٥٢٠٨) نسائی فی السنن الکبری (١٠٢٠١) ترمذی : کتاب الاستیئذان (٢٧٠٦)] شیخ البانیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

تم اللہ کے نبی کے بلانے کو ایسا معمولی بلاوا نہ کرلو جیسے آپس میں ایک کا ایک کو ہوتا ہے' تم میں سے انہیں اللہ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں' سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں کوئی دکھ کی مار نہ پڑے ○

نبی ﷺ کو پکارنے کا ادب: لوگ حضور ﷺ کو جب بلاتے تو آپ کے نام یا کنیت سے معمولی طور پر جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارا کرتے آپ کو بھی پکار لیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس گستاخی سے منع فرمایا کہ نام نہ لو بلکہ یا نبی اللہ' یا رسول اللہ کہہ کر پکارو۔ تاکہ آپ کی بزرگی اور عزت وادب کا پاس رہے۔ اسی کے مثل آیت ﴿لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا﴾ [1] ہے اور اسی جیسی آیت ﴿لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ﴾ [2] ہے یعنی ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو۔ آپ کے سامنے اونچی اونچی آوازوں سے نہ بولو جیسے کہ بے تکلفی سے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو اگر ایسا کیا تو سب اعمال غارت ہو جائیں گے اور پتہ بھی نہ چلے گا۔ یہاں تک کہ فرمایا جو لوگ تجھے حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم خود ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ پس یہ سب آداب سکھائے گئے کہ آپ سے خطاب کس طرح کریں' آپ سے بات چیت کس طرح کریں' آپکے سامنے کس طرح بولیں چالیں بلکہ پہلے تو آپ سے سرگوشیاں کرنے کے لئے صدقہ کرنے کا بھی حکم تھا۔ ایک مطلب تو اس آیت کا یہ ہوا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کو تم اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو' آپ کی دعا تو مقبول و مستحب ہے۔ خبردار! کبھی ہمارے نبی ﷺ کو تکلیف نہ دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے منہ سے کوئی کلمہ نکل جائے تو تم تہس نہس ہو جاؤ۔ اس سے اگلے جملے کی تفسیر میں مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن خطبے میں بیٹھا رہنا منافقوں پر بہت بھاری پڑتا تھا اور مسجد میں آ جانے اور خطبہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص بغیر آنحضرت ﷺ کی اجازت کے نہیں جا سکتا تھا جب کسی کو کوئی ایسی ہی ضرورت ہوتی تو اشارے سے آپ سے اجازت چاہتا اور آپ اجازت دے دیتے اس لئے کہ خطبے کی حالت میں بولنے سے جمعہ باطل ہو جاتا ہے تو یہ منافق آڑ ہی آڑ میں نظریں بچا کر سرک جاتے تھے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جماعت میں جب یہ منافق ہوتے تو ایک دوسرے کی آڑ لے کر بھاگ جاتے۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ سے اور اللہ کی کتاب سے ہٹ جاتے' صف سے نکل جاتے' مخالفت پر آمادہ ہو جاتے۔ جو لوگ امر رسول' سنت رسول' فرمان رسول' طریقہ رسول اور شرع رسول کے خلاف کریں وہ سزایاب ہوں گے۔ انسان کو اپنے اقوال و

[1] [سورة البقرة: آیت ۱۰۴]
[2] [سورة الحجرات : آیت ۲-۵]

افعال رسول اللہ ﷺ کی سنتوں اور احادیث سے ملانے چاہئیں جو موافق ہوں اچھے ہیں جو موافق نہ ہوں مردود ہیں بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جو ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے۔[1] ظاہر یا باطن میں جو بھی شریعت محمدیہ ﷺ کے خلاف کرے اس کے دل میں کفر و نفاق' بدعت و برائی کا بیج بو دیا جاتا ہے یا اسے سخت عذاب ہوتا ہے۔ یا تو دنیا میں ہی قتل' قید' حد وغیرہ جیسی سزائیں ملتی ہیں یا آخرت میں عذاب اخروی ملے گا۔ مسند احمد میں حدیث ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی جب وہ روشن ہوئی تو پتنگوں اور پروانوں کا اجتماع ہو گیا اور وہ دھڑادھڑ اس میں گرنے لگے۔ اب یہ انہیں ہر چند روک رہا ہے لیکن وہ ہیں کہ شوق سے اس میں گرے جاتے ہیں اور اس شخص کے روکنے سے نہیں رکتے۔ یہی حالت میری اور تمہاری ہے کہ تم آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہیں اپنی باہوں میں لپیٹ لپیٹ کر اس سے روک رہا ہوں کہ آگ میں نہ گھسو' آگ سے بچو لیکن تم میری نہیں مانتے اور اس آگ میں گھسے چلے جا رہے ہو۔[2] یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔

أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ ۖ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾ ع ۹ ۱۵

آگاہ ہو جاؤ کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے' جس روش پر تم ہو وہ اسے بخوبی جانتا ہے' اور جس دن یہ سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے' اس دن ان کو ان کے کئے سے وہ خبردار کر دے گا' اللہ سب کچھ جاننے والا ہے ○

اللہ کے پاس غیب و حاضر ہر چیز کا علم: مالک زمین و آسمان عالم الغیب و حاضر بندوں کے چھپے کھلے اعمال کا جاننے والا اللہ ہی ہے۔ ﴿قَدْ يَعْلَمُ﴾ میں قد تحقیق کے لئے ہے جیسے کہ اس سے پہلے کی آیت ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ﴾[3] میں۔ اور جیسے ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ﴾[4] میں۔ اور جیسے ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ﴾[5] میں اور جیسے ﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ﴾[6] میں اور جیسے ﴿قَدْ نَرٰى﴾[7] میں اور جیسے مؤذن کہتا ہے ((قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ)) تو فرماتا ہے کہ جس حال پر تم ہو جن اعمال و عقائد کے تم ہو اللہ پر خوب روشن ہے۔ آسمان و زمین کا ایک ذرہ بھی اللہ پر پوشیدہ نہیں۔ جو عمل تم کرو جو حالت تمہاری ہو اس اللہ پر عیاں ہے۔ کوئی

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلح : باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود (۲۶۹۷) صحیح مسلم : کتاب الاقضیه : باب نقض الاحکام الباطلة (۱۷۱۸) ابن ماجه : مقدمه : باب تعظیم رسول الله (۱٤) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی لزوم السنة (٤٦٠٦) مسند احمد (۲٤٠/٦)]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب الانتهاء عن المعاصی (٦٤٨٣) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب شفقته علی امته (۲۲۸٤) ترمذی : کتاب الامثال : باب ما جآء فی مثل ابن آدم واجله وامله (۲۸۷٤) مسند احمد (۳۱۲/۲)]

③ [سورة النور: آیت ٦٣]

④ [سورة الاحزاب : آیت ۱۸]

⑤ [سورة المجادلة: آیت ۱]

⑥ [سورة الانعام: آیت ۳۳]

⑦ [سورة البقرة: آیت ۱٤٤]

ذرہ اس سے چھپا ہوا نہیں۔ ہر چھوٹی بڑی چیز کتاب مبین میں محفوظ ہے۔ بندوں کے تمام خیر و شر کا وہ عالم ہے کپڑوں میں ڈھک جاؤ چھپ کر کچھ کرو ہر پوشیدہ اور ہر ظاہر اس پر یکساں ہے۔ سرگوشیاں اور بلند آواز کی باتیں اس کے کانوں میں ہیں تمام جانداروں کا روزی رساں وہی ہے ہر ایک جاندار کے ہر حال کو جاننے والا وہی ہے اور سب کچھ لوح محفوظ میں پہلے سے ہی درج ہے۔ غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ خشکی تری کی ہر ہر چیز کو وہ جانتا ہے۔ کسی پتے کا جھڑنا اس کے علم سے باہر نہیں زمین کی اندھیریوں کے اندر کا دانہ اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ جب مخلوق اللہ کی طرف لوٹائی جائے گی اس وقت ان کے سامنے ان کی چھوٹی سی نیکی اور بدی پیش کر دی جائے گی۔ تمام اگلے پچھلے اعمال دیکھ لے گا۔ اعمال نامہ ڈرتا ہوا دیکھے گا اور اپنی پوری سوانح عمری اس میں پا کر حیرت زدہ ہو کر رہے گا کہ یہ کیسی کتاب ہے جس نے بڑی تو بڑی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی نہیں چھوڑی۔ جو جس نے کیا تھا وہ وہاں موجود پائے گا۔ تیرے رب کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ آخر میں فرمایا اللہ بڑا ہی دانا ہے ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

الحمد للہ سورۂ نور کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الفرقان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا ۙ‏ ﴿۱﴾ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ يَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا‏ ﴿۲﴾

بڑے مہربان بہت ہی رحمت والے اللہ کے نام سے شروع

بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تا کہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے ○ اسی اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی، وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا نہ اسکی سلطنت میں کوئی اسکا ساجھی ہے ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرایا ہے ○

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا بیان فرماتا ہے تا کہ لوگوں پر اس کی بزرگی عیاں ہو جائے کہ اس نے اس پاک کلام کو اپنے بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ سورۂ کہف کے شروع میں بھی اپنی حمد اسی اندازے سے بیان کی ہے یہاں اپنی ذات کا بابرکت ہونا بیان فرمایا اور یہی وصف بیان کیا۔ یہاں لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ فرمایا جس سے بار بار بکثرت اترنا ثابت ہوتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَالۡكِتَابُ الَّذِىۡ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتَابُ

﴿الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ﴾ [1] پس پہلی کتابوں کو لفظ انزل سے اور اس آخری کتاب کو لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ سے تعبیر فرمانا۔ اسی لئے ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ اترتی رہیں اور قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت اترتا رہا' کبھی کچھ آیتیں' کبھی کچھ سورتیں' کبھی کچھ احکام۔ اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ لوگوں کو اس پر عمل مشکل نہ ہو اور خوب یاد ہو جائے اور مان لینے کے لئے دل کھل جائے جیسے کہ اسی سورت میں فرمایا ہے کہ کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن کریم اس نبی ﷺ پر ایک ساتھ کیوں نہ اترا؟ جواب دیا گیا ہے کہ اس طرح اس لئے اترا کہ اس کے ساتھ تیری دل جمعی رہے اور ہم نے ٹھہرا ٹھہرا کر نازل فرمایا۔ یہ جو بھی بات بنائیں گے ہم اس کا صحیح اور جچا تلا جواب دیں گے جو خوب تفصیل والا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں اس آیت میں اس کا نام فرقان رکھا۔ اس لئے کہ یہ حق و باطل میں ہدایت و گمراہی میں فرق کرنے والا ہے اس سے بھلائی برائی میں حلال حرام میں تمیز ہوتی ہے قرآن کریم کی یہ پاک صفت بیان فرما کر جس پر قرآن اترا ان کی ایک پاک صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ خاص اس کی عبادت میں لگے رہنے والے ہیں اس کے مخلص بندے ہیں۔ یہ وصف سب سے اعلیٰ وصف ہے اسی لئے بڑی بڑی نعمتوں کے بیان کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کا یہی وصف بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسے معراج کے موقعہ پر فرمایا ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ﴾ [2] اور جیسے اپنی خاص عبادت نماز کے موقعہ پر فرمایا ﴿وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ﴾ [3] اور جب بندہ اللہ یعنی حضرت محمد ﷺ اللہ کی عبادت کرنے کھڑے ہوتے ہیں یہی وصف قرآن کریم کے اترنے اور آپ کے پاس بزرگ فرشتے کے آنے کے اکرام کے بیان کرنے کے موقعہ پر بیان فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اس پاک کتاب کا آپ کی طرف اترنا اس لئے ہے کہ آپ تمام جہان کے لئے آگاہ کرنے والے بن جائیں' ایسی کتاب جو سراسر حکمت و ہدایت والی ہے جو مفصل معظم مبین اور محکم ہے جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا جو حکیم و حمید اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ آپ اس کی تبلیغ دنیا بھر میں کر دیں ہر سرخ و سفید کو ہر دور و نزدیک والے کو اللہ کے عذابوں سے ڈرا دیں' جو بھی آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے اس کی طرف آپ کی رسالت ہے۔ جیسے کہ خود حضور ﷺ کا فرمان ہے میں تمام سرخ و سفید انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں [4] اور فرمان ہے مجھے پانچ باتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا لیکن میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ [5] خود قرآن میں ہے ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا﴾ [6] اے نبی ﷺ اعلان کر دو کہ اے دنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔ پھر فرمایا مجھے رسول بنا کر بھیجنے والا مجھ پر یہ پاک کتاب اتارنے والا وہ اللہ ہے جو

---

[1] [سورة النسآء: آیت ۱۳٦]

[2] [سورة بنی اسرائیل: آیت ۱] [3] [سورة الجن: آیت ۱۹]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد و مواضع الصلوة : باب المساجد و مواضع الصلوٰة (۵۲۱)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التیمم (۳۳۵) صحیح مسلم (ایضا) مسند احمد (۳/۳۰٤)]

[6] [سورة الاعراف: آیت ۱۵۸]

آسمان وزمین کا تنہا مالک ہے جو جس کام کو کرنا چاہے اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے ہر چیز اس کی مخلوق اور اس کی زیر پرورش ہے۔ سب کا خالق، مالک، رازق، معبود اور رب وہی ہے۔ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا اور تدبیر کرنے والا وہی ہے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝۳

ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کردہ شدہ ہیں یہ تو اپنی جان کے نقصان نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے نہ موت وحیات کے اور دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں ۝

مشرکین کی جہالت کا بیان: مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ خالق، مالک، مختار، بادشاہ کو چھوڑ کر ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو ایک مچھر کا پر بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود اللہ کے بنائے ہوئے اور اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بھی کسی نفع نقصان کے پہنچانے کے مالک نہیں چہ جائیکہ دوسرے کا بھلا کریں یا دوسرے کا نقصان کریں۔ یا دوسری کوئی بات کر سکیں وہ اپنی موت زیست کا یا دوبارہ جی اٹھنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ پھر اپنی عبادت کرنے والوں کی ان چیزوں کے مالک وہ کیسے ہو جائیں گے؟ بات یہی ہے کہ ان تمام کاموں کا مالک اللہ ہی ہے، وہی جلاتا اور مارتا ہے، وہی اپنی تمام مخلوق کو قیامت کے دن نئے سرے سے پیدا کرے گا۔ اس پر یہ کام مشکل نہیں ایک کا پیدا کرنا اور سب کا پیدا کرنا، ایک کو موت کے بعد زندہ کرنا اور سب کو کرنا اس پر یکساں اور برابر ہے۔ ایک آنکھ جھپکانے میں اس کا حکم پورا ہو جاتا ہے صرف ایک آواز کے ساتھ تمام مری ہوئی مخلوق زندہ ہو کر اس کے سامنے ایک چٹیل میدان میں کھڑی ہو جائے گی اور آیت میں فرمایا ہے صرف ایک دفعہ کی ایک آواز ہو گی کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے حاضر ہو جائے گی، وہی معبود برحق ہے اس کے سوا نہ کوئی رب ہے نہ لائق عبادت ہے، اس کا چاہا ہوتا ہے اس کے چاہے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ ماں باپ سے، لڑکی لڑکوں سے، عدیل وبدیل سے وزیر ونظیر سے، شریک وسہیم سب سے پاک ہے۔ وہ احد ہے، صمد ہے، لم یلد ولم یولد ہے، اس کا کفو کوئی نہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝۴ۚ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۵ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۶

وقف لازم / معانقہ ۱۲ / عند المتاخرین ۱۲

کافر کہنے لگے کہ یہ تو بس خود اسی کا گھڑا گھڑایا جھوٹ ہے جس پر اور لوگوں نے بھی اس کی ہمت افزائی کی ہے، دراصل یہ کافر بڑے ہی ظلم اور سراسر جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں ۝ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں جو اس نے لکھ

رکھے ہیں۔ بس وہی صبح وشام اس کے سامنے پڑھے جاتے ہیں ○ جواب دے کہ اسے تو اس اللہ نے اتارا ہے جو آسمان و زمین کی تمام پوشیدگیوں کو جانتا ہے' بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے ○

مشرکین کی دوسری جہالت کا بیان: خود فریب مشرکین کی ایک جہالت اوپر کی آیتوں میں بیان ہوئی جو ذلت الٰہی کی نسبت تھی یہاں دوسری جہالت بیان ہو رہی ہے جو ذات رسول ﷺ کی نسبت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو تو اس نے اوروں کی مدد سے خود ہی جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ان کا ظلم اور جھوٹ ہے جس کے باطل ہونے کا خود انہیں بھی علم ہے۔ جو کچھ کہتے ہیں وہ خود اپنی معلومات کے بھی خلاف کہتے ہیں۔ کبھی ہانک لگانے لگتے ہیں کہ اگلی کتابوں کے قصے اس نے لکھوا لئے ہیں وہی صبح شام اس کی مجلس میں پڑھے جا رہے ہیں۔ یہ جھوٹ وہ ہے جس میں کسی کو کوئی شک نہ ہو سکے اس لئے کہ صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ دنیا جانتی ہے کہ ہمارے نبی امی تھے نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا۔ چالیس سال کی نبوت سے پہلے کی زندگی آپ نے انہی لوگوں میں گزاری تھی اور وہ اس طرح کہ اتنی مدت میں ایک واقعہ بھی آپ کی زندگی میں یا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے ایک ایک وصف آپ کا وہ تھا جس پر زمانہ شیدا تھا جس پر اہل مکہ رشک کرتے تھے آپ کی عام مقبولیت اور محبوبیت بلند اخلاق اور خوش معاملگی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ہر ایک دل میں آپ کے لئے جگہ تھی۔ عام زبانیں آپ کو محمد ﷺ امین کے پیارے خطاب سے پکارتی تھیں دنیا آپ کے قدموں تلے آنکھیں بچھاتی تھی۔ کون سا دل تھا جو محمد ﷺ کا گھر نہ ہو' کون سی آنکھ تھی جس میں احمد ﷺ کی عزت نہ ہو؟ کون سا مجمع تھا جس میں آپ کا ذکر خیر نہ ہو؟ کون وہ شخص تھا جو آپ کی بزرگی' صداقت' امانت' نیکی اور بھلائی کا قائل نہ ہو؟ پھر جب کہ اللہ کی بلند ترین عزت سے آپ معزز کئے گئے۔ آسمانی وحی کے آپ امین بنائے گئے تو صرف باپ دادوں کی روش کو پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر یہ بے وقوف بے پیندے لوٹے کی طرح لڑھک گئے' تھالی کے بینگن کی طرح ادھر سے ادھر ہو گئے' لگے باتیں بنانے' اور عیب جوئی کرنے لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں؟ کبھی آپ کو شاعر کہتے' کبھی ساحر' اور کبھی کذاب' حیران تھے کہ کیا کہیں اور کس طرح اپنی جاہلانہ روش کو باقی رکھیں اور اپنے معبودان باطل کے جھنڈے اوندھے نہ ہونے دیں اور کس طرح ظلم کدہ دنیا کو نور الٰہی سے نہ جگمگانے دیں؟ اب انہیں جواب ملتا ہے کہ قرآن کی سچی حقائق پر مبنی اور سچی خبریں اللہ کی دی ہوئی ہیں جو علام الغیوب ہے' جس سے ایک ذرہ پوشیدہ نہیں کہ اس میں ماضی کے بیان سبھی سچ ہیں۔ جو آئندہ کی خبر اس میں ہے وہ بھی سچ ہے اللہ کے سامنے ہو چکی ہوئی اور ہونے والی بات یکساں ہے۔ وہ غیب کو بھی اسی طرح جانتا ہے جس طرح ظاہر کو۔

اس کے بعد اپنی شان غفاریت کو اور شان رحم و کرم کو بیان فرمایا تاکہ بدلوگ بھی اس سے مایوس نہ ہوں کچھ بھی کیا ہو۔ اب بھی اس کی طرف جھک جائیں۔ توبہ کریں۔ اپنے کئے پر پچھتائیں۔ نادم ہوں۔ اور رب کی رضا چاہیں۔ رحمت رحیم کے قربان جائیے کہ ایسے سرکش و دشمن' اللہ و رسول پر بہتان باز' اس قدر ایذائیں دینے والے لوگوں کو بھی اپنی عام رحمت کی دعوت دیتا ہے اور اپنے کرم کی طرف انہیں بلاتا ہے۔ وہ اللہ کو برا کہیں' وہ

رسول ﷺ کو برا کہیں، وہ کلام اللہ پر باتیں بنائیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کی طرف رہنمائی کرے اپنے فضل وکرم کی طرف دعوت دے اسلام اور ہدایت ان پر پیش کرے اپنی بھلی باتیں ان کو سجھائے اور سمجھائے۔ چنانچہ اور آیت میں عیسائیوں کی تثلیث پرستی کا ذکر کر کے ان کی سزا کا بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿اَفَلَا يَتُوبُونَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهٗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [1] یہ لوگ کیوں اللہ سے توبہ نہیں کرتے؟ اور کیوں اس کی طرف جھک کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی طلب نہیں کرتے؟ وہ تو بڑا ہی بخشنے والا اور بہت ہی مہربان ہے۔ مومنوں کو ستانے اور انہیں فتنے میں ڈالنے والوں کا ذکر کر کے سورۂ بروج میں فرمایا کہ اگر ایسے لوگ بھی توبہ کر لیں، اپنے برے کاموں سے ہٹ جائیں، باز آئیں تو میں بھی ان پر سے اپنے عذاب ہٹا لوں گا اور رحمتوں سے نواز دوں گا۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کیسے مزے کی بات بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں اللہ کے رحم وکرم کو دیکھو یہ لوگ اس کے نیک چہیتے بندوں کو ستائیں، ماریں پیٹیں، قتل کریں اور وہ انہیں توبہ کی طرف اور اپنے رحم وکرم کی طرف بلائے! فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهٗ نَذِيرًا ۝٧ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُونُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُونَ اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۝٨ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۝٩ تَبٰرَكَ الَّذِيٓ اِنْ شَاۗءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُورًا ۝١٠ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۝١١ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيرًا ۝١٢ وَاِذَآ اُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ۝١٣ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ۝١٤

ع ۱۶

کہنے لگے کہ یہ کیسا رسول ہے؟ کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کے پاس کوئی فرشتہ نہیں بھیجا جاتا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہو کر ڈرانے والا بن جاتا ○ یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جسمیں سے یہ کھاتا، یہ ظالم کہنے لگے کہ تم تو ایسے آدمی کے پیچھے ہو لئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے ○ خیال تو کر کہ یہ لوگ تیری نسبت کیسی کیسی باتیں بناتے پھرتے ہیں جس سے خود ہی بہک رہے ہیں اور کسی طرح راہ پر نہیں آسکتے ○ اللہ تو ایسا بابرکت ہے کہ اگر چاہے تجھے بہت سے ایسے باغات عنایت فرما دے جو ان کے کہے ہوئے باغ سے بہت ہی بہتر ہوں جن کے نیچے نہریں

[1] [سورة المائدة : آيت ٧٤]

لہریں لے رہی ہوں اور تجھے بہت سے پختہ محل بھی دے دے○ بات یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھتے ہیں اور قیامت کے جھٹلانے والوں کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی دوزخ تیار کر رکھی ہے○ جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی یہ اس کا غصے سے جھنجھلانا اور چلانا سننے لگیں گے○ اور جب کہ یہ جہنم کی کسی تنگ و تاریک جگہ میں مشکیں کس کر پھینک دیئے جائیں گے تو وہاں اپنے لئے موت ہی موت پکاریں گے○ آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کا پکارو○

مشرکین کی حماقت اور اُخروی عذاب کا ڈراوا: اس حماقت کو ملاحظہ فرمایئے کہ رسول کی رسالت کے انکار کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ اور بازاروں میں تجارت اور لین دین کے لئے آتا جاتا کیوں ہے؟ اس کے ساتھ ہی کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ وہ اس کے دعوے کی تصدیق کرتا اور لوگوں کو اس کے دین کی طرف بلاتا اور عذاب الٰہی سے آگاہ کرتا۔ فرعون نے بھی یہی کہا تھا کہ ﴿فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ﴾ [1] الخ' اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ یا اس کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے۔ چونکہ دل ان تمام کافروں کے یکساں ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانے کے کفار نے بھی کہا کہ اچھا یہ نہیں تو اسے کوئی خزانہ ہی دے دیا جاتا کہ یہ خود بہ آرام اپنی زندگی بسر کرتا اور دوسروں کو بھی دیتا یا اس کے ساتھ کوئی چلتا پھرتا باغ ہوتا کہ یہ اپنے کھانے پینے سے تو بے فکر ہو جاتا۔ بیشک یہ سب کچھ اللہ کے لئے آسان ہے لیکن سردست ان سب چیزوں کے نہ دینے میں بھی حکمت ہے۔ یہ ظالم مسلمانوں کو بھی بہکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے شخص کے پیچھے لگ گئے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ دیکھو تو سہی کہ کیسی بے بنیاد باتیں بناتے ہیں' کسی ایک بات پر جم ہی نہیں سکتے' ادھر ادھر کروٹیں لے رہے ہیں کبھی جادوگر کہہ دیا تو کبھی جادو کیا ہوا بتا دیا' کبھی شاعر کہہ دیا کبھی جن کا سکھایا ہوا کہہ دیا' کبھی کذاب کہا کبھی مجنون۔ حالانکہ یہ سب باتیں محض غلط ہیں اور ان کا غلط ہونا اس سے بھی واضح ہے کہ خود ان میں تضاد ہے کسی ایک بات پر خود ان مشرکین کا اعتماد نہیں۔ گھڑتے ہیں پھر چھوڑتے ہیں پھر گھڑتے ہیں پھر بدلتے ہیں کسی ٹھیک بات پر جمتے ہی نہیں۔ جدھر متوجہ ہوتے ہیں راہ بھولتے ہیں اور ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ حق تو ایک ہوتا ہے اس میں تضاد اور تعارض نہیں ہو سکتا۔ ناممکن ہے کہ یہ لوگ ان بھول بھلیوں سے نکل سکیں۔ بیشک اگر رب چاہے تو جو یہ کافر کہتے ہیں اس سے بہت بہتر اپنے نبی ﷺ کو دنیا میں ہی دے دے وہ بڑی برکتوں والا ہے۔ پتھر سے بنے ہوئے گھر کو عرب قصر کہتے ہیں خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو۔ حضور ﷺ سے تو جناب باری تعالیٰ کی جانب سے فرمایا گیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو زمین کے خزانے اور یہاں کی کنجیاں آپ کو دے دی جائیں اور اس قدر دنیا کا مالک بنا کر دیا جائے کہ کسی اور کو اتنی ملی نہ ہو ساتھ ہی آخرت کی آپ کی تمام نعمتیں جوں کی توں برقرار ہیں لیکن آپ نے اسے پسند نہ فرمایا اور جواب دیا کہ نہیں میرے لئے تو سب کچھ آخرت میں ہی جمع ہو۔ [2]

---

[1] [سورة الزخرف: آیت ٥٣]

[2] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٦٢٨٦)]

پھر فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں یہ صرف تکبر' عناد' ضد اور ہٹ دھرمی کے طور پر کہتے ہیں یہ نہیں کہ ان کا کہا ہوا ہو جائے تو یہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اس وقت پھر اور کچھ حیلہ بہانہ ٹٹول نکالیں گے۔ ان کے دل میں تو یہ خیال جما ہوا ہے کہ قیامت ہونے کی نہیں۔ اور ایسے لوگوں کے لئے ہم نے بھی عذاب الیم تیار کر رکھا ہے جو ان کی برداشت سے باہر ہے جو بھڑکانے اور سلگانے والی جھلس دینے والی تیز آگ کلمہ ہے۔ ابھی تو جہنم ان سے سو سال کے فاصلے پر ہوگی جب ان کی نظریں اس پر اور اس کی نگاہیں ان پر پڑیں گی وہیں جہنم پیچ و تاب کھائے گی اور جوش و خروش سے آوازیں نکالے گی۔ جسے یہ بدنصیب سن لیں گے اور ان کے ہوش و حواس خطا ہو جائیں گے' ہوش جاتے رہیں گے' ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے' جہنم ان بدکاروں پر دانت پیس رہی ہوگی اور غصے کے مارے بل کھا رہی ہوگی اور شور مچا رہی ہوگی کہ کب ان کفار کا نوالہ بناؤں؟ اور کب ان ظالموں سے انتقام لوں؟ سورۂ تبارک میں ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو دور ہی سے اس کی خوفناک آوازیں سنیں گے اور وہ ایسی بھڑک رہی ہوگی کہ ابھی ابھی مارے جوش کے پھٹ پڑے۔ (١) ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میرا نام لے کر میرے ذمے وہ بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو اور جو شخص اپنے ماں باپ کے سوا دوسروں کو اپنا ماں باپ کہے اور جو غلام اپنے آقا کے سوا اور کی طرف اپنی غلامی کی نسبت کرے وہ جہنم کی دونوں آنکھوں کے درمیان اپنا ٹھکانا بنا لے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا جہنم کی بھی آنکھیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تم نے اللہ کے کلام کی یہ آیت نہیں سنی ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ الخ (٢) ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ربیع وغیرہ کو ساتھ لئے ہوئے کہیں جا رہے تھے راستے میں لوہار کی دکان آئی آپ وہاں ٹھہر گئے اور لوہا جو تپایا جا رہا تھا اسے دیکھنے لگے حضرت ربیع رحمہ اللہ کا تو برا حال ہو گیا عذاب الٰہی کا نقشہ آنکھوں تلے پھر گیا۔ قریب تھا کہ بیہوش ہو کر گر پڑیں۔ اس کے بعد آپ فرات کے کنارے گئے وہاں آپ نے تنور کو دیکھا کہ اس کے بیچ میں آگ شعلے مار رہی ہے۔ بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ آیت نکل گئی اسے سنتے ہی حضرت ربیع رحمہ اللہ بے ہوش ہو کر گر پڑے چار پائی پر ڈال کر آپ کو گھر پہنچایا گیا صبح سے لے کر دوپہر تک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس بیٹھے رہے اور چارہ جوئی کرتے رہے لیکن حضرت ربیع کو ہوش نہ آیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب جہنمی کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا جہنم چیخے گی اور ایک ایسی جھرجھری لے گی کل اہل محشر خوف زدہ ہو جائیں گے۔ اور روایت میں ہے کہ بعض لوگوں کو جب دوزخ کی طرف لے چلیں گے دوزخ سمٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ مالک و رحمٰن اس سے پوچھے گا یہ کیا بات ہے؟ وہ جواب دے گی کہ اے اللہ! یہ تو اپنی دعاؤں میں تجھ سے جہنم سے پناہ مانگا کرتا تھا' آج بھی پناہ مانگ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو رحم آ جائے گا' حکم ہوگا اسے چھوڑ دو۔ کچھ اور لوگوں کو لے چلیں گے وہ کہیں گے پروردگار ہمارا گمان تو تیری نسبت یہ نہ تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تم کیا سمجھ رہے تھے؟ یہ کہیں گے یہی کہ تیری رحمت ہمیں چھپا

---

(١) [سورة الملك : آيت ٧-٨]

(٢) [ضعيف : تفسير ابن جرير الطبري (٢٦٢٨٧)]

لے گی، تیرا کرم ہمارے شامل حال ہوگا، تیری وسیع رحمت ہمیں اپنے دامن میں لے لے گی اللہ تعالیٰ ان کی آرزو بھی پوری کرے گا اور حکم دے گا کہ میرے ان بندوں کو بھی چھوڑ دو۔ کچھ اور لوگ گھسٹتے ہوئے آئیں گے انہیں دیکھتے ہی جہنم ان کی طرف شور مچاتی ہوتی بڑھے گی اور اس طرح جھرجھری لے گی کہ تمام مجمع محشر خوف زدہ ہو جائے گا۔ حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جہنم مارے غصے کے تھرتھرائے گی اور شور وغل اور چیخ و پکار اور جوش و خروش شروع کرے گی اس وقت تمام مقرب فرشتے اور ذی رتبہ انبیاء علیہم السلام کانپنے لگیں گے یہاں تک کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور کہنے لگیں گے اے اللہ! میں آج تجھ سے صرف اپنی جان کا بچاؤ چاہتا ہوں اور کچھ نہیں مانگتا۔ یہ لوگ جہنم کے ایسے تنگ و تاریک مکان میں ٹھونس دیئے جائیں گے جیسے بھالا کسی سوراخ میں۔ اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی بابت سوال ہونا اور آپ کا یہ فرمانا مروی ہے کہ جیسے کیل دیوار میں بمشکل گاڑی جاتی ہے اس طرح ان دوزخیوں کو ٹھونسا جائے گا۔ [1] یہ اس وقت خوب جکڑے ہوئے ہوں گے بال بال بندھا ہوا ہوگا۔ وہاں وہ موت کو، فوت کو، ہلاکت کو، حسرت کو پکارنے لگیں گے۔ ان سے کہا جائے گا ایک موت کو کیوں پکارتے ہو؟ صدہا ہزارہا موتوں کو کیوں نہیں پکارتے؟ مسند احمد میں ہے سب سے پہلے ابلیس کو جہنمی لباس پہنایا جائے گا یہ اسے اپنی پیشانی پر رکھ کر پیچھے سے گھسیٹتا ہوا اپنی ذریت کو پیچھے لگائے ہوئے موت و ہلاکت کو پکارتا ہوا دوڑتا پھرے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی اولاد بھی سب حسرت و افسوس، موت و غارت کو پکار رہی ہوگی اس وقت ان سے کہا جائے گا۔ [2] ثبور سے مراد موت، ہلاکت، ویل، حسرت، خسارہ، بربادی وغیرہ ہے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا ﴿وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ [3] فرعون! میں تو سمجھتا ہوں کہ تو مٹ کر برباد ہو کر ہی رہے گا۔ شاعر بھی لفظ ثبور کو ہلاکت و بربادی کے معنی میں لائے ہیں۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِیْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ خٰلِدِیْنَ ؕ كَانَ عَلٰی رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ﴿۱۶﴾

پوچھ تو کہ کیا یہ بہتر ہے؟ یا وہ ہمیشگی والی جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے، جو ان کا بدلہ ہے اور ان کے لوٹنے کی اصلی جگہ ہے ○ وہ جو چاہیں گے ان کے لئے وہاں موجود ہوگا ہمیشہ رہنے والے، یہ تو تیرے رب کے ذمے وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے ○

---

[1] [مرسل وضعیف : الدر المنثور للسیوطی (۱۱۷/۵)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۴۱/۱)، (۲۶۲۹۲) مسند احمد (۱۵۲/۳) مسند بزار (۳۴۹۵) ابو نعیم فی الحلیة (۲۵۶/۶) ابن ابی شیبه (۱۶۸/۱۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (۱۱۴۳)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں علی بن زید راوی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔]

[3] [سورة بنی اسرائیل: آیت ۱۰۲]

عذابِ جہنم بہتر یا جنت کی لازوال نعمتیں: اوپر بیان فرمایا ان بدکاروں کا جو ذلت وخواری کے ساتھ اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے اور سر کے بل وہاں پھینک دیئے جائیں گے بندے بندھائے ہوں گے اور تنگ وتاریک جگہ میں ہوں گے' نہ چھوٹ سکیں نہ حرکت کرسکیں' نہ بھاگ سکیں نہ نکل سکیں۔ پھر فرماتا ہے بتلاؤ یہ اچھے ہیں یا وہ؟ جو دنیا میں گناہوں سے بچتے رہے اللہ کا ڈر دل میں رکھتے رہے اور آج اس کے بدلے اپنے اصلی ٹھکانے پہنچ گئے یعنی جنت میں جہاں من مانی نعمتیں' ابدی لذتیں' دائمی مسرتیں ان کے لئے موجود ہیں عمدہ کھانے' اچھے بچھونے' بہترین سواریاں' پرتکلف لباس' بہتر سے بہتر مکانات' بنی سنوری پاکیزہ حوریں' راحت افزا منظر' ان کے لئے مہیا ہیں جہاں تک کسی کی نگاہیں تو کہاں خیالات بھی نہیں پہنچ سکتے۔ نہ ان راحتوں کے بیانات کسی کان میں پہنچے۔ پھر ان کے کم ہو جانے' ختم ہو جانے کا بھی کوئی خطرہ نہیں اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں کم ہوں۔ لازوال' بہترین زندگی' ابدی رحمت' دوامی کی دولت انہیں مل گئی اور ان کی ہوگئی۔ یہ رب کا احسان وانعام ہے جو ان پر ہوا اور جس کے یہ مستحق تھے۔ رب کا وعدہ ہے جو اس نے اپنے ذمے کرلیا ہے جو ہو کر رہنے والا ہے جس کا عدم ایفا ناممکن ہے' جس کا غلط ہونا محال ہے۔ اس سے اس کے وعدے کے پورا کرنے کا سوال کرو' اس سے جنت طلب کرو' اسے اس کا وعدہ یاد دلاؤ۔ یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس کے فرشتے اس سے دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ رب العالمین مومن بندوں سے جو تیرا وعدہ ہے اسے پورا کر اور انہیں جنت عدن میں لے جا۔ قیامت کے دن مومن کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تیرے وعدے کو سامنے رکھ کر ہم عمل کرتے رہے آج تو اپنا وعدہ پورا کر۔ یہاں پہلے دوزخیوں کا ذکر کرکے پھر سوال کے بعد جنتیوں کا ذکر ہوا۔ سورۂ صافات میں جنتیوں کا ذکر کرکے پھر سوال کے بعد دوزخیوں کا ذکر ہوا کہ کیا یہی بہتر ہے یا زقوم کا درخت؟ جسے ہم نے ظالموں کے لئے فتنہ بنا رکھا ہے جو جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے' جس کے پھل ایسے بدنما ہیں جیسے سانپ کے پھن۔ دوزخی اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا پھر کھولتا ہوا گرم پانی پیپ وغیرہ سے ملا جلا پینے کو دیا جائے گا پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا اور بے تحاشا ان کے پیچھے لپکنا شروع کر دیا۔[1]

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

---

[1] [سورۃ الصافات : آیت ۶۲۔۷۰]

جس دن اللہ تعالیٰ انہیں اور سوائے اللہ کے جنہیں یہ پوجتے رہے انہیں جمع کر کے پوچھے گا کہ کیا میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا یا یہ خود ہی راہ سے گم ہو گئے؟○ وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ذات ہے خود ہمیں ہی یہ زیبا نہ تھا کہ تیرے سوا اوروں کو اپنا کارساز بناتے' بات یہ ہے کہ تو نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو آسودگیاں عطا فرمائیں یہاں تک کہ وہ نصیحت بھلا بیٹھے' یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے○ تو انہوں نے تو تمہیں تمہاری باتوں میں جھوٹا کہا' اب نہ تو تم میں عذابوں کے پھیرنے کی طاقت ہے نہ مدد کرنے کی' تم میں سے جس جس نے ظلم کیا ہے ہم اسے سخت عذاب چکھائیں گے○

روز قیامت اللہ کے علاوہ پوجے جانے والوں سے سوال: بیان ہو رہا ہے کہ مشرک جن جن کی عبادتیں اللہ کے سوا کرتے رہے قیامت کے دن انہیں ان کے سامنے ان پر عذاب کے علاوہ زبانی سرزنش بھی کی جائے گی تا کہ وہ نادم ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے جن جن کی عبادت ہوئی تھی سب موجود ہوں گے اور ان کے عابد بھی۔ سب اسی مجمع میں حاضر ہوں گے۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ ان معبودوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں سے اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا۔ یا یہ از خود ایسا کرنے لگے؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی یہی سوال ہوگا۔ جس کا وہ جواب دیں گے کہ میں نے انہیں ہرگز اس بات کی تعلیم نہیں دی یہ جیسا کہ تجھ پر خوب روشن ہے میں نے تو انہیں وہی کہا تھا جو تو نے مجھ سے کہا تھا کہ عبادت کے لائق فقط اللہ ہی ہے۔ یہ سب معبود جو اللہ کے سوا تھے اور سچے بندے تھے اور شرک سے بیزار تھے جواب دیں گے کہ کسی مخلوق کو ہم کو یا ان کو یہ لائق ہی نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کی عبادت کریں ہم نے ہرگز انہیں اس شرک کی تعلیم نہیں دی خود ہی انہوں نے اپنی خوشی سے دوسروں کی پوجا شروع کر دی تھی ہم ان سے اور ان کی عبادتوں سے بیزار ہیں۔ ہم ان کے اس شرک سے بری الذمہ ہیں۔ ہم تو خود تیرے عابد ہیں۔ پھر کیسے ممکن تھا کہ معبودیت کے منصب پر آ جاتے؟ یہ تو ہمارے لائق ہی نہ تھا' تیری ذات اس سے بہت پاک اور برتر ہے کہ کوئی تیرا شریک ہو۔ چنانچہ اور آیت میں ہے صرف فرشتوں سے اس سوال جواب کا ہونا بھی بیان ہوا ہے ﴿نَتَّخِذَ﴾ کی دوسری قراءت ﴿نُتَّخَذَ﴾ بھی ہے یعنی یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا' نہ یہ ہمارے لائق تھا کہ لوگ ہمیں پوجنے لگیں اور تیری عبادت چھوڑ دیں۔ کیونکہ ہم تو خود تیرے بندے ہیں' تیرے در کے بھکاری ہیں مطلب دونوں صورتوں میں قریب قریب ایک ہی ہے۔ ان کے بہکنے کی وجہ ہماری سمجھ میں تو یہ آتی ہے کہ انہیں عمریں ملیں' بہت کھانے پینے کو ملتا رہا بدمستی میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ جو نصیحت رسولوں کی معرفت پہنچی تھی اسے بھلا دیا۔ تیری عبادت سے اور سچی توحید سے ہٹ گئے۔ یہ لوگ تھے ہی بے خبر' ہلاکت کے گھڑے میں گر پڑے۔ تباہ و برباد ہو گئے ﴿بُوْرًا﴾ سے مطلب ہلاکت والے ہی ہیں۔ جیسے ابن زبعری نے اپنے شعر میں اس لفظ کو اس معنی میں باندھا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان مشرکوں سے فرمائے گا لو اب تو تمہارے یہ معبود خود تمہیں جھٹلا رہے ہیں تم تو انہیں اپنا سمجھ کر اس خیال سے کہ یہ تمہیں اللہ کے مقرب بنا دیں گے ان کی پوجا پاٹ کرتے رہے' آج یہ تم سے کوسوں دور بھاگ رہے ہیں تم سے یکسو ہو رہے ہیں اور بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَمَنْ

﴿ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [1] الخ' اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی چاہت پوری نہ کر سکیں بلکہ وہ تو ان کی دعا سے محض غافل ہیں اور محشر والے دن یہ سب ان سب کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادتوں کے صاف منکر ہو جائیں گے۔ پس قیامت کے دن یہ مشرکین نہ تو اپنی جانوں سے عذاب اللہ ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی مدد کر سکیں گے نہ کسی کو اپنا مددگار پائیں گے۔ تم میں سے جو بھی اللہ واحد کے ساتھ شرک کرے ہم اسے زبردست اور نہایت سخت عذاب کریں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝۲۰ۧ

ع ۱۷

ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے' ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنا دیا' کیا تم صبر کرو گے؟ تیرا رب سب کچھ دیکھنے والا ہے ○

کافر اس بات پر اعتراض کرتے تھے کہ نبی کو کھانے پینے اور تجارت بیوپار سے کیا مطلب؟ اس کا جواب ہو رہا ہے کہ اگلے سب پیغمبر بھی انسانی ضرورتیں بھی رکھتے تھے کھانا پینا ان کے ساتھ بھی لگا ہوا تھا۔ بیوپار' تجارت اور کسب معاش وہ بھی کیا کرتے تھے یہ چیزیں نبوت کے خلاف نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ عزوجل اپنی عنایت خاص سے انہیں وہ پاکیزہ اوصاف' نیک خصائل' عمدہ اقوال' مختار افعال' ظاہر دلیلیں' اعلیٰ معجزے دیتا ہے کہ ہر عقل سلیم والا ہر دانا بینا مجبور ہو جاتا ہے کہ ان کی نبوت کو تسلیم کرلے اور ان کی سچائی کو مان لے۔ اسی آیت جیسی اور آیت ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا ﴾ [2] الخ' ہے۔ یعنی تجھ سے پہلے بھی جتنے نبی آئے سب شہروں میں رہنے والے انسان ہی تھے۔ اور آیت میں ہے ﴿ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ﴾ [3] الخ' ہم نے انہیں ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانے پینے سے وہ آزاد ہوں۔ ہم تو تم میں سے ایک ایک کی آزمائش ایک ایک سے کرلیا کرتے ہیں تاکہ فرمانبردار اور نافرمان ظاہر ہو جائیں۔ صابر اور غیر صابر معلوم ہو جائیں۔ تیرا رب دانا و بینا ہے خوب جانتا ہے کہ مستحق نبوت کون ہے؟ جیسے فرمایا ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ﴾ [4] منصب رسالت کی اہلیت کس میں ہے؟ اسے اللہ ہی بخوبی جانتا ہے۔ اسی کو اس کا بھی علم ہے کہ مستحق ہدایت کون ہیں؟ اور کون نہیں؟ چونکہ اللہ کا ارادہ بندوں کا امتحان لینے کا ہے اس لئے نبیوں کو عموماً معمولی

---

[1] [سورۃ الاحقاف: آیت ٥-٦]

[2] [یوسف: ١٠٩]

[3] [الانبیاء: ٨]

[4] [الانعام: ١٢٤]

حالت میں رکھتا ہے ورنہ اگر انہیں بکثرت دنیا دیتا تو ان کے مال کے لالچ میں بہت سے ان کے ساتھ ہو جاتے تو پھر سچے جھوٹے مل جاتے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں خود تجھے اور تیری وجہ سے اور لوگوں کو آزمانے والا ہوں۔ [1] مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلتے رہتے [2] اور صحیح حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو نبی اور بادشاہ بننے میں اور نبی اور بندہ بننے میں اختیار دیا گیا تو آپ نے بندہ اور نبی بننا پسند فرمایا۔ [3] فصلوات اللّٰه وسلامه عليه وعلى اله واصحابه اجمعين۔

الحمدللہ تفسیر محمدی کا اٹھارہواں پارہ اور تیسری جلد پوری ہوئی۔



---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الجنة : باب الصفات التى يعرف بها فى الدنيا اهل الجنة واهل النار (٢٨٦٥)]

[2] [صحیح : مسند ابويعلى (٤٩٢٠) ابن سعد فى الطبقات الكبرى (٢٨٨/١) ابو الشيخ فى اخلاق النبى (ص : ٢١٣) مجمع الزوائد (٢٢/٩)] امام ہیثمیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (٢٤٨٤) صحيح الترغيب (٣٢٨٧)] جبکہ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس میں ابو معشر ضعیف ہے اس لیے اس کی سند ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : مسند احمد (٢٣١/٢) مسند الصحابة فى الكتب التسعة (١٠٤٢) البدر المنير (٤٤٧/٧) المسند الجامع لأبى الفضل (١٤٧٧٣) صحيح ابن حبان (٦٣٦٥)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٧١٦٠)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾

(الجزء التاسع عشر (١٩))

جنہیں ہماری ملاقات کی توقع نہیں انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے؟ یا ہم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیتے؟ ان لوگوں نے اپنے آپ ہی کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور سخت سرکشی کر لی ہے○ جس دن یہ فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن ان گنہگاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے کہ یہ محروم ہی محروم کیے گئے○ انہوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا○ البتہ اس دن جنتیوں کا ٹھکانا بھی بہت بہتر ہوگا اور خواب گاہ بھی عمدہ ہوگی○

پیغمبر کی صورت میں فرشتہ کیوں نہ بھیجا گیا: کافر لوگ انکارِ نبوت کا ایک بہانہ یہ بھی بناتے تھے کہ اگر اللہ کو کوئی رسول بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیجا؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ وہ ایک بہانہ یہ بھی کرتے تھے کہ ﴿لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ [1] یعنی جب تک خود ہمیں وہ نہ دیا جائے جو رسولوں کو دیا گیا ہے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح نبیوں کے پاس اللہ کی طرف سے فرشتہ وحی لے کر آتا ہے ہمارے پاس بھی آئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا مطالبہ یہ ہو کہ فرشتوں کو دیکھ لیں خود فرشتے آ کر ہمیں سمجھائیں اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تصدیق کریں تو ہم آپ کو نبی مان لیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ کفار نے کہا ﴿اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا﴾ [2] یعنی تو اللہ کو لے آ، فرشتوں کو بنفس نفیس ہمارے پاس لے آ، اس کی پوری تفسیر سورۂ سبحان میں گزر چکی ہے۔ یہاں بھی ان کا یہی مطالبہ بیان ہوا ہے کہ یا تو ہمارے اوپر فرشتے اتریں یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں۔ یہ بات اس لئے ان کے منہ سے نکلی کہ یہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگے تھے اور ان کا غرور حد سے بڑھ گیا تھا۔ ان کی ایمان لانے کی نیت نہ تھی جیسے ارشاد ہے ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ﴾ [3] الخ، یعنی اگر ہم ان پر فرشتوں کو بھی اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اس قسم کی اور تمام چیزیں ہم ان کے سامنے کر دیتے جب بھی انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرشتوں کو دیکھیں گے لیکن اس وقت ان کے لئے ان کا دیکھنا کچھ سود مند نہ ہوگا اس سے مراد سکراتِ موت کا وقت ہے جب کہ فرشتے کافروں کے پاس آتے ہیں اور اللہ کے غضب اور جہنم کی آگ کی خبر انہیں سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث نفس! تو خبیث اور ناپاک جسم میں تھا اب گرم ہواؤں، گرم پانی اور نامبارک سایوں کی طرف چل، وہ نکلنے سے کتراتی ہے اور بدن میں چھپتی پھرتی ہے۔

---

[1] [الانعام: ١٢٤] [2] [بنی اسرائیل: ٩٢] [3] [الانعام: ١١١]

اس پر فرشتے ان کے چہروں پر اور ان کی کمروں پر ضربیں مارتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ﴾ [1] الخ، یعنی کاش کہ تو ظالموں کو ان کی سکرات کے وقت دیکھتا جب کہ فرشتے انہیں مارنے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کے عذاب چکھنے پڑیں گے۔ کیونکہ تم اللہ تعالیٰ سے متعلق ناحق الزامات تراشتے تھے۔ اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ مومنوں کا حال ان کے بالکل برعکس ہوگا وہ اپنی موت کے وقت خوشخبریاں سنائے جاتے ہیں اور ابدی مسرتوں کی بشارتیں دیئے جاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ [2] الخ، جنہوں نے اللہ کو اپنا رب کہا اور مانا پھر اس پر جمے رہے ان کے پاس ہمارے فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو، بلکہ ان جنتوں میں جانے کی خوشی مناؤ جن کا تمہیں وعدہ دیا جاتا رہا ہم تمہارے والی ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، تم جو کچھ چاہو گے پاؤ گے اور جس چیز کی خواہش کرو گے موجود ہو جائے گی، بخشنے والے مہربان اللہ کی طرف سے یہ تمہاری میزبانی ہوگی۔ صحیح حدیث میں ہے کہ فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں اے پاک روح! جو پاک جسم میں تھی تو اللہ تعالیٰ کے رحم اور رحمت کی طرف چل جو تجھ سے ناراض نہیں۔ [3] سورۂ ابراہیم کی آیت ﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ﴾ [4] الخ، کی تفسیر میں یہ سب حدیثیں مفصل بیان ہو چکی ہیں۔ بعض نے کہا ہے مراد اس سے قیامت کے دن فرشتوں کا دیکھنا ہو سکتا ہے کہ دونوں موقعوں پر فرشتوں کا دیکھنا مراد ہو اس میں ایک قول کی دوسرے قول سے نفی نہیں کیونکہ دونوں موقعوں پر ہر نیک و بد فرشتوں کو دیکھیں گے، مومنوں کو رحمت و رضوان کی خوشخبری کے ساتھ فرشتوں کا دیدار ہوگا اور کافروں کو لعنت و پھٹکار اور عذابوں کی خبروں کے ساتھ، فرشتے اس وقت ان کافروں سے صاف کہہ دیں گے کہ اب فلاح و بہبود تم پر حرام ہے۔ حجر کے لفظی معنی روکنے کے ہیں چنانچہ قاضی جب کسی کو اس کی مفلسی یا حماقت یا بچپن کی وجہ سے مال کے تصرف سے روک دے تو کہتے ہیں ((حَجَرَ الْقَاضِیَ عَلٰی فُلَانٍ)) حطیم کو بھی حجر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ طواف کرنے والوں کو اپنے اندر طواف کرنے سے روک دیتا ہے بلکہ اس کے باہر سے طواف کیا جاتا ہے۔ عقل کو بھی عربی میں حجر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی انسان کو برے کاموں سے روک دیتی ہے پس فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ جو خوشخبریاں مومنوں کو اس وقت ملتی ہیں اس سے تم محروم ہو۔ یہ معنی تو اس بنا پر ہیں کہ اس جملے کو فرشتوں کا قول کہا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مقولہ اس وقت کافروں کا ہوگا۔ وہ فرشتوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ اللہ کرے تم ہم سے آڑ میں رہو تمہیں ہمارے پاس آنا نہ ملے۔ گو یہ معنی ہو سکتے ہیں لیکن دور کے معنی ہیں بالخصوص اس وقت کہ جب اس کے خلاف وہ تفسیر جو ہم نے اوپر بیان

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۹۳]
[2] [سورۃ فصلت: آیت ۳۰-۳۲]
[3] [صحیح :ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب ذکر الموت والاستعداد له (۴۲۶۲) نسائی : کتاب الجنائز (۱۸۳۴)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجہ] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]
[4] [سورۃ ابراھیم: آیت ۲۷]

کی سلف سے مروی ہے۔ البتہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے ایک قول ایسا مروی ہے لیکن انہی سے صراحت کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ یہ قول فرشتوں کا ہوگا' واللہ اعلم ۔ پھر قیامت کے دن اعمال کے حساب کے وقت ان کے اعمال غارت واکارت ہو جائیں گی۔ یہ جنہیں اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے ہوئے تھے وہ بیکار ہو جائیں گے کیونکہ یا تو وہ خلوص والے نہ تھے یا سنت کے مطابق نہ تھے۔ اور جو عمل ان دونوں سے یا ان میں سے ایک چیز سے خالی ہو وہ اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ اس لئے کافروں کے نیک اعمال بھی مردود ہیں۔ ہم نے ان کے اعمال کا ملاحظہ کیا اور ان کو مثل بکھرے ہوئے ذروں کے کر دیا کہ وہ سورج کی شعاعیں جو کسی سوراخ میں سے آ رہی ہوں ان میں نظر تو آتے ہیں لیکن کوئی انہیں پکڑنا چاہے تو ہاتھ نہیں آتے۔ جس طرح پانی جو زمین پر بہا دیا جائے وہ پھر ہاتھ نہیں آ سکتا۔ یا غبار جو ہاتھ نہیں لگ سکتا۔ یا درختوں کے پتوں کا چورا جو ہوا میں بکھر گیا ہو یا راکھ اور خاک جو اڑتی پھرتی ہو۔ اسی طرح ان کے اعمال ہیں جو محض بیکار ہو گئے ان کا کوئی ثواب ان کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ اس لئے کہ یا تو ان میں خلوص نہ تھا یا شریعت کی مطابقت نہ تھی یا دونوں وصف نہ تھے۔ پس جب یہ عالم وعادل حاکم حقیقی کے سامنے پیش ہوئے تو محض نکمے ثابت ہوئے اسی لئے اسے ردی اور نہ ہاتھ لگنے والی چیز سے تشبیہ دی گئی جیسے اور جگہ ہے ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ﴾ [1] الخ' کافروں کے اعمال کی مثال راکھ جیسی ہے جسے تیز ہوا اڑا دے۔ انسان کی نیکیاں بعض بدیوں سے بھی ضائع ہو جاتی ہیں جیسے صدقہ وخیرات کہ وہ احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع ہو جاتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى﴾ [2] پس ان کے اعمال میں سے آج یہ کسی عمل پر قادر نہیں اور آیت میں ان کی مثال اس ریت کے ٹیلے سے دی گئی جو دور سے مثل دریا کے لہریں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے جسے دیکھ کر پیاسا آدمی پانی سمجھتا ہے لیکن جب پاس آتا ہے تو امید ٹوٹ جاتی ہے۔ [3] اس کی تفسیر بھی اللہ کے فضل سے گزر چکی ہے۔

پھر فرمایا کہ ان کے مقابلے میں جنتیوں کی بھی سن لو کیونکہ یہ دونوں فریق برابر کے نہیں جنتی تو بلند درجوں میں اعلیٰ بالا خانوں میں امن وامان' راحت وآرام کے ساتھ عیش وعشرت میں ہوں گے۔ مقام اچھا' منظر دل پسند' ہر راحت موجود' ہر دل خوش کن چیز سامنے' جگہ اچھی' مکان طیب' منزل مبارک' سونے بیٹھنے رہنے سہنے کا آرام' برخلاف اس کے جہنمی دوزخ کے نیچے کے طبقوں میں جکڑ بند' اوپر نیچے' دائیں بائیں آگ' حسرت افسوس' رنج وغم پھکنا' جلنا وبےقراری' جگر سوزی' مقام بد' بری منزل' خوفناک منظر' عذاب سخت۔ نیک لوگوں کے جن کے دل میں ایمان تھا اعمال مقبول ہوئے اچھی جزائیں دی گئیں بدلے ملے۔ جہنم سے بچے' جنت کے مالک وارث بنے۔ پس یہ جو تمام بھلائیوں کو سمیٹ بیٹھے اور وہ جو ہر نیکی سے محروم رہے کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟ پس نیکوں کی سعادت بیان فرما کر بدوں کی شقاوت پر تنبیہ کر دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوئی ساعت ایسی بھی ہوگی کہ جنتی حوروں کے ساتھ دن دوپہر کو آرام فرمائیں اور جہنمی شیطانوں کے ساتھ جکڑے ہوئے دوپہر کو گھبرائیں۔

---

[1] [ابراهيم : ۱۸] [2] [البقره : ۲٦٤] [3] [النور : ۳۹]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آدھے دن میں بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا پس جنتیوں کا دوپہر کے سونے کا وقت جنت میں ہوگا اور دوزخیوں کا جہنم میں۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ کس وقت جنتی جنت میں جائیں گے اور جہنمی جہنم میں یہ وہ وقت ہوگا جب یہاں دنیا میں دوپہر کا وقت ہوتا ہے اور لوگ اپنے گھروں کو دو گھڑی آرام حاصل کرنے کی غرض سے لوٹتے ہیں۔ جنتیوں کا یہ قیلولہ جنت میں ہوگا مچھلی کی کلیجی انہیں پیٹ بھر کر کھلائی جائے گی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دن آدھا ہوا اس سے بھی پہلے جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں قیلولہ کریں گے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی اور آیت ﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِاِلَى الْجَحِيْمِ﴾ [1] بھی پڑھی جنت میں جانے والے صرف ایک مرتبہ جناب باری کے سامنے پیش ہوں گے یہی آسانی سے حساب لینا ہے پھر یہ جنت میں جا کر دوپہر کا آرام کریں گی جیسے اللہ کا فرمان ہے ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ○ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ○ وَيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾ [2] یعنی جس شخص کو اپنا عمل نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس سے بہت آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے والوں کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا۔ اس کا قیام اور منزل بہتر ہے۔ صفوان بن محرز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دو شخصوں کو لایا جائے گا ایک تو وہ جو ساری دنیا کا بادشاہ تھا اس سے حساب لیا جائے گا تو اس کی پوری عمر میں ایک بھی نیکی نہ نکلے گی پس اسے جہنم کے داخلے کا حکم ملے گا پھر دوسرا شخص آئے گا جس نے ایک کمبل میں دنیا گزاری تھی جب اس سے حساب لیا جائے گا تو یہ کہے گا کہ اللہ میرے پاس دنیا میں تھا ہی کیا جس کا حساب لیا جائے؟ اللہ فرمائے گا یہ سچا ہے اسے چھوڑ دو۔ اسے جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر کچھ عرصے کے بعد دونوں کو بلایا جائے گا تو جہنمی بادشاہ تو مثل سوختہ کوئلے کے ہو گیا ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہو کس حال میں ہو؟ کہے گا نہایت برے حال میں اور نہایت خراب جگہ میں ہوں۔ پھر جنتی کو بلایا جائے گا اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہو کیسی گزرتی ہے؟ یہ کہے گا الحمدللہ بہت اچھی اور نہایت بہتر جگہ میں ہوں۔ اللہ فرمائے گا جاؤ اپنی اپنی جگہ پھر چلے جاؤ۔ حضرت سعید صواف رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مومن پر تو قیامت کا دن ایسا چھوٹا ہو جائے گا جیسے عصر سے مغرب تک کا وقت۔ وہ جنت کی کیاریوں میں پہنچا دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اور مخلوق کے حساب ہو جائیں۔ [3] پس جنتی بہتر ٹھکانے والے اور عمدہ جگہ والے ہوں گے۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ
لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ
يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾
لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾

[1] [سورۃ الصافات : آیت ٦٨]
[2] [سورۃ الانشقاق : آیت ۷-۹]
[3] تفسیر ابن جریر الطبری (۹/۳۸۲)]

جس دن آسمان بادل پر پھٹ جائے گا اور فرشتے اتارے جائیں گے ○ اس دن صحیح طور پر ملک صرف رحمٰن کا ہی ہوگا یہ دن کافروں پر بڑا بھاری ہوگا ○ اس دن ستم گر شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول کی راہ لی ہوتی ○ ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست ○ بنایا ہوا نہ ہوتا ○ اس نے مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی' شیطان تو انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے ○

قیامت کا دن: قیامت کے دن جو ہولناک امور ہوں گے ان میں سے ایک آسمان کا پھٹ جانا اور نورانی ابر کا نمودار ہونا بھی شامل ہے جس کی روشنی سے آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی پھر فرشتے اتریں گے اور میدان محشر میں تمام انسانوں کو گھیر لیں گے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلے کے لئے تشریف لائے گا جیسے فرمان ہے ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ﴾ [1] الخ' یعنی کہ انہیں اس بات کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بادلوں میں آئیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو سب انسانوں اور کل جنات کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا۔ تمام جانور' چوپائے' درندے' پرندے اور کل مخلوق وہاں ہوگی پھر آسمان اول پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو دو طرف سے گھیر لیں گے اور وہ گنتی میں بہت زیادہ ہوں گے پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اس کے فرشتے بھی آئیں گے جو زمین کی اور آسمان اول کی تمام مخلوق کی گنتی سے بھی زیادہ ہوں گے۔ پھر تیسرا آسمان شق ہوگا اس کے فرشتے بھی دونوں آسمانوں کے فرشتے مل کر زمین کی مخلوق سے بھی زیادہ ہوں گے سب کو گھیر کر کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر اسی طرح چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں پھر ہمارا رب عزوجل ابر کے سائے میں تشریف لائے گا اس کے اردگرد بزرگ تر پاک فرشتے ہوں گے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی کل مخلوق سے زیادہ ہوں گے ان پر سینگوں جیسے نشان ہوں گے' وہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے اللہ کی تسبیح وتہلیل وتقدس بیان کریں گے' ان کے تلوے سے لے کر ٹخنے تک کا فاصلہ پانچ سو سال کا راستہ ہوگا اور ٹخنے سے گھٹنے تک کا بھی اتنا ہی۔ اور گھٹنے سے ناف تک کا بھی اتنا فاصلہ ہوگا۔ اور ناف سے گردن تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور گردن سے کان کی لو تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور اس کے اوپر سے سر تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ قیامت کا نام ﴿يَوْمَ التَّلَاقِ﴾ اسی لئے ہے کہ اس میں زمین وآسمان والے ملیں گے انہیں دیکھ کر پہلے تو محشر والے سمجھ لیں گے کہ ہمارا اللہ آ گیا۔

لیکن فرشتے سمجھا دیں گے کہ وہ آنے والا ہے ابھی تک نازل نہیں ہوا۔ پھر جب ساتوں آسمانوں کے فرشتے آ جائیں گے اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر تشریف لائے گا جسے آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے جن کے ٹخنے سے گھٹنے تک ستر سال کا راستہ ہے اور ران اور مونڈھے کے درمیان بھی ستر سال کا راستہ ہے ہر فرشتہ دوسرے سے علیحدہ اور جداگانہ ہے ہر ایک کی ٹھوڑی سینے سے لگی ہوئی ہے اور زبان پر ﴿سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ﴾ کا وظیفہ ہے۔ ان کے سروں پر ایک پھیلی ہوئی چیز ہے جیسے سرخ شفق اس کے اوپر عرش ہوگا۔ اس میں راوی علی بن

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۱۰]

[2] [ضعیف: اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔]

زید بن جدعان ہیں جو ضعیف ہیں اور بھی اس حدیث میں بہت سی خامیاں ہیں۔ صور کی مشہور حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ واللہ علم ۔ اور آیت میں ہے کہ اس دن ہو پڑنے والی ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ کر روئی کی طرح ہو جائے گا۔ اور اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور اس دن تیرے رب کا عرش آٹھ فرشتے لئے ہوئے ہوں گے۔ ① شہر بن حوشب رحمہ اللہ کہتے ہیں ان میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہوگی ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ﴾ اے اللہ! تو پاک ہے تو قابل ستائش و تعریف ہے باوجود علم کے پھر بھی بردباری برتنا تیرا وصف ہے جس پر ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ اور چار کی تسبیح یہ ہوگی ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ﴾ اے اللہ! تو پاک ہے اور اپنی تعریفوں کے ساتھ ہے تیرے ہی لئے سب تعریف ہے کہ تو باوجود قدرت کے معاف فرماتا رہتا ہے۔ ابو بکر بن عبداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عرش کو اترتا دیکھ کر اہل محشر کی آنکھیں پھٹ جائیں گی، جسم کانپ اٹھیں گے، دل لرز جائیں گے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت اللہ عزوجل مخلوق کی طرف اترے گا تو درمیان میں ستر ہزار پردے ہوں گے بعض نور کے بعض ظلمت کے۔ اس ظلمت میں سے ایک ایسی آواز نکلے گی کہ جس سے دل پاش پاش ہو جائیں گے شاید ان کی یہ روایت انہی دو تھیلوں میں سے لی ہوئی ہوگی۔ واللہ اعلم۔ اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی جیسے فرمان ہے ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ ② الخ آج ملک کس کے لئے ہے؟ صرف اللہ غالب وقہار کے لئے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور زمینوں کو اپنے دوسرے ہاتھ میں لے لے گا پھر فرمائے گا میں مالک ہوں، میں فیصلہ کرنے والا ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ ③ وہ دن کفار پر بڑا بھاری پڑا ہوگا۔ اسی کا بیان اور جگہ بھی ہے کہ کافروں پر وہ بہت گراں گزرے گا۔ ④ ہاں مومنوں کو اس دن مطلق گھبراہٹ یا پریشانی نہ ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پچاس ہزار سال کا دن بہت ہی دراز ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومنوں پر تو وہ ایک وقت کی فرض نماز سے بھی ہلکا اور آسان ہوگا۔ ⑤ پیغمبر علیہ السلام کے طریقے اور آپ کے

---

① [سورة الحاقة: آیت ۱۵-۱۷] ② [سورة غافر: آیت ۱٦]

③ [صحيح: صحيح بخاری تعليقا : كتاب التوحيد : باب قول الله تعالى لما خلقت بيدى (۷٤۱۳) صحيح مسلم : كتاب صفات المنافقين : باب صفة القيامة والجنة والنار (۲۷۸۸) ابو داؤد : كتاب السنة : باب فى الرد على الجهمية (٤۷۳۲)]

④ [سورة المدثر : آیت ۹-۱۰]

⑤ [ضعيف: مسند احمد (۷۵/۳) مسند ابو يعلى (۱۳۹۰) شرح السنة للبغوى (٤۲۰/۷) تفسير ابن جرير الطبرى (۷۲/۲۹) صحيح ابن حبان (۷۳۳٤/۱٦) الدر المنثور للسيوطى (٤۱۷/٦) ابن عدى فى الكامل (۹۸۱/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۱۲۹۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں ابن لہیعہ اور دراج راوی ضعیف ہے۔]

لائے ہوئے کھلے حق سے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کی راہ کے سوا دوسری راہوں پر چلنے والے اس دن بڑے ہی نادم ہوں گے اور حسرت وافسوس کے ساتھ اپنے ہاتھ چبائیں گے۔ گو اس کا نزول عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں ہو یا کسی اور کے بارے میں لیکن حکم کے اعتبار سے یہ ہر ایسے ظالم کو شامل ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ [1] پوری دو آیتوں تک۔ پس ہر ظالم قیامت کے دن پچھتائے گا اپنے ہاتھوں کو چبائے گا اور آہ وزاری کر کے کہے گا کاش! کہ میں نے نبی کی راہ اپنائی ہوتی۔ کاش! کہ میں نے فلاں کی عقیدت مندی نہ کی ہوتی۔ جس نے مجھے راہِ حق سے گمراہ کر دیا۔ امیہ بن خلف کا اور اس کے بھائی ابی بن خلف کا بھی یہی حال ہوگا اور ان کے سوا اور بھی ایسے لوگوں کا یہی حال ہوگا۔ کہے گا کہ اس نے مجھے ذکر یعنی قرآن سے بیگانہ کر دیا حالانکہ وہ مجھ تک پہنچ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے' وہ اسے ناحق کی طرف بلاتا ہے اور حق سے ہٹا دیتا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

رسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا○ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بعض گنہگاروں کو بنا دیا ہے' تیرا رب ہی ہدایت کرنے والا ہے اور مدد کرنے والا کافی ہے○

جب نبی ﷺ اپنی امت کی شکایت کریں گے: قیامت والے دن اللہ کے سچے رسول آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی امت کی شکایت جناب باری تعالیٰ میں کریں گے کہ نہ یہ لوگ قرآن کی طرف مائل تھے نہ رغبت سے قبولیت کے ساتھ سنتے تھے بلکہ اوروں کو بھی اس کے سننے سے روکتے تھے جیسے کہ کفار کا مقولہ خود قرآن میں ہے کہ وہ کہتے تھے ﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ﴾ [2] اس قرآن کو نہ سنو اور اس کے پڑھے جانے کے وقت شور وغل کرو۔ یہی اس کا چھوڑ رکھنا تھا۔ نہ اس پر ایمان لاتے تھے' نہ اسے سچا جانتے تھے' نہ اس پر غور وفکر کرتے تھے نہ ہی اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ نہ اس پر عمل تھا نہ اس کے احکام کو بجا لاتے تھے' نہ اس کے منع کردہ کاموں سے رکتے تھے' بلکہ اس کے سوا اور کاموں میں مشغول ومنہمک رہتے تھے جیسے شعر' اشعار' غزلیات' باجے' گاجے' راگ' راگنیاں' اسی طرح اور لوگوں کے کلام سے دلچسپی لیتے تھے اور ان پر عامل تھے' یہی اسے چھوڑ دینا تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ومنان جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے ناپسندیدہ کاموں سے دست بردار ہو جائیں اور اس کے پسندیدہ کاموں کی طرف جھک جائیں۔ وہ ہمیں اپنے کلام کی سمجھ دے اور دن رات اس پر عمل کرنے کی ہدایت دے۔ جس سے وہ خوش ہو' وہ کریم ووہاب ہے۔ پھر فرمایا جس طرح اے نبی ﷺ! آپ کی قوم میں قرآن کو نظر انداز کر دینے والے لوگ ہیں۔ اسی طرح اگلی امتوں میں بھی ایسے لوگ تھے جو خود کفر کر کے دوسروں کو اپنے کفر میں شریکِ کار کرتے تھے اور اپنی گمراہی کے پھیلانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ جیسے فرمان

---

[1] [سورة الاحزاب: آیت ٦٦-٦٧]
[2] [سورة فصلت: آیت ٢٦]

ہے ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا﴾ [1] الخ، یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن شیاطین وانسان بنا دیئے ہیں پھر فرمایا جو رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کرے، کتاب اللہ پر ایمان لائے، اللہ کی وحی پر یقین کرے اس کا ہادی اور ناصر خود اللہ تعالیٰ ہے۔ مشرکوں کی جو خصلت اوپر بیان ہوئی اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو ہدایت پر نہ آنے دیں اور آپ مسلمانوں پر غالب رہیں۔ اس لئے قرآن نے فیصلہ کیا کہ یہ نامراد ہی رہیں گے۔ اللہ اپنے نیک بندوں کو خود ہدایت کرے گا۔ اور مسلمانوں کی خود مدد کرے گا یہ معاملہ اور ایسوں کا مقابلہ کچھ تجھ سے ہی نہیں تمام اگلے نبیوں کے ساتھ یہی ہوتا رہا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٣٤﴾

ع عند المتقدمين ١٢ - ٣ ١٣

کافر کہنے لگے کہ اس پر قرآن سارے کا سارا ایک ہی ساتھ کیوں نہ اتارا گیا؟ اسی طرح ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا، تا کہ اس سے ہم تیرا دل قوی کریں ہم نے اسے ٹھہرا ٹھہرا ہی پڑھ سنایا ہے ○ یہ تیرے پاس جو کوئی مثال لائیں گے ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ توجیہ تجھے بتا دیں گے ○ جو لوگ اپنے منہ کے بل جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے وہی بدترین مکان والے اور گمراہ تر راستے والے ہیں ○

قرآن مکمل ایک ہی مرتبہ نازل نہ ہونے کا سبب: کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جیسے توریت، انجیل، زبور وغیرہ ایک ساتھ پیغمبروں پر نازل ہوتی رہیں۔ یہ قرآن ایک ہی دفعہ آنحضرت ﷺ پر نازل کیوں نہ ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہاں واقعی یہ متفرق طور پر اترا ہے، بیس برس میں نازل ہوا ہے جیسے جیسے ضرورت پڑتی گئی جو جو واقعات ہوتے رہے احکام نازل ہوتے گئے تا کہ مومنوں کا دل جما رہے ٹھہر ٹھہر کر احکام اتریں تا کہ ایک دم عمل مشکل نہ ہو پڑے وضاحت کے ساتھ بیان ہو جائے۔ سمجھ میں آ جائے۔ تفسیر بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی رہے۔ ہم ان کے کل اعتراضات کا صحیح اور سچا جواب دیں گے جو ان کے بیان سے بھی واضح اور سچا ہوگا۔ جو کمی یہ بیان کریں گے ہم ان کی تسلی کر دیں گے۔ صبح وشام، رات دن، سفر حضر میں بار بار اس نبی ﷺ کی عزت اور اپنے خاص بندوں کی ہدایت کے لئے ہمارا کلام ہمارے نبی ﷺ کی پوری زندگی تک اترتا رہا۔ جس سے حضور ﷺ کی بزرگی اور فضیلت بھی ظاہر ہوتی رہی لیکن دوسرے انبیاء علیہم السلام پر ایک ہی مرتبہ سارا کلام اترا مگر اس بہترین نبی ﷺ سے اللہ تبارک وتعالیٰ بار بار خطاب کرتا رہا تا کہ اس قرآن کی عظمت بھی آشکار ہو جائے اس لیے کہ یہ کتنی لمبی مدت میں نازل ہوا۔ پس نبی ﷺ بھی سب نبیوں میں اعلیٰ اور قرآن بھی سب کلاموں میں بالا۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ قرآن کو دونوں بزرگیاں ملیں۔ یہ ایک ساتھ لوح محفوظ سے ملاء اعلیٰ میں اترا۔ لوح محفوظ سے پورے کا پورا دنیا کے آسمان تک پہنچا۔ پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سارا قرآن ایک دفعہ

[1] [سورۃ الانعام: آیت ١١٢]

ہی لیلۃ القدر میں دنیا کے آسمان پر نازل ہوا پھر بیس سال تک زمین پر اترتا رہا۔ پھر اس کے ثبوت میں آپ نے آیت ﴿ وَلَا يَأْتُونَكَ ﴾ الخ' اور آیت ﴿ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ ﴾ [1] الخ' تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد کافروں کی جو درگت قیامت کے روز ہونے والی ہے اس کا بیان فرمایا کہ بدترین حالت اور قبیح تر ذلت میں ان کا حشر جہنم کی طرف ہوگا۔ یہ اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے یہی برے ٹھکانے والے اور سب سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کافروں کا حشر منہ کے بل کیسے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے انہیں پیر کے بل چلایا ہے وہ سر کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۝ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۝

بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے ہمراہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنا دیا ○ اور کہہ دیا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے ہیں پھر ہم نے انہیں بالکل ہی پامال کر دیا ○ قوم نوح نے بھی جب رسولوں کو جھوٹا کہا ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ اور لوگوں کے لئے انہیں نشان عبرت بنا دیا ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب مہیا کر رکھے ہیں ○ اور عادیوں اور ثمودیوں اور کنویں والوں کو اور ان کے درمیان کی بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا ○ ہم نے ہر ایک کے سامنے مثالیں بیان کیں پھر ہر ایک کو بالکل ہی تباہ و برباد کر دیا ○ یہ لوگ اس بستی کے پاس سے آتے جاتے ہیں جن پر بری طرح بارش برسائی گئی۔ کیا یہ پھر بھی اسے دیکھتے نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ انہیں مر کر جی اٹھنے کا عقیدہ ہی نہیں ○

انبیاء علیہم السلام کے نافرمانوں کا انجام: اللہ تعالیٰ مشرکین کو اور آپ کے مخالفین کو اپنے عذابوں سے ڈرا رہا ہے کہ تم سے پہلے کے جن لوگوں نے میرے نبیوں کی نہ مانی ان سے دشمنی کی' ان کی مخالفت کی میں نے انہیں تہس نہس کر دیا۔ فرعونیوں کا حال تم سن چکے ہو کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا لیکن انہوں نے نہ مانا جس کے باعث اللہ کا عذاب آ گیا اور سب ہلاک کر دیئے گئے۔ قوم نوح کو دیکھو انہوں نے بھی ہمارے رسولوں کو جھٹلایا اور چونکہ ایک رسول کا جھٹلانا تمام نبیوں کا جھٹلانا ہے اس واسطے یہاں ''رسل'' جمع کر کے کہا گیا۔ اور یہ اس لئے بھی کہ اگر بالفرض ان کی طرف تمام رسول بھی بھیجے جاتے تو بھی یہ سب کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے گئے بلکہ ان کے پاس تو صرف

---

[1] [سورۃ الاسراء: آیت ١٠٦]

حضرت نوح علیہ السلام ہی آئے تھے جو ساڑھے نو سو سال تک ان میں رہے اور ہر طرح سے انہیں سمجھایا بجھایا سوائے معدودے چند کے کوئی ایمان نہ لایا۔ اس لئے اللہ نے سب کو غرق کر دیا۔ سوائے ان کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے ایک بھی بنی آدم روئے زمین پر نہ بچا۔ لوگوں کے لئے ان کی ہلاکت باعثِ عبرت بنا دی گئی۔ جیسے فرمان ہے کہ پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر لیا تھا کہ تم اسے اپنے لئے باعثِ عبرت بناؤ اور کشتی کو ہم نے تمہارے لئے اس طوفان سے نجات پانے اور لمبے لمبے سفر طے کرنے کا ذریعہ بنا دیا تا کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد رکھو کہ اس نے عالمگیر طوفان سے تمہیں کیسے بچا لیا اور ایماندار اور ایمانداروں کی اولاد میں رکھا۔ عادیوں اور ثمودیوں کا قصہ تو بارہا بیان ہو چکا ہے جیسے کہ سورۂ اعراف وغیرہ میں ﴿اَصۡحٰبَ الرَّسِّ﴾ کی بابت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ ثمودیوں کی ایک بستی والے تھے۔

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ فلج (یمامہ) والے تھے جن کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ آذربائیجان کے ایک کنویں کے پاس ان کی بستی تھی عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہیں کنویں والے اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کو کنویں میں ڈال دیا تھا۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ محمد بن کعب رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سیاہ فام غلام سب سے اول جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کی طرف اپنا نبی بھیجا تھا لیکن ان بستی والوں میں سے بجز اس کے کوئی بھی ایمان نہ لایا بلکہ انہوں نے اللہ کے نبی کو ایک غیر آباد کنویں میں ویران میدان میں ڈال دیا اور اس کے منہ پر ایک بڑی بھاری چٹان رکھ دی کہ یہ وہیں مر جائیں۔ یہ غلام جنگل میں جاتا، لکڑیاں کاٹ کر لاتا، انہیں بازار میں فروخت کرتا اور روٹی وغیرہ خرید کر کنویں پر آتا اس پتھر کو سرکا دیتا جو کئی آدمیوں سے کھسک نہ سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں اسے سرکا دیتا۔ یہ ایک رسی میں لٹکا کر روٹی اور پانی اس پیغمبر علیہ السلام کے پاس پہنچا دیتا جسے وہ کھا پی لیتے۔ مدتوں تک یونہی ہوتا رہا۔ ایک مرتبہ یہ گیا، لکڑیاں کاٹیں، چنیں، جمع کیں، گٹھری باندھی، اتنے میں نیند کا غلبہ ہوا، سو گیا اللہ تعالیٰ نے اس پر نیند ڈال دی، سات سال تک وہ سویا رہا۔ سات سال بعد آنکھ کھلی، انگڑائی لی، کروٹ بدل کر پھر سو رہا۔ سات سال بعد پھر آنکھ کھلی تو اس نے لکڑیوں کی گٹھری اٹھائی اور شہر کی طرف چلا۔ اسے یہی خیال تھا کہ ذرا سی دیر کے لئے سو گیا تھا۔ شہر میں آ کر لکڑیاں فروخت کیں۔ حسبِ عادت کھانا خریدا اور وہیں پہنچا۔ دیکھتا ہے کہ کنواں تو وہاں ہے ہی نہیں بہت ڈھونڈا لیکن نہ ملا۔ درحقیقت اس عرصہ میں یہ ہوا تھا کہ قوم کے دل ایمان کی طرف راغب ہوئے انہوں نے جا کر اپنے نبی کو کنویں سے نکالا سب کے سب ایمان لائے، پھر نبی فوت ہو گئے نبی علیہ السلام بھی اپنی زندگی میں اس حبشی غلام کو تلاش کرتے رہے لیکن اس کا پتہ نہ چلا۔ پھر اس نبی علیہ السلام کے انتقال کے بعد یہ شخص اپنی نیند سے جگایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پس یہ حبشی غلام ہے جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا۔ [1] یہ روایت مرسل ہے اور اس میں غرابت و نکارت ہے اور شاید ادراج بھی ہے۔ واللہ اعلم۔ اس روایت کو ان اصحابِ رس پر چسپاں بھی

---

[1] [ضعیف تفسیر ابن جریر الطبری (۲۶۳۸۱)] اس میں ابن اسحاق مدلس کا عنعنہ ہے۔]

نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہاں تو مذکور ہے کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ ہاں یہ ایک توجیہہ ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ تو ہلاک کر دیئے گئے پھر ان کی نسلیں ٹھیک ہو گئیں اور انہیں ایمان کی توفیق ملی۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اصحاب رس وہی ہیں جن کا ذکر سورۂ بروج میں ہے جنہوں نے خندقیں کھدوائی تھیں۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کہ اور بھی ان کے درمیان بہت سی امتیں آئیں جو ہلاک کر دی گئیں۔ ہم نے ان سب کے سامنے اپنا کلام بیان کر دیا تھا۔ دلیلیں پیش کر دی تھیں، معجزے دکھائے تھے، عذر ختم کر دیئے تھے پھر سب کو غارت اور برباد کر دیا۔ جیسے فرمان ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد کی بھی بہت سی بستیاں ہم نے غارت کر دیں۔ (۱) قرن کہتے ہیں امت کو۔ جیسے فرمان ہے کہ ان کے بعد ہم نے بہت سی قرن یعنی امتیں پیدا کیں۔ (۲) قرن کی مدت بعض کے نزدیک ایک سو بیس سال ہے۔ کوئی کہتا ہے سو سال، کوئی کہتا ہے اسی سال، کوئی کہتا ہے چالیس سال، اور بھی بہت سے قول ہیں۔ زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ ایک زمانہ والے ایک قرن ہیں۔ جب وہ سب مر جائیں تو دوسرا قرن شروع ہوتا ہے جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ (۳)

پھر فرماتا ہے کہ سدوم نامی بستی کے پاس سے تو یہ عرب برابر گزرتے رہتے ہیں۔ یہیں لوطی آباد تھے۔ جن پر زمین الٹ دی گئی اور آسمان سے پتھر برسائے گئے اور برا مینہ ان پر برسا جو سنگلاخ پتھروں کا تھا۔ یہ دن رات وہاں سے آمدورفت رکھتے ہیں پھر بھی عقلمندی کو کام میں نہیں لیتے۔ یہ بستیاں تو تمہاری گزرگاہ پر ہیں ان کے واقعات مشہور ہیں کیا تم انہیں نہیں دیکھتے؟ یقیناً دیکھتے ہو لیکن عبرت کی آنکھیں ہی نہیں کہ سمجھ سکو اور غور کرو کہ اپنی بدکاریوں کی وجہ سے وہ اللہ کے عذابوں کے شکار ہو گئے۔ بس انہیں اڑا دیا گیا بے نشان کر دیئے گئے۔ بری طرح دھجیاں بکھیر دی گئیں۔ اسے سوچے تو وہ قیامت کا قائل ہو۔ لیکن انہیں کیا عبرت حاصل ہوگی جو قیامت ہی کے منکر ہیں۔ دوبارہ زندگی کو ہی محال جانتے ہیں۔

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰــهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

تمہیں جب کبھی دیکھتے ہیں تو تم سے مسخراپن کرنے لگتے ہیں، کہ کیا یہی وہ شخص ہیں جنہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے ○ وہ تو کہئے کہ ہم جمے رہے ورنہ انہوں نے تو ہمیں بہکا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، یہ جب عذابوں کو دیکھیں گے تو

(۱) [سورة بنى اسرائيل: آيت ١٧] (۲) [سورة المومنون: آيت ٣١]

(۳) [صحيح: صحيح بخارى: كتاب فضائل اصحاب النبى: باب فضائل اصحاب النبى ومن صحب النبى اوراه من المسلمين فهو من اصحابه (٣٦٥١) صحيح مسلم: كتاب فضائل الصحابة: باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم (٢٥٣٥ـ ٢١٠)]

انہیں صاف معلوم ہو جائے گا کہ پوری طرح راہ سے بھٹکا ہوا کون تھا؟○ کیا تو نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے کیا تو اس کا ذمے دار ہو سکتا ہے؟○ کیا تو اسی خیال میں ہے کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے○

پیغمبر ﷺ کو دیکھ کر ہنسی مذاق: کافر لوگ اللہ کے برتر و بہتر پیغمبر حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر ہنسی مذاق اڑاتے تھے، عیب جوئی کرتے تھے اور آپ میں نقصان بتاتے تھے۔ یہی حالت ہر زمانے کے کفار کی اپنے نبیوں کے ساتھ رہی۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ [1] تجھ سے پہلے کے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا۔ کہنے لگے وہ تو کہیے کہ ہم جمے رہے ورنہ اس رسول نے تو ہمیں بہکانے میں کوئی کمی نہ رکھی تھی۔ اچھا عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت پر یہ کہاں تک تھے؟ عذابوں کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے۔ نفس و شیطان جس چیز کو اچھا ظاہر کرتا ہے یہ بھی اسے اچھی سمجھنے لگتے ہیں۔ بھلا ان کا ذمہ دار تو کیسے ٹھہر سکتا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جاہلیت میں عرب کی یہ حالت تھی کہ جہاں کسی سفید گول مول پتھر کو دیکھا اس کے سامنے جھکنے اور سجدے کرنے لگے۔ اس سے اچھا کوئی نظر پڑ گیا تو اس کے سامنے جھک گئے۔ اور اول کو چھوڑ دیا۔ پھر فرماتا ہے یہ چوپایوں سے بھی بدتر ہیں نہ ان کے کان ہیں، نہ دل ہیں چوپائے تو خیر قدرتاً آزاد ہیں لیکن یہ جو عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے یہ ان سے بھی زیادہ بہک گئے بلکہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے۔ اور قیام حجت کے بعد رسولوں کے پہنچ چکنے کے بعد بھی اللہ کی طرف نہیں جھکتے۔ اس کی توحید اور رسول ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے، اگر چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا، پھر ہم نے آفتاب کو اس کا رہنما بنایا۔ پھر ہم نے اسے سہج سہج اپنی طرف کھینچ لیا○ وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ بنایا۔ اور نیند کو راحت بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت○

قدرتِ الٰہی کے چند دلائل: اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر دلیلیں بیان ہو رہی ہیں کہ مختلف اور متضاد چیزوں کو وہ پیدا کر رہا ہے۔ سائے کو وہ بڑھاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ وقت صبح صادق سے لے کر سورج نکلنے تک کا ہے اگر وہ چاہتا تو اسے ایک ہی حالت پر رکھ دیتا۔ جیسے فرمان ہے کہ اگر وہ رات ہی رات رکھے تو کوئی دن نہیں کر سکتا اور اگر دن ہی دن رکھے تو کوئی رات نہیں لا سکتا۔ اگر سورج نہ نکلتا تو سائے کا حال ہی معلوم نہ ہوتا۔ ہر چیز اپنی ضد

---

[1] [سورة الرعد: آيت ٣٢]

سے پہچانی جاتی ہے سائے کے پیچھے دھوپ' دھوپ کے پیچھے سایہ یہ بھی قدرت کا انتظام ہے۔ پھر سہج سہج ہم اسے یعنی سائے کو یا سورج کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ ایک گھٹتا جاتا ہے تو دوسرا بڑھتا جاتا ہے اور یہ انقلاب سرعت سے عمل میں آتا ہے۔ کوئی جگہ سایہ دار باقی نہیں رہتی صرف گھروں کے چھپڑوں کے اور درختوں کے نیچے سایہ رہ جاتا ہے اور ان کے بھی اوپر دھوپ کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہم اسے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ اسی نے رات کو تمہارے لئے لباس بنایا ہے کہ وہ تمہارے وجود پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانپ لیتی ہے جیسے فرمان ہے قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لے' اسی نے نیند کو سببِ راحت وسکون بنایا ہے کہ اس وقت حرکت موقوف ہو جاتی ہے اور دن بھر کے کام کاج سے جو تھکن چڑھ گئی تھی وہ اس آرام سے اتر جاتی ہے۔ بدن کو اور روح کو راحت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر دن کو اٹھ کھڑے ہوتے ہو پھیل جاتے ہو۔ اور روزی کی تلاش میں لگ جاتے ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے دن رات مقرر کر دیا ہے کہ تم سکون وآرام بھی حاصل کر لو اور اپنی روزیاں بھی تلاش کر لو۔ [1]

وَهُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ‌ ۚ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوۡرًا ۙ﴿۴۸﴾ لِّنُحۡیِۦَ بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا وَّنُسۡقِيَهٗ مِمَّا خَلَقۡنَاۤ اَنۡعَامًا وَّاَنَاسِىَّ كَثِيۡرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدۡ صَرَّفۡنٰهُ بَيۡنَهُمۡ لِيَذَّكَّرُوۡا ۖ فَاَبٰۤى اَكۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوۡرًا ﴿۵۰﴾

وہی ہے جو باران رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں ○ تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور اسے ہم اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں ○ بے شک ہم نے اسے ان کے درمیان طرح طرح سے بیان کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں لیکن پھر بھی اکثر لوگوں نے سوائے ناشکری کے مانا نہیں ○

قدرتِ الٰہی کی ایک اور دلیل: اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور قدرت کا بیان فرما رہا ہے کہ وہ بارش سے پہلے بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے۔ ان ہواؤں میں رب نے بہت سے خواص رکھے ہیں۔ بعض بادلوں کو پراگندہ کر دیتی ہیں' بعض انہیں اٹھاتی ہیں' بعض انہیں لے چلتی ہیں' بعض خنک اور بھیگی ہوئی چل کر لوگوں کو باران رحمت کی طرف متوجہ کر دیتی ہیں' بعض اس سے پہلے زمین کو تیار کر دیتی ہیں' بعض بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں اور انہیں بوجھل کر دیتی ہیں۔ آسمان سے ہم پاک صاف پانی برساتے ہیں کہ وہ پاکیزگی کا آلہ بنے۔ یہ طہور ایسا ہی ہے جیسا سحور اور وجور وغیرہ بعض نے کہا ہے کہ یہ فعول معنی فاعل کے ہے یا یہ مبالغہ کے لئے مبنی ہے یا متعدی کے لئے۔ یہ سب اقوال لغت اور حکم کے اعتبار سے مشکل ہیں۔ پوری تفصیل کے لائق یہ مقام نہیں' واللہ اعلم۔ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ کے ساتھ بارش کے زمانہ میں نکلا۔ بصرے کے راستے

---

[1] [سورة القصص: آيت ۷۳]

اس وقت بڑے گندے ہو رہے تھے۔ آپ نے ایسے راستہ پر نماز ادا کی۔ میں نے آپ کو توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا اسے آسمان کے پاک پانی نے پاک کر دیا۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اسے پاک اتارا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بئر بضاعہ سے وضو کرلیں؟ یہ ایک کنواں ہے جس میں لوگ گندگی اور کتوں کا گوشت پھینکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ [1] امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ نے اسے وارد کیا ہے۔ امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ نسائی میں بھی یہ روایت ہے۔ عبدالملک بن مروان کے دربار میں ایک مرتبہ پانی کا ذکر چھڑا تو خالد بن یزید رحمہ اللہ نے کہا بعض پانی آسمان کے ہوتے ہیں بعض پانی وہ ہوتے ہیں جسے بادل سمندر سے پیتا ہے اور اسے گرج کڑک اور بجلی میٹھا کر دیتی ہے لیکن اس سے زمین میں پیداوار نہیں ہوتی ہاں آسمانی پانی سے پیداوار اگتی ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آسمان کے پانی کے ہر قطرہ سے چارہ گھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے سمندر میں لؤلؤ اور موتی پیدا ہوتے ہیں یعنی ﴿فِي الْبَرِّ بُرٌّ وَفِي الْبَحْرِ دُرٌّ﴾ زمین میں گیہوں اور سمندر میں موتی۔ پھر فرمایا کہ اسی سے ہم غیر آباد بنجر خشک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں وہ لہلہانے لگتی ہے اور تروتازہ ہو جاتی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ﴾ [2] الخ، علاوہ مردہ زمین کے زندہ ہو جانے کے یہ پانی حیوانوں اور انسانوں کے پینے میں آتا ہے ان کے کھیتوں اور باغات کو پلایا جاتا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ وہ اللہ وہی ہے جو لوگوں کی کامل ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برساتا ہے۔ [3] اور آیت میں ہے کہ اللہ کے آثارِ رحمت کو دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ [4] پھر فرماتا ہے ساتھ ہی میری قدرت کا ایک نظارہ یہ بھی دیکھو کہ ابر اٹھتا ہے، گرجتا ہے لیکن جہاں میں چاہتا ہوں برستا ہے اس میں بھی حکمت و حجت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کوئی سال کسی سال کے کم و بیش بارش کا نہیں لیکن اللہ جہاں چاہے برسائے جہاں سے چاہے پھیرے۔ پس چاہئے تھا کہ ان نشانات کو دیکھ کر اللہ کی ان زبردست حکمتوں کو اور قدرتوں کو سامنے رکھ کر اس بات کو بھی مان لیتے کہ بیشک ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور یہ بھی جان لیتے کہ بارشیں ہمارے گناہوں کی شامت سے بند کر دی جاتی ہیں تو ہم گناہ چھوڑ دیں لیکن ان لوگوں نے ایسا نہ کیا بلکہ ہماری نعمتوں پر اور

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۳/۱۵) مسند ابو یعلی (۱۳۰۴) ابو داؤد : كتاب الطهارة : باب ما جاء فی بئر بضاعة (٦٦) ترمذی : كتاب الطهارة : باب ما جاء ان المآء لا ينجسه شيء (٦٦) نسائی : كتاب المياه : باب ذكر بئر بضاعة (٣٢٥) بيهقى فى السنن الكبرى (١/٤-٥) طحاوى فى شرح معانى الآثار (١/١٢) الام للشافعی (١/٩) ابن الجارود فی المنتقى (٤٧)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ارواء الغلیل (١٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، شیخ عبد الرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

[2] [الحج : ٥]

[3] [الشوریٰ : ٢٨]

[4] [الروم : ٥٠]

ناشکری کی۔ ایک مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ میں بادل کی نسبت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا بادلوں پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ یہ ہے آپ ان سے جو چاہیں دریافت فرمالیں اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تو اللہ کا حکم آتا ہے کہ فلاں فلاں شہر اتنے اتنے قطرے برساؤ ہم تعمیل ارشاد کردیتے ہیں۔ بارشیں جیسی نعمت کے وقت اکثر لوگوں کے کفر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے یہ بارش برسائے گئے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بارش برس چکنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب جاننے والا ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ مومن ہو گئے اور بہت سے کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بارش ہم پر برسی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان رکھنے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں تارے کے اثر سے پانی برسایا گیا انہوں نے میرے ساتھ کفر کیا اور تاروں پر ایمان لائے۔ (۱)

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿٥٤﴾

اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے ○ پس کافروں کا کہنا نہ مان اور بحکم الٰہی ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کر ○ وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا رکھے ہیں یہ ہے میٹھا اور مزے دار اور یہ ہے کھاری کڑوا' اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب اور مضبوط اوٹ کردی ○ وہ جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کردیا' تیرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے ○

کفار کی اطاعت نہ کر: اگر رب چاہتا تو ہر ہر بستی میں ایک ایک نبی بھیج دیتا اس نے تمام دنیا کی طرف صرف ایک ہی نبی بھیجا ہے اور پھر اسے حکم دے دیا کہ قرآن کا وعظ سب کو سنا دے۔ جیسے فرمان ہے کہ میں اس قرآن سے تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے ہوشیار کردوں اور تمام جماعتوں میں سے جو بھی کفر کرے اس کے ٹھہرنے کی جگہ جہنم ہے اور فرمان ہے کہ تو مکے والوں کو اور چاروں طرف کے لوگوں کو آگاہ کردے۔ (۲) اور آیت میں ہے کہ اے نبی

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلوٰۃ : باب یستقبل الامام الناس اذا سلم (۸۱۰) و کتاب المغازی (۳۹۱۶) و کتاب التوحید (۷۰٦٤) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء (۲۲۸) نسائی : کتاب الاستسقاء : باب کراهیة الاستمطار بالکوکب (۱۵۲٤) ابو داؤد : کتاب الطب : باب فی النجوم (۳۹۰٦) مسند احمد (۱۱۷/٤)]

(۲) [سورۃ الانعام : آیت ۹۲]

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول اللہ ﷺ بن کر آیا ہوں ۔ [1] بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے میں سرخ و سیاہ سب کی طرف بھیجا گیا ہوں ۔ [2] بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے رہے اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں ۔ [3] پھر فرمایا کافروں کا کہنا نہ ماننا اور اس قرآن کے ساتھ ان سے بہت بڑا جہاد کرنا۔ جیسے ارشاد ہے ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ جَـٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَـٰفِقِينَ﴾ [4] یعنی اے نبی ﷺ کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کرتے رہو۔ اسی رب نے پانی کو دو طرح کا کر دیا ہے۔ میٹھا اور کھاری، نہروں چشموں اور کنوؤں کا پانی عموماً شیریں صاف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ بعض ٹھہرے ہوئے سمندروں کا پانی کھاری اور بدمزہ ہوتا ہے۔ اللہ کی اس نعمت پر بھی شکر کرنا چاہیے کہ اس نے میٹھے پانی کی چاروں طرف ریل پیل کر دی تاکہ لوگوں کو نہانے دھونے اور اپنے کھیت اور باغات کو پانی دینے میں آسانی رہے۔ مشرقوں اور مغربوں میں محیط سمندر کھاری پانی کے اس نے بہا دیئے جو ٹھہرے ہوئے ہیں، ادھر ادھر بہتے نہیں لیکن موجیں مار رہے ہیں، تلاطم پیدا کر رہے ہیں، بعض میں مدوجزر رہے۔ ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں تو ان میں زیادتی اور بہاؤ ہوتا ہے پھر چاند کے گھٹنے کے ساتھ وہ گھٹتا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر میں اپنی حالت پر آ جاتا ہے پھر جہاں چاند چڑھا یہ بھی چڑھنے لگا چودہ تاریخ تک برابر چاند کے ساتھ چڑھتا رہا پھر اترنا شروع ہوا ان تمام سمندروں کو اسی اللہ نے پیدا کیا ہے وہ پوری اور زبردست قدرت والا ہے۔ کھاری اور گرم پانی گو پینے کے کام نہیں آتا لیکن ہواؤں کو صاف کر دیتا ہے۔ جس سے انسانی زندگی ہلاکت میں نہ پڑے اس میں جو جانور مر جاتے ہیں ان کی بدبو دنیا والوں کو ستا نہیں سکتی اور کھاری پانی کے سبب سے اس کی ہوا صحت بخش اور اس کا مردہ پاک طیب ہوتا ہے آنحضرت ﷺ سے جب سمندر کے پانی کی نسبت سوال ہوا کہ کیا ہم اس سے وضو کر لیں؟ تو آپ نے فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔ [5] مالک شافعی رحمہ اللہ اور اہل سنن رحمہم اللہ نے اسے روایت کیا ہے اور اسناد بھی صحیح ہے پھر اس کی قدرت کو دیکھو کہ محض اپنی طاقت سے اور اپنے حکم سے ایک دوسرے سے جدا رکھا ہے نہ کھاری میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کھاری میں مل سکے۔ جیسے فرمان ہے ﴿مَرَجَ ٱلْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ﴾ [6] الخ اس نے دونوں سمندر جاری کر دیئے ہیں کہ دونوں مل

---

[1] [سورة الاعراف: آیت ۱۵۸]

[2] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب المساجد (۳) مسند احمد (۱/ ۲۵۰)]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التیمم (۳۳۵)]

[4] [سورہ التوبہ : آیت ۷۳]

[5] [صحیح :ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب الوضوء بماء البحر (۸۳) ترمذی : کتاب الطهارة : باب ما جآء فی مآء البحر انه طهور (۶۹) ابن ماجه : کتاب الطهارة و سننها : باب الوضوء بمآء البحر (۳۸۶) نسائی : کتاب الطهارة : باب فی ماء البحر (۵۹)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود، صحیح ترمذی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[6] [سورة الرحمن : آیت ۱۹ ۔ ۲۱]

جائیں اوران دونوں کے درمیان ایک حجاب قائم کر دیا ہے کہ حد سے نہ بڑھیں پھر تم اپنے رب کی کس نعمت کے منکر ہو؟ اور آیت میں ہے کون ہے وہ جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس میں جگہ جگہ دریا جاری کر دیئے اس پر پہاڑ قائم کر دیئے اور سمندروں کے درمیان اوٹ کر دی۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بات یہ ہے کہ ان مشرکوں کے اکثر لوگ بے علم ہیں [1] اس نے انسان کو ضعیف نطفے سے پیدا کیا ہے پھر ٹھیک ٹھاک اور برابر بنایا ہے۔ اور اچھی پیدائش میں پیدا کر کے پھر اسے مرد یا عورت بنایا۔ پھر اس کے لئے نسب کے رشتے دار بنا دیئے پھر کچھ مدت بعد سسرالی رشتے قائم کر دیئے اتنے بڑے قادر اللہ کی قدرتیں تمہارے سامنے ہیں۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَاءَ أَن يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۚ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ﴿٥٨﴾ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَٰنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا ﴿٥٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۩ ﴿٦٠﴾

اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکیں، کافر تو ہے ہی اپنے رب کی طرف پیٹھ کرنے والا ○ ہم نے تو تجھے خوش خبری اور ڈر سنانے والا نبی بنا کر بھیجا ہے ○ کہہ دے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کسی بدلے کو نہیں چاہتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہیے ○ اس ہمیشہ زندہ اللہ پر توکل کر جسے کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتا رہ، وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے ○ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دن میں ہی پیدا کر دیا ہے پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا وہ رحمٰن ہے تو اس کے بارے میں کسی خبردار سے پوچھ لے ○ ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو جواب دیتے ہیں رحمٰن ہے کیا؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دیدے ان کا تو بدکنا ہی بڑھتا ہے ○

ان معبودوں کی پرستش جو نفع ونقصان کے کچھ مالک نہیں: مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں بلا دلیل وحجت ان کی پوجا کرتے ہیں جو نہ نفع کے مالک نہ نقصان کے۔ صرف باپ دادوں کی دیکھا دیکھی نفسانی خواہشات سے ان کی محبت وعظمت اپنے دل میں جمائے ہوئے ہیں اور اللہ ورسول ﷺ سے دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں۔ شیطانی لشکر میں شامل ہو گئے ہیں اور رحمانی لشکر کے مخالف ہو گئے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ انجام کار غلبہ اللہ والوں کو ہی ہوگا۔ یہ خواہ مخواہ ان کی طرف سے سینہ سپر ہو رہے ہیں انجام کار مومنوں کے ہی ہاتھ رہے گا۔ دنیا وآخرت میں ان کا پروردگار ان کی امداد کرے گا۔ ان کفار کو تو شیطان صرف اللہ کی مخالفت کے لئے

---

[1] [سورة النمل: آیت ٦١]

ابھار دیتا ہے اور کچھ نہیں۔ سچے اللہ کی عداوت ان کے دل میں ڈال دیتا ہے شرک کی محبت بٹھا دیتا ہے یہ اللہ کے احکام سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں مومنوں کو خوشخبری سنانے والا اور کفار کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اطاعت گزاروں کو جنت کی بشارت دیجئے اور نافرمانوں کو جہنم کے عذابوں سے مطلع فرما دیجئے۔ لوگوں میں عام طور پر اعلان کر دیجئے کہ میں اپنی تبلیغ کا بدلہ اپنے وعظ کا معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ارادہ سوائے اللہ کی رضامندی کی تلاش کے اور کچھ نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے جو راہِ راست پر آنا چاہے اس کے سامنے صحیح راستہ نمایاں کر دوں۔ اے پیغمبر ﷺ اپنے کاموں میں اس اللہ پر بھروسہ رکھئے جو ہمیشہ اور دوام والا ہے' جو موت و فوت سے پاک ہے' جو اول و آخر ظاہر و باطن اور ہر چیز کا عالم ہے' جو دائم' باقی' سرمدی' ابدی' حی و قیوم ہے' جو ہر چیز کا مالک ہے اور رب ہے اس کو اپنا ماویٰ و ملجا ٹھہرا لے۔ اسی کی ذات ایسی ہے کہ اس پر توکل کیا جائے ہر گھبراہٹ میں اسی کی طرف جھکا جائے۔ وہ کافی ہے' وہی ناصر ہے' وہی موید و مظفر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ﴾ [1] الخ' اے نبی جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ آپ بے فکر رہئے اللہ آپ کو لوگوں کے برے ارادوں سے بچا لے گا۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ مدینے کی کسی گلی میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کرنے لگے تو آپ نے فرمایا اے سلمان! مجھے سجدہ نہ کر سجدے کے لائق وہ ہے جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے' جس پر کبھی موت نہیں (ابن ابی حاتم) اور اس کی تسبیح وحمد بیان کرتا رہ چنانچہ حضور ﷺ اس کی تعمیل میں فرمایا کرتے تھے۔ ﴿سُبْحَـٰنَكَ ٱللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ﴾ [2] مراد اس سے یہ کہ عبادت اللہ ہی کی کر' توکل صرف اسی کی ذات پر کر' جیسے فرمان ہے مشرق ومغرب کا رب وہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' تو اسی کو اپنا کارساز سمجھ۔ [3] اور جگہ ہے ﴿فَٱعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ [4] اسی کی عبادت کر' اسی پر بھروسہ رکھ' اور آیت میں ہے اعلان کر دے کہ اسی رحمان کے ہم بندے ہیں اور اسی پر ہمارا کامل بھروسہ ہے۔ اس پر بندوں کے سب اعمال ظاہر ہیں۔ کوئی ایک ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں' کوئی پراسرار بات بھی اس سے مخفی نہیں' وہی تمام چیزوں کا خالق ہے' مالک و قابض ہے' وہی ہر جاندار کا روزی رساں ہے' اس نے اپنی قدرت وعظمت سے آسمان وزمین جیسی زبردست مخلوق کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا ہے' پھر عرش پر قرار پکڑا' کاموں کی تدبیروں کا انجام اسی کی طرف سے اور اسی کے حکم اور تدبیر کا مرہون ہے۔ اس کا

---

[1] [سورة المائدة: آیت ٦٧]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب الدعاء فی الرکوع (٧٩٤) و کتاب التفسیر : باب سورة اذا جآء نصر الله (٤٩٦٧) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب ما یقال فی الرکوع والسجود (١٠٨٥) نسائی : کتاب التطبیق : باب نوع آخر من الذکر فی الرکوع (١٠٤٦) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها : باب التسبیح فی الرکوع والسجود (٨٨٩) مسند احمد (٤٣/٦)]

[3] [سورة المزمل: آیت ٩]

[4] [سورة هود: آیت ١٢٣]

فیصلہ اعلیٰ اور اچھا ہی ہوتا ہے۔ جو ذات اللہ کا عالم ہو اور صفات اللہ سے آگاہ ہو اس سے اس کی شان دریافت کر لے۔ یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی پوری خبر رکھنے والے اس کی ذات سے پورے واقف آنحضرت ﷺ ہی تھے۔ جو دنیا اور آخرت میں تمام اولادِ آدم کے علی الاطلاق سردار تھے۔ جو ایک بات بھی اپنی طرف سے نہیں کہتے تھے بلکہ جو فرماتے تھے وہ فرمودہ الٰہی ہوتا تھا۔ آپ نے جو جو صفتیں اللہ کی بیان کیں سب برحق ہیں' آپ نے جو خبریں دیں سب سچ ہیں' سچے امام آپ ہی ہیں' تمام جھگڑوں کا فیصلہ آپ ہی کے حکم سے کیا جا سکتا ہے۔ جو آپ کی بات بتلائے وہ سچا جو آپ کے خلاف کہے وہ مردود خواہ کوئی بھی ہو۔ اللہ کا فرمان واجب الاذعان کھلے طور سے صادر ہو چکا ہے ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ﴾ [1] الخ تم اگر کسی چیز میں جھگڑو تو اسے اللہ کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اور فرمان ہے ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗ اِلَى اللّٰهِ﴾ [2] تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔ اور فرمان ہے ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ [3] الخ تیرے رب کی باتیں جو خبروں میں سچی اور حکم و ممانعت میں عدل کی ہیں پوری ہو چکیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے۔ مشرکین اللہ کے سوا اوروں کو سجدے کرتے تھے۔ ان سے جب رحمٰن کو سجدہ کرنے کو کہا جاتا تو کہتے تھے کہ ہم رحمان کو نہیں جانتے۔ وہ اس کے منکر تھے کہ اللہ کا نام رحمٰن ہے۔ جیسے حدیبیہ والے سال حضور ﷺ نے صلح نامہ کے کاتب سے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ۔ تو مشرکین نے کہا نہ ہم رحمٰن کو جانیں نہ رحیم کو ہمارے رواج کے مطابق ((بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ)) لکھ۔ [4] اس کے جواب میں یہ آیت اتری ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ [5] الخ' کہہ دے کہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو۔ جس نام سے اسے چاہو پکارو اس کے بہت سے بہترین نام ہیں وہی اللہ ہے وہی رحمٰن ہے پس مشرکین کہتے تھے کہ کیا صرف تیرے کہنے سے ہم ایسا مان لیں؟ الغرض وہ اور نفرت میں بڑھ گئے۔ برخلاف مومنوں کے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو رحمٰن و رحیم ہے اسی کو عبادت کے لائق سمجھتے ہیں اور اسی کے لئے سجدے کرتے ہیں۔ علماء رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ سورۂ فرقان کی اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ مشروع ہے جیسے کہ اس کی تفصیل موجود ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں آفتاب بنایا اور منور مہتاب بھی ○ اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا اس شخص کی نصیحت کے لئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو ○

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی: اللہ تعالیٰ کی بڑائی' عظمت' رفعت کو دیکھو کہ اس نے آسمان میں برج بنائے اس

---

[1] [النسآء : ۵۹] [2] [الشوری : ۱۰] [3] [الانعام : ۱۱۵]
[4] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الشروط: باب الشروط فی الجهاد (۲۷۳۱ـ ۲۷۳۲)]
[5] [بنی اسرائیل: ۱۱۰]

سے مراد یا تو بڑے بڑے ستارے ہیں یا چوکیداری کے برج ہیں۔ پہلا قول زیادہ ظاہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ بڑے بڑے ستاروں سے مراد بھی یہی برج ہوں۔ اور آیت میں ہے آسمان دنیا کو ہم نے ستاروں کے ساتھ مزین بنایا۔ سراج سے مراد سورج ہے جو چمکتا رہتا ہے اور مثل چراغ کے ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا﴾ [1] اور ہم نے روشن چراغ یعنی سورج بنایا۔ اور چاند بنایا جو منور اور روشن ہے دوسرے نور سے جو سورج کے سوا ہے جیسے فرمان ہے اس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو نور بنایا۔ [2] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ [3] الخ، کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔ دن رات کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اس کی قدرت کا نظام ہے یہ جاتا ہے وہ آتا ہے اس کا جانا اس کا آنا ہے۔ جیسے فرمان ہے اس نے تمہارے لئے سورج چاند پے در پے آنے جانے والے بنائے ہیں۔ اور جگہ ہے رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور جلدی جلدی اسے طلب کرتی آتی ہے۔ نہ سورج چاند سے آگے بڑھ سکے نہ رات دن سے سبقت لے سکے۔ اسی سے اس کے بندوں کو اس کی عبادتوں کے وقت معلوم ہوتے ہیں رات کا فوت شدہ عمل دن میں پورا کرلیں۔ دن کا رہ گیا ہوا عمل رات کو ادا کرلیں۔ صحیح حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ رات کو اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرلے۔ [4] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن ضحٰی کی نماز میں بڑی دیر لگادی۔ سوال پر فرمایا کہ رات کا کچھ میرا وظیفہ باقی رہ گیا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے پورا کرلوں یا قضا کرلوں۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی ﴿خِلْفَةً﴾ کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مختلف یعنی دن روشن رات تاریک، اس میں اجالا اس میں اندھیرا یہ نورانی اور وہ ظلماتی۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

رحمٰن کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے ○ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں ○ اور جو یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے دوزخ کے عذاب پرے ہی پرے رکھ کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے ○ وہ جائے قرار اور مقام دونوں کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔ اور جو خرچ کے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے

[1] [النبأ: ۱۳] [2] [یونس: ۵]

[3] [سورة نوح: آیت ۱۵-۱۶]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب التوبة : باب قبول التوبة من الذنوب وان تکررت الذنوب (۲۷۵۹)]

ہیں نہ بخیلی بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ ہوتی ہے ○

مومن بندوں کی صفات: اللہ کے مومن بندوں کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ زمین پر سکون ووقار کے ساتھ، تواضع عاجزی، مسکینی اور فروتنی سے چلتے پھرتے ہیں۔ تکبر، تجبر، فساد اور ظلم وستم نہیں کرتے۔ جیسے حضرت لقمان علیہ الرحمۃ نے اپنے لڑکے سے فرمایا تھا کہ اکڑ کر نہ چلا کر۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تصنع اور بناوٹ سے کمر جھکا کر مریضوں کی طرح قدم قدم چلنا، یہ تو ریا کاروں کا کام ہے کہ وہ اپنے آپ کو دکھانے کے لئے اور دنیا کی نگاہیں اپنی طرف اٹھانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی عادت اس کے بالکل برعکس تھی۔ آپ کی چال ایسی تھی کہ گویا آپ کسی اونچائی سے اتر رہے ہیں اور گویا کہ زمین آپ کے لئے لپٹی جا رہی ہے۔ سلف صالحین نے بیماروں کی سی تکلیف والی چال کو مکروہ فرمایا ہے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ بہت آہستہ آہستہ چل رہا ہے آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو کچھ بیمار ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر یہ کیا چال ہے؟ خبردار! جواب اس طرح چلا تو کوڑے کھائے گا۔ طاقت کے ساتھ جلدی جلدی چلا کرو۔ پس یہاں سے مراد تسکین اور وقار کے ساتھ شریفانہ چال چلنا ہے نہ کہ ضعیفانہ اور مریضانہ۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب نماز کے لئے آؤ تو دوڑ کر نہ آؤ بلکہ تسکین کے ساتھ آؤ۔ جو جماعت کے ساتھ مل جائے ادا کر لو اور جو فوت ہو جائے پوری کر لو۔ [1] امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں نہایت ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ مومنوں کی آنکھیں اور ان کے کان اور ان کے اعضاء جھکے ہوئے اور رکے ہوئے رہتے ہیں، یہاں تک کہ گنوار اور بے وقوف لوگ انہیں بیمار سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ خوفِ الٰہی سے جھکے جاتے ہیں۔ ویسے پورے تندرست ہیں لیکن دل اللہ کے خوف سے پُر ہیں۔ آخرت کا علم دنیا طلبی سے اور یہاں کے ٹھاٹھ سے انہیں روکے ہوئے ہے۔ یہ قیامت کے دن کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ انہیں دنیا میں کھانے پینے کا غم لگا رہتا تھا، نہیں نہیں اللہ کی قسم دنیا کا کوئی غم ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتا تھا۔ ہاں انہیں آخرت کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا تھا جنت کے کسی کام کو وہ بھاری نہیں سمجھتے تھے، ہاں جہنم کا خوف انہیں رلاتا رہتا تھا جو شخص اللہ کے خوف دلانے سے بھی خوف نہ کھائے اس کا نفس حسرتوں کا مالک ہے جو شخص کھانے پینے کو ہی اللہ کی نعمت سمجھے وہ کم علم ہے اور عذابوں میں پھنسا ہوا ہے۔ پھر اپنے نیک بندوں کا اور وصف بیان فرمایا کہ جب جاہل لوگ ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو یہ بھی ان کی طرح جہالت پر نہیں اتر آتے بلکہ درگزر کر لیتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور سوائے بھلی بات کے گندی باتوں سے اپنی زبان آلودہ نہیں کرتے۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جوں جوں دوسرا آپ پر تیز ہوتا آپ اتنے ہی نرم ہوتے۔ یہی وصف قرآن کریم

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب لا یسعی الی الصلوٰۃ (۶۳۶) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب استحباب اتیان الصلوٰۃ بوقار و سکینہ (۶۰۲) ابن ماجہ (۷۷۵) ترمذی (۳۲۷) ابو داؤد (۵۷۲) مسند احمد (۲/۲۳۸)]

کی اس آیت میں بیان ہوا ہے ﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ﴾ [1] مومن لوگ بیہودہ باتیں سن کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ ایک حسن سند سے مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی شخص نے دوسرے کو برا بھلا کہا' لیکن اس نے پلٹ کر جواب دیا کہ تجھ پر سلام ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم دونوں کے درمیان فرشتہ موجود تھا وہ تیری طرف سے گالیاں دینے والے کو جواب دیتا تھا وہ جو گالی تجھے دیتا تھا فرشتہ کہتا تھا یہ نہیں بلکہ تو اور جب تو کہتا تھا تجھ پر سلام تو فرشتہ کہتا تھا اس پر نہیں بلکہ تجھ پر تو ہی سلامتی کا پورا حق دار ہے۔ [2] پس فرمان ہے کہ یہ اپنی زبان کو گندی نہیں کرتے۔ برا کہنے والے کو برا نہیں کہتے' سوائے بھلے کلمے کے زبان سے اور کوئی کلمہ نہیں نکالتے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں دوسرا ان پر ظلم کرے یہ صلح اور برداشت کرتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ دن اس طرح گزارتے ہیں کہ ان کی کڑوی کسیلی سن لیتے ہیں رات کو جس حالت میں گزارتے ہیں اس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔ فرماتا ہے کہ رات اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں بسر ہوتی ہے۔ بہت کم سوتے ہیں' صبح کو استغفار کرتے ہیں' [3] کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں' دلوں میں اللہ کا خوف ہوتا ہے۔ امیدِ رحمت ہوتی ہے اور راتوں کی گھڑیوں کو اللہ کی عبادت میں گزارتے ہیں۔ دعائیں مانگتے ہیں کہ اے اللہ عذاب جہنم ہم سے دور رکھ وہ تو دائمی اور لازمی عذاب ہے۔ جیسے کہ شاعر نے اللہ کی شان بتائی ہے کہ

اِنْ يُّعَذِّبْ يَكُنْ غَرَامًا وَاِنْ يُّعْطِ جَزِيْلاً فَاِنَّهُ لَا يُبَالِيْ

یعنی اس کے عذاب بھی سخت اور لازمی اور ابدی اور اس کی عطا اور انعام بھی بے حد ان گنت اور بے حساب۔ جو چیز آئے اور ہٹ جائے وہ غرام نہیں۔ غرام وہ ہے جو آنے کے بعد ہٹنے اور دور ہونے کا نام ہی نہ لے۔ یہ معنی بھی کیے گئے ہیں کہ عذابِ جہنم تاوان ہے جو کفران نعمت سے لیا جائے گا۔ انہوں نے اللہ کے دیئے کو اس کی راہ میں نہیں لگایا لہٰذا آج اس کا تاوان یہ بھرنا پڑے گا کہ جہنم کو پر کر دیں۔ وہ بری جگہ ہے' بد منظر ہے' تکلیف دہ ہے' مصیبت ناک ہے۔ حضرت مالک بن حارث رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب دوزخی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنی مدت تک وہ نیچے ہی نیچے چلا جائے گا اس کے بعد جہنم کے ایک دروازے پر اسے روک دیا جائے گا اور کہا جائے گا تم بہت پیاسے ہو رہے ہو گے لو ایک جام تو نوش کر لو۔ یہ کہہ کر انہیں کالے ناگ اور زہریلے بچھوؤں کے زہر کا ایک پیالہ پلا دیا جائے گا جس کے پیتے ہی ان کی کھالیں الگ جھڑ جائیں گی' بال الگ ہو جائیں گے' رگیں الگ جا پڑیں گی' ہڈیاں جدا جدا ہو جائیں گی۔ حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہنم میں گڑھے ہیں' کنویں ہیں' ان میں سانپ ہیں جیسے بختی اونٹ اور بچھو ہیں جیسے خچر' جب کسی جہنمی کو جہنم میں ڈالا جاتا ہے تو وہ وہاں

---

[1] [سورة القصص: آیت ۵۵]

[2] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۵/۴۴۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳۷۴۵)]

[3] [سورة الذاریات: آیت ۱۷-۱۸]

سے نکل کر آتے اور انہیں لپٹ جاتے ہیں، ہونٹوں پر، سروں پر اور جسم کے حصوں پر ڈستے اور ڈنک مارتے ہیں جس سے ان کے سارے بدن میں زہر پھیل جاتا ہے اور پھکنے لگتے ہیں سارے سر کی کھال جھلس کر گر پڑتی ہے پھر وہ سانپ چلے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جہنمی ایک ہزار سال تک جہنم میں چلاتا رہے گا ﴿يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ﴾ تب اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمائے گا جاؤ دیکھو یہ کیا کہہ رہا ہے؟۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آ کر دیکھیں گے کہ سب جہنمی برے حال سر جھکائے آہ وزاری کر رہے ہیں۔ جا کر جناب باری میں خبر کریں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے جاؤ اور اسے لے آؤ۔ یہ بحکم الٰہی جائیں گے اور اسے لا کر اللہ کے سامنے کھڑا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو کیسی جگہ پر ہے؟ یہ جواب دے گا کہ اے اللہ ٹھہرنے کی بری جگہ اور سونے بیٹھنے کی بھی بدترین جگہ ہے۔ اللہ فرمائے گا اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس لے جاؤ تو یہ گڑگڑائے گا، عرض کرے گا کہ اے میرے ارحم الراحمین اللہ! جب تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو تیری ذات ایسی نہیں کہ پھر مجھے اس میں داخل کر دے مجھے تو تجھ سے رحم وکرم کی ہی امید ہے۔ اے اللہ! بس اب مجھ پر کرم فرما۔ جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ اب تو اس میں نہ ڈالے گا۔ اس مالک ورحمٰن ورحیم اللہ کو بھی رحم آ جائے گا اور فرمائے گا اچھا میرے بندے کو چھوڑ دو۔ [1] پھر ان کا ایک اور وصف بیان ہوتا ہے کہ نہ تو وہ مسرف ہیں، نہ بخیل ہیں، نہ بے جا خرچ کرتے ہیں، نہ ضروری اخراجات میں کوتاہی کرتے ہیں بلکہ میانہ روی سے کام لیتے ہیں، نہ ہی ایسا کرتے ہیں کہ اپنے والوں کو اہل وعیال کو بھی تنگ رکھیں۔ نہ ایسا کرتے ہیں کہ جو ہو سب لٹا دیں۔ اسی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ فرماتا ہے ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً﴾ [2] الخ، یعنی نہ تو اپنے ہاتھ اپنی گردن سے باندھ اور نہ انہیں بالکل ہی چھوڑ دے۔ مسند احمد میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ اپنی گزران میں میانہ روی کرنا انسان کی سمجھ داری کی دلیل ہے۔ [3] اور حدیث میں ہے کہ جو افراط تفریط سے بچتا ہے وہ کبھی فقیر محتاج نہیں ہوتا۔ [4] بزار کی حدیث میں ہے کہ امیری میں، فقیری میں، عبادت میں میانہ روی بڑی ہی بہتر اور احسن چیز ہے۔ [5] امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی راہ میں

---

[1] [ضعیف جدا : مسند احمد (۳/۲۳۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابوظلال راوی ضعیف ہے، امام ابن معینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ کوئی چیز نہیں، امام ابن حبانؒ نے فرمایا ہے کہ یہ کثیر الغفلہ ہے اس سے حجت لینا جائز نہیں، حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے اور امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ ابوظلال کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۳۸٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورة بنی اسرائیل: آیت ۲۹]

[3] [ضعیف :مسند احمد (۵/۱۹٤)] اس کی سند ابن ابی مریم کی وجہ سے ضعیف ہے جیسا کہ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے فرمایا ہے۔ [مزید دیکھئے : مجمع الزوائد (٤/۷٤)]

[4] [ضعیف :مسند احمد (۱/٤٤۷)] اس میں ابراہیم ہجری ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۲۵۲)]

[5] [ضعیف :مسند بزار (۳٦۰٤)] اس میں مسلم بن حبیب ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۲۵۲)]

کتنا ہی چاہو دو اس کا نام اسراف نہیں ہے۔ حضرت ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہاں کہیں تو حکم اللہ سے آگے بڑھ جائے وہی اسراف ہے۔ اور بزرگوں کا قول ہے اللہ کی نافرمانی کا خرچ اسراف کہلاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لاوے گا○ اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا○ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے○ اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ تو حقیقتاً اللہ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے○

حضور ﷺ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس نے کہا اس سے کم؟ فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ تو اسے کھلائے گا کہاں سے؟ پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا تیرا اپنے پڑوس کی کسی عورت سے بدکاری کرنا۔ پس اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ یہ حدیث بخاری ومسلم وغیرہ میں موجود ہے۔ [1] اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ باہر جانے لگے تنہا تھے میں بھی ساتھ ہو لیا آپ ایک اونچی جگہ بیٹھ گئے میں آپ سے نیچے بیٹھ گیا اور اس تنہائی کے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر حضور ﷺ سے وہ سوالات کئے جو اوپر مذکور ہوئے۔ [2] حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے فرمایا چار گناہوں سے بہت بچو' اللہ کے ساتھ کا شرک' کسی حرمت والے نفس کا قتل' زنا کاری اور چوری۔ [3] مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے پوچھا زنا کی بابت تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا وہ حرام ہے اور قیامت تک حرام ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں سنو! انسان کا اپنے پڑوس کی عورت سے زنا کرنا دوسری دس عورتوں کے زنا سے بھی بدتر ہے۔ پھر آپ نے پوچھا چوری کی

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالیٰ والذين لا يدعون مع الله الها اخر (٤٧٦١)
صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان کون الشرك اقبح الذنوب وبیان اعظمها (١٤٢ـ ٨٦)]

(2) [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٦٥٠٩)]

(3) [حسن : مسند احمد (٣٣٩/٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

نسبت کیا کہتے ہو؟ انہوں یہی جواب دیا کہ وہ حرام ہے اللہ ورسول اسے حرام قرار دے چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا سنو! دس جگہ کی چوری بھی اتنی بڑی نہیں جیسی پڑوس کی ایک جگہ کی چوری۔ [1] حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ شرک کے بعد اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں کہ انسان اپنا نطفہ اس رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں۔ [2] یہ بھی مروی ہے کہ بعض مشرکین حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا حضرت! آپ کی دعوت اچھی ہے سچی ہے لیکن ہم نے تو شرک بھی کیا ہے، قتل بھی کیا ہے، زنا کاریاں بھی کی ہیں اور یہ سب بکثرت کئے ہیں تو فرمایئے ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت اتری اور آیت ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا﴾ [3] نازل ہوئی۔ [4] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تمہیں اس سے منع فرماتا ہے کہ تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت کرو اور اس سے بھی منع فرماتا ہے کہ اپنے کتے کو تو پالو اور اپنے بچے کو قتل کر ڈالو۔ اور اس سے بھی منع فرماتا ہے کہ اپنی پڑوسن سے بدکاری کرو۔ [5] اثام جہنم کی ایک وادی کا نام ہے یہی وہ وادیاں ہیں جن میں زانیوں کو عذاب کیا جائے گا۔ اس کے معنی عذاب وسزا کے بھی آتے ہیں۔ حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ کی نصیحتوں میں ہے کہ اے بچے زنا کاری سے بچنا اس کے شروع میں ڈر خوف ہے اور اس کا انجام ندامت وحسرت ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ غی اور اثام دوزخ کے دو کنویں ہیں، [6] اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ اثام کے معنی بدلے کے بھی مروی ہیں اور یہی ظاہر آیت کے بھی مشابہ ہے۔ اور گویا اس کے بعد کی آیت اسی بدلے اور سزا کی تفسیر ہے۔ کہ اسے بار بار عذاب کیا جائے گا اور سختی کی جائے گی اور ذلت کے دائمی عذابوں میں پھنس جائے گا۔ ((اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا)) ان کاموں کے کرنے والے کی سزا تو بیان ہو چکی مگر اس سزا سے وہ بچ جائیں گے جو دنیا ہی میں اس سے توبہ کرلیں اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہے جو آیت سورۂ نساء میں ہے۔ ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ [7] الخ وہ اس کے خلاف نہیں گو وہ مدنی آیت ہے لیکن وہ مطلق ہے تو وہ محمول کی جائے گی ان قاتلوں پر جو اپنے اس فعل سے توبہ نہ کریں اور یہ آیت ان قاتلوں کے بارے میں جو توبہ کریں۔ پھر مشرکوں کی بخشش نہ ہونے کا بیان فرمایا ہے اور صحیح احادیث سے بھی قاتل کی توبہ کی مقبولیت ثابت ہے۔ جیسے اس شخص کا قصہ جس نے ایک سو قتل کئے تھے اور اس کی توبہ قبول ہوئی۔ وغیرہ۔ یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دیتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے گناہ کے کام کئے تھے اسلام میں آنے کے بعد نیکیاں کیں تو اللہ نے ان گناہ کے کاموں کے بدلے نیکیوں کی توفیق عنایت فرمائی۔ اس آیت کی تلاوت کے وقت آپ ایک عربی شعر

---

[1] [جید : مسند احمد (۸/۶)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۶۸/۸)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳۸۵۴)]

[2] [ضعیف : الورع لابن ابی الدنیا (۱۳۷)] اس میں بقیہ مدلس ہے اور ابن ابی مریم ضعیف ہے۔]

[3] [سورة الزمر: آیت ۵۳]

[4] [تفسير ابن جرير الطبرى (۲۶۵۰۴)]

[5] [الدر المنثور للسيوطى (۲۷۷/۶)]

[6] [تفسير ابن جرير الطبرى (۲۹/۱۹)]

[7] [سورة النسآء: آیت ۹۳]

پڑھتے تھے جس میں احوال کے تغیر کا بیان ہے جیسے گرمی سے ٹھنڈک۔ عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہ دنیا کا ذکر ہے کہ انسان کی بری خصلت کو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے نیک عادت سے بدل دیتا ہے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ بتوں کی پرستش کے بدلے اللہ تعالیٰ کی توفیق انہیں ملی۔ مومنوں سے لڑنے کے بجائے کافروں سے جہاد کرنے لگے۔ مشرکہ عورتوں کے بجائے مومنہ عورتوں سے نکاح کیے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں گناہ کے بدلے ثواب کے عمل کرنے لگے۔ شرک کے بدلے توحید و اخلاص ملا۔ بدکاری کے بدلے پاکدامنی حاصل ہوئی۔ کفر کے بدلے اسلام ملا۔ ایک معنی تو اس آیت کے یہ ہوئے دوسرے معنی یہ ہیں کہ خلوص کے ساتھ ان کی جو توبہ تھی اس سے خوش ہو کر اللہ عزوجل نے ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔ یہ اس لئے کہ توبہ کے بعد جب کبھی انہیں اپنے گزشتہ گناہ یاد آتے تھے انہیں ندامت ہوتی تھی۔ یہ غمگین ہو جاتے تھے شرمانے لگتے تھے اور استغفار کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے گناہ اطاعت سے بدل گئے گو وہ ان کے نامہ اعمال میں گناہ کے طور پر لکھے ہوئے تھے لیکن قیامت کے دن وہ سب نیکیاں بن جائیں گے جیسے کہ احادیث و آثار میں ثابت ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم میں جائے گا یہ ایک وہ شخص ہو گا جسے اللہ کے سامنے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے بڑے بڑے گناہوں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے باز پرس کرو چنانچہ اس سے سوال ہو گا کہ فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا؟ فلاں دن فلاں گناہ کیا تھا؟ یہ ایک کا بھی انکار نہ کر سکے گا اقرار کرے گا۔ آخر میں کہا جائے گا کہ تجھے ہم نے ہر گناہ کے بدلے نیکی دی ہے تو اب اس کی باچھیں کھل جائیں گی اور کہے گا اے پروردگار میں نے اور بھی بہت سے اعمال کئے تھے جنہیں یہاں پا نہیں رہا۔ یہ فرما کر حضور ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کے مسوڑھے دیکھے جانے لگے۔ [1] (مسلم) آپ فرماتے ہیں کہ جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ شیطان سے کہتا ہے مجھے اپنا صحیفہ جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہیں دے، وہ دیتا ہے تو ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس گناہ وہ اس کے صحیفے سے مٹا دیتا ہے اور انہیں نیکیاں لکھ دیتا ہے پس تم میں سے جو سونے کا ارادہ کرے وہ چونتیس دفعہ ﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ کہے اور تینتیس دفعہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کہے اور تینتیس دفعہ ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ﴾ کہے یہ مل کر سو مرتبہ ہو گئے۔ (ابن ابی الدنیا) [2] حضرت سلمان فرماتے ہیں انسان کو قیامت کے دن نامہ اعمال دیا جائے گا وہ پڑھنا شروع کرے گا تو اوپر برائیاں درج ہوں گی جنہیں پڑھ کر یہ کچھ ناامید سا ہونے لگے گا۔ اسی وقت اس کی نظر نیچے پڑے گی تو اپنی نیکیاں لکھی ہوئی پائے گا جس سے کچھ ڈھارس بندھے گی۔ اب دوبارہ اوپر کی طرف دیکھے گا تو وہاں کی برائیاں کو بھی بھلائیوں سے بدلا ہوا پائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بہت سے لوگ اللہ کے سامنے آئیں گے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها (۱۹۰ - ۳۱۴) ترمذی: کتاب صفة جهنم (۲۵۹۶) مسند احمد (۱۷۰/۵)]

[2] [ضعیف: طبرانی کبیر (۳۴۵۱)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس میں محمد بن اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۲۱/۱۰)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

جن کے پاس کچھ گناہ ہوں گے پوچھا گیا کہ وہ کون سے لوگ ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنتی جنت میں چار قسم کے جائیں گے۔ متقین یعنی پرہیز گاری کرنے والے' پھر شاکرین یعنی شکر الٰہی کرنے والے' پھر خائفین یعنی خوفِ الٰہی رکھنے والے' پھر اصحابِ یمین یعنی اپنے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پانے والے۔ پوچھا گیا کہ انہیں اصحاب یمین کیوں کہا جاتا ہے؟ جواب دیا کہ اس لئے انہوں نے نیکیاں بدیاں سب کی تھیں ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ ملے اپنی بدیوں کا ایک ایک حرف پڑھ کر یہ کہنے لگے کہ اے اللہ ہماری نیکیاں کہاں ہیں؟ یہاں تو سب بدیاں لکھی ہوئی ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ ان بدیوں کو مٹا دے گا اور ان کے بدلے نیکیاں لکھ دے گا انہیں پڑھ کر خوش ہو کر اب تو یہ ایک دوسروں سے کہیں گے کہ آؤ ہمارے اعمال نامے دیکھو جنتیوں میں اکثر یہی لوگ ہوں گے۔ امام علی بن حسین زین العابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں برائیوں کو بھلائیوں میں بدلنا آخرت میں ہوگا۔ مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخشے گا اور انہیں نیکیوں میں بدل دے گا حضرت مکحول رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حدیث بیان کی کہ ایک بہت بوڑھے ضعیف آدمی جن کی بھویں آنکھوں پر اتر آئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے کوئی غداری' کوئی گناہ کوئی بدکاری باقی نہیں چھوڑی۔ میرے گناہ اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اگر تمام انسانوں پر تقسیم ہو جائیں تو سب کے سب غضب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں' کیا میری بخشش کی بھی کوئی صورت ہے؟ کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اس نے کلمہ پڑھ لیا کہ ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری تمام برائیاں' گناہ' بدکاریاں سب کچھ معاف کر دے گا بلکہ جب تک تو اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ تیری برائیاں بھلائیوں میں بدل دے گا۔ اس نے پھر پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے چھوٹے بڑے سب گناہ صاف ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں سب کے سب پھر تو وہ شخص خوشی خوشی واپس جانے لگا اور تکبیر و تہلیل پکارتا ہوا لوٹ گیا' (ابن ابی حاتم) حضرت ابو فروہ رضی اللہ عنہ حاضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر عرض کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے سارے ہی گناہ کئے ہوں جو جی میں آیا ہو پورا کیا ہو کیا ایسے شخص کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا اب نیکیاں کرو برائیوں سے بچو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بھی نیکیوں میں بدل دے گا اس نے کہا میری غداریاں اور بدکاریاں بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں اب وہ اللہ اکبر کہتا ہوا واپس چلا گیا۔ (طبرانی) [1] ایک عورت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور دریافت کیا کہ مجھ سے بدکاری ہوگئی اس سے بچہ ہو گیا میں نے اسے مار ڈالا اب کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب نہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں نہ اللہ کے ہاں تیری بزرگی ہو سکتی ہے تیرے لئے توبہ ہرگز نہیں وہ

---

[1] [مسند بزار (۳۲۴۴) طبرانی کبیر (۷۲۳۵)] امام ہیثمی نے اس کے راویوں کو صحیح کے راوی کہا ہے اور فرمایا ہے کہ صرف محمد بن ہارون صحیح کا راوی نہیں مگر وہ بھی ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۷۵۳۸)]

روتی پیٹتی واپس چلی گئی۔ صبح کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھ کر میں نے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تو نے اس سے بہت ہی بری بات کہی کیا تو ان آیتوں کو قرآن میں نہیں پڑھتا ﴿وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ سے اِلَّا مَنْ تَابَ﴾ تک۔ مجھے بڑا ہی رنج ہوا اور میں لوٹ کر اس عورت کے پاس پہنچا۔ اور اسے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں وہ خوش ہو گئی اور اسی وقت سجدہ میں گر پڑی اور کہنے لگی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے لیے چھٹکارے کی صورت پیدا کر دی (طبرانی)[1] اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا پہلا فتوی سن کر وہ حسرت وافسوس کے ساتھ یہ کہتی ہوئی واپس چلی گئی کہ ہائے ہائے یہ اچھی صورت کیا جہنم کے لئے بنائی گئی تھی؟ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس عورت کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے تمام مدینہ اور ایک ایک گلی چھان ماری لیکن کہیں پتہ نہ چلا اتفاق سے رات کو وہی عورت پھر آئی تب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں صحیح مسئلہ بتلایا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اس نے اللہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس نے میرے لئے چھٹکارے کی صورت بنائی اور میری توبہ کو قبول فرمایا یہ کہہ کر اس کے ساتھ جو لونڈی تھی اسے آزاد کر دیا اس لونڈی کی ایک لڑکی بھی تھی اور سچے دل سے توبہ کر لی۔ پھر فرماتا ہے اور اپنے عام لطف وکرم، فضل ورحم کی خبر دیتا ہے کہ جو بھی اللہ کی طرف جھکے اور اپنی سیاہ کاریوں پر نادم ہو کر توبہ کرے اللہ اس کی سنتا ہے قبول فرماتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے جیسا ارشاد ہے ﴿وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾[2] الخ، جو برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے وہ اللہ کو غفور رحیم پائے گا۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ﴾[3] الخ، کیا انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والا ہے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ﴾[4] الخ میرے ان بندوں سے جو گنہگار ہیں کہہ دیجئے کہ وہ میری رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ یعنی توبہ کرنے والا محروم نہیں۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغویت پر ان کا گزر ہوتا ہے تو بزرگانہ طور پر گزر جاتے ہیں ○ اور جب انہیں ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے ○ اور یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا ○

عباد الرحمٰن کے اور نیک اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے یعنی شرک نہیں کرتے، بت پرستی سے بچتے ہیں، جھوٹ نہیں بولتے، فسق وفجور نہیں کرتے، کفر سے الگ رہتے ہیں، لغو اور باطل کاموں سے

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲٦۵۱۵)] اس میں عیسیٰ بن شعیب ضعیف ہے۔]

[2] [النسآء: ۱۱۰] [3] [التوبہ: ۱۰۴] [4] [الزمر: ۵۳]

پرہیز کرتے ہیں، گانا نہیں سنتے، مشرکوں کی عیدیں نہیں مناتے، خیانت نہیں کرتے، بری مجلسوں میں نشست نہیں رکھتے، شرابیں نہیں پیتے، شراب خانوں میں نہیں جاتے، اس کی رغبت نہیں کرتے۔ حدیث میں بھی ہے کہ سچے مومن کو چاہئے کہ اس دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر دورِ شراب چل رہا ہو اور یہ مطلب ہے کہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ [1] بخاری و مسلم میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ بتا دوں؟ تین دفعہ یہی فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ اس وقت تک آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اب اس سے الگ ہو کر فرمانے لگے سنو اور جھوٹی بات کہنا، سنو اور جھوٹی گواہی دینا، اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش رسول اللہ ﷺ اب خاموش ہو جاتے۔ [2] زیادہ ظاہر لفظوں سے تو یہ ہے کہ وہ جھوٹ کے پاس نہیں جاتے۔ اللہ کے ان بزرگ بندوں کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ قرآن کی آیتیں سن کر ان کے دل دہل جاتے ہیں ان کے ایمان اور توکل بڑھ جاتے ہیں بخلاف کفار کے کہ ان پر کلام الٰہی کا اثر نہیں ہوتا وہ اپنی بداعمالیوں سے باز نہیں رہتے۔ نہ اپنا کفر چھوڑتے ہیں نہ سرکشی، طغیانی اور جہالت وضلالت سے باز آتے ہیں۔ ایمان والوں کے ایمان بڑھ جاتے ہیں۔ اور بیمار دل والوں کی گندگی ابھر آتی ہے۔ پس کافر اللہ کی آیتوں سے بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں۔ ان مومنوں کی حالت ان کے برعکس ہے، نہ یہ حق سے بہرے ہیں نہ حق سے اندھے ہیں۔ سنتے ہیں سمجھتے ہیں نفع حاصل کرتے ہیں اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو پڑھتے تو ہیں لیکن اندھا پن، بہرا پن، نہیں چھوڑتے۔ حضرت شعبی رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص آتا ہے اور وہ دوسروں کو سجدے میں پاتا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ کس آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا ہے؟ تو کیا وہ بھی ان کے ساتھ سجدہ کر لے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی یعنی سجدہ نہ کرے اس لئے کہ اس نے سجدے کی آیت پڑھی، نہ سنی، نہ سوچی تو مومن کو کوئی کام اندھا دھند نہ کرنا چاہیے جب تک اس کے سامنے کسی چیز کی حقیقت نہ ہو اسے شامل نہ ہونا چاہیے۔ پھر ان بزرگ بندوں کی ایک دعا بیان ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں کہ ان کی اولادیں بھی ان کی طرح رب کی فرماں بردار، عبادت گزار، موحد، اور غیر مشرک ہوں تاکہ دنیا میں بھی اس نیک اولاد سے ان کا دل ٹھنڈا رہے اور آخرت میں بھی یہ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر خوش ہوں۔ اس دعا سے ان کی غرض خوبصورتی اور جمال کی نہیں بلکہ نیکی اور خوش خلقی کی ہے۔ مسلمان کی سچی خوشی اسی میں ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو، دوست احباب کو اللہ کا فرماں بردار دیکھے۔ وہ ظالم نہ ہوں، بدکار نہ ہوں، سچے

---

[1] [حسن: مسند احمد (۲۰/۱) مسند ابو یعلی (۲۵۱) ترمذی : کتاب الادب : باب ما جاء فی دخول الحمام (۲۸۰۱) دارمی (۱۱۲/۲)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، ارواء الغلیل (۱۹٤۹) غایة المرام (۱۹۰)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشهادات باب ما قیل فی شهادة الزور (۲٦٥٤ صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الکبائر واکبرها (۸۷)]

مسلمان ہوں' حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ایک صاحب فرمانے لگے ان آنکھوں کو مبارک باد ہو جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے' کاش کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے اور تمہاری طرح فیض صحبت حاصل کرتے۔ اس پر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے تو نفیر کہتے ہیں مجھے تعجب معلوم ہوا کہ اس بات میں کوئی برائی نہیں پھر یہ کیوں خفا ہو رہے ہیں؟ اتنے میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ اس چیز کی آرزو کرتے ہیں جو قدرت نے انہیں نہیں دی۔ اللہ ہی کو علم ہے کہ یہ اگر اس وقت ہوتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ واللہ وہ لوگ بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور جنہوں نے نہ آپ کی تصدیق کی' نہ تابعداری کی اور اوندھے منہ جہنم میں گئے۔ تم اللہ کا یہ احسان نہیں مانتے کہ اللہ نے تمہیں اسلام میں اور مسلمان گھروں میں پیدا کیا۔ پیدا ہوتے ہی تمہارے کانوں میں اللہ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پڑی اور ان بلاؤں سے تم بچا لئے گئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے زمانے میں مبعوث ہوئے تھے جس وقت دنیا کی اندھیر نگری اپنی انتہا پر تھی۔ اس وقت دنیا والوں کے نزدیک بت پرستی سے بہتر کوئی مذہب نہ تھا۔ آپ فرقان لے کر آئے حق و باطل میں تمیز کی۔ باپ بیٹے جدا ہو گئے۔ مسلمان اپنے باپ دادوں' بیٹوں پوتوں' دوست احباب کو کفر پر دیکھتے ان سے انہیں کوئی محبت پیار نہیں ہوتا تھا بلکہ کڑھتے تھے کہ یہ جہنمی ہیں اسی لئے ان کی دعائیں ہوتی تھیں کہ ہمیں ہماری اولاد اور بیویوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما کیونکہ کفار کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوتی تھیں۔ (۱) اس دعا کا آخر یہ ہے کہ ہمیں لوگوں کا رہبر بنا دے کہ ہم انہیں نیکی کی تعلیم دیں لوگ بھلائی میں ہماری اقتدا کریں۔ ہماری اولاد ہماری راہ چلے تاکہ ثواب بڑھ جائے اور ان کی نیکیوں کا باعث بھی ہم بن جائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان کے مرتے ہی اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں۔ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے یا علم جس سے اس کے بعد نفع اٹھایا جائے یا صدقہ جاریہ۔ (۲)

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿٧٥﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا ○ اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے' وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے ○ کہہ دے اگر تمہاری دعا التجا نہ ہوتی تو میرا رب تو تمہاری مطلق پرواہ نہ کرتا' تم تو جھٹلا چکے اب عنقریب اس کی سزا تمہیں چمٹ جانے والی ہوگی ○

(۱) [صحیح : مسند احمد (٦/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٣٨١٠)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الوصية : باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته (٣٠٨٤) بخاری فی الادب المفرد (٣٨) ترمذی : کتاب الاحکام : باب فی الوقف (١٣٧٦) مسند احمد (٣٧٢/٢)]

مومن بندوں کے اچھے کرموں کا پھل: مومنوں کی پاک صفتیں ان کے بھلے اقوال عمدہ افعال بیان فرما کر ان کا بدلہ بیان ہو رہا ہے کہ انہیں جنت ملے گی۔ جو بلند تر جگہ ہے اس وجہ سے کہ یہ ان کے اوصاف پر جمے رہے وہاں ان کی عزت ہوگی اکرام ہوگا ادب و تعظیم ہوگی۔ احترام اور توقیر ہوگی۔ ان کے لئے سلامتی ہے' ان پر سلامتی ہے' ہر پر دروازۂ جنت سے فرشتے حاضر خدمت ہوتے ہیں اور سلام کر کے کہتے ہیں کہ تمہارا انجام بہتر ہو گیا کیونکہ تم صبر کرنے والے تھے۔ یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ نہ نکلیں نہ نکالے جائیں' نہ نعمتیں کم ہوں' نہ راحتیں فنا ہوں' یہ سعید بخت ہیں۔ جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے رہنے سہنے راحت و آرام کرنے کی جگہ بڑی سہانی و پاک' صاف' طیب و طاہر' ہے دیکھنے میں خوش منظر' رہنے میں آرام دہ۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت اور تسبیح وتہلیل کے لئے پیدا کیا ہے اگر مخلوق یہ نہ بجالائے تو وہ اللہ کے نزدیک نہایت حقیر ہے۔ ایمان کے بغیر انسان ناکارہ محض ہے۔ اگر اللہ کو کافروں کی چاہت ہوتی تو وہ انہیں بھی اپنی عبادت کی طرف جھکا دیتا لیکن اللہ کے نزدیک یہ کسی گنتی میں ہی نہیں۔ کافرو! تم نے جھٹلایا اب تم نہ سمجھو کہ بس معاملہ ختم ہو گیا۔ نہیں اس کا وبال تمہارے ساتھ ہی ساتھ ہے دنیا اور آخرت میں تم برباد ہو گے اور عذاب الٰہی تم سے چمٹے ہوئے ہیں اسی سلسلے کی ایک کڑی بدر کے دن کی کفار کی ہزیمت اور شکست تھی جیسے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے قیامت کے دن کی سزا بھی باقی ہے۔ الحمدللہ کہ سورۂ فرقان کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الشعراء

مالک رحمہ اللہ کی روایت کردہ تفسیر میں اس کا نام سورۂ جامعہ ہے۔ حروف مقطعہ کی بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں گزر چکی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمٓ ۞ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۞ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۞ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۞ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۞ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۞

(الشعراء: ۱-۹)

معبود برحق بخشش و کرم کرنے والے نام سے شروع

یہ آیتیں روشن کتاب کی ہیں ○ ان کے ایمان نہ لانے پر شاید تو اپنی جان کھو دے گا ○ اگر ہم چاہتے تو ان پر آسمان سے کوئی

ایسا نشان اتارتے کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں خم ہو جائیں ○ان کے پاس رحمان کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آئی یہ اسی سے روگردانی کرنے والے بن گئے ○ان لوگوں نے جھٹلایا ہے اب ان کے پاس جلدی سے اس کی خبریں آ جائیں گی جس کے ساتھ مسخراپن کر رہے ہیں ○ کیا انہوں نے زمین پر نظریں نہیں ڈالیں؟ کہ ہم نے اس میں ہر طرح کے نفیس جوڑے کس قدر اگائے ہیں؟○ بے شک اس میں یقیناً نشانی ہے' اور ان میں کے اکثر لوگ مومن نہیں ہیں ○ اور تیرا رب یقیناً وہی غالب اور مہربان ہے ○

قرآن حق و باطل کے درمیان کسوٹی: پھر فرمان ہے کہ یہ آیتیں قرآن مبین کی ہیں جو بہت واضح بالکل صاف اور حق و باطل بھلائی برائی کے درمیان فیصلہ اور فرق کرنے والا ہے۔ ان لوگوں کے ایمان نہ لانے سے آپ ﷺ رنجیدہ خاطر اور غمگین نہ ہوں۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ﴾ (۱) تو ان کے ایمان نہ لانے پر حسرت و افسوس نہ کر۔ اور آیت میں ہے ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ﴾ (۲) الخ، کہیں ایسا تو نہیں کہ تو ان کے پیچھے اپنی جان گنوا دے۔ چونکہ ہماری یہ چاہت ہی نہیں کہ لوگوں کو ایمان پر زبردستی کریں اگر یہ ہم چاہتے تو کوئی ایسی چیز آسمان سے اتارتے کہ یہ ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے مگر ہم تو ان کا اختیاری ایمان طلب کرتے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا﴾ (۳) الخ، اگر تیرا رب چاہے تو روئے زمین کے تمام لوگ مومن ہو جائیں۔ کیا تو لوگوں پر جبر کرے گا؟ جب تک کہ وہ مومن نہ ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے اگر تیرا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ (۴) یہ اختلاف دین و مذہب بھی اس کا مقرر کیا ہوا ہے اور اس کی حکمت کو ظاہر کرنے والا ہے اس نے رسول بھیج دیئے' کتابیں اتار دیں' اپنی دلیل و حجت قائم کر دی' انسان کو ایمان لانے نہ لانے میں مختار کر دیا۔ اب جس راہ پر وہ چاہے لگ جائے۔ جب کبھی کوئی آسمانی کتاب نازل ہوئی بہت سے لوگوں نے اس سے منہ موڑ لیا۔ باوجود تیری پوری آرزو کے اکثر لوگ بے ایمان ہی رہیں گے۔ (۵) سورۂ یاسین میں فرمایا بندوں پر افسوس ہے ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ (۶) اور آیت میں ہے ہم نے پے در پے پیغمبر بھیجے لیکن جس امت کے پاس ان کا رسول آیا اس نے اپنے رسول کو جھٹلانے میں کمی نہ کی۔ (۷) یہاں بھی اس کے بعد ہی فرمایا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی قوم نے بھی اسے جھٹلایا ہے انہیں بھی اس کا بدلہ عنقریب مل جائے گا۔ ان ظالموں کو بہت جلدی معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس راہ ڈالے گئے ہیں؟ پھر اپنی شان و شوکت' قدرت و عظمت' عزت و رفعت بیان فرماتا ہے کہ جس کے پیغام اور جس کے قاصد کو تم جھوٹا کہہ رہے ہو وہ اتنا بڑا قادر و قیوم ہے کہ اسی ایک نے زمین بنائی ہے اور اس میں جاندار اور بے جان چیزیں پیدا کی ہیں۔ کھیت' پھل' باغ و بہار سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگ زمین کی پیداوار ہیں ان

---

(۱) [سورة فاطر: آیت ۸] (۲) [سورة الكهف : آیت ٦] (۳) [یونس : ۹۹]

(۴) [هود : ۱۱۸] (۵) [یوسف : ۱۰۳] (۶) [یسین : ۳۰]

(۷) [المومنون : ٤٤]

میں جو جنتی ہیں وہ کریم ہیں۔ اور جو دوزخی ہیں وہ کنجوس ہیں۔ اس میں قدرت خالق کی بہت سی نشانیاں ہیں کہ اس نے پھیلی ہوئی زمین کو اور اونچے آسمان کو پیدا کر دیا۔ باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بلکہ الٹا اس کے نبیوں کو جھوٹا کہتے ہیں اس کی کتابوں کو نہیں مانتے اس کے حکموں کی مخالفت کرتے ہیں اس کے منع کردہ کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ بیشک تیرا رب ہر چیز پر غالب ہے اس کے سامنے مخلوق عاجز ہے ساتھ ہی وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے نافرمانوں کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔ تاخیر اور ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنے کرتوتوں سے باز آ جائیں لیکن پھر بھی جب وہ راہ راست پر نہیں آتے تو وہ انہیں سختی سے پکڑ لیتا ہے اور ان سے پورا انتقام لیتا ہے ہاں جو توبہ کرے اور اس کی طرف جھکے اور اس کا فرمانبردار ہو جائے وہ اس پر اس کے ماں باپ سے بھی زیادہ رحم و کرم کرتا ہے۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۱۲ وَيَضِيْقُ صَدْرِىْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝۱۳ وَلَهُمْ عَلَىَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۱۴ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝۱۵ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۱۷ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝۱۸ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِىْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۹ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۲۰ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِىْ رَبِّىْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِىْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۲۱ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَىَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۲۲

جب تیرے رب نے موسیٰ کو آواز دی کہ تو گنہگار لوگوں کے پاس جا ○ قوم فرعون کے پاس کیا وہ پرہیزگاری نہ کریں گے؟ ○ کہنے لگے کہ میرے پروردگار مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلانے نہ لگیں ○ میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے میری زبان چل نہیں رہی تو تو ہارون کی طرف بھی وحی بھیج ○ اور ان کا مجھ پر میرے ایک قصور کا دعویٰ بھی ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے مار نہ ڈالیں ○ جناب باری نے فرمایا ہرگز ایسا نہ ہوگا تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم خود سننے والے تمہارے ساتھ ہیں ○ تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں ○ کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دے ○ فرعون کہنے لگا کہ کیا ہم نے تجھے تیرے بچپن کے زمانہ میں اپنے ہاں نہیں پالا تھا؟ اور تو نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہم میں نہیں گزارے؟ ○ پھر تو اپنا وہ کام کر گیا جو کر گیا اور تو ناشکروں میں ہے ○ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اس کام کو اس وقت کیا تھا جب کہ میں راہ بھولے ہوئے لوگوں میں سے تھا ○ پھر تم سے خوف کھا کر میں تم میں سے بھاگ گیا پھر مجھے میرے رب نے حکم و علم عطا فرمایا اور مجھے اپنے پیغمبروں میں سے کر دیا ○ مجھ پر تیرا کیا یہی وہ احسان ہے؟ جسے جتا کر اس کے بدلے تو بنی اسرائیل کو اپنی غلامی میں رکھنا چاہتا ہے؟ ○

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور اپنے رسول اور اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام

کو جو حکم دیا تھا سے بیان فرما رہا ہے کہ طور کے دائیں طرف سے آپ کو آواز دی آپ سے سرگوشیاں کیں آپ کو اپنا رسول اور برگزیدہ بنایا اور آپ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا جو ظلم پر کمر بستہ تھے۔ اور اللہ کا ڈر اور پرہیزگاری نام کو بھی ان میں نہیں رہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی چند کمزوریاں جناب باری تعالیٰ کے سامنے بیان کیں جو عنایت الٰہی سے دور کر دی گئیں جیسے سورہ طٰہٰ میں آپ کے سوالات پورے کر دیئے گئے۔ یہاں آپ کے عذر یہ بیان ہوئے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ میرا سینہ تنگ ہے، میری زبان لکنت والی ہے، ہارون علیہ السلام کو بھی میرے ساتھ نبی بنا دیا جائے۔ اور میں نے ان ہی میں سے ایک قبطی کو بلا قصور مار ڈالا تھا جس وجہ سے میں نے مصر چھوڑا اب جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ مجھ سے بدلہ نہ لے لیں۔ جناب باری تعالیٰ نے جواب دیا کہ کسی بات کا کھٹکا نہ رکھو۔ ہم تیرے بھائی کو تیرا ساتھی بنا دیتے ہیں۔ اور تمہیں روشن دلیل دیتے ہیں وہ لوگ تمہیں کوئی ایذا نہ پہنچا سکیں گے میرا وعدہ ہے کہ تم کو غالب کروں گا۔ تم میری آیتیں لے کر جاؤ تو سہی۔ میری مدد تمہارے ساتھ رہے گی۔ میں تمہاری ان کی سب باتیں سنتا رہوں گا۔ جیسے فرمان ہے میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا دیکھتا رہوں گا۔ میری حفاظت، میری مدد، میری نصرت و تائید تمہارے ساتھ ہے۔ تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس پر اپنی رسالت کا اظہار کرو۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ اس سے کہو کہ ہم دونوں میں سے ہر ایک اللہ کا فرستادہ ہے۔ فرعون سے کہا کہ تو ہمارے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دے وہ اللہ کے مومن بندے ہیں تو نے انہیں اپنے غلام بنا رکھا ہے اور ان کی حالت زبوں کر رکھی ہے۔ ذلت کے ساتھ ان سے اپنے کام لیتا ہے اور انہیں عذابوں میں جکڑ رکھا ہے اب انہیں آزاد کر دے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس پیغام کو فرعون نے نہایت حقارت سے سنا۔ اور آپ کو ڈانٹ کر کہنے لگا کہ کیا تو وہی نہیں کہ ہم نے تجھے اپنے ہاں پالا؟ مدتوں تک تیری خبر گیری کرتے رہے اس احسان کا بدلہ تو نے یہ دیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو مار ڈالا اور ہماری ناشکری کی؟ جس کے جواب میں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا یہ سب باتیں نبوت سے پہلے کی ہیں جب کہ میں خود بے خبر تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں بجائے ﴿مِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ کے ﴿مِنَ الْجَاهِلِيْنَ﴾ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ ہی فرمایا کہ پھر وہ پہلا حال جاتا رہا دوسرا دور آیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر تیری طرف بھیجا اب اگر تو میرا کہا مانے گا تو سلامتی پائے گا اور میری نافرمانی کرے گا تو ہلاک ہوگا۔ اس خطا کے بعد جب کہ میں تم میں سے بھاگ گیا اس کے بعد اللہ کا یہ فضل مجھ پر ہوا اب پرانے قصے یاد نہ کر۔ میری آواز پر لبیک کہہ۔ سن اگر مجھ پر تو نے ایک احسان کیا ہے تو میری قوم کی قوم پر تو نے ظلم و تعدی کی ہے۔ ان کو بری طرح غلام بنا رکھا ہے کیا میرے ساتھ کا سلوک اور ان کے ساتھ کی یہ سنگدلی اور بدسلوکی برابر برابر ہو جائے گی؟

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾

فرعون نے کہا رب العالمین کون ہے؟ ○ حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ آسمانوں' زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے۔ اگر تم یقین رکھنے والے ہو ○ فرعون اپنے اردگرد والوں سے کہنے لگا کہ کیا تم سن نہیں رہے؟ ○ حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے ○ فرعون کہنے لگا لوگو تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو یقیناً دیوانہ ہے ○ حضرت موسیٰ نے فرمایا وہی مشرق و مغرب کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو ○

موسیٰ علیہ السلام کی فرعون سے گفتگو: چونکہ فرعون نے اپنی رعیت کو بہکا رکھا تھا اور انہیں یقین دلا دیا تھا کہ معبود اور رب صرف میں ہی ہوں میرے سوا کوئی نہیں' اس لئے ان سب کا عقیدہ یہی تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رب العالمین کا رسول (علیہ السلام) ہوں تو اس نے کہا کہ رب العالمین ہے کیا چیز؟ مقصد یہی تھا کہ میرے سوائے کوئی رب ہے ہی نہیں تو جو کہہ رہا ہے محض غلط ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ اس نے پوچھا ﴿قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى﴾ [1] موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ اس کے جواب میں کلیم اللہ نے فرمایا۔ جس نے ہر ایک کی پیدائش کی ہے اور جو سب کا ہادی ہے۔ یہاں پر یہ یاد رہے کہ بعض منطقیوں نے یہاں ٹھوکر کھائی ہے اور کہا ہے کہ فرعون کا سوال اللہ کی ماہیت سے تھا یہ محض غلط ہے اس لئے کہ ماہیت کو تو جب پوچھتا جب کہ پہلے وجود کا قائل ہوتا۔ وہ تو سرے سے اللہ کے وجود کا منکر تھا۔ اپنے اسی عقیدے کو ظاہر کرتا تھا اور ایک ایک کو یہی عقیدہ گھونٹ گھونٹ کر پلا رہا تھا گو اس کے خلاف دلائل و براہین اس کے سامنے کھل گئے تھے۔ پس اس کے اس سوال پر کہ رب العالمین کون ہے؟ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ جو سب کا خالق ہے' سب کا مالک ہے' سب پر قادر ہے' سب کا معبود ہے' یکتا ہے' اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ عالم علوی آسمان اور اس کی مخلوق عالم سفلی زمین اور اس کی کائنات سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ ان کے درمیان کی چیزیں ہوا پرند وغیرہ سب اس کے سامنے ہیں اور اس کے عبادت گزار ہیں۔ اگر تمہارے دل یقین کی دولت سے محروم نہیں اگر تمہاری نگاہیں روشن ہیں تو رب العالمین کے یہ اوصاف اس کی ذات کے ماننے کے لئے کافی ہیں۔ یہ سن کر فرعون سے چونکہ کوئی جواب نہ بن سکا اس لئے بات کو مذاق میں ڈالنے کے لئے لوگوں کو اپنے سکھائے بتائے ہوئے عقیدے پر جمانے کے لئے ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا لو اور سنو یہ میرے سوا کسی اور کو ہی اللہ مانتا ہے؟ تعجب کی بات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی بے التفاتی سے گھبرائے نہیں اور وجودِ اللہ کے اور دلائل بیان کرنے شروع کر دیئے کہ وہ تم سب کا اور تمہارے اگلوں کا مالک اور پروردگار ہے۔ آج اگر تم فرعون کو اللہ مانتے ہو تو ذرا اسے تو سوچو کہ فرعون سے پہلے جہاں والوں کا اللہ کون تھا؟ اس کے وجود سے پہلے آسمان و زمین کا وجود تھا تو ان کا موجد کون تھا؟ بس وہی میرا رب ہے وہی تمام جہانوں کا رب ہے اسی کا بھیجا ہوا میں ہوں۔ فرعون دلائل کی اس بارش کی تاب نہ لا سکا۔ کوئی جواب بن نہ پڑا تو کہنے لگا اسے چھوڑو' یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے سوا دوسرے کو رب کیوں مانتا۔ کلیم اللہ نے پھر بھی اپنی

---

[1] [سورة طه : آيت ٤٩]

دلیلوں کو جاری رکھا۔ اس کے لغو کلام سے بے تعلق ہو کر فرمانے لگے کہ سنو میرا رب مشرق و مغرب کا مالک ہے اور وہی میرا رب ہے۔ وہ سورج چاند ستارے مشرق سے چڑھاتا ہے۔ مغرب کی طرف اتارتا ہے۔ اگر فرعون اپنی الوہیت کے دعوے میں سچا ہے تو ذرا ایک دن اس کا خلاف کر کے دکھا دے یعنی انہیں مغرب سے نکالے اور مشرق کو لے جائے' یہی بات خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے زمانے کے بادشاہ سے بوقت مناظرہ کہی تھی پہلے تو اللہ کا وصف بیان کیا کہ وہ جلاتا مارتا ہے لیکن اس بے وقوف نے جب کہ اس وصف کا اللہ کے ساتھ مختص ہونے کا انکار کیا اور کہنے لگا یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں تو آپ نے باوجود اسی دلیل میں بہت گنجائش ہونے کے اس سے بھی واضح دلیل اس کے سامنے رکھی کہ اچھا میرا رب مشرق سے سورج نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال اب تو اس کے حواس گم ہو گئے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تابڑ توڑ ایسی واضح اور روشن دلیلیں سن کر فرعون کے اوسان خطا ہو گئے وہ سمجھ گیا کہ اگر ایک میں نے نہ مانا تو کیا؟ یہ واضح دلیلیں ان سب لوگوں پر تو اثر کر جائیں گی اس لئے اب اپنی قوت کو کام میں لانے کا ارادہ کر لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈارنے دھمکانے لگا جیسے آگے آ رہا ہے۔

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾

فرعون کہنے لگا سن لے اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا ○ موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے اگر میں تیرے پاس کوئی ظاہر چیز لے آؤں؟ ○ فرعون نے کہا اگر تو سچوں میں ہے تو اسے پیش کر ○ آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی ڈال دی جو اچانک کھلم کھلا زبردست اژدہا بن گئی ○ اور اپنا ہاتھ کھینچ نکالا تو وہ بھی اسی وقت ہر دیکھنے والے کو سفید چمکیلا نظر آنے لگا ○ فرعون اپنے آس پاس کے سرداروں سے کہنے لگا بھئی یہ تو کوئی بڑا دانا جادوگر ہے ○ یہ تو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے شہر سے ہی نکال دے بتاؤ اب تم کیا حکم دیتے ہو ○ ان سب نے کہا آپ اسے اور اس کے بھائی کو تو چھوڑیئے اور تمام شہروں میں مجمع کرنے والے بھیج دیجئے ○ جو آپ کے پاس تمام ذی علم جادوگروں کو لے آئیں ○

بحث میں موسیٰ علیہ السلام کا فرعون پر غلبہ: جب مباحثے میں فرعون ہارا' دلیل و بیان میں غالب نہ آسکا تو قوت و طاقت کا مظاہرہ کرنے لگا اور سطوت و شوکت سے حق کو دبانے کا ارادہ کیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ میرے سوا کسی کو معبود بنائے گا تو جیل میں سڑا سڑا کر تیری جان لے لوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی چونکہ وعظ و نصیحت تو کر ہی چکے تھے آپ نے بھی ارادہ کیا کہ میں بھی اسے اور اس کی قوم کو دوسری طرح قائل کروں تو فرمانے لگے کیوں جی میں اگر سچائی پر کسی ایسے معجزے کا اظہار کروں کہ تمہیں بھی قائل ہونا پڑے تب؟ فرعون سوا اس کے کیا کر سکتا تھا کہ کہا اچھا

اگر سچا ہے تو پیش کر۔ آپ نے سنتے ہی اپنی لکڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی ہی اسے زمین پر ڈال دیا۔ بس اس کا زمین پر گرنا تھا کہ وہ ایک اژدھا کی شکل بن گئی اور اژدھا بھی بہت بڑا تیز کچلیوں والا ہیبت ناک ڈرؤانی اور خوفناک شکل والا منہ پھاڑے ہوئے پھنکارتا ہوا۔ ساتھ ہی اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا نکلا۔ فرعون کی قسمت چونکہ ایمان سے خالی تھی ایسے واضح معجزے دیکھ کر بھی اپنی بدبختی پر اڑا رہا اور تو کچھ بن نہ پڑا اپنے ساتھیوں اور درباریوں سے کہنے لگا بھئی یہ تو بڑا جادوگر نکلا۔ پس اپنے والوں کو اس نے روکنا چاہا کہ کہیں وہ اسے معجزہ نہ سمجھ لیں۔ ان سے کہنے لگا کہ یہ تو جادو کے کرشمے ہیں۔ بے شک اتنا تو میں بھی مان گیا کہ یہ اپنے فن جادوگری میں استاد کامل ہے۔ پھر انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دشمنی پر آمادہ کرنے کے لئے ایک اور بات بنائی کہ یہ ایسے ہی شعبدے دکھا دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لے گا۔ اور جب کچھ لوگ اس کے ساتھی ہو جائیں گے تو یہ علم بغاوت بلند کر دے گا پھر تمہیں مغلوب کر کے اس ملک میں اپنا قبضہ کر لے گا تو اس کے استیصال کی کوشش ابھی سے کرنی چاہئے۔ بتلاؤ تمہاری رائے کیا ہے؟ اللہ کی قدرت دیکھو کہ فرعونیوں سے اللہ نے وہ بات کہلوائی جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عام تبلیغ کا موقعہ ملے اور لوگوں پر حق واضح ہو جائے۔ یعنی جادوگروں کو مقابلہ کے لئے بلوانا۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٣٨﴾ وَّقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُونَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾

پھر ایک مقرر دن کے وعدے پر تمام جادوگر جمع کئے گئے ○ اور عام لوگوں سے بھی کہہ دیا گیا کہ تم بھی مجمع میں حاضر ہو جاؤ گے؟ ○ تا کہ اگر جادوگر غالب آ جائیں تو ہم ان ہی کی پیروی کریں ○ جادوگر آ کر فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ ○ فرعون نے کہا بڑی خوشی سے بلکہ ایسی صورت میں تم میرے خاص درباری بن جاؤ گے ○ حضرت موسیٰ نے جادوگروں سے فرمایا جو کچھ تمہیں ڈالنا ہے ڈال دو ○ انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈال دیں اور کہنے لگے عزت فرعون کی قسم ہم یقیناً یقیناً غالب ہی رہیں گے ○ اب حضرت موسیٰ نے بھی اپنی لکڑی میدان میں ڈال دی جس نے اسی وقت ان کے بنے بنائے کھلونوں کو نگلنا شروع کر دیا ○ یہ دیکھتے ہی جادوگر سجدے میں ڈال دیے گئے ○ اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم تو اللہ رب العالمین پر ایمان لائے ○ یعنی موسیٰ اور ہارون کے رب پر ○

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگر: مناظرہ زبانی ہو چکا۔ اب مناظرہ عملاً ہو رہا ہے، اس مناظرہ کا ذکر سورۂ اعراف، سورۂ طٰہٰ اور اس سورت میں ہے۔ قبطیوں کا ارادہ اللہ کے نور کے بجھانے کا تھا اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کی نورانیت

کے پھیلانے کا تھا۔ پس اللہ کا ارادہ غالب رہا۔ ایمان وکفر کا مقابلہ جب کبھی ہوا ایمان کفر پر غالب ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر غالب کرتا ہے باطل کا سر پھٹ جاتا ہے اور لوگوں کے باطل ارادے ہوا میں اڑ جاتے ہیں۔ حق آ جاتا ہے باطل بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ یہاں بھی یہی ہوا ہر ایک شہر میں سپاہی بھیجے گئے۔ چاروں طرف سے بڑے بڑے نامی گرامی جادوگر جمع کیے گئے جو اپنے فن میں کامل اور استادِ زمانہ تھے۔ کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد بارہ یا پندرہ یا سترہ یا انیس یا کچھ اوپر تیس یا اسی ہزار کی یا اس سے کم وبیش تھی۔ صحیح تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے' ان تمام کے استاد اور سردار چار شخص تھے۔ سابور' عاذور' حطحط' یصفی۔ چونکہ سارے ملک میں شور مچ چکا تھا۔ چاروں طرف سے لوگوں کے غول کے غول وقتِ مقررہ سے پہلے مصر میں جمع ہو گئے۔ چونکہ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ رعیت اپنے بادشاہ کے مذہب پر ہوتی ہے۔ سب کی زبان سے یہی نکلتا تھا کہ جادوگروں کے غلبہ کے بعد ہم تو ان کی راہ لگ جائیں گے۔ یہ کسی کی زبان سے نہ نکلا کہ جس طرف حق ہوگا' ہم اسی طرف ہو جائیں گے اب موقعہ پر فرعون مع اپنے جاہ وحشم کے نکلا۔ تمام امراء' رؤسا ساتھ تھے۔ لشکر' فوج' پلٹن ہمراہ تھی' جادوگروں کو اپنے دربار میں اپنے سامنے بلوایا۔ جادوگروں نے بادشاہ سے عہد لینا چاہا اس لئے کہا کہ جب ہم غالب آ جائیں گے تو بادشاہ ہمیں اپنے انعامات سے محروم تو نہیں رکھیں گے؟ فرعون نے جواب دیا واہ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ نہ صرف انعام بلکہ میں نہیں اپنے خاص رؤسا میں شامل کرلوں گا اور تم ہمیشہ میرے پاس اور میرے ساتھ ہی رہا کرو گے۔ تم میرے مقرب بن جاؤ گے' میری تمام تر توجہ تمہاری ہی طرف رہے گی۔ وہ خوشی خوشی میدان کی طرف چل دیئے۔ وہاں جا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے۔ بولو تم پہلے اپنی استادی دکھاتے ہو یا ہم دکھائیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ نہیں تم ہی پہلے اپنی بھڑاس نکال لو' تا کہ تمہارے دل میں کوئی ارمان نہ رہ جائے؟ یہ جواب پاتے ہی انہوں نے اپنی چھڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈال دیں اور کہنے لگے فرعون کی عزت سے ہمارا ہی غلبہ رہے گا۔ جیسے جاہل عوام جب کسی کام کو کرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ فلاں کے ثواب سے۔ سورۂ اعراف [1] میں ہے کہ جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا' انہیں ہیبت میں ڈال دیا اور بڑا بھاری جادو ظاہر کیا' سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ ان کی لاٹھیاں اور رسیاں ان کے جادو سے ہلتی جلتی معلوم ہونے لگیں۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں جو لکڑی تھی اسے میدان میں ڈال دیا جس نے سارے میدان میں ان کی جو کچھ نظر بندیوں کی چیزیں تھیں' سب کو ہضم کر لیا۔ پس حق ظاہر ہو گیا اور باطل دب گیا اور ان کا کیا کرایا سب غارت ہو گیا۔ یہ کوئی ہلکی سی بات اور تھوڑی سی دلیل نہ تھی' جادوگر تو اسے دیکھتے ہی مسلمان ہو گئے کہ ایک شخص اپنے استادانِ فن کے مقابلے میں آتا ہے' اس کا حال جادوگروں کا سا نہیں۔ وہ کوئی بات نہیں کرتا۔ یقیناً ہمارا جادو صرف نگاہوں کا فریب ہے اور اس کے پاس اللہ کا دیا ہوا معجزہ ہے' وہ تو اسی وقت وہیں کے وہیں اللہ کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ اور اسی مجمع میں سب کے سامنے اپنے ایمان لانے کا اعلان کیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لا چکے۔ پھر اپنا قول اور واضح کرنے کے لئے یہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا کہ رب العالمین سے ہماری مراد وہ رب ہے جسے

---

[1] [سورۂ اعراف: آیت ۱۱۶]

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اپنا رب کہتے ہیں۔ اتنا بڑا معجزہ اس قدر انقلاب فرعون نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن ملعون کی قسمت میں ایمان نہ تھا۔ پھر بھی آنکھیں نہ کھلیں۔ اور دشمن جان ہو گیا۔ اور اپنی طاقت سے حق کو کچلنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ ہاں میں جان گیا موسیٰ علیہ السلام تم سب کا استاد تھا۔ اسے تم نے پہلے سے بھیج دیا پھر تم بظاہر مقابلہ کرنے کے لئے آئے اور باطنی مشورے کے مطابق میدان ہار گئے اور اس کی بات مان گئے پس تمہارا یہ مکر کھل گیا۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ ع ۲ ۱۸

فرعون کہنے لگا کہ میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان لا چکے؟ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا سردار ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے سو تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا۔ قسم ہے میں بھی تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے طور پر کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا ○ انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ہی ○ اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان والے بنے ہیں ہمیں امید پڑتی ہے کہ ہمارا رب ہماری سب خطائیں معاف فرما دے ○

ایمان لانے کے بعد جادوگروں کی کمال استقامت: سبحان اللہ کیسے کامل الایمان لوگ تھے حالانکہ ابھی ہی ایمان میں آئے تھے لیکن ان کے صبر و ثبات کا کیا کہنا؟ فرعون جیسا ظالم و جابر حاکم پاس کھڑا ڈرا دھمکا رہا ہے اور وہ نڈر اور بے خوف ہو کر اس کی منشا کے خلاف جواب دے رہے ہیں، حجاب کفر دل سے دور ہو گئے ہیں۔ اس وجہ سے سینہ ٹھونک کر مقابلے پر آ گئے ہیں اور مادی طاقتوں سے بالکل مرعوب نہیں ہوئے۔ ان کے دلوں میں یہ بات جم گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ کا دیا ہوا معجزہ ہے، کسب کیا ہوا جادو نہیں۔ اسی وقت حق کو قبول کیا۔ فرعون آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم نے تو مجھے کوئی چیز ہی نہ سمجھا۔ مجھ سے باغی ہو گئے۔ مجھ سے پوچھا بھی نہیں اور موسیٰ کی مان لی؟ یہ کہہ کر پھر اس خیال سے کہ کہیں حاضرین مجلس پر ان کے ہار جانے بلکہ پھر مسلمان ہو جانے کا اثر نہ پڑے۔ اس نے انہیں ذلیل سمجھا۔ ایک بات بنائی اور کہنے لگا کہ ہاں تم سب اس کے شاگرد ہو اور یہ تمہارا استاد ہے تم سب خرد ہو اور یہ تمہارا بزرگ ہے تم سب کو اسی نے جادو سکھایا ہے۔ اس مکابرہ کو دیکھو یہ صرف فرعون کی بے ایمانی اور دغا بازی تھی ورنہ اس سے پہلے نہ جادوگروں نے کلیم اللہ کو دیکھا تھا نہ اللہ کے رسول علیہ السلام ان کی صورت سے آشنا تھے۔ رسول اللہ تو جادو جانتے ہی نہ تھے۔ کسی کو کیا سکھاتے عقلمندی کے خلاف یہ بات کہہ کر پھر دھمکانا شروع کیا اور اپنی ظالمانہ روش پر اتر آیا۔ کہنے لگا میں تمہارے سب کے ہاتھ پاؤں الٹی طرف سے کاٹ دوں گا اور تمہیں ٹنڈے منڈے بنا کر پھر سولی دوں گا کسی ایک کو بھی اس سزا سے نہ چھوڑوں گا۔ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ راجا جی اس میں حرج ہی کیا ہے؟ جو تم سے ہو سکے کر گزرو۔ ہمیں مطلق پرواہ نہیں، ہمیں تو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے،

ہمیں اسی سے صلہ لینا ہے۔ جتنی تکلیف تو ہمیں دے گا اتنا اجر وثواب ہمارا رب ہمیں عطا فرمائے گا۔ حق پر مصیبت سہنا بالکل معمولی بات ہے، جس کا ہمیں مطلق خوف نہیں۔ ہماری تو اب یہی ایک آرزو ہے کہ ہمارا رب ہمارے اگلے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ کرے جو مقابلہ تو نے ہم سے کرایا ہے۔ اس کا وبال ہم پر سے ہٹ جائے اور اس کے لئے ہمارے پاس سوائے اس کے کوئی وسیلہ نہیں کہ ہم سب سے پہلے اللہ والے بن جائیں۔ ایمان میں سبقت کریں، اس جواب پر وہ اور بگڑا اور ان سب کو اس نے قتل کرا دیا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾

ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو نکال لے چل تم سب پیچھا کیا جاؤ گے ○ فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والوں کو بھیج دیا ○ کہ یقیناً یہ گروہ بہت ہی کم تعداد ہے ○ جس پر یہ ہمیں سخت غضب ناک کر رہے ہیں ○ اور یقیناً ہم بڑی جماعت ہیں ان سے خطرہ رکھنے والے ○ بالآخر ہم نے انہیں باغات سے اور چشموں سے۔ خزانوں سے اور اچھے اچھے مقامات سے نکال باہر کیا ○ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا ○

بنی اسرائیل کو لے چلنے کا حکم: موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا بہت سارا زمانہ ان میں گزارا۔ اللہ کی آیتیں ان پر واضح کر دیں۔ لیکن ان کا سر نیچا نہ ہوا اور ان کا تکبر نہ ٹوٹا ان کی بد دماغی میں کوئی فرق نہ آیا۔ تو اب سوا اس کے کوئی چیز باقی نہ رہی کہ ان پر عذاب الٰہی آ جائے اور یہ غارت ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی وحی آئی کہ راتوں رات بنی اسرائیلیوں کو لے کر میرے حکم کے مطابق چل دو۔ بنو اسرائیل نے اس موقع پر قبطیوں سے بہت سے زیور بطور عاریت کے لئے اور چاند چڑھنے کے وقت چپ چاپ چل دیئے مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس رات چاند گہن تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راستے میں دریافت فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ بنو اسرائیل کی ایک بڑھیا نے قبر بتلا دی۔ آپ نے تابوت یوسف اپنے ساتھ اٹھا لیا کہا گیا ہے کہ آپ نے خود ہی اسے اٹھایا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت تھی کہ بنی اسرائیل جب یہاں سے جانے لگیں تو آپ کا تابوت اپنے ہمراہ لیتے جائیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے اس نے آپ کی بڑی خاطر تواضع کی، واپسی پر آپ نے فرمایا "کبھی ہم سے مدینے میں بھی مل لینا" کچھ دنوں بعد اعرابی آپ کے پاس آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ چاہیے؟ اس نے کہا ہاں ایک تو اونٹنی دیجئے مع ہودج کے اور ایک بکری دیجئے جو دودھ دیتی ہو۔ آپ نے فرمایا افسوس تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال نہ کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ واقعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جب حضرت کلیم اللہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو راستہ بھول گئے، ہزار کوشش کے بعد راہ نہ ملتی۔

آپ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا' یہ کیا اندھیر ہے؟ علمائے بنی اسرائیل نے کہا بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آخری وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو بھی یہاں سے اپنے ساتھ لیتے جائیں۔ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم میں کون جانتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تربت کہاں ہے؟ سب نے انکار کر دیا کہ ہم نہیں جانتے ہم میں سے سوائے ایک بڑھیا کے اور کوئی بھی آپ کی قبر سے واقف نہیں آپ نے اس بڑھیا کے پاس آدمی بھیج کر اس سے کہلوایا کہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر دکھا۔ بڑھیا نے کہا ہاں دکھاؤں گی لیکن پہلے اپنے حق لے لوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جنت میں آپ کا ساتھ مجھے میسر ہو۔ آپ پر اس کا یہ سوال بہت بھاری پڑا۔ اسی وقت وحی آئی کہ اس کی بات مان لو اور اس کی شرط منظور کر لو' اب وہ آپ کو ایک جھیل کے پاس لے گئی' جس کے پانی کا رنگ بھی متغیر ہو چکا تھا کہا کہ اس کا پانی نکال ڈالو' جب پانی نکال ڈالا اور زمین نظر آنے لگی تو کہا اب یہاں کھودو۔ کھودنا شروع ہوا تو قبر ظاہر ہو گئی اسے ساتھ رکھ لیا۔ اب جو چلنے لگے تو راستہ صاف نظر آنے لگا اور سیدھی راہ لگ گئے۔ لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے بلکہ زیادہ قریب تو یہ ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی نہیں۔ [1] واللہ اعلم۔ یہ لوگ تو اپنے راستے لگ گئے۔ ادھر فرعون اور فرعونیوں کی صبح کے وقت جو آنکھ کھلتی ہے تو چوکیدار غلام وغیرہ کوئی نہیں۔ سخت پیچ و تاب کھانے لگے اور مارے غصے کے سرخ ہو گئے جب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل رات کو سب کے سب فرار ہو گئے ہیں تو اور بھی سناٹا چھا گیا۔ اسی وقت اپنے لشکر جمع کرنے لگا۔ سب کو جمع کر کے ان سے کہنے لگا۔ کہ یہ بنی اسرائیل کا ایک چھوٹا سا گروہ ہے۔ محض ذلیل' کمین اور قلیل لوگ ہیں ہر وقت ان سے ہمیں کوفت ہوتی رہتی ہے تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔ اور پھر ہر وقت ہمیں ان کی طرف سے دغدغہ ہی لگا رہتا ہے۔ یہ معنی ﴿حَاذِرُوْنَ﴾ کی قرأت پر ہیں سلف کی ایک جماعت نے اسے ﴿حَذِرُوْنَ﴾ بھی پڑھا ہے یعنی ہم ہتھیار بند ہیں' میں ارادہ کر چکا ہوں کہ اب انہیں ان کی سرکشی کا مزہ چکھا دوں۔ ان سب کو ایک ساتھ گھیر گھار کر گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ڈال دوں۔ اللہ کی شان یہی بات اسی پر لوٹ پڑی اور وہ مع اپنی قوم اور لاؤ لشکر کے بیک وقت ہلاک ہوا۔ ((لعنة الله عليه وعلى من تبعه)) جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنی طاقت اور کثرت کے گھمنڈ پر بنی اسرائیل کے تعاقب میں انہیں نیست و نابود کرنے کے ارادہ سے نکل کھڑے ہوئے' اس بہانے ہم نے انہیں ان کے باغات' چشموں' نہروں' خزانوں اور بارونق مکانوں سے خارج کیا اور جہنم واصل کیا۔ وہ اپنے بلند' بالا و شوکت وشان والے محلات' ہرے بھرے باغات جاری نہریں' خزانے' سلطنت' ملک' تخت و تاج' جاہ و مال سب چھوڑ کر بنی اسرائیل کے پیچھے مصر سے نکلے اور ہم نے ان کی یہ تمام چیزیں بنی اسرائیل کو دلوا دیں جو آج تک پست حال تھے ذلیل و نادار تھے۔ چونکہ ہمارا ارادہ ہو چکا تھا کہ ہم ان کمزوروں کو ابھاریں اور ان گرے پڑے لوگوں کو برسر ترقی لائیں اور انہیں پیشوا اور وارث بنا دیں' وہ ارادہ ہم نے پورا کیا۔

---

[1] [موقوف : مسند ابو یعلی (۷۲۵۴) مستدرك حاكم (۲/ ٤٠٤)]

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ ع

پس فرعونی سورج نکلتے نکلتے بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے ○ جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے بس اب تو ہم پکڑ لئے گئے ○ موسیٰ نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا یقین مانو کہ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے جو مجھے ابھی ابھی راہ دیکھا دے گا ○ ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لکڑی مار۔ اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا مثل بڑے سارے پہاڑ کے ہوگیا ○ اور ہم نے اسی جگہ دوسروں کو نزدیک لا کھڑا کر دیا ○ اور موسیٰ کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دے دی ○ پھر اور سب دوسروں کو ڈبو دیا ○ یقیناً اس میں بڑی عبرت ہے' اور ان میں کے اکثر لوگ ایمان والے نہیں ○ اور بے شک تیرا رب بڑا ہی غالب و مہربان ہے ○

فرعون اور آل فرعون کی ہلاکت: فرعون اپنے تمام لاؤ لشکر اور تمام رعایا کو' مصر اور بیرون مصر کے لوگوں کو' اپنے والوں کو اور اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر بڑے طمطراق اور ٹھاٹھ سے بنی اسرائیل کو تہس نہس کرنے کے ارادے سے چلا۔ بعض کہتے ہیں ان کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی تھی۔ ان میں سے ایک لاکھ تو صرف سیاہ رنگ کے گھوڑوں پر سوار تھے لیکن یہ خبر اہل کتاب کی ہے جو تأمل طلب ہے۔ کعب رحمہ اللہ سے تو مروی ہے کہ آٹھ لاکھ ایسے گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہمارا تو خیال ہے کہ یہ سب بنی اسرائیل کی مبالغہ آمیز روایتیں ہیں۔ اتنا تو قرآن سے ثابت ہے کہ فرعون اپنی کل جماعت کو لے کر چلا مگر قرآن نے ان کی تعداد بیان نہیں فرمائی نہ اس کا علم ہمیں کچھ نفع دینے والا ہے۔ طلوع آفتاب کے وقت یہ ان کے پاس پہنچ گیا۔ کافروں نے مومنوں کو اور مومنوں نے کافروں کو دیکھ لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اب بتاؤ کیا کریں؟ پکڑ لئے گئے آگے بحر قلزم ہے' پیچھے فرعون کا ٹڈی دل لشکر ہے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ ظاہر ہے کہ نبی و غیر نبی کا ایمان یکساں نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت ٹھنڈے دل سے جواب دیتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں تمہیں کوئی ایذا نہیں پہنچ سکتی' میں اپنی رائے سے تمہیں لے کر نہیں نکلا بلکہ احکم الحاکمین کے حکم سے تمہیں لے کر چلا ہوں۔ وہ وعدہ خلاف نہیں۔ ان کے اگلے حصے پر ہارون علیہ السلام تھے' انہی کے ساتھ حضرت یوشع بن نون تھے یا آل فرعون کا مومن شخص تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام لشکر کے آخری حصہ پر تھے۔ گھبراہٹ کے مارے اور راہ نہ ملنے کی وجہ سے سارے بنو اسرائیل ہکا بکا ٹھہر گئے اور اضطراب کے ساتھ جناب کلیم اللہ علیہ السلام سے دریافت فرمانے لگے کہ اسی راہ چلنے کا اللہ کا حکم تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اتنی دیر میں تو فرعون کا لشکر سر پر آ پہنچا۔ اسی وقت پروردگار کی وحی آئی کہ اے نبی! اس دریا پر اپنی

لکڑی مارو۔اور پھر میری قدرت کا کرشمہ دیکھو' آپ نے لکڑی ماری' جس کے لگتے ہی بحکم اللہ پانی پھٹ گیا' اس پریشانی کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا مانگی۔ وہ ابن ابی حاتم میں ان الفاظ سے مروی ہے۔ ﴿یَا مَنْ کَانَ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ اَلْمُکَوِّنُ لِکُلِّ شَیْءٍ وَالْکَائِنُ بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ اِجْعَلْ لَّنَا مَخْرَجًا﴾ یہ دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نکلی ہی تھی کہ اللہ کی وحی آئی کہ دریا پر اپنی لکڑی مارو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''اس رات اللہ تعالیٰ نے دریا کی طرف پہلے ہی سے وحی بھیج دی تھی کہ جب میرے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں اور تجھے لکڑی ماریں تو تو ان کی بات سننا اور ماننا پس سمندر میں رات بھر تلاطم رہا اس کی موجیں ادھر ادھر سر ٹکراتی پھریں کہ نہ معلوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کب اور کدھر سے آ جائیں' اور مجھے لکڑی ماردیں' ایسا نہ ہو کہ مجھے خبر نہ لگے اور میں ان کے حکم کی بجا آوری نہ کرسکوں۔ جب بالکل کنارے پہنچ گئے تو آپ کے ساتھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے فرمایا ''اے اللہ کے نبی! اللہ کا آپ کو کیا حکم ہے''؟ آپ نے فرمایا ''یہی کہ میں سمندر پر اپنی لکڑی ماروں''۔ انہوں نے کہا۔ ''پھر کیا دیر ہے''؟ چنانچہ آپ نے لکڑی مار کر فرمایا ''اللہ کے حکم سے تو پھٹ اور مجھے چلنے کا راستہ دے دے''۔ اسی وقت وہ پھٹ گیا' راستے بیچ میں صاف نظر آنے لگے اور اس کے آس پاس پانی بطور پہاڑ کے کھڑا ہوگیا۔ اس میں بارہ راستے نکل آئے' بنو اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ ہی تھے۔ پھر قدرت الٰہی سے ہر دو فریق کے درمیان جو پہاڑ حائل تھا۔ اس میں طاق سے بن گئے تاکہ ہر ایک دوسرے کو سلامت روی سے آتا ہوا دیکھے۔ پانی مثل دیواروں کے ہوگیا اور ہوا کو حکم ہوا اس نے درمیان سے پانی کو اور زمین کو خشک کر کے راستے صاف کردیئے پس اس خشک راستے سے آپ مع اپنی قوم کے بے کھٹکے جانے لگے۔ پھر فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ نے دریا سے قریب کردیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل اور سب کو نجات مل گئی۔ اور باقی سب کافروں کو ہم نے ڈبو دیا' نہ ان میں سے کوئی بچا۔ نہ ان میں سے کوئی ڈوبا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فرعون کو جب بنو اسرائیل کے بھاگ جانے کی خبر ملی تو اس نے ایک بکری ذبح کی اور کہا اس کی کھال اترنے سے پہلے چھ لاکھ کا لشکر جمع ہو جانا چاہئے۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام بھاگم بھاگ دریا کے کنارے جب پہنچ گئے تو دریا سے فرمانے لگے تو پھٹ جا کہیں ہٹ جا اور ہمیں جگہ دے دے اس نے کہا یہ کیا تکبر کی باتیں کررہے ہو؟ کیا میں اس سے پہلے بھی کبھی پھٹا ہوں؟ اور ہٹ کر کسی انسان کو جگہ دی ہے جو تجھے دوں گا؟ آپ کے ساتھ جو بزرگ شخص تھے انہوں نے کہا اے نبی علیہ السلام کیا یہی جگہ اللہ کی بتلائی ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہی انہوں نے کہا پھر نہ تو آپ جھوٹے ہیں نہ آپ سے غلط فرمایا گیا ہے۔ آپ نے دوبارہ یہی کہا لیکن پھر بھی کچھ نہ ہوا۔ اس بزرگ شخص نے دوبارہ بھی یہی سوال جواب کیا۔ اسی وقت وحی اتری کہ سمندر پر اپنی لکڑی مار۔ اب آپ کو خیال آیا اور لکڑی ماری' لکڑی لگتے ہی سمندر نے راستہ دے دیا۔ بارہ راہیں ظاہر ہوگئیں ہر فرقہ اپنے راستے کو پہچان گیا اور اپنی راہ پہ چل دیا اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے بہ اطمینان تمام چل دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل کو لے کر پار نکل گئے اور فرعونی ان کے تعاقب میں سمندر میں آ گئے کہ اللہ کے حکم سے سمندر کا پانی جیسا تھا ویسا ہوگیا اور سب کو ڈبو دیا۔ جب سب سے آخری بنی اسرائیلی نکلا اور سب

سے آخری قبطی سمندر میں آ گیا اسی وقت باری تعالیٰ کے حکم سے سمندر کا پانی ایک ہو گیا اور سارے کے سارے قبطی ایک ایک کر کے ڈبو دیئے گئے۔ اس میں بڑی عبرتناک نشانی ہے کہ کس طرح گنہگار برباد ہوتے ہیں اور نیک کردار شاد ہوتے ہیں لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان جیسی دولت سے محروم ہیں۔ بیشک تیرا رب عزیز و رحیم ہے۔

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۞ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۞ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۞ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۞ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۞ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۞ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۞ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۞ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۞

انہیں ابراہیم کا واقعہ بھی سنا دو○ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟○ انہوں نے جواب دیا کہ بتوں کی، ہم تو برابر ان کے مجاور بنے بیٹھے رہتے ہیں○ آپ نے فرمایا جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں؟○ یا تمہیں نفع یا نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟○ انہوں نے کہا یہ ہم کچھ نہیں جانتے ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا○ آپ نے فرمایا کچھ خبر بھی ہے؟ جنہیں تم پوج رہے ہو○ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا○ وہ سب میرے دشمن ہیں بجز سچے اللہ کے جو تمام جہان کا پالنہار ہے○

ابراہیم علیہ السلام کا ذکر: تمام موحدوں کے باپ، اللہ کے بندے اور رسول اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام افضل التحیۃ والتسلیم کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ واقعہ سنا دیں۔ تاکہ وہ اخلاص توکل اور اللہ واحد کی عبادت اور شرک اور مشرکین سے بیزاری میں آپ علیہ السلام کی اقتدا کریں۔ آپ اوّل دن سے اللہ کی توحید پر قائم تھے اور آخر دن تک اسی توحید پر جمے رہے۔ اپنی قوم سے اور اپنے باپ سے فرمایا کہ یہ بت پرستی کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو پرانے وقت سے ان بتوں کی مجاوری اور عبادت کرتے چلے آتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اس غلطی کو ان پر واضح کر کے ان کی غلط روش بے نقاب کرنے کے لئے ایک بات اور بھی بیان فرمائی کہ تم جو ان سے دعائیں کرتے ہو اور دور نزدیک سے انہیں پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا جس نفع کے حاصل کرنے کے لئے تم انہیں بلاتے ہو وہ نفع تمہیں وہ پہنچا سکتے ہیں؟ یا اگر تم ان کی عبادت چھوڑ دو تو کیا وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اس کا جواب جو قوم کی طرف سے ملا وہ صاف ظاہر ہے کہ ان کے معبود ان کاموں میں سے کسی کام کو نہیں کر سکتے۔ انہوں نے صاف کہا کہ ہم تو اپنے بڑوں کی تقلید کی وجہ سے بت پرستی پر جمے ہوئے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان سے اور ان کے معبودان باطل سے اپنی برأت اور بیزاری کا اعلان کر دیا۔ صاف فرما دیا کہ تم اور تمہارے معبود سے میں بیزار ہوں۔ جن کی تم اور تمہارے باپ دادا پرستش کرتے رہے۔ ان سب سے میں بیزار ہوں وہ سب میرے دشمن ہیں، میں صرف سچے رب العالمین کا پرستار ہوں۔ میں موحد مخلص ہوں۔ جاؤ تم سے اور تمہارے

معبودوں سے جو ہو سکے کرلو۔ حضرت نوح نبی علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا تم اور تمہارے سارے معبود مل کر اگر میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو تو کمی نہ کرو۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا میں تم سے اور تمہارے اللہ کے سوا باقی معبودوں سے بیزار ہوں تم سب اگر مجھے کچھ نقصان پہنچا سکتے ہو تو جاؤ پہنچا لو۔ میرا بھروسہ اپنے رب کی ذات پر ہے تمام جاندار اس کے ماتحت ہیں وہ سیدھی راہ والا ہے اسی طرح خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ ڈر تو تمہیں میرے رب سے رکھنا چاہئے جو سچا اللہ ہے۔ آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مجھ میں تم میں عداوت ہے۔ میں اے باپ تجھ سے اور تیری قوم اور تیرے معبودوں سے بری ہوں۔ صرف اپنے رب سے میری آرزو ہے کہ وہ مجھے راہ راست دکھلائے اسی کو یعنی ﴿لا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ﴾ سے کو انہوں نے کلمہ بنالیا۔

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ
یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ
یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾

جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے ○ وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے ○ اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے ○ اور وہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا ○ اور جس سے مجھے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا ○

ابراہیم علیہ السلام اللہ کی صفات بیان کرتے ہیں: حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اپنے رب کی صفتیں بیان فرماتے ہیں کہ میں تو ان اوصاف والے رب کا ہی عابد ہوں۔ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کروں گا۔ پہلا وصف یہ کہ وہ میرا خالق ہے اسی نے اندازہ مقرر کیا ہے اور وہی مخلوقات کی اس کی طرف رہبری کرتا ہے۔ دوسرا وصف یہ ہے کہ وہ ہادی حقیقی ہے جسے چاہتا ہے اپنی راہ مستقیم پر چلاتا ہے جسے چاہتا ہے اسے غلط راہ پر لگا دیتا ہے۔ تیسرا وصف میرے رب کا یہ ہے کہ وہ رزاق ہے آسمان و زمین کے تمام اسباب اسی نے مہیا کئے ہیں۔ بادلوں کا اٹھانا' پھیلانا' ان سے بارش کا برسانا اس سے زمین کو زندہ کرنا' پھر پیداوار کا اگانا اسی کا کام ہے۔ وہی میٹھا اور پیاس بجھانے والا پانی ہمیں دیتا ہے اور اپنی مخلوق کو بھی غرض کھلانے پلانے والا وہی ہے۔ ساتھ ہی بیماری تندرستی بھی اسی کے ہاتھ ہے لیکن خلیل اللہ علیہ السلام کا کمال ادب دیکھئے کہ بیماری کی نسبت تو اپنی طرف کی اور شفا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ گو بیماری بھی اسی کی قضا و قدر ہے اور اسی کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ یہی لطافت سورۂ فاتحہ کی دعا میں بھی ہے کہ انعام و ہدایت کی اسناد تو اللہ عالم کی طرف کی ہے اور غضب کے فاعل کو حذف کر دیا ہے اور ضلالت بندے کی طرف منسوب کر دی ہے۔ سورۂ جن میں جنات کا قول بھی ملاحظہ ہو جہاں انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والی مخلوق کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب نے

بھلائی کا ارادہ کیا ہے؟ یہاں بھی بھلائی کی نسبت رب کی طرف کی گئی اور برائی کے ارادے میں یہ نسبت ظاہر نہیں کی گئی۔ اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ جب میں بیمار پڑتا ہوں تو میری شفاء پر بجز اس اللہ کے اور کوئی قادر نہیں۔ دوا میں تاثیر پیدا کرنا بھی اسی کے بس کی چیز ہے۔ موت ، حیات پر قادر بھی وہی ہے۔ ابتدا انتہا اسی کے ہاتھ ہے اسی نے پہلی پیدائش کی ہے۔ وہی دوبارہ لوٹائے گا۔ دنیا اور آخرت میں گناہوں کی بخشش پر بھی وہی قادر ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' غفور ورحیم وہی ہے۔

رَبِّ هَبۡ لِىۡ حُكۡمًا وَّاَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ ۙ﴿۸۳﴾ وَاجۡعَلۡ لِّىۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ۙ﴿۸۴﴾ وَاجۡعَلۡنِىۡ مِنۡ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيۡمِ ۙ﴿۸۵﴾ وَاغۡفِرۡ لِاَبِىۡۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيۡنَ ۙ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخۡزِنِىۡ يَوۡمَ يُبۡعَثُوۡنَ ۙ﴿۸۷﴾ يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ ۙ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ؕ﴿۸۹﴾

اے اللہ مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں ملا دے ○ اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ ○ اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے ○ اور میرے باپ کو بخش دے یقیناً وہ گمراہوں میں تھا ○ اور جس دن کہ لوگ دوبارہ جلائے جائیں مجھے رسوانہ کر ○ جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی ○ لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے ○

حکم کا مطالبہ اور باپ کے لیے مغفرت کی دعا: حکم سے مراد علم' عقل' کتاب اللہ اور نبوت۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ مجھے یہ چیزیں عطا فرما کر دنیا اور آخرت میں نیک لوگوں میں شامل رکھ۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے بھی آخری وقت میں دعا مانگی تھی کہ اے اللہ اعلیٰ رفیقوں میں ملا دے تین بار یہی دعا کی۔ [1] ایک حدیث میں حضور ﷺ کی یہ دعا بھی مروی ہے ﴿اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَمِتْنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مُبَدَّلِيْنَ﴾ [2] یعنی اے اللہ! ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور مسلمانی کی حالت میں ہی موت دے اور نیکوں میں ملا دے۔ درآں حالیکہ نہ رسوائی ہو نہ تبدیلی۔ پھر اور دعا کرتے ہیں کہ میرے بعد بھی میرا ذکر خیر لوگوں میں جاری رہے۔ لوگ نیک باتوں میں میری اقتدا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا ذکر پچھلی نسلوں میں باقی رکھا۔ ہر ایک آپ پر سلام بھیجتا ہے اللہ کسی نیک بندے کی نیکی اکارت نہیں

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب مرض النبی ووفاته (٤٤٣٦) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب استحباب رقیة المریض (٢١٩١ـ ٤٦)]

[2] [صحیح : مسند احمد (٣/٤٢٤) مستدرك حاكم (١/٥٠٦) ابو نعیم فی الحلیة (١٠/١٢٧) مجمع الزوائد (١٢٤/٦) نسائی فی السنن الكبری (١٠٤٤٥) طبرانی كبير (٥/٤٧)] امام حاکم ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی ؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [فقه السيرة (ص : ٢٦٠) صحيح الادب المفرد (٥٤١)]

کرتا۔ایک جہاں ہے جن کی زبانیں آپ کی تعریف وتوصیف سے تر ہیں۔دنیا میں بھی اللہ نے انہیں اونچائی اور بھلائی دی۔عموماً ہر مذہب وملت کے لوگ خلیل اللہ علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔اور دعا کرتے ہیں کہ میرا یہ ذکر جمیل جہاں دنیا میں باقی رہے آخرت میں بھی میں جنتی بنایا جاؤں۔اور اے اللہ میرے گمراہ باپ کو بھی معاف فرما۔لیکن اپنے کافر باپ کے لئے یہ استغفار کرنا ایک وعدے پر تھا جب آپ پر اس کا دشمنِ الٰہ ہونا کھل گیا کہ وہ کفر پر ہی مرا تو آپ کے دل سے اس کی عزت ومحبت جاتی رہی اور استغفار کرنا بھی ترک کر دیا۔ابرہیم علیہ السلام بڑے صاف دل اور بردبار تھے۔ہمیں بھی جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روش پر چلنے کا حکم ملا ہے وہیں یہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ اس بات میں ان کی پیروی نہ کرنا۔پھر دعا کرتے ہیں کہ مجھے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچالینا۔جب کہ تمام اگلی پچھلی مخلوق زندہ ہوکر ایک میدان میں کھڑی ہوگی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد سے ملاقات ہوگی۔آپ دیکھیں گے کہ اس کا منہ ذلت سے اور گرد وغبار سے آلودہ ہو رہا ہے۔[1] اور روایت میں ہے کہ اس وقت آپ جناب باری تعالیٰ میں عرض کریں گے کہ پروردگار تیرا مجھ سے قول ہے کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرے گا۔اللہ فرمائے گا سن لے جنت تو کافر پر قطعاً حرام ہے۔[2] اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو اس حالت میں دیکھ کر فرمائیں گے کہ دیکھ میں تجھے نہیں کہہ رہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کر، باپ جواب دے گا کہ اچھا اب نہ کروں گا۔آپ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے کہ پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اس دن مجھے رسوا نہ فرمائے گا۔اب اس سے بڑھ کر اور رسوائی کیا ہوگی؟ کہ میرا باپ اس طرح رحمت سے دور ہے۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے خلیل علیہ السلام میں نے تو جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔پھر فرمائے گا ابراہیم دیکھ تیرے پیروں تلے کیا ہے؟ آپ دیکھیں گئے کہ ایک بدصورت بجو کیچڑ پانی میں لتھڑا کھڑا ہے جس کے پاؤں پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا[3] حقیقتاً یہی ان کے والد ہوں گے جو اس صورت میں کر دیئے گئے اور اپنی مقررہ جگہ پہنچادیئے گئے۔اس دن انسان اگر اپنا فدیہ مال سے ادا کرنا چاہے گو دنیا بھر کے خزانے دے دے لیکن بے سود ہے نہ اس دن اولاد فائدہ دے گی۔تمام اہل زمین کو اپنے بدلے میں دینا چاہے پھر بھی لاحاصل۔اس دن نفع دینے والی چیز ایمان اخلاص اور شرک اور اہل شرک سے بیزاری ہے۔جس کا دل صالح ہو یعنی شرک وکفر کے میل کچیل سے صاف ہو اللہ کو سچا جانتا ہو قیامت کو یقینی مانتا ہو دوبارہ کے جی اٹھنے پر ایمان رکھتا ہو اللہ کی توحید کا قائل اور عامل ہو۔نفاق وغیرہ سے دل مریض نہ ہو۔بلکہ ایمان واخلاص اور نیک عقیدے سے دل صحیح اور تندرست ہو۔بدعتوں سے نفرت رکھتا ہو اور سنت سے اطمینان اور الفت رکھتا ہو۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : كتاب التفسير : باب ولا تخزني يوم يبعثون (٤٧٦٨)]

[2] [ایضا]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : كتاب احاديث الانبياء : باب قول الله واتخذ الله ابراهيم خليلا (٣٣٥٠)]

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَ الْغٰوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَ جُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَ هُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَ مَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ لَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع

پرہیزگاروں کے لئے جنت بالکل نزدیک لادی جائے گی ○ اور گمراہ لوگوں کے لئے جہنم ظاہر کردی جائے گی ○ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ جن کی تم پوجا کرتے رہے وہ کہاں ہیں؟ ○ جو اللہ کے سوا تھے کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں؟ یا کوئی بدلہ لے سکتے ہیں؟ ○ اب تو وہ سب اور کل گمراہ لوگ جہنم میں اوپر تلے ڈال دیئے جائیں گے ○ اور ابلیس کے تمام کے تمام لشکر بھی ○ وہاں آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے کہیں گے ○ کہ قسم اللہ کی یقیناً ہم تو کھلی غلطی پر تھے ○ جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے ○ اور ہمیں تو سوا ان بدکاروں کے کسی اور نے گمراہ نہیں کیا تھا ○ اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں ○ اور نہ کوئی سچا غم خوار دوست ○ اگر کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر جانا ملتا تو ہم تو پکے سچے مومن بن جاتے ○ یہ ماجرا یقیناً ایک زبردست نشاں ہے ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ○ یقیناً تیرا پروردگار ہی غالب مہربان ہے ○

نیکوں کے لیے جنت اور بروں کے لیے جہنم: جن لوگوں نے نیکیاں کی تھیں' برائیوں سے بچے تھے' جنت اس دن ان کے پاس ہی' ان کے سامنے ہی زیب و زینت کے ساتھ موجود ہوگی۔ اور سرکشوں کے لئے اسی طرح جہنم ظاہر ہو گی اس میں سے ایک گردن نکل کھڑی ہوگی جو گنہگاروں کی طرف غضبناک تیوروں سے نظر ڈالے گی اور اس طرح شور مچائے گی کہ دل اڑ جائیں گے اور مشرکوں سے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرمایا جائے گا کہ تمہارے معبودان باطل جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے تھے کہاں ہیں؟۔ کیا وہ تمہاری کچھ مدد کرتے ہیں؟ یا خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ عابد و معبود سب دوزخ میں الٹے لٹک رہے ہیں اور جل بھن رہے ہیں۔ تابع و متبوع سب اوپر تلے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ ساتھ ہی ابلیس کے کل لشکری بھی اول سے لے کر آخر تک۔ وہاں سفلے لوگ بڑے لوگوں سے جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے زندگی بھر تمہاری مانی۔ آج تم ہمیں عذابوں سے کیوں نہیں چھڑاتے؟۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم ہی بالکل گمراہ تھے' راہ سے دور ہو گئے تھے کہ تمہارے احکام کو اللہ کے احکام کے مثل سمجھ بیٹھے تھے اور رب العالمین کے ساتھ ہی تمہاری بھی عبادت کرتے رہے گویا تمہیں رب کے برابر سمجھے ہوئے تھے۔ افسوس ہمیں اس غلط اور خطرناک راہ پر مجرموں نے لگائے رکھا۔ اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں رہا۔ آپس میں پوچھیں گے کہ کیا کوئی ہمارا شفیع ہے جو ہماری شفاعت کرے؟ یا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم دوبارہ دنیا کی طرف لوٹائے جائیں اور وہاں جا کر اب تک کے کئے ہوئے اعمال کے خلاف عمل کریں؟ جہاں ہمارا کوئی سفارشی ہمیں نظر نہیں آتا وہاں کوئی قریبی سچا

دوست بھی نہیں دکھائی دیتا کہ وہی ہماری ہمدردی وغم خواری کرے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر کسی صالح شخص سے ہماری دوستی ہوتی تو وہ آج ضرور ہمیں نفع دیتا اور اگر کوئی ہمارا دلی محبّ ہوتا تو وہ ضرور ہماری شفاعت کے لئے آگے بڑھتا اور اگر ہمیں پھر سے دنیا میں جانا ملتا تو ہم آپ اپنے ان بداعمال کا تدارک کر لیتے اپنے رب کی ہی مانتے اور اسی کی عبادتیں کرتے۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ یہ بدبخت ازلی اگر دوبارہ بھی دنیا میں لائے جائیں تو وہی بداعمالیاں پھر سے شروع کر دیں۔ سورۂ ص میں بھی ان دوزخیوں کے جھگڑے کا بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کا یہ جھگڑا یقیناً ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو کچھ فرمایا اور جو دلیلیں انہیں دیں اور ان پر توحید کی وضاحت کی اس میں یقیناً اللہ کی الوہیت پر اور اس کی یکتائی پر صاف برہان موجود ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تیرا پالنہار پروردگار پورے غلبے اور قوت والا ساتھ ہی بخشش و رحم والا ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾

قوم نوح نے بھی نبیوں کو جھٹلایا ○ جب کہ ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کہ کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں ہے؟ ○ سنو میں تمہاری طرف اللہ کا امانت دار رسول ہوں ○ پس تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے اور میری بات ماننی چاہئے ○ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا' میرا بدلہ تو صرف رب العالمین کے ہاں ہے ○ پس تم اللہ کا خوف رکھو اور میری فرمانبرداری کرو ○

قوم نوح نے بت پرستی کا آغاز کیا: زمین پر سب سے پہلے جب بت پرستی شروع ہوئی اور لوگ شیطانی راہوں پر چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولوالعزم رسولوں کے سلسلے کو حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کیا۔ جنہوں نے آ کر لوگوں کو اللہ کے عذابوں سے ڈرایا اور اس کی سزاؤں سے انہیں آگاہ کیا لیکن وہ اپنے ناپاک کرتوتوں سے باز نہ آئے' غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑی بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھوٹا کہا' ان کے دشمن بن گئے اور ایذارسانی کے درپے ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا جھٹلانا گویا تمام پیغمبروں سے انکار کرنا تھا' اس لئے آیت میں فرمایا گیا کہ قوم نوح نے نبیوں کو جھٹلایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پہلے تو انہیں اللہ کا خوف کرنے کی نصیحت کی کہ تم جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو اللہ کے عذاب کا تمہیں ڈر نہیں؟ اس طرح توحید کی تعلیم کے بعد اپنی رسالت کی تلقین کی اور فرمایا میں تمہاری طرف اللہ کا رسول علیہ السلام بن کر آیا ہوں اور میں امانت دار بھی ہوں۔ اس کا پیغام ہو بہو وہی ہے جو تمہیں سنا رہا ہوں۔ پس تمہیں اپنے دلوں کو اللہ کے ڈر سے پر رکھنا چاہئے اور میری تمام باتوں کو بلا چون و چرا مان لینا چاہئے۔ اور سنو میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا مقصد اس سے صرف یہی ہے کہ میرا رب مجھے اس کا بدلہ اور ثواب عطا فرمائے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ میری سچائی میری خیر خواہی تم پر خوب روشن ہے۔ ساتھ ہی میری دیانت داری بھی تم پر واضح ہے۔

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿١١٥﴾

قوم نے جواب دیا کہ کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں؟ تیری تابعداری تو سفلے لوگوں نے کی ہے ○ آپ نے فرمایا مجھے کیا خبر کہ وہ پہلے کیا کرتے رہے؟ ○ انکا حساب تو صرف میرے رب کے ذمے ہے اگر تمہیں شعور ہو تو ○ میں ایمانداروں کو دھکے دینے والا نہیں ○ میں تو صاف طور پر ڈرا دینے والا ہوں ○

ابتدائی طور پر ہدایت قبول کرنے والے کمزور لوگ: قوم نوح نے اللہ کے رسول کو جواب دیا کہ چند سفلے اور جھوٹے لوگوں نے تیری بات مانی ہے۔ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ان رذیلوں کا ساتھ دیں اور تیری مان لیں۔ اس کے جواب میں اللہ کے رسول نے جواب دیا یہ میرا فرض نہیں کہ کوئی حق قبول کرنے آئے تو میں اس سے اس کی قوم اور پیشہ دریافت کرتا پھروں۔ اندرونی حالات پر اطلاع رکھنا' حساب لینا اللہ کا کام ہے۔ افسوس تمہیں اتنی سمجھ بھی نہیں۔ تمہاری اس چاہت کو پورا کرنا میرے اختیار سے باہر ہے کہ میں ان مسکینوں سے اپنی محفل خالی کرالوں۔ میں تو اللہ کی طرف سے ایک آگاہ کر دینے والا ہوں جو بھی مانے وہ میرا اور جو نہ مانے وہ خود ذمہ دار۔ شریف ہو یا رذیل ہو' امیر ہو یا غریب ہو جو میری مانے میرا ہے اور میں اسکا ہوں۔

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿١٢٢﴾

انہوں نے کہا کہ اے نوح اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تجھے سنگسار کر دیا جائے گا ○ آپ نے کہا اے میرے پروردگار میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ○ پس تو مجھ میں اور ان میں کوئی قطعی فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے باایمان ساتھیوں کو نجات دے ○ چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کھچا کھچ بھری ہوئی کشتی میں سوار کرا کر نجات دے دی ○ بعد ازاں باقی لوگوں کو ہم نے ڈبو دیا ○ یقیناً اس میں بہت بڑی عبرت ہے' ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے تھے بھی نہیں ○ اور بے شک تیرا پروردگار البتہ وہی ہے زبردست رحم والا ○

اہل ایمان کو نجات اور اہل کفر کی ہلاکت: لمبی مدت تک جناب نوح علیہ السلام ان میں رہے دن رات' چھپے کھلے انہیں اللہ کی راہ کی دعوت دیتے رہے لیکن جوں جوں آپ علیہ السلام اپنی نیکی میں بڑھتے گئے وہ اپنی بدی میں زیادہ ہوتے گئے۔ بالآخر زور باندھتے باندھتے صاف کہہ دیا کہ اگر اب ہمیں اپنے دین کی دعوت دی تو ہم تجھ پر پتھراؤ کر کے

تیری جان لے لیں گے۔ آپ کے ہاتھ بھی جناب باری میں اٹھ گئے قوم کی تکذیب کی شکایت آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ اور آپ نے فتح کی دعا کی فرمایا کہ اے اللہ! میں مغلوب اور عاجز ہوں میری مدد کر میرے ساتھ میرے ساتھیوں کو بھی بچا لے۔ پس جناب باری عزوجل نے آپ کی دعا قبول کی۔ انسانوں جانوروں اور سامان اسباب سے کھچا کھچ بھری ہوئی کشتی میں سوار ہو جانے کا حکم دے دیا۔ یقیناً یہ واقعہ بھی عبرت آموز ہے لیکن اکثر لوگ بے یقین ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ رب بڑے غلبے والا ہے لیکن وہ مہربان بھی بہت ہے۔

كَذَّبَتْ عَادُ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا ٱللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٢٦﴾ وَمَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ ءَايَةً تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿١٢٩﴾ وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا ٱللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٣١﴾ وَٱتَّقُوا ٱلَّذِيٓ أَمَدَّكُم بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمَدَّكُم بِأَنْعَٰمٍ وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٣٤﴾ إِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾

عادیوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا○ جب کہ ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کہ کیا تمہیں ڈر نہیں؟○ میں تمہارا امانت دار معتبر پیغمبر ہوں○ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو○ میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا ثواب تو تمام جہان کے پروردگار کے پاس ہی ہے○ کیا تم ایک ایک ٹیلے پر بے فائدہ بطور کھیل تماشے کے نشانات لگا رہے ہو○ اور بڑی صنعت والے مضبوط محل تعمیر کر رہے ہو گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے○ اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سختی اور ظلم سے پکڑتے ہو○ اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو○ اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری امداد کی جنہیں تم جانتے ہو○ اس نے تمہاری مدد کی مال سے اولاد سے○ باغات سے اور چشموں سے○ مجھے تو تمہاری نسبت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے○

قوم عاد کا ذکر: حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے عادیوں کو جو احقاف کے رہنے والے تھے اللہ کی طرف بلایا۔ احقاف ملک یمن میں حضرموت کے پاس ریتلی پہاڑیوں کے قریب ہے ان کا زمانہ نوح علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ سورۂ اعراف میں بھی ان کا ذکر گزر چکا ہے کہ انہیں قوم نوح کا جانشین بنایا گیا اور انہیں بہت کچھ کشادگی اور وسعت دی گئی۔ ڈیل ڈول دیا' بڑی قوت طاقت دی' پورے مال' اولاد' کھیت' باغات' پھل اور اناج دیا۔ بکثرت دولت اور زر' بہت سی نہریں اور چشمے جابجا دیئے۔ الغرض ہر طرح کی آسائش اور آسانی مہیا کی لیکن رب کی تمام نعمتوں کی ناقدری کرنے والے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والوں نے اپنے نبی کو جھٹلایا۔ یہ انہیں میں سے تھے۔ نبی نے انہیں سمجھایا' بجھایا' ڈرایا' دھمکایا' اپنا رسول ہونا ظاہر فرمایا۔ اپنی اطاعت اور اللہ کی عبادت و وحدانیت کی دعوت دی جیسے کہ نوح علیہ السلام نے دی تھی۔ اپنا بے لاگ ہونا' طالب دنیا نہ ہونا بیان فرمایا۔ اپنے خلوص کا بھی ذکر کیا۔ یہ جو فخر وریا کے طور پر اپنے مال برباد کرتے تھے اور اونچے اونچے مشہور ٹیلوں پر اپنی قوت کے

اور مال کے اظہار کے لئے بلند و بالا علامتیں بناتے تھے۔ اس فعل عبث سے انہیں ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے روکا کیونکہ اس میں بے کار دولت کا کھونا وقت کا برباد کرنا اور مشقت اٹھانا ہے جس سے دین کا کوئی فائدہ نہ مقصود ہوتا ہے نہ متصور۔ بڑے بڑے پختہ اور بلند برج اور مینار بناتے تھے جس کے بارے میں ان کے نبی نے نصیحت کی کہ کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ یہیں ہمیشہ رہو گے۔ محبتِ دنیا نے تمہیں آخرت بھلا دی ہے لیکن یاد رکھو تمہاری یہ چاہت بے سود ہے۔ دنیا زائل ہونے والی ہے تم خود فنا ہونے والے ہو۔ ایک قرأت میں ﴿كَأَنَّكُمْ خَالِدُونَ﴾ ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے دمشق کے رہنے والو سنو! لوگ سب جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم کھا نہیں سکتے۔ تم نے وہ مکانات بنانے شروع کر دیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کر دیں جو پوری ہونی محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے تم سے اگلے لوگوں نے بھی جمع جتھا کر کے سنبھال کر رکھا تھا۔ بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کئے تھے، بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکے میں رہ گئے، ان کی پونجی برباد ہو گئی، ان کے مکانات اور بستیاں اجڑ گئیں۔ عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک ان کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ ہے کوئی ایسا بے وقوف کہ قوم عاد کی میراث کو دو درہموں کے بدلے بھی خریدے۔ ان کے مال و مکانات کا بیان فرما کر ان کی قوت و طاقت کا بیان فرمایا کہ بڑے سرکش، متکبر اور سخت لوگ تھے۔ نبی علیہ السلام نے انہیں اللہ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا کہ عبادت رب کی کرو، اطاعت اس کے رسول کی کرو۔ پھر وہ نعمتیں یاد دلائیں جو اللہ نے ان پر انعام کی تھیں جنہیں وہ خود جانتے تھے۔ مثلاً چوپائے جانور اور اولاد۔ باغات اور دریا پھر اپنا اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر تم نے میری تکذیب کی اور میری مخالفت پر جمے رہے تو تم پر عذابِ الٰہی برس پڑے گا، لالچ اور ڈر دونوں دکھائے لیکن بے سود رہے۔

قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوَاعِظِينَ ﴿١٣٦﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٤٠﴾

انہوں نے کہا کہ آپ وعظ کہیں یا وعظ کہنے والوں میں نہ ہوں ہم پر یکساں ہے ○ یہ تو پرانے لوگوں کا دین ہے ○ ہم ہرگز آفت زدہ نہیں ہونے کے ○ چونکہ عادیوں نے حضرت ہود کو جھٹلا دیا اس لئے ہم نے انہیں تباہ کر دیا۔ یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں کے اکثر بے ایمان تھے ○ بے شک تیرا رب وہی ہے غالب مہربان ○

پیغمبر کی نہ مانی تو عذاب کا شکار: حضرت ہود علیہ السلام کے موثر بیانات نے اور آپ کے رغبت اور ڈر بھرے خطبوں

نے قوم پر کوئی اثر نہیں کیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ آپ ہمیں وعظ سنائیں یا نہ نصیحت کریں یا نہ کریں ہم تو اپنی روش کو چھوڑ نہیں سکتے۔ ہم آپ کی بات مان کر اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں یہ یقیناً محال ہے۔ ہمارے ایمان سے آپ مایوس ہو جائیں ہم آپ کی نہیں ماننے کے۔ فی الواقع کافروں کا یہی حال ہے۔ کہ انہیں سمجھانا بے سود رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزماں ﷺ سے بھی یہی فرمایا کہ ان ازلی کفار پر آپ کی نصیحت مطلق اثر نہیں کرے گی یہ نصیحت کرنے اور ہوشیار کر دینے کے بعد بھی ویسے ہی رہیں گے جیسے پہلے تھے۔ یہ تو قدرتی طور پر ایمان سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ جن پر تیرے رب کی بات صادق آنے والی ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے والا۔ ''خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ'' کی دوسری قراءت ''خَلْقُ الْاَوَّلِيْنَ'' بھی ہے یعنی جو باتیں تو ہمیں کہتا ہے یہ تو اگلوں کی کہی ہوئی ہیں جیسے قریشیوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو صبح شام تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔ یہ ایک بہتان ہے جسے تو نے گھڑ لیا ہے اور کچھ لوگ اپنے طرفدار کر لئے ہیں۔ مشہور قراءت کی بنا پر معنی یہ ہوئے کہ جس پر ہم ہیں وہی ہمارے پرانے باپ دادوں کا مذہب ہے، ہم تو انہیں کی راہ پر چلیں گے اور اسی روش پر رہیں گے، جئیں گے، پھر مر جائیں گے جیسے وہ مر گئے۔ یہ محض لاف ہے کہ پھر ہم اللہ کے ہاں زندہ کئے جائیں گے۔ یہ بھی غلط ہے کہ ہمیں عذاب کیا جائے گا۔ آخرش ان کی تکذیب اور مخالفت کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ سخت تیز و تند آندھی ان پر بھیجی گئی اور یہ برباد کر دیئے گئے۔ یہی عاد اولیٰ تھے جنہیں ارم ذات العماد بھی کہا گیا ہے۔ یہ ارم سام بن نوح علیہ السلام کی نسل میں سے تھے۔ عمد میں یہ رہتے تھے ارم حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے کا نام ہے نہ کہ کسی شہر کا۔ گو بعض لوگوں سے یہ بھی مروی ہے لیکن اس کے قائل بنی اسرائیل ہیں۔ ان سے سن سنا کر اوروں نے بھی یہ کہہ دیا حقیقت میں اس کی کوئی مضبوط دلیل نہیں۔ اسی لئے قرآن نے ارم کا ذکر کرتے ہی فرمایا ہے کہ ﴿لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ [1] ان جیسا اور کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔ اگر اس سے مراد شہر ارم ہوتا تو یوں فرمایا جاتا کہ اس جیسا اور کوئی شہر بنایا نہیں گیا۔ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ [2] الخ عادیوں نے زمین میں تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے بڑھ کر قوت والا کون ہے؟ کیا وہ اسے بھی بھول گئے کہ ''ان کا پیدا کرنے والا ان سے زیادہ قوی ہے۔ دراصل انہیں ہماری آیتوں سے انکار تھا یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان پر صرف بیل کے نتھنے کے برابر ہوا چھوڑی گئی تھی جس نے ان کے شہروں کا، ان کے مکانات کا نام و نشان مٹا دیا جہاں سے گزر گئی صفایا کر دیا۔ شائیں شائیں کرتی تمام چیزوں کا ستیاناس کرتی چلی تھی۔ تمام قوم کے سر الگ ہو گئے اور دھڑ الگ ہو گئے۔ عذاب الٰہی کو ہوا کی صورت میں آتا دیکھ کر قلعوں، محلات میں محفوظ مکانات میں گھس گئے تھے۔ زمین میں گڑھے کھود کھود کر آدھے آدھے جسم ان میں ڈال کر محفوظ ہوئے تھے۔ لیکن بھلا عذاب الٰہی کو کوئی چیز روک سکتی ہے؟ وہ ایک منٹ کے لئے بھی کسی کو مہلت اور دم لینے دیتا ہے؟ سب چٹ پٹ کر دیئے گئے اور اس واقعہ کو بعد میں آنے والوں کے لئے نشان عبرت

---

[1] [سورة الفجر: آيت ٨]
[2] [سورة فصلت: آيت ١٥]

بنا دیا گیا۔ ان میں سے پھر بھی اکثر لوگ بے ایمان ہی رہے۔ اللہ کا غلبہ اور رحم دونوں مسلم تھے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

ثمودیوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا ○ ان کے بھائی صالح نے ان سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ ○ میں تمہاری طرف اللہ کا امانتدار پیغمبر ہوں ○ تم تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ○ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میری اجرت تو بس پروردگار عالم پر ہی ہے ○

قوم ثمود کا ذکر: اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ آپ اپنی قوم ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے یہ لوگ عرب تھے۔ حجر نامی شہر میں رہتے تھے جو وادی القری اور ملک شام کے درمیان ہے۔ یہ عادیوں کے بعد اور ابراہیمیوں سے پہلے تھے۔ شام کی طرف جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جگہ سے گزرنے کا بیان سورۂ اعراف کی تفسیر میں پہلے گزر چکا ہے۔ انہیں ان کے نبی نے اللہ کی طرف بلایا کہ یہ اللہ کی توحید کو مانیں اور حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کریں لیکن انہوں نے انکار کیا اور اپنے کفر پر ہی جمے رہے اللہ کے پیغمبر کو جھوٹا کہا۔ باوجود اللہ سے ڈرتے رہنے کی نصیحت سننے کے پرہیزگاری اختیار نہ کی۔ باوجود رسول امین کی موجودگی کے راہ ہدایت اختیار نہ کی حالانکہ نبی کا صاف اعلان تھا کہ میں اپنا کوئی بوجھ تم پر نہیں ڈال رہا۔ میں تو اس رسالت کی تبلیغ کے اجر کا صرف اللہ تعالیٰ سے خواہاں ہوں۔ اس کے بعد اللہ کی نعمتیں انہیں یاد دلائیں۔

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

کیا ان چیزوں میں جو یہاں ہیں تم امن کے ساتھ چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ ○ یعنی ان باغوں اور ان چشموں ○ اور ان کھیتوں اور ان کھجوروں کے باغوں میں جن کے شگوفے بوجھ کے مارے ٹوٹ پڑتے ہیں ○ اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر پر تکلف مکانات بنا رہے ہو ○ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ بے باک حد سے گزر جانے والوں کی اطاعت سے باز آ جاؤ ○ جو ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ○

قوم کو نصیحت: حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم میں وعظ فرما رہے ہیں، انہیں اللہ کی نعمتیں یاد دلا رہے ہیں اور اس کے عذابوں سے متنبہ فرما رہے ہیں کہ وہ اللہ جو تمہیں یہ کشادہ روزیاں دے رہا ہے، جس نے تمہارے لئے باغات اور چشمے کھیتیاں اور پھل پھول مہیا فرما دیئے ہیں، امن چین سے تمہاری زندگی کے ایام پورے کر رہا

ہے۔تم اس کی نافرمانیاں کر کے انہی نعمتوں میں اور اسی امن وامان میں نہیں چھوڑے جاسکتے۔ان باغات اور ان دریاؤں میں، ان کھیتوں، ان کھجورں کے باغات میں جن کے خوشے کھجوروں کی زیادتی کے مارے بوجھل ہورہے ہیں اور جھکے پڑتے ہیں جن میں تہہ بہ تہہ تر کھجوریں بھرپور لگ رہی ہیں جو نرم، خوش نما، میٹھی اور خوش ذائقہ کھجوروں سے لدے ہوئے ہیں تم اللہ کی نافرمانیاں کر کے ان کو بہ آرام ہضم نہیں کر سکتے۔اللہ نے تمہیں اس وقت جن مضبوط اور پرتکلف بلند اور عمدہ گھروں میں رکھ چھوڑا ہے اللہ کی توحید اور میری رسالت سے انکار کے بعد یہ بھی قائم نہیں رہ سکتے۔افسوس تم اللہ کی نعمت کی قدر نہیں کرتے، اپنا وقت، اپنا روپیہ بے جا برباد کر کے یہ نقش ونگار والے مکانات، پہاڑوں میں یہ تصنع وتکلف صرف بڑائی اور ریاکاری کیلئے اپنی عظمت اور قوت کے مظاہرے کیلئے تراش رہے ہو جس میں کوئی نفع نہیں بلکہ اس کا وبال تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔پس تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے اور میری اتباع کرنی چاہئے۔اپنے خالق، رازق، منعم، محسن کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری اور اس کی توحید کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جانا چاہئے۔جس کا نفع تمہیں دنیا اور آخرت میں ملے تمہیں اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔اس کی تسبیح وتہلیل کرنی چاہئے، صبح شام اس کی عبادت کرنی چاہئے۔تمہیں اپنے ان موجودہ سرداروں کی ہرگز نہ ماننی چاہئے، یہ تو حدود اللہ سے تجاوز کر گئے ہیں، توحید کو، اتباع کو بھلا بیٹھے ہیں۔زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں، نافرمانی، گناہ، فسق وفجور پر خود لگے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی کی طرف بلا رہے ہیں اور حق کی موافقت اور اتباع کر کے اصلاح کی کوشش نہیں کرتے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ ع ۸

وہ بولے پس بجز اس کے نہیں کہ تو تو ان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جائے ○ تو تو ہم جیسا ہی انسان ہے، اگر تو سچوں سے ہے تو کوئی معجزہ لے آ ○ آپ نے فرمایا یہ ہے اونٹنی پانی پینے کی ایک باری اس کی اور ایک مقرر دن باری پانی پینے کی تمہاری ○ خبردار اسے برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک بڑے بھاری دن کا عذاب تمہاری گرفت کر لے گا ○ پھر بھی انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں پھر تو پشیمان ہو گئے ○ اور عذاب نے انہیں آدبوچا بے شک اس میں عبرت ہے، اور ان میں کے اکثر لوگ مومن نہ تھے ○ اور بے شک تیرا رب بڑا زبردست اور مہربان ہے ○

معجزے کا مطالبہ اور معجزہ دیکھ کر بھی انکار پر عذاب: ثمودیوں نے اپنے نبی علیہ السلام کو جواب دیا کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے گویا معنی یہ بھی لئے گئے ہیں کہ تو مخلوق میں سے ہے اور اس کی دلیل میں عربی کا ایک شعر بھی پیش کیا جاتا ہے لیکن ظاہر معنی پہلے ہی ہیں۔اسی کے ساتھ انہوں نے کہا تو تو ہم جیسا ایک انسان ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم

میں سے تو کسی پر وحی نہ آئے اور تجھ پر آ جائے۔ کچھ نہیں یہ صرف بناوٹ ہے' ایک خود ساختہ ڈرامہ ہے' محض جھوٹ اور صاف طوفان ہے۔ اچھا ہم کہتے ہیں اگر تو واقعی سچا نبی ہے تو کوئی معجزہ دکھا اس وقت ان کے چھوٹے بڑے سب جمع تھے اور یک زبان ہو کر سب نے معجزہ طلب کیا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ سامنے جو پتھر کی بڑی ساری چٹان ہے یہ ہمارے دیکھتے ہوئے پھٹے اور اس میں سے ایک گابھن اونٹنی اس اس رنگ کی اور ایسی ایسی نکلے۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر میں رب کے حضور دعا کروں اور وہ یہی معجزہ میرے ہاتھوں تمہیں دکھا دے پھر تو تمہیں میری نبوت کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا؟ سب نے پختہ وعدہ کیا قول و قرار کیا کہ ہم سب ایمان لائیں گے اور آپ کی نبوت مان لیں گے' آپ بہت جلد یہ معجزہ دکھائیں۔ آپ نے اسی وقت نماز شروع کر دی پھر اللہ عزوجل سے دعا کی اسی وقت وہ پتھر پھٹا اور اسی طرح کی ایک اونٹنی ان کے دیکھتے ہوئے اس میں سے نکلی۔ کچھ لوگ تو حسب اقرار مومن ہو گئے لیکن اکثر لوگ پھر بھی کافر کے کافر رہے۔

آپ نے فرمایا اب سنو ایک دن یہ پانی پئے گی اور ایک دن پانی کی باری تمہاری مقرر رہے گی۔ اب تم میں سے کوئی اسے برائی نہ پہنچائے ورنہ بدترین عذاب تم پر اتر پڑے گا۔ ایک عرصے تک تو وہ رکے رہے۔ اونٹنی ان میں رہی' چارہ چگتی اور اپنی باری والے دن پانی پیتی۔ اس دن یہ لوگ اس کے دودھ سے ہی سیر ہو جاتے۔ لیکن ایک مدت کے بعد ان کی بدبختی نے انہیں آ گھیرا۔ ان میں سے ایک بڑے ملعون نے اونٹنی کو مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا اور کل اہل شہر اس کے موافق ہو گئے چنانچہ اس کی کوچیں کاٹ کر اسے مار ڈالا۔ جس کے نتیجے میں انہیں سخت ندامت اور پشیمانی اٹھانی پڑی اللہ کے عذاب نے انہیں اچانک آ دبوچا۔ ان کی زمینیں ہلا دی گئیں اور ایک چیخ سے سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے۔ دل اڑ گئے کلیجے پاش پاش ہو گئے اور وہم و گمان بھی جس چیز کا نہ تھا وہ آن پڑا۔ اول تا آخر سب غارت ہو گئے اور دنیا جہاں کے لئے یہ خوفناک واقعہ عبرت افزا ہو گیا۔ اتنی بڑی نشانی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی ان میں سے اکثر لوگوں کو ایمان لانا نصیب نہ ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ غالب ہے اور وہ رحیم بھی ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾

قوم لوط نے بھی نبیوں کو جھٹلایا ○ ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا تم خوف الٰہی نہیں رکھتے ؟ ○ میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں ○ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے جو تمام جہان کا رب ہے ○

قوم لوط کا ذکر: اب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بیان فرما رہا ہے۔ ان کا نام لوط بن ہاران بن آزر تھا۔ یہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات میں

بہت بڑی امت کی طرف بھیجا تھا۔ یہ لوگ سدوم اوراس کے پاس بستے تھے۔ بالآخر یہ بھی اللہ کے عذابوں میں پکڑے گئے سب کے سب ہلاک ہوئے اوران بستیوں کی جگہ ایک جھیل سڑے ہوئے گندے کھاری پانی کی باقی رہ گئی۔ یہ اب تک بھی بلاد غور میں مشہور ہے جو کہ بیت المقدس اور کرک وشوبک کے درمیان ہے۔ ان لوگوں نے بھی رسول اللہ علیہ السلام کی تکذیب کی۔ آپ نے انہیں اللہ کی معصیت چھوڑنے اور اپنی تابعداری کرنے کی ہدایت کی۔ اپنا رسول ہوکر آنا ظاہر کیا۔ انہیں اللہ کے عذابوں سے ڈرایا' اللہ کی باتیں مان لینے کو فرمایا۔ اعلان کر دیا کہ میں تمہارے پیسے ٹکے کامحتاج نہیں۔ میں تو صرف اللہ کے واسطے تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں۔ تم اپنے اس خبیث فعل سے باز آجاؤ یعنی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے حاجت روائی کرنے سے رک جاؤ لیکن انہوں نے اللہ کے رسول علیہ السلام کی نہ مانی بلکہ ایذائیں پہنچانے لگے۔

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾

ع ۹ ۱۴

کیاتم جہان والوں سے مردوں کے پاس آتے ہو؟○ اور تمہاری جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری جوڑ بنائی ہیں چھوڑ دیتے ہو؟ بات یہ ہے کہ تم لوگ ہو ہی حد سے گزر جانے والے ○ انہوں نے جواب دیا کہ اے لوط اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً نکال دیا جائے گا○ آپ نے فرمایا میں تو تمہارے کام سے سخت ناخوش ہوں○ میرے پروردگار مجھے اور میرے گھرانے کو اس وبال سے بچالے جو یہ کرتے ہیں○ پس ہم نے اسے اور اس کے متعلقین کو سب کو بچالیا○ بجز ایک بڑھیا کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگئی○ پھر ہم نے باقی کے اور سب کو ہلاک کر دیا○ اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا مینہ برسایا' پس بہت ہی برا مینہ تھا جو ڈرائے گئے ہوئے لوگوں پر برسا○ یہ ماجرا بھی سراسر عبرت ہے ان میں سے بھی اکثر مسلمان نہ تھے○ بے شک تیرا پروردگار وہی ہے غلبے والا مہربانی والا○

پیغمبر کی نافرمانی اور عذاب: لوط نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی خاص بدکاری سے روکا کہ تم مردوں کے پاس شہوت سے نہ آؤ۔ ہاں اپنی حلال بیویوں سے اپنی خواہش پوری کرو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جوڑا بنادیا ہے۔ رب کی مقررہ حدوں کا ادب واحترام کرو۔ اس کا جواب ان کے پاس یہی تھا کہ اے لوط علیہ السلام اگر تو باز نہ آیا تو ہم تجھے جلاوطن کر دیں گے۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان پاکباز لوگوں کو تو الگ کردو۔ یہ دیکھ کر آپ نے ان سے بیزاری اور دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں تمہارے اس برے کام سے ناراض ہوں میں اسے

پسند نہیں کرتا میں اللہ کے سامنے اپنی براءت کا اظہار کرتا ہوں۔

پھر اللہ سے ان کے لئے بددعا کی اپنی اور اپنے گھرانے کی نجات طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو نجات دی مگر آپ کی بیوی نے بھی اپنی قوم کا ساتھ دیا اور انہی کے ساتھ تباہ ہوئی جیسے کہ سورۂ اعراف' سورۂ ہود' اور سورۂ حجر میں با تفصیل بیان گزر چکا ہے۔ آپ ماننے والوں کو لے کر اللہ کے فرمان کے مطابق اس بستی سے چل کھڑے ہوئے۔ حکم تھا کہ آپ کے نکلتے ہی ان پر عذاب آئے گا اس وقت پلٹ کر ان کی طرف دیکھنا بھی نہیں۔ پھر ان سب پر عذاب برسا اور سب برباد کر دیئے گئے۔ ان پر آسمان سے سنگ باری ہوئی۔ اور ان کا انجام بد ہوا۔ یہ بھی عبرتناک واقعہ ہے۔ ان میں سے بھی اکثر بے ایمان تھے۔ رب کے غلبے میں اس کے رحم میں کوئی شک نہیں۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾

ایکہ والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا○ جب کہ ان سے شعیب نے کہا کہ کیا تمہیں ڈر خوف نہیں؟○ میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں○ تو تم اللہ کا خوف کھاؤ اور میری فرمانبرداری کرو○ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا۔ میرا اجر تمام جہان کے پالنے والے کے پاس ہے○

قوم شعیب کا ذکر: یہ لوگ مدین کے رہنے والے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی ان ہی میں سے تھے۔ آپ کو ان کا بھائی صرف اس لئے نہیں کہا گیا کہ اس آیت میں ان لوگوں کی نسبت ایکہ کی طرف ہے۔ جسے یہ لوگ پوجتے تھے۔ ایکہ ایک درخت کا نام تھا یہی وجہ ہے کہ جیسے اور نبیوں کو ان کی امتوں کا بھائی فرمایا گیا انہیں ان کا بھائی نہیں کہا گیا ورنہ یہ لوگ بھی انہی کی قوم میں سے تھے۔ یہ بعض لوگ جن کے ذہن کی رسائی اس نکتے تک نہیں ہوئی وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کی قوم میں سے نہ تھے اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کا بھائی نہیں فرمایا گیا یہ اور ہی قوم تھی۔ حضرت شعب علیہ السلام اپنی قوم کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور ان لوگوں کی طرف بھی۔ بعض کہتے ہیں ایک تیسری امت کی طرف بھی آپ کی بعثت ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ نہیں بھیجا۔ سوائے حضرت شعیب علیہ السلام کے کہ ایک مرتبہ انہیں مدین والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ سے انہیں ایک ہی چنگھاڑ کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ اور دوبارہ انہیں ایکہ والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ سے ان پر سائے والے دن کا عذاب آیا اور برباد ہوئے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے راویوں میں سے ایک راوی اسحاق بن بشر کاہلی ہے جو ضعیف ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اصحاب رس اور اصحاب ایکہ قوم شعیب ہے اور ایک بزرگ فرماتے ہیں اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین ایک ہی ہیں۔ واللہ اعلم' ابن عساکر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قوم مدین اور اصحاب ایکہ دو قومیں ہیں ان دونوں امتوں کی طرف اللہ تعالیٰ

نے اپنے نبی شعیب علیہ السلام کو بھیجا تھا لیکن یہ حدیث غریب ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں کلام ہے، بہت ممکن ہے کہ یہ موقوف ہی ہو۔ صحیح امر یہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی امت ہے۔ دونوں جگہ ان کے وصف الگ الگ بیان ہوئے ہیں مگر وہ ایک ہی ہے۔ اس کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ دونوں قصوں میں حضرت شعیب علیہ السلام کا وعظ ایک ہی ہے دونوں کو ناپ تول صحیح کرنے کا حکم دیا ہے۔

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾

ناپ پورا بھرا کرو کم دینے والوں میں شمولیت نہ کرو○ اور سیدھی صحیح ترازو سے تولا کرو○ لوگوں کو ان کی چیزیں کمی سے نہ دو۔ بے باکی کے ساتھ زمین پر فساد مچاتے نہ پھرو○ اس اللہ کا خوف رکھو جس نے خود تمہیں اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا ہے○

ناپ تول میں کمی سے بچنے کی نصیحت: حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو ناپ تول درست کرنے کی ہدایت کر رہے ہیں۔ ڈنڈی مارنے اور ناپ تول میں کمی کرنے سے روکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی شے ناپ کر دو تو پورا پیمانہ بھر کر دو اس کے حق سے کم نہ کرو۔ اسی طرح دوسرے سے جب لو تو زیادہ لینے کی کوشش اور تدبیر نہ کرو۔ یہ کیا کہ لینے کے وقت پورا لو اور دینے کے وقت کم دو؟ لین دین دونوں صاف اور برابر رکھو۔ ترازو اچھی رکھو جس میں تول صحیح آئے۔ بٹے بھی پورے رکھو۔ تول میں عدل کرو ڈنڈی نہ مارو کم نہ تولو۔ کسی کو اس کی چیز کم نہ دو۔ کسی کی راہ نہ مارو۔ چوری چکاری لوٹ مار غارتگری رہزنی سے بچو لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خوفزدہ کر کے ان سے مال نہ لوٹو۔ اس اللہ کے عذابوں کا خوف رکھو جس نے تمہیں اور سب اگلوں کو پیدا کیا ہے۔ جو تمہارا اور تمہارے بڑوں کا رب ہے یہی لفظ آیت ﴿وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا﴾ [1] میں بھی اسی معنی میں ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع

کہنے لگے تو تو ان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جاتا ہے○ اور تو تو ہم ہی جیسا ایک انسان ہے اور ہم تو تجھے جھوٹ بولنے والوں میں سے ہی سمجھتے ہیں۔ اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے○ کہا کہ میرا رب خوب

[1] [سورۃ یسین: آیت ٦٢]

جاننے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو○ چونکہ انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا' وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا○ یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر مسلمان نہ تھے○ اور یقیناً تیرا پروردگار البتہ وہی ہے غلبے والا مہربانی والا○

پیغمبر پر انسان ہونے کا اعتراض اور ہلاکت: ثمودیوں نے جو جواب اپنے نبی کو دیا تھا وہی جواب ان لوگوں نے بھی اپنے رسولوں کو دیا کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے تیری عقل ٹھکانے ہی نہیں رہی۔ تو ہم جیسا ہی انسان ہے اور ہمیں تو یقین ہے کہ تو جھوٹا آدمی ہے۔ اللہ نے تجھے نہیں بھیجا۔ اچھا تو اگر اپنے دعوے میں سچا ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دے۔ آسمانی عذاب ہم پر لے آ۔ جیسے قریشیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ ہم تجھ پر ایمان لانے کے نہیں جب تک کہ تو عرب کی اس ریتلی زمین میں دریا نہ بہا دے۔ یہاں تک کہ یا تو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے جیسے کہ تیرا خیال ہے یا تو اللہ تعالیٰ کو یا فرشتوں کو کھلم کھلا لے آئے۔ اور آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ اگر یہ تیرے پاس سے ہے اور حق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے اسی طرح ان جاہل کافروں نے کہا کہ تو ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دے۔ رسول اللہ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ کو تمہارے اعمال بخوبی معلوم ہیں جس لائق تم ہو وہ خود کر دے گا۔ اگر تم اس کے نزدیک آسمانی عذاب کے قابل ہو تو بلا تاخیر تم پر آسمانی عذاب آ جائے گا اللہ ظالم نہیں کہ بے گناہوں کو سزا دے۔ بالآخر جس قسم کا عذاب یہ مانگ رہے تھے اسی قسم کا عذاب ان پر آیا۔ انہیں سخت گرمی محسوس ہوئی سات دن تک گویا زمین ابلتی رہی۔ کسی جگہ' کسی سایہ میں ٹھنڈک یا راحت میسر نہ ہوئی۔ تڑپ اٹھے' بے قرار ہو گئے۔ سات دن کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی طرف چلا آ رہا ہے وہ آ کر ان کے سروں پر چھا گیا یہ سب گرمی اور حرارت سے زچ ہو گئے تھے اس کے نیچے جا پہنچے۔ جب سارے کے سارے سایہ میں پہنچ گئے وہیں بادل میں سے آگ برسنے لگی ساتھ ہی زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگی اور اس زور کی آواز آئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے جان نکل گئی اور سارے کے سارے بیک آن تباہ و ویران ہو گئے۔ اس دن کے سائبان والے سخت عذاب نے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ سورۂ اعراف میں تو فرمایا ہے کہ ایک زلزلے کے ساتھ ہی یہ تباہ ہو گئے۔ سورۂ ہود میں بیان ہوا ہے کہ ان کی تباہی کا باعث ایک خطرناک دل شکن چیخ تھی اور یہاں بیان ہوا کہ انہیں سائبان کے دن نے قابو کر لیا تو تینوں مقامات پر تینوں عذابوں کا ایک ایک کر کے ذکر اس مقام کی عبارت کی مناسبت کی وجہ سے ہوا ہے۔ سورۂ اعراف میں ان کی اس خباثت کا ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو دھمکایا تھا کہ اگر تو ہمارے دین میں نہ آئے تو ہم تمہیں اور تمہارے۔ ساتھیوں کو شہر بدر کر دیں گے۔ چونکہ وہاں نبی کے دل کو ہلانے کا ذکر تھا اس لئے عذاب ان کے جسموں کو مع دلوں کے ہلا دینے والے یعنی زلزلے اور جھٹکے کا ذکر ہوا۔ سورۂ ہود میں ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے نبی کو بطور مذاق کے کہا تھا کہ آپ تو بڑے بردبار اور بھلے آدمی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ بڑے بکی بکواس برے آدمی ہیں تو وہاں عذاب میں چیخ اور چنگاڑ کا بیان ہوا ہے۔ یہاں چونکہ ان کی آرزو آسمان کے ٹکڑے کے گرنے کی تھی تو عذاب کا ذکر بھی سائبان نما

ابر کے ٹکڑے سے ہوا۔ فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ سات دن تک وہ گرمی پڑی کہ الامان والحفیظ' کہیں ٹھنڈک کا نام نہیں تھا تلملا اٹھے۔ اس کے بعد ایک ابر اٹھا اس کے سائے میں ایک شخص پہنچا اور وہاں راحت اور ٹھنڈک پا کر اس نے دوسروں کو بلایا جب سارے جمع ہو گئے تو ابر پھٹا اور اس میں سے آگ برسی۔ یہ بھی مروی ہے کہ ابر جو بطور سائبان کے تھا ان کے جمع ہوتے ہی ہٹ گیا اور سورج سے ان پر آگ برسی۔ جس نے ان سب کا بھرتا بنا دیا۔ محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اہل مدین پر تینوں عذاب آئے شہروں میں زلزلہ آیا جس سے خائف ہو کر حدود شہر سے باہر آ گئے۔ باہر جمع ہوتے ہی گھبراہٹ پریشانی اور بے کلی شروع ہو گئی تو وہاں سے بھگدڑ مچی لیکن شہر میں جانے سے ڈرے وہیں دیکھا کہ ایک ابر کا ایک ٹکڑا ایک جگہ ہے ایک اس کے نیچے گیا اور اس کی ٹھنڈک محسوس کر کے سب کو آواز دی کہ یہاں آ جاؤ یہاں جیسی ٹھنڈک اور تسکین تو کبھی دیکھی ہی نہیں یہ سنتے ہی سب اس کے نیچے جمع ہو گئے کہ اچانک ایک چیخ کی آواز آئی جس سے کلیجے پھٹ گئے اور سب کے سب مر گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ سخت گرج اور کڑک اور گرمی شروع ہوئی جس سے سانس گھٹنے لگے اور بے چینی حد کو پہنچ گئی۔ گھبرا کر شہر چھوڑ کر میدان میں جمع ہو گئے۔ یہاں بادل آیا جس کے نیچے ٹھنڈک اور راحت حاصل کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ وہیں آگ برسی اور سب جل بھن گئے۔ یہ تھا سائبان والے بڑے بھاری دن کا عذاب جس نے ان کا نام ونشان مٹا دیا۔ یقیناً یہ واقعہ سراسر عبرت اور قدرت الٰہی کی ایک زبردست نشانی ہے۔ ان میں سے اکثر بے ایمان تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے انتقام لینے میں غالب ہے۔ کوئی اسے مغلوب نہیں کر سکتا' وہ اپنے نیک بندوں پر مہربان ہے وہ انہیں بچا لیا کرتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾

بے شک وشبہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے ○ تیرے دل پر اترا ہے تا کہ تو آگاہ کرنے والوں میں سے ہو جائے ○ صاف عربی زبان میں ہے ○

قرآن کریم بابرکت کتاب: سورت کی ابتدا میں قرآن کریم کا ذکر آیا تھا وہی ذکر اب تفصیلاً بیان ہو رہا ہے کہ مبارک کتاب قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ روح الامین سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جن کے واسطے سے یہ وحی سرور رسل صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾ یعنی اس قرآن کو بحکم الٰہی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تیرے دل پر نازل فرمایا ہے۔ یہ قرآن اگلی تمام الہامی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ یہ فرشتہ ہمارے ہاں ایسا مکرم ہے کہ اس کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جس سے روح الامین بولے اسے زمین نہیں کھاتی۔ اس بزرگ بامرتبہ

فرشتے نے جو فرشتوں کا سردار ہے تیرے دل پر اس پاک اور بہتر کلام اللہ کو نازل فرمایا ہے جو ہر طرح کے میل کچیل سے کمی زیادتی سے نقصان اور کجی سے پاک ہے۔ تا کہ تو اللہ کے مخالفین کو' گنہگاروں کو اللہ کی سزا سے بچاؤ کرنے کی رہبری کر سکے اور تابع فرمان لوگوں کو اللہ کی مغفرت اور رضوان کی خوشخبری پہنچا سکے۔ یہ کھلی فصیح عربی زبان میں ہے۔ تا کہ ہر شخص اسے سمجھ سکے پڑھ سکے کسی کا عذر باقی نہ رہے اور ہر ایک پر قرآن کریم اللہ کی حجت بن سکے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے نہایت فصاحت سے ابر کے اوصاف بیان کئے جسے سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کہہ اٹھے کہ یارسول اللہ ﷺ آپ تو کمال درجے کی فصیح و بلیغ زبان بولتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بھلا میری زبان ایسی پاکیزہ کیوں نہ ہوگی' قرآن بھی تو میری زبان میں اترا ہے فرمایا ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ﴾ [1] امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں وحی عربی میں اتری ہے یہ اور بات ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کے لئے ان کی زبان میں ترجمہ کر دیا۔ قیامت کے دن سریانی زبان ہوگی ہاں جنتیوں کی زبان عربی ہوگی (ابن ابی حاتم)

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٩٧﴾
وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِم مَّا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾

اگلے نبیوں کی کتابوں میں بھی اس قرآن کا مذکور ہے ○ کیا انہیں یہ نشانی کافی نہیں؟ کہ حقانیت قرآن کو تو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں ○ اگر ہم اسے کسی عجمی شخص پر نازل فرماتے ○ اور وہ ان کے سامنے اس کی تلاوت کرتا تو یہ اسے باور کرنے والے نہ ہوتے ○

پہلی الہامی کتابوں میں بھی قرآن کا تذکرہ: فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اگلی کتابوں میں بھی اس پاک اور اللہ کے آخری کلام کی پیشین گوئی اور اس کی تصدیق وصفت موجود ہے۔ اگلے نبیوں نے بھی اس کی بشارت دی ہے یہاں تک کہ ان تمام نبیوں کے آخری نبی جن کے بعد حضور ﷺ تک اور کوئی نبی نہ تھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو جمع کر کے جو خطبہ دیتے ہیں اس میں فرماتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری جانب اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو اگلی کتابوں کو سچا بتانے کے ساتھ ہی آنے والے رسول حضرت محمد ﷺ کی بشارت تمہیں سناتا ہوں۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب کا نام ہے۔ یہاں زبر کا لفظ کتابوں کے معنی میں ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ﴾ [2] جو کچھ یہ کر رہے ہیں سب کتابوں میں تحریر ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ سمجھیں اور ضد اور تعصب نہ کریں تو قرآن کی حقانیت پر یہی دلیل کیا کم ہے کہ خود بنی اسرائیل کے علماء اسے مانتے ہیں۔ ان میں سے جو حق گو ہیں اور بے تعصب ہیں وہ تورات کی ان آیتوں کا لوگوں پر کھلے عام ذکر کر رہے ہیں جن میں حضور ﷺ کی بعثت' قرآن کا ذکر اور آپ کی حقانیت کی خبر ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت

---

[1] [ضعیف : رواه الرامهرمزی فی امثال الحديث (ص : ۱۵۵)] اس کی سند میں موسیٰ بن محمد تیمی ضعیف ہے۔]

[2] [سورة القمر: آیت ۵۲]

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ان جیسے حق گو حضرات نے دنیا کے سامنے تورات وانجیل کی وہ آیتیں رکھ دیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ظاہر کرنے والی تھیں۔ اس کے بعد کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس فصیح وبلیغ، جامع، بالغ، حق کلام کو ہم کسی عجمی پر نازل فرماتے پھر تو کوئی شک ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ ہمارا کلام ہے مگر مشرکین قریش اپنے کفر اور اپنی سرکشی میں اتنے بڑھ گئے ہیں کہ اس وقت بھی وہ ایمان نہ لاتے۔

جیسے فرمان ہے کہ اگر آسمان کا دروازہ بھی ان کے لئے کھول دیا جاتا اور یہ خود چڑھ جاتے تب بھی یہی کہتے کہ ہمیں نشہ پلا دیا گیا ہے۔ ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے اور آیت میں ہے اگر ان کے پاس فرشتے بھی آ جاتے اور مردے بول اٹھتے تب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا۔ ان پر عذاب کا کلمہ ثابت ہو چکا۔ عذاب ان کا مقدر ہو چکا اور ہدایت کی راہ مسدود کر دی گئی۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾

مع عند المتقدمین

اسی طرح ہم نے گنہگاروں کے دلوں میں اس انکار کو لا رکھا ہے ○ وہ جب تک دردناک عذابوں کا ملاحظہ نہ کر لیں ایمان نہ لائیں ○ پس وہ عذاب تو ان کے پاس ناگہاں آ جائے گا انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو گا ○ اس وقت کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟ ○ کیا یہ ہمارے عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں؟ ○ اچھا یہ بھی بتلا دوں کہ اگر ہم نے انہیں کئی سال بھی فائدہ اٹھانے دیا ○ پھر انہیں وہ عذاب آ لگا جس سے یہ دھمکائے جاتے تھے ○ تو جو کچھ بھی یہ برتتے رہے اس میں سے کچھ بھی انہیں فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ ہم نے تو جس بستی کو ہلاک کیا ہے اسی حال میں کہ اس کے ڈرانے والے تھے ○ نصیحت کرنے کے لئے ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں ○

کفر وتکذیب اور عذاب کا نزول: تکذیب وکفر، انکار وعدم تسلیم کو ان مجرموں کے دل میں بٹھا دیا ہے۔ یہ جب تک عذاب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں، ایمان نہیں لائیں گے۔ اس وقت اگر ایمان لائے بھی تو محض بے سود ہو گا ان پر لعنت برس چکی ہو گی۔ برائی مل چکی ہو گی۔ نہ پچھتانا کام آئے، نہ معذرت نفع دے۔ عذاب اللہ آئیں گے اور اچانک ان کی بے خبری میں ہی آ جائیں گے۔ اس وقت ان کی تمنائیں اگر ذرا سی بھی مہلت پائیں تو نیک بن جائیں۔ بے سود ہوں گی۔ ایک انہی پر کیا موقوف ہے۔ ہر ظالم، فاجر، فاسق، کافر، بدکار عذاب کو دیکھتے ہی سیدھا ہو جاتا ہے۔ نادم ہوتا ہے، توبہ تلا کرتا ہے مگر سب لاحاصل، فرعون ہی کو دیکھئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے بد دعا کی جو قبول ہوئی عذاب کو دیکھ کر ڈوبتے ہوئے کہنے لگا کہ اب میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن جواب ملا کہ یہ ایمان

بے سود ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ہے کہ ہمارا عذاب دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا۔ پھر ان کی ایک اور بد بختی بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنے نبیوں سے کہتے تھے اگر سچے ہو تو عذاب الٰہی لاؤ۔ اگر چہ ہم انہیں مہلت دیں اور کچھ دنوں تک کچھ مدت تک انہیں عذاب سے بچائے رکھیں۔ پھر ان کے پاس ہمارا مقررہ عذاب آ جائے۔ ان کا حال، ان کی نعمتیں، ان کی جاہ وحشمت، غرض کوئی چیز انہیں ذرا سا بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ اس وقت تو یہی معلوم ہوگا کہ شاید ایک صبح یا ایک شام ہی دنیا میں رہے۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے ﴿يَوَدُّ اَحَدُهُمْ﴾ [1] الخ ان میں سے ہر ایک کی چاہت ہے کہ وہ ہزار ہزار سال جئے لیکن اتنی عمر بھی اللہ کے عذاب ہٹا نہیں سکتی۔ یہی یہاں بھی فرمایا کہ اسباب ان کے کچھ کام نہ آئیں گے الٹا عذاب میں مبتلا ہوتے وقت ان کی تمام طاقتیں اور اسباب یونہی رکھے کے رکھے رہ جائیں گے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ کافر کو قیامت کے دن لایا جائے گا، پھر آگ میں ایک غوطہ دلوا کر پوچھا جائے گا تو نے کبھی راحت بھی اٹھائی ہے تو کہے گا کہ اللہ کی قسم میں نے کبھی راحت نہیں دیکھی اور ایک شخص کو لایا جائے گا۔ جس نے پوری عمر واقعی کوئی راحت چکھی ہی نہ ہو۔ اسے جنت کی ہوا کھلا کر لایا جائے گا اور سوال ہوگا کہ تو نے عمر بھر کوئی برائی دیکھی ہے؟ تو وہ کہے گا اے اللہ! تیری ذات پاک کی قسم میں نے کبھی زحمت نہیں اٹھائی۔ [2] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عموماً یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ جب تو اپنی مراد کو پہنچ گیا تو گویا کبھی کسی تکلیف کا نام بھی نہ سنا اللہ عزوجل اس کے بعد اپنے عدل کی خبر دیتا ہے کہ کبھی اس نے حجت ختم ہونے سے پہلے کسی امت کو ختم نہیں کیا۔ رسولوں کو بھیجتا ہے، کتابیں اتارتا ہے، خبریں دیتا ہے، ہوشیار کرتا ہے، پھر نہ ماننے والوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پس فرمایا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے سے پہلے ہی ہم نے کسی امت پر عذاب بھیج دیئے ہوں۔ ڈرانے والے بھیج کر نصیحت کرتے عذر ہٹا کر پھر نہ ماننے پر عذاب ہوتا ہے جیسے فرمایا تیرا رب کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کی بستیوں کی صدر بستی میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾

اس قرآن کو شیطان نہیں لائے۔ نہ وہ اس کے قابل ہیں نہ انہیں اس کی طاقت ہے ○ بلکہ وہ سننے سے بھی محروم کر دیئے گئے ہیں ○

باطل قرآن کریم کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا: یہ کتاب عزیز جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا جو حکیم وحمید اللہ کی طرف سے اتری ہے جس کو روح الامین جو قوت وطاقت والے ہیں لے کر آئے ہیں اسے شیاطین نہیں لائے پھر ان کے نہ لانے پر تین وجوہات بیان کی گئیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ اس کے لائق ہی نہیں،

---

[1] [سورة البقرہ: آیت ٩٦]

[2] [صحيح: صحیح مسلم: كتاب صفات المنافقين: باب صبغ انعم اهل الدنيا فى النار وصبغ اشدهم بؤسا فى الجنة (٢٨٠٧) مسند احمد (٢٠٣/٣)]

ان کا کام مخلوق کو بہکانا ہے کہ نہ راہ راست پر لانا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو اس کتاب کی شان ہے ان کے سراسر خلاف ہے۔ یہ نور ہے' یہ ہدایت ہے' یہ برہان ہے' اور شیاطین ان تینوں چیزوں سے چڑتے ہیں' وہ ظلمت کے دلدادہ اور ضلالت کے ہیرو ہیں۔ وہ جہالت کے شیدا ہیں۔ پس اس کتاب میں اور ان میں تو تباین اور اختلاف ہے۔ کہاں وہ کہاں یہ؟ دوسری وجہ یہ ہے' کہ وہ جہاں اس کے اہل نہیں وہاں ان میں اس کو اٹھانے اور لانے کی طاقت بھی نہیں۔ یہ تو وہ ذی عزت اور مرتبے والا کلام ہے کہ اگر کسی بڑے سے بڑے پہاڑ پر بھی اترے تو اسے چکنا چور کر دے پھر تیسری وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ تو اس کے نزول کے وقت ہٹا دیئے گئے تھے۔ انہیں تو سننا بھی نہیں ملا۔ تمام آسمان پر سخت پہرہ' چوکی تھی یہ سننے کے لئے چڑھتے تھے تو ان پر آگ برسائی جاتی تھی اس کا ایک حرف سن لینا بھی ان کی طاقت سے باہر تھا۔ تا کہ اللہ کا کلام محفوظ طریقے پر اس کے نبی ﷺ کو پہنچے اور آپ کی وساطت سے مخلوق الٰہی کو پہنچے۔

جیسے سورۂ جن میں خود جنات کا مقولہ بیان ہوا ہے کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے سخت پہرے چوکی سے بھر پور پایا اور جگہ جگہ شعلے متعین پائے پہلے تو ہم بیٹھ کر اکا دکا بات اڑا لایا کرتے تھے لیکن اب تو کان لگاتے ہی شعلہ لپکتا ہے اور جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکار کہ تو بھی سزا کے قابل بن جائے ○ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا دے ○ ان کے ساتھ فروتنی سے پیش آ جو بھی ایمان لانے والا ہو کر تیری تابعداری کرے ○ اگر یہ لوگ تیری نافرمانی کریں تو تو اعلان کر دے کہ میں ان کاموں سے بیزار ہوں جو تم کر رہے ہو ○ اپنا پورا بھروسہ غالب مہربان اللہ پر رکھ ○ جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جب کہ تو کھڑا ہوتا ہے ○ اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی ○ وہ بڑا ہی سننے والا اور خوب ہی جاننے والا ہے ○

قریبی رشتہ داروں کو دعوتِ توحید کا حکم: خود اپنے نبی ﷺ سے خطاب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف میری ہی عبادت کر' میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر' جو بھی ایسا کرے گا وہ ضرور مستحق سزا ہے۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار کر دے کہ بجز ایمان کے کوئی نجات دہندہ نہیں۔ پھر حکم دیتا ہے کہ موحد' متبع سنت لوگوں سے فروتنی کے ساتھ ملتا جلتا رہ۔ اور جو بھی میرا حکم نہ مانے خواہ کوئی ہو تو اس سے بے تعلق ہو جا۔ اور اپنی بیزاری کا اظہار کر دے۔ یہ خاص طور کی تنبیہہ عام لوگوں کی تنبیہہ کے منافی نہیں کیونکہ یہ اس کا جز ہے اور جگہ ارشاد ہے تو اس قوم کو ڈرا دے جن

کے بڑے بھی ڈرائے نہیں گئے اور جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور آیت میں ہے ﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ ① تاکہ تو مکے والوں کو اور اس کے ارد گرد والوں کو سب کو ڈرائے۔ اور آیت میں ہے تو اس قرآن سے انہیں ہوشیار کر دے۔ جو اپنے رب کے پاس جمع ہونے سے خوف زدہ ہو رہے ہیں۔ دیگر آیت میں ارشاد فرمایا کہ تو اس قرآن سے پرہیزگاروں کو خوشخبری سنا دے اور سرکشوں کو ڈرا دے۔ اور آیت میں فرمایا ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ ② تاکہ میں اسی قرآن کے ساتھ تمہیں اور جسے بھی یہ پہنچے ڈرا دوں۔ اور فرمان ہے اس کے ساتھ ان تمام فرقوں میں سے جو بھی کفر کرے اس کی سزا جہنم ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں سے جس کے کان میں میری رسالت کی بات پڑ جائے خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی پھر بھی وہ مجھ پر ایمان نہ لائے تو ضرور وہ جہنم میں جائے گا۔ ③ اس آیت کی تفسیر میں بہت سی حدیثیں ہیں انہیں بھی سن لیجئے۔

① مسند احمد میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری تو آنحضرت ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے اور یَا صَبَاحَاہ کر کے آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے جو نہیں آ سکتے تھے انہوں نے اپنے آدمی بھیج دیئے اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا اے اولاد عبدالمطلب! اے اولاد فہر! بتاؤ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر تمہارے دشمن کا لشکر پڑا ہوا ہے اور گھات میں ہے۔ موقعہ پاتے ہی تم سب کو قتل کر ڈالے گا تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے بیک زبان کہا کہ ہاں ہم آپ کو سچا ہی سمجھیں گے۔ اب آپ ﷺ نے فرمایا سن لو میں تمہیں آنے والے سخت عذابوں سے ڈرانے والا ہوں۔ اس پر ابولہب ملعون نے کہا تو ہلاک ہو جائے یہی سنانے کے لئے تو نے ہمیں بلایا تھا اس کے جواب میں سورۂ ﴿تَبَّتْ يَدَا﴾ اتری (بخاری مسلم وغیرہ)۔ ④

② مسند احمد میں ہے اس آیت کے اترتے ہی اللہ کے نبی ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے اے فاطمہ بنت محمد ﷺ اے صفیہ بنت عبدالمطلب سنو میں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آ سکتا۔ ہاں میرے پاس جو مال ہو جتنا تم چاہو میں دینے کو تیار ہوں (مسلم)۔ ⑤

③ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کے اترتے ہی حضور ﷺ نے قریشیوں کو بلایا اور انہیں ایک ایک

---

① [سورۃ الانعام: آیت ۹۲] ② [سورۃ الانعام : آیت ۱۹]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد الی جمیع الناس (۱۵۳) مسند احمد (۳۵۰/۲)]

④ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر (۴۹۷۱) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب فی قولہ تعالی وانذر عشرتك الاقربین (۲۰۸) ترمذی : کتاب التفسیر باب ومن سورۃ تبت یدا (۳۳۶۳) مسند احمد (۲۸۱/۱)]

⑤ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب فی قولہ تعالی وانذ رعشیرتك الاقربین (۲۰۵) ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورۃ الشعراء (۳۱۸۴) مسند احمد (۱۸۷/۶)]

کر کے اور عام طور پر خطاب کر کے فرمایا اے قریشیو! اپنی جانیں جہنم سے بچالو۔ اے کعب کے خاندان والو! اپنی جانیں آگ سے بچالو۔ اے ہاشم کی اولاد کے لوگو! اپنے آپ کو اللہ کے عذابوں سے چھڑوالو۔ اے عبدالمطلب کے لڑکو!۔ اللہ کے عذابوں سے بچنے کی کوشش کرو۔ اے فاطمہ بنت محمد ﷺ! اپنی جان کو دوزخ سے بچالے قسم اللہ کی میں اللہ کے ہاں کی کسی چیز کا مالک نہیں۔ بے شک تمہاری قرابت داری ہے جس کے دنیوی حقوق میں ہر طرح ادا کرنے کو تیار ہوں۔ (مسلم وغیرہ) ① بخاری مسلم میں بھی قدرے الفاظ کی تبدیلی سے یہ حدیث مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی فرمایا کہ میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے طلب کرلو۔ ② ابو یعلی میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے قصی کی، اے ہاشم کی، اے عبدمناف کی اولاد! یاد رکھو میں ڈرانے والا ہوں اور موت بدلہ دینے والی ہے اس کا چھاپہ پڑنے ہی والا ہے اور قیامت وعدہ گاہ ہے۔ ③

④ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ پر یہ آیت اتری تو آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے جس کی چوٹی پر پتھر تھے وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا اے بنی عبدمناف! میں تو صرف چوکنا کر دینے والا ہوں میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے دشمن کو دیکھا اور دوڑ کر اپنے عزیزوں کو ہوشیار کرنے آیا تا کہ وہ بچاؤ کرلیں دور سے ہی اس نے غل مچانا شروع کر دیا کہ پہلے ہی خبردار ہو جائیں (مسلم نسائی وغیرہ)۔ ④

⑤ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت ﷺ نے اپنے اہل بیت کو جمع کیا یہ تیس (۳۰) شخص تھے، جب یہ کھا پی چکے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کون ہے جو میرا قرض اپنے ذمے لے۔ اور میرے بعد میرے وعدے پورے کرے وہ جنت میں بھی میرا ساتھی اور میرے اہل میں میرا خلیفہ ہوگا۔ تو ایک شخص نے کہا آپ تو ایک سمندر ہیں آپ کے ساتھ کون کھڑا ہو سکتا ہے؟ تین دفعہ آپ نے فرمایا لیکن کوئی تیار نہ ہوا تو میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں اس کے لئے تیار ہوں۔ (مسند احمد) ⑤ ایک اور سند سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا یہ ایک جماعت تھی اور بڑے کھاؤ تھے ایک ایک شخص ایک ایک بکری کا بچہ کھا جاتا تھا اور ایک بڑا برتن دودھ کا پی جاتا تھا آپ نے ان سب کے کھانے کے لئے صرف تین پاؤ

---

① [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب فى قوله تعالى وانذر عشيرتك الاقربين (٢٠٤) ترمذی : كتاب التفسير : باب ومن سورة الشعراء (٣١٨٥) مسند احمد (٢/٣٣٣)]

② [صحیح : صحيح بخارى : كتاب المناقب : باب من انتسب الى ابائه فى الاسلام والجاهلية (٣٥٢٧) صحيح مسلم (٢٠٦) مسند احمد (٢/٣٩٨)]

③ [ضعیف : مسند ابو يعلى (٦١٤٩)] اس میں سوید بن سعید ضعیف ہے۔]

④ [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب فى قوله تعالى وانذر عشيرتك الاقربين (٢٠٧)]

⑤ [ضعیف : مسند احمد (١/١١١)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٨٨٣)] اس کی سند میں منہال راوی ضعیف ہے۔]

کے قریب کھانا پکوایا لیکن اللہ نے اسی میں اتنی برکت ڈالی کہ سب پیٹ بھر کر کھا چکے اور خوب آسودہ ہو کر پی چکے لیکن نہ تو کھانے میں کمی نظر آتی تھی نہ پینے کی چیز گھٹی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا اے اولاد عبد المطلب! میں تمہاری طرف خصوصاً اور تمام لوگوں کی طرف عموماً نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس وقت تم ایک معجزہ بھی میرا دیکھ چکے ہو۔ اب تم میں سے کون تیار ہے کہ مجھ سے بیعت کرے وہ میرا بھائی اور میرا ساتھی ہوگا لیکن ایک شخص بھی مجمع سے کھڑا نہ ہوا۔ سوا میرے اور میں اس وقت عمر کے لحاظ سے ان سب سے چھوٹا تھا آپ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ تین مرتبہ آپ نے یہی فرمایا اور تینوں مرتبہ بجز میرے اور کوئی کھڑا نہ ہوا۔ تیسری مرتبہ آپ نے میری بیعت لی۔ [1] امام بیہقی دلائل النبوۃ میں لائے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں اپنی قوم کے سامنے ابھی ہی اسے پیش کروں گا تو وہ نہ مانیں گے۔ اور ایسا جواب دیں گے جو مجھ پر گراں گزرے پس آپ خاموش ہو گئے اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمانے لگے حضرت ﷺ اگر آپ ﷺ نے تعمیل ارشاد میں تاخیر کی تو ڈر ہے کہ آپ کو سزا ہو گی اسی وقت آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا دوں میں نے یہ خیال کر کے کہ اگر پہلے ہی ان سے کہا گیا تو یہ مجھے ایسا جواب دیں گے جس سے مجھے ایذا پہنچے میں خاموش رہا لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تجھے عذاب ہوگا۔ تو اب اے علی رضی اللہ عنہ! تم ایک بکری ذبح کر کے گوشت پکا لو۔ اور کوئی تین سیر اناج بھی تیار کر لو اور ایک بدتن دودھ کا بھی بھر لو۔ اور اولاد عبد المطلب کو بھی جمع کر لو میں نے ایسا ہی کیا اور سب کو دعوت دے دی چالیس آدمی جمع ہوئے یا ایک آدھ کم یا ایک آدھ زیادہ ان میں آپ کے چچا بھی تھے۔ ابو طالب، حمزہ، عباس اور ابولہب کافر خبیث۔ میں نے سالن پیش کیا تو آپ نے اس میں سے ایک بوٹی لے کر کچھ کھائی پھر اسے ہنڈیا میں ڈال دیا اور فرمایا لو اللہ کا نام لو اور کھانا شروع کرو سب نے کھانا شروع کیا یہاں تک کہ پیٹ بھر گئے لیکن اللہ کی قسم گوشت اتنا ہی تھا جتنا رکھتے وقت رکھا تھا صرف ان کی انگلیوں کے نشانات تو تھے مگر گوشت کچھ بھی نہ گھٹا۔ حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا گوشت کھا لیتا تھا۔ پھر مجھ سے فرمایا اے علی! انہیں پلاؤ۔ میں وہ برتن لایا سب نے باری باری شکم سیر ہو کر پیا اور خوب آسودہ ہو گئے لیکن دودھ بالکل کم نہ ہوا۔ حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا دودھ پی لیا کرتا تھا۔ اب حضور ﷺ نے کچھ فرمانا چاہا لیکن ابولہب جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا لو صاحب اب معلوم ہوا کہ یہ تمام جادوگری محض اسلیئے تھی چنانچہ مجمع اسی وقت اکھڑ گیا اور ہر ایک اپنی راہ لگ گیا۔ اور حضور ﷺ کو نصیحت و تبلیغ کا موقع نہ ملا۔ دوسرے روز آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا آج پھر اسی طرح ان سب کی دعوت کرو کیونکہ کل اس نے مجھے کچھ کہنے کا وقت ہی نہیں دیا۔ میں نے پھر اس طرح انتظام کیا سب کو دعوت دی آئے کھایا پیا اور پھر کل کی طرح آج بھی ابولہب نے کھڑے ہو کر وہی بات کہی اور اسی طرح سب تتر بتر ہو گئے۔ تیسرے دن حضور ﷺ نے

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱/۱۵۹)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۳۷۱)] اس میں ربیعہ راوی مجہول ہے۔]

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی فرمایا آج جب سب کھا پی چکے تو حضور ﷺ نے جلدی سے اپنی گفتگو شروع کر دی اور فرمایا اے بنو عبدالمطلب !واللہ کوئی نوجوان شخص اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر بھلائی نہیں لایا۔ جو میں تمہارے پاس لایا ہوں، میں دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں۔ [1] اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا اب بتاؤ تم میں سے کون میرے ساتھ اتفاق کرتا ہے اور کون میرا ساتھ دیتا ہے؟ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ پہلے میں تمہیں اس کی راہ کی دعوت دوں جو آج میری مان لے گا وہ میرا بھائی ہوگا اور یہ درجے ملیں گے۔ لوگ سب خاموش ہو گئے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اس وقت اس مجمع میں سب سے کم عمر تھے اور دکھتی آنکھوں والے اور موٹے پیٹ والے اور بھری پنڈلیوں والے تھے، بول اٹھے یارسول اللہ ﷺ اس امر میں میں آپ کی وزارت قبول کرتا ہوں آپ نے میری گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے اور ایسی ایسی فضیلتوں والا ہے تم اس کی سنو اور مانو۔ یہ سن کر وہ سب لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالب سے کہنے لگے۔ لے اب تو اپنے بچے کی سن اور مان۔ [2] لیکن اس کا راوی عبدالغفار بن قاسم ابی مریم متروک ہے کذاب ہے اور ہے بھی شیعہ۔ ابن مدینی وغیرہ فرماتے ہیں یہ حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا، دیگر ائمہ حدیث نے بھی اس کو ضعیف لکھا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ اس دعوت میں صرف بکری کے ایک پاؤں کا گوشت پکا تھا اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ خطبہ دینے لگے تو انہوں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ آج جیسا جادو تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ اس میں آپ کا خطبہ یہ ہے کہ کون ہے جو میرا قرض اپنے ذمہ لے اور میرے اہل میں میرا خلیفہ بنے اس پر سب خاموش رہے اور عباس رضی اللہ عنہ بھی چپ تھے صرف اپنے مال کے بخل کی وجہ سے۔ میں عباس کو خاموش دیکھ کر خاموش ہو رہا۔ آپ نے دوبارہ یہی فرمایا دوبارہ بھی سب طرف خاموشی تھی اب مجھ سے نہ رہا گیا اور میں بول پڑا۔ میں اس وقت ان سب سے گری پڑی حالت والا۔ چندھی آنکھوں والا، بڑے پیٹ والا اور بوجھل پنڈلیوں والا تھا۔ [3] ان روایتوں میں جو حضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ کون میرا قرض اپنے ذمے لیتا ہے اور میری اہل کی میرے بعد حفاظت اپنے ذمے لیتا ہے؟ اس سے مطلب آپ کا یہ تھا کہ میں جب اس تبلیغ دین کو پھیلاؤں گا اور لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلاؤں گا تو سب کے سب میرے دشمن ہو جائیں گے اور مجھے قتل کر دیں گے۔ یہی کھٹکا آپ کو لگا رہا یہاں تک یہ آیت اتری ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [4] اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کی ایذا رسانی سے بچالے گا۔ اس وقت آپ بے خطر ہو گئے۔ اس سے پہلے آپ اپنی پہرہ چوکی بھی بٹھاتے تھے لیکن اس آیت کے اترنے کے

---

[1] [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۱۷۸/۲)] اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۴۰/۱۹)] اس میں عبدالغفار بن قاسم ضعیف ہے۔ میزان (۶۴۰/۲)]

[3] [ضعیف : اس میں عبداللہ بن عبدالقدوس راوی کو اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔]

[4] [سورة المائده : آيت ٦٧]

بعد وہ بھی ہٹا دی۔ اس وقت فی الواقع تمام بنو ہاشم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ ایمان والا اور تصدیق و یقین والا کوئی نہ تھا۔ اسی لئے آپ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کا اقرار کیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر عام دعوت دی اور لوگوں کو توحید خالص کی طرف بلایا اور اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ ابن عساکر میں ہے ایک مرتبہ ابو درداء رضی اللہ عنہ اپنی مسجد میں بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے۔ فتوے دے رہے تھے، مجلس کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ ہر ایک کی نگاہیں آپ کے چہرے پر تھیں اور شوق سے سن رہے تھے لیکن آپ کے لڑکے اور گھر کے آدمی آپس میں نہایت بے پرواہی سے اپنی باتوں میں مشغول تھے کسی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو اس طرف توجہ دلائی کہ اور سب لوگ تو دل سے آپ کی علمی باتوں سے دلچسپی لے رہے ہیں اور آپ کے اہل بیت اس سے بالکل بے پرواہ ہیں وہ اپنی باتوں میں نہایت بے پرواہی سے مشغول ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے دنیا سے بالکل کنارہ کشی کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اور ان پر سب سے زیادہ سخت اور بھاری ان کے قرابت دار ہوتے ہیں۔ اسی بارے میں آیت ﴿وَاَنْذِرْ﴾ سے ﴿تَعْمَلُوْنَ﴾ تک ہے[1] پھر فرماتا ہے اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھو وہی تمہارا حامی و ناصر ہے وہی تمہاری تائید کرنے والا اور تمہارے کلمے کو بلند کرنے والا ہے۔ اسی کی نگاہیں ہر وقت تم پر ہی ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾[2] اپنے رب کے حکموں پر صبر کر۔ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ ہم تمہارے رکوع و سجود دیکھتے ہیں۔ کھڑے ہو یا بیٹھے ہو یا کسی حالت میں ہو ہماری نظروں میں ہو۔ یعنی تنہائی میں تو نماز پڑھے تو ہم دیکھتے ہیں۔ اور جماعت سے پڑھے تو تو ہماری نگاہ کے سامنے ہوتا ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ حالت نماز میں آپ کو جس طرح آپ کے سامنے کی چیزیں دکھاتا تھا اور آپ کے پیچھے کے مقتدی بھی آپ کی نگاہ میں رہتے تھے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے صفیں درست کرلیا کرو میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں[3] ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ایک نبی کی پیٹھ سے دوسرے نبی کی پیٹھ کی طرف منتقل ہونا برابر دیکھتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ بحثیت نبی دنیا میں آئے۔ وہ اللہ اپنے بندوں کی باتیں خوب سنتا ہے۔ ان کی حرکات و سکنات کو خوب جانتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِي شَاْنٍ﴾[4] الخ تو جس حالت میں ہو تم جتنا قرآن پڑھو جو تم عمل کرو اس پر ہم شاہد ہیں۔

---

[1] [ضعیف : تاریخ دمشق (١٠/٥٨٧)] اس میں عمرو بن سمرہ مجہول ہے۔]

[2] [سورہ الطور: آیت ٤٨]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب تسویة الصف عند الاقامة و بعدها (٧١٨) صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب تسویة الصوف واقامتها (٤٣٤ـ ١٢٤) مسند احمد (٣/٢٨٦)]

[4] [سورہ یونس: آیت ٦١]

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

ع ۱۱ / ۱۵

کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں ○ وہ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں ○ اچٹتی ہوئی سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں ○ شاعروں کی وہی پیروی کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں ○ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک جنگل میں سرٹکراتے پھرتے ہیں ○ اور وہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں ○ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا اور اپنی مظلومی کے بعد انتقام لیا جنہوں نے ظلم کیا ہے وہ ابھی ابھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں ○

جادوگروں پر شیاطین کا نزول: مشرکین کہا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا لایا ہوا یہ قرآن برحق نہیں' اس نے اس کو خود گھڑ لیا ہے یا تو اس کے پاس جنوں کا کوئی سردار آتا ہے جو اسے یہ سکھا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس اعتراض سے پاک کیا اور ثابت کیا کہ آپ جس قرآن کو لائے ہیں وہ اللہ کا کلام ہے' اسی کا اتارا ہوا ہے۔ بزرگ امین طاقتور فرشتہ اسے لایا ہے۔ یہ کسی شیطان یا جن کی طرف سے نہیں شیاطین تو تعلیم قرآن سے چڑتے ہیں' اس کی تعلیمات ان کے یکسر خلاف ہے۔ انہیں کیا پڑی کہ ایسا پاکیزہ اور راہ راست پر لگانے والا قرآن وہ لائیں اور لوگوں کو نیک راہ بتائیں وہ تو اپنے جیسے انسانی شیطانوں کے پاس آتے ہیں۔ جو پیٹ بھر کر جھوٹ بولنے والے ہوں۔ بدکار اور گنہگار ہوں ایسے کاہنوں اور بدکاروں اور جھوٹے لوگوں کے پاس جنات اور شیاطین پہنچتے ہیں کیونکہ وہ بھی جھوٹے اور بداعمال ہیں۔ اچٹتی ہوئی کوئی ایک آدھ بات سنی سنائی پہنچاتے ہیں اور وہ ایک جو آسمان سے چھپے چھپائے سن لی تھی سو جھوٹ اس میں ملا کر کاہنوں کے کان میں ڈال دی۔ انھوں نے اپنی طرف سے بہت سی باتیں شامل کر کے لوگوں میں ڈینگیں مار دیں۔ اب ایک آدھ سچی بات تو سچی نکلی لیکن لوگوں نے ان کی اور سو جھوٹی باتیں بھی سچی مان لیں اور تباہ ہوئے۔ بخاری شریف میں ہے کہ لوگوں نے کاہنوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ کوئی چیز نہیں ہیں۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ کبھی کبھی تو ان کی کوئی بات کھری بھی نکل آتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ وہی ہوتی ہے جو جنات آسمان سے اڑا لاتے ہیں اور ان کے کان میں کہہ کر جاتے ہیں پھر اس کے ساتھ جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر کہہ دیتے ہیں۔ [1] صحیح بخاری کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ

[1] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الطب : باب الكهانة (۵۷٦۲) صحيح مسلم : كتاب السلام : باب تحريم الكهانة واتيان الكهان (۲۲۲۸) مسند احمد (۸۷/٦)]

جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ آسمان پر کرتا ہے تو فرشتے باادب اپنے سر جھکا دیتے ہیں۔ایسی آواز آتی ہے جیسے کسی چٹان پر زنجیر بجائی جاتی ہو جب وہ گھبراہٹ ان کے دلوں سے دور ہو جاتی ہے تو آپس میں دریافت کرتے ہیں کہ رب کا کیا حکم صادر ہوا؟ دوسرے جواب میں کہتے ہیں کہ حق نے یہ فرمایا اور وہ عالیشان اور بہت بڑی کبریائی والا ہے۔کبھی کبھی امر الٰہی سے چوری چھپے سننے والے کسی جن کے کان میں بھنک پڑ جاتی ہے جو اس طرح ایک پر ایک ہو کر وہاں پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔راوی حدیث حضرت سفیان نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں پھیلا کر اس پر دوسرا ہاتھ اس طرح رکھ کر انہیں ہلا کر بتایا کہ اس طرح۔اب اوپر والا نیچے والے کو اور وہ اپنے سے نیچے والے کو وہ بات بتلا دیتا ہے یہاں تک کہ جادوگر اور کاہن کو وہ پہنچا دیتے ہیں۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات پہنچانے سے پہلے شعلہ پہنچ جاتا ہے اور کبھی اس سے پہلے ہی وہ بات پہنچا دیتے ہیں اس میں کاہن و جادوگر اپنے سو جھوٹ ملا کر مشہور کرتا ہے چونکہ وہ ایک بات سچی نکلتی ہے لوگ سب باتوں کو ہی سچا سمجھنے لگتے ہیں۔ [1] ان تمام احادیث کا بیان آیت ﴿حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ﴾ کی تفسیر میں آئے گا۔ان شاءاللہ۔بخاری شریف کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ فرشتے آسمانی امر کی بات چیت بادلوں پر کرتے ہیں جسے شیطان سن کر کاہنوں کو پہنچاتے ہیں اور وہ ایک سچ میں سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ [2] پھر فرماتا ہے کافر شاعروں کی تابعداری گمراہ لوگ کرتے ہیں۔عرب کے شاعروں کا دستور تھا کہ کسی کی مذمت اور ہجو میں کچھ کہہ ڈالتے تھے لوگوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہو جاتی تھی اور اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگتی تھی۔رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ عرج میں جا رہے تھے راستہ میں ایک عربی شاعر شعر خوانی کرتا ہوا ملا۔آپ ﷺ نے فرمایا اس شیطان کو پکڑ لو یا فرمایا روک لو۔تم میں سے کوئی شخص خون اور پیپ سے اپنا پیٹ بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے اپنا پیٹ بھر لے۔ [3] انہیں ہر جنگل کی ٹھوکریں کھاتے کسی نے نہیں دیکھا؟ ہر لغو میں یہ گھس جاتے ہیں۔کلام کے ہر فن میں بولتے ہیں۔کبھی کسی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔کبھی کسی کی مذمت میں آسمان و زمین سر پر اٹھاتے ہیں۔جھوٹی تعریفیں، خوشامدانہ باتیں، برائیاں، گھڑی ہوئی بدیاں ان کے حصے میں آئی ہیں۔یہ زبان کے بھانڈ ہوتے ہیں لیکن کام کے کاہل۔ایک انصاری اور ایک دوسری قوم کے شخص نے ہجو کا مقابلہ کیا جس میں دونوں کی قوم کے بڑے بڑے لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔پس اس آیت میں یہی ہے کہ ان کا ساتھ دینے والے گمراہ لوگ ہیں۔وہ وہ باتیں بکا کرتے ہیں جنہیں کسی نے کبھی کیا نہ ہو۔اسی لئے علماء نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ اگر کسی شاعر نے اپنے شعر میں کسی ایسے گناہ کا اقرار کیا ہو جس پر حدِ شرع واجب ہوتی ہو تو آیا وہ حد اس پر جاری کی جائے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب حتی اذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربکم (۴۸۰۰) ابو داؤد: کتاب الحروف والقراءات: باب اول کتاب الحدیث والقراءات (۳۹۸۹) ابن ماجه: مقدمه: باب فیها انکرت الجهمية (۱۹۴) ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة سبا (۳۲۲۳)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب صفة ابلیس وجنوده (۳۲۸۸)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الشعر: باب فی انشاد الاشعار (۲۲۵۹)]

گی یا نہیں؟ دونوں طرف علماء گئے ہیں۔ واقعی وہ فخر وغرور کے ساتھ ایسی باتیں بک دیتے ہیں کہ میں نے یہ کیا اور وہ کیا حالانکہ نہ کچھ کیا ہوا اور نہ ہی کر سکتے ہوں۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت نعمان بن عدی بن نضلہ کو بصرے کے شہر میسان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ وہ شاعر تھے ایک مرتبہ اپنے شعروں میں کہا کہ کیا حسینوں کو یہ اطلاع نہیں ہوئی کہ ان کا محبوب میسان میں ہے جہاں ہر وقت شیشے کے گلاسوں میں دور شراب چل رہا ہے اور گاؤں کی بھولی لڑکیوں کے گانے اور ان کے رقص وسرور مہیا ہیں ہاں اگر میرے کسی دوست سے ہو سکے تو اس سے بڑے اور بھرے ہوئے جام مجھے پلائے لیکن ان سے چھوٹے جام مجھے سخت ناپسند ہیں۔ اللہ کرے امیر المومنین کو یہ خبر نہ پہنچے ورنہ وہ برا منائیں گے اور سزا دیں گے یہ اشعار سچ مچ امیر المومنین کے پاس پہنچے آپ سخت ناراض ہوئے اور اسی وقت آدمی بھیجا کہ میں نے تجھے تیرے عہدے سے معزول کیا۔ اور آپ نے ایک خط بھیجا جس میں بسم اللہ کے بعد ﴿ حٰمٓ ﴾ کی تین آیتیں ﴿اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ [1] تک لکھ کر پھر تحریر فرمایا کہ تیرے اشعار میں نے سنے، مجھے سخت رنج ہوا۔ میں تجھے تیرے عہدے سے معزول کرتا ہوں۔ چنانچہ اس خط کو پڑھتے ہی نعمان دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور باادب عرض کی کہ امیر المومنین واللہ نہ میں نے کبھی شراب پی نہ ناچ رنگ اور گانا بجانا دیکھا' سنا۔ یہ تو صرف شاعرانہ ترنگ تھی۔ آپ نے فرمایا یہی میرا خیال ہے لیکن میری تو ہمت نہیں پڑتی کہ ایسے فحش شاعر کو کوئی عہدہ دوں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی شاعر اپنے شعروں میں کسی جرم کے اعلان پر اگرچہ وہ قابل حد ہو تو کوئی حد نہیں لگائی جائے گی اس لئے کہ وہ جو کہتے ہیں سو کرتے نہیں ہاں وہ قابل ملامت اور لائق سرزنش ضرور ہیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ پیٹ کو لہو پیپ سے بھر لینا اشعار سے بھر لینے سے بدتر ہے۔ [2] مطلب یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو شاعر ہیں' نہ ساحر ہیں' نہ کاہن ہیں' نہ مفتری ہیں' آپ کا ظاہر حال ہی آپ کی ان عیوب سے براءت کا بہت براعادل گواہ ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ نہ تو ہم نے انہیں شعر گوئی سکھائی ہے نہ اس کے لائق ہے یہ تو صرف نصیحت ہے اور قرآن مبین ہے [3] اور آیت میں ہے یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کسی شاعر کا نہیں' تم میں ایمان کی کمی ہے۔ یہ کسی کاہن کا قول نہیں' تم میں نصیحت ماننے کا مادہ کم ہے۔ یہ تو رب العالمین کی اتاری ہوئی کتاب ہے [4] اس سورت میں بھی یہی فرمایا گیا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے اتری ہے۔ روح الامین نے تیرے دل پر نازل فرمائی ہے۔ عربی زبان میں ہے اس لئے کہ تو لوگوں کو آگاہ کر دے اسے شیاطین لے کر نہیں آئے نہ یہ ان کے لائق ہے نہ ان کے بس کی بات ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ کر دیئے گئے ہیں۔ جو جھوٹے مفتری

---

[1] [سورہ غافر: آیت ۱۔۳]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الشعر : باب فی انشاد الاشعار وبیان اشعر کلمة وذم الشعر (۲۲۵۸) ابن ماجه : کتاب الادب : باب ما کره من الشعر (۳۷۶۰) ترمذی : کتاب الادب : باب ما جآء لان یمتلی جوف احدکم قیحا (۲۸۵۲) مسند احمد (۱/۱۷۴)]

[3] [سورہ یس: آیت ۶۹] [4] [سورہ الحاقة: آیت ۴۰۔۴۳]

اور بدکردار ہوتے ہیں ان کے پاس شیاطین آتے ہیں جو اچٹتی ہوئی باتیں سن سنا کر ان کے کانوں میں آ کر ڈال دیتے ہیں۔ محض جھوٹ بولنے والے یہ خود ہوتے ہیں شاعروں کی پشت پناہی اوباشوں کا کام ہے وہ تو ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں زبانی باتیں بناتے ہیں عمل سے کورے رہتے ہیں۔ اس کے بعد جو فرمان ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ اس سے اگلی آیت جس میں شاعروں کی مذمت ہے جب اتری تو دربارِ رسول ﷺ کے شعرا حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم روتے ہوئے دربارِ نبی ﷺ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! شاعروں کی تو یہ گت بنی اور ہم بھی شاعر ہیں اسی وقت آپ نے یہ دوسری آیت تلاوت فرمائی کہ ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے تم ہو، ذکرِ اللہ بکثرت کرنے والے تم ہو، مظلوم ہو کر بدلہ لینے والے تم ہو، پس تم ان سے مستثنیٰ ہو (ابن ابی حاتم وغیرہ) [1] ایک راویت میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ ایک روایت میں صرف حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس شکایت پر کہ یارسول اللہ ﷺ شاعر تو میں بھی ہوں اس دوسری آیت کا نازل ہونا مروی ہے لیکن ہے یہ قابل نظر، اس لئے کہ یہ سورت مکیہ ہے شعراءِ انصار جتنے بھی تھے وہ سب مدینے میں تھے پھر ان کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا یقیناً محل غور ہوگا اور جو حدیثیں بیان ہوئیں وہ مرسل ہیں اس وجہ سے اعتماد نہیں ہو سکتا ہے یہ آیت بے شک استثناء کے بارے میں ہے اور صرف یہی انصاری شعراء رضی اللہ عنہم ہی نہیں بلکہ اگر کسی شاعر نے اپنی جاہلیت کے زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھی اشعار کہے ہوں اور پھر وہ مسلمان ہو جائے توبہ کر لے اور اس کے مقابلہ میں بکثرت ذکرِ اللہ کرے وہ بے شک اس برائی سے الگ ہے۔ حسنات سیئات کو دور کر دیتی ہیں جب کہ اس نے مسلمانوں کو اور دین حق کو برا کہا تھا وہ برا تھا لیکن جب اس نے ان کی مدح کی وہ برائی اچھائی سے بدل گئی۔ جیسے حضرت عبداللہ بن زبعری رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے حضور ﷺ کی ہجو بیان کی تھی لیکن اسلام کے بعد بڑی مدح بیان کی اور اپنے اشعار میں اس ہجو کا عذر بیان کرتے ہوئے کہا۔ میں اس وقت شیطانی پنجہ میں پھنسا ہوا تھا اسی طرح ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب باوجود آپ کے چچازاد بھائی ہونے کے آپ کا جانی دشمن تھا اور بہت ہی ہجو کیا کرتا تھا جب مسلمان ہو گئے تو ایسے ہوئے کہ دنیا بھر میں حضور ﷺ سے زیادہ محبوب انہیں کوئی نہ تھا۔ اکثر آپ کی مدح کیا کرتے تھے اور بہت ہی عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابوسفیان صخر بن حرب جب مسلمان ہوا تو حضور ﷺ سے کہنے لگا مجھے تین چیزیں عطا فرمایئے ایک تو یہ کہ میرے لڑکے معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے۔ دوسرے مجھے کافروں سے جہاد کے لئے بھیجئے اور میرے ساتھ کوئی لشکر کر دیجئے تاکہ جس طرح کفر میں مسلمانوں سے لڑا کرتا تھا اب اسلام میں کافروں کی خبر لوں۔ آپ نے دونوں باتیں قبول کر فرمالیں ایک تیسری درخواست بھی کی جو قبول کی گئی۔ [2] پس ایسے لوگ اس آیت کے حکم سے اس دوسری آیت سے الگ کر لئے گئے۔ ذکرُ اللہ خواہ وہ اپنے

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲٦۸٤۸)] اس میں ابن اسحاق مدلس کا عنعنہ ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل ابو سفیان صخر بن حرب (۲۵۰۱)]

شعروں میں بکثرت کریں خواہ اور طرح اپنے کلام میں یقیناً وہ اگلے گناہوں کا بدلہ اور کفارہ ہے۔ اپنی مظلومی کا بدلہ لیتے ہیں۔ یعنی کافروں کی ہجو کا جواب دیتے ہیں۔ خود حضور ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ان کفار کی ہجو کرو جبرئیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔ [1] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ شاعر نے جب شعراء کی برائی قرآن میں سنی تو حضور ﷺ سے عرض کیا آپ نے فرمایا تم ان میں نہیں ہو مومن تو جس طرح اپنی جان سے جہاد کرتا ہے اپنی زبان سے بھی جہاد کرتا ہے۔ واللہ تم لوگوں کے اشعار تو انہیں مجاہدوں کے تیروں کی طرح چھید ڈالتے ہیں۔ [2] پھر فرمایا ظالموں کو اپنا انجام ابھی معلوم ہو جائے گا۔ انہیں عذر معذرت بھی کچھ کام نہ آئے گی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ظلم سے بچو اس سے میدان قیامت میں اندھیروں میں رہ جاؤ گا۔ [3] آیت عام ہے خواہ شاعر ہوں خواہ شاعر نہ ہوں سب شامل ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی کے جنازے کو جاتے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی تھی۔ آپ جب اس آیت کی تلاوت کرتے تو اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ روم میں جب حضرت فضالہ بن عبید تشریف لے گئے اس وقت ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے جب انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اس سے مراد بیت اللہ کی بربادی کرنے والے ہیں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد مشرک ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت عام ہے سب پر مشتمل ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میرے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنی وصیت صرف دو سطروں میں لکھی۔ جو یہ تھی ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ یہ ہے وصیت ابوبکر بن ابی قحافہ کی۔ اس وقت کی جب کہ وہ دنیا چھوڑ رہے تھے۔ جس وقت کافر بھی مومن ہو جاتا ہے۔ فاجر بھی توبہ کر لیتا ہے' تب کاذب کو بھی سچا سمجھا جاتا ہے میں تم پر اپنا خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بنا کر جا رہا ہوں۔ اگر وہ عدل کرے تو بہت اچھا اور میرا اپنا گمان بھی ان کے ساتھ یہی ہے کہ اگر وہ ظلم کرے اور کوئی تبدیلی کر دے تو میں غیب نہیں جانتا۔ ظالموں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس لوٹنے کی جگہ وہ لوٹتے ہیں۔ [4] سورۂ شعراء کی تفسیر بحمد اللہ ختم ہوئی۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائکة صلوات الله علیهم (۳۲۱۳) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب فضائل حسان بن ثابت (۲۴۸۶)]

[2] [صحیح : مسند احمد (۳۸۷/٦) الاحکام الشرعیه الکبری (۱۵۲/۳) بیهقی فی السنن الکبری (۲۳۹/۱۰) نسائی فی السنن الکبری (۳۸٤/۲) طبرانی کبیر (۷۵/۱۹) تهذیب الآثار للطبری (٤٥۰/۲) شرح السنة للبغوی (۲٤۸/٦) صحیح ابن حبان (۵۷۸٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۷۱۷٤)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر و الصلة : باب تحریم الظلم (۲۵۷۸)]

[4] [ضعیف : اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔[میزان (٦۲۱/۳)]

تفسیر سورۃ النمل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

طٰسٓ قف تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيۡنٍ ۙ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فَهُمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ وَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ ﴿۵﴾ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الۡقُرۡاٰنَ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ عَلِيۡمٍ ﴿۶﴾

مہربانی اور کرم والے معبود کے نام سے

یہ آیتیں ہیں قرآن کی یعنی واضح اور روشن کتاب کی ○ ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کے لئے ○ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ○ جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے انہیں ان کے کرتوت زینت دار کر دکھائے ہیں پس وہ بھٹکتے پھرتے ہیں ○ یہی لوگ ہیں جن کے لئے بری مار ہے اور آخرت میں بھی وہ سخت نقصان یافتہ ہیں ○ بے شک تجھے اللہ حکیم وعلیم کی طرف سے قرآن سکھایا جا رہا ہے ○

حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان پر پوری طرح بحث سورۂ بقرہ کے شروع میں ہم کر چکے ہیں۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم جو کھلی ہوئی واضح اور ظاہر کتاب ہے یہ اس کی آیتیں ہیں۔ جو مومنوں کے لئے ہدایت وبشارت ہیں۔ کیونکہ وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اس کی اتباع کرتے ہیں اسے سچا جانتے ہیں اس میں جو حکم احکام ہیں ان پر عمل کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو نمازیں صحیح طور پر پڑھتے ہیں' فرضوں میں کمی نہیں کرتے' اسی طرح فرض زکوٰۃ کو بھی نہیں روکتے' دار آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں موت کے بعد زندگی اور جزا سزا کو بھی مانتے ہیں۔ جنت ودوزخ کو حق مانتے ہیں۔ چنانچہ اور آیت میں بھی ہے کہ ایمانداروں کے لئے تو یہ ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمانوں کے کان تو بہرے ہیں ان میں روئی دیئے ہوئے ہیں۔

اس سے خوشخبری پرہیزگاروں کو ہے اور بدکرداروں کو اس میں ڈراوا ہے۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ جو اسے جھٹلائیں اور قیامت کے آنے کو نہ مانیں ہم بھی انہیں چھوڑ دیتے ہیں ان کی برائیاں انہیں اچھی لگنے لگتی ہیں۔ اسی میں وہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے رہتے ہیں اور اپنی سرکشی اور گمراہی میں بڑھتے رہتے ہیں۔ ان کی نگاہیں اور دل الٹ جاتے ہیں۔

انہیں دنیا اور آخرت میں بدترین سزائیں ہوں گی اور قیامت کے دن تمام اہل محشر میں سب سے زیادہ خسارے میں یہی رہیں گے۔ بے شک آپ اے ہمارے نبی ﷺ! ہم سے ہی قرآن لے رہے ہیں۔ ہم حکیم ہیں امر ونہی کی حکمت کو بخوبی جانتے ہیں۔ علیم ہیں چھوٹے بڑے تمام کاموں سے بخوبی خبردار ہیں۔ پس قرآن کی

تمام خبریں بالکل صدق وصداقت والی ہیں۔ اور اس کے حکم احکام سب کے سب سراسر عدل اور انصاف والے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا﴾ (1)

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ۝ إِلَّا مَن ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۖ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝

یاد ہوگا جب کہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں سے یا تو کوئی خبر لے کر یا آگ کا سلگتا ہوا انگارا لے کر ابھی تمہارے پاس آ جاؤں گا' تا کہ تم سینک تاپ کرلو○ جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی کہ بابرکت ہے وہ جو اس نور میں ہے اور برکت دیا گیا ہے وہ جو اس کے آس پاس ہے تمام پاکی اس معبود برحق کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے○ موسیٰ سن بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں غالب باحکمت○ تو اپنی لکڑی ڈال دے' موسیٰ نے جب اسے ہلتی جلتی دیکھی اس طرح کہ گویا وہ بہت بڑا سانپ ہے تو منہ موڑے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا' اے موسیٰ خوف نہ کھا میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے○ لیکن جو لوگ ظلم کریں پھر اس کے عوض نیکی کریں اس برائی کے پیچھے تو بھی میں بخشنے والا مہربان ہوں○ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال وہ سفید چمکیلا ہو کر نکلے گا بغیر کسی عیب کے تو نو نشانیاں لے کر فرعون اور اس کی قوم کے طرف جا' یقیناً وہ بدکاروں کا گروہ ہے○ جب ان کے پاس آنکھیں کھول دینے والے ہمارے معجزے پہنچے تو وہ کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے○ انہوں نے ان کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے صرف ستم گاری اور تکبر کی بنا پر' پس دیکھ لے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا○

موسیٰ علیہ السلام کو رسالت اور معجزات کی عطائیگی: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد دلا رہا ہے کہ اللہ نے انہیں کس طرح بزرگ بنایا اور ان سے کلام کیا اور انہیں زبردست معجزے عطا فرمائے اور فرعون اور فرعونیوں کے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا لیکن ان کفار نے آپ کا انکار کیا اپنے کفر و تکبر سے نہ ہٹے آپ کی اتباع اور پیروی نہ کی۔ فرماتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لے کر چلے اور راستہ بھول گئے رات آ گئی اور وہ بھی سخت

(1) [سورۃ الانعام: آیت ۱۱۵]

اندھیرے والی۔ تو آپ نے دیکھا کہ ایک جانب سے آگ کا شعلہ سا دکھائی دیتا ہے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ تم تو یہیں ٹھہرو۔ میں اس روشنی کے پاس جاتا ہوں کیا عجب کہ وہاں جو ہو اس سے راستہ معلوم ہو جائے یا میں وہاں سے کچھ آگ لے آؤں کہ تم اس سے ذرا سینک تاپ کرلو۔ ایسا ہی ہوا بھی کہ آپ وہاں سے ایک بڑی خبر لائے اور بہت بڑا نور حاصل کیا۔ فرماتا ہے کہ جب وہاں پہنچے اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے دیکھتے ہیں کہ ایک سر سبز درخت ہے اس پر آگ لپٹ رہی ہے شعلے تیز ہو رہے ہیں اور درخت کی سر سبزی اور بڑھ رہی ہے۔ اونچی نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ نور آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ فی الواقع وہ آگ نہ تھی بلکہ نور تھا۔ اور نور بھی رب العالمین وحدہ لاشریک کا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام متعجب تھے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ یکا یک ایک آواز آتی ہے کہ اس نور میں جو ہے پاکی والا اور بزرگی والا ہے اور اس کے پاس جو فرشتے ہیں وہ بھی مقدس ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ سوتا نہیں' اور نہ اسے سونا لائق ہے وہ ترازو کو پست کرتا ہے اور اونچی کرتا ہے۔ رات کے کام اسی کی طرف دن سے پہلے اور دن کے کام رات سے پہلے چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نور ہے یا آگ ہے اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے چہرے کی تجلیاں ہر اس چیز کو جلا دیں جس پر اس کی نگاہ پہنچ رہی ہے یعنی کل کائنات کو۔

ابو عبیدہ رحمہ اللہ راوی حدیث نے یہ حدیث بیان فرما کر یہی آیت تلاوت کی۔ یہ الفاظ ابن ابی حاتم کے ہیں اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔ پاک ہے وہ اللہ جو تمام جہان کا پالنہار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے مشابہ نہیں۔ اس کی مصنوعات میں سے کوئی چیز کسی کے احاطے میں نہیں وہ بلند و بالا ہے ساری مخلوق سے الگ ہے زمین و آسمان اسے گھیر نہیں سکتے وہ احد و صمد ہے وہ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے پھر خبر دی کہ خود اللہ تعالیٰ ان سے خطاب فرما رہا ہے وہی اس وقت سرگوشیاں کر رہا ہے جو سب پر غالب ہے سب اس کے ماتحت اور زیر حکم ہیں۔ وہ اپنے قول و افعال میں حکمت والا ہے۔ اس کے بعد جناب باری تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے موسیٰ اپنی لکڑی کو زمین میں ڈال دو تا کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو کہ اللہ تعالیٰ فاعل و مختار ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد سنتے ہی لکڑی کو زمین پر گرایا۔ اسی وقت وہ ایک پھن اٹھائے پھنکارتا ہوا سانپ بن گئی اور بہت بڑے جسم کا سانپ بڑی ڈراؤنی صورت کا اس موٹاپے پر تیز تیز چلنے والا ایسا جیتا جاگتا چلتا پھرتا زبردست اژدھا دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف زدہ ہو گئے۔ ﴿جَآنٌّ﴾ کا لفظ قرآن کریم میں ہے یہ ایک قسم کے سانپ ہیں جو بہت تیزی سے حرکت کرنے والے اور کنڈلی لگانے والے ہوتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے ایسے سانپوں کے قتل سے ممانعت فرمائی ہے۔ الغرض جناب موسیٰ علیہ السلام اسے دیکھ کر ڈرے اور دہشت کے مارے ٹھہر نہ سکے اور منہ موڑ کر پیٹھ پھیر کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ایسے دہشت زدہ ہوئے کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ موسیٰ ڈرو نہیں۔ میں تو تمہیں برگزیدہ رسول اور ذی عزت پیغمبر بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد استثناء منقطع ہے اس آیت میں انسان کے لئے بہت بڑی بشارت ہے کہ جس نے بھی کوئی برائی کا کام کیا ہو پھر وہ اس پر نادم ہو جائے اس کام کو چھوڑ دے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ ﴾ الخ، جو بھی توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور راہ راست پر چلے میں اس کے گناہوں کا بخشنے والا ہوں۔ اور فرمان ہے ﴿ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ﴾ الخ، جو شخص کسی برائی کا مرتکب ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو غفور و رحیم پائے گا۔

اس مضمون کی آیتیں کلام الٰہی میں اور بھی بہت ساری ہیں۔ لکڑی کے سانپ بن جانے کے معجزے کے ساتھ ہی کلیم اللہ کو اور معجزہ دیا جاتا ہے کہ آپ جب بھی اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالیں گے تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہو کر نکلے گا یہ دو معجزے ان نو (۹) معجزوں میں سے ہیں جن سے میں تیری وقتاً فوقتاً تائید کرتا رہوں گا۔ تاکہ فاسق فرعون اور اس کی فاسق قوم کے دلوں میں تیری نبوت کا ثبوت جگہ پکڑ جائے یہ نو (۹) معجزے وہ تھے جن کا ذکر آیت ﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ﴾ الخ، میں ہے۔ جس کی پوری تفسیر بھی اسی آیت کے تحت میں گزر چکی ہے۔ جب یہ واضح ظاہر صاف اور کھلے معجزے فرعونیوں کو دکھائے تو وہ اپنی ضد میں آ کر کہنے لگے یہ تو جادو ہے لو ہم اپنے جادوگروں کو بلا لیتے ہیں مقابلہ کرلو اس مقابلہ میں اللہ نے حق کو غالب کیا اور یہ سب لوگ زیر ہو گئے مگر پھر بھی نہ مانے۔ گو دلوں میں اس کی حقانیت جم چکی تھی۔ لیکن ظاہر مقابلہ سے نہ ہٹے۔ صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر حق کو جھٹلاتے رہے اب تو دیکھ لے کہ ان مفسدوں کا انجام کس قدر حیرت ناک اور کیسا کچھ عبرت ناک ہوا؟ ایک ہی مرتبہ ایک ہی ساتھ سارے کے سارے دریا میں برباد کر دیئے گئے۔ پس اے نبی آخر الزمان ﷺ کے جھٹلانے والو! تم اس نبی کو جھٹلا کر مطمئن نہ بیٹھو۔ کیونکہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی اشرف و افضل ہیں ان کی دلیلیں اور معجزے بھی ان کی دلیلوں اور معجزوں سے بڑے ہیں خود آپ کا وجود آپ کے عادات و اخلاق اور اگلی کتابوں کی اور اگلے نبیوں کی آپ کی نسبت بشارتیں اور ان سے اللہ کا عہد و پیمان یہ سب چیزیں آپ میں ہیں پس تمہیں نہ ماننا کر نڈر اور بے خوف نہ رہنا چاہئے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

ہم نے یقیناً داؤد اور سلیمان کو علم دے رکھا تھا۔ دونوں نے کہا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے ○ داؤد کے وارث سلیمان ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہم سب کچھ دیئے گئے ہیں۔ بے شک یہ بالکل کھلا ہوا فضل الٰہی ہے ○ سلیمان کے سامنے ان کے تمام لشکر جنات اور انسان اور پرندے جمع کئے گئے۔ ہر ہر قسم الگ الگ کھڑی کر دی گئی ○ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے ○ اس کی بات سے حضرت سلیمان مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں۔ اور میرے باپ ماں پر' اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے۔ مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے ○

داؤد اور سلیمان علیہما السلام پر خصوصی نعمتوں کا ذکر: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کی خبر دے رہا ہے جو اس نے اپنے بندے اور نبی حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام پر فرمائی تھیں کہ کس طرح دونوں جہان کی دولت سے انہیں مالا مال فرمایا۔ ان نعمتوں کے ساتھ ہی اپنے شکریئے کی بھی توفیق دی تھی۔ دونوں باپ بیٹے ہر وقت اللہ کی نعمتوں پر اس کی شکر گزاری کیا کرتے تھے اور اس کی تعریفیں بیان کرتے رہتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دے اور ان پر وہ اللہ کی حمد کرے تو اس کی حمد ان نعمتوں سے بہت افضل ہے دیکھو خود کتاب اللہ میں یہ نکتہ موجود ہے پھر آپ نے یہی آیت لکھ کر لکھا کہ ان دونوں پیغمبروں کو جو نعمت دی گئی تھی اس سے افضل نعمت اور کیا ہوگی؟۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے اس سے مراد مال کی وارثت نہیں بلکہ ملک ونبوت کی وراثت ہے اگر مالی میراث مراد ہوتی تو اس میں صرف حضرت سلیمان ہی کا نام نہ آتا کیونکہ حضرت داؤد کی سو (۱۰۰) بیویاں تھیں انبیاء علیہم السلام کے مال کی میراث نہیں بٹتی۔ چنانچہ سید الانبیاء علیہ السلام کا ارشاد ہے ہم جماعتِ انبیاء علیہم السلام ہیں' ہمارے ورثے نہیں بٹا کرتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ [1] حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کی نعمتیں یاد کرتے ہیں فرماتے ہیں یہ پورا ملک اور یہ زبردست طاقت کہ انسان' جن' پرند' سب تابع فرمان ہیں' پرندوں کی زبان بھی سمجھ لیتے ہیں خاص اللہ کا فضل وکرم ہے جو کسی انسان پر نہیں ہوا بعض جاہلوں نے کہا کہ اس وقت پرند بھی انسانی زبان بولتے تھے۔ یہ محض ان کی بے علمی ہے بھلا سمجھو تو سہی اگر واقعی یہ بات ہوتی تو پھر اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت ہی کیا تھی جسے آپ فخر سے بیان فرماتے کہ ہمیں پرندوں کی زبان سکھا دی گئی پھر تو ہر شخص پرند کی بولی سمجھتا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت جاتی رہتی یہ محض غلط ہے پرند اور حیوانات ہمیشہ سے ایسے ہی رہے ان کی بولیاں بھی ایسی رہیں۔ یہ خاص اللہ کا فضل تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر چرند پرند کی زبان سمجھ لیتے تھے۔ ساتھ ہی یہ نعمت بھی حاصل ہوئی تھی کہ ایک بادشاہت میں جن جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے سب حضرت سلیمان علیہ السلام کو قدرت نے مہیا کر دی تھیں۔ یہ تھا اللہ کا کھلا احسان آپ پر۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فرض الخمس (۳۰۹٤) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب حکم الفئ (٤٥٥٢) ترمذی: کتاب السیر (۱٦۱۰)]

مسند امام احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام بہت ہی غیرت والے تھے جب آپ گھر سے جاتے تو دراوزہ بند کر جاتے پھر کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی ایک مرتبہ آپ اسی طرح باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بیوی صاحبہ کی نظر اٹھی تو دیکھا کہ گھر کے بیچوں بیچ ایک صاحب کھڑے ہیں۔ حیران ہوگئیں اور دوسروں کو دکھایا۔ آپس میں کہنے لگیں یہ کہاں سے آ گئے؟ دروازے بند ہیں یہ داخل کیسے ہوئے؟ اللہ کی قسم حضرت داؤد علیہ السلام بھی آ گئے آپ نے بھی انہیں کھڑا دیکھا اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ وہ جسے کوئی روک اور دروازہ روک نہ سکے وہ جو کسی بڑے سے بڑے کی مطلق پرواہ نہ کرے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمانے لگے مرحبا ہو مرحبا ہو آپ تو ملک الموت ہیں اسی وقت ملک الموت نے آپ کی روح قبض کی۔ سورج نکل آیا اور آپ پر دھوپ آ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام پر سایہ کریں انہوں نے اپنے پر کھول کر ایسی گہری چھاؤں کر دی کہ زمین پر اندھیرا سا چھا گیا پھر حکم دیا کہ ایک ایک کر کے سب اپنے پروں کو سمیٹ لو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! پرندوں نے پھر پر کیسے سمیٹے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنا ہاتھ سمیٹ کر بتلایا اس طرح۔ اس پر اس دن سرخ رنگ گدھ غالب آ گئے۔ [1] حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جمع ہوا جس میں انسان جن پرند سب تھے۔ آپ سے قریب انسان تھے پھر جن تھے۔ پرند آپ کے سروں پر رہتے تھے۔ گرمیوں میں سایہ کر لیتے تھے۔ سب اپنے اپنے مرتبے پر قائم تھے۔ جس کی جو جگہ مقرر تھی وہیں وہ رہتا۔ جب ان لشکروں کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام چلے۔ ایک جنگل پر گزر ہوا جہاں چیونٹیوں کا لشکر تھا۔ لشکرِ سلیمان کو دیکھ کر ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا جاؤ اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ لشکرِ سلیمان چلتا ہوا تمہیں روند ڈالے اور انہیں علم بھی نہ ہو۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس چیونٹی کا نام ترس تھا یہ بنوشیصان کے قبیلے سے تھی۔ تھی بھی لنگڑی بقدر بھیڑیئے کے اسے خوف ہوا کہ یہ سب روندی جائیں گی اور پس جائیں گی۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو تبسم بلکہ ہنسی آ گئی اور اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے اپنی ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں مثلاً پرندوں اور حیوانوں کی زبان سکھا دینا وغیرہ۔ نیز جو نعمتیں تو نے میرے والدین پر انعام کی ہیں کہ وہ مسلمان مومن ہوئے وغیرہ اور مجھے نیک عمل کرنے کی توفیق دے جن سے تو خوش ہو اور جب میری موت آ جائے تو مجھے اپنے نیک بندوں اور بلند رفقاء میں ملا دے جو تیرے دوست ہیں۔ مفسرین کا قول ہے کہ یہ وادی شام میں تھی۔ بعض اور جگہ بتاتے ہیں۔ یہ چیونٹی مثل مکھیوں کے پردار تھی اور بھی اقوال ہیں۔ نوف بکالی کہتے ہیں یہ بھیڑیئے کے برابر تھی۔ ممکن ہے اصل لفظ ذباب ہو یعنی مکھی کے برابر اور کاتب کی غلطی سے وہ ذیاب لکھ دیا گیا ہو یعنی بھیڑیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے اس کی بات کو بھی سمجھ گئے اور بے اختیار ہنسی آ گئی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام استسقاء کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲/۴۱۹)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔
[الموسوعة الحدیثیة (۹۴۳۲)] اس میں مطلب بن عبداللہ راوی بھی ضعیف ہے۔]

الٹی لیٹی ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ ہم بھی تیری مخلوق ہیں پانی برسنے کی محتاجی ہمیں بھی ہے۔ اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گی یہ دعا اس چیونٹی کی سن کر آپ نے لوگوں میں اعلان کیا لوٹ چلو کسی اور ہی کی دعا سے تم پانی پلائے گئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں نبیوں میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا انہوں نے چیونٹیوں کے سوراخ میں آگ لگانے کا حکم دے دیا اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے پیغمبر محض ایک چیونٹی کے کاٹنے پر تو نے ایک گروہ کے گروہ کو جو ہمارا تسبیح خواں تھا۔ ہلاک کر دیا تجھے بدلہ لینا تھا تو اسی سے لیتا۔ [1]

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢١﴾

آپ نے پرندوں کی دیکھ بھال کی اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے؟○ یقیناً میں اسے سخت تر سزا دوں گا' یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے کوئی معقول وجہ بیان کرے○

ہدہد غائب: ہدہد فوج سلیمان علیہ السلام میں مہندس کا کام کرتا تھا وہ بتلاتا تھا کہ پانی کہاں ہے؟ زمین کے اندر کا پانی اسے اس طرح نظر آتا تھا جیسے کہ زمین کے اوپر کی چیز لوگوں کو نظر آتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جنگل میں ہوتے اس سے دریافت فرماتے کہ پانی کہاں ہے؟ وہ بتا دیتا کہ فلاں جگہ ہے' اتنا نیچا ہے' اتنا اونچا ہے' وغیرہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی وقت جنات کو حکم دیتے اور کنواں کھود لیا جاتا۔ ایک دن اسی طرح ایک جنگل میں تھے پرندوں کی تفتیش کی تاکہ پانی کی تلاش کا حکم دیں۔ اتفاق سے وہ وہاں موجود نہ تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا آج ہدہد نظر نہیں آتا کیا پرندوں میں کہیں وہ چھپ گیا جو مجھے نظر نہ آیا یا واقعی وہ حاضر ہی نہیں؟۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر سن کر نافع بن ازرق خارجی نے اعتراض کیا تھا یہ بکواسی ہر وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی باتوں پر بے جا اعتراضات کیا کرتا تھا کہنے لگا بس آج تو تم ہار گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیوں؟ اس نے کہا آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ ہدہد زمین تلے کا پانی دیکھ لیتا تھا یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ ایک بچہ جال بچھا کر اسے مٹی سے ڈھک کر دانہ ڈال کر ہدہد کو شکار کر لیتا ہے اگر وہ زمین کے اندر کا پانی دیکھتا ہے تو زمین کے اوپر کا جال اسے کیوں نہیں نظر آتا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تو یہ سمجھ جائے گا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما لاجواب ہو گیا تو مجھے جواب کی ضرورت نہ تھی سن جس وقت قضا آ جاتی ہے' آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں اور عقل جاتی رہتی ہے نافع لاجواب ہو گیا اور کہنے لگا واللہ اب آپ پر اعتراض نہ کروں گا۔

حضرت عبداللہ برزی رحمہ اللہ ایک ولی اللہ شخص تھے پیر جمعرات کا روزہ پابندی سے رکھا کرتے تھے۔ اسی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد (٣٠١٩) صحیح مسلم: کتاب الحیوان: باب النهی عن قتل النمل (٥٨١٠) ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی قتل الذر (٥٢٦٦) ابن ماجه: کتاب الصید: باب ما ینهی عن قتله (٣٢٢٥) نسائی: کتاب الصید: باب قتل النمل (٤٣٦٩) مسند احمد (٢/٣١٣)]

(٨٠) سال کی عمر تھی ایک آنکھ سے کانے تھے۔ سلیمان بن زید نے ان سے آنکھ کے جانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے اس کے بتانے سے انکار کر دیا۔ یہ بھی پیچھے پڑ گئے مہینوں گزر گئے نہ وہ بتاتے نہ یہ سوال چھوڑتے آخر تنگ آ کر فرمایا لو سن لو۔ میرے پاس دو خراسانی برزہ میں (جو دمشق کے پاس ایک شہر ہے) آئے اور مجھ سے کہا کہ میں انہیں برزہ کی وادی میں لے جاؤں میں انہیں وہاں لے گیا انہوں نے انگیٹھیاں نکالیں بخور نکالے اور جلانے شروع کئے یہاں تک کہ تمام وادی خوشبو سے مہکنے لگی اور ہر طرف سے سانپوں کی آمد ہوگئی لیکن بے پرواہی سے بیٹھے رہے کسی سانپ کی طرف التفات تک نہ کرتے تھے تھوڑی دیر بعد میں ایک سانپ آیا جو ہاتھ بھر کا تھا اور اس کی آنکھیں سونے کی طرح چمک رہی تھیں۔ یہ بہت ہی خوش ہوئے اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے ہماری سال بھر کی محنت ٹھکانے لگی انہوں نے اس سانپ کو لے کر اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر اپنی آنکھوں میں پھیر لی میں نے ان سے کہا میری آنکھوں میں بھی یہ سلائی پھیر دو۔ انہوں نے انکار کر دیا میں نے ان سے منت سماجت کی بمشکل وہ راضی ہوئے اور میری داہنی آنکھ میں وہ سلائی پھیر دی اب جو میں دیکھتا ہوں تو زمین مجھے ایک شیشے کی طرح معلوم ہونے لگی جیسی اوپر کی چیزیں نظر آتی تھیں ایسی ہی زمین کے اندر کی چیزیں بھی دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا اچھا اب آپ ہمارے ساتھ ہی کچھ دور چلئے میں نے منظور کر لیا وہ باتیں کرتے ہوئے مجھے ساتھ لئے ہوئے چلے جب میں بستی سے بہت دور نکل گیا تو دونوں نے مجھے دونوں طرف سے پکڑ لیا اور ایک نے اپنی انگلی ڈال کر میری آنکھ نکال لی اور اسے پھینک دیا اور مجھے یونہی بندھا ہوا وہیں چھوڑ کر دونوں کہیں چل دیئے۔ اتفاقاً وہاں سے ایک قافلہ گزرا انہوں نے مجھے اس حالت میں دیکھ کر رحم کھایا قید و بند سے مجھے آزاد کیا اور میں چل آیا یہ قصہ ہے میری آنکھ کے جانے کا۔ (ابن عساکر)[1]

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس ہدہد کا نام عنبر تھا۔ آپ فرماتے ہیں اگر فی الوقع وہ غیر حاضر ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا اس کے پر نچوا دوں گا اور اس کو پھینک دوں گا کہ کیڑے مکوڑے کھا جائیں یا میں اسے حلال کر دوں گا یا یہ کہ وہ اپنے غیر حاضر ہونے کی کوئی معقول وجہ پیش کر دے۔ اتنے میں ہدہد آ گیا جانوروں نے اسے خبر دی کہ آج تیری خیر نہیں۔ بادشاہ سلامت عہد کر چکے ہیں کہ وہ تجھے مار ڈالیں گے اس نے کہا یہ بیان کرو کہ آپ کے الفاظ کیا تھے؟ انہوں نے بیان کیا تو خوش ہو کر کہنے لگا پھر تو میں بچ جاؤں گا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے بچاؤ کی وجہ اس کا اپنی ماں کے ساتھ سلوک تھا۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾
اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾
وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

[1] [تاریخ دمشق (١٣٠/١٩)]

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٢٤﴾ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۩ ﴿٢٦﴾

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ آ کر اس نے کہا میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں کہ تجھے اس کی خبر ہی نہ تھی میں سبا کی ایک سچی خبر تیرے پاس لایا ہوں ○ میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے ○ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا' شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے ○ کہ اسی اللہ کے لئے سجدے کریں جو آسمان اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے ○ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے ○

ہدہد کے پاس خبر جو پیغمبر کے پاس بھی نہیں: ہدہد کی غیر حاضری کو تھوڑی سی دیر گزری تھی وہ آ گیا۔ اس نے کہا اے اللہ کے نبی علیہ السلام جس بات کی آپ کو خبر بھی نہیں میں اس کی ایک نئی خبر لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں میں سبا سے آ رہا ہوں اور پختہ یقینی خبر لایا ہوں اس کے سبا حمیر تھے اور یہ یمن کے بادشاہ تھے۔ ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے اس کا نام بلقیس بنت شرحبیل تھا یہ سبا کی ملکہ تھی۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کی ماں جنیہ عورت تھی اس کے قدم کا پچھلا حصہ چوپائے کے کھر جیسا تھا۔

اور روایت میں ہے اس کی ماں کا نام اس کا تھا ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں ''اس کے باپ کا نام ذی شرخ تھا اور ماں کا نام بلتعہ تھا لاکھوں کا اس کا لاؤ لشکر تھا'' اس کی بادشاہی ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے مشیر و وزیر تین سو بارہ شخص ہیں ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ ہزار کی جمعیت ہے۔ اس کی زمین کا نام مارب ہے۔ یہ صنعاء سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہی قول قرین قیاس ہے۔ اس کا اکثر حصہ مملکت یمن میں ہے۔ واللہ اعلم

ہر قسم کا دنیوی اسباب اسے مہیا ہے۔ اس کا نہایت ہی شاندار تخت ہے جس پر وہ جلوس کرتی ہے۔ سونے سے منڈھا ہوا ہے اور جڑاؤ اور مروارید کی کاریگری اس پر ہوئی ہے' یہ اسی (۸۰) ہاتھ اونچا تھا اور چالیس (۴۰) ہاتھ چوڑا تھا۔ چھ سو عورتیں ہر وقت اس کی خدمت میں کمربستہ رہتی تھیں اس کا دیوان خاص جس میں یہ تخت تھا بہت بڑا محل تھا بلند و بالا کشادہ اور فراخ' پختہ' مضبوط اور صاف جس کے مشرقی حصہ میں تین سو ساٹھ طاق تھے اور اتنے ہی مغربی حصے میں۔ اسے اس صنعت سے بنایا تھا کہ ہر دن سورج ایک طاق سے نکلتا اور اسی مقابلہ کے طاق میں غروب ہوتا۔ اہل دربار صبح و شام اسے سجدہ کر لیتے۔ راجا و پرجا سب آفتاب پرست تھے۔ اللہ کا عابد ان میں ایک بھی نہ تھا۔ شیطان نے برائیاں انہیں اچھی کر دکھائی تھیں اور ان پر حق کا راستہ بند کر رکھا تھا وہ راہ راست پر آتے ہی نہ تھے۔ راہ راست یہ ہے کہ سورج چاند اور ستاروں کی بجائے صرف اللہ ہی کی ذات کو سجدے کے لائق مانا جائے۔ جیسے فرمان قرآن ہے کہ ''رات' دن' سورج' چاند' سب قدرت اللہ کی نشانیاں ہیں۔ تمہیں سورج کو چاند

کو سجدہ نہ کرنا چاہئے سجدہ صرف اسی اللہ کو کرنا چاہئے' جوان سب کا خالق ہے"۔ ﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا﴾ کی ایک قرأت ﴿اَلَا يَا اسْجُدُوْا﴾ بھی ہے۔ یا کے بعد کا منادیٰ محذوف ہے یعنی اے میری قوم خبردار سجدہ اللہ ہی کے لئے کرنا ہے جو آسمان کی زمین کی ہر ہر پوشیدہ چیز سے باخبر ہے۔ ﴿خَبْءَ﴾ کی تفسیر پانی اور بارش اور پیداور سے بھی کی گئی ہے۔ کیا عجب کہ ہدہد کی جس میں یہ صفت تھی یہی مراد ہو۔ اور تمہارے ہر مخفی اور ظاہر کام کو بھی وہ جانتا ہے۔ کھلی چھپی بات اس پر یکساں ہے۔ وہی تنہا معبود برحق ہے' وہی عرش عظیم کا رب ہے' جس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ چونکہ ہدہد خیر کی طرف بلانے والا ایک اللہ کی عبادت کا حکم دینے والا' اس کے سوا غیر کے سجدے سے روکنے والا تھا۔ اسی لئے اس کے قتل کی ممانعت کر دی گئی۔ مسند احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے چار جانوروں کا قتل منع فرمایا ہے۔ چیونٹی' شہد کی مکھی' ہدہد اور صرد یعنی لٹورا۔ [1]

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع

سلیمان نے کہا اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے ○ میرے اس خط کو لے جا کر انہیں دے دے پھر ان کے پاس سے ہٹ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ○ وہ کہنے لگی اے سردارو میری طرف ایک باوقعت خط ڈالا گیا ہے ○ جو سلیمان کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے ○ یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جاؤ ○

ہدہد کی خبر کی تحقیق: ہدہد کی خبر سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تحقیق شروع کر دی کہ اگر یہ سچا ہے تو قابل معافی ہے اور اگر جھوٹا ہے تو قابل سزا ہے۔ اسی سے فرمایا کہ میرا یہ خط بلقیس کو جو وہاں کی فرمانروا ہے دے آ۔ اس خط کو چونچ میں لے کر یا پر سے بندھوا کر ہدہد اڑا۔ وہاں پہنچ کر بلقیس کے محل میں گیا وہ اس وقت خلوت خانہ میں تھی۔ اس نے ایک طاق میں سے وہ خط اس کے سامنے رکھ دیا اور ادب کے ساتھ ایک طرف ہو گیا۔ اسے سخت تعجب معلوم ہوا' حیرت ہوئی اور ساتھ ہی کچھ خوف زدہ ہوئی۔ خط کو اٹھا کر مہر توڑ کر خط کو کھول کر پڑھا اس کے مضمون سے واقف ہو کر اپنے امراء' وزراء' سردار اور رؤسا کو جمع کیا اور کہنے لگی کہ ایک باوقعت خط میرے سامنے ڈالا گیا ہے اس خط کا باوقعت ہونا اس پر اس سے بھی ظاہر ہو گیا تھا کہ ایک جانور اسے لاتا ہے وہ ہوشیاری اور احتیاط

---

[1] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی قتل الذر (۵۲۶۷) ابن ماجہ : کتاب الصید : باب ما ینھی عن قتلہ (۳۲۲۴) مسند احمد (۱/۳۳۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود، صحیح ابن ماجہ] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

سے پہنچاتا ہے۔ سامنے باادب رکھ کر ایک طرف ہو جاتا ہے تو جان گئی تھی کہ یہ خط مکرم ہے اور کسی باعزت شخص کا بھیجا ہوا ہے۔ پھر خط کا مضمون سب کو پڑھ کر سنایا کہ یہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے اور اس کے شروع میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ لکھا ہوا ہے۔ ساتھ ہی مسلمان ہونے اور تابع فرمان بننے کی دعوت ہے۔ اب سب نے پہچان لیا کہ یہ اللہ کے پیغمبر کا دعوت نامہ ہے اور ہم میں سے کسی میں ان کے مقابلے کی تاب وطاقت نہیں۔ پھر خط کی بلاغت واختصار اور وضاحت نے سب کو حیران کر دیا کہ یہ مختصر سی عبارت بہت سی باتوں سے سوا ہے۔ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ علماء کرام کا مقولہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے کسی نے خط میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ نہیں لکھی۔

ایک غریب اور ضعیف حدیث ابن ابی حاتم میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے فرمایا میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں جو مجھ سے پہلے سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے بعد کسی نبی پر نہیں اتری میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سی آیت ہے؟ آپ نے فرمایا مسجد سے جانے سے پہلے ہی میں تجھے بتا دوں گا اب آپ نکلنے لگے ایک پاؤں مسجد سے باہر رکھ بھی دیا میرے جی میں آیا کہ شاید آپ بھول گئے۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی۔ [1] اور روایت میں ہے کہ جب تک یہ آیت نہیں اتری تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ﴿بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ﴾ تحریر فرمایا کرتے تھے جب یہ آیت اتری آپ نے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ لکھنا شروع کیا۔ خط کا مضمون صرف اسی قدر تھا کہ میرے سامنے سرکشی نہ کرو، مجھے مجبور نہ کرو، میری بات کو مان لو، تکبر سے کام نہ لو، موحد، مخلص، مطیع بن کر میرے پاس چلے آؤ۔

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾
قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾
قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ
وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اس نے کہا اے میرے سردارو تم میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو میں کسی امر کا قطعی فیصلہ جب تک تمہاری موجودگی اور رائے نہ ہو نہیں کیا کرتی' ان سب نے جواب دیا کہ ہم طاقت اور قوت والے سخت لڑنے بھڑنے والے ہیں۔ آگے آپ کو اختیار ہے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ ہمیں آپ کیا حکم فرماتی ہیں ○ اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے ذی عزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ فی الواقع وہ اسی طرح کرتے تھے ○ میں انہیں ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں۔ پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں ○

ملکہ بلقیس اور سلیمان علیہ السلام کا خط: بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط انہیں سنا کر ان سے مشورہ طلب کیا

[1] [ضعیف : اس میں عبدالکریم راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

اور کہا کہ تم جانتے ہو جب تک تم سے میں مشورہ نہ کرلوں تم موجود نہ ہو تو میں چونکہ کسی امر کا فیصلہ تنہا نہیں کر لیتی اس بارے میں بھی تم سے مشورہ طلب کرتی ہوں بتاؤ کیا رائے ہے؟ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ ہماری جنگی طاقت بہت کچھ ہے اور ہماری طاقت مسلم ہے۔ اس طرف سے تو اطمینان ہے آگے جو آپ کا حکم ہو۔ ہم تابعداری کے لئے موجود ہیں۔ اس میں ایک حد تک سرداران لشکر نے لڑائی کی طرف اور مقابلے کی طرف رغبت دی تھی لیکن بلقیس چونکہ سمجھ دار، عاقبت اندیش تھی اور ہدہد کے ہاتھوں خط کے ملنے کا ایک کھلا معجزہ دیکھ چکی تھی یہ بھی معلوم کرلیا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طاقت کے مقابلے میں میرا لاؤ لشکر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر لڑائی کی نوبت آئی تو علاوہ ملک کی بربادی کے میں بھی سلامت نہ رہ سکوں گی اس لئے اس نے اپنے وزیروں اور مشیروں سے کہا بادشاہوں کا قاعدہ ہے جب وہ کسی ملک کو فتح کرتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اجاڑ جاتے ہیں۔ وہاں کے ذی عزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں سردارانِ لشکر اور حکمران شہر خصوصی ان کی نگاہوں میں چڑھ جاتے ہیں۔ جناب باری تعالیٰ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ فی الواقع یہ صحیح ہے وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد اس نے جو ترکیب سوچی تھی کہ ایک چال چلے اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے موافقت کرلے صلح کرلے وہ اس کے سامنے پیش کی کہا کہ اس وقت تو میں ایک گراں بہا تحفہ انہیں بھیجتی ہوں دیکھتی ہوں اس کے بعد میرے قاصدوں سے کیا فرماتے ہیں؟ بہت ممکن ہے کہ وہ اسے قبول فرمالیں اور ہم آئندہ بھی انہیں یہ رقم بطور جزیئے کے بھیجتے رہیں اور انہیں ہم پر چڑھائی کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اسلام کی قبولیت میں اسی طرح اس نے ہدیئے بھیجنے میں نہایت دانائی سے کام لیا۔ وہ جانتی تھی کہ روپیہ پیسہ وہ چیز ہے کہ فولاد کو بھی نرم کر دیتا ہے۔ نیز اسے یہ بھی آزمانا تھا کہ دیکھیں وہ ہمارے اس مال کو قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر قبول کرلیا تو سمجھ لو کہ وہ ایک بادشاہ ہیں پھر ان سے مقابلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر واپس کر دیا تو ان کی نبوت میں شک نہیں پھر مقابلہ سراسر بے سود بلکہ مضر ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ز فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ج بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

جب قاصد حضرت سلیمان کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کیا تم مال سے مجھے تھپک دینا چاہتے ہو؟ مجھے تو میرے رب نے اس سے بہت بہتر دے رکھا ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے، پس تم اپنے اس تحفے سے خوش رہو○ جا ان کی طرف واپس لوٹ جا ہم ان کے مقابلہ پر وہ لشکر لائیں گے جن کے سامنے پڑنے کی ان میں طاقت نہیں اور انہیں ہم ذلیل و پست کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے○

ملکہ نے تحفہ بھیجا مگر سلیمان علیہ السلام نے قبول نہ کیا: بلقیس نے بہت ہی گراں قدر تحفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے

پاس بھیجا۔ سونا، موتی، جواہر وغیرہ، سونے کی کثیر مقدار، اینٹیں، سونے کے برتن وغیرہ۔ بعض کہتے ہیں کچھ بچے عورتوں کے لباس میں اور کچھ عورتیں لڑکوں کے لباس میں بھیجیں اور کہا کہ اگر انہیں وہ پہچان لے تو اسے نبی مان لینا چاہئے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام نے سب کو وضو کرنے کا حکم دیا لڑکیوں نے تو برتن سے پانی بہا کر اپنے ہاتھ دھوئے اور لڑکوں نے برتن میں ہی ہاتھ ڈال کر پانی لیا۔ اس سے آپ نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ پہچان کر الگ الگ کر دیا کہ یہ لڑکیاں ہیں اور یہ لڑکے ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس طرح پہچانا کہ لڑکیوں نے تو پہلے اپنے ہاتھ کے اندرونی حصہ کو دھویا اور لڑکوں نے ان کے برخلاف بیرونی حصے کو پہلے دھویا یہ بھی مروی ہے کہ ان میں سے ایک جماعت نے اس کے برخلاف ہاتھ کی انگلیوں سے شروع کر کے کہنی تک لے گئے۔ ان میں سے کسی میں نفی کا امکان نہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ بھی مذکور ہے کہ بلقیس نے ایک برتن بھیجا تھا کہ اسے ایسے پانی سے پر کر دو جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا ہو تو آپ نے گھوڑے دوڑائے اور ان کے پسینوں سے وہ برتن بھر دیا۔ اس نے کچھ خرمہرے اور ایک لڑی بھیجی تھی آپ نے انہیں لڑی میں پرو دیا یہ سب اقوال عموماً بنی اسرائیل کی روایتوں سے لئے جاتے ہیں اب اللہ ہی کو علم ہے کہ ان میں سے واقع میں کون سا ہوا یا کچھ بھی نہیں ہوا؟ البتہ بظاہر تو الفاظ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس رانی کے تحفے کی طرف مطلقاً التفات ہی نہیں کیا۔ اور اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا تم مجھے مالی رشوت دے کر شرک پر باقی رہنا چاہتے ہو؟ یہ محض ناممکن ہے مجھے رب نے بہت کچھ دے رکھا ہے، ملک، مال، لاؤ، لشکر سب میرے پاس موجود ہے۔ تم سے ہر طرح بہتر حالت میں میں ہوں۔ فالحمد اللہ

تم ہی اپنے اس ہدیئے سے خوش رہو یہ کام تم ہی کو سونپا کہ مال سے راضی ہو جاؤ اور تحفہ تمہیں جھکا دے یہاں تو دو ہی چیزیں ہیں یا شرک چھوڑ دو یا تلوار روکو۔ یہ بھی کہا گیا ہے اس سے پہلے کہ اس کے قاصد پہنچیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا اور انہوں نے سونے چاندی کے ایک ہزار محل تیار کر دیئے۔ جس وقت قاصد پائے تخت میں پہنچے ان محلات کو دیکھ کر ہوش جاتے رہے اور کہنے لگے یہ بادشاہ تو ہمارے اس تحفے کو اپنی حقارت سمجھے گا۔ یہاں تو سونا مٹی کی وقعت بھی نہیں رکھتا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بادشاہوں کو یہ جائز ہے کہ بیرونی لوگوں کے لئے تکلفات کرے اور قاصدوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کرے۔ پھر آپ نے قاصدوں سے فرمایا کہ یہ ہدیئے انہیں کو واپس کر دو اور ان سے کہہ دو مقابلے کی تیاری کر لیں یاد رکھو میں وہ لشکر لے کر چڑھائی کروں گا کہ وہ سامنے آ ہی نہیں سکتے انہیں ہم سے جنگ کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ انہیں ہم ان کی سلطنت سے بیک بنی و دو گوش ذلت وحقارت کے ساتھ نکال دیں گے ان کے تخت و تاج کو روند دیں گے۔ جب قاصد اس تحفے کو واپس لے کر پہنچے اور شاہی پیغام بھی سنا دیا۔ بلقیس کو آپ کی نبوت کا یقین ہو گیا اور خود بھی اور تمام لشکر اور رعایا مسلمان ہو گئے اور اپنے لشکروں سمیت وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے جب آپ نے اس کا یہ قصد معلوم کیا تو بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ڣ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

آپ نے فرمایا اے سردارو تم میں سے کوئی ہے جو ان کے مسلمان ہو کر میرے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس کا تخت مجھے لا دے؟○ ایک سرکش جن کہنے لگا آپ اپنی اس مجلس سے اٹھیں اس سے پہلے ہی پہلے میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں، یقین مانئے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانتدار○ جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول اٹھا کہ آپ پلک جھپکائیں اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں؟ جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے یہی میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے وہ آزمالے کہ میں شکرگزاری کرتا ہوں یا ناشکری؟ شکرگزار اپنے ہی نفع کے لئے شکرگزاری کرتا ہے، اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے پرواہ بزرگ ہے غنی وکریم ہے○

ملکہ کے پاس دوبارہ پیغام: جب قاصد پہنچتا ہے اور بلقیس کو دوبارہ پیغام نبوت پہنچتا ہے تو وہ سمجھ لیتی ہے اور کہتی ہے واللہ یہ سچے پیغمبر ہیں اور پیغمبر کا مقابلہ کر کے کوئی پنپ نہیں سکتا۔ اسی وقت دوبارہ قاصد بھیجا کہ میں اپنی قوم کے سرداروں سمیت حاضر خدمت ہوتی ہوں تاکہ خود آپ سے ملی دینی معلومات حاصل کروں اور آپ سے اپنی تشفی کرلوں یہ کہلوا کر یہاں اپنا نائب ایک کو بنایا۔ سلطنت کے انتظامات اس کے سپرد کئے اپنا لاجواب بیش قیمت جڑاؤ تخت جو سونے کا تھا سات محلوں میں مقفل کیا اور اپنے نائب کو اس کی حفاظت کی خاص تاکید کی اور بارہ سردار جن میں سے ہر ایک کے تحت ہزاروں آدمی تھے، اپنے ساتھ لئے اور ملک سلیمان کی طرف چل دی۔ جنات قدم قدم اور دم دم کی خبریں آپ کو پہنچاتے رہتے تھے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ قریب پہنچ چکی ہے تو آپ نے اپنے دربار میں جس میں جن وانس سب موجود تھے فرمایا کوئی ہے جو اس کے تخت کو اس کے پہنچنے سے پہلے یہاں پہنچا دے؟ کیونکہ جب وہ یہاں آجائیں گی اور اسلام میں داخل ہو جائیں پھر اس کا مال ہم پر حرام ہو جائے گا۔ یہ سن کر ایک طاقتور سرکش جن جس کا نام کوزن تھا اور جو مثل ایک بڑے پہاڑ کے تھا۔ بول پڑا کہ اگر آپ مجھے حکم دیں تو آپ دربار برخواست کریں اس سے پہلے میں لا دیتا ہوں۔ آپ لوگوں کے فیصلے کرنے اور جھگڑے چکانے اور انصاف دینے کو صبح سے دوپہر تک دربار عام میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ اس نے کہا میں اس تخت کے اٹھا لانے کی طاقت رکھتا ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔ اس میں کوئی چیز نہیں چراؤں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں اس سے بھی پہلے میرے پاس وہ پہنچ جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی اس تخت کے منگوانے سے غرض یہ تھی کہ اپنے ایک زبردست معجزے کا اور پوری

طاقت کا ثبوت بلقیس کو دکھائیں کہ اس کا تخت جسے اس نے سات مقفل مکانوں میں رکھا تھا وہ اس کے آنے سے پہلے دربار سلیمانی میں موجود ہے (وہ غرض نہ تھی جو اوپر بروایت قتادہ رحمہ اللہ بیان ہوئی) حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس جلدی کے تقاضے کو سن کر جس کے پاس کتابی علم تھا وہ بولا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ آصف تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاتب تھے ان کے باپ کا نام برخیا تھا یہ ولی اللہ تھے اسم اعظم جانتے تھے۔ پکے مسلمان تھے۔ بنو اسرائیل میں سے تھے مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ان کا نام اسطوم تھا۔ بلیخا بھی مروی ہے ان کا لقب ذوالنور تھا۔

عبداللہ بن لہیعہ کا قول ہے یہ خضر تھے لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنی نگاہ دوڑایئے جہاں تک پہنچے نظر کیجئے ابھی آپ دیکھ ہی رہے ہوں گے کہ میں اسے لا دوں گا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے یمن کی طرف جہاں اس کا تخت تھا نظر کی ادھر یہ کھڑے ہو کر وضو کر کے دعا میں مشغول ہوئے اور کہا ((یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ)) یا فرمایا ((یَا اِلٰھَنَا وَاِلٰہَ کُلِّ شَیْءٍ اِلٰھاً وَّاحِدًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اِئْتِنِیْ بِعَرْشِھَا)) اسی وقت تخت بلقیس سامنے آ گیا اتنی ذرا سی دیر میں یمن سے بیت المقدس میں وہ تخت پہنچ گیا اور لشکر سلیمان کے دیکھتے ہوئے زمین سے نکل آیا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے اسے اپنے سامنے موجود دیکھ لیا تو فرمایا یہ صرف میرے رب کا فضل ہے کہ وہ مجھے آزمالے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری؟ جو شکر کرے وہ اپنا ہی نفع کرتا ہے اور جو ناشکری کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی بندگی سے بے نیاز ہے اور خود بندوں سے بھی اس کی عظمت کسی کی محتاج نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ [1] الخ، جو نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے لئے اور جو برائی کرتا ہے وہ اپنے لئے۔ اور جگہ ہے جو نیکی کرتے ہیں وہ اپنے لئے ہی اچھائی جمع کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا تم اور روئے زمین کے سب انسان بھی اگر اللہ سے کفر کرنے لگو تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑو گے۔ وہ غنی اور حمید ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان و جنات بہتر سے بہتر اور نیک بخت سے نیک بخت ہو جائیں تو میرا ملک بڑھ نہیں جائے گا اور اگر سب کے سب بد بخت اور برے بن جائیں تو میرا ملک گھٹ نہیں جائے گا یہ تو صرف تمہارے اعمال ہیں جو جمع ہوں گے اور تم ہی کو ملیں گے جو بھلائی پائے تو اللہ کا شکر کرے اور جو برائی پائے تو صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔ [2]

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾

---

[1] [سورہ فصلت: آیت ٤٦]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ: باب تحریم الظلم (٢٥٧٧) ترمذی: باب دعاء النبی (٣٥٤٧) ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب ذکر التوبۃ (٤٢٥٧) مسند احمد (١٦٠/٥)]

قِيۡلَ لَهَا ادۡخُلِى الصَّرۡحَ‌ۚ فَلَمَّا رَاَتۡهُ حَسِبَـتۡهُ لُـجَّةً وَّكَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَيۡهَا‌ ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ ؕ قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ وَاَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۞ ع

حکم دیا کہ اس کے اس تخت میں کچھ پھیر بدل کر دو تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ راہ پا لیتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے ○ پھر جب وہ آ گئی تو اس سے دریافت کیا گیا کہ کیا ایسا ہی تیرا تخت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ گویا وہی ہے' ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا اور ہم مسلمان تھے ○ اسے انہوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتی رہی تھی یقیناً وہ کافر لوگوں میں سے تھی ○ اس سے کہا گیا کہ محل میں چلی چلو' جسے دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ یہ حوض ہے اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ فرمایا یہ تو شیشے سے منڈھی ہوئی عمارت ہے۔ کہنے لگی میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرماں بردار بنتی ہوں ○

ملکہ اور اس کا تخت سلیمان علیہ السلام کے پاس: اس تخت کے آ جانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس میں قدرے تغیر وتبدل کر ڈالو۔ پس کچھ ہیرے جواہر بدل دیئے گئے۔ رنگ وروغن میں بھی تبدیلی کر دی گئی نیچے اوپر سے بھی کچھ بدل دیا کچھ کمی زیادتی بھی کر دی گئی تا کہ بلقیس کی آزمائش کریں کہ وہ اپنے تخت کو پہچان لیتی ہے یا نہیں پہچان سکتی؟ جب وہ پہنچی تو اس سے کہا گیا کہ کیا تیرا تخت یہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہو بہو اسی جیسا ہے۔ اس جواب سے اس کی دور بینی عقلمندی' زیرکی' دانائی ظاہر ہے کہ دونوں پہلو سامنے رکھے دیکھا کہ تخت بالکل میرے تخت جیسا ہے مگر بظاہر اس کا یہاں پہنچنا ناممکن ہے تو اس نے بیچ کی بات کہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس سے پہلے ہی ہمیں علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے۔ بلقیس کو اللہ کے سوا اوروں کی عبادت نے اور اس کے کفر نے توحید اللہ سے روک دیا تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا اس سے پہلے کافروں میں تھی۔ لیکن پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ ملکہ نے قبول اسلام کا اعلان محل میں داخل ہونے کے بعد کیا ہے جیسے عنقریب بیان ہو گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کے ہاتھوں ایک محل بنوایا جو صرف شیشے اور کانچ کا تھا اور اس کے نیچے پانی سے لبالب حوض تھا' شیشہ بہت ہی صاف شفاف تھا۔ آنے والا شیشے کا امتیاز نہیں کر سکتا تھا بلکہ اسے یہی معلوم ہوتا تھا کہ پانی ہی پانی ہے حالانکہ اس کے اوپر شیشے کا فرش تھا بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس صنعت سے غرض سلیمان علیہ السلام کی یہ تھی کہ آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن یہ سنا تھا کہ اس کی پنڈلیاں بہت خراب ہیں اور اس کے ٹخنے چوپایوں کے کھروں جیسے ہیں اس کی تحقیق کے لئے آپ نے ایسا کیا تھا جب وہ یہاں آنے لگی تو پانی کے حوض کو دیکھ کر اپنے پائنچے اٹھائے آپ نے دیکھ لیا کہ جو بات مجھے پہنچائی گئی ہے غلط ہے۔ اس کی پنڈلیاں اور پیر بالکل انسانوں جیسے ہی ہیں۔ کوئی نئی بات یا بدصورتی نہیں ہاں چونکہ بے نکاحی تھی پنڈلیوں پر بال بڑے بڑے تھے۔ آپ نے استرے سے منڈوا ڈالنے کا مشورہ دیا لیکن

اس نے کہا اس کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ آپ نے جنوں سے کہا کوئی اور چیز بناؤ جن سے یہ بال جاتے رہیں۔ پس انہوں نے ہڑتال پیش کی یہ دوا سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم ہی سے تلاش کی گئی۔ محل میں بلانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے ملک سے‘ اپنے دربار سے‘ اپنی رونق سے‘ اپنے ساز و سامان سے‘ اپنے لطف و عیش سے خود اپنے سے بڑی ہستی دیکھ لے اور اپنا جاہ و حشم نظروں سے گر جائے جس کے ساتھ ہی تکبر و تجبر کا خاتمہ بھی یقینی تھا۔ یہ جب اندر آنے لگی اور حوض کی حد پر پہنچی تو اسے لہلہاتا ہوا دریا سمجھ کر پائنچے اٹھائے۔ اسی وقت کہا گیا کہ آپ کو غلطی لگی یہ تو شیشہ منڈھا ہوا ہے۔ آپ اسی کے اوپر سے بغیر قدم تر کئے آ سکتی ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچتے ہی اسکے کان میں آپ نے صدائے توحید ڈالی اور سورج پرستی کی مذمت سنائی۔ اس محل کو دیکھتے ہی اس حقیقت پر نظر ڈالتے ہی دربار کے ٹھاٹھ دیکھتے ہی اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی کہ میرا ملک تو اس کے پاسنگ میں بھی نہیں۔ نیچے پانی ہے اور اوپر شیشہ ہے بیچ میں تخت سلیمانی ہے اوپر سے پرندوں کا سایہ ہے جن و انس سب حاضر اور تابع فرمان۔ جب اسے توحید کی دعوت دی گئی تو بے دینوں کی طرح اس نے بھی زندیقانہ جواب دیا جس سے اللہ کی جناب میں گستاخی لازم آتی تھی۔ اسے سنتے ہی سلیمان علیہ السلام اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور آپ کو دیکھ کر سارا لشکر بھی۔ اب تو وہ بہت ہی نادم ہوئی ادھر سے حضرت نے ڈانٹا کہ کیا کہہ دیا؟ اس نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی اور اسی وقت رب کی طرف جھک گئی اور کہنے لگی اے اللہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لے آئی۔ چنانچہ سچے دل سے مسلمان ہو گئی۔

ابن ابی شیبہ میں یہاں پر ایک غریب اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وارد کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت پر متمکن ہوتے تو اس کے پاس کی کرسیوں پر انسان بیٹھتے اور اس کے پاس والی کرسیوں پر جن بیٹھتے پھر ان کے بعد شیاطین بیٹھتے پھر ہوا اس تخت کو لے اڑتی اور معلق تھما دیتی پھر پرند آ کر اپنے پروں سے سایہ کر لیتے پھر آپ ہوا کو حکم دیتے اور وہ پرواز کر کے صبح صبح مہینے بھر کے فاصلے پر پہنچا دیتی اسی طرح شام کو مہینے بھر کی دوری طے ہوتی۔

ایک مرتبہ اسی طرح آپ جا رہے تھے پرندوں کی دیکھ بھال جو کی تو ہدہد کو غائب پایا بڑے ناراض ہوئے اور فرمایا کیا وہ جمگھٹے میں مجھے نظر نہیں پڑتا یا سچ مچ غیر حاضر ہے؟ اگر واقعی وہ غیر حاضر ہے تو اسے سخت سزا دوں گا بلکہ ذبح کر دوں گا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان کر دے ایسے موقعہ پر پرندوں کے پر نچوا کر آپ زمین پر ڈلوا دیتے تھے کیڑے مکوڑے کھا جاتے تھے اس کے بعد تھوڑی ہی دیر میں وہ خود حاضر ہوتا ہے اپنا سبا جانا اور وہاں کی خبر لانا بیان کرتا ہے۔ اپنی معلومات کی تفصیل سے آگاہ کرتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی صداقت کی آزمائش کے لئے اسے ملکہ سبا کے نام ایک چٹھی دے کر دوبارہ بھیجتے ہیں جس میں ملکہ کو ہدایت ہوتی ہے کہ میری نافرمانی نہ کرو اور مسلمان ہو کر میرے پاس آ جاؤ۔ اس خط کو دیکھتے ہی ملکہ کے دل میں اس خط کی اور اس کے لکھنے والے کی عزت سما جاتی ہے وہ اپنے درباریوں سے مشورہ کرتی ہے وہ اپنی قوت‘ طاقت‘ فوج‘ ٹھاٹھ

بیان کر کے کہہ دیتے ہیں کہ ہم تیار ہیں صرف اشارے کی دیر ہے لیکن یہ برے وقت اور اپنی شکست کے انجام کو خیال کر کے اس ارادے سے باز رہتی ہے اور دوستی کا سلسلہ اس طرح شروع کرتی ہے کہ تحفے اور ہدیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجتی ہے۔ جسے سلیمان علیہ السلام واپس کر دیتے ہیں اور چڑھائی کی دھمکی دیتے ہیں اب یہ اپنے ہاں سے چلتی ہے جب قریب پہنچ جاتی ہے اور اس کے لشکر کی گرد کو سلیمان علیہ السلام دیکھ لیتے ہیں تب فرماتے ہیں اس کا تخت اٹھا لاؤ۔ ایک جن کہتا ہے میں ابھی لاتا ہوں آپ یہاں سے اٹھیں اس سے پہلے ہی دیکھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا کیا اس سے بھی جلد ممکن ہے؟ اس پر یہ تو خاموش ہو گیا لیکن اللہ کے علم والے نے کہا ابھی ایک آنکھ جھپکتے ہی اتنے میں دیکھا کہ جس کرسی پر پاؤں رکھ کر حضرت سلیمان تخت شاہی پر چڑھتے تھے اسی کے نیچے سے بلقیس کا تخت نمایاں ہوا۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا' لوگوں کو نصیحت کی اور اس میں کچھ تبدیلیاں کرنے کا حکم دیا اس کے آتے ہی اس سے اس تخت کی بابت پوچھا تو اس نے کہا گویا وہی ہے۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دو چیزیں طلب کیں ایک تو ایسا پانی جو نہ زمین سے نکلا ہو نہ آسمان سے برسا ہو۔ آپ کی عادت تھی کہ جب کچھ پوچھنے کی ضرورت پڑتی اول انسانوں سے دریافت فرماتے پھر جنوں سے پھر شیطانوں سے۔ اس سوال کے جواب میں شیطانوں نے کہا کہ یہ کوئی مشکل چیز نہیں گھوڑے دوڑایئے اور ان کے پسینے سے اسے پیالہ بھر دیجئے اس سوال کے پورا ہونے کے بعد اس نے دوسرا کیا اللہ کا رنگ کیسا ہے؟ اسے سن کر آپ اچھل پڑے اور اسی وقت سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ باری تعالیٰ اس نے ایسا سوال کیا کہ میں تو اسے تجھ سے دریافت ہی نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ بے فکر ہو جاؤ میں نے کفایت کر دی آپ سجدے سے اٹھے اور فرمایا تو نے کیا پوچھا تھا؟ اس نے کہا پانی کے بارے میں میرا سوال تھا جو آپ نے پورا کیا اور تو میں نے کچھ نہیں پوچھا یہ خود اور اس کے سارے لشکری اس دوسرے سوال کو ہی بھول گئے۔ آپ نے لشکریوں سے بھی پوچھا اس نے دوسرا سوال کیا کیا تھا؟ تو سب نے یہی جواب دیا کہ بجز پانی کے سوا اس نے اور کوئی سوال نہیں کیا۔ شیطانوں کے دل میں خیال آیا کہ اگر سلیمان نے اسے پسند کر لیا اور اسے اپنے نکاح میں لے لیا اور اولاد بھی ہو گئی تو یہ ہم سے ہمیشہ کے لئے گئے اس لئے انہوں نے حوض بنایا پانی سے پر کیا۔ اور اوپر سے بلور کا فرش بنا دیا اس صفت سے کہ دیکھنے والے کو وہ معلوم ہی نہ دے وہ تو پانی ہی سمجھے جب بلقیس دربار میں آئی اور وہاں سے گزرنا چاہا تو پانی جان کر اپنے پائینچے اٹھا لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے پنڈلیوں کے بال دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اسے زائل کرنے کی کوشش کرو تو کہا گیا کہ استرے سے مونڈھ سکتے ہیں آپ نے فرمایا اس کا نشان مجھے ناپسند ہے کوئی اور ترکیب بتاؤ پس شیاطین نے طلا بنایا جس کے لگاتے ہی بال اڑ گئے۔ پس اول بال صفا طلا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہی تیار ہوا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اس قصے کو نقل کر کے لکھا ہے یہ کتنا اچھا قصہ ہے لیکن میں کہتا ہوں بالکل منکر اور سخت غریب ہے۔ یہ عطا بن سائب کا وہم ہے جو اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نام سے بیان کر دیا ہے۔ اور زیادہ قرین قیاس امر یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے دفاتر سے لیا گیا ہے جو مسلمانوں میں کعب اور وہب نے رائج کر دیا تھا۔ اللہ ان سے

درگزر فرمائے۔ پس ان قصوں کا کوئی اعتماد نہیں بنواسرائیل تو جدت پسند اور جدت طراز تھے بدل لینا' گھڑ لینا' کمی زیادتی کر لینا ان کی عادت میں داخل تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اس نے ان کا محتاج نہیں رکھا ہمیں وہ کتاب دی اور اپنے نبی ﷺ کی زبانی وہ باتیں پہنچائیں جو نفع میں' وضاحت میں' بیان میں' ان باتوں سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہیں ساتھ ہی بہت مفید اور نہایت احتیاط والی۔ فالحمد للہ۔ صرح کہتے ہیں محل کو اور ہر بلند اونچی عمارت کو چنانچہ فرعون ملعون نے بھی اپنے وزیر ہامان سے یہی کہا تھا ﴿يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا﴾ [1] یمن کے ایک خاص ممتاز اور بلند محل کا نام بھی صرح تھا۔ اس سے مراد ہر وہ بنا ہے جو محکم' مضبوط' استوار اور قوی ہو۔ یہ بنا بلور اور صاف شفاف شیشے سے بنائی گئی تھی۔ دومتہ الجندل میں ایک قلعہ ہے اس کا نام بھی مارد ہے۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ جب اس ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ رفعت' یہ عظمت' یہ شوکت' یہ سلطنت دیکھی اور اس میں غور و فکر کے ساتھ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی سیرت' ان کی نیکی اور ان کی دعوت سنی تو یقین آ گیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اسی وقت مسلمان ہوگئی اپنے اگلے شرک وکفر سے توبہ کر لی اور دین سلیمان کی مطیع بن گئی۔ اللہ کی عبادت کرنے لگی جو خالق مالک متصرف اور مختار کل ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾

یقیناً ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو پھر بھی وہ دو فریق بن کر آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے ○ آپ نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو تم نیکی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں مچا رہے ہو' تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کیوں نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے ○ وہ کہنے لگے ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں آپ نے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے ہاں ہے بلکہ تم تو فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو ○

قوم ثمود کو صالح علیہ السلام کی دعوتِ توحید: حضرت صالح علیہ السلام جب اپنی قوم ثمود کے پاس آئے اور اللہ کی رسالت ادا کرتے ہوئے انہیں توحید کی دعوت دی تو ان میں دو فریق بن گئے ایک جماعت مومنوں کی دوسرا گروہ کافروں کا۔ یہ آپس میں گتھ گئے جیسے اور جگہ ہے کہ متکبروں نے عاجزوں سے کہا کہ کیا تم صالح کو رسول اللہ مانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کھلم کھلا ایمان لا چکے ہیں انہوں نے کہا بس تو ہم ایسے ہی کھلم کھلا کافر ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بجائے رحمت طلب کرنے کے اور عذاب مانگ رہے ہو؟ تم استغفار کرو تاکہ نزول رحمت ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا تو یقین ہے کہ ہماری تمام مصیبتوں کا باعث تو ہے اور تیرے یہ ماننے

---

[1] [سورۃ غافر: آیت ۳۶]

والے۔ یہی فرعونیوں نے کلیم اللہ سے کہا تھا کہ جو بھلائیاں ہمیں ملتی ہیں ان کے لائق تو ہم ہیں لیکن جو برائیاں پہنچتی ہیں وہ سب تیری اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ﴾ (۱) الخ، یعنی اگر انہیں کوئی بھلائی مل جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچ جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری جانب سے ہے تو کہہ دے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے یعنی اللہ کی قضا وقدر سے ہے۔ سورہ یٰسین میں بھی کفار کا اپنے نبیوں سے یہی کہنا موجود ہے ﴿قَالُوْا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾ (۲) ہم تو آپ سے بدشگونی لیتے ہیں۔ اگر تم لوگ باز نہ رہے تو ہم تمہیں سنگسار کردیں گے اور سخت سزا دیں گے۔ نبیوں نے جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی تو ہر وقت تمہارے وجود میں موجود ہے۔ یہاں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی تو اللہ کے پاس ہے یعنی وہی تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔ تم تو فتنہ میں ڈالے ہوئے لوگ ہو تمہیں آزمایا جارہا ہے اطاعت سے بھی اور معصیت سے بھی اور باوجود معصیت کے تمہیں ڈھیل دی جارہی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے مہلت ہے اس کے بعد پکڑے جاؤ گے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

اس شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے ○ انہوں نے آپس میں بڑی قسمیں کھا کھا کر عہد کیا کہ رات ہی کو صالح اور اس کے گھر والوں پر ہم چھاپہ ماریں گے اور اس کے وارثوں سے صاف کہہ دیں گے کہ ہم اس کے اہل کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں ○ انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اور وہ سمجھتے ہی نہ تھے ○ اب دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ کہ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو غارت کردیا ○ یہ ہیں ان کے مکانات جو ان کے ظلم کی وجہ سے اجڑے پڑے ہیں جو لوگ علم رکھتے ہیں ان کے لئے اس میں بڑا نشان ہے ○ ہم نے ان میں جو ایمان لائے تھے اور پرہیزگاری کرتے تھے بال بال بچالیا ○

ثمودیوں نے اونٹنی ہلاک کردی: ثمود کے شہر میں نو فسادی شخص تھے جن کی طبیعت میں اصلاح تھی ہی نہیں یہی ان کے رؤسا اور سردار تھے انہی کے مشورے اور حکم سے اونٹنی کو مار ڈالا گیا تھا ان کے نام یہ ہیں۔ دعمی، دعیم، ھرما، ھریم، داب، صواب، مسطع، ریاب، قدار بن سالف یہی آخری وہ شخص ہے جس نے اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی کوچیں

---

(۱) [سورة النسآء: آيت ۷۸] (۲) [سورة يسين: آيت ۱۸]

کاٹی تھیں۔ جس کا بیان آیت ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ﴾ [1] اور آیت ﴿اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا﴾ [2] میں ہے۔ یہی وہ لوگ تھے جو درہم کے سکے کو تھوڑا سا کتر لیتے تھے اور اسے چلاتے تھے۔ سکے کو کاٹنا بھی ایک طرح کا فساد ہے چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے جس میں بلاضرورت سکے کو جو مسلمانوں میں رائج ہو کاٹنا حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے [3] الغرض ان کا یہ فساد بھی تھا اور دیگر فساد بھی بہت سارے تھے۔ اس ناپاک گروہ نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ آج رات صالح علیہ السلام کو اور اس کے گھرانے کو قتل کر ڈالو اس پر سب نے حلف اٹھائے اور مضبوط عہد و پیمان کیئے۔ لیکن یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام تک پہنچیں اس سے پہلے عذاب الٰہی ان تک پہنچ گیا اور ان کا ستیاناس کردیا۔ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آئی اور ان سب سرداروں کے سر پھوٹ گئے۔ سارے ہی ایک ساتھ مر گئے۔ ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے خصوصاً جب انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام والی اونٹنی کو قتل کیا۔ اور دیکھا کہ کوئی عذاب الٰہی نہیں آیا تو اب نبی اللہ علیہ السلام کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ مشورے کیئے کہ چپ چاپ اچانک اسے اور اس کے بال بچوں اور اس کے والی وارثوں کو ہلاک کردو اور قوم سے کہہ دو کہ ہمیں کیا خبر؟ اگر صالح نبی ہے تو وہ ہمارے ہاتھ لگنے کا نہیں ورنہ اسے بھی اس کی اونٹنی کے ساتھ سلا دو اس ارادے سے چلے راہ میں ہی تھے جو فرشتے نے پتھر سے ان سب کے دماغ پاش پاش کردیئے ان کے مشوروں میں اور جو جماعت شریک تھی انہوں نے جب دیکھا کہ انہیں گئے ہوئے عرصہ ہوا اور واپس نہیں لوٹے تو یہ خبر لینے چلے دیکھا سب کے سر پھٹے ہوئے ہیں بھیجے نکلے پڑے ہیں اور سب مردہ ہیں۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر ان کے قتل کی تہمت رکھی اور انہیں مار ڈالنے کے لئے نکلے لیکن ان کی قوم ہتھیار لگا کر آگئی اور کہنے لگی دیکھو اس نے تم سے کہا ہے کہ تین دن میں عذاب اللہ تم پر آئے گا۔ تم یہ تین دن گزرنے دو۔ اگر یہ سچا ہے تو اس کے قتل سے اللہ کو اور ناراض کرو گے اور زیادہ سخت عذاب آئیں گے اور اگر یہ جھوٹا ہے تو پھر تمہارے ہاتھ سے بچ کے کہاں جائے گا؟ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔ فی الواقع ان سے نبی اللہ حضرت صالح علیہ السلام نے صاف فرمادیا تھا کہ تم نے اللہ کی اونٹنی کو قتل کیا ہے تو تم اب تین دن تک تو مزے اڑالو پھر اللہ کا سچا وعدہ ہو کر رہے گا۔ یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی زبانی یہ سب سن کر کہنے لگے یہ تو اتنی مدت سے کہہ رہا ہے آؤ ہم آج ہی اس سے فارغ ہو جائیں جس پتھر سے اونٹنی نکلی تھی اسی پہاڑی میں حضرت صالح علیہ السلام کی ایک مسجد تھی جہاں آپ نماز پڑھا کرتے تھے انہوں نے مشورہ کیا جب وہ نماز کو آئیں اسی وقت راہ میں ہی اس کا کام تمام کردو۔ جب پہاڑی پر چڑھنے لگے تو دیکھا کہ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آرہی ہے اس سے بچنے کے لئے ایک غار میں گھس گئے چٹان آکر غار کے منہ پر اس طرح ٹھہر گئی کہ منہ بالکل بند ہو گیا سب کے سب ہلاک ہو گئے اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں گئے؟ انہیں یہاں یہ عذاب آیا وہاں باقی والے وہیں ہلاک کردیئے گئے نہ ان

---

[1] [سورۃ القمر: آیت ۲۹] [2] [سورۃ الشمس: آیت ۱۲]

[3] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الاجارۃ : باب فی کسر الدراھم (۳۴۴۹) ابن ماجہ : کتاب التجارات : باب النھی عن کسر الدراھم والدنانیر (۲۲۶۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں محمد بن فضا راوی ضعیف ہے۔]

کی انہیں خبر ہوئی اور نہ ان کی انہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام اور باایمان لوگوں میں سے کسی کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور اپنی جانیں اللہ کے عذابوں میں گنوا دیں۔ انہوں نے مکر کیا ہم نے ان کی چال بازی کا مزہ انہیں چکھا دیا۔ اور انہیں اس سے ذرا پہلے بھی مطلق علم نہ ہوسکا۔ انجام کار ان کی فریب بازیوں کا یہ ہوا کہ سب کے سب تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ ہیں ان کی بستیاں جو سنسان پڑی ہیں ان کے ظلم کی وجہ سے یہ ہلاک ہو گئے ان کے بارونق شہر تباہ کر دیئے گئے۔ ذی علم لوگ ان نشانوں سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم نے ایمان دار متقیوں کو بال بال بچالیا۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاۗءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع

لوط کا ذکر کر جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا باوجود دیکھنے بھالنے کے پھر بھی تم بدکاری کر رہے ہو؟○ یہ کیا بات ہے کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو؟ حق یہ ہے کہ تم بڑی ہی نادانی کر رہے ہو○ قوم کا جواب بجز اس کہنے کے اور کچھ نہ تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے شہر بدر کر دو یہ تو بڑی پاکبازی کر رہے ہیں○ پس ہم نے اسے اور اس کے اہل کو بجز اس کی بیوی کے سب کو بچا لیا اس کا اندازہ تو باقی رہ جانے والوں میں ہم لگا ہی چکے تھے○ اور ان پر ایک خاص قسم کی بارش برسا دی۔ پس ان دھمکائے ہوئے لوگوں پر بری بارش ہوئی○

قوم لوط کی ہلاکت اور اہل ایمان کی نجات: اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہا ہے کہ آپ نے اپنی امت یعنی اپنی قوم کو اس نالائق فعل پر جس کا فاعل ان سے پہلے کوئی نہ ہوا تھا۔ یعنی اغلام بازی پر ڈرایا۔ تمام قوم کی یہ حالت تھی کہ مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے شہوت رانی کر لیا کرتی تھیں۔ ساتھ ہی اتنے بے حیا ہو گئے تھے کہ اس پاجی فعل کو پوشیدہ کرنا بھی اتنا ضروری نہیں جانتے تھے۔ اپنے مجمعوں میں واہی فعل کرتے تھے۔ عورتوں کو چھوڑ مردوں کے پاس آتے تھے اس لئے آپ نے فرمایا کہ اپنی جہالت سے باز آؤ۔ تم تو ایسے گئے گزرے اور اتنے نادان ہوئے کہ شرعی پاکیزگی کے ساتھ ہی تم سے طبعی طہارت بھی جاتی رہی۔ جیسے دوسری آیت میں ہے ﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [1] الخ کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور عورتوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوڑے بنائے ہیں چھوڑتے ہو؟ بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔ قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ جب لوط علیہ السلام اور لوط والے تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں اور نہ وہ تمہاری مانتے ہیں نہ تم ان کی۔ تو پھر ہمیشہ کی اس بحث تکرار کو ختم کیوں نہیں کر دیتے؟ لوط علیہ السلام کے گھرانے کو دیس نکالا دے

---

[1] [سورۃ الشعراء: آیت ۱۶۵-۱۶۶]

کر ان کے روزمرہ کے کچوکوں سے نجات حاصل کرلو۔ جب کافروں نے پختہ ارادہ کرلیا اور اس پر جم گئے اور اجماع ہوگیا تو اللہ نے انہیں ہلاک کردیا اور اپنے پاک بندے حضرت لوط علیہ السلام کو اور ان کے اہل کو ان سے اور جو عذاب ان پر آئے ان سے بچالیا۔ ہاں آپ کی بیوی جو قوم کے ساتھ ہی تھی وہ پہلے سے ہی ان ہلاک ہونے والوں میں لکھی جاچکی تھی وہ یہاں باقی رہ گئی اور عذاب کے ساتھ تباہ ہوئی کیونکہ یہ انہیں ان کے دین اور ان کے طریقوں میں مدد دیتی تھی ان کی بداعمالیوں کو پسند کرتی تھی۔ اسی نے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر قوم کو دی تھی۔ لیکن یہ خیال رہے کہ معاذ اللہ ان کی اس فحش کاری میں وہ شریک نہ تھی۔ اللہ کے نبی علیہ السلام کی بزرگی کے خلاف ہے کہ ان کی بیوی بدکار ہو۔ اس قوم پر آسمان سے پتھر برسائے گئے جن پر ان کے نام کندہ تھے، ہر ایک پر اسی کے نام کا پتھر آیا اور ایک بھی ان میں سے بچ نہ سکا۔ ظالموں سے اللہ کی سزا دور نہیں۔ ان پر حجت ربانی قائم ہوچکی تھی، انہیں ڈرایا دھمکایا جاچکا تھا، تبلیغ رسالت کافی طور پر ہوچکی تھی لیکن انہوں نے مخالفت میں جھٹلانے میں اور اپنی بے ایمانی پر اڑنے میں کمی نہیں کی۔ اللہ کے نبی حضرت لوط علیہ السلام کو تکلیفیں پہنچائیں بلکہ انہیں نکال دینے کا ارادہ کیا اس بدترین بارش نے یعنی سنگ باری نے انہیں فنا کردیا۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۵۹

تو کہہ دے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے۔ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک ٹھہرا رہے ہیں ○

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ کہیں کہ ساری تعریفوں کے لائق فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی نے اپنے بندوں کو اپنی بے شمار نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں۔ اس کی صفتیں عالی ہیں۔ اس کے نام بلند اور پاک ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجیں جیسے انبیاء اور رسول۔ حمد وصلوٰۃ کا ساتھ ہی ذکر آیت ((سُبْحَانَ رَبِّكَ)) [1] الخ، میں بھی ہے۔

برگزیدہ بندوں سے مراد اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خود انبیاء علیہم السلام بطورِ اولیٰ اس میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ان کے تابعداروں کے بچالینے اور مخالفین کے غارت کردینے کی نعمت بیان فرما کر اپنی تعریفیں کرنے اور اپنے نیک بندوں پر سلام بھیجنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بطور سوال کر کے مشرکوں کے اس فعل پر انکار کیا کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ پاک اور بری ہے۔ الحمدللہ انیسواں پارہ ختم ہوا۔



[1] [سورۃ الصافات: آیت ۱۸۰۔۸۲]

اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً‌ ۚ فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهۡجَةٍ‌ ۚ مَا كَانَ لَكُمۡ اَنۡ تُنۡۢبِتُوۡا شَجَرَهَا ‌ؕ ءَاِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ‌ ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ يَّعۡدِلُوۡنَ ؕ﴿۶۰﴾

بھلا بتاؤ تو؟ کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگا دیئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اگا سکتے' کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ اللہ کی برابری کا اوروں کو ٹھہراتے ہیں ○

آسمان وزمین کا خالق کون؟ بیان کیا جا رہا ہے کہ کل کائنات کا رچانے والا' سب کا پیدا کرنے والا' سب کو روزیاں دینے والا' سب کی حفاظتیں کرنے والا' تمام جہان کی تدبیر کرنے والا' صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ان بلند آسمانوں کو' ان چمکتے ستاروں کو' اسی نے پیدا کیا۔ اس بھاری بوجھل زمین کو' ان بلند چوٹیوں والے پہاڑوں کو' ان پھیلے ہوئے میدانوں کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ کھیتیاں' باغات' پھل' پھول' دریا' سمندر' حیوانات' جنات' انسان' خشکی اور تری کے عام جاندار' اسی ایک کے بنائے ہوئے ہیں۔ آسمانوں سے پانی اتارنے والا ایک وہی ہے' اسے اپنی مخلوق کی روزی کا ذریعہ اسی نے بنایا ہے۔ باغات کھیت سب وہی اگاتا ہے' جو خوش منظر ہونے کے علاوہ بے حد مفید ہوتے ہیں خوش ذائقہ ہونے کے علاوہ زندگی کو قائم رکھنے والے ہوتے ہیں۔ تم میں سے یا تمہارے معبودان باطل میں سے کوئی بھی نہ کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے' نہ کسی درخت کے اگانے کی۔ بس وہی خالق ورازق ہے' اللہ کی خالقیت اور اس کی روزی پہنچانے کی صفت کو مشرکین بھی مانتے تھے۔ جیسے دوسری آیت میں بیان ہوا ہے کہ ﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ﴾ [1] الخ' یعنی اگر تو ان سے دریافت کرے کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ الغرض یہ جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ خالق کل صرف اللہ ہی ہے۔ لیکن ان کی عقل ماری گئی ہے کہ عبادت کے وقت اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔ باوجودیکہ جانتے ہیں کہ وہ نہ پیدا کرنے والے ہیں نہ روزی دینے والے۔ اور اس بات کا فیصلہ تو آسانی سے ہر عقلمند کر سکتا ہے کہ عبادت کے لائق وہی ہے جو خالق' مالک اور رازق ہے۔ اسی لئے یہاں اس آیت میں بھی سوال کیا کہ کیا معبود برحق کے ساتھ کوئی اور بھی عبادت کے لائق ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ مخلوق کو پیدا کرنے میں' مخلوق کی روزی مہیا کرنے میں کوئی اور بھی شریک ہے؟ چونکہ وہ مشرک خالق' رازق صرف اللہ ہی کو مانتے تھے اور عبادت اوروں کی بھی کرتے تھے' اس لئے اور آیت میں فرمایا ﴿اَفَمَنۡ يَّخۡلُقُ كَمَنۡ لَّا يَخۡلُقُ﴾ [2] الخ' خالق اور غیر خالق یکساں نہیں ہیں پھر تم خالق مخلوق کو کیسے ایک کر رہے ہو؟ یہ یاد رہے کہ ان آیات میں ﴿اَمَّـنۡ﴾ جہاں جہاں ہے وہاں یہی معنی ہیں کہ ایک تو وہ جو ان تمام کاموں کو کر سکے اور ان پر قادر ہو دوسرا وہ جس نے ان میں سے نہ تو کسی کام کو کیا ہو اور نہ کر سکتا ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ گو دوسری شق کو لفظوں میں بیان نہیں کیا لیکن طرز کلام اسے صاف کر دیتا ہے۔ اور آیت میں صاف صاف یہ بھی ہے کہ ﴿آللّٰهُ

---

(1) [سورة الزخرف: آيت ۸۷] (2) [سورة النحل: آيت ۱۷]

﴿ءَآللّٰهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ [1] کیا اللہ بہتر ہے یا جنہیں وہ شریک کرتے ہیں؟ آیت کے خاتمے پر فرمایا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ آیت ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ﴾ الخ بھی اسی جیسی آیت ہے۔ یعنی ایک وہ شخص جو اپنے دل میں آخرت کا ڈر رکھ کر اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو کر راتوں کو نماز میں گزارتا ہو۔ یعنی وہ اس جیسا نہیں ہو سکتا جس کے اعمال ایسے نہ ہوں۔ ایک اور جگہ ہے عالم اور بے علم برابر نہیں۔ عقلمند ہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ایک وہ جس کا سینہ اسلام کے لئے کھلا ہوا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور ہدایت لئے ہو اور وہ اس جیسا نہیں، جس کے دل میں اسلام کی طرف سے کراہت ہو اور سخت دل ہو۔ اللہ نے خود اپنی ذات کی نسبت فرمایا ﴿اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ﴾ [2] الخ، یعنی وہ جو مخلوق کی تمام حرکات، سکنات سے واقف ہو تمام غیب کی باتوں کو جانتا ہو اس کی مانند ہے جو کچھ بھی نہ جانتا ہو؟ بلکہ جس کی آنکھیں اور کان نہ ہوں جیسے تمہارے یہ بت ہیں۔ فرمان ہے ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ﴾ [3] الخ، یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ ان سے کہہ ذرا ان کے نام تو مجھے بتاؤ۔ پس ان سب آیتوں کا بھی مطلب یہی ہے کہ اللہ نے اپنی صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ پھر خبر دی ہے کہ یہ صفات کسی میں نہیں۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾

کیا وہ جس نے زمین کو قرارگاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان روک بنا دی، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے بلکہ ان میں سے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں ○

زمین پر نہریں اور پہاڑ بنانے والا کون؟ زمین کو اللہ تعالیٰ نے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنایا تاکہ دنیا با آرام اپنی زندگی بسر کر سکے اور اس پھیلے ہوئے فرش پر راحت پا سکے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا﴾ [4] الخ، اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنایا اور آسمان کو چھت بنایا۔ اس نے زمین پر پانی کے دریا بہا دیئے جو ادھر ادھر بہتے رہتے ہیں اور ملک ملک پہنچ کر زمین کو سیراب کرتے ہیں تاکہ زمین سے کھیت، باغ وغیرہ اگیں۔ اس نے زمین کی مضبوطی کے لئے اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تاکہ وہ تمہیں متزلزل نہ کر سکے۔ ٹھہری رہے اس کی قدرت دیکھو کہ ایک کھاری سمندر ہے اور دوسرا میٹھا ہے۔ دونوں بہہ رہے ہیں، بیچ میں کوئی روک، آڑ، پردہ، حجاب نہیں لیکن قدرت نے ایک کو ایک سے الگ کر رکھا ہے نہ کڑوا میٹھے سے مل سکے نہ میٹھا کڑوے میں۔ کھاری اپنے فوائد پہنچا تا رہے اور میٹھا اپنے فائدے دیتا رہے۔ اس کا نتھرا ہوا، خوش ذائقہ، مسرور کن، خوش ہضم، پانی لوگ پئیں، اپنے، جانوروں کو پلائیں، کھیتیاں باڑیاں باغات وغیرہ میں یہ پانی

---

[1] [سورة النمل: آیت ٥٩]
[2] [سورة الرعد: آیت ٣٣]
[3] [سورة الرعد: آیت ٣٣]
[4] [سورة غافر: آیت ٦٤]

پہنچائیں، نہائیں دھوئیں وغیرہ، کھاری پانی اپنے فوائد سے لوگوں کو سودمند کرے یہ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے تاکہ ہوا خراب نہ ہو۔ اور اس آیت میں بھی ان دونوں کا بیان موجود ہے ﴿وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ﴾[1] الخ یعنی ان دونوں سمندروں کا جاری کرنے والا اللہ ہی ہے اور اسی لئے ان دونوں کے درمیان حد فاصل قائم کر رکھی ہے۔ یہاں یہ قدرتیں اپنی جتا کر۔ پھر سوال کرتا ہے کہ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی ایسا ہے جس نے یہ کام کئے ہوں یا کر سکتا ہو؟ تاکہ وہ بھی لائق عبادت سمجھا جائے۔ اکثر لوگ محض بے علمی سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ عبادتوں کے لائق صرف وہی ایک ہے۔

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾

بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کے نائب بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو ○

مصیبت زدہ کی پکار سننے والا کون؟ سختیوں اور مصیبتوں کے وقت پکارے جانے کے قابل اسی کی ذات ہے۔ بے کس، بے بس لوگوں کا سہارا وہی ہے۔ گرے پڑے، بھولے بھٹکے، مصیبت زدہ اسی کو پکارتے ہیں۔ اسی کی طرف لو لگاتے ہیں۔ جیسے فرمایا کہ تمہیں جب سمندر کے طوفان زندگی سے مایوس کر دیتے ہیں تو تم اسی کو پکارتے ہو اسی کی طرف گریہ وزاری کرتے ہو اور سب کو بھول جاتے ہو اسی کی ذات ایسی ہے کہ ہر ایک بے قرار وہاں پناہ لے سکتا ہے مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت اس کے سوا کوئی بھی دور نہیں کر سکتا۔ ایک شخص نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ! آپ کس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کی طرف جو اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں جو اس وقت تیرے کام آتا ہے جب تو کسی بھنور میں پھنسا ہوا ہو۔ وہی ہے کہ جب تو جنگلوں میں راہ بھول کر اسے پکارے تو وہ تیری رہنمائی کر دے۔ تیرا کوئی کھو گیا ہو اور تو اس سے التجا کرے تو وہ اسے تجھ کو ملا دے۔ قحط سالی ہو گئی ہو اور تو اس سے دعائیں کرے تو وہ موسلا دھار بارش تجھ پر برسا دے۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا کسی کو برا نہ کہہ نیکی کے کسی کام کو ہلکا اور بے وقعت نہ سمجھ۔ خواہ اپنے مسلمان بھائی سے بہ کشادہ پیشانی ملنا ہی ہو گو اپنے ڈول سے کسی پیاسے کو ایک گھونٹ پانی کا دینا ہی ہو اور اپنے تہبند کو آدھی پنڈلی تک رکھ۔ لمبائی میں زیادہ سے زیادہ ٹخنے تک۔ اس سے نیچے لٹکانے سے بچتا رہ۔ اس لئے کہ وہ فخر وغرور ہے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے۔ (مسند احمد)[2] ایک روایت میں ان کا نام جابر بن سلیم ہے۔ اس میں ہے کہ جب حضور ﷺ کے پاس آیا آپ ایک چادر سے گوٹ لگائے بیٹھے تھے۔ جس کے پھندنے آپ کے قدموں پر گر رہے تھے۔ میں نے آ کر پوچھا کہ تم میں اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کون ہیں؟ آپ نے اپنے ہاتھ سے خود ہی اشارہ

---

[1] [سورة الفرقان: آیت ٥٣]

[2] [صحیح : مسند احمد (٦٤/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٠٦٣٦)]

کیا' میں نے کہا یارسول اللہ! میں ایک گاؤں کا رہنے والا آدمی ہوں ادب تمیز کچھ نہیں جانتا مجھے کچھ احکام اسلام کی تعلیم دیجئے آپ نے فرمایا کہ کسی چھوٹی سی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھ' خواہ اپنے مسلمان بھائی سے خوش خلقی کے ساتھ ملاقات ہی ہو۔ اور اپنے ڈول میں سے کسی پانی مانگنے والے کے برتن میں ذرا سا پانی ڈال دینا ہی ہو۔ اگر کوئی تیری کسی شرمناک بات کو جانتا ہو اور وہ تجھے شرمندہ کرے تو تو اسے اس کی کسی ایسی ہی بات کی عار نہ دلا۔ تاکہ اجر تجھے ملے اور وہ گنہگار بن جائے۔ ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانے سے پرہیز کر کیونکہ یہ تکبر ہے جو اللہ کو پسند نہیں اور کسی کو بھی ہرگز گالی نہ دینا۔ فرماتے ہیں یہ سننے کے بعد سے لے کر آج تک میں نے کبھی کسی انسان کو بلکہ کسی جانور کو بھی گالی نہیں دی۔ [1] حضرت طاؤس رحمہ اللہ کسی بیمار کی بیمار پرسی کو گئے' بیمار نے کہا میرے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم خود اپنے لئے دعا کرو' بے قرار کی بے قراری کے وقت کی دعا کو اللہ قبول فرماتا ہے' حضرت وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اگلی آسمانی کتاب میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم! جو شخص مجھ پر اعتماد کرے اور مجھے تھام لے تو میں اسے اس کے مخالفین سے بچالوں گا اور ضرور بچالوں گا۔ چاہے آسمان و زمین و کل مخلوق اس کی مخالفت اور ایذا دہی پر تلے ہوں۔ اور جو مجھ پر اعتماد نہ کرے میری پناہ میں نہ آئے تو میں اسے امان و امان سے چلتا پھرتا ہونے کے باوجود اگر چاہوں گا تو زمین میں دھنسا دوں گا۔ اور اس کی کوئی مدد نہ کروں گا۔ ایک بہت عجیب واقعہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک خچر پر لوگوں کو دمشق سے زبدانی لے جایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر میری گزر بسر تھی۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے خچر مجھ سے کرایہ پر لیا۔ میں نے اسے سوار کیا اور چلا ایک جگہ جہاں دو راستے تھے جب وہاں پہنچے تو اس نے کہا اس راہ پر چلو۔ میں نے کہا میں اس سے واقف نہیں ہوں۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ اس نے کہا نہیں میں پوری طرح واقف ہوں' یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے۔ میں اس کے کہنے پر اسی راہ پر چلا تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک لق و دق بیابان میں ہم پہنچ گئے ہیں جہاں کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ نہایت خطرناک جنگل ہے۔ ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں' میں سہم گیا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا ذرا لگام تھام لو مجھے یہاں اترنا ہے میں نے لگام تھام لی وہ اترا اور اپنا تہبند اونچا کر کے' کپڑے ٹھیک کر کے' چھری نکال کر مجھ پر حملہ کیا۔ میں وہاں سے سرپٹ بھاگا لیکن اس نے میرا تعاقب کیا اور مجھے پکڑ لیا میں اسے قسمیں دینے لگا لیکن اس نے خیال بھی نہ کیا میں نے کہا اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تو لے لے اور مجھے چھوڑ دے اس نے کہا یہ تو میرا ہو ہی چکا لیکن میں تجھے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا میں نے اسے اللہ کا خوف دلایا آخرت کے عذابوں کا ذکر کیا لیکن اس چیز نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر تلا رہا۔ اب میں مایوس ہو گیا اور مرنے کے لئے تیار ہو گیا اور اس سے بہ منت التجا کی تم مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٦٣/٥) ابو داؤد : کتاب اللباس : باب ما جاء فی اسبال الازار (٤٠٨٤) ترمذی : کتاب الاستیذان : باب کراھیة ان یقول علیك السلام (٥٢٠٩) نسائی فی السنن الکبری (٩٦٩٤) وفی کتاب عمل الیوم واللیلة (٨٧/٦) صحیح ابن حبان (٥٢١)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

دو۔ اس نے کہا اچھا جلدی پڑھ لے۔ میں نے نماز شروع کی لیکن اللہ کی قسم میری زبان سے قرآن کا ایک حرف نہیں نکلتا تھا۔ یونہی ہاتھ باندھے دہشت زدہ کھڑا ہوا تھا اور وہ جلدی مچا رہا تھا۔ اسی وقت اتفاق سے یہ آیت میری زبان پر آ گئی ﴿اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ﴾ یعنی اللہ ہی ہے جو بے قرار کی بے قراری کے وقت کی دعا کو سنتا اور قبول فرماتا ہے اور بے بسی، بے کسی کو سختی اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے پس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا جو میں نے دیکھا کہ بیچوں بیچ جنگل میں سے ایک گھڑ سوار تیزی سے اپنا گھوڑا بھگائے ہاتھ میں نیزہ تانے ہماری طرف چلا آ رہا ہے اور بغیر کچھ کہے اس ڈاکو کے پیٹ میں اس نے اپنا نیزا گھونپ دیا جو اس کے جگر کے آر پار ہو گیا۔ وہ اسی وقت بے جان ہو کر گر پڑا۔ سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں اس کے قدموں سے لپٹ گیا اور بہ الحاح کہنے لگا اللہ کے لئے یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں، بے کسوں اور بے بسوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور مصیبت و آفت کو ٹال دیتا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر کیا اور وہاں سے اپنا خچر اور مال لے کر صحیح سالم واپس لوٹا۔ [1] اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے ایک جنگ میں کافروں سے شکست اٹھائی اور واپس لوٹے۔ ان میں ایک مسلمان جو بڑے سخی اور نیک تھے، ان کا گھوڑا جو بہت تیز رفتار تھا راستے میں اڑ گیا۔ اس ولی اللہ نے بہت کوشش کی لیکن جانور نے ایک قدم بھی نہ اٹھایا۔ آخر عاجز آ کر اس نے کہا کیا بات ہے جو اڑ گیا۔ ایسے موقعہ کے لئے تو میں نے تیری خدمت کی تھی اور تجھے پیار سے پالا تھا۔ گھوڑے کو اللہ نے زبان دی اس نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ آپ میرا گھاس دانہ سائیس کو سونپ دیتے تھے وہ اس میں سے چرا لیتا تھا، مجھے بہت کم کھانے کو دیتا تھا اور مجھ پر ظلم کرتا تھا۔ اللہ کے اس نیک بندے نے کہا اب سے تجھے میں ہمیشہ اپنی گود میں ہی کھلایا کروں گا۔ جانور یہ سنتے ہی تیزی سے لپکا اور انہیں جائے امن تک پہنچا دیا۔ حسب وعدہ اب سے یہ بزرگ اپنے اس جانور کو اپنی گود میں ہی کھلایا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی انہوں نے کسی سے واقعہ کہہ دیا جس کی عام شہرت ہو گئی اور لوگ اس واقعہ کو سننے کے لئے ان کے پاس دور دور سے آنے لگے۔ شاہ روم کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے چاہا کہ کسی طرح انہیں اپنے شہر میں بلا لے۔ بہت کوششیں کیں لیکن بے سود رہیں۔ آخر اس نے ایک شخص کو بھیجا کہ کسی حیلے بہانے سے انہیں بادشاہ تک پہنچا دے۔ یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا تھا یہ بادشاہ کے پاس سے یہاں آیا اور ان سے ملا۔ اپنا اسلام ظاہر کیا توبہ کی اور نہایت نیک بن کر رہنے لگا یہاں تک کہ اس ولی اللہ کو اس پر پورا اعتماد ہو گیا اور اسے صالح اور دیندار سمجھ کر انہوں نے اس سے دوستی پیدا کر لی اور ساتھ ساتھ لے کر پھرنے لگے۔ اس نے اپنا پورا رسوخ جما کر اپنی ظاہر دینداری کے فریب میں انہیں پھنسا کر بادشاہ کو اطلاع دی کہ فلاں وقت دریا کے کنارے ایک مضبوط جری شخص کو بھیجو میں انہیں لے کر وہاں آ جاؤں گا اور اس شخص کی مدد سے انہیں گرفتار کر لوں گا۔ یہاں سے انہیں فریب دے کر چلا اور اس جگہ پہنچ آیا۔ دفعتاً یہ شخص نمودار ہوا اور اس بزرگ پر حملہ کیا ادھر سے اس مرتد نے حملہ کیا اس نیک دل شخص نے اس وقت آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور دعا کی کہ اے اللہ! اس شخص نے تیرے نام سے مجھے دھوکا دیا ہے

---

[1] [تاریخ دمشق (۴۸۹/۱۹)]

میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو جس طرح چاہے مجھے ان دونوں سے بچالے۔ وہیں جنگل سے دو درندے دھاڑتے ہوئے آتے دکھائی دیئے اور ان دونوں شخصوں کو انہوں نے دبوچ لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے چل دیئے اور یہ اللہ کا بندہ امن وامان سے وہاں سے صحیح سالم واپس تشریف لے آیا۔ اپنی اس شان رحمت کو بیان فرما کر پھر جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ وہی تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے ایک ایک کے پیچھے آ رہا ہے اور مسلسل سلسلہ چلا آ رہا ہے جیسے فرمان ہے ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ﴾ [1] الخ اگر وہ چاہے تو تم سب کو یہاں سے فنا کر دے اور کسی اور ہی کو تمہارا جانشین بنادے جیسے کہ خود تمہیں دوسروں کا خلیفہ بنادیا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ﴾ [2] الخ اس اللہ نے تمہیں زمینوں کا جانشین بنایا ہے اور تم میں سے ایک کو ایک پر درجوں میں بڑھا دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی جو خلیفہ کہا گیا ہے وہ اسی اعتبار سے کہ ان کی اولاد دوسرے کی جانشین ہوگی۔ جیسے کہ آیت ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ﴾ [3] الخ، کی تفسیر میں تفصیل وار بیان گزر چکا ہے۔ اس آیت کے اس جملے سے بھی یہی مراد ہے کہ ایک کے بعد ایک' ایک زمانہ کے بعد دوسرا زمانہ ایک قوم کے بعد دوسری قوم۔ پس یہ اللہ کی قدرت ہے اس نے یہ کیا کہ ایک مرے ایک پیدا ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ان سے ان کی نسل پھیلائی اور دنیا میں ایک ایسا طریقہ رکھا کہ دنیا والوں کی روزیاں اور ان کی زندگیاں تنگ نہ ہوں ورنہ سارے انسان ایک ساتھ شاید زمین میں بہت تنگی سے گزارہ کرتے اور ایک سے ایک کو نقصانات پہنچتے۔ پس موجودہ نظام الٰہی اس کی حکمت کا ثبوت ہے۔ سب کی پیدائش کا' موت کا' آنے جانے کا وقت اس کے نزدیک مقرر ہے۔ ایک ایک اس کے علم میں ہے اس کی نگاہ سے کوئی اوجھل نہیں۔ وہ ایک دن ایسا بھی لانے والا ہے کہ ان سب کو ایک میدان میں جمع کرے اور ان کے فیصلے کرے' نیکی بدی کا بدلہ دے ان اپنی قدرتوں کو بیان فرما کر فرماتا ہے کوئی ہے جو ان کاموں کو کر سکتا ہو؟ اور جب نہیں کر سکتا تو عبادت کے لائق بھی نہیں ہو سکتا۔ ایسی صاف دلیلیں بھی بہت سوچی جاتی ہیں اور ان سے بھی نصیحت بہت کم لوگ حاصل کرتے ہیں۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾

کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ جنہیں یہ شریک کرتے ہیں اور ان سب سے اللہ تعالیٰ بلند وبالاتر ہے ○

خشکی اور سمندر میں راستہ دکھانے والا کون؟ آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانیاں رکھ دی ہیں کہ خشکی اور تری میں جو راہ بھول جائے وہ انہیں دیکھ کر راہِ راست اختیار کرلے۔

جیسے فرمایا ہے کہ ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں' [4] سمندروں میں اور خشکی میں انہیں دیکھ کر اپنا راستہ ٹھیک

---

[1] [سورة الانعام: آیت ۱۳۳]
[2] [سورة الانعام: آیت ۱۶۵]
[3] [البقرہ : ۳۰]
[4] [النحل : ۱۶]

کر لیتے ہیں[1] بادل پانی بھرے برسیں اس سے پہلے ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہوائیں وہ چلاتا ہے۔ جس سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب رب کی رحمت برسے گی۔ اللہ کے سوا ان کاموں کا کرنے والا کوئی نہیں نہ کوئی ان پر قادر ہے تمام شریکوں سے وہ الگ ہے، پاک ہے، سب سے بلند ہے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

کیا وہ مخلوق کی اول دفعہ پیدائش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ کہہ دے کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ○

آسمان وزمین سے رزق دینے والا کون؟ فرمان ہے کہ اللہ وہ ہے جو اپنی قدرت کاملہ سے مخلوقات کو بے نمونہ پیدا کر رہا ہے۔ پھر انہیں فنا کر کے دوبارہ پیدا کرے گا۔ جب تم اسے پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر مان رہے ہو تو دوبارہ کی پیدائش جو اس کے لئے بہت آسان ہے اس پر کیوں نہیں مانتے؟ آسمان سے بارش برسانا، زمین سے اناج اگانا، اور تمہاری روزی کا سامان آسمان اور زمین سے پیدا کرنا اسی کا کام ہے جیسے سورۂ طارق میں فرمایا پانی والے آسمان کی اور پھوٹنے والی زمین کی قسم![2] اور آیت میں ہے ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ﴾[3] الخ، یعنی اللہ خوب جانتا ہے ہر اس چیز کو جو زمین میں سما جائے اور جو اس سے باہر اگ آئے۔ اور جو آسمان سے اترے اور جو اس پر چڑھے۔ پس آسمان سے مینہ برسانے والا اسے زمین میں ادھر ادھر تک پہنچانے والا اور اس کی وجہ سے طرح طرح کے پھل، پھول، اناج، گھاس، پات، اگانے والا وہی ہے جو تمہاری اور تمہارے جانوروں کی روزیاں ہیں۔ یقیناً یہ تمام قسم کی چیزیں ایک صاحب عقل کے لئے اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ اپنی ان قدرتوں کو اور اپنے ان گراں بہا احسانوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ کیا اللہ کے ساتھ ان کاموں کا کرنے والا کوئی اور بھی ہے؟ جس کی عبادت کی جائے اگر تم اللہ کے سوا دوسروں کو معبود ماننے کے دعوے کو دلیل سے ثابت کر سکتے ہو تو وہ دلیل پیش کرو؟ لیکن چونکہ وہ محض بے دلیل ہیں اس لئے دوسری آیت میں فرما دیا کہ اللہ کے ساتھ جو دوسرے کو بھی پوجے جس کی کوئی دلیل بھی اس کے پاس نہ ہو تو وہ یقیناً کافر ہے اور نجات سے محروم ہے۔[4]

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع

کہہ دے کہ آسمان والوں میں سے، زمین والوں میں سے کوئی بھی سوائے اللہ کے غیب کو نہیں جانتا اور انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھا کھڑے کئے جائیں گے؟○ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کے علم ختم ہو چکے ہیں بلکہ یہ اس سے شک میں ہیں بلکہ

---

[1] [الانعام : ۹۷]
[2] [سورۃ الطارق: آیت ۱۱۔۱۲]
[3] [سورۃ سبا: آیت ۲]
[4] [سورۃ المومنون: آیت ۱۱۷]

یہ اس سے اندھے ہیںo

اللہ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کو معلوم کرا دیں کہ ساری مخلوق آسمان کی ہو یا زمین کی غیب کے علم سے خالی ہے بجز اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے کوئی اور غیب کا جاننے والا نہیں۔ یہاں استثناء منقطع ہے یعنی سوائے اللہ کے کوئی انسان، جن فرشتہ غیب داں نہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ [1] یعنی غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور فرمان ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [2] الخ، اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی مادہ کے پیٹ کے بچے سے واقف ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا نہ کسی کو یہ خبر کہ وہ کہاں مرے گا؟ علیم وخبیر صرف اللہ ہی ہے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ مخلوق تو یہ بھی نہیں جانتی کہ قیامت کب آئے گی۔ آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والوں میں سے ایک بھی واقف نہیں کہ قیامت کا وقت کونسا ہے؟ جیسے فرمان ہے ﴿ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ﴾ [3] سب پر یہ علم مشکل ہے اور بوجھل ہے وہ تو اچانک آ جائے گی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ جو کہے کہ حضور ﷺ کل کی بات جانتے تھے اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ پر بہتان عظیم باندھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین آسمان والوں میں سے کوئی بھی غیب کی بات جاننے والا نہیں۔ [4] حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں تین فائدے رکھے ہیں۔ آسمان کی زینت، بھولے بھٹکوں کی رہبری اور شیطانوں کی مار۔ کسی اور بات کا ان کے ساتھ عقیدہ رکھنا اپنی رائے سے بات بنانا اور خود ساختہ تکلیف اور اپنی عاقبت کے حصہ کو کھونا ہے۔ جاہلوں نے ستاروں کے ساتھ علم نجوم کو متعلق رکھ کر کئی فضول باتیں بنائی ہیں کہ اس ستارے کے وقت جو نکاح کرے یوں ہوگا، فلاں ستارے کے موقعہ پر سفر کرنے سے یہ ہوتا ہے، فلاں ستارے کے وقت جو تولد ہوا ہو وہ ایسا و غیرہ وغیرہ۔ یہ سب ڈھکوسلے ہیں ان کی اس بکواس کے خلاف اکثر ہوتا رہتا ہے ہر ستارے کے وقت کوئی کالا، گورا، ٹھگنا، لمبا، خوبصورت، بدشکل، پیدا ہوتا ہی رہتا ہے۔ نہ کوئی جانور غیب جانے نہ کسی پرندے سے غیب حاصل ہو سکے، نہ ستاروں نے غیب کی رہنمائی کی۔ سنو اللہ کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ آسمان وزمین کی کل مخلوق غیب سے بے خبر ہے۔ انہیں تو اپنے جی اٹھنے کا وقت بھی معلوم نہیں ہے۔ (ابن ابی حاتم) سبحان اللہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا یہ قول کتنا صحیح کس قدر مفید اور معلومات سے پر ہے۔ پھر فرماتا ہے بات یہ ہے کہ ان کے علم آخرت کے وقت کے جاننے سے قاصر ہیں عاجز ہو گئے ہیں۔ ایک قراءت میں ﴿بَلْ اَدْرَكَ﴾ ہے یعنی سب کے علم آخرت کے صحیح وقت کو نہ جاننے میں برابر ہیں۔ جیسے کہ حضور ﷺ

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۵۹]

[2] [سورۃ لقمان: آیت ۳۴]

[3] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۸۷]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب معنی قول اللہ عزوجل ولقد رآہ نزلۃ اخری (۱۷۷)]

نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ میرا اور تیرا دونوں کا علم اس کے جواب سے عاجز ہے۔[1] پس یہاں بھی فرمایا کہ آخرت سے ان کے علم غائب ہیں۔ چونکہ کفار اپنے رب سے جاہل ہیں اس لئے یہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔ وہاں تک ان کے علم پہنچتے ہی نہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آخرت میں ان کو علم حاصل ہوگا لیکن بے سود ہے۔ جیسے اور جگہ ہے جس دن یہ ہمارے پاس پہنچیں گے بڑے ہی دانا و بینا ہو جائیں گے۔ لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ بلکہ یہ تو شک ہی میں ہیں اس سے مراد کافر ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا﴾[2] الخ' یعنی یہ لوگ اپنے رب کے سامنے صف بستہ پیش کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہم نے جس طرح تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اب ہم تمہیں دوبارہ لے آئے ہیں لیکن تم تو یہی سمجھتے رہے کہ قیامت کوئی چیز ہی نہیں۔ مراد یہ ہے کہ تم میں سے کافر یہ سمجھتے رہے۔ پس مندرجہ بالا آیت میں بھی گو ضمیر جنس کی طرف لوٹتی ہے لیکن مراد کفار ہی ہیں اس لئے آخر میں فرمایا کہ یہ تو اس سے اندھاپے میں ہیں' نابینا ہو رہے ہیں' آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

کافروں نے کہا کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی کیا ہم پھر نکالے جائیں گے؟○ ہم اور ہمارے باپ دادوں کو بہت پہلے سے یہ وعدے دیئے جاتے رہے کچھ نہیں یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں○ کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر ذرا دیکھو تو سہی کہ گنہگاروں کا کیسا انجام ہوا؟○ تو ان کے بارے میں غم نہ کر اور ان کے داؤ گھات سے تنگ دل نہ ہو○

دوبارہ پیدائش پر تعجب: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ منکرین قیامت کی سمجھ میں اب تک بھی نہیں آیا کہ مرنے اور سڑ گل جانے کے بعد مٹی اور راکھ ہو جانے کے بعد ہم دوبارہ کیسے پیدا کئے جائیں گے؟ وہ اس پر سخت متعجب ہیں۔ کہتے ہیں کہ مدتوں سے اگلے زمانوں سے یہ سنتے تو چلے آتے ہیں لیکن ہم نے تو کسی کو مرنے کے بعد جیتا ہوا دیکھا نہیں۔ سنی سنائی باتیں ہیں انہوں نے اپنے اگلوں سے' انہوں نے اپنے سے پہلے والوں سے سنیں ہم تک پہنچیں لیکن سب عقل سے دور ہیں۔

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الایمان والاسلام والاحسان (۹۳۔ ۹٤) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی وصف جبریل للنبی الایمان والاسلام (۲۶۱۰) ابن ماجه : مقدمه : باب فی الایمان (٦٣) نسائی : کتاب الایمان : باب نعت الاسلام (۵۰۰۵) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (٤٦٩٥)]

[2] [سورۃ الکهف: آیت ٤٨]

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو جواب بتاتا ہے کہ ان سے کہو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ رسولوں کو جھوٹا جاننے والوں اور قیامت کو نہ ماننے والوں کا کیسا دردناک' حسرت ناک انجام ہوا؟ ہلاک اور تباہ ہو گئے اور نبیوں اور ایمان والوں کو اللہ نے بچالیا۔ یہ نبیوں کی سچائی کی دلیل ہے۔ پھر اپنے نبی ﷺ کو تسلی دی کہ یہ تجھے اور میرے کلام کو جھٹلاتے ہیں لیکن تو ان پر افسوس اور رنج نہ کر۔ ان کے پیچھے اپنی جان کو روگ نہ لگا۔ یہ تیرے ساتھ جو روباہ بازیاں کر رہے ہیں اور جو چالیں چل رہے ہیں ہمیں خوب علم ہے تو بے فکر رہ۔ تجھے اور تیرے دین کو ہم اوج دینے والے ہیں۔ دنیا جہاں پر تجھے ہم بلندی دیں گے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ رَدِفَ لَكُم بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٧٥﴾

کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہے اگر سچے ہو تو بتلا دو○ جواب دے کہ شاید بعض وہ چیزیں جن کی تم جلدی مچا رہے ہو تم سے بہت ہی قریب ہو گئی ہوں○ یقیناً تیرا پروردگار تمام لوگوں پر بڑے ہی فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں○ بے شک تیرا رب ان سب چیزوں کو بھی جانتا ہے جنہیں ان کے دل چھپا رہے ہیں اور جنہیں ظاہر کر رہے ہیں○ آسمان و زمین کی کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ چیز بھی ایسی نہیں جو روشن اور کھلی کتاب میں نہ ہو○

قیامت قائم کرنے کا مطالبہ: مشرک چونکہ قیامت کے آنے کے قائل تھے ہی نہیں۔ جرأت سے اسے جلدی طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ کب آئے گی؟ ۔ جناب باری کی طرف سے بواسطہ رسول اللہ ﷺ جواب مل رہا ہے کہ ممکن ہے وہ بالکل ہی قریب آ گئی ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَرِيبًا﴾ [1] اور جگہ ہے یہ عذابوں کو جلدی طلب کر رہے ہیں اور جہنم تو کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ [2] ﴿لَكُم﴾ کا لام ردف کے' ﴿عَجَّلَ﴾ کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے ہے۔ جیسے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے تو انسانوں پر بہت ہی فضل و کرم ہیں اس کی بے شمار نعمتیں ان کے پاس ہیں تاہم ان سے اکثر ناشکرے ہیں۔ جس طرح تمام ظاہر امور اس پر آشکارا ہیں' اسی طرح تمام باطنی امور بھی اس پر ظاہر ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿سَوَاءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ﴾ [3] الخ' اور آیت میں ﴿يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى﴾ [4] اور آیت میں ہے ﴿أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ﴾ [5] الخ' مطلب یہی ہے کہ ہر ظاہر و باطن کا وہ عالم ہے۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ ہر غائب حاضر کا اسے علم ہے وہ علام الغیوب ہے۔ آسمان و زمین کی تمام چیزیں خواہ تم کو ان کا علم

---

[1] [بنی اسرائیل: ۵۱]
[2] [العنکبوت : ۵٤]
[3] [الرعد: ۱۰]
[4] [طه : ۷]
[5] [هود : ۵]

ہو یا نہ ہو اللہ کے ہاں کھلی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں جیسے فرمان ہے کہ کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی ہر ایک چیز کا اللہ عالم ہے۔ سب کچھ کتاب میں موجود ہے۔ اللہ پر یہ سب کچھ آسان ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿٧٩﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾

یقیناً یہ قرآن بنی اسرئیل کے سامنے ان اکثر چیزوں کا فیصلہ کر رہا ہے جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں ○ اور یہ قرآن ایمان والوں کیلئے یقیناً ہدایت ورحمت ہے ○ تیرا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے سب فیصلے کر دے گا' وہ بڑا ہی غالب ودانا ہے ○ پس تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھ' یقیناً تو سچے اور کھلے دین پر ہے ○ بیشک تو نہ تو مردوں کو سنا سکتا ہے اور نہ ان بہروں کو اپنی پکار سنا سکتا ہے جب کہ وہ پیٹھ پھیرے روگرداں جا رہے ہوں ○ اور نہ تو اندھوں کو ان کی گمراہی سے رہنمائی کر سکتا ہے' تو صرف انہیں سنا سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پھر وہ فرمانبرداری کرنے والے ہو جاتے ہیں ○

حق وباطل میں امتیاز کرنے والی کتاب قرآن کریم: قرآن پاک کی ہدایت بیان ہو رہی ہے کہ اس میں جہاں رحمت ہے وہاں فرقان بھی ہے اور بنی اسرائیل یعنی حاملان تورات وانجیل کے اختلافات کا فیصلہ بھی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں نے منہ پھٹ بات اور نری تہمت رکھ دی تھی اور عیسائیوں نے انہیں حد سے آگے بڑھا دیا تھا۔ قرآن نے فیصلہ کیا اور افراط وتفریط کو چھوڑ کر حق بات بتا دی کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں ان کی والدہ نہایت پاکدامن ہیں۔ صحیح اور بالکل بے شک وشبہ بات یہی ہے۔ اور یہ قرآن مومنوں کے دل کی ہدایت ہے۔ اور ان کیلئے سراسر رحمت ہے۔ قیامت کے دن اللہ ان کے فیصلے کرے گا جو بدلہ لینے میں غالب ہے اور بندہ کے اقوال وافعال کا عالم ہے۔ تجھے اسی پر کامل بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اپنے رب کی رسالت کی تبلیغ میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ تو تو سراسر حق پر ہے مخالفین شقی ازلی ہیں۔ ان پر تیرے رب کی بات صادق آچکی ہے کہ انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ گو تو انہیں تمام معجزے دکھا دے۔ تو مردوں کو نفع دینے والی سماعت نہیں دے سکتا۔ اسی طرح یہ کفار ہیں کہ ان کے دلوں پر پردے ہیں ان کے کانوں میں بوجھ ہیں۔ یہ بھی قبولیت کا سننا نہیں سنیں گے۔ اور نہ تو بہروں کو اپنی آواز سنا سکتا ہے جب کہ وہ پیٹھ موڑے منہ پھیرے جا رہے ہیں۔ اور تو اندھوں کو ان کی گمراہی میں رہنمائی بھی نہیں کر سکتا تو صرف انہیں سنا سکتا ہے یعنی قبول صرف وہی کریں گے جو کان لگا کر سنیں اور دل لگا کر سمجھیں' ساتھ ہی ایمان واسلام بھی ان میں ہو۔ اللہ رسول ﷺ کے ماننے والے ہوں اللہ کے دین کے قائل وعامل ہوں۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

جب ان کے اوپر عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا تو ہم زمین سے ان کیلئے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہو گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے ○

قیامت کی ایک نشانی، دابۃ الارض: جس جانور کا یہاں ذکر ہے یہ لوگوں کے بالکل بگڑ جانے اور دین حق کو چھوڑ بیٹھنے کے وقت آخر زمانے میں ظاہر ہو گا۔ جب کہ لوگوں نے دین حق کو بدل دیا ہو گا۔ بعض کہتے ہیں یہ مکہ شریف سے نکلے گا بعض کہتے ہیں کسی اور جگہ سے جس کی تفصیل ابھی آ جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ بولے گا باتیں کرے گا اور کہے گا کہ لوگ اللہ کی آیتوں کا یقین نہیں کرتے تھے۔ ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو مختار کہتے ہیں لیکن اس قول میں نظر ہے' واللہ اعلم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ انہیں زخمی کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ یہ اور یہ دونوں کرے گا۔ یہ قول بہت اچھا ہے اور دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں' واللہ اعلم۔ وہ احادیث و آثار جو دابۃ الارض کے بارے میں مروی ہیں۔ ان میں سے کچھ ہم یہاں بیان کرتے ہیں واللہ المستعان۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے آئے۔ ہمیں ذکر میں مشغول دیکھ کر فرمانے لگے قیامت قائم نہ ہو گی کہ تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ سورج کا مغرب سے نکلنا' دھواں' دابۃ الارض' یاجوج ماجوج کا نکلنا' عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ظہور اور دجال کا نکلنا' مغرب و مشرق اور جزیرہ عرب میں تین خسف ہونا' اور ایک آگ کا عدن سے نکلنا جو لوگوں کا حشر کرے گی۔ انہی کے ساتھ رات گزارے گی اور انہی کے ساتھ دوپہر کا سونا سوئے گی۔ (مسلم وغیرہ) [1] ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا دور دراز کے جنگل سے ظاہر ہو گا اور اس کا ذکر شہر یعنی مکہ تک نہ پہنچے گا پھر ایک لمبے زمانے کے بعد دوبارہ ظاہر ہو گا اور لوگوں کی زبانوں پر اس کا قصہ چڑھ جائے گا یہاں تک کہ مکہ میں بھی اس کی شہرت پہنچے گی۔ پھر جب لوگ اللہ کی سب سے زیادہ حرمت و عظمت والی مسجد مسجدِ حرام میں ہوں گے اسی وقت اچانک دفعتاً دابۃ الارض انہیں وہیں دکھائی دے گا کہ رکن و مقام کے درمیان اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہا ہو گا۔ لوگ اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہونے لگیں گے یہ مومنوں کی جماعت کے پاس جائے گا اور ان کے منہ کو مثل روشن ستارے کے منور کر دے گا اس سے بھاگ کر نہ کوئی بچ سکتا ہے نہ چھپ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نماز شروع کر کے اس سے پناہ چاہے گا یہ اس کے پیچھے سے آ کر کہے گا کہ اب نماز کو کھڑا ہوا ہے؟ پھر اس کی پیشانی پر نشان کر دے گا اور چلا جائے گا۔ اس کے ان نشانات کے بعد کافر

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب من الآیات التی تکون قبل الساعة (٧٢١٤) ترمذی: کتاب الفتن: باب ما جاء فی الخسف (٢١٨٣) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب اشراط الساعة (٤٠٤١) ابو داؤد: کتاب الملاحم: باب امارات الساعة (٤٣١١) مسند احمد (٦/٤)]

مومن کا صاف طور پر امتیاز ہو جائے گا یہاں تک کہ مومن کافر سے کہے گا کہ اے کافر! میرا حق ادا کر۔ اور کافر مومن سے کہے گا اے مومن! میرا حق دے۔ یہ روایت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا جب کہ آپ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہوں گے لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ سب سے پہلے جو نشانی ظاہر ہوگی وہ سورج مغرب سے نکلنا اور دابۃ الارض کا ضحیٰ کے وقت آ جانا ہے۔ ان دونوں میں سے جو پہلے ہوگا اس کے بعد ہی دوسرا ہوگا۔ [1] صحیح مسلم شریف میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ چیزوں کی آمد سے پہلے ہی پہلے نیک اعمال کر لو۔ سورج کا مغرب سے نکلنا' دھویں کا آنا' دجال کا آنا' دابۃ الارض کا آنا' تم میں سے ہر ایک کا خاص امر اور عام امر۔ [2] یہ حدیث اور سندوں سے دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ ابوداؤد طیالسی میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دابۃ الارض کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی ہوگی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ کافروں کی ناک پر لکڑی سے مہر لگائے گا اور مومنوں کے منہ انگوٹھی سے منور کر دے گا یہاں تک کہ ایک دستر خوان پر بیٹھے ہوئے مومن کافر سب ظاہر ہوں گے۔ [3] ایک اور حدیث میں جو مسند احمد میں مروی ہے کہ کافروں کے ناک پر انگوٹھی سے مہر کرے گا اور مومنوں کے چہرے لکڑی سے چمکا دے گا۔ [4] ابن ماجہ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مکہ کے پاس کے ایک جنگل میں گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک خشک زمین ہے جس کے ارد گرد ریت ہے۔ فرمانے لگے یہیں سے دابۃ الارض نکلے گا۔ ابن بریدہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اس کے کئی سال بعد میں حج کیلئے نکلا تو مجھے لکڑی دکھائی دی جو میری اس لکڑی کے برابر تھی۔ [5] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے چار پیر ہوں گے صفا کی کھڈ سے نکلے گا اس قدر تیزی سے خروج کرے گا جیسے کہ کوئی بہت ہی تیز رفتار گھوڑا ہو لیکن تاہم تین دن میں اس کے جسم کا تیسرا حصہ بھی نہ نکلا ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے جب اس کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا جیاد میں ایک چٹان ہے اس کے نیچے سے نکلے گا میں اگر وہاں ہوتا تو میں تمہیں وہ چٹان دکھا دیتا۔ یہ سیدھا مشرق کی طرف جائے گا اور اس شور سے چلائے گا کہ ہر طرف اس کی آواز پہنچ جائے گی۔ پھر شام کی طرف جائے گا وہاں بھی چیخ لگا کر پھر یمن کی طرف متوجہ ہوگا یہاں بھی آواز لگا کر شام کے وقت مکہ سے چل کر صبح کو عسفان پہنچ جائے گا۔ لوگوں نے

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب فی خروج الدجال (۲۹۴۱)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفتن (۲۹۴۷۔ ۱۲۸) مسند احمد (۲/۳۳۷)]

[3] [ضعیف : مسند طیالسی (۲۵۶۴)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں طلحہ بن عمرو متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۸/۱۵)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف : مسند احمد (۲/۲۹۵) ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب دابۃ الارض (۴۰۶۶) ترمذی : کتاب التفسیر : باب و من سورۃ النمل (۳۱۸۷)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی]

[5] [ضعیف : ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب دابۃ الارض (۴۰۶۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ] اس میں خالد بن عبید ضعیف ہے۔]

پوچھا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر مجھے معلوم نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مزدلفہ کی رات کو نکلے گا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے ایک کلام کی حکایت ہے کہ سدوم کے نیچے سے یہ نکلے گا۔ اس کے کلام کو سب سنیں گے، حاملہ کے حمل وقت سے پہلے گر جائیں گے، میٹھا پانی کڑوا ہو جائے گا، دوست دشمن بن جائیں گے، حکمت جل جائے گی، علم اٹھ جائے گا، نیچے کی زمین باتیں کرے گی۔ انسان کی وہ تمنائیں ہوں گی جو کبھی پوری نہ ہوں ان چیزوں کی کوشش ہوگی جو کبھی حاصل نہ ہو۔ اس بارے میں کام کریں گے جسے کھائیں گے نہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اس کے جسم پر سب رنگ ہوں گے۔ اس کے دو سینگوں کے درمیان سوار کیلئے ایک فرسخ کی راہ ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ موٹے نیزے اور بھالے کی طرح کا ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بال ہوں گے، کھر ہوں گے، داڑھی ہوگی، دم نہ ہوگی، تین دن میں بمشکل ایک تہائی باہر آئے گا حالانکہ تیز گھوڑے کی چال چلتا ہوگا۔ ابوزبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کا سر بیل کے سر کے مشابہ ہوگا، آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کے مشابہ ہوں گی، کان ہاتھی جیسے ہوں گے، سینگ کی جگہ اونٹ کی طرح ہوگی، شتر مرغ جیسی گردن ہوگی، شیر جیسا سینہ ہوگا، چیتے جیسا سینہ ہوگا، بلی جیسی کمر ہوگی، مینڈھے جیسی دم ہوگی۔ اونٹ جیسے پاؤں ہوں گے، ہر دو جوڑ کے درمیان بارہ گز کا فاصلہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ساتھ ہوگی، ہر مومن کی پیشانی پر اپنے عصائے موسوی سے نشانی کر دے گا جو پھیل جائے گا اور اس کا چہرہ منور ہو جائے گا اور ہر کافر کے چہرے پر خاتم سلیمانی سے نشانی لگا دے گا جو پھیل جائے گا اور اس کا سارا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ اب تو اس طرح مومن کافر ظاہر ہو جائیں گے کہ خرید و فروخت کے وقت، کھانے پینے کے وقت لوگ ایک دوسروں کو اے مومن اور اے کافر کہہ کر بلائیں گے۔ دابۃ الارض ایک ایک کا نام لے کر ان کو جنت کی خوشخبری یا جہنم کی بدخبری سنائے گا۔ یہی معنی و مطلب اس آیت کا ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

جس دن ہم ہر امت میں سے ان لوگوں کے گروہ کو جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے گھیر گھار کر لائیں گے پھر وہ سب کے سب الگ کر دیئے جائیں گے ○ جب سب کے سب آ پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے میری آیتوں کو باوجودیکہ تمہیں ان کا پورا علم نہ تھا کیوں جھٹلایا اور یہ بھی بتلاؤ کہ تم کیا کچھ کرتے رہے؟ ○ بہ سبب اس کے کہ انہوں نے ظلم کیا تھا ان پر بات جم جائے گی اور وہ کچھ بول نہ سکیں گے ○ کیا وہ دیکھ نہیں رہے کہ ہم نے رات کو اس لئے بنایا ہے کہ وہ اس میں آرام حاصل کریں اور دن کو ہم نے دکھلا دینے والا بنایا ہے یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان و یقین رکھتے ہیں ○

حشر کا میدان: اللہ کی باتوں کو نہ ماننے والوں کا اللہ کے سامنے حشر ہوگا اور وہاں انہیں ڈانٹ ڈپٹ ہوگی تا کہ ان کی ذلت وحقارت ہو۔ ہر قوم میں سے ہر زمانے کے ایسے لوگوں کے گروہ الگ الگ پیش ہوں گے جیسے فرمان ہے ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ [1] ظالموں کو اوران کے جوڑوں کو جمع کرو۔اور جیسے فرمان ہے ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ [2] جب کہ نفسوں کی جوڑیاں ملائی جائیں گی۔ یہ سب ایک دوسرے کو دھکے دیں گے۔اول والے آخر والوں کورد کردیں گے۔ پھرسب کے سب جانوروں کی طرح ہنکا کر اللہ کے سامنے لائے جائیں گے۔ان کے حاضر ہوتے ہی وہ منتقم حقیقی نہایت غصہ سے ان سے باز پرس کرے گا۔ یہ نیکیوں سے خالی ہاتھ ہوں گے جیسے فرمایا ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾ [3] یعنی نہ انہوں نے سچائی کی تھی' نہ نمازیں پڑھی تھیں بلکہ جھٹلایا تھا اور منہ موڑا تھا۔ پس ان پر حجت ثابت ہوجائے گی اور کوئی عذر نہ کرسکیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾ [4] یہ وہ دن ہے کہ بول نہ سکیں گے اور نہ کوئی معقول عذر پیش کرسکیں گے اور نہ غیر معقول معذرت کی اجازت پائیں گے۔ پس ان کے ذمہ بات ثابت ہوجائے گی۔ ششدر و حیران رہ جائیں گے اپنے ظلم کا بدلہ خوب پائیں گے۔ دنیا میں ظالم تھے اب جس کے سامنے کھڑے ہوں گے وہ عالم الغیب ہے کوئی بات بنائے نہ بنے گی۔ پھر اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے اور اپنی بلندیٔ شان بتاتا ہے اور اپنی عظیم الشان سلطنت دکھاتا ہے جو کھلی دلیل ہے۔اس کی اطاعت کی فرضیت پر اور اس کے حکموں کے بجالانے اور اس کے منع کردہ کاموں سے رکے رہنے کی ضرورت پر۔ اور اس کے نبیوں کو سچا ماننے کی اصلیت پر۔ کہ اس نے رات کو پرسکون بنایا تا کہ تم اس میں آرام حاصل کرلو اور دن بھر کی تھکان دور کرلو اور دن کو روشن بنایا تا کہ تم اپنی معاش کی تلاش کرلو' سفر تجارت' کاروبار بآسانی کرسکو۔ یہ تمام چیزیں ایک مومن کے لئے تو کافی سے زیادہ دلیل ہیں۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝٨٧ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝٨٨ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝٨٩ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٩٠

جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا گھبرا اٹھیں گے مگر جسے اللہ چاہے' اور سارے کے سارے عاجز و پست ہو کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے ○ تو پہاڑوں کو اپنی جگہ جمے ہوئے خیال کررہا ہے لیکن وہ بھی بادل کی طرح اڑے پھریں گے یہ ہے صنعت اللہ کی جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے' جو کچھ تم کرتے ہو اس سے وہ باخبر ہے ○ جو

[1] [سورۃ الصافات: آیت ٢٢]
[2] [سورۃ التکویر: آیت ٧]
[3] [سورۃ القیامۃ: آیت ٣١-٣٢]
[4] [سورۃ المرسلات: آیت ٣٥-٣٧]

شخص نیک عمل لائے گا اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا' اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے ○ اور جو برائی لے کر آئیں گے وہ اندھے منہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے' صرف وہی بدلہ دیئے جاؤ گے جو کچھ کرتے رہے ○

صور پھونکنے کے بعد: اللہ تعالیٰ قیامت کی گھبراہٹ اور بے چینی کو بیان فرما رہا ہے۔ صور میں حضرت اسرافیل علیہ السلام بحکم الٰہی پھونک ماریں گے۔ اس وقت زمین پر بدترین لوگ ہوں گے۔ دیر تک نفخہ پھونکتے رہیں گے جس سے سب پریشان حال ہو جائیں گے سوائے شہیدوں کے جو اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ایک دن کسی شخص نے دریافت کیا کہ یہ آپ کیا فرمایا کرتے ہیں کہ اتنے اتنے وقت تک قیامت آ جائے گی؟ آپ نے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اور کوئی ایسا کلمہ بطور تعجب کہا اور فرمانے لگے سنو! اب تو جی چاہتا ہے کہ کسی سے کوئی حدیث بیان ہی نہ کروں میں نے یہ کہا تھا کہ عنقریب تم بڑی اہم باتیں دیکھو گے۔ بیت اللہ خراب ہو جائے گا اور یہ ہوگا وہ ہوگا۔ وغیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ دجال میری امت میں چالیس ٹھہرے گا۔ میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمائے گا۔ وہ صورت شکل میں بالکل حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے ہوں گے آپ اسے ڈھونڈھ نکالیں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے۔ پھر سات سال ایسے گزریں گے کہ دنیا بھر میں دو شخص ایسے نہ ہوں گے جن میں آپس میں بغض وعداوت ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے بھینی بھینی ٹھنڈی ہوا چلائے گا جس سے ہر مومن فوت ہو جائے گا۔ ایک ذرے کے برابر بھی جس کے دل میں خیر یا ایمان ہوگا اس کی روح بھی قبض ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی پہاڑ کی کھوہ میں گھس گیا ہوگا تو یہ ہوا وہیں جا کر اسے فنا کر دے گی۔ اب زمین پر صرف بدلوگ رہ جائیں گے جو پرندوں جیسے ہلکے اور چوپائیوں جیسے بے عقل ہوں گے۔ ان میں سے بھلائی برائی کی تمیز اٹھ جائے گی ان کے پاس شیطان پہنچے گا اور کہے گا تم شرماتے نہیں؟ کہ ان بتوں کی پرستش چھوڑے بیٹھے ہو؟ یہ بت پرستی شروع کر دیں گے۔ اللہ انہیں روزیاں پہنچاتا رہے گا اور خوش وخرم رکھے گا۔ یہ اسی مستی میں ہونگے جو صور پھونکنے کا حکم مل جائے گا۔ جس کے کان میں آواز پڑی وہیں دائیں بائیں لوٹنے لگا سب سے پہلے اسے وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹوں کیلئے حوض ٹھیک ٹھاک کر رہا ہوگا سنتے ہی بے ہوش ہو جائے گا اور سب لوگ بے ہوش ہونا شروع ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ مثل شبنم کے بارش برسائے گا جس سے لوگوں کے جسم اگنے لگیں گے۔ پھر دوبارہ نفخہ پھونکا جائے گا جس سے سب اٹھ کھڑے ہوں گے۔ وہیں آواز لگے گی کہ لوگو! اپنے رب کے پاس چلو۔ وہاں ٹھہرو تم سے سوال و جواب ہوگا پھر فرمایا جائے گا کہ آگ کا حصہ نکالو۔ پوچھا جائے گا کتنوں میں سے کتنے؟ تو فرمایا جائے گا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہ ہوگا وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ یہ ہوگا وہ دن جب پنڈلی (تجلی رب) کی زیارت کرائی جائے گی۔ [1] پہلا نفخہ تو گھبراہٹ کا نفخہ ہوگا'

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب خروج الدجال مکثہ فی الارض (۲۹۴۰۔۱۱٦) مسند احمد (۱٦٦/۲) نسائی فی السنن الکبری (۱۱٦۲۹)]

دوسرا بیہوشی اور موت کا تیسرا دوبارہ جی کر رب العالمین کے دربار میں پیش ہونے کا۔ ﴿آتَوْهُ﴾ کی قراءت الف کی مد کے ساتھ بھی مروی ہے۔ ہر ایک ذلیل وخوار ہو کر پست ولا چار ہو کر بے بس اور مجبور ہو کر ماتحت اور محکوم ہو کر اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ ایک سے بھی نہ بن پڑے گی کہ اس کی حکم عدولی کرے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ﴾ (1) جس دن اللہ تعالیٰ تمہیں بلائے گا اور تم اس کی حمد بیان کرتے ہوئے اس کی فرمانبرداری کرو گے۔ اور آیت میں ہے کہ پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے بلائے گا تو تم سب نکل کھڑے ہو گے۔ (2) صور کی حدیث میں ہے کہ تمام روحیں صور کے سوراخ میں رکھی جائیں گی اور جب جسم قبروں سے اٹھ رہے ہوں گے۔ صور پھونک دیا جائے گا' روحیں اڑنے لگیں گی' مومنوں کی روحیں نورانی ہوں گی' کافروں کی روحیں اندھیرے اور ظلمت والی ہوں گی۔ رب العالمین خالق کل فرمادے گا کہ میرے جلال کی میری عزت کی قسم ہے ہر روح اپنے بدن میں چلی جائے۔ جس طرح زہر رگ وپے میں سرایت کرتا ہے اس طرح روحیں اپنے جسموں میں پھیل جائیں گی اور لوگ اپنی اپنی جگہ سے سر جھاڑتے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جیسے فرمایا کہ اس دن قبروں سے اس طرح جلدی نکلیں گے جس طرح اپنی عبادت گاہ کی طرف دوڑے بھاگے جاتے تھے۔ یہ بلند پہاڑ جنہیں تم گڑھا ہوا اور جما ہوا دیکھ رہے ہو' یہ اس دن اڑتے بادلوں کی طرح ادھر ادھر پھیلے ہوئے اور ٹکڑے ٹکڑے ہوئے دکھائی دیں گے۔ ریزہ ریزہ ہو کر یہ چلنے پھرنے لگیں گے اور آخر ریزہ ریزہ ہو کر بے نام ونشان ہو جائیں گے زمین صاف ہتھیلی جیسی بغیر کسی اونچ نیچ کے ہو جائے گی۔ یہ ہے صفت اس صناع کی جس کی ہر صنعت حکمت والی' مضبوط' پختہ اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ جس کی اعلیٰ تر قدرت انسانی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ بندوں کے تمام اعمال خیر وشر سے وہ واقف ہے' ہر ایک فعل کی سزا وجزا وہ ضرور دے گا۔ اس اختصار کے بعد تفصیل بیان فرمائی کہ نیکی' اخلاص توحید لے کر جو آئے گا وہ ایک کے بدلے دس پائے گا۔ اور اس دن کی گھبراہٹ سے نڈر رہے گا اور لوگ گھبراہٹ میں' عذاب میں ہوں گے۔ یہ امن میں ثواب میں ہوگا۔ بلند وبالا بالا خانوں میں راحت واطمینان سے ہوگا۔ اور جس کی برائیاں ہی برائیاں ہوں یا جس کی برائیاں بھلائیوں سے زیادہ ہوں اسے ان کا بدلہ ملے گا۔ اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی۔ اکثر مفسرین سے مروی ہے کہ برائی سے مراد شرک ہے۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩١﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿٩٢﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ
فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾

ع ۷

مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے جس کی

---

(1) [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۵۲] (2) [سورۃ الروم: آیت ۲۵]

ملکیت ہر چیز پر ہے اور مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں ہو جاؤں ○ اور میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں جو راہ راست پر آ جائے وہ اپنے نفع کیلئے راہ راست پر آئے گا' اور جو بہک جائے تو تو کہہ دے کہ میں تو صرف ہوشیار کرنے والوں میں سے ہوں ○ کہہ دے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں وہ عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا جنہیں تم خود پہچان لو گے' جو کچھ تم کرتے ہو اس سے تیرا رب غافل نہیں ○

پیغمبر ﷺ بھی رب کی فرمانبرداری کے مامور: اللہ تعالیٰ اپنے نبی محترم ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ میں اس شہر مکہ کے رب کی عبادت کا اور اس کی فرمانبرداری کا مامور ہوں۔ جیسے ارشاد ہے کہ اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو ہوا کرے میں تو جن کی تم عبادت کر رہے ہو ان کی عبادت ہرگز نہیں کروں گا۔ میں اسی اللہ کا عابد ہوں جو تمہاری موت زندگی کا مالک ہے۔ (۱) یہاں مکہ شریف کی طرف ربوبیت کی اضافت صرف بزرگی اور شرافت کے اظہار کیلئے ہے۔ جیسے فرمایا ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾ (۲) الخ' انہیں چاہئے کہ اس شہر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں اوروں کی بھوک کے وقت آسودہ اور اوروں کے خوف کے وقت بے خوف کر رکھا ہے۔ یہاں فرمایا کہ اس شہر کو حرمت و عزت والا اس نے بنایا ہے۔

جیسے بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا کہ یہ شہر اسی وقت سے باحرمت ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ یہ اللہ کی حرمت دینے سے حرمت والا ہی رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں' نہ اس کا شکار خوف زدہ کیا جائے' نہ اس میں گری پڑی چیز کسی کی اٹھائی جائے ہاں جو پہچان کر مالک کو پہنچانا چاہے اس کیلئے جائز ہے۔ اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے۔ (۳) یہ حدیث بھی بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے جیسے کہ احکام کی کتابوں میں تفصیل موجود ہے' وللہ الحمد۔ پھر اس خاص چیز کی ملکیت ثابت کر کے اپنی عام ملکیت کا ذکر فرماتا ہے کہ ہر چیز کا رب اور مالک وہی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی مالک نہ کوئی معبود۔ اور مجھے یہ حکم بھی ملا ہے کہ میں موحد' مخلص' مطیع اور فرمانبردار ہو کر رہوں۔ اور مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کا کلام پڑھ کر سناؤں۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم یہ آیتیں اور یہ حکمت والا ذکر تیرے سامنے تلاوت کرتے ہیں۔ (۴)

اور آیت میں ہے' ہم تجھے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا صحیح واقعہ سناتے ہیں۔ (۵) مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کا مبلغ ہوں' میں تمہیں جگا رہا ہوں' تمہیں ڈرا رہا ہوں۔ اگر میری مان کر راہ راست پر آ ؤ گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے اور اگر

---

(۱) [سورۃ یونس: آیت ۱۰۴] (۲) [سورۃ قریش: آیت ۳۔۴]

(۳) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب الاذخر والحشیش فی القبر (۱۳۴۹) و کتاب جزاء الصید (۱۸۳۴) صحیح مسلم: کتاب الحج: باب تحریم مکة وصیدها وخلاها وشجرها ولقطتها (۳۲۸۹) ابو داؤد: کتاب المناسك: باب تحریم مکة (۲۰۱۸) نسائی: کتاب المناسك: باب حرمة مکة (۲۸۷۴) ترمذی: کتاب السیر: باب ما جاء فی الهجرة (۱۵۹۰) مسند احمد (۲۵۳/۱)]

(۴) [سورۃ آل عمران: آیت ۵۸] (۵) [سورۃ القصص: آیت ۳]

میری نہ مانی تو میں اپنے تبلیغ کے فرض کوادا کر کے سبکدوش ہوگیا ہوں۔ اگلے رسولوں علیہم السلام نے بھی یہی کیا تھا اللہ کا کلام پہنچا کر اپنا دامن پاک کر لیا۔ جیسے فرمان ہے تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے، حساب ہمارے ذمہ ہے۔ [1] اور فرمایا تو صرف ڈرا دینے والا ہے اور ہر چیز پر وکیل اللہ ہی ہے۔ [2] اللہ کیلئے تعریف ہے جو بندوں کی بے خبری میں انہیں عذاب نہیں کرتا بلکہ پہلے اپنا پیغام پہنچاتا ہے، اپنی حجت تمام کرتا ہے، بھلا برا سمجھا دیتا ہے۔ ہم تمہیں ایسی آیتیں دکھائیں گے کہ تم خود قائل ہو جاؤ گے۔

جیسے فرمایا ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا﴾ [3] الخ، یعنی ہم انہیں خود ان کے نفسوں میں اور ان کے ارد گرد ایسی نشانیاں دکھائیں گے کہ جن سے ان پر حق ظاہر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوت سے غافل نہیں بلکہ اس کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دیکھو لوگو! اللہ کو کسی چیز سے اپنے کسی عمل سے غافل نہ جاننا۔ وہ ایک ایک مچھر سے، ایک ایک پتنگے سے اور ایک ایک ذرے سے باخبر ہے۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر وہ غافل ہوتا تو انسان کے قدموں کے نشان سے جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے غفلت کر جاتا لیکن وہ ان نشانات کا بھی حافظ اور عالم ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے رہا کرتے تھے جو یا تو آپ رحمہ اللہ کے ہیں یا کسی اور کے۔

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْماً فَلَا تَقُلْ   خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيبُ

یعنی جب تو کسی وقت بھی خلوت اور تنہائی میں ہو تو اپنے آپ کو تنہا اور اکیلا نہ سمجھنا بلکہ اپنے اللہ کو وہاں حاضر و ناظر جاننا وہ ایک ساعت بھی کسی سے غافل نہیں نہ کوئی مخفی اور پوشیدہ چیز اس کے علم سے باہر ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے سورۂ نمل کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ القصص

مسند احمد میں حضرت معدیکرب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ ہمیں سورۂ طسم سو آیتوں والی پڑھ کر سنائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یاد نہیں، تم حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے جا کر سنو جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے۔ چنانچہ ہم آپ کے پاس گئے اور آپ نے ہمیں یہ مبارک سورت پڑھ کر سنائی [4] رضی اللہ عنہ وارضاہ

---

[1] [سورة الرعد : آیت ٤٠]

[2] [سورة هود: آیت ١٢]

[3] [سورة فصلت: آیت ٥٣]

[4] [ضعیف : مسند احمد (٤١٩/١) التاریخ الکبیر للبخاری (٤١/٨) تفسیر ابن ابی حاتم (٣٧٨/٨) طبرانی کبیر (٣٦١٤) مجمع الزوائد (٨٤/٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٣٩٨٠)]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمٓ ۞ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۞ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۞ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۞ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۞

اللہ کے نام سے شروع جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی ○ ہم تیرے سامنے موسیٰ اور فرعون کا صحیح واقعہ بیان فرماتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں ○ یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کر رکھی تھی اور وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا اور ان کے ایک فرقے کو کمزور کر رکھا تھا ان کے لڑکوں کو تو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا' بے شک وشبہ وہ تھا ہی مفسدوں میں سے ○ پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا اور ہم نے انہیں پیشوا بنانے اور ان کے وارث بنانے کا ارادہ کر لیا ○ اور یہ بھی کہ ہم انہیں زمین میں قدرت واختیار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھا دیں جس سے وہ ڈر رہے تھے ○

حروف مقطعہ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ یہ آیتیں ہیں واضح جلی روشن صاف اور کھلے قرآن کی۔ تمام کاموں کی اصلیت سب گزشتہ اور آئندہ کی خبریں اس میں ہیں اور سب سچی اور کھلی۔ ہم تیرے سامنے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا سچا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ہم تیرے سامنے بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں۔ [1] اس طرح کہ گویا تو اس کے ہونے کے وقت وہیں موجود تھا۔ فرعون ایک متکبر' سرکش اور بد دماغ انسان تھا۔ اس نے لوگوں پر بری طرح قبضہ جما رکھا تھا اور انہیں آپس میں لڑوا لڑوا کر ان میں پھوٹ اور اختلاف دلوا کر انہیں کمزور کر کے خود ان پر جبر وتعدّی کے ساتھ سلطنت کر رہا تھا۔ خصوصاً بنی اسرائیل کو تو اس ظالم نے نیست ونابود کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا حالانکہ مذہبی اعتبار سے اس وقت یہ سب میں اچھے تھے۔ اس نے انہیں بری طرح ذلیل کر رکھا تھا تمام کمینے کام ان سے لیا کرتا تھا اور دن رات یہ بے چارے بیکار میں گھسیٹے جاتے تھے۔ اس پر بھی اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوتا تھا یہ ان کی نرینہ اولاد کو قتل کروا ڈالتا تھا تا کہ یہ افرادی قوت سے محروم رہیں' قوت والے نہ ہو جائیں اور اس لئے بھی کہ یہ ذلیل وخوار رہیں اور اس لئے بھی کہ اسے ڈر تھا کہ ان میں سے ایک بچے کے ہاتھوں میری سلطنت تباہ ہونے والی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مصر کی حکومت میں سے مع اپنی بیوی صاحبہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے جا رہے تھے اور یہاں کے سرکش بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو لونڈی بنانے کیلئے آپ سے چھین لیا تھا جنہیں اللہ

---

[1] [سورۃ یوسف : آیت ۳]

نے اس کافر سے محفوظ رکھا اور اسے آپ پر دست درازی کرنے کی قدرت ہی حاصل نہ ہوئی تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور پیش گوئی فرمایا تھا کہ تیری اولاد میں سے ایک لڑکے کے ہاتھوں ملک مصر اس قوم سے جاتا رہے گا اور ان کا بادشاہ اس کے سامنے ذلت کے ساتھ ہلاک ہوگا۔ چونکہ بنی اسرائیل میں یہ روایت چلی آ رہی تھی اور ان کے درس میں ذکر ہوتا رہتا تھا جسے قبطی بھی سنتے تھے جو فرعون کی قوم کے تھے' انہوں نے دربار میں مخبری کی۔ جب سے فرعون نے یہ ظالمانہ اور سفاکانہ قانون بنا دیا کہ بنو اسرائیل کے بچے قتل کر دیئے جائیں اور ان کی بچیاں چھوڑ دی جائیں۔ لیکن رب کو جو منظور ہوتا ہے وہ اپنے وقت پر ہو کر ہی رہتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ رہ گئے اور اللہ نے آپ کے ہاتھوں اس عاری سرکش کو ذلیل وخوار کیا' فالحمدللہ' چنانچہ فرمان ہے کہ ہم نے ان ضعیفوں اور کمزوروں پر رحم کرنا چاہا۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی چاہت کا پورا ہونا یقینی ہے۔ جیسے فرمایا ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الخ ﴾ (1) آپ نے اس گری پڑی قوم کو ان کی تمام چیزوں کا مالک بنا دیا۔ فرعون نے اپنی تمام تر طاقت کا مظاہرہ کیا لیکن اسے اللہ کی طاقت کا اندازہ ہی نہ تھا۔ آخر اللہ کا ارادہ غالب رہا اور جس ایک بچے کی خاطر ہزاروں بے گناہ بچوں کا خون ناحق بہایا تھا۔ اس بچے کو قدرت نے اسی کی گود میں پلوایا' پروان چڑھایا اور اسی کے ہاتھوں اس کا' اس کے لشکر کا اور اس کے ملک ومال کا خاتمہ کرایا تا کہ وہ جان لے اور مان لے کہ وہ اللہ کا ایک ذلیل' مسکین' بے دست وپا غلام تھا۔ اور رب کی چاہت پر کسی کی چاہت غالب نہیں رہ سکتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ نے مصر کی سلطنت دی اور فرعون جس سے خائف تھا وہ سامنے آ گیا اور تباہ وبرباد ہوا۔ فالحمدللہ

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسے دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج غم نہ کرنا ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے پیغمبروں میں بنانے والے ہیں ۝ آخر فرعون کے لوگوں نے اس بچے کو اٹھا لیا کہ آخر کار یہی بچہ ان کا دشمن ہو' اور ان کے رنج کا باعث بنے' کچھ شک نہیں کہ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر تھے ہی خطا کار ۝ فرعون کی بیوی نے کہا یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے' یا ہم اسے اپنا ہی بیٹا بنا لیں یہ لوگ کچھ شعور ہی نہ رکھتے تھے ۝

(1) [سورۃ الاعراف : آیت ١٣٧]

بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی: مروی ہے کہ جب بنی اسرئیل کے ہزار ہا بچے قتل ہو چکے تو قبطیوں کو اندیشہ ہوا کہ اگر بنی اسرائیل ختم ہو گئے تو جتنے ذلیل کام اور بے ہودہ خدمتیں حکومت ان سے لے رہی ہے کہیں ہم سے نہ لینے لگیں۔ تو دربار میں میٹنگ ہوئی اور یہ رائے قرار پائی کہ ایک سال مارڈالیں جائیں اور دوسرے سال قتل نہ کئے جائیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام اس سال تولد ہوئے جس سال بچوں کو قتل نہ کیا جاتا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بنی اسرائیل کے لڑکے عام طور پر تہہ تیغ ہو رہے تھے۔ عورتیں گشت کرتی رہتی تھیں اور حاملہ عورتوں کا خیال رکھتی تھیں ان کے نام لکھ لئے جاتے تھے۔ وضع حمل کے وقت یہ عورتیں پہنچ جاتی تھیں اگر لڑکی ہوئی ہے تو واپس چلی جاتیں تھیں اور اگر لڑکا ہوتا تو فوراً جلا دوں کو خبر کر دیتی تھیں۔ یہ لوگ تیز چھرے لئے ہوئے اسی وقت آ جاتے تھے اور ماں باپ کے سامنے ان کے بچوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چلے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جب آپ علیہ السلام کا حمل ٹھہرا تو عام حمل کی طرح وہ ظاہر نہ ہوا اور جو عورتیں اس تحقیق پر مامور تھیں اور جتنی دائیاں آتی تھیں کسی کو حمل کا پتہ ہی نہ چلا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد بھی ہو گئے آپ کی والدہ کو اب سخت دہشت ہونے لگی اور ہر وقت خوفزدہ رہنے لگیں اور اپنے اس بچے سے محبت بھی اتنی تھی کہ کسی ماں کو اپنے بچے سے اتنی نہ ہوئی ہو گی۔ ایک ماں پر ہی کیا موقوف ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ ایسا ہی بنایا تھا کہ جس کی ان پر نظر پڑ جاتی تھی اس کے دل میں ان کی محبت بیٹھ جاتی تھی۔ جیسے جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي﴾ [1] میں نے اپنی خصوصی محبت سے تمہیں نوازا۔ پس جب کہ والدہ موسیٰ علیہ السلام ہر وقت کبیدہ خاطر، خوفزدہ اور رنجیدہ رہنے لگیں تو اللہ نے ان کے دل میں خیال ڈالا کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور خوف کے موقعہ پر انہیں دریائے نیل میں بہا دے جس کے کنارے پر ہی آپ کا مکان تھا چنانچہ یہی کیا کہ ایک پیٹی کی وضع کا صندوق بنالیا اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رکھ دیا۔ دودھ پلا دیا کرتیں اور اس میں سلا دیتیں۔ جہاں کوئی ایسا ڈراؤنا واقعہ آیا اس صندوق کو دریا میں بہا دیتیں اور ایک ڈوری سے اسے باندھ رکھا تھا خوف کے ٹل جانے کے بعد اسے کھینچ لیتیں۔ ایک مرتبہ ایک ایسا شخص گھر میں آنے لگا جس سے آپ کی والدہ صاحبہ کو بہت دہشت ہوئی دوڑ کر بچے کو صندوق میں لٹا کر دریا میں بہا دیا اور جلدی گھبراہٹ میں ڈوری باندھنی بھول گئیں صندوق پانی کی موجوں کے ساتھ زور سے بہنے لگا اور فرعون کے محل کے پاس سے گزرا تو لونڈیوں نے اسے اٹھا لیا اور فرعون کی بیوی کے پاس لے گئیں راستے میں انہوں نے اسے ڈر کے مارے کھولا نہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی تہمت ان پر لگ جائے جب فرعون کی بیوی کے پاس اسے کھولا گیا تو دیکھا کہ اس میں ایک نہایت خوبصورت نورانی چہرے والا صحیح سالم بچہ لیٹا ہوا ہے جسے دیکھتے ہی ان کا دل مہر و محبت سے بھر گیا اور اس بچے کی پیاری شکل دل میں گھر کر گئی۔ اس میں بھی رب کی مصلحت تھی کہ فرعون کی بیوی کو راہ راست دکھائے اور فرعون کے سامنے اس کا ڈر لائے اور اسے اور اس کے غرور کو ڈھائے، تو فرماتا ہے کہ آل فرعون نے اس صندوقچہ کو اٹھا لیا

---

[1] [سورة طه: آیت ۳۹]

اور انجام کار وہ ان کی دشمنی اور ان کے رنج وملال کا باعث ہوا۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں ﴿لِيَكُوْنَ﴾ کا لام لام عاقبت ہے لام تعلیل نہیں۔ اس لئے کہ ان کا ارادہ یہ نہ تھا بظاہر یہ ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے لیکن معنی کو دیکھتے ہوئے لام کو لام تعلیل سمجھنے میں بھی کوئی حرج نظر نہیں آتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صندوقچے کا اٹھانے والا اس لئے ہی بنایا تھا کہ اللہ اسے ان کے لئے دشمن بنا دے اور ان کے رنج وغم کا باعث بنائے بلکہ اس میں ایک لطف یہ بھی ہے کہ جس سے وہ بچنا چاہتے تھے وہ ان کے سر چڑھ گیا۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا گیا کہ فرعون ہامان اور اس کے ساتھی خطا کار تھے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے قدریہ کو جو لوگ کہ تقدیر کے منکر ہیں' ایک خط میں لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سابق علم میں فرعون کے دشمن اور اس کے لئے باعث رنج وغم تھے۔ جیسے قرآن کی اس آیت سے ثابت ہے لیکن تم کہتے ہو کہ اگر فرعون چاہتا تو موسیٰ علیہ السلام اس کے مددگار اور دوست ہوتے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس بچے کو دیکھتے ہی فرعون بدکا کہ ایسا نہ ہو کسی اسرائیلی عورت نے اسے پھینک دیا ہو اور کہیں یہ وہی نہ ہو جس کے قتل کرنے کے لئے ہزاروں بچوں کو فنا کر چکا ہوں۔ یہ سوچ کر اس نے انہیں بھی قتل کرنا چاہا لیکن اس کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی۔ فرعون کو اس ارادے سے روکا اور کہا اسے قتل نہ کیجئے بہت ممکن ہے کہ یہ آپ کی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو مگر فرعون نے جواب دیا کہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو لیکن مجھے تو آنکھوں کی ٹھنڈک کی ضرورت نہیں۔ اللہ کی شان دیکھئے یہی ہوا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ نے اپنا دین نصیب فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے انہوں نے ہدایت پائی اور اس متکبر کو اللہ نے اپنے نبی کے ہاتھوں ہلاک کیا۔ نسائی وغیرہ کے حوالے سے سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں حدیث فتون میں یہ پورا قصہ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے۔ ان کی امید اللہ نے پوری کی دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور آخرت میں جنت میں جانے کا۔ اور کہتی ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اسے اپنا بچہ بنا لیں۔ انہیں کوئی اولاد نہ تھی تو چاہا کہ حضرت موسیٰ کو متبنیٰ بنا لیں۔ ان میں سے کسی کو شعور نہ تھا کہ قدرت کس طرح پوشیدہ پوشیدہ اپنا ارادہ پورا کر رہی ہے۔

وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰﴾ وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ٘ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

موسیٰ کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا' قریب تھیں کہ اس واقعہ کو بالکل ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل کو ڈھارس نہ دیتے یہ اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں رہے ○ موسیٰ کی والدہ نے ان کی بہن سے کہا کہ تو اس کے پیچھے پیچھے جا تو وہ اسے

دور ہی دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا علم بھی نہ ہوا○ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ہم نے موسیٰ پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا یہ کہنے لگیں کہ کیا میں تمہیں ایسا گھرانہ بتاؤں جو اس بچہ کی تمہارے لئے پرورش کرے اور ہوں بھی وہ اس بچے کے خیر خواہ○ پس ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف واپس پہنچایا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور آزردہ خاطر نہ ہو اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے○

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں: موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب آپ کو صندوقچہ میں ڈال کر فرعونیوں کے خوف کی وجہ سے دریا میں بہا دیا تو بہت پریشان ہوئیں اور سوائے اللہ کے سچے رسول اور اپنے لخت جگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آپ کو کسی اور چیز کا خیال ہی نہ رہا، صبر وسکون جاتا رہا، دل میں بجز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے اور کوئی خیال ہی نہیں آتا تھا۔ اگر اللہ کی طرف سے ان کی دلجمعی نہ کر دی جاتی تو وہ بے صبری میں راز فاش کر دیتیں لوگوں سے کہہ دیتیں کہ اس طرح میرا بچہ ضائع ہو گیا۔ لیکن اللہ نے ان کا دل ٹھہرا دیا ڈھارس اور تسکین دے دی اور انہیں یقین کامل کرا دیا کہ تیرا بچہ تجھے ضرور مل جائے گا۔ والدہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بڑی بچی سے جو ذرا سمجھ دار تھیں فرما دیا کہ بیٹی تم اس صندوق پر نظریں جما کر کنارے کنارے چلی جاؤ یہ دیکھو کیا انجام ہوتا ہے؟ مجھے بھی خبر کرنا تو یہ دور سے اسے دیکھتی ہوئی چلیں لیکن انجان پن سے کہ کوئی اور نہ سمجھ سکے کہ یہ اسکا خیال رکھتی ہوئی اس کے ساتھ ساتھ جا رہی ہے۔ فرعون کے محل تک پہنچتے ہوئے اور وہاں سے اس کی لونڈیوں کو اٹھاتے ہوئے تو آپ کی ہمشیرہ نے دیکھا پھر وہیں باہر کھڑی رہ گئیں کہ شاید کچھ معلوم ہو سکے کہ اندر کیا ہو رہا ہے؟۔ وہاں یہ ہوا کہ جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرعون کو اس کے خونی ارادے سے باز رکھا اور بچے کو اپنی پرورش میں لے لیا تو شاہی محل میں جتنی دایہ تھیں سب کو بچہ دیا گیا ہر ایک نے بشری محبت و پیار سے انہیں دودھ پلانا چاہا لیکن بحکم الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا۔ آخر اپنی لونڈیوں کے ہاتھ باہر بھیجا کہ باہر کسی دایہ کو تلاش کرو اور جس کا دودھ یہ پئے اسے لے آؤ۔ چونکہ رب العالمین کو یہ منظور نہ تھا کہ وہ اپنی والدہ کے سوا اور کسی کا دودھ پئے اور اس میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ اس بہانے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں تک پہنچ جائیں۔ لونڈیاں جب آپ کو لے کر باہر نکلیں تو آپ کی بہن صاحبہ نے پہچان لیا لیکن ان پر ظاہر نہ کیا اور نہ انہیں خود کوئی پتہ چل سکا آپ کی والدہ گو پہلے تو بہت پریشان تھیں لیکن اس کے بعد اللہ نے انہیں صبر وسکون دے دیا تھا اور وہ خاموش اور مطمئن تھیں۔ بہن نے انہیں کہا تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ انہوں نے کہا یہ بچہ کسی دائی کا دودھ نہیں پیتا ہم اس کے لئے کسی اور دایہ کی تلاش میں ہیں۔ یہ سن کر ہمشیرہ کلیم اللہ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں ایک دائی کا پتہ دوں؟ ممکن ہے یہ بچہ ان کا دودھ پی لے۔ وہ اسے پرورش کریں اور اس کی خیر خواہی کریں۔ یہ سن کر انہیں کچھ شک گزرا کہ یہ لڑکی اس لڑکے کی اصلیت سے اور اس کے ماں باپ سے واقف ہے اسے گرفتار کر لیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کیا معلوم کہ وہ عورت اس کی کفالت اور خیر خواہی کرے گی؟ اس نے فوراً جواب دیا سبحان اللہ۔ کون نہ چاہے گا

کہ شاہی دربار میں اس کی عزت ہو۔ انعام واکرام کی خاطر کون اس بچہ سے ہمدردی نہ کرے گا؟ ان کی سمجھ میں بھی آ گیا کہ ہمارا پہلا گمان غلط تھا یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہے اسے چھوڑ دیا اور کہا اچھا چل اس کا مکان دکھا یہ انہیں لے کر اپنے گھر آئیں اپنی والدہ کی طرف اشارہ کر کے کہا انہیں دیجئے۔ سرکاری آدمیوں نے انہیں بچہ دیا تو بچہ ان کا دودھ پینے لگا۔ فوراً یہ خبر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی اسے سن کر آپ بہت خوش ہوئیں اور انہیں محل میں بلوایا اور بہت کچھ انعام واکرام دیا لیکن یہ علم نہ تھا کہ فی الواقع یہی اس بچے کی والدہ ہیں۔ فقط اس وجہ سے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کا دودھ پیا تھا وہ ان سے بہت خوش ہوئیں۔ کچھ دنوں تک تو یونہی کام چلتا رہا۔ آخر کار ایک روز حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری خوشی ہے کہ تم میرے محل میں ہی آ جاؤ یہیں رہو سہو اور اسے دودھ پلاتی رہو۔ ام موسیٰ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا میں بال بچوں والی ہوں میرے میاں بھی ہیں میں انہیں اپنے گھر دودھ پلا دیا کروں گی پھر آپ کے ہاں بھیج دیا کروں گی۔ یہی طے ہوا اور اسی پر فرعون کی بیوی بھی رضا مند ہو گئیں۔ ام موسیٰ رضی اللہ عنہا کا خوف امن سے' فقیری امیری سے' بھوک آسودگی سے' دولت وعزت میں بدل گئی۔ روزانہ انعام واکرام پاتیں۔ کھانا کپڑا' شاہی طریق پر ملتا اور اپنے پیارے بچے کو اپنی گود میں پالتیں۔ ایک ہی رات یا ایک ہی دن یا ایک دن رات کے بعد ہی اللہ نے اس کی مصیبت کو راحت سے بدل دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنا کام دھندا کرے اور اس میں اللہ کا خوف اور میری سنتوں کا لحاظ کرے اس کی مثال ام موسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔ اللہ کی ذات پاک ہے اسی کے ہاتھ میں تمام کام ہیں اسی کا چاہا ہوا ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہ چاہے ہرگز نہیں ہوتا۔ یقیناً وہ ہر اس شخص کی مدد کرتا ہے جو اس پر توکل کرے۔ اس کی فرماں برداری کرنے والے کا دستگیر وہی ہے۔ وہ اپنے نیک بندوں کے آڑے وقت کام آتا ہے اور ان کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور ان کی تنگی کو فراخی سے بدلتا ہے۔ اور ہر رنج کے بعد راحت عطا فرماتا ہے۔ فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

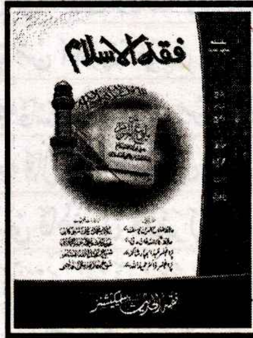
پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اسے اپنے بچے کا صدمہ نہ رہے۔ اور وہ اللہ کے وعدوں کو بھی سچا سمجھے اور یقین مان لے کہ وہ ضرور نبی اور رسول بھی ہونے والا ہے' اب آپ کی والدہ اطمینان سے آپ کی پرورش میں مشغول ہو گئیں اور اسی طرح پرورش کی جس طرح ایک بلند درجہ نبی کی ہونی چاہیے۔ ہاں رب کی حکمتیں بے علموں کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہیں۔ وہ اللہ کے احکام کی غایت کو اور فرمانبرداری کے نیک انجام کو نہیں سوچتے۔ ظاہری نفع ونقصان کے پابند رہتے ہیں۔ اور دنیا پر ریجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں یہ نہیں سوجھتا کہ ممکن ہے جسے وہ برا سمجھ رہے ہیں وہ اچھا ہو اور بہت ممکن ہے کہ جسے وہ اچھا سمجھ رہے ہوں وہ برا ہو یعنی ایک کام برا جانتے ہوں مگر کیا خبر کہ اس میں قدرت نے کیا فوائد پوشیدہ رکھے ہیں۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہو گئے ہم نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا' نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ○ موسیٰ ایک ایسے وقت شہر میں آئے جب کہ شہر کے لوگ غفلت میں تھے یہاں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا یہ ایک تو اس کے رفیقوں میں سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے تھا' اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی جس پر موسیٰ نے اسے مکا مارا جس سے وہ مر گیا موسیٰ کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے' یقیناً شیطان دشمن اور کھلے طور سے بہکانے والا ہے ○ پھر دعا کرنے لگے اے میرے پروردگار میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تو مجھے معاف فرما دے اللہ نے اسے بخش دیا وہ بخشش اور مہربانی کرنے والا ہے ہی ○ کہنے لگا اے اللہ جیسے تو نے مجھ پر یہ کرم فرمایا میں بھی اب ہرگز کسی گنہگار کا مددگار نہ بنوں گا ○

موسیٰ علیہ السلام نے ایک گھونسے سے بندہ ہلاک کر دیا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لڑکپن کا ذکر کر کے اب ان کی جوانی کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا۔ یعنی نبوت دی۔ نیک لوگ ایسے ہی بدلہ پاتے ہیں۔ پھر اس واقعہ کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر چھوڑنے کا باعث بنا اور جس کے بعد اللہ کی رحمت نے ان کا رخ کیا یہ مصر چھوڑ کر مدین کی طرف چل دیئے۔ آپ ایک مرتبہ شہر میں آتے ہیں یا تو مغرب کے بعد یا ظہر کے وقت لوگ کھانے پینے میں یا سونے میں مشغول ہیں راستوں پہ آمد ورفت نہیں تھی تو دیکھتے ہیں کہ دو شخص لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ ایک اسرائیلی ہے دوسرا قبطی ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبطی کی شکایت کی اور اس کا زورِ ظلم بیان کیا جس پر آپ کو غصہ آ گیا اور ایک گھونسہ اسے کھینچ مارا جس سے وہ اسی وقت مر گیا۔ موسیٰ گھبرا گئے اور کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے اور شیطان دشمن اور گمراہ ہے اور اس کا دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہونا بھی ظاہر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرنے لگے اور استغفار کرنے لگے۔ اللہ نے بھی بخش دیا' وہ بخشنے والا مہربان ہی ہے۔ اب کہنے لگے اے اللہ تو نے جو جاہ وعزت' بزرگی اور نعمت مجھے عطا فرمائی ہے میں اسے سامنے رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی نافرمان کی کسی امر میں موافقت اور امداد نہیں کروں گا۔





فقہ الاسلام

اردو شرح

بلوغ المرام

تالیف:
ابوالفضل احمد بن حجر العسقلانیؒ

شارح مترجم ومخرج:
حافظ عمران ایوب لاہوری

❀ **فقہ الاسلام** شروحات بلوغ المرام میں اس لحاظ سے ایک نہایت مفید اضافہ ہے کہ اسے سلفی علما کی تحقیقات کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ ایک مفید اور قابل اعتماد شرح ہے جو شائقین تحقیق اور تشنگان علم کے لیے علمی استفادے کا بہترین ذریعہ ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
مدیر شعبہ تحقیق وتالیف وترجمہ، دارالسلام لاہور

❀ پیش نظر کتاب **فقہ الاسلام** اس اعتبار سے نہایت مفید ہے کہ اس میں ہر حدیث کے تحت پہلے اس کے مشکل الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے اور پھر اس کے مسائل وفوائد پر بحث کی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اپنی جامعیت، تحقیق وتخریج کے اعلیٰ معیار اور عام فہم اسلوب کی وجہ سے جہاں علماء وطلباء کے لیے مفید ہے وہاں عوام الناس کے لیے بھی مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

پروفیسر حافظ ثناء اللہ خان مدنی حفظہ اللہ
شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج لاہور

❀ فاضل نوجوان **حافظ عمران ایوب لاہوری** نے متعدد شروحات بلوغ المرام سے استفادہ کرتے ہوئے ایک جدید اور مفید شرح **فقہ الاسلام** کے عنوان سے تیار کی ہے۔ اپنے اسلوب اور منہج کے لحاظ سے بلوغ المرام کی یہ شرح ایک ایسے معیار کو پیش کرتی ہے، جس سے اہل علم اور مدارس کے شیوخ کے علاوہ عامۃ المسلمین بھی بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ جدید شرح ان شاء اللہ ایک بلند مقام حاصل کرے گی۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر حفظہ اللہ
ڈائریکٹر دعوۃ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

❀ **فقہ الاسلام** کو مرتب کرتے ہوئے مؤلف حفظہ اللہ نے انتہائی علمی اور معیاری اسلوب تحقیق اختیار کیا ہے، مسائل کی توضیح وتشریح میں عصری مسائل کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ زبان آسان اور سلیس اختیار کی ہے، جس کے نتیجے میں ہر سطح کا قاری کتاب ہذا سے کما حقہ مستفید ہو سکتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ حفظہ اللہ
شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

❀ بلوغ المرام کی یہ شرح جدید وقدیم علوم کے امتزاج کی حامل ہے جو اس کی انفرادیت ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں (مثلاً معاشرت، تجارت، جرائم، حدود اور جہاد وغیرہ) سے متعلق فقہی رہنمائی میں عام لوگوں کی ضروریات کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔

ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور
تبصرہ از، امجد عباسی

❀ یہ کتاب **حافظ عمران ایوب لاہوری** کی شب وروز کی انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔ اس میں مسائل کے ساتھ ساتھ فقہی آراء کے ذکر اور پھر راجح مسلک کے بیان نے اسے چار چاند لگا دیئے ہیں۔ کتاب نہایت مفید ہے اور مطالعہ میں رہنی چاہیے۔

ہفت روزہ اعتصام، لاہور
تبصرہ از، ابوبکر ظفر

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید محقق ایڈیشن

تفسیرِ ابنِ کثیر

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنووط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جلد: 4



تالیف
حافظ عماد الدین ابنِ کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ





ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ





ابو امیمہ اویس

QLRF